باہتمام کیسر برادس مالشیہ سپرنٹنڈنٹ سنہ ۱۹۲۷ء

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین اُن مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری - ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدین۔

تفسیر سورۂ اذا زلزلت - جدید الطبع۔

تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔

تفسیر سورۂ یوسف - مصنفہ مولوی اشرف علی۔

پنجسورہ مترجم - باترجمۂ اُردو۔

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط۔

تفسیر اسرار الفاتحہ - مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف۔

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج ایسی ہو کتاب ہے خزانۂ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجیے عجیب صنعت ہی بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط - فرعون و قارون کا نام بے نقط روات کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر بیجا ویسا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔

فتح الخبیر - مصنفۂ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ عمدہ۔

احادیث اُردو

مظاہر حق - ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد مین ہی حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اُسکا ترجمہ اُردو ہین۔

تحفۃ الاخیار - ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔

ترجمۂ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ولاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہی اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین۔

ایضاً - جلد دوم حسب مراتب بالا۔

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن - شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین۔

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔

جامع ترمذی - امام ابو عیسیٰ صحاح ستہ مین سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی جدید۔

سنن ابی داود - منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہی بصحت تمام ہر چہار جلد کامل دو جلد مین از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ معروف جدید الطبع۔

دلائل الخیرات - باترجمۂ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسماء حسنیٰ معروف۔

زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ذخیرۂ احادیث مولانا غلام یحییٰ۔

صحیح مسلم عربی مع شرح امام النووی - چونکہ عرصۂ دراز سے یہ کتاب ہندوستانی مطابع نے شائع نہین کی تھی اور چونکہ یہ طلباء کے صحاح ستہ کے درس مین داخل ہی لہذا اسکی خواہش اہل ملک کو بہت زیادہ تھی - مطبع ہذا مین بھی یہ کتاب ایک مدت سے ختم ہو گئی تھی اور اسکی اکثر فرمائشات کو بوجہ عدم موجودگی خارج کرنا پڑتا تھا - اسلیے مطبع ہذا نے نہایت اہتمام کے ساتھ دوبارہ اہتمام
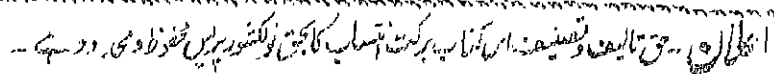
يعلمهم الكتاب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون

تفسیر مواہب الرحمن

المسمّٰی بہ

جامع البیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اما بعد علم تفسیر ہی وہ علم ہے کہ جس پر
کمال ایمان ومعرفت موقوف ہے کیونکہ تمام علوم سے اصل مقصود یہ ہے کہ کتاب الٰہی عزوجل میں فہم حاصل کرے تاکہ اعتقادات صحیحہ ومعارف حقہ واخلاق جمیلہ واعمال
شریفہ رضیہ سے آراستہ پیراستہ ہو کر لائق حلول دار السلام ومنزلت اکرام ہو اور ماسوا اس مقصد کے متاع دنیا ومکانات وروپیہ وآل واولاد کی
سعی باطل ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جب آنکھ بند ہوئی تو خزانون کے صندوق جو اُس نے تمام عمر جانکاہی سے جمع کیے تھے یون ہی رکھے رہے اور وہ صرف
چار گز کفن وتختہ تابوت پر اُٹھا کر گور میں دفن کر دیا گیا اور وہان صرف وہی ساتھ ہے جو اُس نے علم وعمل سے کمایا اور سوا اس کے تو ساری
محنت وجانکاہی ومشقت کو خاک میں ملایا کیونکہ یہ دنیا دار فنا ہے اور باقی تو دار الآخرت ہے اور دار آخرت کے لیے زاد وسامان پہچان لینا چاہیے اور
یہ پہچان صرف علم نبوت سے حاصل ہوتی ہے اور وہ علم قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ختم رسالت سے اس اُمت پر نازل فرمایا اور اپنے حبیب رحمۃ للعالمین کو تعلیم یعلمہم الکتاب والحکمۃ سے معلم حکیم حق کے وصف
سے موصوف کیا چنانچہ بالضرورۃ آپ نے عرب کو جو علم کے نام سے واقف نہ تھے ایسا بیابانی ملک میں جہان شہرون ودریاؤن کی تازگی نہین
پہنچی اور زراعت وسبزی باغ نہین آتی ریگستان خارزار میں اونٹون وبکریون سے بسر کرتے ونکبت وشدت فلاکت میں مانند خانہ بدوشون
کے ذرا ذرا سی باتون پر باہم جنگ وجدال کرتے وقوی جو کمزور کو کھا جاتا او کمزورون کی فریاد پہونچ سکتی گمراہ کہ بتون کا پایا سا چہاتا اور بتون
کی پرستش وشیطانی اوہام میں گرفتار تھے بتون سے فریاد کرتے دیوتون پریتون کی منتین مانتے او شعر وشاعری پر نازان تھے اور باہم جدال
کا وارثت سلوک ہوتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان ذمائم افعال کے ساتھ اس قوم میں شرائف خصال میں سے صدق طینت ووفا سے عہد و
شرافت ذاتی ایسی رکھی تھی کہ اولاد ابراہیم واسمعیل بغیر خلط ملط کے خلوص جوہر شرافت پر تھی اور ہر شخص عاقل جانتا ہے کہ کان جواہر سے جو زر خاک آلود
برآمد ہو وہ خزفہ چینی شفاف سے بذات افضل ہے حتی کہ اسوقت جو روم وفارس نفیس پوشاک وقوی اجسام وعمدہ مکانات میں تھے سب
ناپاک باطن وبداخلاق وخبیث طینت تھے گویا اُنکی مثل یہ تھی کہ سور کے کان میں ریشم کا ڈورا یا جواہر کا ٹیپہ ہے اور عرب اس حالت میں بھی

گویا گدڑی کا لعل تھے لہذا جب سرورِ عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و ارشاد میں نورِ عرفان و عینِ ایمان سے مشرف ہوئے تو جوہرِ ذاتی نے ظہور کیا اور بہت ہی جلد عظائمِ اخلاق و اعمال سے متحلّی ہو کر تمام عالم کے لیے ہادیِ کامل ہو گئے کہ ابتک ان کی پیروی موجبِ کمال سعادت ہے اور ہمکو انھیں کی بدولت قرآن پاک پہونچا اور راہِ حق معلوم ہوئی پس انھیں کی شکرگزاری لازم و انھیں کی پیروی پر قرآن مجید کے معارف جاننا و عمل کرنا فرض منحتم ہوا اور انھوں نے ہمکو قرآن کے ساتھ اسکی تفسیر سکھلائی و اسپر عمل کرنے کی تاکید سنائی اور یہ ہمکو طبقۂ تابعین و اتباع کے ذریعہ سے متواتر پہونچی پس عمدہ تفسیر وہ ہے جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفاسیر مسندہ ہیں اور انکی ہدایت کے موافق معانی و مدارک مستخرج ہیں اور مترجم نے مقدمہ میں ایسی تفاسیر نفیس کا حوالہ دیا اور تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی المتوفی سنہ ۷۷۴ ہجری گویا لباب تفسیر مسند امام ابن ابی حاتم عبد الرحمٰن بن محمد الرازی الحافظ المتوفی سنہ ۳۲۷ ہجری اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی سنہ ۳۱۰ ہجری کا ہے۔ امام نوویؒ نے کہا کہ امت نے اجماع کیا کہ مثل تفسیر ابن جریر کے تصنیف نہیں ہوئی۔ مترجم نے ان اکابر کے افادات کے ساتھ بہت سے عمدہ افادات کی رعایت کی جنکا ذکر مقدمہ میں مبسوط ہو چکا ازانجملہ اس زمانہ کے مشرکین و باطلین کے اوہام و وساوس شیطانیہ کی تردید ہوا اور لطیف پیرایہ سے انکی غلط فہمی و گمراہی کی علت دور کی گئی۔ ازانجملہ ہر ضروری و مفید امر ہوا دنی درجہ ایمان سے لیکر اعلیٰ درجہ احسان تک مفید ہو درج کیا گیا پس بحمد اللہ سبحانہ تعالیٰ تفسیر جامع افادات و لطائف و اشارات از احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین و آثار حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین و افادات فقہاے دین و حکماے ربانیین ہے اور ہر جگہ ثبوت ان اصول صحیحہ سے ہوا ہے کہ بے جا جوش کے قصص و دروغ روایات کی حاجت نہیں اور صادق الایمان جسکو کذب سے نفرت ہو وہ دین میں جھوٹ بولنے والے سے سخت متنفر ہوتا ہے اور کیونکر ہو کہ بیان حقائق مقامات ایمانیہ کسی کلام مبارک میں معین ہو سکتا بلکہ وہ گمراہی کا باعث ہوتا ہے پس اعتماد بصدق روایات و فقہ و درایات و علوم حقہ و معارف الٰہیہ تفسیر میں جمع ہیں والحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفاتحۃ

یہ سورہ مبارک بالاتفاق سات آیات ہیں جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے پھر جن علما کے نزدیک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک آیت ہے انکے نزدیک ساتویں آیت صراط الذین انعمت علیہم سے آخر تک ہے اور جنکے نزدیک یہ کلمہ الگ ہے اور الحمد للہ سے شمار ہے تو ساتویں آیت غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ہے۔ تو اس سورہ مبارک کے کلمات پچیس ہیں اور حروف ایکسو تیرہ ہیں۔ یہ سورہ مبارک جامع فضائل و برکات و دقائق اشارات ہے اور اسکے متعلق بعض احکام خاص مذکور ہیں جو دوسری سورتوں کے واسطے عام نہیں ہیں بلکہ سورہ فاتحہ میں علوم کتب سابقہ مع علم قرآن جمع ہو گئے ہیں آئندہ معلوم ہوگا اسی واسطے علماء ربانیین کے نزدیک اس سورہ کی تفسیر تمام قرآن مجید کی تفسیر سے مساوی ہے لیکن یہ اجمال و تفصیل [illegible] آیت کے متعلق ضروری تفسیر لکھی اور مترجم نے کچھ اسی کی اقتدا کر کے بعنوان فوائد تذییل کی۔ (فائدہ اولیٰ) سورتوں کے ناموں میں قیاس کو دخل نہیں بلکہ شرع سے جو نام ملا بس اسی پر اقتصار رہیگا۔ سورہ فاتحہ کے ناموں کی کثرت اسکی فضیلت کی دلیل ہے [illegible] امام ابن کثیر وغیرہ نے فرمایا کہ اسکو (فاتحۃ الکتاب) اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اسی سے نماز میں قراءت شروع کیجاتی ہے اور اسکو (ام الکتاب) اسواسطے کہتے ہیں کہ مصحف مجید میں پہلے لکھی جاتی ہے اور نماز میں پہلے پڑھی جاتی ہے۔ یہ قول امام بخاری کا ہے لیکن ابو السعود وغیرہ کا تسمیہ کا مدار فاتحۃ الکتاب پر ہے نہ ابتدا سے قراءت پر۔ مترجم کہتا ہے کہ ابتداے کتاب ہی سے ابتداے قراءت ہے خصوص نماز میں زیادہ اہتمام ہے پس قول امام بخاری صحیح ہے۔ اسکو (ام القرآن) اسواسطے کہتے ہیں کہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ سورۂ الحمد للہ رب العالمین ام القرآن وام الکتاب والسبع المثانی والقرآن العظیم ہے (صحیح) اس سے معلوم ہوا کہ اس سورہ کا نام
السبع المثانی اور القرآن العظیم بھی ہے اور اسکو سورۃ الشفا بھی کہتے ہیں اور اس کی وجہ ظاہر ہے اور اسکو الصلوٰۃ
یا سورۃ الصلوٰۃ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حدیث قدسی میں آیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ الصلوٰۃ میرے درمیان اور میرے بندے کے
درمیان نصفا نصف ہے پس جب میرے بندے نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اس نے میری حمد کی آخر تک (کما فی الصحیح) اور علماء نے اتفاق کیا کہ صلوٰۃ
سے سورۃ الحمد مراد ہے چنانچہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل آوے گی ۔ اور حاصل یہ ہے کہ سورہ حمد اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی حاجت کی دعا ہے
پس ثنا تو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور دعا بندے کے واسطے ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ و بندے کے درمیان تقسیم ہوگی ۔ اسکو (سورۃ الشفا) اس واسطے
کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ فاتحۃ الکتاب ہر زہر سے شفا ہے (رواہ الدارمی) اسکو (سورۃ الرقیہ) اس واسطے
کہتے ہیں کہ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں قصہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے بچھو کے کاٹے ہوئے کو اس سورۃ سے جھاڑا اور وہ اچھا ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اسکو رقیہ فرمایا چنانچہ فضائل میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔ شعبی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے
اس سورہ کو (اساس القرآن) فرمایا اور کہا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ الحمد کی اساس ہے۔ اور سفیان بن عیینہؒ نے اس سورہ کو
(واقیہ) کہا۔ اور یحییٰ بن ابی کثیرؒ نے اسکو (کافیہ) کہا کیونکہ ماسوا میں مذکور ہے کہ اسکو (کافی) بھی کہتے ہیں (فائدہ ثانیہ) قرآن میں
سے سب سے پہلے سورۃ اقرأ کا نزول ہوا اور قول دوم یہ ہے کہ سورۃ مدثر کا نزول ہوا اور قول سوم یہ کہ سورۃ فاتحہ کا نزول ہوا اور یہی بیہقی کی دلائل النبوۃ
میں ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے لیکن شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قول اول ہی صحیح ہے یعنی پہلے سورۃ اقرأ کا نزول ہوا (فائدہ ثالثہ)
فقط اس سورۃ فاتحہ کا مختصر بیان مقدمہ میں گذرا ۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابو سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نماز کی حالت میں تھا
مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی پس میں نماز تمام کرکے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تجھکو حاضر ہونے سے کون امر مانع ہوا میں نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ میں نماز پڑھتا تھا پس آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ عزوجل نے تجھکو حکم نہیں دیا بقولہ تعالیٰ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ
اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ پھر فرمایا کہ مسجد سے باہر جانے سے پہلے تجھکو قرآن سے اعظم سورۃ تعلیم کروں گا پھر آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر کو
چلے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں تجھکو قرآن میں سے اعظم سورہ تعلیم کروں گا آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ الحمد للہ
رب العالمین ہے یہی سبع مثانی والقرآن العظیم ہے جو مجھکو عطا ہوا ہے ۔ (رواہ احمد والبخاری وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ) اور حضرت ابی بن کعبؓ کی بھی
مثل روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں میرا ہاتھ لیا اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ دروازہ مسجد سے نکلنے سے پہلے
تجھکو ایسا سورہ تعلیم ہوگا جسکے مثل توریت یا انجیل میں بلکہ قرآن میں نازل نہیں ہوا ابی بن کعبؓ نے کہا کہ میں اسی سورۃ کی امید پر آہستہ قدم اٹھاتا تھا
یہاں تک کہ دروازہ پر پہونچا تب میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ سورہ جسکی تعلیم فرمانا چاہتے تھے جسکا وعدہ دیا گیا تھا تو فرمایا کہ تو نماز شروع کرنے
میں کیونکر پڑھتا ہے میں نے الحمد للہ رب العالمین آخر تک پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ یہی سورہ ہے اور یہی سبع مثانی والقرآن العظیم ہے جو مجھے عطا
کیا گیا (رواہ مالک) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث بھی بظاہر منقطع صحیح ہے ۔ اور امام احمدؒ نے اسکو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی حدیث سے متصل
روایت کیا اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ ابی بن کعبؓ نے معذرت میں کہا کہ جی ہاں بیشک اللہ تعالیٰ نے آیت میں حکم دیا ہے اور اب میں ایسا کبھی
نہیں کرونگا ۔ (رواہ الترمذی والنسائی) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توریت یا انجیل میں ام القرآن کے مثل نازل
نہیں فرمایا اور یہی سبع مثانی ہے اور اسکو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان نصفا نصف ہے (رواہ النسائی)

مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث مین فقہ یہ ہی کہ ابوسعید بن المعلی نفل نماز پڑہتے تھے اور اسیطرح ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کبھی نماز نفل مین تھے پس جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی تو فورًا نماز توڑکر حاضر ہونا واجب تھا کیونکہ یہ فرض ہی اور قاعدہ نکلا کہ فرض کے معارضہ مین نفل نہین باقی رہتی اسیواسطے فقہا کے نزدیک اصول مین قرار پایا کہ ہر فعل مستحب جو صحیح ثابت ہو جب وہ ایسی شان پر ہو کہ اُسکے عمل مین لانے سے بدعات پھیل جائینگی تو اُسکو ترک کرنا واجب ہی اور یہ قاعدہ کلیہ شرع مین بہت مفید ہی جو فتاوی عالمگیریہ وغیرہ مین مذکور ہی اور اس سے بہت سے احکام مستنبط ہوتے ہین ۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا اور آپ اُسوقت پیشاب سے فارغ ہوئے تھے تو مین نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ پس آپ نے کچھ جواب نہین دیا پھر مین نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ پھر آپ نے مجھکو کچھ جواب نہین دیا پھر مین نے تیسری بار عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ پھر آپ نے کچھ جواب نہ دیا پھر آپ روانہ ہوئے اور مین آپ کے پیچھے پیچھے چلا یہانتک کہ آپ مکان مین داخل ہوئے اور مسجد مین مغموم غمناک ہوکر بیٹھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طہارت فرماکر باہر آئے اور فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر فرمایا کہ ای جابر بن عبداللہ مین تجھے قرآن مین سب سے بہتر سورہ بتلاؤن مین نے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ ضرور فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ رب العالمین آخر تک پڑہہ (رواہ احمد باسناد جید) (مصححہ) اسکے مانند احادیث دلیل ہین کہ بعض سورتون کو بعض پر فضیلت ہی اور یہ قول بہت سے علما سے منقول ہی اور دیگر علما کے نزدیک باہم تفاضل جائز نہین ہی کیونکہ کل کلام اللہ تعالی ہی اور تفضیل دینے مین نقص کا وہم ہوتا ہی ۔ قرطبی نے یہ قول ابوالحسن اشعری وابوبکر باقلانی وابوحاتم وابوحیان ویحیی بن یحیی سے نقل کیا اور یہی امام مالک سے ایک روایت ہی مترجم کہتا ہی کہ تحقیق قول امام ابوحنیفہ سے یہ مروی ہی کہ کلام الہی ہونے کی راہ سے سب برابر ہی لیکن بعض سورہ مین حمد وثنا سے الہی مذکور ہی جو دوسری سورہ مین نہین ہی تو مذکور کی راہ سے اُسکو فضیلت ہی مثلا سورۂ قل ہو اللہ احد کو اخلاص توحید کی راہ سے سورۂ تبت ید پر فضیلت ہی جسمین ابولہب کی بدانجامی مذکور ہی ۔ حد ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ہم لوگ ایک سفر مین تھے اور ایک منزل پر ہم لوگ اُترے تو اُن لوگون نے ہماری مسافرانہ دعوت نہ کی اتنے مین اس قوم کی ایک لونڈی دوڑی ہوئی آئی کہ ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹا اور ایک روایت مین ہی کہ اُسکی پیشانی پر بچھو نے کاٹا اور ہمارے یہان کوئی جھاڑنے والا اسوقت موجود نہین ہی تو کیا تم مین سے کوئی شخص جھاڑنا جانتا ہے پس ہم مین سے ایک شخص کھڑا ہوگیا جسکو ہم جھاڑنے والا نہین جانتے تھے اور اُسنے کہا کہ ہان مین جھاڑونگا مگر تم لوگون نے ہماری مہمانداری نہین کی تو مین بغیر عوض نہین جھاڑونگا پس اُنہون نے تیس بکریان عوض ٹھہرائین اور جاکر اُسکو جھاڑا تو وہ اچھا ہوگیا اور اُسنے تیس بکریان دین اور ہمکو دودہ پلوایا پھر جب وہ آیا تو ہمنے اُس سے کہا کہ کیا تم جھاڑ پھونکنا جانتے ہو یا تم جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے پس اُس نے کہا کہ مین تو نہین جانتا ہون اور نہ کوئی مین نے جھاڑ پھونک کیا سوا اسکے کہ سورۂ الحمد پڑھکر دم [illegible] ہم لوگون نے کہا کہ ان بکریون مین کوئی تصرف نہ کرو یہانتک کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہونچین یا ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لین پھر جب ہم لوگ مدینہ منورہ مین آئے تو یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا پس آپ نے فرمایا کہ وہ جانتا تھا کہ یہ رقیہ ہی تم لوگ یہ بکریان بانٹو اور اُسمین میرا بھی حصہ لگاؤ (رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد) واضح ہو کہ حضرت نے اپنے واسطے حصہ کا حکم صرف اُن کے اطمینان خاطر کے واسطے دیا اور اسی سے نکالا گیا کہ جو کار خیر کہ فرض کفایہ وواجبات مین سے نہون اُسپر اجرت لینا جائز ہی ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک وقت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپکے پاس جبرئیل علیہ السلام بیٹھے تھے کہ ناگاہ آسمان کی طرف سے آواز سنی پس

جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کو اپنی نگاہ اٹھا کر کہا کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا جو کبھی نہیں کھلا تھا پھر اس میں ایک فرشتہ اتر کر آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپکو بشارت ہو کہ آپ کو ایسے دو نور عطا ہوئے ہیں جو آپ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دیے گئے ہیں اور وہ فاتحۃ الکتاب اور خواتیم سورۃ بقرہ ہیں کہ ان دونوں میں سے جو حرف پڑھا جائے نور عطا ہوگا (رواہ مسلم والنسائی) خواتیم سورۃ بقرہ سے آمن الرسول سے آخر تک رکوع مراد ہے - ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی نماز پڑھی کہ جس میں ام القرآن نہیں پڑھی تو وہ ناقص ناقص ناقص ناتمام ہے پس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم لوگ کبھی امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسکو اپنے جی میں پڑھ لے کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ صلوٰۃ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان نصفا نصف ہے اور میرے بندہ نے جو کچھ مانگا وہ اُسکے واسطے ہے پس جب بندہ نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری حمد کی اور جب بندہ نے الرحمن الرحیم کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری ثنا کی پھر جب بندہ نے مالک یوم الدین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری تمجید کی یعنی بزرگی کا اقرار کیا پھر جب بندہ نے ایاک نعبد و ایاک نستعین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان مشترک ہے اور جو میرے بندہ نے مانگا وہ اُسکے واسطے ہے پھر جب بندہ نے اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندہ کے واسطے ہے اور بندہ کے لیے وہ ہے جو اُسنے مانگا (رواہ مسلم والنسائی والترمذی وعبد اللہ بن احمد وابن جریر والبخاری) مترجم کہتا ہے کہ وجہ تقسیم اسطرح ہے کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین یہ تین آیات تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا و تمجید ہیں اور ایاک نعبد و ایاک نستعین یہ ایک آیت مشترک ہے اور اہدنا الصراط المستقیم سے آخر تک تین آیات بندہ کے واسطے ہیں پس نصفا نصف ہو گئی اور اس صورت میں اہدنا الصراط المستقیم ایک آیت اور صراط الذین انعمت علیہم دوسری آیت اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تیسری آیت اور واضح ہو کہ کسی روایت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو شمار نہیں کیا ہے اور اگر اسکو شمار کیا جاوے تو نصفا نصف نہیں رہتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے چار آیات ہوئی جاتی ہیں فافہم - (مسئلہ) شیخ ابن کثیر نے کہا کہ سوال یہ ہے کہ کیا نماز میں سورۃ فاتحہ متعین ہے یا سوائے فاتحہ کے دوسری سورۃ بھی کافی ہو سکتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس میں علماء کے درمیان میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ اور اُنکے موافقین اصحاب وغیرہم کے نزدیک سورۃ فاتحہ متعین نہیں ہے بلکہ قرآن میں سے جو کچھ پڑھے جائز ہے اور اسپر دو دلیلیں لاتے ہیں اول قولہ تعالیٰ فاقرءوا ما تیسر من القرآن یعنی قرآن میں سے جو میسر ہو - اسمیں سورۃ فاتحہ کی تخصیص نہیں ہے - اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بُری طرح نماز پڑھی تھی پھر جب آپ نے اسکو تعلیم فرمایا تو ارشاد کیا کہ جب تو نماز کے واسطے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ پھر قرآن میں سے جو تجھے میسر ہو پڑھ چنانچہ صحیحین میں یہ قصہ مطول مروی ہے پس اس میں آپ نے سورۃ فاتحہ وغیرہ کی تخصیص نہیں فرمائی - مترجم کہتا ہے کہ اسمیں صاف ظاہر ہے کہ اگر سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز باطل نہ ہوگی لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک سورۃ فاتحہ واجب ہے کہ اسکے نہ پڑھنے سے نماز ناقص ہوتی ہے حتی کہ اسکا اعادہ واجب ہے اور یہ قول دلیل سے صحیح و قوی ہے - شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ دیگر ائمہ مالک و شافعی و احمد وغیرہم کے نزدیک نماز کے لیے سورۃ فاتحہ متعین ہے اور اُنکی دلیل وہی حدیث ہے جو اوپر مذکور ہوئی کیونکہ اس حدیث میں جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی ہو اُسکی نماز کو ناقص فرمایا - مترجم کہتا ہے کہ ناقص ہونے سے لازم نہیں آتا کہ باطل ہو جاوے اسی واسطے امام ابو حنیفہ بھی اسکو ناقص کہتا اور فاتحہ پڑھنا واجب کہتے ہیں لیکن دیگر ائمہ نے نماز کو باطل سمجھا اور یہ اُنکے نزدیک باطل ہے اسواسطے کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بُری طرح نماز پڑھی تھی جب آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی تو صحابہ

رضی اللہ عنہم کو بہت پریشانی ہوئی پھر جب آپ نے اُسکو تعلیم فرما کر آخر میں فرمایا کہ ان اُمور میں سے جس امر میں کمی کرے گا وہی تیری نماز میں نقص ہوگا
تو یہ سنکر صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرحت ہوئی کہ نماز بالکل باطل نہ ہوگی بلکہ نقص ہوگا چنانچہ ترمذی کی روایت میں صریح مذکور ہے پس معلوم ہوا کہ نقص سے
باطل ہونا مراد نہیں ہے۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے جمہور ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے واسطے دوسری دلیل حدیث عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ذکر کی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے فاتحۃ الکتاب نہیں پڑھی اُسکی نماز نہیں ہے (کما فی الصحیحین) اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
ذکر کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نماز کافی ادا نہیں ہوتی جس میں ام القرآن نہ پڑھی جاوے (رواہ ابن خزیمہ وابن حبان)
مترجم کہتا ہے کہ ابو حنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز کافی ادا نہیں ہوتی اور اسی طرح جب اُسکا اعادہ واجب ہے تو گویا نماز
نہوئی لیکن جو بغیر فاتحہ پڑھی گئی وہ باطل نہیں ہے (مسئلہ) کیا سورۂ فاتحہ کل رکعات میں واجب ہے۔ جواب۔ اس میں اختلاف ہے شیخ
ابن کثیرؒ نے کہا کہ شافعی اور ایک جماعت علماء کے نزدیک ہر رکعت میں واجب ہے اور دیگر علماء نے کہا کہ جس نماز میں جتنی رکعات ہوں اُن میں
سے اکثر رکعات میں پڑھ دینا کافی ہے حسن بصریؒ وغیرہ نے کہا کہ صرف ایک رکعت میں کافی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ و ثوریؒ و
اوزاعیؒ کے نزدیک سورۂ فاتحہ پڑھنا متعین نہیں ہے بلکہ سوا اسکے جو کچھ پڑھ دے کافی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابو حنیفہؒ تو اُسکو کافی نہیں کہتے ہیں
چنانچہ اوپر معلوم ہوا لیکن اُنکے نزدیک فرض کی دو رکعتوں میں اور نفل کی کل رکعتوں میں قراءت فرض ہے و لیکن فرض کی اول دو رکعتوں
میں واجب ہے و تمام بحث مترجم نے عین الہدایہ میں لکھی ہے (مسئلہ) مقتدی پر قراءت فاتحہ واجب ہے یا نہیں اور اس میں علماء کے
تین قول ہیں۔ اول یہ کہ امام کیطرح مقتدی پر بھی واجب ہے کیونکہ احادیث سابقہ میں مقتدی کے واسطے استثناء نہیں ہے دوم مقتدی بالکل
قراءت نکرے خواہ نماز جہریہ ہو یا سریہ ہو کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جس شخص کا امام ہو تو امام ہی
کی قراءت اُسکی قراءت ہے (رواہ احمد) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد میں ضعف ہے اور یہ حدیث کئی طرق سے روایت کی گئی مگر کوئی صحیح نہیں
ہے اور امام مالک و ترمذی نے اُسکو جابر رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ طرق متعدد تو درجہ حسن تک پہنچتی ہیں اور یہی کافی ہے
کہ جابر رضی اللہ عنہ اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور یہی امام ابو حنیفہؒ اور ایک جماعت علماء کا مذہب ہے اور تمام تحقیق قولہ تعالیٰ اذا قُرئ القرآن
فاستمعوا له الآیۃ کی تفسیر میں انشاء اللہ آویگی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قول سوم یہ ہے کہ جب نماز سریہ ہو یعنی ظہر و عصر تو مقتدی پر قراءت فاتحہ واجب ہے
اور اگر نماز جہریہ ہو تو واجب نہیں کیونکہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اسی واسطے
بنایا جاتا ہے کہ اُسکی اقتداء کیجاوے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم لوگ تکبیر کہو اور جب پڑھے تو تم خاموش رہو (رواہ مسلم وابو داود والترمذی والنسائی
وابن ماجہ من حدیث ابی ہریرۃ ایضاً) کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام
پڑھے تو تم خاموش سنو اور اس حدیث کو امام مسلم نے بھی صحیح کہا ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ دونوں حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ یہی قول
صحیح ہے اور یہی امام شافعیؒ کا قدیم قول تھا اور یہی امام احمدؒ سے ایک روایت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان سکوت مقتدی کی
صریح روایت کی تو یہ دلیل ہے کہ سابق حدیث ابو ہریرہؓ جو بغیر فاتحہ کے ناقص ناتمام نماز ہونے کے بارہ میں ہے اُس میں ابو ہریرہؓ نے جو اپنے
جی میں پڑھنے کا فتویٰ دیا اُس سے صاف یہ مراد ظاہر ہوتی ہے کہ سورۂ فاتحہ جو حمد و ثنا و دعا ہے اپنے دل سے ادا کرتا جاوے کیونکہ
یہ دونوں باتیں دل سے ممکن ہیں پس معلوم ہوا کہ مقتدی اگر محض غافل ہو تو حصہ دعا نہ ہوگا بلکہ سورۂ فاتحہ اُسکے حق میں بھی اسطرح لازم ہے کہ
جیسے امام نے زبان و دل دونوں سے ثنا و دعاء کرتا جاتا ہے اُسی طرح مقتدی دل سے حمد و دعا کرتا جاوے کیونکہ غافل کے واسطے

نماز میں سے حصہ نہیں ہوتا بلکہ عاقل کے واسطے بھی نماز میں سے اُسی قدر ہوتا ہے جتنا اُسنے عمل کیا ورنہ غفلت حصہ شیطان ہے جیسا کہ ابو داؤد کی حدیث میں مصرح ہے۔ ھ۔ امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ بیان فضائل میں ان مسائل کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ منجملہ فضائل سورۂ فاتحہ کے ان مسائل کا اختصاص ہے یہ احکام اسی سورۂ پاک کے ساتھ خاص ہیں۔ حدیث انسؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو بستر پر آوے اور سورۂ فاتحہ وقل ہو اللہ احد پڑھے تو سوائے موت کے ہر بلا سے مامون ہو جاویگا۔ (رواہ البزار) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فاتحۃ الکتاب ہر بیماری سے شفا ہے (رواہ سعید بن منصور والبیہقی) اور عبدالملک بن عمیر سے مرسل روایت اسی کے مانند دارمی میں ہے اور اسکے راوی ثقات ہیں۔ خارجہ بن الصلت تمیمی نے اپنے چچا سے روایت کی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پھر جب میں آپ کے پاس سے اپنے وطن کو لوٹا تو ایک قوم پر میرا گزر ہوا جنکے پاس ایک شخص مجنون زنجیروں میں بندھا ہوا تھا پس اُن لوگوں نے کہا کہ تمہارے پیغمبر بہت سی خوبیاں لائے ہیں بھلا تیرے پاس اس مجنون کی بھی کوئی دوا ہے تو میں نے تین دن تک اُس پر سورۂ فاتحۃ الکتاب اسطرح پڑھکر دم کی کہ ہر روز صبح و شام پڑھتا اور اپنی انگلیوں کی پور جمع کرکے پھونکتا پس بفضل الٰہی وہ اچھا ہو گیا تو اُن لوگوں نے مجھکو سو بکریاں دیں پس میں اُن کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے یہ حال ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو کھا کیونکہ جسنے رُقیہ باطل کے ساتھ کھایا اُسنے بُرا کیا اور تو نے تو رقیہ حق کے ساتھ کھایا (رواہ احمد وابو داؤد والنسائی وابن جریر والحاکم) حسنؒ سے مرسل روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سورۂ فاتحۃ الکتاب پڑھا گویا اُسنے توریت وانجیل وزبور وفرقان پڑھا (رواہ ابو عبید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک سفر میں اُترے اور کسی حاجت کے واسطے روانہ ہوئے تو آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص آپ کے پہلو میں ساتھ ہو گیا پس آپ نے توجہ فرما کر اُسے دیکھا اور فرمایا کہ تجھکو افضل القرآن بتلاؤں پھر اُس پر الحمد للہ رب العالمین تلاوت فرمائی (رواہ الحاکم والبیہقی)۔ (**فائدہ رابعہ**) جمہور علماء کے نزدیک قراءت سے پہلے تعوذ پڑھنا سُنت ہے بدلیل قولہ تعالیٰ فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اور جمہور کے نزدیک اسکے معنی یہ ہیں کہ جب قراءت قرآن کا ارادہ کرے تو پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہے۔ اور بعض نے کہا کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھے۔ چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اُٹھکر نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے پھر سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک پھر تین بار لا الٰہ الا اللہ کہتے پھر اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ (رواہ احمد وابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ) ہمز کے معنے گلا گھونٹنا اور نفخ کے معنے تکبر کرنا اور نفث سے مراد شعر ہے۔ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز میں داخل ہوئے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کبیرا اور تین مرتبہ الحمد للہ کثیرا اور تین مرتبہ سبحان اللہ بکرۃ واصیلا کہتے پھر اللھم انی اعوذ بک من الشیطان من ہمزہ ونفخہ ونفثہ کہتے (رواہ ابو داؤد وابن ماجہ) اور حدیث ابو اُمامہ الباہلی رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں کھڑے ہوتے تو تین بار تکبیر کہتے پھر لا الٰہ الا اللہ تین مرتبہ کہتے اور سبحان اللہ وبحمدہ تین مرتبہ کہتے پھر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ کہتے (رواہ احمد) اور حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دو شخصوں میں جھگڑا ہوا حتی کہ غصہ کی وجہ سے ایک شخص کی ناک پر ہیبت ہو گئی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ایسی چیز معلوم ہے کہ اگر یہ کہے تو اس کی یہ حالت جاتی رہے وہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے (رواہ ابو یعلی والنسائی واحمد وابو داؤد والترمذی) اور یہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے (کما فی الترمذی والنسائی) اور بخاری نے اسکو حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے) اور معنی یہ ہین کہ غصہ وغضب ایک شیطانی حرکت ہے جس کا مادہ آتشی دھوان ہے اور شیطان اُسکو مغرور کرتا ہے کہ وہ دوسرے کے آزار یا دفع پر قادر ہے حالانکہ سب حول وقوت اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے پس جب اُسنے شیطان کی بدی سے پناہ مانگی یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا تو شیطان بھاگ جائیگا اور وہ شخص اپنے انسانی ہوش مین آجائے گا اسی طرح جب انسان تلاوت قرآن اور اُسکے سمجھنے کا قصد کرتا ہے تو شیطان وسوسہ دلاتا ہے اور کافرون کو امر حق کے برعکس سُناتا ہے اسی طرح آدمیون مین بھی شیاطین ہین جو ہر طرح کے اوہام ڈالنے یا اُس کے ساتھ جھگڑا کرنے پر آمادہ ہوتے ہین پس چاہیے کہ اسوقت اللہ عزوجل سے پناہ مانگے تاکہ ان شیاطین کے شر سے محفوظ رہے اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جبریل علیہ السلام جب اول وحی لائے تو پہلے استعیذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم کہلایا پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھائی پھر اقرأ باسم ربک الذی خلق پڑھائی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اثر غریب ہے اور اسکی اسناد مین ضعف وانقطاع ہے (مسئلہ) جمہور علماء کے نزدیک تعوذ پڑھنا واجب نہین بلکہ مستحب ہے اور عطاء بن ابی رباح کے نزدیک واجب ہے (مسئلہ) شافعیؒ نے کہا کہ تعوذ چاہے آہستہ پڑھے اور چاہے جہر سے پڑھے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آہستہ پڑھا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جہر سے پڑھا مترجم کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تعوذ وتسمیہ دونون آہستہ پڑھے اور اگر اُسنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہہ لیا تو امام ابوحنیفہ وشافعی کے نزدیک کافی ہے اور بعضون نے زیادہ کیا کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم کہے اور سفیان ثوری واوزاعی نے کہا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ان اللہ ہو السمیع العلیم کہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ احادیث صحیحہ جو سابق مین مذکور ہوئین ان کی اتباع اولیٰ ہے (مسئلہ) نماز مین تعوذ پڑھنا صرف تلاوت کے واسطے ہوتا ہے یعنی جب قرأت قرآن کا قصد کرے تب تعوذ پڑھے اور یہی امام ابوحنیفہ ومحمدؒ کا قول ہے اور امام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ نماز کے واسطے پڑھے پس بنا بر قول ابویوسفؒ کے مقتدی اگرچہ قرأت نہین کرے گا مگر تعوذ پڑھیگا اور نماز عیدین مین تکبیر تحریمہ کے بعد عید کی تین تکبیرون سے پہلے تعوذ پڑھیگا مگر جمہور علماء کے نزدیک تکبیر وثناء کے بعد قرأت سے پہلے پڑھے (نکتہ) تعوذ پڑھنے مین لطافت یہ ہے کہ جو کچھ اُس نے مُنھ سے لغو بیہودہ بکا اُس سے منھ کی طہارت ہو جاتی ہے اور وہ تلاوت کلام اللہ کے واسطے پاکیزہ ہو جاتا ہے بعد ازین یہ اللہ تعالیٰ سے استعانت ہے اور اس مین اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار اور اپنی عاجزی کا اقرار ہے کہ مجھکو اس بیرحم دشمن باطنی یعنی شیطان سے مقابلہ کرنے کی قدرت نہین بلکہ مین رب عزوجل سے پناہ مانگتا ہون جسنے انسان وشیطان دونون کو پیدا فرمایا پس تمام مخلوق اُسی کے قبضہ قدرت مین مقہور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومنین بندون پر شیطان کو قدرت نہین دی ہے پس جب بندہ اپنے رب عزوجل کی پناہ مین آیا تو شیطان خوار ہوکر بھاگ گیا اور جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ سے کافر ہین انپر شیطان مسلط ہوکر ہلاک کرتا ہے اور یہ عجیب لطیفہ ہے کہ جس شخص کو ظاہری دشمن قتل کرے وہ شہید ہوتا ہے اور جسکو یہ دشمن باطنی قتل کرتا ہے وہ مردود کافر ہو جاتا ہے اور چونکہ شیطان نظر نہین آتا لہذا رب عزوجل سے پناہ چاہی جسکو شیطان نہین دیکھ سکتا ہے۔ واضح ہو کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے معنے یہ ہین کہ مین اللہ تعالیٰ کی جناب مین اُس کے ملعون مخلوق شیطان سے پناہ لیتا ہون تاکہ شیطان مجھکو دین یا دنیا کے کامون مین ضرر نہ پہونچا سکے پس جس بندہ کو اللہ عزوجل نے پناہ دی وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جس نے اپنے آپ کو غافل کیا اُسپر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور اُس کا قلب مر جاتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث مین وارد ہوا کہ اے ابوذر تو انس وجن کے شیطانون سے اللہ تعالیٰ کی جناب مین پناہ ڈھونڈھ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا انس مین بھی شیطان ہین فرمایا کہ ہان (رواہ احمد) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الیٰ بعض زخرف القول غرورا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسانون مین بھی شیاطین ہوتے ہین کیونکہ جو شخص متمرد ہو وہ شیطان ہے

زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عجمی گھوڑے پر سوار ہوئے تو اُس نے آپ کی سواری مین چمکنا ومٹکنا شروع کیا پس آپ نے اُس کو مارنا شروع کیا مگر وہ اور زیادہ چمکنے ومٹکنے لگا تو آپ اس پر سے اُتر پڑے اور فرمایا کہ تم لوگون نے مجھکو ایک شیطان پر سوار کر دیا تھا کہ مین اُس سے اترتے اترتے اپنے قلب سے منکر ہوا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہی مترجم کہتا ہے کہ جب ملک شام فتح ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی فتح کے واسطے تشریف لائے تو سرداران لشکر شام مانند حضرت ابوعبیدہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے استقبال کو آئے اور چاہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا بوڑھا اونٹ اور پیوند در پیوند لباس چھوڑ کر یہ ریشمی سفید لباس پہنین اور اس رومی گھوڑے پر سوار ہون کہ اس مین کافرون کے واسطے ہیبت ہو پس آپ سوار ہوئے تو یہ واقعہ ہوا کہ اُسکو شیطان کہکر اُتر پڑے اور معنی یہ ہین کہ اُس کی چمک وکلیل سے دنیاے فانی کی بعض لذات نظر پڑے اور یہ وسیلہ شیطانی تھا لہذا اُسکو چھوڑ دیا اور اس مین لطیفہ یہ ہے کہ بیت المقدس کے راہب وقس اپنی اگلی کتابون مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صفت اسی پیوند پارہ کے لباس مین پاتے تھے پس اگر آپ لباس بدلتے تو شاید وہ لوگ نہ پہچانتے حالانکہ اُنھون نے آپ کو اسی لباس نہ دمین دیکھکر فوراً پہچان لیا اور فوراً مطیع ہوکر قلعہ کا دروازہ کھول کر آپ سے امان مانگی۔ م شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شیطان کو رجیم اسواسطے کہتے ہین کہ وہ مرجوم ومطرود ہے اور جب وہ چوری سے کان لگا کر ملائکہ کی باتین سُننا چاہتا ہے تو شہاب ثاقب سے رجم کیا جاتا ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ الامن استرق السمع فاتبعہ شہاب مبین۔ وغیرہ آیات کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔ واضح ہو کہ سورۂ فاتحہ کی فضیلت معلوم ہو چکی اور یہ بھی بیان ہوا کہ تلاوت مین پہلے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھے بلکہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک سواے فرائض نماز کے نوافل مین بہتر ہے کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ پڑھے اب تسمیہ شروع کیا جاتا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ہے جو نہایت بخشش والا بہت مہربان ہے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق کتاب الٰہی یعنی قرآن مجید کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کیا اور علما متفق ہین کہ سورۂ نمل مین قولہ تعالیٰ وانہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین بسملہ بعض آیت ہی پھر مسئلہ یہ ہے کہ ہر سورہ کے اول مین بسملہ پوری آیت ہے یا آیت کا جزو ہی اور یہ جس سورہ پر لکھی گئی اُس مین شمار ہے یا فصل کے واسطے لکھی گئی ہی پھر وہ سورۂ فاتحہ مین بھی فصل کے واسطے لکھی گئی یا وہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے۔ شیخ نے لکھا کہ علما کے اختلافی اقوال کتب فقہ وغیرہ مین دلائل کے ساتھ مفصل مذکور ہین اور سُنن ابوداؤد مین باسناد صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورتون کا فصل نہین پہچانتے تھے یہان تک کہ آپ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل کی گئی (رواہ الحاکم ایضاً) مترجم کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اسی سے استدلال کیا کہ بسملہ کسی سورہ کا جزو نہین ہے بلکہ وہ فصل پہچاننے کے واسطے اُتاری گئی ہے لیکن امام شافعیؒ نے اسکی یہ تاویل کی کہ بیشک وہ پہلے جزو نہ تھی پھر جب اُتاری گئی تو اس سورہ کا جزو ہو گئی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل لطیف ہی لیکن لازم آتا ہی کہ بسملہ نازل ہونے سے پہلے ہر سورہ ناقص تھا اور اس کا التزام کرنا بعید ہے۔ م شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا ہی کہ صحیح ابن خزیمہ مین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مین سورۂ فاتحہ کے اول بسم اللہ پڑھی اور اُسکو ایک آیت شمار کیا۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اُسکی اسناد مین عمر بن ہارون البلخی ضعیف ہی لیکن دارقطنی نے دوسری اسناد کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی متابعت روایت کی۔ مترجم کہتا ہی کہ اس مین یہ تصریح نہین ہی کہ بسم اللہ کو سورۂ فاتحہ مین سے ایک آیت شمار کیا بلکہ وہ ایک آیت ہی اور ظاہر لفظ بھی اُسی کو مفید ہی کیونکہ سورۂ فاتحہ سے پہلے یہ آیت پڑھی تو معلوم ہوا کہ یہ سورۂ فاتحہ سے علیحدہ

ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و ابوہریرہ و حضرت علی رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ سوائے سورۂ براءۃ کے ہر سورۃ میں سے بسم اللہ ایک آیت ہے اور یہی قول تابعین میں سے عطاء و طاؤس و سعید بن جبیر و مکحول و زہری رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے اور یہی مذہب عبداللہ بن المبارک و شافعی و اسحٰق و ابوعبید ہے اور امام مالک و ابوحنیفہ و اُن کے اصحاب نے کہا کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ وغیرہ کسی میں سے آیت نہیں ہے۔ اور داؤد ظاہری نے کہا کہ بسم اللہ ایک آیت مستقلہ ہے جو کسی سورہ کا جزو نہیں ہے بلکہ ہر سورہ پر لائی گئی ہے اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے اور اسی کو ابوبکر الجصاص الرازی نے ابوالحسن الکرخی سے نقل کیا اور یہ دونوں اکابر فقہائے حنفیہ سے ہیں مترجم کہتا ہے کہ شیخ جصاص و کرخی کے قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے بلکہ یہ دونوں علماء بھی درجہ اجتہاد تک پہونچے ہیں پس شاید یہی ان دونوں کا مذہب ہوا اور شک نہیں کہ یہ مذہب بنظر دلیل قوی ہے اور فقہائے حنفیہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے پس حاصل یہ ہے کہ بسم اللہ ایک آیت مستقل نازل کی گئی جو ہر سورہ پر فصل پہچاننے کے واسطے رکھی گئی ہے جیساکہ ابوداؤد کی حدیث ابن عباس میں مذکور ہوا اور اس قول پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ بسم اللہ اگر قرآن میں سے نہ ہو تو لازم آوے کہ جو چیز قرآن میں سے نہیں ہے وہ مصحف میں داخل ہے اور بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو نہیں ہے اُسکی دلیل وہ حدیث ہے جو فضائل فاتحہ میں گزری کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ کو اپنے درمیان اور اپنے بندہ کے درمیان نصفا نصف قرار دیا اور اُس حدیث میں بسم اللہ کو شمار نہیں فرمایا چنانچہ وہاں اشارہ کیا گیا ہے اور ابن خزیمہ کی حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا اگر ثابت ہو تو بھی کچھ اعتراض نہیں کیونکہ بسم اللہ ایک آیت مستقلہ ہے اور اس مسئلہ کے واسطے ان احادیث سے بھی استدلال ملے گا جو نماز میں قراءت فاتحہ کے بارہ میں وارد ہیں کیونکہ جن احادیث سے ثبوت ہوا کہ مغرب و عشا و فجر وغیرہ کی نماز جہری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کا جہر نہیں فرماتے تھے تو صریح ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کی آیت نہیں ہے ورنہ اُسکے کچھ معنی نہیں کہ ایک آیت آہستہ پڑھی جاوے اور باقی سورت جہر سے پڑھی جاوے لہٰذا اس مسئلہ کو بیان کر دینا چاہئے (مسئلہ) بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا چاہیئے یا آہستہ سے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جن علماء کے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ میں سے آیت نہیں ہے وہ قراءت فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ کا جہر نہیں کرتے ہیں اور جنھوں نے کہا کہ وہ سورہ میں سے آیت ہے جیسے امام شافعی وغیرہ تو ان میں اختلاف ہے چنانچہ شافعی کہتے ہیں کہ فاتحہ و سورہ ہر ایک پر بسم اللہ جہر سے پڑھے اور یہی ایک جماعت صحابہ و تابعین سے منقول ہے اور خطیب نے نقل کیا کہ یہی خلفائے راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے منقول ہے لیکن یہ نقل غریب یعنی شاذ ہے۔ مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح روایات مشہورہ کے خلاف ہے۔ قد شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شافعی کی دلیل یہ ہے کہ جب بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے تو کل کی طرح اس کا بھی جہر کرنا چاہئے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور قراءت میں بسم اللہ کا جہر کیا اور بعد فراغت کے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہوں (رواہ ابن خزیمہ و ابن حبان و النسائی) اور اس حدیث کو دارقطنی و خطیب و بیہقی نے صحیح کہا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے استدلال اس طرح ہوا کہ ابوہریرہ نے اپنی نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے اشبہ کہا حالانکہ بسم اللہ کا جہر کیا تھا تو لازم آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جہر فرماتے تھے لیکن اشبہ ہونے کے واسطے ہر جزو کی مشابہت شرط نہیں ہوتی علاوہ بریں اس سے معمولی طور پر جہر ثابت نہیں ہوتا بلکہ غالباً یہ جہر بطور تعلیم تھا تاکہ لوگ جان لیں کہ قراءت سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھنا چاہئے جیسے فقہائے حنفیہ نے جہر سے آمین کہنے میں یہی تاویل کی چنانچہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ قد شیخ نے لکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرتے تھے (رواہ ابوداؤد والترمذی) لیکن ترمذی نے کہا کہ اس کی اسناد ٹھیک نہیں ہے اور حاکم نے بعد روایت کے کہا کہ صحیح ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر صحیح مان لیجاوے تو شاید بطور تعلیم ہو یا حضرت ابن عباس نے

لوگون کو آگاہ کیا کہ قرارت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا چاہیئے اور اس تاویل کی وجہ آئیندہ انشاء اللہ ظاہر ہوگی۔ شیخ نے لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت پوچھی گئی تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت کشیدہ ہوتی تھی پھر انس رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس طرح پڑھی کہ بسم اللہ کو مد کیا اور الرحمٰن کو مد کیا اور الرحیم کو مد کیا (رواہ البخاری) مترجم کہتا ہے کہ یہ تو آپکی قرارت کی مثال ہے اس سے کچھ بھی ثابت نہین ہوتا کہ آپ نماز مین بسم اللہ جہر سے پڑھتے تھے بلکہ جن آیات کو جہر سے پڑھتے اُن مین مقامات مد کی مثال یہ ہے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مین بیان کی پس اس سے جہر بسم اللہ پر استدلال کرنا بہت بعید ہی۔ اسی طرح شیخ نے لکھا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرارت کو مُقطّع الگ الگ پڑھتے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین (رواہ احمد وابوداؤد وابن خزیمہ والحاکم) اور دارقطنی نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے مترجم کہتا ہی کہ یہ بھی مثال قرارت ہے شیخ نے لکھا کہ دیگر علماے مجتہدین کا مذہب یہ ہی کہ نماز مین بسم اللہ کو جہر سے نہین پڑھنا چاہیئے اور یہی امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و چارون خلفاے راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عبد اللہ بن مُغفّل اور ایک جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہی اور یہی امام ابوحنیفہ و ثوری و احمد کا مذہب ہی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو تکبیر سے اور قرارت کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے (رواہ مسلم) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی پس یہ لوگ الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے (رواہ البخاری ومسلم) اور صحیح مسلم کی دوسری روایت مین مصرّح ہی کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہ اول قرارت مین جہر کرتے اور نہ آخر قرارت مین (انتہی) اور عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مثل روایت ہی حتیٰ کہ اپنے بیٹے کو جہر بسم اللہ کی نسبت کہا کہ یہ بدعت ہی اور کہا کہ مین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی یہان کوفہ مین قریب پانچ برس کے نماز پڑھی مگر کبھی بسم اللہ کو جہر سے پڑھتے ہوے نہین سُنا اور یہ روایت سنن مین موجود ہی اور ترمذی نے کہا صحیح ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ جب یہ روایات صریح موجود ہین تو یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین کا معمولی فعل تھا پس اس کے معارض کوئی روایت نہوگی اور اگر جہر بسم اللہ کسی روایت مین صریح ثابت ہو تو اس کے یہی معنی ہونگے کہ آپ نے تعلیم کے واسطے جہر کیا واللہ تعالیٰ اعلم (فضیلت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نامون سے ایک نام ہی اور یہ نام اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم سے اسقدر قریب ہے جیسے آنکھ کی سفیدی و سیاہی مین قربت ہوتی ہی (رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ) اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم کو ان کی مان نے معلم کو سپرد کیا تاکہ وہ عیسیٰ کو تعلیم کرے معلم نے کہا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو تو عیسیٰ نے کہا کہ بسم اللہ کیا ہے معلم نے کہا کہ مین نہین جانتا ہون پس عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ب بہاے الٰہی س سناء الٰہی م مملکت الٰہی ہی اللہ سب کا معبود و مالک ہی الرحمٰن دنیا و آخرت مین رحمت والا الرحیم خاص آخرت مین رحمت والا (رواہ ابن جریر و ابن مردویہ) شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ غریب ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت نہین ہوتی مگر شاید سلف مین سے کسی کا قول ہو یا نصرانیون سے روایت ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابو محمد روزبہان شیرازی نے اشارات عرائس مین بھی بسم اللہ کے اشارات مین اسی روایت کے مانند ذکر کیا پس ظاہر ا یہ منجملہ اشارات ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور بنواسرائیل مین بسم اللہ زمانہ سلیمان علیہ السلام سے معروف تھی پس شاید کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معلم کو اُسکے بعض اشارات سے متنبہ کیا ہو۔ شیخ رح نے لکھا کہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھپر ایسی آیت نازل کی گئی جو کسی پیغمبر سابق پر سوائے سلیمانؑ کے نہین اتری اور وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے (رواہ ابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین ابو امیہ عبد الکریم محدثین کے نزدیک ضعیف ہی ۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی تو غیمؒ بجانب مشرق بھاگا اور ریاح کے جھکوڑ ونکو سکون ہو گیا اور سمندر کو ہیجان ہوا اور بہائم نے اپنے کان لگائے اور شیاطین کو آسمان سے رجم کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھائی کہ جس کسی چیز پر اس کا نام لیا جائے گا ضرور اس مین برکت عطا ہو جائیگی (رواہ ابن مردویہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس شخص کو یہ آرزو ہو کہ اللہ تعالیٰ اسکو ملائکہ زبانیہ سے جو انیسؔ[۱۹] ملائکہ عذاب دوزخ ہین نجات دے تو اسکو چاہیئے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا کرے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے بسم اللہ کے کل حروف مین سے ہر حرف کو ہر زبانیہ سے سپر کردے گا اس اثر کو ابن عطیہ اور قرطبی نے ذکر کیا اور ابن عطیہ نے اسکی وجہ یون بیان کی کہ بسم اللہ مین انیس[۱۹] حرف ہین اور زبانیہ بھی انیسؔ[۱۹] ہین پس اس کا ہر ایک حرف ایک زبانیہ کے واسطے سپر ہی جیسے حدیث شریف مین ایک مرتبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو ایک صحابی نے کہا کہ ربنا ولک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام کے فرمایا کہ بیشک مین نے بضع وثلثین ملائکہ کو دیکھا کہ اس کلمہ پاکیزہ کو لیجانے کے واسطے مبادرت کرتے تھے اور بضع زبان عرب مین تین سے نو تک ہے اور ثلثین تیس[۳۰] ہی پس انتہا انتالیس[۳۹] ہوئے اور اس کلمہ کے حروف بھی انتالیس[۳۹] ہین پس ہر حرف کے واسطے ایک فرشتہ ہوا۔ اسامہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف مین تھا کہ اتنے مین سواری نے ٹھوکر کھائی تو مین نے کہا تعس الشیطان یعنے شیطان خوار ہو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لفظ مت کہہ کیونکہ جب تو یہ لفظ کہے گا تو شیطان پھول کر مکان کے برابر ہو جائے گا اور کہے گا کہ مین نے اپنی قوت سے پچھاڑا بلکہ تو بسم اللہ کہا کر کیونکہ جب تو نے بسم اللہ کہا تو وہ خوار ہو کر مکھی کے برابر حقیر ہو جاتا ہی (رواہ احمد والنسائی فی الیوم واللیلۃ وابن مردویہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ بسم اللہ کی تاثیر برکت ہی اسی واسطے ہر قول و فعل سے پہلے بسم اللہ کہنا مستحب ہی اور خطبہ کے اول مین بھی مستحب ہی کیونکہ حدیث مین آیا کہ ہر امر معتد جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جاوے وہ اجذم ہے یعنے جذامی کی طرح مقطوع و بے برکت ہوتا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت ابن ماجہ واربعین رُہاوی وغیرہ مین ہے اور اسی کے مانند روایت کو نووی وابن الصلاح نے صحیح کہا اور اُسکو ابن حبان وابو عوانہ نے بھی روایت کیا ۔ م ۔ پس ہر ایسے کام کے واسطے جو شرعاً مباح ہی خواہ قول ہو یا فعل ہو بسم اللہ کہنا چاہیئے حتیٰ کہ پاخانہ جاتے بسم اللہ کہے چنانچہ اس بارہ مین صریح حدیث صحیح وارد ہے پھر اگر وہ کام شرعاً مستحب ہو تو بسم اللہ کہنے کی تاکید مزید ہو جائیگی ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ وضو کے اول مین بسم اللہ کہنا مستحب ہی کیونکہ حدیث ابو ہریرہ وسعید بن زید وابو سعید خدری رضی اللہ عنہم مین وارد ہی کہ اس شخص کا وضو نہین جس نے اسپر اللہ تعالیٰ کا نام نہین ذکر کیا (رواہ احمد واصحاب السنن) اور یہ حدیث حسن ہی ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہی ۔ شیخؒ نے لکھا کہ بعضے علمار نے وضو مین بشرط یاد اُس کو واجب کہا ہی اور بعضے علمار نے اس کو مطلقاً واجب کہا ہے اور امام شافعی اور ایک جماعت کے نزدیک ذبیحہ کے وقت بھی بسم اللہ کہنا مستحب ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہی بلکہ موکد ہی اور دیگر علمار نے اسکو واجب کہا مگر بعض نے بشرط یاد اور بعض نے مطلقاً واجب جانا پھر شیخؒ نے اس مقام پر تفسیر کبیر وغیرہ کی بعض روایات نقل کرکے کہا کہ یہ بے اصل ہی لہٰذا مترجم نے اس کا ذکر ہی متروک کیا پھر شیخؒ نے لکھا کہ کھانے کے وقت بسم اللہ کہنا مستحب ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن ابی سلمہ کو کھاتے وقت تعلیم فرمایا کہ بسم اللہ کہہ اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنے آگے کی غذا سے کھا (کما فی صحیح مسلم) اور بعض علمار نے اُسکو واجب کہا ہے ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس نظر سے واجب

[illegible]

ہونا مناسب ہی کہ جب بسم اللہ نہ کہے تو شیطان ساتھ کھاتا ہے اور برکت مٹ جاتی ہی چنانچہ سنن ترمذی وغیرہ کی حدیث مین یہ بات ثابت ہے اور
اگر ابتدا مین بسم اللہ بھول جاوے تو درمیان مین جسوقت یاد آوے اس طرح کہے کہ بسم اللہ اولاً و آخراً جیساکہ ترمذی وغیرہ کی حدیث صحیح مین ثابت ہے
اور واضح ہو کہ بعض احادیث مین وارد ہوا کہ مومن کا شیطان نحیف و نزار و لاغر ہوتا ہی اور کافر کا شیطان موٹا تازہ و قوی ہوتا ہی پس اس حدیث
سے معلوم ہوا کہ بغیر بسم اللہ کہنے کے جو شیطان ساتھ کھاتا ہی شاید یہ وہی شیطان ہو جو ہمزاد ہی اور بھید یہ ہی کہ جسم انسانی کی ترکیب اسی صورت جسمیہ
محسوسہ سے اور اسی کے مماثل پیکر ہیولانی ہمزاد سے ہی اور روح نورانی اور اُسی کے مماثل پیکر نوری ملکی سے ہی پس انسان جو غذا کھاتا ہی اگر
اُسنے ایمان کے ساتھ بسم اللہ کہکر کھائی تو وہ مثمر نور و برکات طاعت و ذکر الٰہی ہوتی ہی جس سے پیکر نورانی قوی ہوتا ہے یعنی نور کی کثرت ہوتی ہے اور
اگر کفر کیا یا بسم اللہ چھوڑ دی تو وہ غذا اسے جسمانی ہو کر پیکر ہیولانی کی قوت ہوتی ہی جس سے شر و فساد معصیت حاصل ہو یا کمتر یہ کہ وہ غذا
رائگان ہو کیونکہ یہ جسم آخر کار فانی ہی پس ہمزاد کے ساتھ کھانے کے یہ معنی ہین جو مذکور ہوئے اور شاید کہ شیطان سے ابلیس واُس کی
ذریت مراد ہو جو ہمزاد سے علیحدہ ہی کیونکہ ابلیس درصل از قسم جن ہی اور اُسکے واسطے غذا معلوم ہی اور جن جاہلون نے شیطان سے انکار کیا اُسکے
پاس کوئی دلیل نہین ہے اور عجب کہ وہ ہمہ تن شیطان کا بندہ بن گیا حتی کہ اُسی کی بندگی مین یہ انکار بھی ہی حالانکہ کمال جہالت سے
اُسکو خبر نہین اور مقدمہ مین مترجم نے فی الجملہ اشارہ کیا اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر اسکی بحث آویگی شیخ نے لکھا کہ جماع حلال کیوقت
بھی بسم اللہ کہنا مستحب ہی کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص اپنی
جورو کے پاس جانا چاہتا ہے اگر اس وقت مین یون کہے بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا یعنی باسم الٰہی یہ کام کرتا ہون الٰہی
ہم دونون سے شیطان کو دور رکھ اور جو فرزند تو ہم دونون کو روزی فرماوے اُس سے بھی شیطان کو دور رکھ پھر اگر ان دونون کے درمیان کوئی
فرزند مقدر کیا جاوے گا تو شیطان کبھی اُسکو مضرت نہین پہونچا سکے گا (الصحیحین) مترجم کہتا ہی کہ جماع کے وقت بسم اللہ کا استحباب اسواسطے کہا
کہ مومن کو اس فعل مین بھی اپنی نیک نیتی پر ثواب ملتا ہی کیونکہ خالی شہوت پرستی مثل جانورون کے مقصود نہین ہوتی بلکہ وہ حرام سے اپنی حفاظت
اور فرزند صالح کی نیت کرتا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین منصوص ہی کہ جب آپ نے اس فعل پر ثواب فرمایا تو بعض صحابہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ
کیا ہم مین سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو اس مین بھی ثواب پاوے پس آپ نے فرمایا کیون نہین دیکھتے ہو اگر وہ حرام کاری کرے تو عذاب پاوے
انھون نے عرض کیا کہ جی ہان تو فرمایا کہ اسی طرح حلال کام مین ثواب پاوے گا۔ کما فی الصحیح۔ (مسئلہ) جس طرح جائز افعال پر بسم اللہ مستحب
ہی اسی طرح اس کے برعکس اگر غیر جائز کامون پر بسم اللہ کہے تو معصیت ہی حتی کہ فقہاء نے کہا کہ اگر زنا و حرام کاری یا شراب خواری یا قطعی
حرام کھانے پر اُسنے بسم اللہ کہا تو کافر ہو جائے گا چنانچہ فتاوی ہندیہ کی کتاب الارتداد و احکام مرتدین مین یہ مسائل مذکور ہین (مسئلہ)
اگر کوئی شخص کھانا کھاتا ہو اور دوسرا شخص آیا اور اُس نے کہا کہ آؤ تم بھی کھانا کھاؤ پس اُسنے جواب مین کہا کہ بسم اللہ تو اس کا کیا حکم ہی جواب
یہ ہے کہ اگر کہنے والے کو درحقیقت یہی منظور ہی کہ یہ شخص میرے ساتھ کھانے مین شریک ہو جاوے تو اُسکا کہنا بہتر ہی اور اگر اسکو یہ منظور نہین ہی تو اُسکا
قول منافقانہ ہی پس اُسکو اس حرکت سے پرہیز کرنا چاہیے رہا وہ شخص جسنے صلائے طعام کے جواب مین بسم اللہ کہا تو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے
اپنے بعض رسائل مین اور نیز فتاوی وغیرہ مین مذکور ہی کہ اُس نے بجائے اپنے کلام کے بسم اللہ کو داخل کیا تو یہ معصیت ہے حتی کہ بعض نے
کفر کا خوف لکھا بلکہ اسکو یون کہنا چاہیے تھا کہ مجھے خواہش نہین ہی یا مین نہ کھاؤنگا یا تم کھاؤ اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے یا مانند اُس کے
جو کلمات اس کا جواب ہو سکتے ہین (مسئلہ) اگر کسی شخص کو دو تین دن گزرے اور اس نے کھانا نہ پایا یہان تک کہ مضطر ہو گیا

پھر اسکو مردار کھانا ملا تو ہمارے ائمۂ حنفیہ کے اصول پر اسکو بسم اللہ نہین کہنا چاہیئے اس واسطے کہ یہ چیز اپنے حال پر مردار ہی مگر اللہ تعالیٰ نے بقدر
بقاے حیات کے کھا لینے مین اس سے گناہ اٹھا دیا ہی لیکن بعض مشائخ نے یہ مقدار اسکے حق مین مباح سمجھی حتیٰ کہ انکے قول پر بسم اللہ جائز ہی لیکن
قول اول ارجح ہی واللہ اعلم۔ حدیث مین ہی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع بعض اصحاب کے کھانا کھاتے تھے کہ اتنے مین ایک اعرابی
آکر شریک ہو گیا پس بہت جلد وہ طعام ختم ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے بسم اللہ نہین کہا اور اگر کہتا تو تم کو
کافی ہوتا (السنن) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن جریرؒ و ابن ابی حاتم نے بطریق ضحاک عن ابن عباسؓ روایت کی کہ اول جو چیز جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پر لائے یہ ہی کہ جبرئیلؑ نے کہا کہ اے محمد کہو استعیذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پھر کہا کہ کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابن عباسؓ
نے کہا کہ جبرئیل نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اُس کے یہ معنے ہین کہ اے محمد اقرأ باسم ربک یعنے اپنے رب کے نام پاک
کے ساتھ پڑھو اور اپنے رب عز وجل کا نام ذکر کرنے کے ساتھ اٹھو اور بیٹھو۔ (الفظ ابن جریر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ننانوے نام ہین جس نے ان کو حفظ کے ساتھ احصا کیا وہ جنت مین داخل ہوا (الصحیح) اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ
کا نام پاک بھی معظم و مکرم ہے لہذا کتابت خطبہ وغیرہ مین باسم الٰہی لکھتے ہین اور رہی قسم تو اس مین اسم اللہ کی قسم معروف نہین ہے۔ کیونکہ قسم کا مدار
عرف پر ہے اور عرف مین جیسے واللہ کہتے ہین ویسے والقدوس کے ساتھ قسم معروف نہین ہی۔ اور بعض محققین نے کہا کہ اللہ ہی اسم اعظم ہے
کیونکہ اسم ذات جامع صفات ہی اور اللہ تعالیٰ نے اسکو قرآن مین ایک ہزار تین سو ساٹھ جگہ ذکر فرمایا ہی ولیکن سابق مین ابن کثیر سے ایک
روایت گذری کہ اس مین اور اسم اعظم مین آنکھ کی سفیدی و سیاہی کے مانند قرب ہے۔ اور صحیح کی بعض روایات مین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا
اسم اعظم اللّٰھم اللہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم اور شروع آیۃ الکرسی اور شروع آل عمران مین ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تفسیر کبیر مین بعض سلف سے نقل
کیا کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام ہین از انجملہ ایک ہزار قرآن مین اور ایک ہزار سنت صحیحہ مین اور ایک ہزار توریت اور ایک ہزار انجیل و ایک ہزار زبور اور
ایک ہزار لوح محفوظ مین ہین مترجم کہتا ہی کہ قولہ تعالیٰ و للہ الاسماء الحسنیٰ کی تفسیر مین آویگا کہ اسماء الٰہی عز وجل غیر محصور ہین چنانچہ وہان ایک حدیث
اس بارہ مین صریح منصوص ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ کے بیان مین جو حدیث صحیحین وغیرہ مین مروی ہی اس سے بھی یہی ظاہر
ہوتا ہے چنانچہ بیان شفاعت مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ شیخ نے لکھا کہ اللہ اسم پاک ہی جو کسی لفظ سے مشتق نہین۔ اور قرطبی نے اُسکو امام شافعی
و خطابی و امام محمد و امام حرمین و غزالی وغیرہ ایک جماعت علماء سے نقل کیا مترجم کہتا ہی کہ یہی صحیح ہی۔ اور بعضون نے اُسکو مشتق گمان کیا
چنانچہ ابن کثیر و بیضاوی و رازی و خطیب نے وجوہ اشتقاق کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا مگر مین نے اس مین زیادہ فائدہ نہ دیکھا اس لیے متروک کیا۔
اور قولہ تعالیٰ ہل تعلم لہ سمیا کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ بعض تفصیل آویگی۔ تفسیر کبیر مین شیخ رازیؒ نے لکھا کہ خلائق دو قسم ہین ایک وہ جو بحر معرفت
کے کنارے پہونچے اور دوم وہ جو تاریکی حیرت وجہالت مین حیران ہین گویا اپنے عقول و ارواح گم کر بیٹھے اور قسم اول جو معرفت تک واصل ہوے
وہ عرصۂ نور و فسحۂ جلال و کبریا مین پہونچکر اس میدان بے انتہا و بحر ناپیدا کنار مین سائر ہین تو معلوم ہوا کہ کل خلائق اسکی معرفت مین والہ ہین۔
(بیان الرحمٰن الرحیم) یہ دونون اسم پاک رحمت سے مشتق ہین اور یہ اشتقاق مبالغہ ہی جس سے کمال رحمت کا اظہار ہو۔
اور ان دونون مین سے الرحمٰن زیادہ بلیغ ہی اور یہی تفسیر ابن جریر و بعض سلف سے ظاہر ہوتا ہی کہ اسپر علما متفق ہین اور اثر عیسیٰ علیہ السلام
جو سابق مین مذکور ہوا کہ الرحمٰن دنیا و آخرت کی رحمت والا اور الرحیم خاص آخرت کی رحمت والا ہی یہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہی اور الرحمٰن بیشک عربی ہے چنانچہ
اہل یمامہ اپنے مسیلمہ کذاب کو رحمٰن الیمامہ کہتے تھے لیکن قریش اس کو اللہ تعالیٰ کا نام پاک نہین جانتے تھے اسی واسطے جب قریش کے

ساتھ صلح حدیبیہ مین صلحنامہ کا عنوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام پاک سے لکھوایا تو سہیل بن عمرو غیرہ نے اس سے انکار کیا وقال تعالے قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا وزادہم نفورا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی کہ وہ لوگ اللہ تعالی کے واسطے یہ نام نہین جانتے تھے۔ اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ مین الرحمن ہون اور مین نے رحم کو پیدا کیا اور اسکے واسطے اپنے نام مین سے نام اشتقاق کیا پس جو شخص رحم کو ملا دے یعنی نسبی ناتا قطع نکرے تو مین اسکو ملاؤنگا اور جو شخص رحم قطع کرے مین اسکو قطع کرد ونگا (رواہ الترمذی وقال صحیح) قرطبی نے کہا کہ یہ مشتق ہونے کی دلیل ہی شیخ ابو علی فارسی نے کہا کہ الرحمن مختص اللہ تعالی کے واسطے ایک اسم ہی جو جمیع اقسام رحمت کو شامل ہی یعنی رحمت صغیر و کبیر و جلیل و حقیر خواہ مومن کے واسطے ہو یا کافر کے واسطے ہو اور خواہ دنیا مین ہو یا آخرت مین ہو عام ہی اور اسم الرحیم خاص مومنون کے واسطے ہی چنانچہ دنیا مین فرمایا کہ انہ بہم رؤف رحیم۔ اور خصوصیت آخرت کی دلیل وہ حدیث ہی کہ اللہ تعالی کیواسطے سو رحمت ہین جن مین سے اس نے ایک رحمت کو مخلوقات مین نازل کیا کہ اسکی مخلوق آپس مین حتی کہ بہیمہ اپنے بچہ پر شفقت کرتی ہی اور باقی ننانوے قیامت کے روز اللہ تعالی اپنے مومن بندون پر ظاہر فرماویگا (الصحاح) شیخ ابن المبارک نے کہا کہ الرحمن اس صفت کی شان ہی کہ اگر اُس سے مانگو تو عطا فرماوے اور الرحیم اس صفت کی شان ہی کہ جو نمانگے اُسپر غضب فرماوے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالی سے دعا نہ مانگے اللہ تعالی اُسپر غضب فرماتا ہی (رواہ الترمذی وابن ماجہ) بعض شاعرون نے خوب کہا ہے آدمی ہی کہ گر مانگو تو ہو وہ خشمناک + واہ شان حق نہ مانگو گر تو وہ غصہ کرے + اگر کہا جاوے کہ تم نے الرحیم کو صرف مومنون کے واسطے رحیم الآخرۃ بیان کیا حالانکہ حدیث کی دعا ماثور مین ہی یا رحمن الدنیا والآخرۃ ورحیمہما۔ پس رحیم دنیا و آخرت کا مذکور ہی مترجم کے نزدیک اسکا جواب یہ ہی کہ مومنون کے واسطے یہ اسم خاص ہی چنانچہ دنیا مین بھی فرمایا کہ انہ بہم رؤف رحیم لیکن چونکہ مومنون پر دنیا مین رحیم ہونا عموماً کافرون پر ظاہر نہین ہوتا ہی بلکہ کفار اپنی معکوس نگاہ مین مومنون کو دنیا مین جہد و مشقت عبادت کے ساتھ دیکھتے ہین اور آخرت مین اُس کا قطعی اظہار ہو جائیگا بلکہ ننانوے رحمت ذخیرہ ملکر پوری سو رحمت کے ساتھ کمال ہوگا لہذا رحیم آخرت ہی کہا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ عطاء خراسانی سے روایت ہی کہ الرحمن سوائے اللہ تعالی کے کسی کا نام نہین ہوتا پس الرحیم ملا دیا کہ یہ بھی سوائے اللہ تعالی کے کسی کا نام نہین ہے (رواہ ابن جریر) حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ الرحمن اسم ممنوع ہی (رواہ ابن جریر) ابو الاشہب نے حسنؒ سے اسکی یہ تفسیر روایت کی کہ الرحمن ایسا اسم ہے کہ اسکے ساتھ فقط اللہ تعالی کا نام رکھا گیا اور کسی شخص کی یہ طاقت نہین کہ اسکو اپنے اوپر رکھے (رواہ ابن ابی حاتم) واضح ہو کہ سورہ فاتحہ کی فضیلت مع تعوذ کے فضائل کے اور بسم اللہ کے فضائل و مسائل کے بیان ہوئے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جمہور قراء نے الرحیم کی میم کو کسرہ دیکر الحمد سے ملا دیا

سورۃ فاتحہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۗ

سب تعریف اللہ کو ہی جو صاحب سارے جہان کا　　بہت مہربان نہایت رحم والا　　مالک انصاف کے دن کا

الحمد للہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریف ہی اللہ تعالے کے لیے۔ ف یعنی جمیع محامد و ثنا ازل سے ابد تک جہان کہین اور جب ان کا وجود ہے یا ہو وہ سب ذاتی حقیقت مین اللہ تعالی ہی کے واسطے ہین اور یہ سورہ چونکہ قرآن مجید مین سے ہی لہذا کلام قدیم ہے کہ جس وقت مخلوقات کا وجود ہی نہین تھا اسیواسطے شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ الحمد للہ سے اللہ تعالی نے اپنی ذات اقدس کی ثنا فرمائی اور اس کے ضمن مین البتہ بندون کو یہ حکم ہے کہ اسپر اسی طرح ثنا کرین گویا بندون کو حکم دیا کہ کہو الحمد للہ اور چونکہ اسم اللہ جامع صفات ہی لہذا کہا گیا کہ اس کلمہ سے اللہ تعالے کے واسطے جمیع اسماء حسنی و صفات قدسیہ کے ساتھ ثنا ہو جاتی ہی مترجم کہتا ہے کہ پھر جب جملہ صفات آگئین تو (رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) یعنے

عالمون کا پروردگار ہے۔ ف یہ ایک صفت خاص بندون کی تنبیہ وترغیب کے واسطے بیان فرمائی اگرچہ اسم اللہ مین یہ صفت بھی شامل تھی شیخ
ابن جریر نے کہا کہ الحمد للہ کے معنی یہ ہین کہ حمد وشکر خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے اُسکے سوا کسی مخلوق کو یا کسی بنائے ہوئے معبود کو بالکل
دخل نہین ہے کیونکہ عالمین کی ربوبیت اُسی کے واسطے ہے کہ اُسنے اپنے بندون کو اُنکی عزیز جان کے مثل بکثرت نعمتین عطا فرمائین جنکا احاطہ وشمار ممکن
نہین حتیٰ کہ اُنکو طاعت کے واسطے اعضا دیے اور اُنکی حفاظت کے واسطے دنیا مین رزق وغذا عطا فرمائی حالانکہ اُنکو کوئی استحقاق نہ تھا
اور دیگر اسباب طاعت مہیا فرمائے اور باوجود اسکے کامل مزید احسان یہ کیا کہ انبیاء ورسل علیہم السلام اُنکی ہدایت کے واسطے بھیجے جن کی
پیروی سے دارالسلام جنت مین بیمثال نعمتون کے ساتھ دائمی مقام ہے پس اللہ تعالیٰ کے واسطے اول وآخر اس کل انعام پر حمد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ کا احسان اپنے بندون کے ساتھ اُنکے وجود سے پہلے ہوتا ہے کیونکہ کسی مخلوق کو یہ استحقاق نہین کہ وہ پیدا کیا جائے اور شک نہین کہ ہر شخص
اپنی جان کو تمام جہان کی کل نعمتون سے عزیز جانتا ہے پس جان کی نعمت بندہ کے حق مین پہلی نعمت ہے جو اُسکو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی پھر
اُسکے جسم وجان مین جسکو ایک مجمل نعمت سمجھتا ہے اگر غور سے دیکھو تو بیشمار تفصیلی نعمتین ہین حتیٰ کہ اگر مُنہ وزبان مین قصور ہو تو طرح طرح کی غذاؤن اور
اُنکے مزہ سے محروم ہوا اور اگر اُسکی پیدائش مین بچانہ کا مقام نہو تو سخت درد وتکلیف کے ساتھ تڑپ کر جان عزیز رائگان کرے اسی طرح
اُس کے جسم مین لاکھون رگون کے ذریعہ سے خون کی روانی اور ہر عضو کی غذا حیوانی عجیب حکمت کے ساتھ جاری ہے ورنہ اعضا بیکار۔
وجسم خشک ہو جائے جیسے بغیر نہرون کی زمین اور بغیر نالیون کی کھیتیان چوپٹ ہو جاتی ہین اسی طرح اس خون مین آبی اختلاط اور
بخارات بذریعہ بالونکے مسام کے خارج کیا جاتا ہے کہ اگر خارج نہو تو بخار وغیرہ امراض سے ہلاک ہو جائے پس ہر ہر بال ومسام اُسکے واسطے شکرگزاری
کی نعمت ہے اور ہر جوڑ بند بلکہ ہر سانس کی آمد ورفت پر شکر واجب ہے بلکہ ادائے شکر بھی درستی حواس وتوفیق الآت پر میسر ہے اور یہ خود نعمت عظیم
ہے اور ہر نعمت کا شکر اُسپر فرض ہے لیکن اُسکے ادا سے عاجزی ظاہر ہے پس بندۂ مؤمن اپنے پروردگار رب العالمین کی بے انتہا نعمتین
دیکھتا اور اپنی عاجزی کا اقرار کرتا ہے اور اللہ عزوجل ارحم الراحمین جسنے بے استحقاق اُسپر اپنی نعمتین ارسال فرمائین وہ اسکی عاجزی سے خوب آگاہ ہے
پس اپنے بندہ کی طرف سے درحالیکہ بندہ کے دل مین اپنی عاجزی کا یقین ہے اپنے شکر مین یہی کلمہ قبول فرماتا ہے کہ الحمد للہ رب العالمین حدیث
مین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندہ کو محبوب رکھتا ہے جو ایک نوالہ کھائے تو کہے الحمد للہ اور ایک گھونٹ پانی پیئے تو الحمد للہ کہے کما فی السنن
اور اسی تاویل پر بعض علماء نے کہا کہ ہر لقمہ پر الحمد للہ کہنا مستحب ہے اور واضح ہو کہ حمد درحقیقت ثناء الٰہی دل وزبان کے ساتھ ہے اور چونکہ اسی
سے شکر ادا ہوتا ہے لہذا شیخ ابن جریر نے لکھا کہ جو لوگ زبان عرب جانتے ہین وہ حمد وشکر مین سے ہر ایک کو دوسری کی جگہ بولتے ہین لہذا الحمد للہ
بمعنی الشکر للہ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے شکر ہے پس یہ دونون برابر ہین۔ اور شیخ ابوعبد الرحمٰن السلمی نے حضرت جعفر صادق اور ابن عطاء
صوفی سے یہی نقل کیا۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ الحمد للہ ہر شکرگذار کا کلمہ ہے۔ع۔ (**فضیلت الحمد**) ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کی مجلس مین ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خطاب کیا کہ لا اِلٰہ الا اللہ اور
سبحان اللہ اور اللہ اکبر تو ہم لوگون مین معروف ہے بھلا بتلاؤ کہ الحمد للہ کیا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ایک کلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اسکو اپنی ذات پاک کے واسطے پسند ومحبوب فرمایا اور اسکا کہا جانا محبوب رکھا (رواہ ابن ابی حاتم) یعنی اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے کہ اُس کے
بندے الحمد للہ کہین۔ ھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب بندے نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میرا شکر
کیا (ابن ابی حاتم) ابن عباسؓ نے کہا کہ الحمد للہ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے شکر ہے اور یہی اُسکے کمال کا یقین اور اُسکی نعمتون وہدایت وایجاد

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش ٭ عذر بدرگاہ خدای آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش ٭ کس نتواند کہ بجا آورد

وغیرہ کا اقرار ہی (ابن جریر و ابن ابی حاتم) حکم بن عمیرؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا پس وہ تیرے واسطے نعمت بڑھاویگا (ابن جریر) اسود بن سریع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے محامد کہے ہین کیا وہ آپکو سناؤن آپ نے فرمایا کہ تو آگاہ ہو کہ تیرا رب اپنے حمد کو محبوب رکھتا ہی (رواہ احمد و النسائی) مترجم کہتا ہی کہ ظاہرا یہ محامد بطور اشعار تھے تو اس سے ثابت ہوگا کہ حمد و ثناء کے اشعار جائز ہین ولیکن جان رکھنا چاہیے کہ ہر شاعر جاہل کو یہ لیاقت حاصل نہین ہی کیونکہ بسا اوقات وہ ایک بات کو تعریف خیال کرتا ہی حالانکہ وہ ادب سے خلاف ہوتی ہے پس حمد و نعت مین کامل ادب لحاظ رکھنا چاہیے اور بعضے جاہل شاعر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف مین ایسے اشعار کہتے ہین جو دنیاوی بادشاہون کے واسطے کہے جاتے ہین یا معراج شریف مین ایسے سامان بیان کرتے ہین جیسے دنیا مین ممکن ہے یا دنیاوی بادشاہون کے یہان موجود ہی یہ محض بے ادبی قریب کفر ہی نعوذ باللہ من ذلک - ف - جابر بن عبداللہؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا آلہ الا اللہ بہت خوب افضل ذکر ہے اور الحمد للہ افضل دعا ہی (ترمذی نسائی ابن ماجہ) مترجم کہتا ہی کہ یہ حدیث حسن ہی اور صریح ہی کہ الحمد دعا ہی جسکو مقتدی اپنے دل سے بغیر زبان کے ادا کر سکتا ہی - ف - حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر کوئی نعمت فرمائی پس اُسنے الحمد للہ کہا تو الحمد اس نعمت سے افضل ہوگی (رواہ البیہقی) یعنی جو نعمت عطا کی وہ اس بندے کو ملی اور جب اس نے اُسپر شکر کیا تو اُسکے نامہ اعمال مین حمد کا ثواب بنسبت اُس نعمت کے افضل رہا چنانچہ حدیث ابن ماجہ مین مصرح ہی - ف - قرطبیؒ نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ نوادر الاصول مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری اُمت مین سے کسی کے قبضہ مین تمام دنیا مع اپنی تمام چیزون کے آجاوے پھر وہ الحمد للہ کہے تو الحمد للہ اُس سب سے افضل ہوگی - قرطبی نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ الحمد للہ کہنے کی توفیق اُسپر تمام دنیا کی نعمت سے بہت بڑھکر نعمت ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ وہ ثناء الٰہی اور یہ نعمت فانی ہی کمتر یہ کہ ثواب حمد دائمی رہیگا بلکہ اُس کے طفیل مین نعمت دنیاوی بڑھ جاتی ہی حالانکہ دنیا فانی ہی - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندون مین سے ایک بندہ نے کہا کہ اے رب تیرے جلال الوجہ و عظیم السلطان کے واسطے تجھکو حمد ہی جیسے تیری شان کے لائق ہی پس فرشتون کو اسکا لکھنا مشکل ہوگیا حتی کہ اُنھون نے جناب باری عزوجل مین عرض کیا کہ اے رب تیرے بندے نے ایسا عظیم الشان کلمہ کہا کہ ہم اُسکو لکھنے سے عاجز ہین اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندے نے کیا کہا حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی پس دونون فرشتون نے عرض کیا کہ اے رب اُسنے یون کہا کہ اے رب تیرے جلال الوجہ و عظیم السلطان کے واسطے تجھکو حمد ہی جیسی تیری شان کے لائق ہی پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اُسکو یون ہی لکھدو جیسے میرے بندے نے کہا یہانتک کہ جب وہ مجھسے ملیگا تو مین ہی اُس کا ثواب عطا فرماؤنگا (رواہ ابن ماجہ) شیخ نے لکھا کہ قرطبی نے ایک جماعت علماء سے نقل کیا کہ کلمہ لا آلہ الا اللہ کہنے سے الحمد للہ رب العالمین کہنا افضل ہوتا ہی کیونکہ اسمین اللہ تعالیٰ کی توحید مع حمد و ثناء ہی اور دیگر علماء نے فرمایا کہ نہین بلکہ لا آلہ الا اللہ افضل ہی کیونکہ یہ کلمہ درمیان کفر و ایمان کے حد فاصل ہی اور اسی کے واسطے لوگون پر جہاد کیا جاتا ہی حتی کہ جب اُنھون نے لا آلہ الا اللہ کہا تو مقبول ہو جاتے ہین (کما فی الصحیحین) اور حدیث دیگر مین ہی کہ سب سے افضل کلمہ جو مین نے اور مجھسے پہلے پیغمبرون نے کہا لا آلہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ہی اور سابق مین حدیث جابرؓ مین گذرا کہ افضل الذکر لا آلہ الا اللہ اور افضل الدعا الحمد للہ ہی - ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہی - شیخ نے لکھا کہ الحمد مین الف لام استغراق ہی لہٰذا حمد کے جمیع اجناس و اقسام کل ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہین چنانچہ حدیث مین بھی آیا کہ الٰہی کل حمد تیرے ہی واسطے ہی اور

کل سلطنت تیرے ہی واسطے ہو اور کل خیر تیرے ہی ہاتھ مین ہو اور کل امر تیرے ہی جانب راجع ہو آخر تک ۔ مترجم کہتا ہو یعنے کل خیر تیرے ہی قبضہ قدرت
مین ہو ۔ شیخ نے لکہا کہ عالمین جمع عالم ہو اور ہر عالم ہر موجود کو کہتے ہین جو سواے اللہ عز وجل کے ہو پس یہان اُسکی جمع بیان کرنا باعتبار اقسام مخلوقات
آسمانی و زمینی و خشکی و تری و جن و انس وغیرہ ہو ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کی تفسیر مین کہا کہ حمد
اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو جسکی یہ کل مخلوقات ہو جو آسمانون مین ہو یا زمینون مین ہو یا اُنکے اندر یا اُن کے بیچ مین ہو جسکو ہم جانتے ہین یا نہین
جانتے ہین ۔ مترجم کہتا ہو کہ بحکم قولہ تعالیٰ ۔ ما یعلم جنود ربک الا ہو ۔ کوئی شخص مخلوقات الٰہی کو نہین جان سکتا لیکن سلف سے اس بارہ
مین بظاہر اسرائیلی روایات متعدد وارد ہین چنانچہ شیخ نے بروایت ابو العالیہ اٹھارہ یا چودہ ہزار اور زمین کے ہر گوشہ مین تین ہزار یا پانچسو نقل کیے
بروایت ابن جریر و ابن ابی حاتم ولیکن کہا کہ ایسے کلام غریب کے واسطے دلیل صحیح کی ضرورت ہو اور مترجم کہتا ہو کہ یہی حق ہو حالانکہ کسی حدیث
یا آیت مین تعداد مذکور نہین ہو بلکہ صریح آیت سے اوپر معلوم ہوا کہ سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی شخص نہین جانتا لیکن یہ ممکن ہو کہ ان روایا
مین یہ مراد ہو کہ جہانتک بندون کو علم ہوا اُسکا بیان ہو اور کل مخلوق الٰہی کا بیان نہین ہو سکتا اور دلیل اسپر یہ ہو کہ ابو العالیہ نے صرف زمین کے
عوالم بیان کیے ہین کیونکہ ہر گوشہ مین تین ہزار یا پانچسو کے حساب سے چارون گوشون مین چودہ ہزار ہوے اور اگر اٹھارہ ہزار ہون تو ہر گوشہ مین
ساڑھے چار ہزار ہوتے ہین لہذا ان روایات کی نقل مین کوئی حرج نہین ہو تاکہ جہانتک معلوم ہوا اُسکی عظمت دیکہکر تمام مخلوقات الٰہی غیر متناہی پر قیاس
کیا جاوے جس سے عظمت و کبریای الٰہی کا نور دل مین آوے چنانچہ شیخ نے لکہا کہ سبیع الحمیری سے روایت ہو کہ عالمین ہزار امتٹ ہین ازانجملہ
سمندر مین چہسو اور خشکی مین چارسو ہین اسی کے مثل سعید بن المسیب سے منقول ہو بلکہ ایک ضعیف اسناد سے حدیث بھی وارد ہو چنانچہ جابر
بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت مین ایک سال ٹڈیون کی قلت ہوئی کہ نظر نہ آئین تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے دریافت کیا مگر کچھ پتہ نہ پایا پس غمگین ہوکر ایک سوار جانب یمن و دوسرا جانب شام و تیسرا جانب عراق روانہ کیا تاکہ دریافت کرے کہین کچھ
ٹڈیان نظر آئین یا نہین پھر جانب یمن جو سوار گیا تھا واپس آیا اور ایک مٹھی ٹڈیان لاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھین جب آپ نے
اُنکو دیکھا تو تکبیر کہی پھر فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار اُمتین پیدا فرمائین چھسو سمندر مین
اور چارسو خشکی مین ہین پس ان اُمتون مین سے سب سے پہلے ٹڈیان نیست ہونگی اور جب وہ نیست ہوئین تو اسطرح پے درپے آفت نازل ہوگی
جیسے لڑی ٹوٹ کر دانے گرتے ہین (رواہ ابو یعلیٰ) لیکن اُسکی اسناد مین ابن عبید الہلالی ضعیف راوی ہو ۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
کی مخلوق اٹھارہ ہزار عالم ہو جنمین سے ایک عالم یہ تمام دنیا ہو ۔ مترجم کہتا ہو کہ اس سے معلوم ہوا کہ ابو العالیہ کی روایت سابقہ چودہ ہزار یا اٹھارہ ہزار
فقط ایک عالم کا بیان ہو ۔ شیخ نے لکہا کہ مقاتل رازی نے فرمایا کہ عوالم اسی ہزار ہین ۔ کعب احبار نے فرمایا کہ عوالم کی تعداد کو سواے اللہ عز وجل کے
کوئی نہین جانتا ۔ قرطبی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا کہ چالیس ہزار عالم ہین جنمین سے ایک عالم یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ہے
زجاج نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت مین پیدا کیا کل کو عالم کہتے ہین ۔ قرطبی نے کہا کہ یہی صحیح ہو کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
جب فرعون سے رب العالمین کی اُلوہیت بیان فرمائی تو فرعون نے کہا ۔ وما رب العالمین یعنی رب العالمین کون ہو تو جواب دیا کہ رب السموات
والارض وما بینہما یعنی آسمانون و زمینون و اُنکے مابین کا رب ہو ۔ اور عالم مشتق از علامت ہو جو اپنے پیدا کرنے والے پر دلالت کرے کیونکہ عالم جو
عجائب حکمت سے مملو ہو اپنے خالق عز وجل کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہو پھر رب العالمین کی صفت بیان فرمانے کے بعد
اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ وصفت بیان فرمائین جنکا بیان بسم اللہ مین گذرا کیونکہ رب کی تربیت مین انعام و مہربانی ہوتی ہو

معلم کبھی تربیت کے واسطے بچہ کو مارتا ہے تو تفصیل فرمائی کہ رب العالمین کی شان بھی رحمت و عذاب کو شامل ہے لیکن رحمت غالب ہے لہذا الرحمٰن اور الرحیم دو صیغۂ مبالغہ رحمت کے واسطے بیان فرمائے - اور حدیث قدسی مین ہے کہ میری رحمت نے میرے غضب پر سبقت فرمائی ہے (کما فی الصحیح) اور خود قرآن مین فرمایا ورحمتی وسعت کل شیٔ یعنی میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے - پھر اسکے بعد خوف دلانے کے لیے فرمایا

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ - یعنی روز جزا کا مالک ہے - ف حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو عقوبت ہے اگر وہ مومن کو پورے طور پر معلوم ہو جاوے تو کوئی اسکی جنت کی طمع نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو رحمت ہے اگر وہ کافر کو معلوم ہو جائے تو کوئی اُسکی رحمت سے مایوس نہو (صحیح مسلم) اور اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ الملک القدوس السلام المؤمن المهیمن الآیۃ مین مومن اپنا اسم صفت فرمایا اور اپنے بندۂ مومن کا بھی یہی نام فرمایا پس مومن بھی صفت غضبی سے متصف ہوتا ہے تو اُسکو نفس شیطان کے مقہور کرنے کے واسطے کام مین لاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی زمین سے فتنۂ کفر و معصیت مٹ جاوے اور اسیواسطے جہاد مشروع ہے مگر اُسوقت تک کہ کفار توحید الٰہی پر عبادت کرنے والے کو ایذا دین یا مانع ہون حتی کہ اگر جزیہ و اطاعت کا اقرار کرین تو اُن سے تعرض نہین کیا جائیگا بلکہ ترحم کے ساتھ اُنکے جان و مال کی حفاظت کیجائیگی کیونکہ جب اُنھون نے دنیا اختیار کی اور اسکے پیچھے آخرت کا عذاب دائمی گوارا کیا تو دنیا مین کمی نہو گی اگرچہ اُنکی حماقت پر تاسف کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ترحم ہر چیز کے ساتھ ہے حتی کہ حدیث شریف مین آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ ترحم فرض کیا ہے پس جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو خوبی کے ساتھ یعنی آہستہ تیز چھری کے ساتھ راحت دو اور جب تم کسی قاتل سے قصاص لینا چاہو تو خوبی کے ساتھ قصاص لو (السنن) صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کیا ان جانورون مین بھی ہمکو ثواب ہے فرمایا کہ ہر جاندار جگر والے کی پرداخت مین ثواب ہے (السنن) اور احادیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک باغ مین داخل ہوئے تو اُسمین ایک خستہ اونٹ نے آپکو دیکھکر فریاد کی پس آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کسکا اونٹ ہے جب وہ حاضر ہوا تو اُس سے فرمایا کہ یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ مجھسے کام بہت لیا جاتا اور چارہ بہت کم دیا جاتا ہے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ میرا اونٹ نہین ہے بلکہ یتیمون کا ہے اس حدیث مین بھی آپ نے جانورون پر ترحم کی تاکید فرمائی - اور احادیث مین ہے کہ ایک شخص جاتا تھا پس اُسنے ایک کنوئین کے گرد ایک کتا دیکھا جو زبان نکالے کیچڑ چاٹتا ہے اور پیاس سے مضطر ہے اُسنے اپنا موزہ نکالکر اُسکے ذریعہ سے کتے کو سیراب کیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کے شکریہ مین اس شخص کو بخش دیا (البخاری) اور روایت ہے کہ اگلے زمانہ مین ایک فاجرہ عورت تھی اُسنے بھی اسی کے مانند ترس کھا کر ایک کتے کو پانی پلایا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اُسوقت کے پیغمبر کو وحی فرمائی کہ مین نے اُسکو بخش دیا (الصحیح) اور احادیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم مین داخل ہوئی جسکو اُسنے بند کر دیا تھا نہ اُسکو کھانا دیتی اور نہ چھوڑتی کہ وہ کیڑے مکوڑے کھاوے یہانتک کہ بھوک پیاس سے تڑپکر مرگئی (الصحیح) اور حدیث مین ایسے شخص کی مذمت وارد ہے جو تھوڑی دور جانیوالا ہو جہان بغیر مشقت کے پیدل پہونچ سکتا ہے مگر وہ جانور کو تکلیف دیکر اُسکی پیٹھ پر سوار ہو کر جائے (الترمذی وغیرہ) حدیث مین ہے کہ ارحم الراحمین اُنھین بندون پر رحم کرتا ہے جو رحم کرنے والے ہین پس تم زمین والون پر رحم کرو کہ مالک آسمان تمپر رحم فرماویگا (الترمذی وغیرہ) پس ترحم کے بارہ مین احادیث کثیرہ ہین جنسے بندونکے درجات بلند ہوتے ہین اور جو لوگ کسی جاندار کو ایذا پہونچاوین وہ دنیا مین بد کرداری کے امتحان مین ڈالے گئے ہین اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے مخلوق پر قادر ہے کوئی مخلوق اُسکے قبضۂ قدرت سے باہر نہین ہو سکتی لیکن موذی بدکردار لوگ اپنے اعمال مین مبتلا ہین جنکے واسطے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا دن روز جزا مقرر فرمایا ہے اور اُس دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب مخلوق کا ظاہری اختیار بھی سلب ہو جائیگا اور وہ فقط اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو گا اسیواسطے مالک یوم الدین فرمایا - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بعض قراء نے مَلِكِ یوم الدین پڑھا یعنی بادشاہ روز جزا اور دوسرے قراء نے مالک یوم الدین

ف[1] اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح [2] اذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ [3] ولکل ذی [illegible]
[illegible] ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء [illegible]

پڑھا اور یہ دونوں قرائتیں صحیح متواتر قراءت سبعہ میں سے ہیں۔ اور زمخشری نے کہا کہ حرمین یعنی مکہ و مدینہ کے لوگ ملک پڑھتے ہیں۔ اور ابوبکر بن ابی داؤد نے
امام زہری سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم کی قراءت مالک یوم الدین تھی۔ ضحاک نے
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مالک یوم الدین کے یہ معنے ہیں کہ اس دن کسی شخص کو حکم کی قدرت نہوگی جیسے دنیا میں بادشاہوں کو
ہوتی ہے۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مقبوض اور آسمانوں کو کف میں پیچیدہ کرکے
فرمائیگا کہ بادشاہ میں ہوں وہ کہاں ہیں جو زمین کے بادشاہ تھے گردن کش کہاں ہیں متکبر کہاں ہیں (الصحیحین) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وخشعت الاصوات
للرحمٰن فلا تسمع الا ھمسا یعنی اللہ تعالیٰ کے واسطے آوازیں پست ہوجاوینگی پس سوائے سنناہٹ کے کچھ نہیں سنا جائیگا۔ وقال تعالیٰ لا یتکلمون
الا من اذن لہ الرحمٰن یعنی جسکو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی اسکے سوائے کسی کو بولنے کی مجال نہوگی۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدتر نام وہ شخص ہے جسکو شاہنشاہ کہا جاوے (الصحیحین)۔ روز جزا میں ہر ذرہ ذرہ نیکی و بدی ظاہر ہوجاویگی چنانچہ فرمایا فمن یعمل مثقال
ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ پس ہر نیکی و بدی اگرچہ ذرہ برابر ہو آدمی کے سامنے موجود ہوگی لہذا حدیث میں وارد ہے کہ دانا وہی شخص ہے
جسنے اپنے نفس سے دنیا میں حساب کیا اور بعد موت کے لیے کام کیا اور عاجز نادان وہ ہے جو نفس کی خواہش میں پڑا اور اللہ تعالیٰ پر خواہشیں باندھیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے نفسوں کا حساب کر لو اس سے پہلے کہ تمہیں حساب لیا جاوے اور اپنے اعمال نفس تول لو قبل اسکے کہ میزان
میں تولا جاوے اور اس بڑی پیشی کے واسطے آراستہ ہو کہ جب اس پاک عزوجل کے حضور میں پیش کیے جاؤگے جبکہ تمہارے اعمال میں سے کچھ
بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حساب و وزن اعمال و جزائے افعال کا تفصیلی بیان انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر آویگا پس ہر عمل ذرہ برابر رائیگان
نہیں ہے۔ بعض علماء نے لکھا کہ جب بندہ اس سورہ کی قراءت میں مالک یوم الدین تک پہونچا تو گویا اسنے لوث و بدنیتی چھوڑ کر خوف کے ساتھ
اخلاص کا اقرار کیا۔ ایاک نعبد وایاک نستعین ۵ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہیں ف بعض
سلف نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ جیسے قرآن کا بھید ہے ویسے ہی سورۂ فاتحہ کا بھید یہ آیت ہے پس ایاک نعبد سے بندہ بدنیتی و شرک سے بیزار ہے
یعنی ہم خالص تیری ہی عبادت کرتے ہیں پھر چونکہ اسمیں بھی اپنی قوت کا دعویٰ تھا گویا ہمکو یہ قوت حاصل ہے کہ ہم خالص عبادت کریں اور
یہ بھی تکبر میں داخل ہے لہذا ایاک نستعین سے یہ دعویٰ بھی چھوڑ دیا یعنی اپنی جانب نسبت کرنے سے بھی بیزار ہو کر تیری ہی جانب تفویض کر دیا
کہ جو خالص عبادت ہمسے سرزد ہو وہ تیری ہی عین عنایت ہے اور تیری ہی توفیق و قوت سے ہوگی۔ شیخ نے لکھا کہ اس مقام پر بندہ نے
خطاب کے ساتھ عرض کیا تو گویا بھید یہ ہے کہ جب بندہ حضور الٰہی عزوجل میں حاضر ہوا اور اسنے حمد و ثنا کی اور جانا کہ وہ مالک روز جزا ہے
جسپر کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے تو اپنی اس حالت پر متنبہ ہو کر جان گیا کہ میں اسکے حضور میں اس طرح حاضر ہوں کہ میرے ظاہر و باطن کا
ذرہ ذرہ اسکا علم محیط ہے تو اسنے اخلاص کی التجا اور توفیق کی دعا کی لہذا عرض کیا کہ

اھدنا الصراط المستقیم ۵ صراط الذین انعمت علیہم ۵ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ۵

چلا ہمکو راہ سیدھی راہ انکی جنپر تونے فضل کیا نہ جنپر غصہ ہوا اور نہ بہکنے والے

یعنی اسنے عبادت کے واسطے دعا مانگی کہ اھدنا الصراط المستقیم یعنی ہمکو راہ مستقیم کی ہدایت فرما

ایاک نستعین

اہدنا...

ع

(رواه الطبرانی) مترجم کہتا ہو کہ یہ قول نہایت عمدہ ہو لہذا امام ابو جعفر بن جریرؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہی تاویل نہایت اولیٰ ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے بھی اسکو پسند کیا پھر لکھا کہ بندہ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ہدایت صراط مستقیم کی دعا کرنے کی ضرورت ہو کیونکہ اس سے ثبات و قرار و اعمال صالحہ کی توفیق مراد ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ حدیث میں آیا کہ آدمیوں کے قلوب بقبضۂ قدرت الرحمٰن ہیں وہ اُن کو جدھر چاہتا ہو پھیرتا ہو (الصحیح) لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا میں آیا کہ الٰہی میرے دل کو اپنے دین پر ثابت برقرار رکھیو (الصحیح) پس حاصل یہ نکلا کہ بعد ایمان کے بندہ جہانتک ممکن ہو اپنے رب عزوجل سے صراط انبیاء وصالحین پر قائم رہکر مقصود تک پہونچنے کی درخواست کرتا رہے کیونکہ رہنمائی کے موافق پہونچ جانا لازم نہیں ہو کیونکہ پہونچانا بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتا ہو اور کسی مخلوق کو کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہو یہی حق اور یہی صحابہ وتابعین وجمیع اہل سنت کا اعتقاد ہو پس واسطہ درخواست کرے کہ رہنمائی کے موافق صراط صالحین میں پہونچایا جاوے۔ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ۔ نہ راہ اُن لوگوں کی جنپر تو نے غضب کیا اور نہ راہ اُن لوگوں کی جو بھٹکے ہوئے ہیں

ف یعنی الٰہی ہم تجھسے صالحین کی راہ مانگتے ہیں کہ جس طرح تو نے اُنکو مقصد پر پہونچا دیا اُسی طرح ہمکو پہونچا دے اور ہم تجھسے ایسے لوگوں کی راہ سے پناہ مانگتے ہیں جنپر تو نے غضب کیا اور جو گمراہی میں پڑے ہیں۔ شیخ نے لکھا کہ اس آیت کو بدون واو عطف کے بیان کرنے میں زیادہ تاکید ہو جس سے معلوم ہوا کہ صرف ایک راہ صراط المستقیم مانگتے ہیں جسکے معنی یہ ہیں کہ وہ انبیاء وصالحین علیہم السلام کی راہ ہو بخلاف راہ مغضوب علیہم وضالین کے پس مغضوب وہ لوگ ہیں جنکی ارادت خراب ہوئی کہ انھوں نے حق کو جانکر اس سے منہ موڑا اور وہ یہودی ہیں اور غضب الٰہی انپر لازم ہوگیا چنانچہ قولہ تعالیٰ فباؤ بغضب علی غضب کی تفسیر میں آویگا اور اسی طرح جو لوگ یہودیوں کے مشابہ ہوں وہ بھی اُن میں داخل ہیں اور ضالین سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے حق ہی کو نہیں پہچانا اور گمراہی میں بھٹکے پھرتے ہیں اور وہ نصاریٰ ہیں اور اسی طرح جو لوگ نصرانیوں کے مشابہ ہوں وہ بھی انہیں شامل ہیں۔ امام احمدؒ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سواروں نے میری قوم پر جہاد کیا اور میری پھوپھی اور کچھ لوگوں کو پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پھوپھی کا حال بیان کیا پس میری پھوپھی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا ایلچی دور گیا اور اولاد منقطع ہوگئی اور میں بہت بڈھیا ہوں کسی خدمت کے لائق نہیں ہوں پس آپ مجھپر احسان کیجیے اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرماوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا ایلچی کون ہو اُسنے کہا کہ عدی بن حاتم ہو آپ نے فرمایا کہ وہی جو اللہ ورسول سے بھاگ گیا میری پھوپھی نے عرض کیا پھر آپ مجھپر احسان فرماوین پھر جب آپ واپس ہوئے تو آپ کے پہلو میں ایک شخص تھا اور میری پھوپھی کی رائے میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اُنھوں نے کہا کہ اے عورت تو سواری مانگ پس اُسنے مانگی تو آپ نے اُسکے لیے سواری دینے کا حکم دیا پھر میری پھوپھی وہاں سے میرے پاس آئی اور بولی کہ آپ نے ایسا کام کیا جو تیرا باپ نہیں کر سکتا تھا چنانچہ آپکے پاس فلان شخص آیا اور اُسکو بھلائی ملی اور فلان دیگر آیا اور اُسنے بھی نیکی پائی یہ سنکر میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُسوقت آپکے پاس ایک عورت اور دو بچے حاضر تھے عدی نے کہا کہ میں نے عظمت نورانی سے پہچانا کہ یہ کوئی دنیاوی کسریٰ وقیصر نہیں ہیں پس آپ نے فرمایا کہ اے عدی کون چیز تجھکو بھگاتی ہو کہ تو لا الٰہ الا اللہ کہے کیا سواے اللہ تعالیٰ کے تو کوئی معبود جانتا ہو اور کون چیز تجھکو بھگاتی ہو کہ تو اللہ اکبر کہے کیا تو اللہ عزوجل سے کوئی چیز اکبر جانتا ہو۔ عدی نے بیان کیا کہ میں مسلمان ہوگیا پس میں نے دیکھا کہ آپکا چہرۂ مبارک خوشی سے لہلہانے لگا اور آپ نے فرمایا کہ یہود تو مغضوب علیہم ہیں اور نصاریٰ ضالین ہیں (رواه احمد والترمذی) اور یہی معنے عبد الرزاق نے حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اور ابن مردویہ نے حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیے اور

یہی حضرت ابن عباس و ابن مسعود و جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے مروی ہے حتیٰ کہ شیخ ابن ابی حاتم نے کہا کہ مین نہین جانتا کہ مفسرین کے
درمیان اسمین کچھ اختلاف ہو مترجم کہتا ہے کہ جہان تک معلوم ہے یہ اجماعی تفسیر ہے اسی واسطے شیخ سیوطیؒ نے ایسے تفسیر لکھنے والون سے تعجب کیا
کہ جنکو حدیث و آثار کا علم نہین ہے اور اپنی راے سے معنے لگاتے ہین چنانچہ اس آیت کی تفسیر مین بعض شخص قریب دس یا زیادہ کے اختلافی اقوال
نقل کر گیا حالانکہ سلف صالحین جنپر تفسیر کا مدار ہے اُن مین کچھ بھی اختلاف نہین کہ جنپر غضب کیا گیا وہ یہود ہین اور جنکو گمراہ فرمایا وہ نصاریٰ ہین۔
مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ جیسے یہود و نصاریٰ کی راہ سے بیزاری مقصود ہے اسیطرح جمیع فرقہ کفر مجوس و ہنود وغیرہ کی راہ سے بھی بیزاری مقصود ہے تو یہود
و نصاریٰ کی تخصیص کیا مطلب ہے اسکا آسان جواب یہ ہے کہ یہ دونون فرقے باوجود آسمانی کتاب و رسول پانے کے گمراہ ہین یا غضب کیے گئے ہین تو
دوسرے بت پرست و آتش پرست وغیرہ بدرجہ اولیٰ گمراہ یا مغضوب علیہم ہین تو وہ بالضرور ان مین شامل ہین کیونکہ جو شخص اندھیری راتکی
تاریکی سے پناہ مانگے اور اُسکو پناہ دیجاے تو قبر کی تاریکی سے بالضرور اُسکو پناہ ملیگی کیونکہ یہ تاریکی اُس سے بدرجہا اشد ہے اور دقیق جواب یہ ہے کہ
جب بندہ ایمان لایا اور رہنمائی کے موافق یقین کرکے مقصود اصلی کی طرف چلا تو ایمان لاتے ہی وہ کفر و شرک سے الگ ہوگیا کیونکہ کفر و شرک
کے واسطے کوئی آسمانی کتاب نہین ہے پس اُسنے آسمانی کتاب کے موافق ہدایت مانگی لیکن یہود و نصاریٰ ایسے دو فرقے موجود ہین جنکو آسمانی
کتاب کی ہدایت ملی لیکن ہدایت الٰہی یعنی مقصود تک پہونچانا اُنکو نصیب نہ ہوا لہٰذا اُنکی راہ سے پناہ مانگی اور اس سے خوب واضح ہوا کہ جو شخص
ایمان لایا و یقین کامل پایا ہر چند کہ وہ علم شریعت مین عالم ہوجاوے تو بھی اُسپر فرض ہے کہ اوقات شب و روز مین خصوصًا پنجوقتی فرائض مین اہدنا
الصراط المستقیم سے آخر تک بہت ادب سے دعا مانگتا رہے اور دل غور کرو تو معلوم ہو کہ یہی نعمت عظمیٰ ہے جسکے لیے بندہ نے کمال ادب و تملق سے
اپنے رب جل شانہ کی حمد و ثنا کی و اخلاص کا اقرار کیا پھر کمال آرزو سے قبولیت کے وقت اپنی اعلیٰ مراد مانگی اور یہ مراد اُسکو ضرور حاصل ہوجاتی ہے
کیونکہ حدیث ابوہریرہؓ مین روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صلوٰۃ یعنی سورۂ فاتحہ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان مقسوم یعنی نصفا نصف
ہے تو نیم اس سورہ کا نصف میرے واسطے اور نصف میرے بندے کے واسطے ہے اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اُسکے لیے حاصل ہے جب
بندہ نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی اور جب بندے نے الرحمٰن الرحیم کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ میرے بندے نے میری ثنا کی پھر جب بندے نے مالک یوم الدین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی پھر جب بندے نے
ایاک نعبد و ایاک نستعین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ
اُسکو عطا ہوا پھر جب بندے نے کہا اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے
بندہ کے واسطے ہے اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اُسکو عطا ہوا (صحیح مسلم وغیرہ) اس سے ایک یہ فائدہ ہے کہ جب سمجھکر سورۂ فاتحہ
پڑھے تو مراد کامل حاصل ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عطیہ دیا اور وعدہ مین خلاف نہین ہے اور فائدہ دوم یہ کہ اول کی تین آیات تو اللہ تعالیٰ کی
حمد و ثنا و تمجید ہین اور آخر کی تین آیات بندے کے واسطے ہین اور درمیانی ایک آیت مشترک ہے پس جملہ سات آیات ہین اور اُسکی ابتدا الحمد للہ رب
العالمین سے ہے اور بسم اللہ اسمین داخل نہین واللہ تعالیٰ اعلم (مسئلہ) ولا الضالین مین ضاد کا مخرج مشکل ہے کہ وہ اول کنارۂ زبان اور
اُسکے متصل داڑھون سے ہے پس اگر اس حرف کا ادا کرنا مشکل ہو تو کیا اسکے مشابہ ظا و زا منقوطہ ہے یا دال بے نقطہ ہے جواب یہ کہ اصل مین
ضاد نکالنے کا قصد کرے کیونکہ حرف کی تبدیل جائز نہین ہے لیکن جب اُسنے ضاد کا قصد کیا اور وہ ادا نہوا تو اُسکے مشابہ ظاء منقوطہ نکلے گی
جیسا کہ فتاوی عالمگیریہ وغیرہ مین مذکور ہے اور مترجم نے فتاوی ہندیہ و عین الہدایہ مین ترجمہ ذکر کیا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ صحیح مذہب

ہے کہ ضاد کی آواز میں خلل ہو کر ظاء منقوطہ کی آواز نکلنا مغفور و معاف ہے کیونکہ ضاد و ظاء کا مخرج متقارب ہے تو ایک کو دوسرے کی جگہ نکالنا معاف ہے جبکہ اُس سے ضاد ادا نہو سکے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور بعضون نے یہان ایک حدیث بنائی کہ ضاد ادا کرنے مین سب سے فصیح ہون شیخ نے کہا کہ یہ موضوع بے اصل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیطرح دیگر موضوعات مین مذکور ہے اور واضح ہو کہ اس سورۂ مقدسہ مین جو سات آیات ہین بہت سے مدارک عالیہ شامل ہین ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا و تحمید و ذکر اسم اللہ و اسماء حسنی ہے۔ دوم ذکر معاد و روز قیامت ہے۔ اور سوم اللہ تعالیٰ کے واسطے اخلاص عبادت اور اسی سے استعانت ہے اور اپنی قوت سے بیزاری ہے جسمین تنبیہ ہے کہ الوہیت خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات و افعال مین شریک سے پاک ہے چہارم بندون کو ادب دعا کی تعلیم ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ایسے اسماء و صفات کے ساتھ ادا کرین جو حرمت کے تام ہین پھر دعا مانگین اور حدیث مین آیا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھین چنانچہ نماز مین بھی آخر مین درود پر ختم کرتے ہین۔ پنجم ارشاد ہے کہ صراط مستقیم سے وصول ہونا ایک مقصد اعلیٰ ہے۔ ششم و ہفتم صلین اہل انعام کا جواز دو وجہ سے جو انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین ہین اور معلوم ہوا کہ انکو جو بزرگیان حاصل ہین وہ محض انعام الٰہی عز وجل سے ہے اور معلوم ہوا کہ انعام دینے والا اور ہدایت سے واصل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ وہی خالق افعال ہے۔ ہفتم اللہ تعالیٰ کے غضب و اضلال سے خوف کر کے مغضوب علیہم و ضالین کی راہ سے پناہ مانگے اور جس طرح باطن مین پناہ مانگتا ہے اسی طرح ظاہر مین بھی انکے طریقہ و وضع و خیالات سے پناہ چاہیے اسیواسطے گمراہون کی مشابہت حرام ہے اور جب ظاہری شکل مین اُنسے مشابہت حرام ہے تو باطنی خیالات مین مشابہت حرام بلکہ کفر ہے اور واضح ہو کہ یہود و نصاریٰ کو توریت و انجیل عطا ہوئی جو ہدایت کے واسطے کافی تھی مگر وہ لوگ مقصد تک نہین پہونچے تو اس سے علماء کو بھی عبرت ہونا چاہیے کہ خالی علم پڑھ لینے سے واصل نہین ہوتا بلکہ جب علم کے موافق اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے تو مراد کو پہونچتا ہے۔ مع۔ (مسئلہ) جو شخص سورۂ فاتحہ پڑھے اُسکو بعد ختم کے آمین کہنا مستحب ہے اور اسکے معنے یہ ہین کہ اے رب قبول فرماوے بلکہ ہر دعا کے بعد آمین اولیٰ ہے اور نماز مین بھی بعد فاتحہ کے آمین کہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو اور اسمین ائمہ علماء متفق ہین سواے اسکے کہ بعض سے منقول ہے کہ امام نہ کہے لیکن صحیح یہ کہ امام بھی کہیگا پھر جہری نماز مین کیا امام و مقتدی آواز سے آمین کہے یا آہستہ کہے جواب یہ ہے کہ اس مین علماء کا اجتہاد مختلف ہے بعض کے نزدیک جہر سے کہے اور بعض کے نزدیک آہستہ کہے لیکن اگر امام کو تعلیم دینا مقصود ہو تو وہ جہر سے کہے تاکہ مقتدیون کو آمین کہنے کا موقع و محل معلوم ہو جاوے اور اسمین کچھ خلاف نہین ہے۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ آمین مستحب ہونے کی دلیل حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر آمین کہی اور اسکے ساتھ اپنی آواز دراز کی اور دوسری روایت مین ہے کہ آواز بلند کی (احمد و ابوداؤد و الترمذی) اور یہ حدیث حسن ہے اور یہی حضرت علی و ابن مسعود وغیرہم سے مروی ہے۔ اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے حتی کہ صف اول کے لوگ جو آپ سے متصل ہوتے تھے اُسکو سنتے تھے (ابوداؤد) اور ایک روایت مین یہ زائد ہے کہ اس آواز سے مسجد گونج جاتی تھی (ابن ماجہ والدارقطنی) اور کہا کہ اسکی اسناد بھی حسن ہے۔ اور بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ آمین کہنے مین مجھپر سبقت نفرمایا کرین (رواہ ابوداؤد) اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تب تم بھی آمین کہا کرو کیونکہ جسکا آمین کہنا ملائکہ کے آمین کہنے سے موافق ہو جائیگا تو جو کچھ اُسکے اگلے گناہ ہین وہ بخشے جاوینگے (الصحیحین) اور دوسری روایت مین ہے کہ جب تم مین کسی نے آمین کہی اور ملائکہ نے آسمان مین آمین کہی پس ایک دوسرے سے موافق پڑی تو جو کچھ اُسکے اگلے گناہ ہین معاف ہونگے (صحیح مسلم) بعض علماء نے کہا کہ موافقت سے یہ مراد ہے کہ دونون ایک ہی وقت واقع ہون۔ اور بعض نے کہا کہ قبولیت مین دونون یکسان ہون اور

بعض نے کہا کہ اخلاص مین دونون باتین موافق ہون - مترجم کہتا ہی کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث مین بلکہ ابوداؤد کی حدیث ابوہریرہؓ مین ظاہر
ایسا معلوم ہوتا ہی کہ جب پڑھتے تب آمین کہتے تھے جسکی آواز صرف اس قدر بلند ہوتی کہ صف اول مین سے جو لوگ متصل تھے وہ سنتے تھے اور
احتمال یہی ہی کہ ایک زمانہ تک جب تک تعلیم مقصود تھی تب تک ہر بار پڑھنے مین ایسا کرتے تھے لیکن ظاہر کو چھوڑ کر اس احتمال کی طرف
جانے کے لیے کوئی دلیل ضرور ہی کیونکہ اہل السنۃ کا اجماع ہی کہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر رہینگی جب تک کہ تاویل کے واسطے کوئی دلیل نہو لیکن
یہان ایک دلیل یہ ممکن ہی جو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی اور آواز خفی کی (رواہ
الترمذی وغیرہ) لیکن ترمذی نے اسکی سند و متن مین چار جگہ شعبہ رحمہ اللہ کا سہو بیان فرمایا اور تمام بحث مترجم نے عین الہدایہ مین بیان کی ہی اور
سہو پر جزم کرنے کے واسطے کوئی وجہ معتمد نہین ہی - اعتراض دوم یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز پست فرمائی تو وائل رضی اللہ عنہ نے
کیونکر سُنی پس لامحالہ یہی ہوگا کہ آپ نے آواز مثل سابق کے بلند نہین فرمائی کیونکہ وائل رضی اللہ عنہ اپنے وطن سے آکر چند روز مدینہ مین رہتے
پھر واپس جاتے پھر آتے تو حاصل یہ ہوا کہ پہلی مرتبہ جس آواز بلند سے سُنا تھا اگلی مرتبہ اُس سے پست آواز پائی اسیواسطے شیخ ابن الہمام نے
شرح ہدایہ مین کہا کہ اگر اجتہاد مین فی الجملہ مجھے حصہ ہوتا تو مین اس مسئلہ مین نصوص کے درمیان اس طرح توفیق دیتا کہ اتنی پست آواز سے آمین
کہے کہ صف اول مین سے قریب کے لوگ سن لین لیکن شیخ عینی نے کہا کہ شاید وائل بن حجر بالکل قریب ہون تو آہستہ آمین بھی سُن لی ہو
مترجم کہتا ہی کہ یہ توجیہ بعید ہی اسواسطے کہ حدیث مین حکم ہی کہ وہ لوگ مجھسے متصل رہین جو صاحبان حلم وعقل ہین (کما فی الصحیح) تو ظاہر یہ کہ اکابر
صحابہ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم مین سے ایک جماعت آپ کے متصل رہتی تھی تو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے واسطے ایسی
نزدیکی خلاف ظاہر ہی واللہ تعالی اعلم ہان یہ احتمال ضرور ہی کہ بطور تعلیم ہوا اور رہی صحیحین کی حدیث ابوہریرہؓ کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی
آمین کہو تو اسمین دو احتمال ہین ایک یہ کہ امام جب آواز سے آمین کہے تو تم بھی کہو اور دوم یہ کہ جب امام موقع آمین پر پہنچکر آہستہ آمین کہے گا تو
اُسوقت تم بھی آمین کہو کیونکہ حدیث ابوموسی رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام ولا الضالین پڑھے تو تم لوگ
آمین کہو کہ اللہ تعالی تمھاری دعا قبول فرماویگا (کما فی صحیح مسلم) بلکہ خود ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح مسلم مین یہی روایت ہی تو ظاہر یہی ہی
کہ مقتدیون کے واسطے آمین کا موقع فرمایا اور امام اُسکو آہستہ کہیگا کیونکہ اگر جہر سے کہتا تو ولا الضالین پر کہنے کی ضرورت نہ تھی حتی کہ امام مالک
نے اسی حدیث سے یہ نکالا کہ امام آمین ہی نہین کہیگا لیکن صحیحین کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہی کہ امام بھی آمین کہیگا
شیخ رح نے لکھا کہ ہمارے اصحاب مین اختلاف یہ ہی کہ نماز جہریہ مین اگر امام آمین کہنا بھول گیا تو مقتدی جہر سے آمین کہے اور اگر امام نے جہر سے
آمین کہی تو قول جدید یہ ہی کہ مقتدی جہر نکرے بلکہ آہستہ آمین کہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہی کیونکہ آمین ایک ذکر ہی تو دیگر اذکار کے
مانند اُسکا بھی جہر نہوگا اور شافعی کا قول قدیم یہ ہی کہ مقتدی بھی جہر کرے اور یہی امام احمد کا مذہب ہی - مترجم کہتا ہی کہ ائمہ حنفیہ نے جہر
کی حدیث کو طریقہ تعلیم پر محمول کیا کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث ابوموسی وابوہریرہ رضی اللہ عنہما جو موقع آمین بیان کرنے کے واسطے ہی اُس سے
ظاہر ہی کہ امام آہستہ آمین کہیگا تو مقتدی بھی آہستہ آمین کہینگے اور یہ دیگر اذکار سے بھی موافق ہی اور صحابہ رضی اللہ عنہم مین بھی آمین کا اخفاء ماثور ہی
اور آہستہ کہنے مین ہمکو آمین کا ثواب حاصل ہوگیا اور کوئی دغدغہ بھی نہین ہی کیونکہ نماز مین احتیاط کے ساتھ جہر و اخفاء کی رعایت واجب
ہوتی ہی پھر مترجم کہتا ہی کہ جس امام کے نزدیک اجتہاد سے آمین کا جہر ظاہر ہوا اسکو بھی ثواب ملیگا کیونکہ ہمارے جمیع علماء سب اہل السنۃ والجماعۃ
ہین اور سب کا ماخذ ایک ہی قرآن وحدیث ہی پس سب کے واسطے ثواب ہی اور عجب کہ اس زمانہ مین مسلمانون مین آمین کی جہر و خفا پر باہم نفاق

دفساد ہوتا ہے جو شرعاً حرام ہے اور افسوس کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا حکم فریضہ چھوڑتے ہیں کیونکہ باہمی الفت واجب تھی اور حق یہ ہے کہ جس امام کے
نزدیک آمین کا جہر کرنا ثابت ہوا وہ بھی متبع سنت ہے اور ہر ایک اپنی اپنی نیت پر ثواب پاویگا پس یہاں تو کوئی بھی ایسی وجہ نہیں ہے جو نفاق کا باعث
ہو۔ شیخ نے لکھا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودیوں کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہودیوں کو حسد
کی کوئی آگ اتنا نہیں جلاویگی جتنا انکا حسد ہم پر روز جمعہ کے بارہ میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمکو ہدایت کیا حالانکہ انکو نہیں ملا اور قبلہ کعبہ
ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمکو ہدایت فرمایا اور وہ بہکے اور جتنا انکو امام کے پیچھے ہمارے آمین کہنے پر ہے (احمد و ابن ماجہ) یعنی جمعہ و قبلہ و آمین پر یہودی تمام
لوگوں پر حسد کرنے کے بہت ہی جلتے ہیں اور قولہ تعالیٰ۔ قد اجیبت دعوتکما فاستقیما ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون کی تفسیر میں آویگا کہ بعض علماء
نے اس سے استنباط کیا کہ جو شخص دعا کرے اور دوسرا اسپر آمین کرے تو وہ بھی دعا کرنے والے کے مثل ہوتا ہے شیخ نے کہا کہ یہیں سے
امام ابو حنیفہ وغیرہ نے نکالا کہ سورہ فاتحہ دعا ہے تو جب امام کی قرارت کے بعد مقتدی نے آمین کہی تو گویا اُسنے خود سورہ فاتحہ پڑھی اسیواسطے
حدیث میں وارد ہے کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرارت ہی اسکی قرارت ہے (کما رواہ احمد) اور خود بلال رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ
آپ آمین میں مجھ پر سبقت نہ فرماویں تو اس سے نکلا کہ نماز جہریہ میں مقتدی پر قرارت نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط خوب ہے
لیکن نماز سری میں مقتدی آمین نہیں کہتا تو کیا وہ فاتحہ پڑھیگا؟ اور شیخ ابن کثیرؒ اسکے جواب میں کہینگے کہ ہاں کیونکہ انکا یہی مذہب ہے اور یہی امام
ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے لیکن مشہور مذہب یہ ہے کہ مقتدی مطلقاً قرارت نہیں کریگا اور مترجم کے نزدیک سری میں پڑھنے کی تاویل
یہ ہے کہ دل سے دعا پوری کرے کیونکہ جو شخص نماز کے واسطے کھڑا ہوا اور اسکے کچھ معنی نہیں سمجھا تو موافق حدیث ابوداؤد کے اُسکی کچھ نماز بھی
نہیں ہے۔ شیخ نے لکھا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر
آمین کہی پس اہل زمین کی آمین اہل آسمان کی آمین سے موافق ہوئی تو اللہ تعالیٰ بندے کے واسطے اُسکے اگلے گناہ معاف کر دیتا ہے اور جسنے آمین نہیں
کہی تو اُسکی مثل یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کے ساتھ جہاد کیا پھر اُن لوگوں نے قرعہ ڈالا اور اُن لوگوں کے حصے برآمد ہوئے اور اس شخص کا
حصہ نہیں نکلا تو اُسنے کہا کہ میرا حصہ کیوں نہیں نکلا تو اس سے کہا گیا کہ تو نے آمین نہیں کہی تھی (رواہ ابن مردویہ) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے
کہ مقتدی قرارت نہیں کریگا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط ظاہر اسوجہ سے ہے کہ امام ہی کی قرارت ولا الضالین تک معتبر فرمائی اور اگر مقتدی پڑھتا
ہوتا تو ضرور یہ ہوتا کہ وہ اپنی دعا کے بعد آمین کہتا جیسے امام اپنی قرارت کے بعد آمین کہتا ہے اور یہ استنباط لطیف ہے واللہ تعالیٰ اعلم (تنبیہ)
آمین بالاجماع قرآن مجید میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ مصاحف میں نہیں لکھی گئی اور بعض علماء نے بدلیل حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو اوپر
مذکور ہوئی در باب حسد یہود کے نکالا کہ آمین خاصہ اسی امت کے واسطے ہے۔ اور واضح ہو کہ اس سورۂ مقدسہ میں رب عزوجل کے واسطے
اعظم شان توحید و ثنا و تمجید اور بندے کے واسطے اعظم شان بندگی و اعظم مقصود و انتہاء مرجع ظاہر ہو گیا اور یہی عین مراد ہے فالحمد للہ رب العالمین
(تنبیہ) بسم۔ لکھنے میں الف حذف کیا جاتا ہے جیسے پڑھنے میں حذف ہے کیونکہ اسکا استعمال بکثرت ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ بسم اللہ مجریھا
و مرسٰھا۔ اور قولہ تعالیٰ۔ انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں بھی سورتی مشابہت کی وجہ سے حذف ہے اگرچہ یہ صرف ایک مقام پر
ہے اور جہاں کثرت نہو وہاں حذف نہیں ہوتا جیسے اقرأ باسم ربک۔ اگر کہو کہ جیسے بسم میں کثرت استعمال سے حذف ہے اسی طرح چاہیے
کہ باللہ و بالرحمن و بالرحیم میں حذف ہو جواب یہ کہ خط مصحف ایک خط خاص ہے جسکو خط عروضی پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔ حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو صاف حرفوں میں لکھا تو وہ بخشا گیا (رواہ البیہقی) اور یہ قول بمنزلہ حدیث کے ہے

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے قیاس سے ایسا نہیں فرما سکتے ہین چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسکے مانند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہاں اُسمین بشارت ہے کہ جو شخص اس طرح لکھے وہ بخشا جائیگا ۔ (ابونعیم وابن اشتہ) اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے عاملون کو لکھا کہ تم مین سے جو شخص بسم اللہ لکھا کرے تو الرحمٰن کو بڑا کھینچکر لکھا کرے (ابن اشتہ) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکروہ تھا کہ بسم اس طرح لکھے کہ سین کے دندانے ظاہر نہون ۔ حضرت عمرو بن العاص کے کاتب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط مین بسم اللہ بغیر دندانہ سین کے لکھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کاتب کو مارا پس جب اُس سے پوچھا گیا کہ تجھکو امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے کس بارہ مین مارا تو اُسنے کہا کہ مجھے سین کے بارہ مین مارا ۔ اور ابن سیرین رحمہ اللہ بھی اسکو مکروہ رکھتے تھے (ابن اشتہ) جس کام پر بسم اللہ کہے اُسی کے موافق وہان فعل مقدر ہوگا مثلاً بسم اللہ کرکے کھاتا ہون یا لکھتا یا پڑھتا ہون جیسے قرآن مین بسم اللہ کے واسطے تلاوت کرنا مقدر ہے (مسئلہ) قرآن مجید کے ختم مین بسم اللہ پڑھنے کی محافظت چاہیے کیونکہ جن علماء کے نزدیک بسم اللہ ہر سورہ کا جزو ہے تو اُنکے نزدیک ترک بسم اللہ سے ختم پورا نہوگا اور ہمارے نزدیک بھی نماز مین سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا احتیاطاً واجب ہے ۔ اور فتح القدیر مین کہا کہ یہی مختار ہے ۔ اور طحطاوی مین ہے کہ محققین کے نزدیک سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسرا سورہ ملانے مین بھی بسم اللہ پڑھ لینا مستحب ہے بشرطیکہ شروع سے کوئی سورہ ملاوے ۔ (مسئلہ) اگر چھبیسوان پارہ الیہ یرد علم الساعۃ سے شروع کیا تو شروع مین ضمیر بجانب حق عزوجل راجع ہے اور جب اُسنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھکر اسکو شروع کیا تو ضمیر کے مرجع مین وہم ہوتا ہے لہذا ایسے مقام پر پہلے بسم اللہ پڑھنا مؤکد ہے (السیوطی) حسن بصری سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایکسو چار صحائف کتب نازل فرمائے اور ان سب کے علوم کو توریت و انجیل و زبور و فرقان مین جمع فرمایا پھر علوم توریت و انجیل و زبور کو فرقان مین جمع کیا پھر علوم فرقان کو مفصل مین جمع کیا پھر علوم مفصل کو فاتحۃ الکتاب مین جمع کیا پس جو شخص فاتحۃ الکتاب کی تفسیر سے آگاہ ہو تو وہ جمیع کتب آسمانی کی تفسیر سے آگاہ ہوگیا (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) نسفی نے یہ روایت لکھکر بڑہایا کہ پھر علوم فاتحہ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مین جمع کیا اور بسم اللہ کے علوم کو اسکی بار مین جمع کیا اور بار کے یہ معنی کہ جو ہوا وہ میرے ہی ساتھ ہوا اور جو ہوگا وہ میرے ہی ساتھ ہوگا (المدارک) بعض نے کہا کہ بار کے علوم اسکے نقطہ مین جمع ہین ۔ مترجم کہتا ہے کہ ان اسرار کو علماء ربانیین کی سمجھ پر چھوڑنا چاہیے ۔ ف بعض اشارات عرائس البیان کا لکھنا بھی مناسب ہے لیکن اسکی سمجھ کے واسطے کسی مرتبۂ تقویٰ پر پہونچنا ضرور ہے ورنہ عوام کی سمجھ سے بہت سے معارف دقیقہ عالی ہوتے ہین اور اسکی نظیر یہ ہے کہ جو شخص حساب دنیا نقش وغیرہ سے واقف ہوجاوے تو اُسکے بعد وہ جبر ومقابلہ واقلیدس کو سمجھ سکتا ہے اور اگر ابتدا سے کسی دیہاتی یا پہاڑی آدمی کو جبر کو سمجھانا چاہو تو وہ کسی بیان سے نہین سمجھیگا لہذا ان مضامین کی تحریر مین یہ شرط ہے کہ جو شخص نہ سمجھے وہ اتنی مدت تک خاموش رہے کہ اسکو سمجھ حاصل ہو (سورۃ الفاتحہ) اسکا نام سورہ فاتحہ اسواسطے ہے کہ یہ اسرار کی مفتاح یعنی کنجی ہے حتی کہ جو شخص اسکے انوار تک پہونچا وہ بعض متشابہات کے اسرار پر واقف ہوگا (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) (ب) جو شخص خودی سے خارج ہوا اسکے واسطے بقاء (س) اہل انس کے لیے نور سناء (روشنی) ہے ۔ (م) اہل لغوت کے واسطے کشف ملکوت ہے یعنی جو لوگ ابھی اپنی خودی سے بالکل فانی نہون مگر صفات حق مین مستغرق ہون تو انکے واسطے عالم ارواح ملکوتی کا کشف ہوجاتا ہے یہ اسرار تو بنظر صفات ہین اور بنظر افعال یہ ہے کہ (ب) بر واحسان الٰہی جو اولیاء واسطے عام ہے یعنی کافر ومسلمان سبکو یہ احسان شامل ہے مثلاً اشارہ سے آگاہ کیا کہ رزق واموال دنیاوی مین اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی خصوصیت نہین رکھی ہے بلکہ وہ کافرون کو بھی دیتا ہے حتی کہ کفر کے ساتھ سلطنت باقی رہتی ہے مگر ظلم کے ساتھ باقی نہین رہتی اگرچہ ظلم ۔۔۔

مسلمان ہو حتی کہ اگر کافر کے تسلط مین جان و مال کے خطرہ سے حفاظت ہو تو سلطنت باقی رہنے کے آثار ہین اور اگر مسلمان بادشاہ کی سلطنت مین
جان و مال خطرہ مین ہو مثلاً قاضی رشوت خوار اور گواہ دو آنہ کا جھوٹا مکار ہو یا مانند اسکے تو سلطنت قائم نہین رہیگی پس اہل ایمان اس کلام کے
اسرار سے مکر شیطانی سے بچ گئے جو اکثر عوام کو دھوکا دیتا ہی کہ اگر تم حق پر ہوتے تو ساری دنیا تمھارے واسطے جمع کر دیجاتی اور اگر یہ لوگ جنکو تم کافر
سمجھتے ہو ناحق پر ہوتے تو انکے واسطے حکومت و غلبہ نہوتا یہ وسوسہ اسوجہ سے دور ہوگیا کہ اللہ تعالی کا دنیاوی انعام ہر شخص کے واسطے عام ہے
بلکہ جو لوگ معرفت مین ہوشیار ہین وہ دیکھتے ہین کہ حدیث شریف مین آیا تم لوگ جان رکھو کہ دنیا ملعون ہی اور جو کچھ اس دنیا مین ہی وہ ملعون ہی سوا ذکر
الٰہی اور دین پڑھنے و پڑھانے والے کے (ابن ماجہ وغیرہ) اور حدیث مین ہی کہ اگر اللہ تعالی کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر برابر ہوتی تو اللہ تعالی
اس مین سے کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ پینے دیتا (الصحیح) لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم باوجود جواہرات و خزائن کے کہ انکو سلطنت فارس و روم و شام و بخارا
و مصر و بربر کے جو ہزارون برس کے جمع کیے ہوئے تھے ہاتھ آئے تو انھون نے اس حقیر مال دنیا کو اچھی طرح نظر اٹھا کر نہین دیکھا بلکہ حقیقی نعمتہاے
آخرت کے طالب ہوے لیکن اسکی مثال یہ ہی کہ بیوقوف بچہ جسکو ابھی عقل حاصل نہین ہوئی مٹی کے پھول پر فریفتہ ہوتا ہی اور ذی ہوش اسکو محض لغو
اور رائگان سمجھتا ہی اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اس دنیا کو نجس و خوار سمجھکر بیزار ہوتے اور دل سے موت و آخرت کے طالب تھے پھر اگر کسی شخص کو
دیکھا جاوے کہ وہ کافرون کے مال و متاع کو نعمت اعلی سمجھکر دلی حسد سے دیکھتا ہی تو محض ناانصاف ہی گویا وہ آخرت و قرآن پر ایمان ہی نہین لایا
جبکہ کافرون کے واسطے عاقبت مین سواے عذاب شدید کے کچھ نہین ہی حالانکہ یہ بھی مخلوق الٰہی ہین تو وہ کیونکر چاہتا ہی کہ نجس و حقیر دنیا بھی انکو میسر
نہو بس یہ نقصان ہی کہ اسکے دل مین آخرت کا اعتقاد ٹھیک نہین ہی لہذا اللہ تعالی نے حقارت دنیا کی تنبیہ فرمائی - اور شیخ رح نے یہ اشارہ لکھا
کہ (ب) رزق وغیرہ سے احسان عام ہی - (س) سر الٰہی و خوشنودی خاص کے لیے ہی یعنی مومنین کے واسطے سرور ایمان ہے (م)
محبت الٰہی خاص الخاص محبین کے واسطے ہی یہ اشارہ از راہ فعل تھا پھر از راہ قبولیت بھی اشارہ ہی چنانچہ (ب) بدء عبودیت یعنی ابتداے
ظہور عبودیت بندہ مومن ہین (س) سر ربوبیت یعنی مومن پر کشف ربوبیت ہی (م) منت الٰہی جو ازلی مقبولین پر ہے - مترجم کہتا ہی کہ جیسے
اللہ تعالی نے فرمایا بل اللہ یمن علیکم ان ہدٰکم للایمان یعنی تم لوگ احسان مت جتاؤ بلکہ اللہ تعالی ہی تمپر منت و احسان رکھتا ہی کہ تمکو ایمان
کی ہدایت دی - اہل معرفت کے نزدیک ایمان سے بڑھکر کوئی نعمت نہین اور قرآن سے بڑھکر کوئی نعمت نہین چنانچہ حدیث مین ہی کہ جسکو
اللہ تعالی نے قرآن دیا پھر اسنے دنیا مین کسی شخص کو اپنے سے بڑھکر نعمت والا گمان کیا تو وہ بیوقوف بڑا ناشکر ہی (السنن) پھر از راہ کشف کے اس مین
اشارات ہین چنانچہ (ب) بہاے حسن ازل سے جلال عظمت مین ارواح عارفین باقی ہین (س) سناء ازل سے ہوا ہویت مین اسرار
سابقین منور ہین (م) مجد عظمت سے اہل وجد نازان ہین - بعض روایت مین آیا کہ (ب) بہاء الٰہی ہی (س) سناء الٰہی (م) مجد الٰہی ہے - بعض نے
فرمایا کہ بسم اللہ یعنی جن چیزون کا وجود ہوا ہی وہ اللہ تعالی ہی کے ساتھ ہی اور فنا بھی اسی کے ساتھ ہی اور اسی کی زینت سے ہر چیز
کی خوبی ہی اور اسی کے معیوب کرنے سے قبیح کو قبیح کہتے ہین - شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جب عارفین نے اپنے دلون سے سواے حق عز وجل کے
سب نکال دیا تو انکو خطاب ہوا کہ بسم اللہ کہو یعنی میرے ہی نام کی جانب منسوب ہو کر اللہ والے ربانی ہو جاؤ اور آدم علیہ السلام سے نسبت
مت لگاؤ - بعض نے فرمایا کہ جن بندون پر انوار قرآنی کا انکشاف ہو اگر شروع کتاب پاک باسم اللہ نہوتی بلکہ باللہ ہوتی تو انوار عظمت مین فنا
ہو جاتے اور سواے انبیا و اولیا رحمۃ اللہ علیہم کے کسی کی بقا ممکن نہتی (اللہ) یہ نام پاک ان اولیا کو منکشف ہوتا ہی جو مقام جمع مین متمکن
ہین کیونکہ یہ اسم ذات ہی اور دیگر اسماء حسنی اسم صفات ہین اور معرفت اسم ذات غیر ممکن ہی کہ اسکو سواے اللہ تعالی کے کوئی نہین

جانتا اُسکا کہنا و سننا و جاننا اُسی کی ذات مین منحصر ہے اور اسمین (آ) اشارہ انانیت و وحدانیت ہے یعنی خودی اُسی کی ذات کے واسطے
حق ہے اور کسی مخلوق کو خودبینی کی مجال نہین ہے اور بیان دو لام ہین لام اول اشارۂ جمال اور لام دوم اشارہ جلال ہے اور اسکی معرفت سے
سواے اُسکے کوئی آگاہ نہین ہے (ھ) اشارۂ ہُویت لا اِلٰہ الا ھو اور اسکی معرفت خود ہی خوب جانتا ہے اور مخلوقات جیسے اسکی ذات پہچاننے
سے معذور ہین اسی طرح ان اشارات سے محروم ہین لیکن الف انانیت سے موحدین کے دل پر تجلی وحدانیت فرمائی کہ وہ لوگ اکیلے اُسی کے
واسطے ہو رہے اور لام اول کی تجلی ازلیت عارفون کے دل پر انفراد ہے یعنی اُسی کے واسطے منفرد ہو گئے اور لام دوم کے جلال سے اسرار
محبین بحر عظمت مین غرق ہین اور ہا ہویت سے بندگان مقربین بمقام حیرت کمال ہین ہین مترجم کہتا ہے کہ حیرت عوام تو نفاق و کفر ہے و حیرت مقربین
کمال معرفت ہے۔ ف۔ شیخ شبلیؒ نے کہا کہ اللہ احد سواے حق عزوجل کے کوئی کہنے والا نہین ہے کیونکہ کمال عرفان مین بھی خلا سروح ہے حالانکہ
حقیقت کو خط کے ساتھ ادراک نہین کر سکتے شبلیؒ نے وقت موت کے اللہ کہا تو کہا گیا کہ لا اِلٰہ الا اللہ کہو فرمایا کہ اُسکے ساتھ کوئی ضد باقی نہین کہتا ہون
یعنی جسکو کسی غیر کی اُلوہیت کا وہم ہو تو وہ اُسکو دور کرے اور مین نے اسکا خیال بھی باقی نہین رکھا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے
میرے دل مین شرک کا وہم و خیال بھی نہین چھوڑا۔ بعض علماء نے کہا کہ اللہ ایسا نام پاک ہے کہ اس نام تک رسائی محال ہوگی اور جسکا نام ہے اُسکی
کنہ ذات تک رسائی محال المحال ہے پس مخلوق کو تنبیہ فرمائی کہ ذات و صفات حق کے واسطے شیطانی وسوسہ قبول نکرین جبکہ وہ نام حق سے عاجز
ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین آیا شیطان بندۂ مومن کے پاس آکر کہیگا کہ یہ کسنے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کیا حتی کہ کہیگا کہ اگر ان کو اللہ تعالےٰ
نے پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا پس جب وہ یہ وسوسہ لاوے تو لا اِلٰہ الا اللہ کہنا چاہیے (کمافی الصحاح) یعنی وسوسہ شیطانی کو دور کر کے
توحید الوہیت کا نور دل مین لاوے کہ اُسکی ذات و صفات اس سے اعلیٰ ہے کہ کوئی مخلوق بے حقیقت اُسکا ادراک کر سکے اسیوجہ سے
بہت سے احمق گمراہ جو تقدیر مین بحث کرتے ہین سخت احمق ہین کیونکہ تقدیر تو حکمت و علم الٰہی عزوجل ہے اور یہ دونون صفات عظمت ادراک
سے محال ہین تو وہ کیونکر یہ بھید سمجھ سکتا ہے اور عجب یہ کہ اسمین بحث کرنے والا وہ کافر ہوتا ہے جو ہنوز نور عقل سے محروم ہے اگرچہ وہ اپنے
حواس کو اپنے نزدیک عقل سمجھتا ہے حالانکہ عقل مخلوق نے خوب پہچانا کہ مین بیچاری ذرہ ناچیز کسی طرح حضرت خالق جل جلالہ کے افعال حکمت کا
ادراک نہین کر سکتی تو صفات مقدس کا ادراک بالکل محال ہے لیکن اس سے ظاہر ہوا کہ اگر یہ کافر عقل رکھتا ہوتا تو اُسکی عقل خود صاف یہ
عاجزی بتلا دیتی اور وہ ایسی واضح و بدیہی بات فوراً سمجھ جاتا حالانکہ یہ بیوقوف خالی جسم خاکی کے حواس پر جانور سے زیادہ حیثیت
نہین رکھتا پس اُسپر لازم ہے کہ پہلے صدق ایمان و توحید کے ساتھ نور عقل حاصل کرتا تاکہ مقامات معرفت مین پہونچتا۔ ف۔ بعض نے فرمایا کہ
الف اشارہ وحدانیت ہے پھر لام سے اشارہ کی نفی ہے یعنی کسی مخلوق کو اُسکی جانب اشارہ کی مجال نہین ہے کیونکہ اشارہ وہان محال ہے
اور لام دوم سے محو المحو ہے اور ہا مقام جمعیت کا انکشاف ہے بعض نے لطیفہ لکھا کہ نام الٰہی مین الف منفرد گویا اللہ تعالیٰ بذات خود تمام
مخلوق سے جدا ہے جیسے الف ابتداء مین کسی حرف سے نہین مل سکتا ہے ہان دوسرے حروف اس سے ملتے ہین جیسے تمام مخلوق کو اُسکی طرف
احتیاج ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اسماء الٰہی مین سے اسم اللہ ہی فقط ایسا نام پاک ہے کہ اس سے حرف حرف ساقط کرو پھر الوہیت باقی رہے
چنانچہ اللہ سے الف جدا کرو تو لِلّٰہ رہا پھر ایک لام جدا کرو تو لَہٗ رہا پھر دوسرا لام جدا کرو تو ھُو باقی رہا مترجم کہتا ہے کہ اشارہ سابق کا تتمہ یہ ہے کہ [illegible]
بعد اُسکے محتاج مخلوق کو پردہ نزول مین اتصال ہے پھر بھی لام ثانیہ پر الف منفرد ہے پس وہ کسی سے نہین ملا اور نہ کوئی اُس سے
ملسکا ہے جیسا اعتقادین مصرح ہے حالانکہ مقام جمعیت نزول مین نصوص آیات و احادیث متشابہات ہین یہی عدل کی راہ مستقیم ہے

حتی کہ درحقیقت وہان اتصال بالانفصال کا تصور ہی محال ہے بعض علمانے اشارہ ہدایت مین کہا کہ بسم اللہ مین ب با ب اسرار ہے سین
رسالت ہے میم ملک ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اسمین اشارہ ہے کہ باسم الٰہی قلوب عارفین نور حیرت مین ہین اور باسم الٰہی عالمون کو معرفت
صفات تک رسائی ہے اور باسم الٰہی مومنون کو آیات وحدانیت مشاہدہ ہین۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ بسم اللہ ایک تریاق ہے جو اللہ تعالیٰ نے
مومنون کو زہر شیطانی دور کرنے کے لیے عطا فرمایا حتی کہ دنیا کا زہر اور کھانے پینے وغیرہ جمیع اشیا مین سے اثر شیطانی کا زہر دور ہوجاتا ہے
مترجم کہتا ہے کہ بسم اللہ کے فضائل واحکام بیان مین نے کچھ اشارہ کیا ہے اسکو یاد کرکے یہ مقام سمجھ سکتے ہو۔ حضرت سہل بن عبداللہ رح نے فرمایا
کہ اللہ ہی اسم اعظم ہے جسنے سب اسماء وصفات کو گھیر لیا ہے اور اسکے لام مین کے درمیان ایک حرف مخفی کہ غیب در غیب ہے یا سر السر ہے
یا حقیقت الحقیقت ہے وہان تک رسائی سوائے اسکے کسی شخص کو حاصل نہین جو ہر طرح کے میل کچیل سے پاک اور حلال کے سوا مکروہات
سے دور اور فرائض ایمان پر اچھی طرح قائم ہے یعنی اتباع شریعت وسنت پر مستقیم ہے۔ بعض نے فرمایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ کا نام نقط لفظ وحروف مین
کہا تو اللہ تعالیٰ لفظ وحروف واوہام سے پاک ہے پھر اسکی قبولیت محض رحمت ہے کیونکہ جب اسکی توحید تک حال وقال سے رسائی نہین تو عین
رحمت سے بندون کا عذر قابل پذیرائی ہے۔ روایت ہے کہ شیخ ابو الحسن النوری برابر ایک ہفتہ تک بے خواب وخورش کے حالت جذب مین
اپنے حجرے کے اندر اللہ اللہ کہتے پھرتے تھے جب یہ خبر شیخ جنید رح کو پہونچی تو پوچھا کہ بھلا اوقات نماز کے پابند ہین یا نہین ہین لوگون نے عرض
کیا کہ ہان وہ فرائض پنج اپنے اوقات پر ادا کرتے ہین لیکن کھانے پینے وغیرہ کا کچھ ہوش نہین ہے یہ سنکر شیخ جنید رح نے فرمایا کہ الحمد للہ کہ شیطان
نے اسپر بالکل قابو نہین پایا پھر لوگون سے کہا کہ چلو انکی زیارت کرین شاید ہمسے انکو یا انکو ہم سے کوئی فائدہ پہونچے جب شیخ ابو الحسن
کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ اسی حال مین آشفتہ ہین پھر شیخ جنید نے پوچھا کہ کیا حال ہے شیخ ابو الحسن نے کہا جو مین کہتا ہون وہ تم بھی کہو
شیخ جنید رح نے کہا کہ اس آشفتگی سے کیا نفع ہین ذرا غور کرو کہ اگر تم سے یہ نام پاک کہلایا جاتا ہے تو تم اسکے کہنے والے نہین ہو
اور اگر اپنے ذوق وشوق سے کہتے ہو تو اس مین نفس کی خوشی پوری کرتے ہو اور نفس کا ساتھی اخلاص سے دور ہوتا ہے یہ سنتے ہی شیخ
ابو الحسن جوش سے ہوش مین آگئے اور کہا کہ مین اپنے ادب فرمانے والے کا شکریہ ادا کرتا ہون (الرحمن) رحمت عام ہے چنانچہ اولیا کے
واسطے اس رحمت سے معرفت اسماء وصفات جمال وجلال ہے اور ابدال وصدیقین کے واسطے انکے لائق مرتبہ قرب کمال ہے اور عام
مخلوق کے واسطے فیض خلق ہے جس سے انکے ہیکل جسمانی کی تربیت ہوتی ہے اور مومنون کے واسطے راحت روح ہے اور عارفون کے لیے
فرحت فتوح ہے جیسے اہل محبت کو نزہت اور شائقون کو بہجت اور گنہگارون کو امید مرحمت ہے (الرحیم) خاصان حق کے واسطے
خاص موہبت ہے اور اہل قرب کے واسطے مسرت ہے حتی کہ لغزش والون کے لیے عصا ہے شفاعت ہے الرحمن سے امن عذاب ہے
اور الرحیم سے نفیس ثواب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین بھی وارد ہے کہ کسی شخص کو اسکے اعمال جنت مین نہین لیجاوینگے (کما فی الصحیح) وقال
تعالیٰ ونجیناہ والذین آمنوا معہ برحمۃ منا یعنی ہمنے اسکو مع اسکے ساتھی مومنون کے اپنی طرف سے رحمت کے ساتھ مین نجات دی۔
ابن عطاؒ سے روایت ہے کہ الرحیم مین مودت ومحبت ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کے واسطے قبولیت ازلی رکھی ہے
لیکن دنیا مین اسکا ظہور دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ بدون ارادت کے جذب ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے واسطے واقع ہوا کہ وہ آگ کی غرض
سے گئے تھے اور وہان پیغمبری ملی دوم یہ کہ ارادت ہو اور بسا اوقات اسی مین فضیلت ہوتی ہے پس الرحمن الرحیم دونون اقسامون کو
محیط ہے (الحمد للہ) اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد حقیقی خود ادا فرما کر بندون کی عاجزی ظاہر فرمائی کیونکہ درحقیقت بندہ اسکی حقیقی حمد وطاعت سے

عاجز ہی اور اُنکو ادب سکھلایا کہ کوئی مناجات بدون تقدیم حمد کے لائق نہین ہی اور بتلایا کہ اُسکی حمد بندون پر فرض تھی جسکی تعلیم اُنپر احسان مزید ہی
واضح ہو کہ ادا ے حمد کے واسطے تین زبانین ہین ایک زبان جسمانی دوم زبان روحانی سوم زبان ملکی زبانی پس زبان جسمانی تو عام مومنون
کے واسطے ہی کہ دلی تصدیق کے ساتھ انعام واکرام الٰہی کا شکریہ زبان سے ادا کرین زبان روحانی خاصان حق کے واسطے ہی کہ وہ زبان
قلب سے بیشمار معارف وکرامات اور شکر کرتے ہین اور زبان ملکوتی زبان سری ہی جو خاص الخاص بندون کو مشاہرات قدس و مقامات قرب انس مین
شکر کے لیے حاصل ہوتی ہی پس ان بندون کے شکر مین بھی ایسا ہی عظیم تفاوت ہی جیسا اُنکی زبانون و مدارج کرامت مین ہی۔ اور حدیث مین
وارد ہوا کہ الٰہی مین تیری ثنا و صفت کا احصا نہین کر سکتا بلکہ تیری شان اُس کمال پر ہی جس طرح تو نے اپنی حمد فرمائی۔ شیخ ابو بکر بن طاہر
نے کہا کہ مخلوقات الٰہی مین ایسی کوئی چیز نہین ہی جسکو حمد الہام نہو۔ ابن عطاء نے کہا کہ الحمد للہ کہ اُسنے ہمکو حمد تعلیم کر کے احسان فرمایا۔
بعض مشائخ نے کہا کہ الحمد للہ کے یہ معنے ہین کہ الٰہی یہ تیری ہی شان ہی کہ تیرے سب صفات کمال وافعال محمود ہین (رب العالمین) واضح ہو
کہ عالم کے تین اقسام ہین ایک عالم محسوس یعنے جو حواس سے ادراک کیا جاتا ہی اور اُسکی صفت یہ ہی کہ ایک دوسرے سے بقدرت الٰہی موجود
ہوتا اور مرتا ہی پس یہ عالم ایک حال پر نہین رہتا بلکہ متغیر ہوتا ہی۔ دوم عالم جبروت کہ اُس مین ایک جہت محسوس ہی اور دوسری جہت غیر محسوس ہی
جیسے جن وغیرہ۔ سوم عالم ملکوت جو ایک دفعہ پیدا ہوا اور بتغیر کمی بیشی کے اپنے حال پر باقی ہی اسیطرح ترکیب انسانی مین بھی تینون اقسام پائے
جاتے ہین اسی واسطے انسان کو عالم صغیر کہتے ہین کیونکہ انسان مین جسم ظاہری محسوس فانی ہی اور روح وعقل وارادہ وغیرہ ملکوتی باقی ہی اور سوم
کی مثال ادراکات حواس وقوی ہین پھر اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے بندہ کو اُسکے مرتبہ و مقام کے موافق اپنی معرفت عطا فرمائی حتیٰ کہ اہل ارادت کو
بقدر ارادہ کے انوار واسرار سے تربیت فرمایا اور اہل محبت کو مناجات وخطاب سے سرفراز کیا اور اہل اشتیاق کو حسن وصال سے اور اہل عشق کو
کشف جمال سے اور اہل عرفان کو مشاہدہ لقا وانس سے اور اہل توحید کو مقام عین الجمع وجمع الجمع سے تربیت فرمایا۔ بعض نے کہا کہ رب العالمین
کی تربیت سب سے بہتر یہ ہی کہ اپنی حمد کے ساتھ گویا فرمایا۔ محمد بن علی الترمذی سے منقول ہی کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ بندون سے پہلے پہلے درجہ
نعمتون کا شکر ادا ہونا محال ہی پس بقدر امکان دن رات پانچ وقت نمازون مین الحمد للہ رب العالمین واجب کیا پھر جب اسپر بھی غفلت طاری ہوئی
تو غافلون نے یہ بھی چھوڑ دیا۔ بعض نے کہا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مین تنبیہ ہی کہ اُسی کی کمال رحمت سے ابتدا ہی اور الحمد للہ رب العالمین
اشارہ ہی کہ اُسی کی طرف انتہا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید اس بزرگ نے اس آیت سے نکالا کہ۔ وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین یعنی جب
اہل جنت اپنے مقام کرامت پر پہونچکر مطمئن ہونگے تو آخر کلمہ دعا یہی ہوگا کہ الحمد للہ رب العالمین۔ حارث محاسبی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
کتاب پاک کو حمد سے شروع کیا تاکہ مومنین ہر کتاب وخطاب ونیک کام پہلے حمد سے شروع کیا کرین کیونکہ یہ سب سے بہتر ہی۔ بعض نے کہا کہ جسنے
الحمد للہ رب العالمین کہا تو اُسنے حق عبودیت وشکر نعمت ادا کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ حدیث شریف سے بھی ثابت ہی اور اُسکے معنے یہ ہین کہ حقیقی
حمد کے سوا ے جس طرح حمد کرنا بندہ کے امکان مین ہی اُسنے پورا کیا۔ روایت ہی کہ جب آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو اُنھون نے الحمد للہ کہا اس سے
حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہی (الرحمٰن الرحیم) واضح ہو کہ سورہ الحمد مین یہ کلمہ صرف ایک مقام پر آیا کیونکہ بسم اللہ اسکا جزو
نہین ہی اور اگر بقول بعض علما اسکا جزو ہو تو بھی مکرر نہین کیونکہ اسمین اشارہ ہی کہ رحمت بہ نسبت غضب کے مکرر ہی اور یہ بھی اشارہ ہی کہ
جیسے بنام الٰہی شروع کرنا کہ وہ بصفت الرحمٰن الرحیم ہی اسیطرح حمد کا استحقاق الٰہی بھی ان صفات کے ساتھ ہی کہ وہ رب العالمین والرحمٰن الرحیم ہی
پھر اسکے ساتھ مالک یوم الدین بھی ملا دیا تاکہ بندون کو خوف ہو۔ بعض نے کہا کہ الرحمٰن اسم حقیقت اور الرحیم اسم صفت ہی۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا

یہ مراد ہو کہ الرحمٰن بھی اسم ذات ہو چنانچہ بعض علماء کا یہی مذہب ہو۔ ابراہیم خواص سے روایت ہو کہ جسنے اللہ تعالیٰ کو الرحمٰن الرحیم پہچانا تو اپنے واسطے
رحمت پر متوکل ہو کر اُسنے دنیا میں عام خلائق پر رزق و عافیت کی مہربانی فرمائی اور اُسکی صفت قدس میں کچھ تغیر نہیں ہوتا تو آخرت میں بھی مغفرت
و رحمت کا متیقن ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اگر کفار بھی اسپر یقین لاتے تو اُنکے واسطے بھی یہی فضیلت حاصل ہوتی لیکن وہ اسپر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ اور حدیث
میں ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ میں اپنے بندے کے ساتھ اُسی طرح ہوں جسطرح وہ میرے ساتھ آرزو رکھتا ہو (الصحیح) لہذا دوسری حدیث میں فرمایا کہ
مرتے وقت گناہوں کا افسوس اور مغفرت کی قطعی اُمید جب کسی بندہ کے دل میں جمع ہوتی ہیں تو وہ مغفرت سے سرفراز ہوتا ہے (الترمذی)
لہذا حدیث دیگر میں تاکید ہو کہ مرتے وقت قطعاً مغفرت کا اُمیدوار ہو جاوے (الصحیح) شیخ جنید رحمہ نے فرمایا کہ رحمت دو طرح ہو ایک رحمت لطف
یعنی کسی شخص پر بوجھ نہ ڈالنا بلکہ نرمی و سہولت کرنا اور دوم رحمت رأفت یعنی پیار کے ساتھ برتاؤ کرنا پس الرحمٰن سے رحمت لطف عام ہو اور الرحیم
پیار و رأفت ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا کون ہو تو بعض آیات میں فرمایا کہ الرحمٰن۔ اس سے ظاہر ہو کہ الرحمٰن کا لطف عام ہر مخلوق
کے واسطے ہو اور رؤف رحیم خاص مومنوں کے حق میں دنیا و آخرت میں ہو بحکم قولہ تعالیٰ انہم رؤف رحیم۔ پس مومنوں کے واسطے دنیا میں
عام لطف میں بھی شمول ہو اور خاص رأفت بھی ہو جو آخرت میں اُنکے واسطے مخصوص ہو۔ (مالک یوم الدین) اسم مالک حاضرین بارگاہ و ساجدین
کے لیے اُمید ہو اور سرکش کافروں کے لیے خوف ہو دنیا میں جو بندے اپنے مالک کی طاعت میں نفس حقیر کی کلفت اُٹھاتے ہیں اُن کے لیے
آخرت میں مشاہدہ و کرامت ہو اہل محبت جو دنیا میں درد و غم کا وبال اُٹھاتے ہیں مالک جزا نے اُنکے لیے جمال و جلال مہیا فرمایا ہو اہل صدق کو
اگر دنیا میں صدق کی تلخی برداشت کرنا پڑی تو آخرت میں راحت جنت ہو۔ ابن عطاء نے کہا کہ قیامت میں ہر قسم کے لوگوں کو اُنکی نیت و ہمت
کے موافق جزا عنایت ہو گی پس عارفین کے لیے مقام قرب و دیدار ہو اور عابدین کے لیے اُنکے کام سے بہتر عیش جنت کا سامان ہو اور یہ حقیقت
مالکیت دنیا کا ظہور ہو یعنی دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا مالک ہو لیکن کافروں کو نہیں سوجھتا مگر آخرت میں ظہور ہو گا کہ اُس مالک نے
اُنکو جہنم کے واسطے پیدا کیا تھا تو دنیا میں بھی مالک کے قبضہ سے تجاوز نکر سکے وقال تعالیٰ۔ ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب
لا یفقہون بہا الآیۃ یعنی جہنم کے واسطے ہمنے بہت سے جن و انس پیدا کیے ہیں جنکے دل ایسے ہیں جنسے کچھ سمجھ نہیں پاتے آخر تک
چنانچہ آخر میں فرمایا کہ یہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں بخلاف اُنکے مومنوں کے مالک ہونے کا ظہور قیامت میں درجات ہیں چنانچہ بعض مشائخ نے
کہا کہ وہی عابدین کا مالک ہو کہ اُنکو اپنی خدمت عبادت میں لگایا کہ قیامت کے روز عطاے جنت کے ساتھ اُسکا اظہار فرمایا اور عارفین کا مالک ہے
کہ اُنکو تجلی عطا فرمائی اور اہل وجد و محبین کا مالک ہو کہ اُنکو آیات قدرت پر فریفتہ فرمایا اسی طرح اقسام متقین سب اُسکے قبضہ قدرت میں
ہیں کہ امتحان دنیا میں ہر ایک کو اُسکے مرکز کیجانب پھیرا اور آخرت میں کافروں کو بھی مشاہدہ ہو گیا جب سے اُنکو عذاب کے غم نے گھیرا کما قال تعالیٰ
ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین۔ چنانچہ اسکی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بیان آویگا (ایاک نعبد و ایاک نستعین) بیضاوی نے لکھا کہ ایاک نعبد
میں بندہ نے عبادت کا کام اپنی طرف منسوب کیا یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو اُسکو وہم ہوا کہ ایک تو یہ فعل مجھسے صادر ہوا دوم
میری ہی قدرت کا شمار ہو تو اُسکے بعد ایاک نستعین کہا کہ عبادت بھی بدون تیری توفیق کے ناتمام ہو بلکہ شیخ نے عرائس میں خوب کہا کہ جیسے یہاں
ہم تیری ہی معونت سے اپنی ہستی کے لائق تیری ہی عبادت کرتے ہیں ویسے ہی اپنی طاقت و قوت سے نہیں کرسکتے ہیں بلکہ تجھی سے استعانت
مانگتے ہیں بلکہ مترجم کہتا ہو کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور چونکہ ہمارا اور ہمارے فعل کا پیدا کرنے والا تو ہی ہو تو تجھی سے استعانت چاہتے ہیں
کہ تیری توفیق سے ہم میں نیک کام پیدا ہوں۔ شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے عبادت جب ہی خالص ہو گی کہ بدلے کی اُمید نہو

عبادت اسواسطے نہو کہ ہمکو جنت ملے یا دوزخ سے نجات ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ایک حدیث نقل کی جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے سامنے ایک اعرابی نے کہا تھا کہ مین تو اپنے رب کی عبادت اسلیے کرتا ہون کہ جنت پاؤن اور دوزخ سے بچون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے اُسکو منع نہین کیا پس مراد یہ ہے کہ عبادت تو خالص اللہ تعالی ہی کے واسطے ہو اور اسکے ضمن مین ثواب کی اُمید مضمر ہو اور کوئی شخص دوزخ
یا جنت کی عبادت نہین کرتا پس حاصل یہ ہوا کہ جو شخص رضاے الٰہی عزوجل کے واسطے عبادت کرے کہ وہ مستحق عبادت ہے اور یہ بھی اُمید رکھے
کہ اُسکی رضامندی سے مجھکو دوزخ سے نجات ہوگی اور جنت ملیگی تو مضائقہ نہین شیخ نے کہا کہ خلوص عبادت مین ضرور ہے کہ دل کی نگہداشت
ہو کہ اللہ تعالی کے لیے سجدہ کرنے مین دوسرون کے تصورات نہ گذرین اور اُسی سے بڑا درجہ ہے کہ مشاہدہ کا پردہ کھلے تاکہ نفس کے خطرات سے
کچھ نجات ہو شیخ سہلؒ نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ تیری ہی ہدایت سے تیری عبادت کرتے ہین اور تجھی سے استعانت چاہتے ہین کہ عبادت پر
ہماری دستگیری فرمائی جاوے تاکہ ہم ادا کر سکین۔ انطاکیؒ نے کہا کہ اللہ تعالی کی عبادت چار طور سے ہوتی ہے رغبت سے خوف سے حیا سے
محبت سے اور انمین جو عبادت محبت ہو افضل ہے پھر وہ جو حیا ہو پھر وہ جو خوف ہو پھر وہ جو رغبت ہو۔ شیخ نے کہا کہ عبادت الٰہی
بندگان خاص کے واسطے تن کی راحت اور آنکھون کی قوت اور دل کا سرور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث مین وارد ہوا کہ میری آنکھون
کی ٹھنڈک نماز مین ہے۔ (مسئلہ) کیا عارف سے کسی مرتبہ پر پہونچکر عبادت ساقط ہو جاتی ہے جواب یہ کہ بعض گمراہون نے یہی زعم کیا
ولیکن اکابر اولیاء الٰہی کے کلمات صریح ہین کہ کبھی ساقط نہین ہوتی ہان بعض نے فرمایا کہ تکلیف ساقط ہو جاتی ہے اور اسکے یہ معنے ہین کہ عوام
مومنین تو تکلیف نفس کے ساتھ عبادت ادا کرتے ہین اور عارفین بدون تکلیف کے بلکہ راحت کے ساتھ کرتے ہین کیونکہ عبادت انکے واسطے
عین راحت ہے (اہدنا الصراط المستقیم) واضح ہو کہ جو بندہ اپنی خواہش پر قائم ہو وہ اپنے نفس کے ساتھ ہے اور جس شخص نے نفس کا ساتھ
دیا وہ مذموم جہنمی ہے چنانچہ علامات قیامت مین سے ایک حدیث مین فرمایا کہ اُسوقت حرص مال پر بخل ہوگا اور خواہش نفس کی پیروی ہوگی
اور آخرت چھوڑ کر دنیا اختیار کی جاویگی اور ہر شخص اپنے خیالات پر نازان ہوگا یہ ترجمہ حدیث پورا ادا نہین ہوا کیونکہ حدیث ایک کلام جامع ہے
جسکا پورا ادا کرنا محال ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا افرأیت من اتخذ الٰہه هواه یعنی بھلا تو نے ایسے شخص کو دیکھا جسنے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا
یعنی خواہش کا فرمان بردار ہے جو وہ کہتی ہے وہ کرتا ہے جیسے بندہ مومن اپنے رب عزوجل کا فرمان بردار ہوتا ہے کیونکہ اسنے اپنے نفس کو اپنے رب
عزوجل کے واسطے فروخت کر دیا بقولہ تعالی: ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم الآیۃ۔ اور جب اللہ تعالی نے اُسکا نفس خرید لیا تو
مومن کی خود کوئی خواہش نہین رہی بلکہ جو اللہ تعالی کی مراد ہے اُسی کی فرمان برداری کرتا ہے اور نفس کو اُسی کام مین لگاتا ہے چاہے نفس
کو گوارا ہو چاہے ناگوار ہو پس حاصل یہ ہوا کہ اپنی مراد چھوڑنا اور اللہ تعالی کی مراد پر قائم ہونا یہی ایمان ہے لہذا شیخؒ نے اہدنا الصراط المستقیم کے
اشارہ مین کہا کہ یہ ہدایت کی درخواست ہے یعنی الٰہی جو تیری مراد ہے اُس سے ہمکو آگاہ فرما اور راہ دیدے اسلیے کہ راہ مستقیم وہ روش ہے
کہ ارادۂ الٰہی کے موافق چلے اور اپنے نفس کا دخل چھوڑ دے تاکہ معارف عالیہ تک پہونچے لہذا اعلی اشارہ یہ ہوا کہ الٰہی ہمکو اپنی پسندیدہ
مراد پر چلا کہ ہمارے نفس کے دام یعنی جنت جو محل دیدار ہے عطا فرما۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بیان سے وہ امور مجمل رہے لیکن شیخؒ نے انکو
اجمال کیا کہ شریعت سنت مین ان اعمال کا صاف بیان ہے اور یہان سے معلوم ہوا کہ اس صراط المستقیم پر چلنے سے مقصود رضوان حق عزوجل ہے
کیونکہ یہ راہ جہان ختم ہوئی وہین مقصود حاصل ہے اور اس راہ مین خاک مٹی نہین ہے بلکہ مصالح انوار و اسرار کا ذخیرہ ہے جس سے کدورت جسمانی و
نجاست طبیعت زائل ہو کر محل قدس و منزلت کے لائق ہوتا ہے اور یہ انوار و اسرار جب ہی حاصل ہوتے ہین کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کے قدم بقدم مانند صحابہ رضی اللہ عنہم کے چلے یا آپکی شریعت پر قائم ہو کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم قمر رسالت کے روشن ستارے ہین کہ اُنکی اقتدا سے منزل مقصود پر پہونچ جاتا ہے اگرچہ ان ستارون کی طرح ہمہ تن روشن نہوں پھر ایک کے اجتہادی طریقہ مین نور ہے اور اسی طرح پر علماء مجتہدین ہین کہ سب کا مرکز قرآن وحدیث وجماعت صحابہ واجماع اُمت ہے اور کوئی اس مرکز سے متفرق وخارج نہین ہوا بلکہ اُسی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم پر قائم ہین بخلاف روافض وخوارج وغیرہ کے کہ یہ پھوٹ کر نکل گئے اور ہم لوگ بحمد اللہ سبحانہ تعالیٰ راہ سُنت وجماعت پر قائم ہین اسیواسطے ہمارے علماے مجتہدین حضرت جعفر صادق وابوحنیفہ ومالک وشافعی واحمد وسفیان ثوری وداؤد ظاہری وبخاری ومسلم وسابقین ولاحقین سب بالاتفاق حق پر ہین کیونکہ سب کا مرکز قرآن وحدیث وصحابہ رضی اللہ عنہم ہین پس ہر ایک نے بحکم الٰہی جو اجتہاد کیا وہ ثواب موعود کا مستحق ہے اور اُسمین کچھ کمی نہوگی یہان فضل الٰہی سے زیادتی کی کوئی انتہا نہین ہے پس خلوص نیت ثواب کے لیے جس پر عمل ہوا اللہ تعالےٰ قبول فرماویگا کیونکہ مقلد جو اپنی شامت اعمال سے جاہل رہا اور اُسنے میراث نبوت یعنی علم قرآن وحدیث مین لیاقت حاصل نہ کی تو لامحالہ وہ تقلید کریگا پس اگر بدنیتی سے مختلف اجتہادات لیتا پھرے تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے حتی کہ جو بدنیتی سے نماز پڑھی وہ مردود ہوگی پھر ثواب کہان سے پاویگا اور صراط المستقیم کا فائدہ جاتا رہا اور اگر نیک نیتی ہے تو بقدر خلوص کے جس اجتہاد پر عمل کرے ثواب کا ذخیرہ لیکر آگے بڑھے پس ہمارے نزدیک یہ سب موافق شان مومنین کے بھائی بھائی اور راہ حق کے رفیق اور جنت کے ساتھی ہین کیونکہ یہ سب ایک ہی راہ مین ایک ہی مقصد چاہتے ہین جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم متفق تھے اور ہرگز اُن مین دلی عداوت نہ تھی اور آخر مین اگر کچھ اختلاف ہوا تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے احکام شریعت پر تھا بدون اسکے کہ ایمانی بغض ہو اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے نور ایمان عطا فرمایا اُسکو یہ بات روز روشن کی طرح سامنے نظر آتی ہے پھر افسوس اُن فرقون کے حال پر ہے جو خوارج وروافض کی طرح جماعت سے پھوٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو گئے اور شیطان نے اُنکو دبا کر مسمار کر دیا۔ اور حدیث مین ہے کہ جو کٹ گیا وہ جہنم مین گیا پھر سوا ان بھٹکے ہوئے فرقون کے برابر باقی جماعت متفق چلی آتی تھی لیکن اس زمانہ مین یقین ومعرفت مین یہانتک کمی ہوئی کہ لوگون نے ظاہری صورت شریعت اختیار کی اور نور یقین کی کمی مین تاریکی چھائی تو اسمین پھر مین اُنکو مکر شیطان نظر نہ آیا حتی کہ ان مقلدون نے باہم حنفیہ وشافعیہ کو لڑایا اور ایک دوسرے سے دل مین غبار لانے لگے بلکہ بعض نے ایسے مسائل نکالے جس سے باہم ایک دوسرے کے پیچھے نماز مین تردد کرنے لگے جو دین کا رکن اعظم ہے اس سے بھی بڑھکر اس زمانہ مین مقلدون وغیر مقلدون کا نفاق بدرجہ عداوت پہونچا جو شرعًا حرام ہے حالانکہ یہ اختلاف چند مستحبات کے پیچھے واقع ہوا پس یہ جہالت غور کے قابل ہے کہ حرام کے مرتکب ہوتے ہین کچھ تردد نہ ہوا اور یہ بھی نہین سمجھے کہ یہ اعمال تو راہ مین ذخیرۂ ثواب حاصل کرکے مقصود تک پہونچنے کے لیے تھے تو اُنکی یہ مثل ہے کہ دو شخص گھاٹ پر پانی پینے کے واسطے جاتے ہین اور راہ مین باہم سامان پر تکرار کرکے گھڑے پھوڑے اور وہین بیٹھ کر لڑنے لگے پس ان لوگون کو لازم ہے کہ اپنا یقین آخرت درست کرین تاکہ نور ایمان سے یہ فساد رفع ہو اور اپنی موت کے واسطے سامان مہیا کرین کیونکہ عذاب آخرت ومنزل گور سخت خطرناک ہے اللہ تعالیٰ کل عذاب سے نجات عطا فرماوے اور ہم سب کو صراط المستقیم پر چلاوے آمین بعض مشائخ نے فرمایا کہ اهدنا الصراط المستقیم سے دعا کرنے مین مرکوز ہونا چاہیے کہ الٰہی ہمکو راہ معرفت عطا ہو کہ ہم تیری خدمتگذاری پر اچھی طرح قیام کرین۔ اور واضح ہو کہ خلوص سے دعا کرنے والے بندہ کو جب اللہ عزوجل نے صراط المستقیم پر پہونچایا تو راہ شکر وفناے نفس اور وصول بخدمت اور انقطاع بدعت ونجاست شرک خفی ونجات فتنہ حواس سب حاصل ہوجاتا ہے شیخ جنید رحمہ نے فرمایا کہ درخواست ہدایت کا بھید یہ ہے کہ جب بندہ پر ایمان کی معرفت سے صفات قدسیہ کا مشاہدہ طاری ہوا تو اُنھون نے آداب عبودیت کی درخواست کی تاکہ کامل بندگی سے درجۂ کمال پر فائز ہو۔ شیخ شبلی وغیرہ نے کہا کہ راہ اولیا واصفیا کی درخواست کی اور وہ

اسلام ہے شیخ حسینؒ نے کہا کہ بعد ایمان کے اس درخواست کے یہ معنے ہین کہ جیسے تو نے معرفت توحید عطا فرمائی اسی طرح طاعت توحید عنایت ہو۔ (صراط الذین انعمت علیہم) یعنی جن لوگون پر تو نے معرفت کا انعام فرمایا کہ اُنھون نے ادب کے ساتھ اچھی طرح خدمت ادا کی اُنھین کی راہ عنایت ہو اور وہ ایسے لوگ ہین جنکو یقین کامل اور صدق دائم حاصل ہے اور نفس و شیطان کے مکر و مکائد سے آگاہ ہین اور انوار صفات سے متصف ہین اور عبودیت مین اُنکو استقامت نصیب ہے یہ لوگ انبیا و صدیقین و شہدا و صالحین ہین۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ اُنپر انعام اس طرح تھا کہ اُنکو راہ کے مہلکہ اور نفس و شیطان کے مکر سے آگاہ کیا۔ بعض نے کہا کہ اُنکو علم معرفت و فقہ اسرار عطا کی گئی تھے کہ اُنھون نے نعمت سے نظر اُٹھا کر منعم کو پہچانا اور ازلی سعادت پر شکر گذار ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر پر راضی ہوئے اور خواہش نفس چھوڑ کر عہد شریعت پر قائم ہوئے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اہل نعمت وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اُنکو نفس کی خودی سے فنا کر کے اپنی طاقت و حیات سے باقی رکھا اور مکر شیطان و نفس اُنپر تسلط پانے سے روکا گیا حتے کہ وہ رضوان حق عز و جل تک پہونچے اور اُنکی صفات مین سے یہ ہے کہ ہر خدمت مین ادب کی حفاظت کرتے ہین اور ظہور انوار شہود کے وقت احکام عبودیت و ادب مین خلل نہین ہوتا۔ (غیر المغضوب علیہم) شیخ ابو عثمانؒ نے کہا یعنی اُن لوگون کی راہ سے پناہ ہو جنپر تو نے غضب کیا پس اُنکے قلوب محفوظ نہ رہے حتیٰ کہ وہ یہودی ہو گئے۔ ابو العباس دینوریؒ نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہین کہ وکالت و ولایت الٰہی نے اُنکو خود اُنکے بھروسہ پر چھوڑ دیا اور جو کوئی اپنے نفس کے بھروسہ پر چھوڑ گیا وہ برباد گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث مین دعا سکھائی کہ الٰہی ہمکو ہمارے نفس کی وکالت مین نہ چھوڑیو کہ وہ ہمکو نیکی سے دور اور بدی سے نزدیک کرے۔ بعض نے فرمایا کہ حرام کمائی والے تو غضب مین گرفتار ہین لیکن جو لوگ حلال کمائی مین اس غرض سے مشغول ہون کہ اُنکے نفس کی خواہشین پوری ہون تو یہی در حقیقت گمراہ ہے (والضالین) اور نہ اُن لوگون کی راہ جو بھٹک گئے شیخ ابو عثمان کے قول مین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت مین مخلوقات کے قلوب ہین پس جب اُسنے اُنکے قلوب کو اپنے حفظ مین نہین رکھا تو کج ہو کر برگشتہ و نصرانی ہو گئے شیخ نے کہا کہ جو لوگ طریقہ سنت سے مخالف ہو کر اپنے اختراعی طریقہ مین پڑے لیکن استدراج کے طور پر عالم سفلی یعنی مادیات مین سے کچھ کشف کیا گیا تو وہ اپنے آپ کو عالی درجہ مقبولیت مین سمجھے کہ اُنسے کرامت سرزد ہوئی حالانکہ وہ شیطانی مکر مین گرفتار ہو کر گمراہ ہین اور حقیقت معرفت و مشاہدۂ حق سے محجوب ہین اور اپنی خواہشون کے میدان مین بھٹکتے پھرتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اسمین اشارہ ہے کہ کرامت مقبول و استدراج مردود ہین امتیاز کرنا ہر شخص کا کام نہین ہے اور عالم سفلیات مین سے کسی امر کی خبر دینا مثلاً فلان شخص نوکر ہو جائیگا یا مسافر آ جائیگا یا فلان مقام پر یہ واقعہ ہے یا مانند اسکے دیگر امور کچھ کرامت کی دلیل نہین ہین بلکہ عالم مادیات و شیطانی مین یہ ایسے لوگون کو بھی حاصل ہوتا ہے جو فی الجملہ ریاضت کو جوگیون کی طرح شیطانی طریقہ پر بجا لاوین اور یہ بکثرت مشاہدہ مین موجود ہے بلکہ عوام کے واسطے شناخت کا صرف یہ طریقہ ہے کہ جس شخص کی نسبت کرامت کا خیال ہو اُسکو ایک زمانہ تک تجربہ کرین کہ اگر وہ طریق شریعت و راہ سنت پر قائم ہے تو انوار حقیقت سے سرفراز ہے پس یہ امر اُسکی جانب سے کرامت ہے اور اگر وہ شریعت پر قائم نہین ہے تو نور حقیقت حاصل ہونا محال ہے شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جناب مین ہر مومن کے واسطے راہ ہو گئی ہے اور وہ راہ کسی طرح نہین کھل سکتی جب تک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر قائم نہ ہو اور شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ قول معروف ہے۔ خلاف پیمبر کسی رہ گزید + کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید[1] + یعنی جس شخص نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راہ اختیار کی وہ ہرگز کبھی منزل معرفت تک نہین پہونچیگا اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ روافض و خوارج مین سے کوئی شخص مرتبۂ معرفت پر نہین پہونچا کیونکہ

[1] دیگر مپندار سعدی کہ راہ صفا ۔ توان یافت جز در پئے مصطفیٰ ۱۲

صریح مخالف سنت ہین اور جو شخص خلاف شریعت وسنت ہو اگر اُس سے کوئی خرق عادت ظاہر ہو تو وہی شیطانی استدراج ہی اور چونکہ وہ شخص مردود ہی کر نفس وشیطان کے حوالہ ہوجاتا ہی تو شیطان اُسکو بہت سے کرشمے وصورتین دکھلاتا ہی جنکو وہ اپنے زعم باطل مین عالم ملکوتی کا کشف سمجھتا ہے چنانچہ آئندہ مقامات مین انشاء اللہ اسکی توضیح آویگی (تنبیہ) اس سورۂ مبارک کے اول مین ذکر حمد وثناے الٰہی ہی اور آخر مین گمراہون و مردودون کی راہ سے پناہ مانگنے کا بیان ہی پس اسمین اشارہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مین رجوع کرنا اور اُسکی حمد وثنا اور اپنی عاجزی و دعا کرنا تمام خوبیون کی اصل ہی اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے منہ موڑ کرنا فرمانیان کرنا اور اپنے نفس کی خواہشون کے پیچھے پھرنا تمام بدبختی وگمراہی ہی اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہم بندون کو اپنی رحمت سے راہ مستقیم راہ انبیا وصالحین کی ہدایت فرماوے اور اپنی قوت وقدرت کاملہ سے ہمکو ان یہودیون ونصرانیون وتمام کافرون وگمراہون کی راہ سے بچاوے آمین یا ارحم الراحمین -

سورۃ البقرۃ

قرطبی وسیوطی وغیرہ نے کہا کہ یہ سورہ مدنیہ ہی اور مدینہ مین ایک مدت کے اندر نازل ہوا - اور بعض نے کہا کہ مدینہ مین اول یہی سورہ نازل ہوا سوا اسکے آیات ربوا کے یعنی بیاج وسود کے احکام مین جو آیات نازل ہوئین وہ قرآن مین سب آخر ہین حالانکہ سورۂ بقرہ مین موجود ہین اور اسیطرح قولہ تعالیٰ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیہ - یہ بھی حجۃ الوداع مین یوم النحر کو مقام منیٰ مین نازل ہوا - اور اتقان مین مذکور ہے کہ سورۂ بقرہ کا نزول بعد ویل للمطففین کے واقع ہوا اور یہ بھی اتقان مین مذکور ہی کہ سورۂ بقرہ جو دوسو چھیاسی یا ستاسی آیات ہین کل مدینہ مین سوا ء دو آیتون کے اول قولہ تعالیٰ فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ الآیہ - اور دوم قولہ تعالیٰ لیس علیک ہداہم الآیہ - (الاتقان) اس سورہ کے فضائل مین یہی کافی ہی کہ قرآن مجید کی ترتیب لوح محفوظ کے موافق یہ سورہ تم سب سے مقدم دیکھتے ہو اور اس سے زیادہ متعدد احادیث وآثار صحیحہ ہین جن سے اہل ایمان کے نور کو ترقی اور دل کو فرحت ہوتی ہی چنانچہ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البقرۃ سنام القرآن اور اُسکی چوٹی ہی اُسکی ہر آیت کے ساتھ اسی فرشتے نازل ہوئے اور آیہ اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم - عرش کے نیچے سے لیکر اسکے ساتھ ملائی گئی اور فرمایا کہ یٰس قرآن کا دل ہی جو شخص کہ رضاے الٰہی ودار آخرت چاہتا ہو وہ یٰس کو پڑھے تو ضرور اللہ تعالیٰ اُسکی مغفرت فرمائیگا اور تم لوگ یہ سورہ اپنے مُردون پر پڑھا کرو (رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ) مترجم کہتا ہی کہ جیسے سورۃ البقرۃ اسکا نام ہی اسی طرح اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ البقرۃ بھی نام ہی اور یہی یٰس وسورۂ یٰس مین ہی ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ ہر چیز کے واسطے سنام ہی اور سنام القرآن سورۃ البقرۃ ہی اور اسمین ایک ایسی آیت ہی جو آیات قرآن کی سردار ہی وہ آیۃ الکرسی ہی (رواہ الترمذی) ذروہ یعنی چوٹی اور اسکے قریب سنام کے معنے ہین - حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے گھرون کو قبرین مت بناؤ جس گھر مین سورۃ البقرۃ پڑھی جاتی ہی اُسمین شیطان داخل نہین ہوتا (رواہ احمد ومسلم والنسائی والترمذی وقال حسن صحیح) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقابر مین قرأت قرآن نہین ہی اور شاید یہ مراد ہو کہ تم لوگ ایسے مت ہوجاؤ جیسے قبرون کے مردے ہوتے ہین کہ قرآن نہین پڑھتے ہین لیکن اس صورت مین ان لوگون کو تشبیہ دینا لازم آتا ہی یعنی تم لوگ اہل قبور کے مانند مت ہوجاؤ حالانکہ حدیث شریف مین گھرون کو قبور سے تشبیہ ہی لہذا معنے اول ظاہر ہین واللہ تعالیٰ اعلم - حضرت انسؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر مین سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہی تو جس وقت شیطان اسکو سنتا ہی تو گھر سے نکل جاتا ہی - (رواہ ابوعبید) مترجم کہتا ہی کہ اسکا بھید یہ ہی کہ شیطان سیاہ قلب تاریکی ہی اور یہ اُسکی ذاتی حالت ہی

اور اس سورۂ مبارک کا نور اُسکی ذات کے واسطے سو ہان روح ہے کیونکہ نور سے تاریکی مٹ جاتی ہے لیکن اُسکی ذات اس قابل نہیں ہے تو اُسپر یہ بہوت مرگ ہے۔ ف۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ شیطان جس گھر سے سورۂ بقرہ کی آواز سُنتا ہے وہان سے بھاگتا ہے (رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ وابوعبید والحاکم) اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تم مین سے کسی شخص کو ایسی حالت مین نہ پاؤن کہ وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے گیت گاوے اور سورۂ بقرہ کا پڑھنا چھوڑے حالانکہ جس گھر مین سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے اُس سے شیطان بھاگتا ہے اور سب سے چھوٹا وہ گھر ہے جو کتاب الٰہی سے خالی ہو (رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ وابن مردویہ) اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جس گھر مین سورۂ بقرہ پڑھی جاوے تو سوائے اسکے نہین کہ وہان سے شیطان بھاگتا ہے ایسی بُری حالت سے کہ اُسکی ریح نکلی جاتی ہے اور فرمایا کہ ہر چیز کے واسطے سنام ہے اور سنام القرآن سورۃ البقرۃ ہے اور ہر شے کے واسطے لباب ہوتا ہے اور قرآن کا لباب مفصّلات ہین (رواہ الدارمی) اور شعبی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص نے سورۂ بقرہ کی دس آیات کسی رات مین پڑھین تو اس رات اس گھر مین شیطان داخل نہ ہوگا از انجملہ چار آیات اول سورہ سے اور ایک آیۃ الکرسی اور دو آیتین اسکے بعد اور تین آیتین آخر سورہ سے ہین (رواہ الدارمی) اور دوسری روایت مین یون فرمایا کہ اس رات اس شخص کے پاس یا اسکے اہل وعیال کے پاس شیطان یا کوئی مکروہ چیز نہین آسکتی اور فرمایا کہ جس مجنون پر یہ آیات پڑھی جاوین اُسکو افاقہ ہوجائیگا۔ (الدارمی) مترجم کہتا ہے کہ جنون بس شیطان کی ایک قسم ہے کیونکہ شیطانی مادہ دخان ناری سیاہ ہے اور انسانی مادہ اُسکے مخالف ہے تو جب کبھی تقدیر الٰہی سے باہم لگاؤ ہوتا ہے تو انسان اس صدمہ سے مجنون ہوجاتا ہے حتّٰی کہ اطبا اُسکے علاج سے عاجز ہین لیکن اگر ایسا شخص ان آیات کو پڑھکر دم کرے جسکے صدق ایمان سے ان آیات کا نور عطا ہو تو اس نور کے صدمہ سے شیطانی اثر دور ہوجاویگا کیونکہ وہ اسکو متحمل نہین ہوسکتا جیسا کہ سابق مین بیان ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کے واسطے سنام ہے اور سنام القرآن البقرہ ہے اور جسنے یہ سورہ رات مین اپنے گھر مین پڑھا تو تین رات تک شیطان اُسمین داخل نہوگا اور جسنے اسکو اپنے گھر مین دن مین پڑھا تو تین دن تک اُسمین شیطان داخل نہوگا (رواہ الطبرانی وابن حبان وابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ تین راتون مع دن ہین اور تین دن مع راتون ہین اور یہ اُس نور کا بقائے اثر ہے پس جس قدر نور ایقان کے موافق بندہ کو نور تلاوت زیادہ حاصل ہوگا اُسی قدر زیادہ مدت تک شیطان کو مجال نہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیون کی ایک جماعت کو جہاد کے واسطے بھیجنا چاہا اور اُنپر سردار کرنے کے واسطے ہر ایک کو بلاکر اُس سے قرآن پڑھوایا پس جسقدر جسکو یاد تھا اُس قدر اُسنے سُنایا یہانتک کہ ایک نوجوان کی باری آئی جو ان سب مین چھوٹا تھا تو اُس سے پوچھا کہ اے لڑکے تیرے پاس کیا ہے اُسنے عرض کیا کہ اے رسول اللہ میرے پاس فلان وفلان سورتین ہین اور سورۃ البقرہ ہے تو فرمایا کہ کیا تیرے پاس سورۃ البقرہ ہے اُسنے عرض کیا کہ جی ہان تو فرمایا کہ جا تو ان سب پر سردار ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر ان مین سے ایک شخص شریف نے کہا کہ واللہ مجھے سورۂ بقرہ کا علم حاصل کرنے سے کوئی چیز مانع نہین ہوئی سوائے اسکے کہ مجھکو یہ خوف ہوا کہ شاید مین اسکے ساتھ قیام نہ کرسکون یعنی رات کو نماز مین اسکی تلاوت نہ کرسکون پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ قرآن سیکھو اور اُسکو پڑھو کیونکہ جسنے قرآن سیکھا اور اُسکی تلاوت کی اور اُسکے ساتھ قیام کیا یعنی نماز شب مین پڑھا تو اُسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک تھیلی مین مشک بھرا ہوا ہے کہ ہر جگہ سے اُسکی خوشبو اُڑتی ہے اور جسنے قرآن سیکھا اور وہ اُسکے دل مین محفوظ ہے مگر سو رہا تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک تھیلی مین مشک بھرا ہوا ہے مگر اُسکے منھ پر گرہ دی ہوئی ہے (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ)

اُسید بن حضیرؓ سے روایت ہو کہ ایک وقت ایک شخص رات میں سورۂ بقرہ پڑھتا تھا اور اُسکے پاس اُسکا گھوڑا بندھا تھا کہ ناگاہ وہ گھوڑا جولانی کرنے لگا تو وہ شخص پڑھنے سے خاموش ہوگیا تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا پھر وہ پڑھنے لگا تو پھر گھوڑا جولانی کرنے لگا پھر وہ خاموش ہوگیا تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا پھر وہ پڑھنے لگا تو گھوڑا جولانی کرنے لگا پس اُس نے سلام پھیر دیا کیونکہ اُسکا بیٹا جسکا نام یحییٰ تھا اُس گھوڑے کے قریب سوتا تھا تو وہ ڈرا کہ شاید اُسکو گھوڑے کا صدمہ پہونچے پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال بیان کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت اُسید بن حضیرؓ کا خود ہی یہ واقعہ ہے لیکن راوی نے نام ظاہر نہین کیا چنانچہ روایت مین ہے کہ جب صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن حضیر پڑھتا رہتا اے ابن حضیر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو یحییٰ پر خوف ہوا اور وہ گھوڑے سے قریب تھا پس مین سلام پھیر کر اُسکو اُٹھانے گیا پھر مین نے آسمان کو نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ مثل ظلہ ابر کے ایک چیز ہے جسمین مثل شمع سفید کے بہت سے چراغ روشن ہین پس وہ بلند ہوا یہانتک کہ پھر مین نے اُسکو نہ دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ یہ کیا تھا مین نے عرض کیا کہ نہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو تیری آواز قراۃ سُننے کے واسطے قریب ہوگئے تھے اور اگر تو پڑھتا رہتا تو برابر صبح تک رہتے کہ لوگ اُنکو دیکھتے اور یہ اُنسے پوشیدہ نہوتے (رواہ البخاری والبو عبید) مترجم کہتا ہے کہ ایک روایت مین آپ نے فرمایا کہ سکینت تھا پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید مین جو سکینہ نازل ہوا کما فی قولہ تعالیٰ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ الآیۃ۔ تو وہ ایک جماعت ملائکہ ہین واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور صحیح البخاری مین مذکور ہے کہ تلاوت قرآن مخصوص اہل ایمان کے واسطے ایک نعمت ہے جس سے ملائکہ محروم ہین حتیٰ کہ جب ملائکہ کسی بندۂ صالح کو تلاوت کرتے سنتے ہین تو آپس مین کہتے ہین کہ جلد آؤ کہ تمہاری مراد ملی اور نہایت خوشی سے سُنتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ کا یہ قول ایک حدیث صحیح مین وارد ہے اور حدیث مذکور مین بھی اشارہ ہے کہ نہایت شوق سے صبح تک سُنتے رہتے اور پوشیدہ نہوتے۔ چنانچہ بعض صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا ہی واقع ہوا چنانچہ شیخؒ نے لکھا کہ امام ابو عبید القاسم بن سلام نے اپنی اسناد کے ساتھ جریر بن یزید سے روایت کی کہ مجھسے بزرگان مدینہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ثابت بن قیس بن شماس کے گھر مین آج صبح طلوع ہونے تک برابر مصابیح چمکتے رہے پس آپ دیکھتے ہین کہ یہ کیا بات ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید اُسنے سورۂ بقرہ تلاوت کی ہو پس بعض لوگون نے جا کر ثابتؓ سے دریافت کیا پس ثابتؓ نے بیان کیا کہ ہان مین نے سورۂ بقرہ پڑھی تھی شیخؒ نے کہا کہ یہ اسناد جید لیکن مرسل ہے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا پس مین نے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم لوگ سورۂ بقرہ سیکھو کہ اسکا لینا برکت ہے اور چھوڑنا حسرت ہے اور اہل بطالت اسکی استطاعت نہین پاتے ہین (رواہ احمد و ابن ماجہ) اور اسکی اسناد حسن ہے۔ اور ابو امامہؓ کی حدیث صحیح مسلم مین بھی یہ فضیلت مذکور ہے شیخؒ نے لکھا کہ اہل بطالت سے شیطانی ساحر مراد ہین۔ ابو منیب نے اپنے چچا سے روایت کی کہ ایک شخص نے سورۂ بقرہ و آل عمران پڑھی پس جب اُسنے نماز پوری کی تو اُس سے کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تو نے بقرہ و آل عمران پڑھی تو اُسنے کہا کہ ہان تو فرمایا کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ ان دونون سورتون مین اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم موجود ہے کہ جب اُسکے ذریعہ سے دعا مانگی جاوے تو وہ فوراً قبول کیجاتی ہے اُسنے عرض کیا کہ آپ مجھے بتلا دیجئے کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ ہرگز نہین بتلاؤنگا اور اگر تجھے بتلاؤن تو شاید تو ایسی دعا کرے کہ جسکی وجہ سے مین اور تو دونون تباہ ہوجاوین (رواہ ابو عبید) ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم لوگ قرآن پڑھو کہ وہ قیامت کے روز اپنے لوگون کے واسطے شافع ہوگا اور تم زہراوین سورۂ بقرہ و آل عمران پڑھو کہ یہ دونون قیامت مین آوینگی گویا دو پارہ ابر یا دو چھتری یا دو پرا چڑیون

جھنڈ یا باہم پر ملائے ہوئے ہین کہ اپنے تلاوت کرنے والون کی طرف سے شفاعت وحجت کرینگی پھر فرمایا کہ تم لوگ سورۂ بقرہ پڑھو کہ اُسکا لینا برکت
اور چھوڑنا حسرت ہی اور اہل بطالت اُسکی استطاعت نہین پاتے ہین (رواہ مسلم واحمد) اور یہی معنی حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ مین بروایت احمد
ومسلم وترمذی موجود ہین ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمھارے ایک بھائی نے خواب مین دیکھا کہ لوگ ایک پہاڑ کے شگاف اور سخت چڑھائی پر چڑھتے
ہین اور اس پہاڑ کی چوٹی پر دو درخت ہرے بھرے آواز دیتے ہین کہ بھلا تم مین سے کوئی شخص سورۂ بقرہ پڑھتا ہی اور کوئی تم مین سورۂ آل عمران پڑھتا ہی
پس جب کسی شخص نے کہا کہ ہان تو دونون درخت اپنی گودون سمیت اُس سے نزدیک ہوجاتے ہین تاکہ وہ انسے لٹک جاوے پھر اُسکو سہارا
پر چڑھا لیتے ہین (رواہ ابو عبید باسناد جید) ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ ایک شخص نے جسنے قرآن پڑھا تھا اپنے ایک پڑوسی پر حملہ کر کے
اُسکو قتل کیا اور خود اُسکے قصاص مین مارا گیا تو قرآن برابر ایک ایک سورہ کر کے اُس سے جدا ہوتا جاتا تھا یہانتک کہ سورۂ بقرہ وآل عمران ایک جمعہ تک
باقی رہین پھر آل عمران بھی اُس سے جدا ہوگئی اور سورۂ بقرہ ایک جمعہ تک ٹھہری پس سورۂ بقرہ کو حکم پہونچا کہ میرے یہان قول بدلتا نہین اور مین
بندون کے واسطے کچھ ظالم نہین ہون پس سورۂ بقرہ بھی نکل گئی گویا ایک ابر عظیم ہی (رواہ ابو عبید بسند جید) اور شیخ ابو عبید نے اسکے یہ معنی
بیان کیے کہ یہ دونون سورتین اُسکے ساتھ قبر مین عذاب دفع کرتی تھین لیکن قاتل کے واسطے حکم الٰہی ہوا خونزدہ تھا اور وہ بدل نہین سکتا تو ناچار
ساتھ چھوڑ دیا واللہ اعلم یزید بن الاسود الجرشی سے روایت ہی کہ جسنے کسی دن سورۂ بقرہ وآل عمران پڑھی تو شام تک نفاق سے بری ہوگیا اور جسنے
رات مین دونون کو پڑھا تو صبح تک نفاق سے بری ہوگیا اسی واسطے یزید بن الاسود ہر روز رات ودن مین ان دونون سورتون کو بھی علاوہ
وظیفہ معمولی کے پڑھا کرتے تھے (رواہ ابو عبید بسند جید) اور سعید بن جبیر رضی سے روایت ہی کہ حضرت عمر بن الخطاب رض نے فرمایا کہ جسنے رات مین سورۂ بقرہ
وآل عمران پڑھی تو اولیاء قانتین مین لکھا جائیگا (رواہ ابو عبید) اور واضح ہو کہ سورۂ بقرہ منجملہ اُن سات سورتون کے ہی جنکو سبع طوال کہتے ہین
اور واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بجاے توریت کے مجھکو سبع طوال عطا ہوئین اور بجاے انجیل
کے مئین عطا ہوئین اور بجاے زبور کے مثانی عطا ہوئین اور باقی مفصلات سے مجھکو فضیلت عطا ہوئی (ابو عبید) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سبع طوال کو حاصل کیا وہ حبر ہی (ابو عبید واحمد) اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اُسکے
مثل روایت ہی (رواہ احمد) اور ابو عبید نے سعید بن جبیر سے قولہ تعالیٰ ولقد آتیناک سبعا من المثانی کی تفسیر مین روایت کیا کہ یہ سبع طوال ہین
یعنی سورۂ بقرہ وآل عمران ونساء ومائدہ وانعام واعراف ویونس ۔ اور مجاہد سے روایت ہی کہ سبع المثانی سبع طوال ہین ۔ اور یہی قول مکحول وعطیہ
بن قیس وشداد بن اوس ویحیی بن الحارث وغیرہم کا ہی شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ سورۂ بقرہ بلا خلاف مدنیہ ہی ۔ اور خالد بن معدان سورۂ بقرہ کو فسطاط القرآن
کہتے تھے بعض علماء نے کہا کہ اس سورہ مین ہزار اخبار وہزار اوامر وہزار نواہی ہین ۔ اور شمار کرنے والون نے اسکی دو سو ستاسی آیات کے کلمات
چھ ہزار دو سو اکیس شمار کیے جنکے حروف پچیس ہزار پانچ سو ہین ۔ اور عاصم بن ہرثمہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو مقابلہ کفار
سے پیچھے ہٹتے دیکھکر پکارا کہ اے اصحاب سورۃ البقرہ اور میرا گمان یہ ہی کہ یہ جنگ حنین کے روز واقع ہوا ۔ مترجم کہتا ہی کہ اُس روز لشکر کی قطار آگے
پیچھے تھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اصحاب مہاجرین وانصار تھے اور آپ کے آگے مکہ کے نو مسلم لوگ تھے جنکے دل مین ہنوز
ایمان کے معنے نہین سمائے تھے پس ان لوگون نے خیال باندھا کہ آگے بڑھکر ہم ہی لوگ قوم ہوازن کو بھگا دین تاکہ سہرا فتح ہمارے نام لکھی
جاوے اور یہ لوگ دو ہزار تھے پس اُنھون نے پیش قدمی کر کے ہوازن پر حملہ کیا اور ہوازن چار ہزار قوم تیر انداز تھے جنھون نے اپنے
مال ومتاع کو لشکر مین ڈال دیا تھا پس وہ لوگ بھاگے اور وہان موڑ کا راستہ تھا تو نظر سے پوشیدہ ہوگئے اور یہ لوگ لوٹنے مین مصروف

ہوگئے پس انکو کچھ خبر نہوئی یہانتک کہ دوسرے موڑ کی طرف سے ناگاہ ہوازن نے نکلکر انپر حملہ کیا اور تیروں کی بوچھار سے زخمی کر دیا پس اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو عباس رضی اللہ عنہ نے پکارا کہ ای اصحاب شجرہ اور ایک روایت میں ہے کہ ای اصحاب سورۃ البقرہ لبیں اُن لوگوں نے ہر طرف سے دوڑکر آنا شروع کیا شیخ نے کہا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو حنیفہ قوم مسیلمہ کذاب پر جو مرتد ہوگئے تھے مہاجرین و انصار کا لشکر بھیجا اور قوم بنو حنیفہ بہت کثیر تھی اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سردار تھے اور بنو حنیفہ وغیرہ میں سے بعضے مرتدین توبہ کرکے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوگئے تھے پس جب قتال سخت ہوا تو یہی لوگ بھاگنے لگے پس صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے باہم پکارنا شروع کیا کہ ای اصحاب سورۃ البقرہ تاکہ مہاجرین و انصار آگاہ رہیں کہ اُن میں سے کوئی نہیں بھاگا یہانتک کہ اللہ تعالے نے اُنکو فتح عطا فرمائی رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت ہے کہ جسنے آخر سورۃ بقرہ کی دونوں آیتیں رات میں پڑھیں تو وہ اُسکو کافی ہیں۔ (الصحاح) یعنے شب بیداری کے بجائے کافی ہیں اور انکی فضیلت انشاء اللہ تعالیٰ آخر میں بیان ہوگی جیسے آیۃ الکرسی کے فضائل اپنے موقع پر بیان ہونگے۔ اور حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب الٰہی سے دو آیتیں نازل ہوئیں جو خاتمہ سورۂ بقرہ ہیں پس جب وہ کسی گھر میں تین مرتبہ پڑھی جاویں تو یہ نہوگا کہ پھر شیطان اُس گھر کے پاس پھٹکے (الترمذی) اور صحیح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نماز شب میں سورۂ بقرہ و آل عمران سے زیادہ ایک رکعت میں پڑھا۔ اور اس قدر فضائل کافی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے موفق ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بنام اللہ الرحمن الرحیم شروع ہے

الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

یہ کتاب ہے اس میں شک نہیں ہے

الٓمٓ یعنی الف۔ لام۔ میم۔ کیونکہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کتاب الٰہی میں سے کوئی حرف پڑھا اُسکے واسطے ایک نیکی ہے اور وہ نیکی دس گونہ ہے اور میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے (رواہ الترمذی وقال صحیح) خلیل وابوعلی نے کہا کہ ہر ایک پر وقف کیا جاتا ہے اور بجائے الف کے ہمزہ مستعار ہے کیونکہ الف سے ابتدا متعذر ہے۔ ت س۔ فرقہ حشویہ نے کہا کہ انکے کچھ معنی نہیں ہیں۔ یہ قول مردود ہے کیونکہ اللہ تعالے نے مہمل سے خطاب نہیں فرمایا مشبہ نے کہا کہ یہ حروف ہیں بدلیل حدیث ابن مسعودؓ کے جواب دیا گیا کہ یہ غلط ہے کیونکہ حرف سے اصطلاح نحوی مراد نہیں جو پچھلے زمانہ میں قرار پائی ہے بلکہ حرف لغوی یعنی کلمہ مراد ہے لہذا مہمل کہنا مردود ہے جب فرقہ مرجیہ نے دیکھا کہ مہمل کہنا ممکن نہیں ہے تو اس فرقہ نے کہا کہ ظاہر کے خلاف معنی مراد ہیں جیسے مرجیہ فرقہ کے نزدیک عذاب کی آیتوں میں فقط دھمکی مراد ہے اعتقاد بھی مردود ہے اسواسطے کہ مرجیہ نے جو معنے قرار دیے وہ موضوع نہیں ہیں تو معنی حقیقی نہ ارادہ ہوئے اور جب معنی حقیقی نہ ارادہ ہیں تو معنی مجازی بھی نہ ارادہ ہیں کیونکہ مجاز تو حقیقت کے تابع ہوتا ہے اور رہا یہ کہ خلاف ظاہر جو چاہے بیان کرے تو قرآن مجید کے لیے یہ بات محال ہے کیونکہ ہر ایک کافر اس قسم کی تاویلیں بیان کرنے سے عاجز نہوگا۔ مرجیہ نے کہا کہ اگر معنے نہ لیے جاویں تو خطاب مہمل ہوگا جواب یہ ہے کہ خطاب اسوقت مہمل ہو جب کوئی فائدہ نہ نکلے اور ان آیات متشابہات سے ایمان مقصود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاما الذین فی قلوبھم

زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب
یعنی جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن میں سے متشابہ کے پیچھے پڑتے ہیں بخواہش فتنہ انگیزی اور بخواہش تاویل متشابہ کے حالانکہ سوائے
اللہ تعالیٰ کے کوئی اُسکی تاویل نہیں جانتا اور جو بندے علم ایمان میں مضبوط ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم اسپر ایمان لائے قرآن میں جو کچھ ہے
وہ کل ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو اہل عقل ہیں - مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ آیات
متشابہ سے مومنوں کا ایمان لانا مقصود ہے اور اسکی مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے - اور حدیث حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا میں آیا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی پھر فرمایا کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو قرآن کی آیات متشابہات کے درپے ہوتے ہیں تو جان لو
کہ یہ وہی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے زائغین فرمایا ہے پس اُن لوگوں کو دور رکھو (البخاری وغیرہ) اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص ساکن
بصرہ کو جو عذاب قبر وغیرہ کسی متشابہ میں گفتگو کرتا تھا سر پر دُرّے مارے آخر اُسنے کہا کہ یا امیر المومنین میرا کیا قصور ہے تو فرمایا کہ میں تیرے
سر کے حواس ٹھیک کئے کہ اے کمبخت تو اپنی ہستی سے زائد علم متشابہ میں گفتگو کرتا ہے اور مومنین بصرہ کو لکھ بھیجا کہ اس جاہل کو کوئی اپنے پاس
نہ بٹھلاوے - مترجم کہتا ہے کہ غالباً تم اس سے سمجھ گئے ہوگے کہ متشابہات صرف الٓمٓ والمٓر وحٰمٓ میں منحصر نہیں ہیں بلکہ عذاب قبر کی کیفیت
اور شہیدوں کی حیات آخرت اور جنت کے کھانے پینے وغیرہ راحت کی کیفیت اور اسی طرح عذاب جہنم کی کیفیت سب متشابہات
ہیں چنانچہ ایک شخص نے امام مالک رحمہ اللہ سے عذاب قبر کی کیفیت پوچھی تو آپ نے کچھ دیر سر جھکایا اُسکے بعد فرمایا کہ نفس عذاب قبر تو معلوم ہے
اور اُسکی کیفیت اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت میں مخفی فرمائی ہے اور اُسکا پوچھنا جہالت کی بدعت ہے پھر حکم دیا کہ اسکو نکال دو - مترجم کہتا ہے
کہ میں ایک مثال بیان کرتا ہوں کہ ایک پہاڑ میں ایک مادر زاد اندھا پیدا ہوا اور دوسرا عنین پیدا ہوا اور تیسرا تندرست ہے لیکن اُس پہاڑ میں
سوائے ساگ پات کے کبھی اُسکو ایسا پھل نہیں ملا جسکا مزہ شیرین ہو پھر ایک شائستہ شہر کا رہنے والا وہاں پہونچا اور اندھے سے ملاقات ہوئی
پس اُسنے کہا کہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کہ تاریکی سے نکل کر نور حاصل کرے اُسنے کہا کہ نور کیا چیز ہوتی ہے پس اُسنے اُس کے حق میں سمجھانا
دشوار پایا سوائے اسکے کہ سردی گرمی اور مزہ کے ذریعہ سے سمجھاوے اور یہ طریقہ حور وقصور ہے پھر عنین سے ملا تو وہاں حور وقصور کا بھی
طریقہ چھوڑنا پڑا کیونکہ وہ اس کیفیت سے کبھی واقف نہیں ہے پھر تندرست کے حق میں یہ سب آسان تھا لیکن وہ شیرینی کی کیفیت سے بالکل
واقف نہیں ہے پھر ایک دوسرے شہری نے اُسکو آگاہ کیا تو اُسنے اپنے ہادی سے پوچھا کہ ایک شخص بیان کرتا ہے کہ وہاں جلیبی و برفی وقند وشکر
نہایت لطیف بامزہ ہیں اور میں تو اُس شخص کو جھوٹا سمجھتا ہوں مگر آنکہ آپ مجھکو کچھ کیفیت سمجھاویں اُس مرد عاقل نے اپنے آپ کو متحیر دیکھا کہ
یہ شخص عجب جاہل ہے جو کیفیت کو باتوں میں ڈھونڈھتا ہے لیکن اُسنے دوسرے پہاڑ پر لیجا کر ایک بیر اُسکو کھلایا جو اُسنے کبھی نہیں کھایا تھا پھر
سمجھایا کہ جیسی کیفیت تو نے اسکے مزہ میں پائی اُسکو شیرین کہتے ہیں اور یہ شیرینی لطیف ترکیب سے شہروں میں بہت عمدہ بنائی جاتی ہے - مترجم کہتا
ہے کہ دار آخرت کی کیفیت ان جاہلوں کو کیونکر معلوم ہو سکتی ہے کہ جنہوں نے کبھی وہاں قدم نہیں رکھا ہے اور لامحالہ چند روز کی زندگی کے
بعد قطعاً جان جائینگے مگر اسقدر بے عقل ہیں کہ یہاں کفر وشرک و انکار میں مبتلا ہو کر وہاں کی عذابی کیفیت دیکھنا چاہتے ہیں کہ پھر اُس عذاب سے
رہائی کی کوئی راہ نہوگی اور یہ نہیں سمجھتے کہ حضرت خالق عز وجل جسکے عجائب قدرت وصنائع حکمت اس دنیا کے پہاڑوں جنگلوں وکھنڈلوں
وغاروں و دریاؤں میں بے انتہا ظاہر ہیں کہ عقل متحیر ہے بلکہ اُسکے وطن ہی میں ایک گھاس کی پتی اگر خشک ہو تو تمام دنیا کے مجتمع ہونے سے اُسکا ہرا
ہونا غیر ممکن ہے بلکہ اگر وہ اپنے جسم ہی میں خیال کرے تو جو ناخن کٹ گیا وہ جوڑنا محال ہے اور یہ بیان تو صرف ایک تنبیہ و مثال ہے تاکہ خالق عز وجل

کی کمال حکمت وقدرت سے آگاہ ہون تو صریح عقل یقین دلاتی ہے کہ اللہ عزوجل نے جو کچھ قرآن مجید مین فرمایا وہ حق ہے اور کمال احسان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری ہدایت کے واسطے بھیجا اور آپ نے بدون کسی تعلق دنیاوی کے ہمکو پاکیزہ راستہ بتلایا حتی کہ اہل سعادت وکرامت یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم درجۂ قبولیت پر فائز ہوئے جسکی شہادت رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ الآیہ ہے پھر طبقۂ صحابہ رضی اللہ عنہم واکابر تابعین رحمہم اللہ کے بعد معتزلہ وغیرہ احمق پیدا ہوئے جنہون نے ہماری اندھے وعقلون کے موافق اپنی رائے لگانی شروع کی کہ یہ کیونکر ہوگا اور وہ کیسے ہوگا اور تم خوب جانتے ہو کہ مر عاقل اُن کیفیات کو کس طرح ان لوگون کے حواس مین پیدا کرسکتا ہے اسی واسطے جب خوارج وروافض وغیرہ پیدا ہوئے اور اُنھون نے متشابہات آخرت مین کلام کرکے دیدار باری تعالیٰ عزوجل سے انکار کرنا شروع کیا تو سلف صالحین نے انکو پہچان لیا چنانچہ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ زائغین یہی حروریہ وسبائیہ ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ حروراء ایک قصبہ ہے جہان خوارج جمع ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے نکل کر پہلے پہل اسی مقام پر مخالفت کا جھنڈا اُٹھایا تھا آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ سے لڑائی موقوف کرکے پہلے حروریون کی جانب قصد فرمایا اور اُسکی وجہ یہ تھی کہ امیر معاویہ وشامیون کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور عقائد سنت مین کچھ کلام نہ تھا اگرچہ دنیاوی اُمور مین رنجش ومخالفت کی وجہ سے بدگوئی کرتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے کنبہ سے دشمنی کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نرغہ کرنے والون سے قصاص نہین لیتے ہین بخلاف حروریون کے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت کہتے کہ یہ قرآن سے پھر گئے اور اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو اعمال حسنہ کئے تھے وہ رد کرکے حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان مردود گمراہون پر حملہ کرکے تباہ کردیا لیکن حدیث مین ہے کہ جو بدعت نکالیگی وہ قیامت تک نہین مٹیگی چنانچہ یہ معجزہ صادق ہے کہ اب تک اُنکا نشان موجود ہے۔ اور سبائیہ سے مراد فرقۂ عبداللہ بن سبا یہودی ہے جو ظاہر مین مسلمان ہوگیا تھا اور چاہتا تھا کہ جیسے نصرانیون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مین اُلوہیت اعتقاد کی اسیطرح مسلمانون مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ اعتقاد پھیلا دے اور اتفاق یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج وغیرہ کے معاملہ مین بہت سی غیبی خبرین بطور کرامت اور بطور سماع نبوت بیان فرمائی تھین حتی کہ بہت سے اعراب تعجب کرنے لگے کہ وحی نہین آتی پھر آپ کیونکر یہ باتین بتلاتے ہین پس اس یہودی نے موقع پاکر خفیہ اُن لوگون مین یہ اعتقاد پھیلایا حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے غضبناک ہوکر قتل وجلانے کا حکم دیا مگر وہ مُنکر فرار ہوگیا اور فارس کے پہاڑون مین چھپا رہا مگر چند ہی روز کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک خارجی ابن ملجم مردود کے ہاتھ سے شہید ہوئے تب سے سبائیہ فرقہ معروف ہے چنانچہ طبقۂ تابعین رحمہم اللہ مین خوارج کو حروریہ کہتے اور روافض کو سبائیہ کہتے تھے۔ اور بعض سلف نے فرمایا کہ زائغین مین کل بدعتی داخل ہین جنھون نے اعتقاد سنت مین بدعت نکالی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے اور معتزلہ وجہمیہ وغیرہ بہتیر فرقے سب دیدار باری تعالیٰ عزوجل سے منکر ہین اور اللہ تعالیٰ کا یہ لطف عجیب ہے کہ یہ سب فرقے باہم ایک دوسرے کے نقیض ہین مثلاً خوارج تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منکر ہین مگر خلفاے سابقین رضی اللہ عنہم کا اقرار کرتے ہین اور روافض انکے نقیض ہین اور اہل سنت والجماعۃ سب سے الگ ہین بلکہ وہ اصل جماعت بطریقۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے سواد اعظم صالحین قائم ہے اور یہ مبتدعہ فرقے پھوٹ پھوٹ کر اپنی ٹکڑیان بناتے گئے الحاصل متشابہات کے بارہ مین اہل سنت کے اعتقاد میں یہی ہے جو سلف صالحین سے متواتر چلا آتا ہے۔ (تحقیق المقام) واضح ہو کہ متشابہات دو قسم ہین اول کلمات مقطعہ مانند الٓمّٓ وطٰسٓ وقٓ وغیرہ کے اور دوم وہ آیات جنمین حالات آخرت کا بیان ہے مگر اُنکی کیفیت متشابہ ہے مثلاً میزان اعمال لقولہ تعالیٰ ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ الآیۃ۔ وعذاب قبر واکل وشرب جنت وغیرہ انکی کیفیت کا علم نہین ہوسکتا پس قسم اول سے

تاویل

مقصود یہ ہے کہ ایمان لایا جاوے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہیں جیسا کہ آیت میں منصوص ہوا اور یہ ایمان لایا جاوے کہ انکی تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا لیکن جان لینا چاہیے کہ تاویل و تفسیر میں فرق ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ تاویل بھی ایک قسم کی تفسیر ہے اور تفسیر چار قسم ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تفسیر چار وجہ پر ہے ایک وہ تفسیر جسکو عرب اپنی زبان میں جانتے ہیں - دوم وہ تفسیر جسکے نہ جاننے پر کوئی معذور نہوگا - سوم وہ تفسیر جسکو علماء راسخین جانتے ہیں - چہارم جسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے حتیٰ کہ جو جاننے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے - اس اثر کو عبد الرزاق نے بسند صحیح روایت کیا - اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی کے مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نقل فرمایا اور ابن جریر نے - مثال قسم دوم قولہ تعالیٰ - ولسان الذی یلحدون الیہ اعجمی الآیہ - یعنی ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن عربی ہے اور قسم اول کی مثال جسکو عرب جانتے ہیں لغات و اعراب ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں حتیٰ کہ اس زمانہ میں بہت سے جاہل نصاریٰ بھی قرآن مجید کے غلط معنی بیان کرتے اور بہتان باندھکر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں - قسم سوم کی مثال علماء راسخین کے اجتہادات ہیں - اور قسم چہارم حروف متشابہ کی تاویلات ہیں پس کبھی عربی زبان جاننے والا یا عالم راسخ ایک آیت کی تفسیر جانتا ہے لیکن تاویل نہیں جانتا ہے کیونکہ تاویل کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ مآل الیہ الکلام یعنی انجام کو جو واقع ہو مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے آفتاب و ماہتاب و گیارہ ستاروں کو اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا پھر اسکی تفسیر تو معلوم ہے یعنی یہی معنی ہیں کہ آفتاب و ماہتاب و تارے سجدہ کرتے ہیں لیکن تاویل معلوم نہ ہوئی بلکہ اسوقت اتنا سمجھا گیا کہ یہ کوئی بزرگی ہے جو یوسف علیہ السلام کو عطا ہوگی پھر جب مصر میں حاکم ہوے اور وہاں ماں باپ و بھائیوں کو بلایا اور ملاقات کے وقت ان لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سلطانی تعظیم دی اور انکے سامنے جھکے تو اسوقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یا ابت ہذا تاویل رؤیای من قبل یعنی اے میرے باپ یہی میرے خواب سابق کی تاویل ہے - اور واضح ہو کہ متاخرین فقہاء میں تاویل کی اصطلاح بھی شائع ہوئی کہ ظاہر آیت کو کسی دوسری دلیل کی وجہ سے ظاہر سے پھیرنا مثلاً آیت وضو میں - اذا قمتم الی الصلوٰۃ الآیہ سے ظاہر ہے کہ جب نماز کا قصد کریں تب وضو واجب ہے لیکن حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر وضو موجود ہو تو حاجت نہیں پس تاویل آیت کی یہ ہوئی کہ جب تم بے وضو ہونیکی حالت میں نماز کا ارادہ کرو تو پہلے وضو کر لو تب جبکہ یہ بات معلوم ہوچکی تو جاننا چاہیے کہ قولہ تعالیٰ - وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ - اس آیت میں تاویل سے اگر معنی اول مراد لو تو کلمہ الا اللہ پر وقف واجب ہے چنانچہ جمہور علماء اہل سنت اسپر متفق ہیں کہ یہ تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور اسمیں کچھ بھی اختلاف نہیں ہے اور اگر تاویل کے دوسرے معنے اصطلاحی لیں جو علم سے ایک طرح کا استنباط کرنا تو کلمہ فی العلم پر وقف کریں یعنی ایسی تفسیر کو اللہ تعالیٰ و اسکے بندگان علماء جانتے ہیں اسی واسطے دونوں طرح اس آیت کی قراءت متواتر ہے - اور حضرت ابن عباس و مجاہد و ایک جماعت علماء راسخین سے باسانید صحیحہ روایت ہے کہ متشابہات کی تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے اور انھیں ائمہ صالحین سے باسانید صحیحہ بعض اشارات متشابہات کی بھی روایت ہیں چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (الف) آلاء الٰہی یعنی نعمتہائے غیر متناہی (لام) لطف الٰہی (میم) ملک الٰہی ہے اور دوسری روایت ہے کہ الم کی تفسیر میں کہا کہ انا اللہ اعلم یعنی میں اللہ خوب جانتا ہوں - اور تیسری روایت میں کہا کہ الم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ جبرئیل کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور اسی طرح حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے بھی بعض اشارات مروی ہیں - بالجملہ ائمہ علماء کا اجماع ہے کہ متشابہات کی تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا لیکن بعضے لطائف اشارات ہیں کہ عالم راسخ کی سمجھ میں آسکتے ہیں اور عالم راسخ وہ ہے جو اعتقاد صحیح جیسا صحابہ رضی اللہ عنہم تھے بلا تغیر دلی رسوخ کے ساتھ ظاہری اعمال سنت پر مستقیم ہو اور یہ از قسم فراست ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ - ان فی ذلک لآیات

للمتوسمین کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا منجملہ لطائف کے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا کہ حروف مقطعہ جو انتیس سورتون مین ہین بحذف مکرر چودہ حرف ہین - ا - ل - م - ص - ر - ك - ھ - ی - ع - ط - س - ح - ق - ن - جنکا مجموعہ نص حکیم قاطع لہ سر یعنی حکیم حقیقی کی جانب سے کتاب متضمن اسرار ہے - کشاف مین ہے کہ ان چودہ حروف مین غور کیا جائے تو اجناس حروف موجود ہین چنانچہ مہموسہ و مجہورہ مین سے نصف مہموسہ و نصف مجہورہ ہین چنانچہ ص - ك - ھ - س - ح مہموسہ ہین یعنی دس حروف مہموسہ مین سے پانچ مذکور ہین اور - ا ل - م ر ع ط - ق - ی - ن - یعنی اٹھارہ حروف مجہورہ مین سے نصف مذکور ہین - اسی طرح قسم شدیدہ و رخوہ مین سے نصف نصف مذکور ہین چنانچہ - ا - ق - ط - ك - چار منجملہ آٹھ کے شدیدہ ہین اور بیس رخوہ مین سے دس یعنی - ل - م - ر - ص - ھ - ع - س - ح - ی - ن - رخوہ ہین اسی طرح مطبقہ و منفتحہ مین سے نصف نصف ہین چنانچہ چار مطبقہ مین سے - ص - ط - مذکور ہین اور چوبیس منفتحہ مین سے بارہ - ا - ل - م - ر - ك - ھ - ح - ع - س - ق - ی - ن - مذکور ہین - اسی طرح مستعلیہ و منخفضہ مین سے نصف نصف مذکور ہین چنانچہ چہ مستعلیہ مین سے - ق - ص - ط - ہین اور بائیس منخفضہ مین سے - ا - ل - م - ر - ك - ھ - ح - ی - ع - س - ن - مذکور ہین - اور منجملہ چار حروف قلقلہ کے - ق - ط - مذکور ہین - اور تاریخ بخاری و تفسیر ابن جریر و روایت ابن اسحٰق مین باسناد ضعیف بعض یہودیون سے ایک قصہ آیا کہ اُنھون نے ان حروف کے اعداد سے اس اُمت کی مدت نکالی اور حق یہ ہے کہ ایسے اشارات سے اول تو فائدہ بہت کم ہے دوم یہ کہ کسی قسم کا اعتماد نہین ہو سکتا پس مختار یہ ہے کہ اس قسم متشابہات کی تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے اور ہم یقین کرتے ہین کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اور اسکے نازل فرمانے مین اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان خاص حکمت و اسرار ہین جنکو ہمارے عقول نہین پہونچ سکتے ہین - (بیان قسم دوم) یعنی عذاب قبر یا اکل و شرب جنت یا عرش وغیرہ کی کیفیت یا دیدار باری تعالیٰ جل شانہ - پس انکی نسبت اعتقاد صحیح یہ ہے کہ یہ حقائق واقعی موجود ہین اور متواتر احادیث مین صفات حق عزوجل مانند صعود و نزول و ضحک وغیرہ بغیر تاویل منصوص ہین اور علمائے سلف صالحین رضی اللہ عنہم نے بغیر بیان کیفیت کے اسی طرح ثابت رکھا تو ہم بھی اسیطرح ثابت رکھتے ہین پھر اگر وہم ہو کہ تم خالق کو مخلوق سے مشابہ کہتے ہو تو جواب یہ کہ ہرگز نہین کیونکہ ہم ان امور کو صفات آلٰہی عزوجل جانتے ہین اور کسی مخلوق کو اس سے مشابہ نہین مانتے ہین - امام راغبؒ نے مفردات مین لکھا کہ عرش کو کوئی بشر سوائے نام کے از راہ حقیقت نہین جانتا ہے یعنی یہ لفظ عربی بمعنی تخت ہے لیکن یہ لازم نہین آتا کہ اگر مخلوق کو سوائے لکڑی و سونے و چاندی کے تخت کے معلوم نہین تو یہ تخت بھی سونے کا ہو کیونکہ مخلوق کا علم بہت قلیل ہے جیسے مخلوق کو سوائے محسوسات عالم کے کوئی چیز محسوس نہین تو یہ لازم نہین کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہی سے ہو - تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً - اسی طرح مخلوق حقیر کے تصور مین تخت کی جو ہیئت متصور ہوتی ہے وہ عرش نہین ہے یا جیسے بعضے جاہلون نے گمان کیا کہ فلک اعلیٰ ہے یہ بھی گمان غلط ہے بلکہ اُسکی ماہیت سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہے پس اس قسم کے متشابہات مین بغیر تشبیہ کے ایمان لانا واجب ہے - اس بیان سے معلوم ہوا کہ چار وجہ تفسیر جو حدیث ابن عباسؓ مین مذکور ہین یہ اقسام باہم جمع ہو سکتے ہین چنانچہ عرش کی تفسیر اہل عرب اپنی زبان مین جانتے ہین اور یہ بھی صحیح ہے کہ اسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب - ف - بعض اشارات عرائس مین ہے کہ الٓمٓ - الف وحدانیت ذات ہے - لام - ازلیت صفات ہے - میم ملک قدیم ہے یعنی اشارہ ہے کہ اُسکی ذات واحد ہے اُسکے ملک قدیم مین صفات قدس کی حکمت خلق و تقدیر وغیرہ جاری ہے پس جو شخص متوجہ بتفرد ربانی اور متقرب بنوافل ہوا وہ ملک قدم کے لوگون مین سے ہے بعض مشائخ نے کہا کہ الٓمٓ اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول علیہ السلام کے درمیان رمز و اشارہ ہے

مترجم کہتا ہے کہ ہمارے شیخ المشائخ دہلوی نے بھی الحجۃ البالغہ میں بعض معرفت متشابہات کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور حاصل یہ کہ الٓمٓ سِر قرآن ہے کہ خاصان حق کو اسکے بعض معارف حاصل ہوتے ہیں لیکن وہ قابل بیان نہیں ہیں اور انکی تاویل سوائے حق عزوجل کے کوئی نہیں جانتا ہے فافہم ۔ قال تعالیٰ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ج یہ کتاب ہے اسمیں کچھ شک نہیں ہے ۔ ف ۔ ایسی کوئی بات نہیں جسمیں ریب کو گنجائش ہو کیونکہ صدق میں سوائے طمانیت کے دغدغہ نہیں ہوتا ہے چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ صدق تو طمانیت ہے اور کذب ریب ہے حاصل یہ کہ یہ کتاب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرماتے ہیں بے ریب معظم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اسمیں کچھ شک نہیں ہے ۔ اور واضح ہو کہ ریب کبھی تہمت وحاجت کے معنوں میں بھی آتا ہے لیکن یہاں ریب کے معنے شک ہیں اور یہی حضرت ابن مسعود و ابن عباس و ابوالدرداء و مجاہد و سعید بن جبیر و ابو مالک و نافع و عطاء و ابوالعالیہ و ربیع بن انس و مقاتل بن حیان و سدی و قتادہ و اسمٰعیل بن ابی خالد سے مروی ہے حتی کہ امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اسمیں کوئی روایت اسکے خلاف ہو ۔ ع ۔ پھر لاریب فیہ کے معنے یہ ہیں کہ اسکے صدق میں شک مت کرو یا تمکو شک نکرنا چاہیے گویا اعجاز کلام دو صورتوں میں انحصار فرمایا اول یہ کہ تمکو نور عقل و فطرت سے اپنے رب عزوجل کا کلام پہچان کر کچھ شک نکرنا چاہیے اور اسکے معارف و ہدایت پہچاننا چاہیے تاکہ کمال حاصل ہو چنانچہ دو رکوع تک اسکا بیان فرمایا پھر تیسرے رکوع میں دوسری شق بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا الآیہ ۔ یعنی حق تو یہ ہے کہ تمکو شک نکرنا چاہیے پس اسکے ارشاد و ہدایت سے منور ہو جاؤ اور اگر دنیاوی کدورات و شیطانی غلبات سے تمکو اسمیں شک ہو تو اسکا دفعیہ بہت آسان ہے کہ تم اسکے مثل ایک سورہ بنا لاؤ اور اسکے بنانے پر اپنے معبودوں وغیرہ کے ساتھ سب کے سب مجتمع ہو جاؤ حالانکہ کسیطرح نہیں لاسکوگے تو جان لو کہ یہ اعجاز آلٰہی ہے تو بھی شک بالکل نیست ہو گیا پس شق اول کی تقدیر پر کہ اس میں کچھ شک نہیں ہے ارشاد فرمایا ۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

راہ بتاتی ہے ڈر والوں کو ۔ جو یقین کرتے ہیں بن دیکھا ۔ اور درست کرتے ہیں نماز ۔ اور ہمارا دیا کچھ

يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ج وَ

خرچ کرتے ہیں ۔ اور جو یقین کرتے ہیں جو کچھ اُترا تجھ پر ۔ اور جو اُترا تجھ سے پہلے ۔ اور

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ق وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

آخرت کو وہ یقین جانتے ہیں ۔ اُنھوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی ۔ اور وہی مراد کو پہونچے

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یعنی یہ کتاب ہادی ہے ایسے بندوں کے واسطے جو تقویٰ رکھتے ہیں ۔ ف ۔ ہادی کے دو معنے آتے ہیں جیسا کہ اہدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں گذرا یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت تو یہ ہے کہ مقصود تک پہونچا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن کو ہادی کہنا رہنمائی کے معنے میں غرضکہ جہاں دل میں ایمان پیدا کر دینے کے معنے ہوں تو وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو ممکن نہیں ہیں اور جہاں رہنمائی کے معنے ہوں پس اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے رہنمائی کی تو یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ میں نے رسول و کتاب بھیجے جیسے قولہ تعالیٰ ۔ اما ثمود فھدینا ھم فاستحبوا العمی علی الھدیٰ یعنی ہم نے ثمود کو ہدایت کی مگر انھوں نے اندھے رہنے کو ہدایت پر پسند کیا ۔ تو یہاں ہدایت کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے حضرت صالح علیہ السلام کو ہدایت کے لیے بھیجا کیونکہ اگر انکے دل میں ہدایت پیدا کرنے کے معنے ہوتے تو اسکے بعد اندھے رہنے کے کچھ معنے نہ تھے اور اسی معنے میں فرمایا انک لا تہدی من احببت

کہ جیسے خار دار راستہ مین چلئے تو یہی کیجیے گا کہ دامن سمیٹ کر کوشش کے ساتھ نکل جائے پس یہی تقویٰ ہے اور بعض نے یہی معنے حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت کیے۔ اور ابوالدرداءؓ نے کہا کہ تمام تقویٰ یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ تعالےٰ سے خوف حجاب سے بچے اگرچہ ایک ذرہ برابر ہو
حتی کہ بعض ایسی چیزین ترک کرے جنکو حلال دیکھتا ہے مگر دغدغہ حرام کی وجہ سے خوف کرے کہ شاید اُسکے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان حجاب ہو
اور یہی معنے ایک جماعت صلحاء تابعین سے مروی ہین پس حاصل یہ ہوا کہ یہ کتاب جلیل ایسے بندون کے واسطے رہنمائی فرماتی ہے کہ جو صفت
تقویٰ سے موصوف ہونا چاہتے ہین اور اللہ تعالیٰ نے ایسے بندون کے بعض اوصاف ذکر فرمائے کہ۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ
یعنے ایسے بندے ہین کہ غیب پر یقین لاتے ہین۔ سفت غیب اُس چیز کو بولتے ہین جو تیری نظر سے غائب ہو اور یہ بات بلحاظ آدمیون کے
مختلف ہوتی ہے چنانچہ اُمت کے واسطے اللہ تعالیٰ و ملائکہ وکتابون ورسولون وروز قیامت وتقدیر الٰہی وعذاب قبر و دوزخ وجنت وبعث وحشر وصراط
ومیزان ان سب پر ایمان بالغیب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معراج شریف مین دوزخ وجنت وطوبیٰ وحور وقصور وغیرہ کو دیکھ لیا تو اُسوقت
آپ کے واسطے یہ غیب نہین رہا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے آپکو انکشاف عطا فرمایا اور آپ نے اُسکی خبر دی تو وہ آپ کے واسطے
معائنہ ہے اور ہم لوگون کے واسطے غیب ہے جیسے بعض احادیث مین وارد ہے کہ قریب وفات شریف کے آپ نے منبر منورہ کے بعض ٹکڑون
صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے بلاد وفتنہ کی خبر فرمائی چنانچہ بعد آپ کے لشکر یزید وغیرہ کے فتنے واقع ہوئے لیکن جس امر کو اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا تو
وہ غیب رہا اسیواسطے قطعی آیات ونصوص مین وارد ہے کہ سوا اللہ تعالیٰ کے غیب کوئی نہین جانتا ہے اور یہی بالاجماع اہل سنت والجماعت
کا اعتقاد ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت ابوالعالیہؒ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ وملائکہ وکتابون ورسولون وروز آخرت وجنت ودوزخ وحشر سب
غیب ہے اور اسپر ایمان لاتے ہین۔ اور یہی حضرت قتادہؒ سے مروی ہے۔ اور ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو بطور اجمال فرمایا کہ حال جنت
ودوزخ وغیرہ جو قرآن مین مذکور اور بندون کی نظر سے غائب ہے وہ سب غیب ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک روز فرمایا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر تھی اور قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ غیب سے بہتر ایمان نہین ہے پھر یہ آیت پڑھی اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ
بِالْغَیْبِ آخر تک (رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ والحاکم) مترجم کہتا ہے کہ یہ صریح دلیل ہے کہ جن بندون کو اللہ تعالیٰ نے یقین صادق عطا فرمایا
اور وہ کشف کے خواہشمند نہین ہین تو انکے واسطے ثواب زیادہ ہے کیونکہ جنہون نے کشف کی خواہش کی تو اول یہ خوف ہے کہ شاید اس خواہش نفس
کی شامت سے شیطانی دخل ہو تو یہ بادی ہے اور اگر یہ کشف صحیح ہوا تو بھی یہان غیب کا ثواب جاتا رہا پھر اگر دیکھا جائے کہ اس غیب کا کیا فائدہ ہے
تو سوا اسکے کچھ نہین ہے کہ یقین مین ترقی ہو لیکن یقین پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت مین ہے تو معلوم ہوا کہ جن بندون کے دل مین حق سبحانہ
نے بغیر اس کشف کے یقین پیدا فرمایا تو اُن کو افضل عطا فرمایا پس چاہیے کہ بندہ اسی کی خواہش کرے اور کشف ناقص کی خواہش نہ کرے ہان
اگر بلا خواہش کوئی امر مکشوف ہو تو مضائقہ نہین۔ امام ابن کثیرؒ نے ابوجمعہؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کے
کھانے مین شریک تھے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم سے بھی کوئی بہتر ہین کہ ہم آپ کے ساتھ ایمان لائے
اور آپ کے ساتھ جہاد کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان ایک قوم ہے جو تمہارے بعد آویگی کہ وہ مجھپر ایمان لاوینگے حالانکہ اُنھون نے مجھکو
نہین دیکھا (رواہ احمد) صالح بن جبیرؒ نے کہا کہ ہمارے یہان ابوجمعہ الانصاری رضی اللہ عنہ تشریف لائے کہ بیت المقدس مین نماز پڑھا کرتے تھے اور
اس زمانہ مین رجاء بن حیوہ رضی اللہ عنہ ہمارے یہان تھے پس جب ابوجمعہ بیت المقدس مین نماز پڑھکر نکلے تو ہم لوگ انکے ساتھ ہوگئے پھر جب آپ اپنی منزل کی
جانب پھرنا چاہا تو ہم لوگون سے فرمایا کہ تم لوگ جائزہ کے مستحق ہوگے اور تمھارا حق لازم آیا پس مین تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہون جو مین نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہیں ہمنے نہایت خوش ہوکر التجا کی کہ وہ عطا ہو تو فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس آدمی تھے جنمین ایک معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے پس ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمسے بڑھکر کسی قوم کو ثواب ملیگا کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپکی اتباع ہمکو نصیب ہوئی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے اور آسمان سے وحی آتی ہے تو تمکو کون چیز مانع ہے بلکہ تمہارے بعد ایک قوم آئیگی اُنکو کتاب الٰہی دو دفتیون کے بیچ مین ملے گی کہ وہ اُسپر ایمان لاوینگے اور جو کچھ اُسمین احکام ہین اُسپر عمل کرینگے تو اُن کے واسطے دونا ثواب ہے (رواہ ابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ اس حدیث شریف مین ہم ناچیز لوگون کے واسطے اسکو ایمان بالغیب قرار دیکر دونا ثواب عطا ہوا لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی فضیلت اور وہ نور عظیم جو آسمان و زمین کی وسعت سے بڑھکر تھا ہم لوگون کو نصیب نہین ہوا کیونکہ اللہ جل شانہ نے اپنے علم قدیم سے یہ لیاقت خاص صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے مخصوص فرمائی تھی اور وہ اپنی مخلوق کا علیم ہے حتی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخر تک تمام آدمیون مین سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے حبیب افضل مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت کے واسطے خاص فرمایا اور قولہ تعالیٰ (کنتم خیر اُمۃ الآیۃ) سے ہمکو آگاہ کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تمام امم بنی آدم سے افضل ہین اور کیونکر نہ ہوگا اسواسطے کہ افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی افضل الامم ہونا چاہیے لیکن ہم لوگ دل و جان سے اُمیدوار ہین کہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا دیدار ہمکو نصیب ہو تو اسکے واسطے ہمکو اس ایمان بالغیب پر دوچند ثواب عطا فرمایا اور اسکے ساتھ یہ بشارت بھی عنایت ہوئی کہ جو شخص کسی قوم کو محبوب رکھے یعنی ظاہر و باطن اُسکا محب ہو اسطرح کہ اُنکے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرے اگرچہ اُسکو یہ قوت حاصل نہ ہوگی لیکن حق عزوجل اپنے فضل عظیم سے اُنکی معیت عطا فرماویگا چنانچہ حدیث صحیح مین یہ بشارت صریح ہے تو ہمارے واسطے اس فضل عظیم کو دوچند ثواب سے ملاکر اس لائق فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اُنکی معیت نصیب ہو کیونکہ جسقدر ہمارا ثواب ہو وہی دوچند ہوگا حالانکہ ہمارے ثواب مین اور اُنکے ثواب مین زمین و آسمان کا تفاوت ہے پس اس بشارت کے معنے سمجھ مین آئے اور یہ وہم شیطانی بھی دور ہوگیا کہ دوچند ثواب افضل ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ دوچند ثواب کی روایت حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص و حضرت عمر بن الخطاب و حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اور نویلہ بنت اسلم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مین نے ظہر یا عصر کی نماز مسجد بنی حارثہ مین پڑھی اور اُس زمانہ مین قبلہ بجانب بیت المقدس تھا پس ہمنے ہنوز دو رکعتین پڑھی تھین کہ اتنے مین ایک شخص نے پکارا کہ آگاہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانب خانہ کعبہ استقبال کا حکم ہوا کہ آپ نے جانب خانہ کعبہ نماز پڑھی پس ہم لوگون کی صفین فوراً جانب کعبہ پھر گئین حتی کہ مردون کی جگہہ عورتین اور عورتون کی جگہہ مرد ہوگئے پس باقی دونون رکعتین ہمنے جانب کعبہ پڑھین پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی تو آپ نے بشارت فرمائی کہ بیشک یہ وہ لوگ ہین جو غیب پر ایمان لائے (رواہ ابن ابی حاتم) ۔ع۔ اور واضح ہو کہ ایمان بالغیب مقبول ہے اور موت کے وقت جب غرغرہ پر دم آویگا کہ اُسوقت آخرت کا انکشاف ہو جائیگا تو اُسوقت ہر کافر و مومن دیکھ لیتا ہے پس وہ ایمان قبول نہین ہے اور یہ حکمت الٰہی عزوجل ہے اور اسمین ہمارے واسطے یہ بھید کافی ہے کہ اپنے خالق عزوجل کی بندگی سے منحرف نہون کیونکہ جو بغیر دیکھے نہین مانتا وہ خالق عزوجل کو نہین پہچانتا اور یہ امر ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز کا دیکھنا اُسکی لیاقت پر موقوف ہے چنانچہ اگر کوئی لڑکا پڑھایا جائے اور اُسکو علمی معارف کا وعدہ دیا جائے مگر وہ نہ مانے اور یہ کہے کہ جب تک مین اسکو نہ دیکھون نہ مانونگا تو بیشک وہ جاہل گمراہ رہیگا اور اگر اُسنے ابتدا مین مان لیا تو انتہا مین خود پہچان جائیگا اسیطرح اہل ایمان کا حال ہے کہ وہ رب عزوجل کی کتاب پاک پر اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد حق پر ایمان بالغیب لاتے ہین۔ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ ۔ اور نماز کو قائم کرتے ہین۔ ۱۵

ف یعنی نماز کو اُسکے فرائض کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کی اقامت یہ ہے کہ اُسکا رکوع پورا کرے اور
سجدہ پورا کرے اور اچھی طرح تلاوت کرے اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز میں متوجہ رہے۔ قتادہؓ نے کہا کہ اُسکے اوقات اور وضو کی حفاظت رکھے
اور مقاتل بن حیان نے زیادہ کیا کہ التحیات و درود بھی پڑھے۔ ع پس متقین کی صفت میں اول ایمان بالغیب ہے اور اُسکے موافق اعمال صالحہ انجام
اقامت نماز ہے لہٰذا حدیث میں وارد ہوا کہ اسلام و کفر کے درمیان میں نماز فارق ہے (کما فی الصحیح) اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہیں جانتے تھے سوا نماز کے (الصحیح) اور یہ انتہا درجہ کی تاکید
ہے کہ جسنے نماز ترک کی گویا وہ کافر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو ملایا بقولہ تعالیٰ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ
اور جو کچھ ہمنے اُنکو رزق دیا اُسمیں سے خرچ کرتے ہیں۔ ف چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ابتداء سے زکوٰۃ مفروض ہوئی لیکن اُسکی کوئی
مقدار مفروض نہیں تھی حتیٰ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو بھی ابتدا میں آدمی کے خرچ سے جو کچھ فاضل ہو
سب صدقہ کر دینا واجب تھا گویا جان و مال دونوں کے تعلق سے اُنکو منقطع فرمایا اور جہاد اُنپر مفروض کر دیا پھر ہجرت کے دوسرے سال
تخفیف فرما کر زکوٰۃ کی مقدار معین فرمائی مثلاً دو سو درہم میں سے پانچ درہم ہیں لیکن سوائے زکوٰۃ کے مومن پر اُسکی ذات و زوجہ و اولاد کا
نفقہ واجب ہے لہٰذا آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد یہ کہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور حضرت ابن مسعود و ابن عباس و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم
نے کہا کہ اپنی زوجہ و اولاد کو نفقہ دیتے ہیں۔ قتادہؓ نے فرمایا کہ اے لوگو یہ اموال تمہارے ہاتھوں میں عاریت و ودیعت ہیں عنقریب تم اُنکو
چھوڑ جاؤگے پس چاہیے کہ اُنکو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کی مدح فرمائی کہ اُنکے اموال میں جو
حقوق شرعی لازم ہوتے ہیں وہ اُنکو ادا کرتے ہیں خواہ زکوٰۃ ہو یا نفقہ اہل و عیال ہو کیونکہ جو خرچہ شرع میں پسندیدہ ہے وہ لائق مدح ہے۔
مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث میں فرمایا کہ جسنے دیا تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے دیا اور روکا تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے روکا تو اُسنے ایمان
پورا کر لیا (کما فی حدیث ابن ماجہ) یعنی اللہ تعالیٰ نے اموال کو بھی امتحان قرار دیا ہے حتیٰ کہ حرام طریقہ سے مال حاصل کرنا معصیت ہے اور اگر مال
حرام سے ثواب کی نیت کرکے صدقہ دے تو فقہا نے اُسکو کفر لکھا ہے پس شرعی طور پر حلال مال حاصل کرنا چاہیے تاکہ زوجہ و اولاد وغیرہ کا نفقہ
واجب ادا کرے تو اسکے حاصل کرنے میں تجارت وغیرہ جس ذریعہ سے کمائی و محنت اُٹھاوے وہ اُسکے واسطے طاعت و ثواب ہے پھر جو کچھ اپنی خوشی سے
خرچ کرے وہ صدقہ ہے اور جو کچھ زوجہ و اہل و عیال کو کھلاوے وہ بھی نیک نیت سے صدقہ ہے چنانچہ صحیحین وغیرہ کی حدیث سعد بن ابی وقاص وغیرہ
رضی اللہ عنہم میں مصرح ہے جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر آویگا۔ پھر زکوٰۃ و نفقات واجبہ میں درجہ واجب و فرض کا ثواب ہے پھر
اسکے بعد اگر ممکن ہوا اور اُسنے محتاج اقارب یا اجانب کے ساتھ سلوک کیا تو درجہ مستحب کا ثواب ہے اور اگر اُسنے مال کو نہ موقع شرعی و کار ناجائز
میں صرف کیا جیسے گانے بجانے والوں یا بیہودہ شاعروں کو دیا یا مذموم رسوم شادی و موت میں صرف کیا تو گناہ و اسراف ہے اور مسرف کو اللہ تعالیٰ
نے اخوان الشیاطین فرمایا ہے پس اہل ایمان کی صفت یہ ہے کہ اپنی جان کو باطنی اعتقادات حق و ایمان سے منور کرتے اور ظاہری جسم کو خوبی
نماز میں صرف کرتے ہیں اور مال کو موافق حکم الٰہی کے حقوق واجبہ و مستحبہ میں خرچ کرتے اور شرعی ممنوعات سے روکتے ہیں چنانچہ اُنکی بزرگی شان
کے واسطے اللہ تعالیٰ نے مکرر مدح فرمائی بقولہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ
مِنْ قَبْلِكَ ۚ اور ایسے بندے ہیں کہ یقین لاتے ہیں اُس چیز کے ساتھ جو تیری جانب نازل کی گئی اور جو تجھسے پہلے نازل کی گئی
ف پس یہود و نصاریٰ خارج ہوگئے جو دعویٰ کرتے تھے کہ ہم بھی ایمان لائے اور نماز پڑھتے و زکوٰۃ دیتے ہیں کیونکہ یہودیوں نے

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و انجیل ہی سے انکار کیا اور نصرانیوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا تو یہ دونوں خارج ہوئے اور
ایسے بندے اس مدح کے لائق ہیں جو قرآن مجید پر ایمان لائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا اور اگلی آسمانی کتابوں پر بھی مع
کل پیغمبروں کے ایمان لائے اور یہ نہیں کیا کہ بعض پر ایمان لاویں اور بعض سے کفر کریں لہٰذا علماء رحمہم اللہ نے فرمایا کہ آسمانی کتابوں کی کوئی
تعداد مقرر نہ کرے کیونکہ یہ امر تحقیقاً نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر پیغمبر اور کتنے صحائف و کتب نازل فرمائی ہیں بلکہ یوں کہے کہ
اللہ تعالیٰ نے جو کوئی پیغمبر سابق میں بھیجا جن میں سے حضرت آدم و نوح و ابراہیم وغیرہ علیہم السلام قرآن میں مذکور ہیں اور جو نہیں مذکور ہیں
اور جو کچھ انپر نازل فرمایا ہم سب پر ایمان لائے۔ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۔ اور آخرت کے ساتھ یقین رکھتے ہیں ف
اور آخرت کو مقدم کرنا اشارہ ہے کہ آخرت انکو اسقدر محبوب ہے کہ گویا آخرت ہی پر یقین کرتے ہیں۔ اسیواسطے بعض روایات میں وارد
ہوا کہ دنیا مومن کے واسطے قید خانہ اور کافر کے واسطے جنت ہے۔ اور کچھ شک نہیں متواتر مشہور ثبوت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو صرف
آخرت نہایت محبوب و مرغوب تھی۔ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝
ایسے ہی بندے اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور ایسے ہی بندے تو فلاح پانے والے ہیں۔ ف ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں یعنی ایک نور و استقامت پر ہیں اور فلاح سے یہ مراد ہے کہ ہر خیر و خوبی جو چاہی تھی پائی اور ہر بدی
و برائی سے جس سے کہ بھاگے تھے نجات پائی۔ اور واضح ہو کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں سے بھی جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے
انکے واسطے دو چند ثواب ہے۔ چنانچہ صحیحین کی حدیث ابو موسیٰ میں مصرح ہے پس یہ فضیلت عبداللہ بن سلام و اصحاب نجاشی و ابن قناطر رومی
وغیرہم کو حاصل ہے لیکن باہم صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس مقام پر نسبت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق و باقی عشرہ مبشرہ وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم
جو اشراف قریش میں علم کتاب و نبوت سے واقف نہ تھے اور یہود و نصاریٰ میں سے جو ایمان لائے وہ پہلے سے حضرت موسیٰ و عیسیٰ
علیہما السلام کی صحیح بشارات سے آگاہ تھے اور نبوت کے مضمون جانتے تھے پس دو طرح سے انکو سبقت پہلے ایمان لانا چاہیے تھا لیکن حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقدم ہوئے تو انکے درجات میں بے انتہا ترقی ہو گیا اور اسی پر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اور واضح ہو
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بشارات کہ توریت و انجیل میں مع تفصیل بیانات حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے یہود و نصاریٰ
کے پاس متواتر مشہور موجود تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے حلیہ مبارک و حالات مصرح
موجود تھے انکا بیان قولہ تعالیٰ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ الآیہ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ
آویگا۔ اور فضائل و مسائل نماز و زکوٰۃ اپنے اپنے موقع پر آوینگے اور قولہ تعالیٰ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ الآیہ
کی تفسیر میں آویگا۔ اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جن بندوں کے دل میں ایمان پیدا فرمایا اور انھوں نے اپنے رب عزوجل کی ربوبیت کا
یقین کیا تو وہ مومن ہیں اور جنکے دلوں نے انکار کیا وہ کافر ہیں پھر مومنین جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اسی طرح اسکے احکام پر لائے
ہیں لیکن اعمال ادا کرنے سے پہلے بھی وہ مومن ہیں کیونکہ ایمان تو یقین جاننا اور دل سے ماننا معتبر ہے کیونکہ خالی جاننا بہت سے علماء
یہود و نصاریٰ میں موجود تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جانتے تھے لیکن انکے قلوب دار آخرت کے یقین میں سخت ہو گئے تھے اور
دنیا کی جانب انکا میلان زیادہ تھا پس دنیاوی لالچ و سلطنت وغیرہ کی ہوس میں مانتے نہیں تھے پس جسنے حق جانا اور دل سے مانا وہ
مومن ہوا پھر جب تک یہ یقین باقی ہے تب تک وہ کسی عمل کی وجہ سے کافر نہوگا اگرچہ کسی بھائی مومن کو عمداً قتل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا۔ یاایہاالذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی ۔ یعنی مومنوں میں قاتل پر قصاص کا حکم دیا اور قصاص تو جب ہی واجب ہوتا ہے جب
عمداً قتل کرے تو قاتل ہنوز مومن رہا چنانچہ اسکا بیان آویگا۔ اور اسی طرح قولہ تعالیٰ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الآیۃ ۔ یعنی اگر مومنوں
میں سے دو گروہ باہم قتال کریں ۔ھ تو معلوم ہوا کہ قتال سے ایمان خارج نہیں ہوتا کیونکہ ایمان تو دلی تصدیق ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اولئک
کتب فی قلوبہم الایمان یعنی اسی صفت کے لوگ ہیں جنکے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان جمایا ہے ۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان کا محل دل ہے اور
اسی طرح قولہ تعالیٰ ۔ وقلبہ مطمئن بالایمان یعنی اُسکا دل بایمان مطمئن ہے ۔ وقولہ تعالیٰ وقالت الاعراب آمنا الی قولہ ولما یدخل الایمان فی
قلوبکم یعنی اعراب نے کہا کہ ہم ایمان لائے تو کہدے کہ تم ایمان نہیں لائے ولیکن کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان ابھی تمھارے دلوں میں نہیں آیا
ہے ۔ وقولہ تعالیٰ ولم تؤمن قلوبہم ۔ اور اس بارہ میں نصوص بہت ہیں ۔ اور قولہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا
مصباح الآیۃ ۔ کی تفسیر میں بھی آویگا کہ قلب میں یہ شمع روشن ایمان ہے پھر جب اُسنے اعمال صالحہ کیے تو انوار بڑھتے جاتے ہیں حتی کہ
وہ کمال پر پہونچتا ہے پس کمی وبیشی از راہ اعمال ہوتی ہے ورنہ نفس ایمان ہے اگر کمی ہو تو وہ نفاق یا کفر ہو جاویگا اسیواسطے امام شافعیؒ و ایک
جماعت علما نے سلف صالحین کا اجماع نقل کیا کہ ایمان قول و عمل ہے اور کم و بیش ہوتا ہے ۔ اور امام بخاریؒ نے ایک ہزار سے زائد علما
سے یہی نقل کیا تو معلوم ہوا کہ کمی بیشی از راہ قول و عمل ہے ۔ اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کے نزدیک نفس ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی پس
درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ امام غزالیؒ وغیرہ محققین نے بیان کیا ہے ۔ اور یہ جو امام نوویؒ وغیرہ نے کہا کہ مختار یہ ہے کہ نفس تصدیق
میں بھی قوت و ضعف ہوتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کمی وبیشی نہیں ہے بلکہ دل میں جمنے کی کیفیت ہے کیونکہ جس قدر اعمال صالحہ سے جسم کے
تمام اعضا میں نورانیت ساری ہوگی اُسی قدر شیطان و نفس کی تاریکی مٹ جائیگی تو کوئی روک نہیں رہیگی اور اگر اعمال صالحہ میں
کمی ہوئی اور غفلت و معصیت چھائی تو نور ایمان مستور ہو جائیگا لہذا اُسکی کیفیت میں خلل ہوگا اور یہ اسواسطے کہا گیا کہ اگر نفس تصدیق ہی میں
خلل ہو تو اُسکو نفاق کہتے ہیں پس ایمان میں خلل نہیں ہو سکتا ۔ وفی بعض اشارات عرائس میں ہے کہ قولہ الذین یؤمنون بالغیب یعنی جو چیزیں
گوشت و پوست کی بینائی سے غائب ہیں وہ بینائی روحی سے اُنکے دل پر منکشف ہیں اور روح کو دیدار غیب جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ لطف الٰہی سے
آیات اُلوہیت ظاہر ہوں یعنے ابتدا میں آیات وحدانیت سے انکشاف ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تغیرات شمس و قمر سے ان لوگوں کا
مجبور مخلوق ہونا ظاہر ہوا اور توحید حق عزوجل کی ہدایت ہوئی پھر ان حواس ظاہری و باطنی کو جو متعلق بمادہ ہیں آئندہ قدرت نہیں ہوتی
حتی کہ مراتب مشاہدہ میں اللہ تعالیٰ روح کے حواس کھولتا ہے جس سے بندہ امور غیبی کی تصدیق کرتا ہے تو وہ میدان غیب مشاہدہ کرتا ہے اور یہ مرتبہ
حق الیقین میں نور قدم اُس کا قرۃ العین ہو جاتا ہے لیکن حقیقت یقین جب ہی حاصل ہوتی ہے کہ سر باطن بالکل استدلال سے پاک ہو جاوے کہ
اُسوقت نور فرقان ظہور کرتا ہے حتی کہ وہ حقائق اشیا پہچان کر نور قدس کو فرق کر لیتا ہے اور جلال مشہود میں عالم شہود اُسکی نظر سے غائب ہو جاتا ہے
اور وہ پردہ ہاے غیب میں انوار بے پردگی سے سرفراز ہوتا ہے اور آفتاب اسرار طالع ہوکر یہاں مشاہدہ سے خالص کر لیتا ہے تو حق الغیب کی حقیقت
ظاہر ہوتی ہے اور اُسوقت سر وغیب دونوں متحد ہو جاتے ہیں حتی کہ سر بعینہ غیب و غیب بعینہ سر ہو جاتا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ جیسے مولوی روم علیہ الرحمۃ
نے اشارہ کیا کہ ؎ علم حق در علم صوفی گم شود + این سخن کے باور مردم شود ۔ بالجملہ یہاں غیب غرق مشاہدہ ہو کر کسی وقت غائب نہیں ہوتا
مترجم کہتا ہے کہ یہ تجلیات سری ہیں ۔ اور حدیث میں بھی آیا کہ بندوں کے واسطے حجاب نور ہے اگر ظہور ہو تو سب سوخت ہو جاویں ۔ اور
طبرانی کی ایک روایت میں ستر حجاب ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ مسئلہ مختلف تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کل حجاب رفع ہو گئے یا ایک

باقی رہا اور یہی اظہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور تمام بیان اپنے موقع پر آویگا۔ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے واسطے علی قدر مراتب حجاب ہیں
اور رہے اولیاء تو ہر ولی زیر قدم نبی ہے شیخ واسطی نے فرمایا کہ اہل ایمان غیب پر ایمان لائے ہیں پھر قیامت میں جب حق عزوجل معائنہ
کرینگے تو ایمان و مشاہدہ کا تفاوت معلوم ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ ایک حدیث میں بھی آیا کہ کشف حجاب کے وقت مومنین درخواست
کرینگے کہ اب ہمکو سجدہ کی اجازت ہو تو ارشاد ہوگا کہ میں نے اس دار آخرت میں بندوں کو مکلف نہیں فرمایا ہے پس جس طرح تم سجدہ
کرچکے وہ قبول ہوا (مسئلہ) کیا بعد موت کے علم زیادہ ہوتا ہے یا نہیں؟ تو شیخ سمنانی رحمہ اللہ اس سے انکار کرتے تھے اور
شیخ ابن العربیؒ اقرار کرتے بحکم قولہ تعالیٰ وبدا لہم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکے لیے وہ ظاہر ہوا جو انکے خیال
واعتقاد میں نہ تھا۔ تو علم بڑھ جاتا ہے بعض مشائخ نے کہا کہ قلب غیب ہے اور جن چیزوں پر ایمان لایا وہ غیب ہیں اور اللہ تعالیٰ غائب کرنے والا ہے
پس جب غیب کو غیب سے اتصال ہوا تو خالق غیب پر ایمان حاصل ہوا شیخ نے کہا کہ غیب پانچ گروہ ہیں نفوس وارواح وعقول
وقلوب واسرار ازانجملہ اہل نفوس اہل شقاوت ہیں جنکو سائق قدرت موارد شہوت پر ہانک لیجاتا ہے اور وہ دنیا کی امیدیں و خواہشیں
فانیات ہیں جنکی انتہا جہنم کے درکات ہیں اور معاملات عقلی وروح اعمال صالحہ وعقائد حقہ ہیں پس اصحاب عقول تو زاہد ہیں جنکا مشرب طاعت
وعبادت ہے اور اصحاب قلوب اہل محبت ہیں جو ادب کے ساتھ وجد وحال میں قائم ہیں اور اصحاب اسرار عارفین ہیں جو مقام توحید کے
مراقبہ وانس میں معتکف ہیں۔ اور واضح ہو کہ جو اسلام کی شکل میں ولایت کے لیے چوڑے دعوی کرتے ہیں اور لن ترانیاں بکتے ہیں یہی
اصحاب نفوس ہیں شیخ ابو یزید نے کہا کہ جس شخص کے ساتھ غیب سے چراغ ہدایت نہو وہ ایمان غیب سے محروم ہے قولہ تعالیٰ ویقیمون الصلوٰۃ
پس اوقات نماز کی نگہداشت وانتظار کرتے ہیں تاکہ مشک صفات سے مشام اسرار معطر ہوں اور بارگاہ عزت میں اپنی محتاجی ظاہر
کرنے کے لیے آداب عبودیت کے ساتھ حاضر ہو۔ ابن عطا نے فرمایا کہ ان حدود وآداب کے ساتھ اپنے سر قلبی کی حفاظت رکھے کہ عین
حضوری میں سوائے اسکی مناجات کے کوئی بات یاد نہ آوے۔ میں کہتا ہوں کہ غزالیؒ نے غافل کی مثال میں کہا کہ وہ بے ادب مستحق
تکریم نہیں بلکہ قابل ملامت ہے جو بادشاہ کے حضور میں باتیں کرنے لگا اور بادشاہ اسکی طرف متوجہ ہے پھر اس بے ادب نے جو باتیں
کرتا جاتا ہے منہ پھیر کر مکان کی آرائش واہل دربار کی صورتیں و ہر ایک کی زیبائش دیکھنا شروع کی اسیواسطے حدیث میں آیا کہ نمازی سے رحمت حق
متوجہ ہوتی ہے مگر جب وہ دوسرے خیالات میں پڑگیا تو اعراض فرماتی ہے پھر اگر وہ متنبہ ہوکر متوجہ ہوا تو پھر رحمت کی توجہ ہوتی ہے۔ مترجم کہتا ہے
کہ یہ رحمت حق عزوجل ہے ورنہ مخلوق بادشاہ تو قتل کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ ومما رزقنٰہم ینفقون) یہ لوگ رزق سے الگ ہوتے اور رزاق
عزوجل کا تقرب چاہتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص رزق کی محبت میں پھنسا وہ دور رہا اور جسنے رزاق عزوجل کو چاہا اسکی سچائی کی پہچان یہ ہے کہ رزق کو
چھوڑ دے اور جسنے رزق عطا فرمایا اسکا تقرب اسی وسیلہ سے ملا اور اسمیں یہ بھی فائدہ ہے کہ رازق عزوجل کی صفت قدسیہ نورانیت چاہتے ہیں حتی کہ
دوسروں کو دیتے ہیں قولہ تعالیٰ (اولئک علیٰ ہدی من ربہم واولئک ہم المفلحون) یہ ہدایت انکو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل ہوئی کہ معارضہ شیطان
ونفس دور ہوا تو اللہ تعالیٰ ہی کی عنایت سے یہ لوگ مکر ووسواس نفس وشیطان سے نجات پاتے ہیں اور اپنی مراد پر پہونچے ہیں یہ تو ایسے بندوں کا بیان
تھا جو دوزخ سے بچے اور جنت میں پہونچے اور انکی صفت ایمان کامل واعمال صالحہ ہے پھر انکے برعکس اہل جہنم کا حال بیان کیا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

وہ جو منکر ہوئے برابر ہے انکو تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ نہ مانیں گے

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

مہر کردی اللہ نے اُنکے دل پر اور اُنکے کان پر اور اُنکی آنکھون پر ہے پردہ اور اُنکو بڑی مار ہے

واضح ہو کہ کفر چار قسم ہے کفر انکار جو سرے سے اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانے دوم کفر جحود جو جان بوجھکر منکر ہو جیسے ابلیس سوم کفر عناد جو پہچانے و مقر ہو مگر نہ مانے جیسے ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت جانی و اقرار کیا مگر ملامت کے خوف سے نہ مانی چہارم کفر نفاق چنانچہ منافقون کا بیان آگے آتا ہے اور اجماع ہے کہ جو شخص اُنمین سے کسی کفر پر مرے وہ اہل دوزخ مین سے ہے کہ اُسکے واسطے یہی دائمی مقام ہے اور اہل سنت سلف و خلف کا قطعی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس مخلوق کو پیدا کیا اُسکے انجام مقدر سے آگاہ ہے کیونکہ جہل و نجاننا اُسکی شان پاک مین محال ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ جو لوگ کافر ہوے اُنپر برابر ہے کہ تو اُنکو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ ایمان نہین لاوینگے۔

ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جن لوگون پر اللہ تعالیٰ نے کفر لکھا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انذار کرنا یعنی عذاب الٰہی سے ڈرانا اور نہ ڈرانا اُنپر مساوی ہے یعنے وے ایمان نہین لاوینگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لایؤمنون ولو جاءتہم کل آیۃ حتی یروا العذاب الالیم یعنی جن لوگون پر تیرے رب کا کلمہ ٹہیک پڑا وہ ایمان نہین لاوینگے اگرچہ ہر قسم کا معجزہ اُنکے پاس آوے یہانتک کہ وہ لوگ عذاب الیم دیکھین۔ اسیطرح معاندین یہود و نصاریٰ کے حق مین فرمایا۔ ولئن اتیت الذین اوتوا الکتٰب بکل آیۃ ما تبعوا قبلتک یعنی اگر تو اہل کتاب کے پاس صدق نبوت کا ہر معجزہ لاوے تو بھی تیرے قبلہ کے تابع نہونگے مترجم کہتا ہے کہ اہل کتاب کے یہان برابر چلا آتا تھا کہ پیغمبر آخر الزمان کے لیے بیت المقدس سے پھیر کر خانہ کعبہ کی طرف قبلہ مقرر ہوگا پس جب مدینہ منورہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے خانہ کعبہ کی جانب استقبال کا حکم ہوا تو یہ بھی یہود و نصاریٰ کے واسطے دلیل کامل تھی لیکن بجاے ہدایت کے اُنھون نے لوگون کو بہکانا شروع کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی سرکشی و شقاوت کا عوض جہنم لکھا تھا وہ اُنکے حق مین پورا ہوا پس اس آیت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تسلی فرمائی اور مومنون کے واسطے معجزہ ہوا کہ جن لوگون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر وحی سے ازلی کافر ہونے کی خبر فرمائی تھی اُنمین سے کوئی ایمان نہین لایا۔ شیخ نے لکھا کہ اسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ آپ رسالت الٰہی پہونچا دیجیے اور اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کے واسطے بندے پیدا کیے ہین پس جو لوگ اہل سعادت ہین قبول کرینگے کہ اللہ تعالیٰ اُن مین ہدایت پیدا فرمائیگا اور جو لوگ اہل شقاوت ہین وہ سرکشی کرینگے پس اُنپر غمناک مت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو خوب جانتا ہے علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کے انکار و اختیار دوزخ سے غمناک ہوتے اور حرص کرتے کہ سب لوگ ایمان لاوین اور ہدایت کی پیروی کرین پس اللہ عز و جل نے اس آیت مین آپکو آگاہ فرمایا کہ ایمان وہی لاویگا جسکے واسطے ذکر اول مین سعادت لکھی گئی ہے اور وہی گمراہ ہوگا جسکے لیے ذکر اول مین شقاوت لکھی گئی ہے۔ سعید بن جبیرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر لوگون مین بعضے کہین کہ ہم سابق کتاب پر ایمان لائے ہیں مثلاً یہود کہین کہ ہم توریت پر ایمان لائے اور نصاریٰ کہین کہ ہم انجیل پر ایمان لائے پھر یہ لوگ قرآن کا انکار کرین تو بے ایمان ہین اسواسطے کہ توریت یا انجیل میں پیغمبر ایمان لانیکا اقرار کرتے ہین حالانکہ اُسمین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لانیکا عہد لیا گیا پس اُنھون نے کفر جحود کیا تو تیرا ڈرانا اور نہ ڈرانا اُنکے حق مین برابر ہے کیونکہ یہ جان بوجھکر انکار کرنے والے ہین ابو العالیہؒ سے روایت ہے کہ یہ دونون آیتین سرکشان قریش کے حق مین نازل ہوئین جنکے حق مین قولہ تعالیٰ۔ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا

داخلوا قومهم دار البوار جهنم الآية - نازل ہوا ہے - مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ کے نزدیک یہ آیت قریش ویہود وغیرہ میں سے ہر ایسے کافر کے حق میں نازل ہوئی جو علم الٰہی میں جہنمی ہے - اور اس مقام پر عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو اسکی آیات سے اُمیدوار ہوتے ہیں پھر پڑھتے ہیں اور بعض آیات آتی ہیں کہ ہم مایوسی کے قریب ہوجاتے ہیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا میں تمکو اہل جنت واہل دوزخ بتلادوں ہمنے عرض کیا کہ جی ہاں ضرور فرمائیں آپ نے الم ذالک الکتاب سے ہم المفلحون تک پڑھکر فرمایا کہ یہ لوگ اہل جنت ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اُمیدوار ہیں کہ ہم لوگ بھی انھیں میں سے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الذین کفروا سواء علیہم سے عذاب عظیم تک پڑھکر فرمایا کہ یہ لوگ اہل جہنم ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو یہ لوگ نہیں ہیں آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ایسے نہیں ہو (رواہ ابن ابی حاتم) - الحاصل اللہ تعالی نے جو لوگ اپنے علم قدیم کے موافق جہنم کے واسطے پیدا فرمائے اُنکے قبیح حالات سے مومنین کو منع فرمایا قال تعالی ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها الآية - یعنی ہمنے جہنم کے واسطے بہت سے جن وانس پیدا کیے جنکے دل ایسے ہیں کہ اُنسے سمجھتے نہیں ہیں اور اُنکی آنکھیں ایسی ہیں جنسے دیکھتے نہیں ہیں اور اُنکے کان ایسے ہیں جنسے سنتے نہیں ہیں یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں بلکہ جانوروں سے زیادہ گمراہ ہیں - اور معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالی نے اُنکو فطرت سلیمہ عطا فرمائی اور اپنی آیات قدرت دکھلائی اور سب بڑھکر اُسکا وجود ہے کیونکہ سن بلوغ کو پہونچا تو اُسنے اپنے آپکو اپنے خالق عزوجل کا مخلوق پایا اور خالق عزوجل نے بہت بڑا احسان یہ فرمایا کہ اُسکو کتاب ورسول کے ذریعہ سے ہدایت کا طریقہ بتلایا اور شیطان نفس نے بھی اُسکو دنیا کمانے اور اُسمیں منہمک رہنے کا قانون پڑھایا پس اُسنے ہدایت الٰہی عزوجل سے مُنھ موڑ کر قانون شیطانی پر عزم کرلیا اور اللہ تعالی کی ہدایت میں طرح طرح کے شکوک پیدا کیے حتی کہ رحمت الٰہی سے اُسنے توفیق نصرت چھوڑی یعنے انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ رحمت سے خارج کیا کیونکہ اُس سلسلہ کو قبول نہیں کرتا ہے اور سلسلہ غضبی کو اُسنے قبول کیا جسمیں اللہ تعالی نے اپنی مخلوق ملعون شیطان کو مسلط فرمایا ہے پس جو کچھ اس شخص نے اپنے حق میں اختیار کیا وہی اللہ تعالے نے اُسکو دیدیا اور خوب جان لینا چاہیے کہ جس طرح سلسلہ رحمت کے اکابر انبیاء علیہم السلام کو ارشاد وہدایت کا اختیار ہے مگر کسی کے دل میں ہدایت پیدا کر دینے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح سلسلہ غضبی میں شیطان کو بہکانے ووسوسہ ڈالنے کا اختیار ہے اور کسی کے دل میں گمراہی پیدا کرنیکا اختیار نہیں ہے لیکن جب کسی شخص نے جسکو اللہ تعالی نے جنت واُسکی راہ بذریعہ کتاب ورسول کے بتلائی اور ساتھ ہی جہنم اور بالفعل عیش وشہوات دنیا جو اُسکی راہ ہے بذریعہ شیطان واُسکے وسوسہ کے بتلائی پھر اس شخص نے دنیا واُسکے شہوات کو اختیار کرلیا تو وہ دنیا ابلیس میں داخل ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام سے اُسکا سلسلہ منقطع ہوگیا بشرطیکہ وہ علم الٰہی میں اسی حال پر مرے ابتدا فرمایا ختم اللہ علی قلوبهم وعلی سمعهم - مہر کردی اللہ تعالی نے اُنکے دلوں پر اور اُنکے کانوں پر - وعلی ابصارهم غشاوة - اور اُنکی آنکھوں پر موٹا پردہ ہے - ولهم عذاب عظيم - اور اُنکے واسطے عذاب عظیم ہے - ف - یعنے آخرت میں اُنکے واسطے جو عذاب ہے وہ ایسا سخت ہے کہ کوئی مخلوق اُسکو قیاس نہیں کرسکتا لیکن سمجھنے والا جان جاتا ہے کہ جسکو اللہ عزوجل نے عظیم فرمایا اُسکو مخلوق حقیر کہانتک قیاس کرے چنانچہ ان لوگوں نے تن پروری وزبانی مزہ کے واسطے خالق عزوجل سے انکار اور اُسکی مخلوق ملعون شیطان کی اتباع کی اور اسپر عزم قوی تھا کہ اگر کروڑوں برس زندگی ہو تو بھی دین اسلام سے مضحکہ کریں بلکہ جہانتک ممکن ہے اسلام کو مٹاویں اور اپنے قانون کو پھیلا دیں اُنہیں اللہ عزوجل نے دائمی جہنم میں رکھا اور اُنکا جسم اسقدر موٹا ہو گا کہ ایک کافر کی داڑھ مثل احد

پہاڑ کے ہوگی اور اسی پر اُسکے تمام جسم کو قیاس کرنا چاہیے اور اُنکا روپیہ و اشرفی اُنکے جسم میں مثل آنکھ کے پیوست ہوگا اور جب شدت حرارت سے
کھال گر پڑیگی تو فوراً اُسکے مثل پیدا ہو جائیگی اور شدت پیاس میں اُنکو گرم حمیم جسکی سوزش سے آنتیں کٹ گرین یا اُنمیں کا بہا ہوا پیپ لہو ملے گا
حتیٰ کہ اس عذاب سخت کے بیان میں اہل بیان کے رونگٹے کھڑے ہوتے اور زبان کانپتی ہے اور آیندہ اپنے اپنے مقامات پر انشاء اللہ تعالیٰ
واضح بیان آویگا۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہؒ نے اس آیت میں فرمایا کہ ان لوگوں نے شیطان کی طاعت کی تو وہ اُنپر مستولی ہو گیا
پس اللہ تعالیٰ نے اُنکے دلوں و کانوں پر مُہر فرمائی اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا کہ ہدایت اُنکو نظر نہیں آتی اور حق اُنکو سنائی نہیں دیتا اور دل سے
سمجھ و عقل نہیں ہے۔ مجاہدؒ نے فرمایا کہ قلب پر گناہ جب پس ہر جانب سے محیط ہو کر قلب اُسپر سمٹ گیا تو یہی مُہر ہے۔ عبد اللہ بن کثیرؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت
مجاہدؒ سے سُنا کہ قولہ تعالیٰ۔ کلا بل ران علی قلوبہم میں فرماتے تھے کہ ران بہ نسبت مُہر کے آسان ہے اور مُہر بہ نسبت قفل کے آسان ہے
اور قفل سب سے سخت ہے۔ اور اعمشؒ نے فرمایا کہ ہمکو مجاہدؒ نے اپنے ہاتھ سے دکھلایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم قلب کو مثل ہتھیلی کے کشادہ جانتے
تھے پھر کسی بندے نے گناہ کیا تو قلب بھنچا اسطرح کہ چھنگلیا کو بند کر دیا پھر جب اُسنے توبہ نہ کی اور زیادہ گناہ کیا تو اُسکے پاس کی اُنگلی
بند کر کے دکھلایا اسیطرح زیادہ ہوتے ہوتے پوری مٹھی بند ہو گئی اور فرمایا کہ اسکو ران کہتے تھے پھر اگر بڑھا تو اللہ تعالیٰ اُسپر مُہر کر دیتا ہے
رواہ ابن جریر۔ قرطبی نے کہا کہ اجماع اُمت ہے کہ اللہ عزوجل نے کافروں کے دلوں و کانوں پر سزا سے کفر کے عوض خود مُہر فرمائی ہے
کما قال تعالیٰ۔ بل طبع اللہ علیہا بکفرہم۔ اور شیخ نے لکھا کہ اس بارہ میں آیات بہت ہیں کقولہ تعالیٰ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم۔ یعنی
عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نصرانیوں نے توحید کو چھوڑ کر شرک قبیح کا اعتقاد کر لیا حالانکہ یہ بدیہی باطل ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ لوگ
دین حق سے کج ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنکے قلوب کج کر دیے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے اوپر اسکا افادہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت انبیاء و اُسکا انجام جنت اور اُسکے
مقابلہ میں قانون شیطان و اُسکا انجام جہنم دونوں بندے کے واسطے ساتھ ہی دیے پھر اگر اُسنے ہدایت انبیاء علیہم السلام کو اختیار کیا تو جو اُسکے لوازم
ہیں دنیا میں اُسکے ساتھ ہونگے اور آخرت میں بھی سرفراز ہوگا اور اگر اُسنے اتباع شیطان اختیار کی تو اُسکے لوازم اُسکے ساتھ ہونگے جیسے جیلخانہ
میں چور کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے اسی طرح ہدایت کی راہ اُسکے حق میں مسدود ہوگی حتیٰ کہ انوار روحی و عقل نورانی ظہور نہیں کریگی اور اُسکے معارف ادراک
کچھ نہیں سمجھیگا اور جسمانی حواس و ہیولانی ترکیبیں اچھی طرح باقی ہیں حتیٰ کہ دنیاوی آرائش اُسکے وسائل میں غالباً اسکو مومنوں سے زیادہ
سمجھ ہوگی کیونکہ مومنوں نے دنیا اختیار نہیں کی بلکہ آخرت کے واسطے ساعی ہیں اور کافروں نے دنیا سے موجود اور جہنم موعود اختیار کی
تو دنیا اُنکے واسطے کشادہ کر دی جائیگی اور رہا ملک کا غلبہ تو قیامت تک مسلمانوں پر کوئی ایسی قوم غالب نہیں ہو سکتی جسکو اُنکے استیصال کی
طاقت ہو اور اگر مسلمانوں نے دنیاوی زندگی کے لالچ میں موت و جہاد سے خوف کیا تو کفر کے تابع ہو کر چند روزہ زندگی بسر کرینگے یہ توضیح مقام ہے
واللہ تعالیٰ اعلم پس ثابت ہوا کہ جس شخص نے کفر اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اُسکے لوازم ہیں پورے ہوتے ہیں حتیٰ کہ اُسکے دل و کانوں پر
مُہر کر دی جاتی ہے۔ اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ قلوب پر فتنے پیش کیے جائینگے پس جس قلب نے اُسکو قبول کر لیا کہ اُسمیں سما گیا تو اُس قلب میں ایک
سیاہ نکتہ پیدا ہوتا ہے اور جس قلب نے اُس سے انکار کیا اور نہ آنے دیا تو اُسمیں ایک سپید نورانی نکتہ پیدا ہوتا ہے پس وہ صاف منور ہوتا ہے کہ
اُسکو جبتک آسمان و زمین قائم ہیں کوئی فتنہ ضرر نہیں کرتا اور دوسرا قلب جسنے قبول کیا ہے وہ کالا سیاہ اوندھے کوزہ کی طرح ہو جاتا ہے کہ
نہ کسی امر معروف کو نیک پہچانے اور نہ کسی ممنوع کو بد جانے۔ (کما رواہ مسلم) اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بندۂ مومن نے جب کوئی گناہ کیا تو اُسکے دل میں ایک سیاہ نکتہ پیدا ہوتا ہے پھر اگر اُسنے توبہ کی اور گناہ سے باز آیا تو دل صاف و صیقل ہو جاتا ہے

اور اگر اُسنے گناہ مین زیادتی کی تو نکتہ بڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ تمام قلب پر چھا جاتا ہے اُسی کو ران کہتے ہین جسکو اللہ تعالی نے فرمایا کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون- (رواہ ابن جریر والترمذی والنسائی وہو حسن صحیح) شیخ ابن جریر نے کہا کہ اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ جب آدمی پے درپے گناہ کرتا ہے تو دل پر اُسکی تاریکی چھاکر اُسکو ڈھانک لیتی ہے اور جب قلب ڈھنک گیا تو اللہ تعالی کی طرف سے اُسپر مہر آجاتی ہے پس اُسوقت ایمان داخل ہونے کی کوئی راہ نہین ہوتی اور نہ کفر سے چھٹکارا ہوسکتا ہے پس یہی وہ مہر ہے جو اللہ تعالی نے ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم مین بیان فرمائی جیسے ظاہری ظروف مین بند کر کے مہر کر دیجاے تو جبتک یہ مہر توڑی نجاے کوئی چیز اُس سے خارج یا اُسمین داخل نہین ہوسکتی ہے اور حضرت ابن عباس وابن مسعود اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے قولہ تعالی ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم- کی تفسیر مین فرمایا کہ پھر اُسوقت نہ یہ لوگ سمجھتے ہین اور نہ سُنتے ہین اور قولہ علی ابصارہم غشاوہ- مین فرمایا کہ اُنکی آنکھون پر پردے ہوجاتے ہین کہ پھر کچھ نہین دیکھتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ علی سمعہم پر وقف تام ہے- اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے بھی روایت کی کہ مُہر دلون وکانون پر ہے اور غشاوہ آنکھون پر ہے اور یہی ابن جریج سے مروی ہے مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے یہی ہین کہ جو امور بذریعۂ نور روح وعقل کے حواس قلب سے ادراک ہوتے ہین اور وہ معرفت الٰہی وفتنہ آخرت ہین تو اُنکی سمجھ غیر ممکن ہوجاتی ہے اور اسیطرح کان یا آنکھ کلام معرفت سننے سے بہرا اور آیات قدرت وآثار وحدانیت دیکھنے سے اندھا ہوجاتا ہے حالانکہ حواس جسم وحواس ہیولانی بہت سے کفار مین نہایت قوی ہوتے ہین اسیواسطے تم اس عجائب حکمت الٰہی کو دیکھتے ہو کہ بہت سے مومنین کے نزدیک دلائل قدرت وآثار وحدانیت واسرار الوہیت بالکل بدیہی ہین حتی کہ جو کوئی انکار کرتا ہے اُنکو نہایت تعجب معلوم ہوتا ہے مگر کافرون کے نزدیک یہ باتین کسیطرح سمجھ مین نہین آتی ہین مگر علماے مومنین جانتے ہین کہ اس کافر بخت نے یہانتک اپنی نوبت پہونچائی کہ اُسپر مہر ہوگئی پھر جب عقل نورانی ہی نہین ہے تو وہ کیونکر سمجھ سکتا ہے اور یہان یہ تحقیق بخوبی یاد رکھنا چاہیے کہ عقل سے مراد وہ نور ہے جو قلب سے انوار سے ظہور کرتا ہے مگر جبتک اُسپر مہر نہو تب ہی تک ظہور ممکن ہے لیکن کافرون مین یہ ظہور غیر ممکن ہے تو اُسنے اپنی پیدایش سے موت تک کبھی عقل کو نہین جانا لہذا وہ حواس جسمانی وہیولانی کو عقل سمجھتا ہے کیونکہ اسکے سواے اُسکو عمر بھر کچھ معلوم نہین ہوا اور اللہ تعالی نے جسمانی ضروریات حاصل کرنے اور اُسکی تربیت کے لائق ہر شخص کو حواس عطا کیے ہین اور ان حواس کے مناسب قواعد کلیہ بتلا دیے ہین مثلاً جو شخص آگ مین ہاتھ ڈالے وہ جل جائیگا یا پانی پیے تو ٹھنڈک ہوگی وراسی طرح مادیات کے خواص وآثار طبی ہین اور اسیطرح دھوئین وپانی ودیگر اشیاے مادی کے خواص وآثار دریافت کرنا حواس سے متعلق ہے جنکے ذریعہ سے تجارت وزراعت وغذا ولباس وغیرہ تن پروری کے اسباب اور سردی گرمی سے آرام کے وسائل حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالی نے ان مادی آثار مین بطور عادت کے ایک ایسا کلیہ رکھا ہے جنکو کفار بطور خود مختار جانتے ہین اور اہل عقل واصحاب ایمان اُسکو خالق عزوجل کی قدرت مانتے ہین حتی کہ جب کبھی خاص طور پر اللہ تعالی کو منظور ہو تو ہر چیز کا اثر ظاہر نہین ہوتا حتی کہ ابراہیم علیہ السلام کے واسطے نار بجاے سوزش وتکلیف کے راحت ومسرت ہوئی اور حضرت مریم علیہا السلام سے بغیر شوہر کے حضرت عیسی علیہ السلام کا ظہور ہوا اور حضرت موسی علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا ہوجاتی تھی اور کچھ شک نہین کہ یہ اخبار متواتر ہین جنکا انکار غیر ممکن ہے لیکن کافر بذریعہ مادی حواس کے مثل حیوانات یا جمادات کے ہے کہ وہ اُنکا ادراک نہین کرسکتا اگرچہ قوت حواس کے ذریعہ سے اُسکی مادی ترکیبات عجیب ہون جیسے بعض حیوانات کے آثار عجیب ہوتے ہین مثلاً بیا بغیر آلات کے جیسا گھونسلا بناتا ہے عمدہ صنعت ہے اور کافرون مین جسطرح حواس ظاہری پر مہر نہین ہوتی اسیطرح بلکہ ہیولانی ہمزاد جو از جنس شیطانی ہے وہ بھی اسی جسم مادی کے ساتھ لازم ہے تو اُسکے حواس بھی مستور نہین ہوتے ہین اور مادیات مین اُسکے صنائع ترکیبات بھی عجیب وغریب ہین چنانچہ اللہ تعالی نے ہماری تنبیہ کے واسطے حضرت سلیمان علیہ السلام کا حال بیان فرمایا جس سے ظاہر ہے

کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے باوجود اس نبوت کے بلقیس کا تخت لانے یا محاریب و تماثیل بنانے کی صنعت پر وصف نہین کیا گیا بلکہ معارف
نبوت اُنکا وصف تھا اور یہ مادی صنائع صرف عفریت و اجنہ کی جانب منسوب فرمائے پس حاصل یہ ہوکہ مادیات مین صنائع ترکیبات صرف قوت
حواس کی دلیل ہین اور عقل نورانی کی دلیل ہرگز نہین اور خوب معلوم ہوکہ یہ مادیات سب فانی ہین جیسے کسی طفل نے بہت مشقت سے
نہایت نفیس کھلونا یا گھروندا بنایا اگرچہ دیکھنے مین خوبصورت ہو مگر جیسے یہ دیکھنے والی آنکھ ناپائدار ہے اُسیطرح وہ بھی فانی ہے اور کوشش و محنت
برباد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فائدہ) اگر کہا جاوے کہ جب یہ لوگ علم الٰہی مین ازلی کافر ہین کہ ایمان نہین لائینگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا انذار فرمانا بیکار تھا جواب یہ ہوکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور اسے رسالت و تعلیم اُمت پر مدارج نبوت کا ثواب
عطا فرمایا اور کسی شخص خاص کی نسبت ازلی کافر ہونا نہین بتلایا بلکہ بطور قاعدہ کلیہ ارشاد کیا کہ جو شخص علم الٰہی مین کافر ہو یعنی اُسنے دنیا
اختیار کرکے شیطان کی نصیحت مان لی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکے دلپر مہر کردی کہ نور اُسمین داخل نہین ہوسکتا تو وہ آپکی نصیحت نہین
مانیگا جیسے نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی۔ واوحی الی نوح انہ لن یؤمن من قومک الا من قد آمن الآیۃ یعنی نوح کو وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم سے جو
ایمان لا چکا اُنکے سوا کوئی بھی ایمان نہین لائیگا۔ ھ۔ پس ہدایت کرنا حضرت نوح علیہ السلام کیواسطے بلندی درجات تھا اور قوم کفار پر
اتمام حجت تھا اسیطرح کہ اُنپر راہ ہدایت اور اُسکا انجام جنت اور اُسکا اثر نورانیت اُنپر پیش کیا گیا مگر اُنھون نے اُس سے منہہ موڑ کر دنیا اور کفر اختیار کیا
بعض اشارات عرائس مین ہے قولہ تعالیٰ (ان الذین کفروا سواء علیہم الآیۃ) جو لوگ خواہشات بشری مین تن پروری کے تابع ہو اُنپر حجاب سخت ہے جیسے مثال مین
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ظلمات بعضہا فوق بعض یعنی جیسے اندھیری رات مین بحر ظلمات کے اندر تہ بر تہ بادل ہو تو ہاتھ سے ہاتھ نہین سوجھتا ہے اسیطرح یہ لوگ حجاب
غفلت و حجاب خواہش و حجاب جسمانیت و حجاب نفس و حجاب شیطان مین مبتلا ہو کر نور معرفت سے بالکل منقطع ہوگئے تو اُنکو نور آیات الٰہی سے بہت دوری ہے اور
جبتک اُنکو نور نظر نہ آوے وہ اسی خواہش نفس کو سرور جانتے ہین پس وہ اسکے دور کرنیکی فکر بھی نہین کرینگے بعض نے اشارہ کیا کہ جو لوگ فقط زبانی ایمان
رکھتے ہین اور صوم و صلوٰۃ کو ظاہری صورت پر ادا کرتے ہین وہ نور قلب سے بےنصیب ہو کر مشاہدۂ غیب تک نہین پہونچتے ہین قولہ تعالیٰ ختم اللہ علی
قلوبہم، بعض نے فرمایا کہ معرفت الٰہی نور الٰہی ہے اور جنھون نے کفر کیا تو وہ اس سے محروم ہین کہ معارف الٰہی کو نور قلب سے پہچانین اور خطاب الٰہی کو
کانون سے سنین اور صنائع قدرت کو آنکھون سے دیکھین اسیواسطے جو لوگ دلیل سے ثابت کرنا چاہتے ہین وہ محجوب رہتے ہین کیونکہ وہ دلیل سے
دلیل پیدا کرنیوالے کو ثابت کرتے ہین پس یہ اُنکے دلپر حماقت کی مُہر ہے۔ ع س۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شروع سورہ سے چار آیات تک مومنین کا
وصف فرمایا پھر دو آیات مین کافرون کی مذمت بیان فرمائی اور کافرون سے کافر مجاہر مراد ہین یعنے جو لوگ جہر کے ساتھ اپنا کفر ظاہر
کرتے اور کسیکو دھوکا نہین دیتے ہین پھر ایسے کافرون کا حال ذکر کیا جو باطن مین کفر رکھتے ہین اور ظاہری زبان سے ایمان کا دھوکہ دیتے ہین اور
ایسے لوگ اپنے حق مین بدکار اور دوسرون کے حق مین بھی مضر ہین لہذا اُنکے بیان مین بہت توضیح فرمائی حتیٰ کہ اُنکے حق مین سورۂ برأۃ اور سورۂ
منافقین نازل ہوا اور سورۂ نور وغیرہ مین بھی اُنکے قبیح افعال کا ذکر ہوا اور یہان بھی اللہ تعالیٰ نے واضح بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ

اور ایک لوگ وہ ہین جو کہتے ہین ہم یقین لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور اُنکو یقین نہین

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ؕ

دغا بازی کرتے ہین اللہ سے اور ایمان والون سے اور کسو کو دغا نہین دیتے مگر آپ کو اور نہین بوجھتے

واضح ہو کہ ایمان جمیع اعتقادات حقہ ہین جو ظاہر و باطن یکسان ہین جیسے اللہ تعالیٰ نے الذین یومنون بالغیب سے چار آیات تک بیان فرمایا
اور جب ایمان کے کسی امر ضروری مین انکار ہو تو وہ کفر ہو جائیگا کیونکہ ایمان کے جزو نہین ہو سکتے ہین حتی کہ اگر پیغمبر یا کسی کتاب آسمانی یا ملائکہ
وغیرہ کا صاف انکار ہو تو یہ کفر ہی اگرچہ وہ باقی پیغمبرون کا اقرار کرے اور کفر و ایمان مین قطعی ضد و مخالفت ہی اسیواسطے ان الذین کفروا
سے جب کافرون کا ذکر شروع فرمایا تو حرف عطف کلام مین نہین آیا کیونکہ مومنون و کافرون مین ظاہر و باطن کوئی وجہ اتصال کی
نہین ہے حتے کہ حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ ذریات آدم کا جب ظہور ہوا تو ذریات مومنین سفید نورانی ظاہر ہوئین اور ذریات کافرین
سیاہ و قبیح ظاہر ہوئین پھر کافرون کی ول قسم پر دوسری قسم منافقین کا عطف فرمایا بقولہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ
اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ - اور آدمیون سے بعض ایسا ہی جو کہتا ہی کہ ہم اللہ تعالیٰ و روز دنیا
کے ساتھ ایمان لائے حالانکہ یہ لوگ ہرگز مومن نہین ہین - ف بلکہ خالی زبان سے کہتے ہین اور دلون پر وہی مہر غضب ہی جو قسم اول کے
کافرون پر تھی پس باطنی بدبختی مین تو دونون برابر ہین کہ دونون نے دنیا و طریقۂ شیطان اختیار کیا لیکن یہ قسم بہ نسبت اول کے بھی
بدتر ہی کیونکہ وہ لوگ دھوکا نہین دیتے اگرچہ کفر پر دلیرانہ لڑتے ہین اور یہ قسم تو حقیر مال دنیا کے پیچھے ڈرتے ہین کہ پھر جہاد نہ کیا جاوے اور
جزیہ نہ باندھا جاوے کیونکہ مسئلہ یہ ہی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کسی خاص شخص کی نسبت وحی اُتاری کہ یہ شخص منافق ہی
تو اُسکے دل کا نفاق معلوم ہو گیا اور یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ممکن تھا اور بعد آپ کے زمانہ کے ظاہر حال قبول کیا جائیگا
لہذا حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مین ہی کہ نفاق کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تھا اور اب تو اسلام ہی یا کفر ہی
(الترمذی وغیرہ) لہذا حدیث مین آیا کہ اسلام یہ ہی کہ زبان سے اقرار کرے کہ اشہدان لا آلہ الا اللہ واشہدان محمدا عبدہ و رسولہ اور نماز کو
ٹھیک قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے یعنی جبکہ واجب ہو اور رمضان کے روزہ رکھے اور خانۂ کعبہ کا حج کرے بشرطیکہ استطاعت ہو فقہائے کہا
جو شخص ایسا کرے اُسپر مسلمان ہونیکا حکم دیا جائیگا حتی کہ اگر کوئی فعل لازم اسلام بجا لاوے مثلاً جماعت سے نماز ادا کرے تو اُسکے اسلام کا
حکم ہو جائے گا اور جو برتاؤ مسلمانون کے ساتھ ہوتا ہی مانند نکاح و ذبیحہ کے وہ اُسکے ساتھ ہوگا پھر اگر دل مین یہ اعتقاد نہ رکھتا ہو تو اُس کا
حساب خود اللہ تعالیٰ کے یہان قیامت مین ہوگا اور اگر اُسنے ظاہر مین اسلام سے پھرنا چاہا تو مرتد کے حکم مین قرار دیا جائیگا پس منافقین
چاہتے تھے کہ جہاد و جزیہ سے بچین اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو کچھ مال غنیمت حاصل کرتے تھے اُس مین شریک ہون چنانچہ انکا سبب نزول
اُس بیان سے معلوم ہوگا جو شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر مین لکھا کہ نفاق کے معنے یہ ہین کہ بھلائی ظاہر کرے اور بُرائی چھپاوے اور اُسکی دو قسمین ہین
اول نفاق عملی یعنے درحقیقت وہ دل سے مومن ہی لیکن ایمان کے موافق برتاؤ نہین رکھتا ہی جیسے حدیث مین ہی کہ منافق کی علامت یہ ہی
کہ جب کوئی بات بیان کرے تو دروغ بولے اور جب اُسکے پاس امانت رکھی جائے تو اُسمین خیانت کرے اور جب کسی شخص سے مخاصمہ ہو تو یہ کجروی
عمل مین لاوے یعنی اپنے مدعی یا مدعیٰ علیہ کے ساتھ خواہ زبانی گالی گلوج کرے یا حاکم کے سامنے جھوٹھ قسم یا جھوٹی بات کی پیروی کرنے
مین بدکردار ہو اور جب کسی سے وعدہ و عہد کرے تو خلاف کرے پس یہ عملی منافق ہی اور یہ بھی گناہ شدید ہی جسکا تفصیلی بیان اپنے موقع پر
انشاء اللہ تعالیٰ آویگا حتی کہ ابن جریجؒ نے فرمایا کہ منافق کا قول و فعل باہم مخالف ہوتا ہی اور ظاہر و باطن و حاضر و غائب مین مخالفت ہوتی
ہی قسم دوم نفاق اعتقادی اور یہ اقسام کفر مین بدتر ہی اور منافقون کے بارہ مین جو آیات ہین اُنکا نزول بعد ہجرت کے مدینۂ منورہ
مین شروع ہوا اسواسطے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین تھے تب تک نفاق نہین تھا بلکہ برخلاف اسکے بعضے لوگ اسلام لاتے مگر

ست کذب واذا اؤتمن خان واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر

کافرون کی ایذا کے خوف سے دل مین چھپائے رہتے تھے حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن تھے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو یہان دو قبیلہ اوس و خزرج دو بھائیون کی اولاد تھے جو دراصل یمنی تھے اور زمانہ جاہلیت مین مشرکین عرب کے موافق بت پرستی کیا کرتے تھے اور یہان تین قبائل یہود رہتے تھے بنو قینقاع اور یہ لوگ خزرج کے شریک تھے اور بنو النضیر و بنو قریظہ اور یہ دونون قبیلے اوس کے شریک تھے اور باہم قبیلہ اوس و خزرج مین زمانہ جاہلیت کے موافق جدال و قتال رہتا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے چھ برس پہلے اس قدر سخت قتال ہوا کہ چیل کوون نے مردون کا گوشت کھایا اور اُس واقعہ کا نام یوم البعاث ہے اور اس لڑائی مین یہودی بھی اپنے حلفا کے شریک رہتے تھے لیکن یہ شرکت بھی کسیقدر دباؤ اور مجبوری کے ساتھ تھی حتی کہ بعضے اوقات اوس و خزرج سے کہا کرتے کہ اب وہ زمانہ قریب ہے کہ ہم لوگ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ حمایت مین ہو کر تم لوگون کو تہ تیغ کرینگے اور اوس و خزرج اس گفتگو سے متعجب ہوتے تھے پھر اوس و خزرج بعد اس جنگ شدید کے باہم صلح پر آمادہ ہوئے اور چاہا کہ عبداللہ بن اُبی بن سلول کو جو قبیلہ خزرج مین سے تھا اپنا بادشاہ بناوین اتنے مین حج کا موسم آیا تو قریش سے عہد کے واسطے اوس و خزرج دونون مین بارہ آدمی بھیجے گئے وہان اُنھون نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو تمام قبائل عرب پر پیش کرتے اور راہ حق کی ہدایت فرماتے جب گروہ اوس و خزرج نے دیکھا تو آپس مین کہا کہ یہ تو وہی شخص معلوم ہوتا ہے جسکی نسبت یہود ہمکو ڈرایا کرتے تھے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رات مین گھاٹی پر لے گئے اور آپ سے علامات دریافت کر کے تحقیق کر لیا کہ بیشک یہ وہی شخص ہے کیونکہ جو علامات یہود بیان کرتے تھے وہ موجود ہین اور اللہ تعالیٰ نے اُن لوگون کے دل مین ایمان ڈالا اور اُنھون نے دیکھا کہ نور نبوت چمک رہا ہے پس یہ لوگ بجائے قریش سے معاہدہ کرنے کے مسلمان ہو گئے اور مدینہ کو واپس آئے اور یہان اوس و خزرج سے بھی عام طور پر اظہار نہین کیا مگر معتمد لوگون سے اظہار کر کے اپنا شریک کیا حتی کہ دوسرے سال بہتر آدمی حج کے بہانہ سے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہماری تعلیم کے واسطے اپنے اصحاب مین سے کوئی شخص بھیجین چنانچہ آپ نے ایک شخص کو ساتھ کیا جو بنی عبد الاشہل کے باغ مین اُن لوگون کو قرآن مجید و ارکان عبادت تعلیم کرتا تھا ناگاہ ایک روز سردار کو خبر ہوئی اور وہ آیا تو اُسکے خوف سے سب لوگ متفرق ہو گئے اور اُسنے صحابی مہاجر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو کس بات سے لوگون کو بہکاتا ہے اُنھون نے حم سے چند آیات سُنائین جنکی ہیبت سے وہ شخص کچھ دیر سکوت مین رہا اور گھر مین آکر فوراً اپنے ہتھیار و گھوڑا مانگا اور لوگون کو خوف ہوا کہ شاید یہ قتل کر ڈالیگا اور اُسکا بھائی بھی منجملہ مومنین کے تھا پس وہ مرد صالح سخت غضبناک ہوا اور اُسنے بھی اپنی تلوار اُٹھائی کہ واللہ اگر اسنے صحابی کو قتل کیا تو مین بھی اسکو قتل کر ڈالونگا لیکن یہ سردار جو عنایت ازل سے سعید تھا نکلکر ایک ٹیکرے پر آیا اور اُسنے قوم کو آواز دی پس وہ لوگ گرد حاضر ہوئے اور اُسنے کہا کہ تم لوگ مجھکو کیسا سمجھتے ہو سبھون نے کہا کہ آپ ہمارے بہتر سردار ہین تب سردار نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کے واسطے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اختیار کیا پس جو شخص چاہے میرا ساتھ دے اور جو چاہے اپنی راہ اختیار کرے پس سبھون نے ساتھ دیا اور سردار نے اُٹھکر صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی و آسدن مدینہ مین ہر ایک گھر ذکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہو گیا لیکن بہت سے لوگ صرف سردار کے خوف سے ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے تھے اور یہودیون نے جب یہ سُنا تو اُنکی بدبختی نے اُنکے دلون مین حسد کی آگ بھڑکائی اور اُنھون نے اوس و خزرج کو برعکس علامات سے بہکانا شروع کیا لیکن اوس و خزرج نے اُنکی شرارت کو پہچان لیا کہ اب یہ لوگ جھوٹ بول کر ہمکو بہکاتے ہین اور اوس و خزرج مع دونون سردارون کے باہم متفق ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مددگاری پر آمادہ ہو گئے اسیواسطے اوس و خزرج کا نام چھوڑ کر انصار اُنکا نام ہوا لہذا

مددگاران دین الٰہی یعنی ان لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین درخواست بھیجی کہ آپ یہان تشریف لاوین ہم لوگ جان و مال سے آپکی
مددگاری اور آپ کے اصحاب کی خدمتگذاری کو موجود ہین شیخ نے لکھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نزول حکم الٰہی کے مکہ سے ہجرت
کر کے مدینہ منورہ مین تشریف لائے اور مہاجرین اصحاب رضی اللہ عنہم بھی آئے تو اوس و خزرج نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپکے اصحاب
مہاجرین کو اپنے یہان جگہ دی اور یہودیون مین سے سوائے حضرت عبد اللہ بن سلام و اُنکے ساتھیون کے کوئی مسلمان نہوا اور اُنھون نے
پیغمبر آخر الزمان کے اوصاف و علامات کو بدلنا شروع کیا لیکن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ علماے یہود مین سب سے اشرف مشہور تھے
پس اُنھون نے اُن جھوٹون کی تردید کی اور یہ جھوٹ کیونکر چل سکتا تھا جبکہ مدت دراز سے خود یہودیون نے صحیح اوصاف مشہور کر رکھے تھے
اگرچہ اوس و خزرج جو نبوت کے معنے سے آگاہ نہ تھے اُنکی باتون پر توجہ نہین کرتے تھے شیخ نے لکھا کہ چند روز تک نفاق اسواسطے
شائع نہوا کہ مسلمانون مین ابھی شوکت و قوت نہ تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیون اور مدینہ کے گردواے بہتیرے قبائل عرب
سے مصالحہ کر لیا تھا پھر جب اللہ عز و جل نے مقام بدر مین آپکی قلیل جماعت کو فتح دی اور اُسکی صورت یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم مدینہ منورہ سے چند آدمیون کو لیکر قریش کا تجارتی قافلہ روکنے کے لیے روانہ ہوئے اور چونکہ لڑائی کا قصد ظاہر نہین فرمایا تو قبائل
اوس و خزرج مین سے سب لوگ ساتھ نہین ہوے لہذا بہت قلیل جماعت سے جب مقام بدر تک پہونچے تو وہان معلوم ہوا کہ سرداران قریش
بجماعت کثیر مع ساز و سامان کے لڑنے کو آئے ہین اور ناگاہ دونون لشکر مقابل ہوے اور اللہ تعالے نے مومنون کو فتح کا وعدہ
فرمایا چنانچہ یہی ہوا کہ قریش کے بہت سے سردار مارے گئے اور بہت سے قید ہوئے جب اللہ تعالی نے اہل اسلام کو عزت دی تو وہی
عبد اللہ بن اُبی بن سلول خزرجی جسکو انصار نے اپنا بادشاہ بنانا تجویز کیا تھا اور وہ بوجہ اسلام انصار کے اُس سے محروم رہا اور دل مین جل گیا تھا
جنگ بدر واقعہ بدر کے اپنے خاص لوگون سے کہا کہ اب اسلام چل نکلا پس ظاہر مین وہ مسلمان ہوگیا اور اُسیوقت سے اہل مدینہ و اُسکے گرد وا
اعراب مین نفاق شروع ہوا لیکن اصحاب مہاجرین رضی اللہ عنہم مین کوئی شخص منافق نہین تھا کیونکہ وہ لوگ اپنا وطن و مال و اولاد چھوڑ کر ایسی
حالت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرتے تھے کہ تکلیف و فاقہ روکنے کا کوئی سامان نہ تھا اور اسلام کو کوئی قوت نہ تھی و
قریش و تمام قبائل عرب دشمن تھے اور مسلمانون کو دین چھوڑنے پر گالیان دیتے اور کوئی بھی موافقت نہین کرتا تھا اور یہ وقت نہایت
مشکل تھا کہ اللہ تعالی نے جسکو ذرہ برابر بھی عقل دی وہ اُسوقت کی حالت و صورت کو قیاس کر سکتا ہے کیونکہ اس زمانہ مین تو پیدا ہو تے ہی الٰہی
کی آوازین کانون مین آتی ہین اور گرد و پیش مسلمان نظر آتے ہین پس یہ زمانہ اور وہ زمانہ بالکل مباین تھا پس عاقل صاف جان لیگا کہ اللہ تعالے
نے اصحاب مہاجرین مین جو عظیم نور معرفت رکھا تھا وہی انکو مال و اولاد و وطن چھوڑنے پر آمادہ کرتا تھا جب یہ بیان ہو چکا تو شیخ نے اس
آیت قدسی کے سبب نزول مین لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ منافقین قبیلہ اوس و خزرج مین سے بعض لوگ تھے جو ظاہر
مین اسلام کا اقرار کرتے تھے (رواہ محمد بن اسحٰق) اور یہی قول ابو العالیہ و حسن و قتادہ و سُدی وغیرہم سے مروی ہے شیخ نے لکھا کہ اللہ
تعالے نے منافقون کے حالات بیان فرمائے ہین اسواسطے مزید توضیح فرمائی کہ مومنین صادقین کو اُنکے افعال و اقوال سے دھوکا نہ ہو
کیونکہ وہ اپنے زعم مین مومن کو فسق و فجور کا مرتکب پاوینگے چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ جب کوئی مرد صالح کسی فعل ممنوع کا مرتکب نظر آتا ہے تو
اُسکے دیکھا دیکھی بہت لوگ مبتلا ہو جاتے ہین لہذا اللہ تعالی نے تنبیہ فرمائی کہ یہ لوگ زبانی اقرار کرتے ہین اور اُنکے دل مین نور ایمانی
نہین ہے۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ یہ لوگ دھوکا دیتے ہین اللہ تعالے کو اور اُن لوگون کو جو ایمان

لائے ہین۔ ف چونکہ اُنھون نے اللہ تعالیٰ کو نہین پہچانا کہ وہ عالم الغیب والشہادہ ہے تو اپنی جہالت سے گمان کیا کہ جیسے مومنون کے نزدیک ہمارا قول مقبول ہوجاتا ہے ویسے ہی اللہ تعالیٰ بھی آگاہ نہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے لہذا فرمایا۔ وَمَا يَخْدَعُونَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ۔ اور یہ لوگ تو سوائے اپنی ذات کے کسیکو دھوکا نہین دیسکتے ہین۔ ف کیونکہ ہر چیز کا خالق اللہ عزوجل ہے تو جو کچھ اُسکو منظور رہوگا وہی واقع ہوگا اور ان لوگون کا مکر خود انھین کے حق مین وبال ہے تو مکر کا نتیجہ خود اُنھین کی ذات کے واسطے ہوا۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ حالانکہ یہ لوگ شعور نہین رکھتے ہین۔ ف یعنے انتہائے جہالت سے ایسی موٹی بات بھی نہین پہچانتے۔ ابن جریج نے کہا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ظاہر کرکے چاہتے ہین کہ اُنکے جان و مال محفوظ رہین حالانکہ چند ہی روز کے بعد مرتے ہی وبال عذاب اُنپر طاری ہوگا جو ہمیشہ اُنپر باقی رہیگا تو خفیف راحت کے بدلے دائمی رنج اُٹھاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنا نام پاک صرف مومنون کی تکریم کے واسطے ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ جسنے مومن کو دھوکا دیا اللہ تعالیٰ اُسکو سزا دیگا۔ فـــ عرائس مین ہے کہ مسلمانون مین سے جو شخص لوگون مین درویش کامل یا عالم فاضل بننے کے واسطے اپنا ظاہر آراستہ کرے اور باطن بد اخلاق ہو تو مسلمانون کو دھوکا دیکر عاقبت خراب کریگا۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین ہے کہ جس شخص نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اُسکو حاصل نہین ہے تو وہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے مکر کا جوڑا پہنا۔ (الصحیح) اور بعض روایات مین ہے کہ اس اُمت مین بعضے ایسے لوگ ہونگے جو صوف کا لباس پہنکر میٹھی باتین کرینگے لیکن اُنکا باطن ایلوے سے زیادہ تلخ ہے اور حدیث مین ثابت ہے کہ جس عالم نے اسواسطے علم پڑھا کہ لوگون مین عالم کہلایا جاوے تو وہ کہلایا جاویگا اور قیامت مین بحکم الٰہی پیشانی کے بال پکڑکر جہنم مین ڈال دیا جاویگا نعوذ باللہ من ذٰلک۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان زبانی مقر و باطنی منکرون کے بیان حال مین توضیح فرمائی بقولہ تعالیٰ

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝

اُنکے دل مین آزار ہے پھر زیادہ دیا اللہ نے اُنکو آزار اور اُنکو دُکھ کی مار ہے اسپر کہ جھوٹ کہتے تھے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ ان لوگون کے دلون مین روگ ہے۔ ف اور جسم کے روگ سے دل کا روگ بدرجہا بدتر ہوتا ہے کیونکہ جسم کا روگ تھوڑی تکلیف دیتا اور چند روز بعد زائل ہوجاتا ہے حتیٰ کہ موت کے بعد آدمی جسمی روگ سے کچھ تکلیف نہین اُٹھاتا ہے اور دل کا روگ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ مین جلاتا ہے جسم کے روگ مین اگر آدمی صبر کے ساتھ تقدیر الٰہی پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ اُسپر رحمت فرماتا اور اُسکے گناہون کا کفارہ ہوجاتا ہے اور دل کا روگ ہمیشہ بیماری بڑھاتا اور بارگاہ الٰہی سے مردود کیا جاتا ہے حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اُنکے دلون مین روگ یعنے شک و نفاق ہے۔ اور یہی تفسیر علما تابعین مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و حسن البصری و قتادہ و ربیع بن انس و ابو العالیہ رحمہم اللہ سے مذکور ہے۔ اور واضح ہو کہ کبھی سچے مسلمان مین بھی ریا کا مرض پیدا ہوجاتا ہے وہ بھی نفاق کے قریب ہے کیونکہ منافق ہمیشہ ریاکار رہوتا ہے۔ چنانچہ طاؤس و عکرمہ نے کہا کہ اُنکے دلون مین مرض یعنی ریا ہے۔ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اُنکے دلون مین مرض یعنے روگ ہے اور یہ روگ دینی ہے اور مرض جسمی نہین ہے اور یہ منافقین ہین جنھین اسلام کے حقائق مین شک کا مرض پیدا ہوگیا۔ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ پس اللہ تعالیٰ نے اُنکے واسطے روگ بڑھا دیا۔ ف یعنے اُنکے روگ پر روگ زیادہ کیا کیونکہ آیات قرآنی کے نزول سے جو نور آیا وہ مومنون نے اپنے دل مین لیا کہ اُنکے نور پر نور بڑھ گیا چنانچہ فرمایا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۔ اور اُسکے برخلاف منافقون کے دل نے ان آیات سے بھی انکار کیا تو تاریکی ہے

سیاہی زیادہ ہوگئی کما قال اللہ تعالیٰ ۔ واما الذین فی قلوبہم مرض فزادتہم رجسا الی رجسہم یعنی جنکے دلون مین روگ ہے تو آیات قرآنی نے
اُنکی تاریک گمراہی پر گمراہی و کیر بڑھائی ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۔ اور ان منافقون کے واسطے عذاب
الیم ہے بوجہ اُنکے کذب کے یا بوجہ تکذیب کے ۔ ف ۔ یکذبون مین دو قراءۃ متواتر ہین اول یُکَذِّبُونَ بضم یا و تشدید ذال مشتق از تکذیب
یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کو اُمور آخرت کے بیان مین دل سے جھٹلاتے ہین تو اُسکے سبب سے آخرت مین جہنم کا عذاب الیم
اُٹھاوینگے اور جملہ اسمیہ سے اشارہ ہے کہ یہ اُنکے واسطے مہیا ہے کیونکہ جہنم مثل جنت کے بالفعل مخلوق موجود ہے اور دوسری قراءۃ بفتح
یا و کسر ذال منقوطہ بدون تشدید مشتق از کذب ہے یعنے اُنکی دروغ گوئی کی وجہ سے اُنکے واسطے عذاب الیم ہے کیونکہ زبان سے جھوٹ بولتے ہین
کہ ہم ایمان لائے اور دل مین ایمان نہین ہے تو ظاہری کافرون سے بھی یہ لوگ بڑھ گئے کہ اُنھون نے دلی کفر کے باوجود بندگان خدا کو دھوکا دیا
اسی واسطے منافقون کے لیے جہنم کے طبقات مین نیچا طبقہ ہے کما قال تعالیٰ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ۔ اور اس بیان سے
معلوم ہوا کہ خالی کذب اس عذاب الیم کا سبب نہین ہے جیسا زمخشری نے زعم کیا اور بیضاوی نے اُسکی اتباع کی اور دھوکا کھایا کیونکہ زمخشری
تو معتزلہ کی بداعتقادی کا تابع ہے کہ جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو وہ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے پس اُسنے آیت کو بھی اسی پر محمول کیا کہ کذب
کی وجہ سے یہ لوگ عذاب الیم مین مبتلا ہوئے حالانکہ منافق تو ایمان سے منکر و مکار ہوتا ہے پس وہ تو کفر کی وجہ سے دائمی جہنمی ہے اور واضح
ہو کہ کذب در حقیقت ایک قول ہے جو آدمی کی زبان سے نکلتا ہے اور اُسکی بُرائی اسیوجہ سے ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کے حق مین مضر ہوتا ہے
اور اُس سے فساد پھیلتا ہے حتی کہ اگر ایسا موقع پیش آوے جسمین کذب کے ذریعہ سے فساد دور ہو تو وہان کذب مذموم نہوگا بلکہ کبھی مستحب
ہوتا ہے مثلاً دو شخصون مین خلاف شرع کے صرف نفسانی رنجش ہے اور اس رنجش کی وجہ سے شرع مین دونون گنہگار ہوتے ہین کیونکہ حدیث مین
ہے کہ جب دو مسلمانون مین باہم نفسانیت ہو اور تین دن کے اندر دونون نے مصالحت نہ کی تو اُنکے اعمال خیر مرتبہ قبولیت پر چڑھائے
نہین جاتے بلکہ روکے جاتے ہین یہانتک کہ دونون صلح کرین پھر ایک مرد صالح نے دونون مین ملاپ کا یہی طریقہ پایا کہ ان دونون مین سے
ہر ایک سے ملکر بیان کیا کہ تمکو فلان شخص سے ناحق ملال ہے کیونکہ وہ تمھاری تعریف کرتا تھا حتی کہ دونون یہ سنکر ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے تو درمیانی
آدمی نے نیک کام کیا کہ نفاق دور کیا اور دونون کو اُنکی نیکیان مردود ہونے سے بچایا اور کسیکا کچھ نقصان نہین کیا پس یہ کلام کذب مستحب ہے بلکہ
بعض صورتون مین جھوٹ بولنا واجب ہوجاتا ہے مثلاً حاکم ظالم نے زید کو قتل کے واسطے گرفتار کیا کہ تو نے آج رات مین رہزنون کی شرکت کر کے
ڈاکہ مارا ہے حالانکہ بکر خوب جانتا ہے کہ زید ایک نیکبخت عالم ہے جو کبھی ڈاکہ مارنے کے نام سے بھی واقف نہین ہے اور خصوصاً آج وہ تمام رات
بکر کے یہان مجلس وعظ مین صبح تک وعظ کہتا رہا اور صبح کی نماز کے بعد جب بکر وغیرہ اُسکو گھر تک پہونچانے گئے تو وہ راستہ مین سپاہیون کے
ہاتھ مین گرفتار ہوا پس اگر زید کی رہائی کے واسطے یہی طریقہ ہو کہ بکر کو جھوٹ بولنا پڑے تو اُسکو قتل ناحق سے بچانے کے واسطے بکر کو جھوٹ
بولنا واجب ہے پس زمخشری کا خیال باطل ہے ۔ اور حدیث مین ہے کہ جھوٹ تو سراسر گناہ ہوتا ہے سوا اُس جھوٹ کے جس سے کسی مسلمان
کو شرعی نفع پہونچے یا اُسکے دین سے کوئی آفت دور ہو (الطبرانی فی الاوسط) اور آدمی پر ہر جھوٹ لکھا جائے گا یعنے گناہ ہے سوائے
تین کے ایک یہ کہ آدمی جنگ جہاد مین جھوٹ بولے اسواسطے کہ لڑائی تو چالاکی ہے دوم اپنی زوجہ کو رضامند کرنے کے واسطے کوئی
بات کہدے سوم دو مسلمانون کے بیچ مین جھوٹ بول کر صلح کراوے ۔ ف واضح ہو کہ بہت سے لوگ فقیری صورت بنا کر بہت سے
جاہل مسلمانون کو دھوکا دیتے ہین چنانچہ روایت مین آیا کہ بالون کے لباس پہنکر میٹھی باتین کرتے ہین حالانکہ اُنکے دل بلوہ سے زیادہ

کرڑو رہے ہیں تو انکے دل میں بھی یہ روگ ہے کہ مخلوق الٰہی کے نزدیک پسند کر اپنی قبولیت سے خوش ہوتے ہیں اور بارگاہ الٰہی عزوجل
مین مردود ہونے سے بے پروا ہیں اسیطرح جسکے دل میں دنیاوی غفلت ہو تو یہ ایک مرض ہے اور جب یہ لوگ اللہ عزوجل کی یاد نہیں کرتے ہیں
تو اپنے نفس سے غافل کیے جاتے ہیں جس سے مرض بڑھتا جاتا ہے اسی طرح جو شخص گناہوں سے بچنے کی فکر نہ کرے اور توبہ و خوف سے غافل ہو تو ہلاک
کر دیا جاتا اور مرض بڑھ جاتا ہے اسیطرح جو شخص عبادت کرے مگر اپنی عبادت پہ نازان ہو تو یہی مرض ہے کہ وہ خوف و خشوع سے محروم ہو کر زیادہ
بیمار ہو جاتا ہے اسیطرح جو شخص سوائے حق تعالیٰ و دار آخرت کے دنیائے فانی کی کسی چیز پر دل لگا دے تو وہ اسکے عیب سے اندھا ہو کر زیادہ بیمار ہو جاتا ہے
کیونکہ حدیث میں ہے کہ آدمی کو کسی چیز کی محبت اسکے عیب سے اندھا و بہرا کر دیتی ہے شیخ سہل بن عبداللہ نے فرمایا کہ ریاکاری و عجب ایک مرض لا دوا ہے
سوائے اسکے کہ دنیا و ما فیہا سے منقطع ہو کر اخلاص کی راہ اختیار کرے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو نہ پہچاننا یا ناشکری کرنا مرض شدید ہے
عس شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قرطبی وغیرہ علماء سے پوچھا گیا کہ اس امر میں کیا علت و حکمت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقون کو قتل
نہیں فرمایا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض منافقون کو بعینہٖ خاص طور پر پہچانتے تھے ۔ مترجم کہتا ہے کہ قرآن مجید میں بھی حکم دیا گیا کہ
یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم الآیۃ ۔ شیخؒ نے لکھا کہ ان علماء نے چند جوابات لکھے از انجملہ یہ کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ میں تیری رائے کے موافق منافقون کو قتل نہیں کرونگا کیونکہ مجھکو یہ امر ناگوار ہے کہ
عرب میں یہ بات مشہور ہو کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں اسکے معنی یہ ہیں کہ اعراب کو قتل منافقین کی حکمت ظاہر نہ ہوگی کیونکہ انکو
معرفت شریعت و اسلام نہیں آئی تو وہ لوگ اسلام لانے سے باز رہیں گے اور جہالت سے سمجھیں گے کہ بعضے ساتھی قتل کیے جاتے
ہیں ۔ قرطبیؒ نے کہا کہ ہمارے ملک کے علماء یہی حکمت خیال کرتے ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے لوگون کو تالیف قلب کے
واسطے بیت المال سے عطا فرماتے حالانکہ انکی بد اعتقادی کو خوب جانتے تھے اور یہی حکمت بہت سے علماء مالکیہ سے منقول ہے ۔
مترجم کہتا ہے کہ اس میں تردد ہے کہ اگر کافرون کی طرح ان سے جہاد کا حکم الٰہی ہوتا تو کچھ شک نہیں کہ آپ اسکو جاری فرماتے پس قطعًا
معلوم ہوا کہ انپر قتل کا حکم نہیں تھا چنانچہ حدیث معروف بھی بندہ آتی ہے ۔ از انجملہ یہ مصلحت تھی جو امام مالک نے بیان فرمائی کہ اسلئے کہ
یہ بات معلوم ہو جاوے کہ حاکم موافق طریقہ شریعت کے فیصلہ کریگا اور اگر حاکم کو کسی مقدمہ میں اپنے علم سے کوئی بات معلوم ہو تو اسکے موافق حکم
نہیں کریگا ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مصلحت بھی مخدوش ہے اسواسطے کہ جب وحی الٰہی سے انکا نفاق معلوم ہو گیا اور ظاہر ہے کہ فلان فلان شخص بتلا دیا گیا
تو اس سے بڑھکر کوئی شہادت نہیں ہو سکتی ۔ اور بقول قرطبی تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قاضی اپنے جاننے کے موافق حکم نہیں
کریگا اور یہان تو شہادت الٰہی انکے حق میں موجود ہے ۔ از انجملہ یہ مصلحت ہے جو امام شافعیؒ نے بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے
نفاق کا علم تھا مگر انکی جانب سے اسلام کا اظہار کرنا قتل سے مانع ہوتا تھا کیونکہ جب انہوں نے اسلام کا اظہار کیا تو اخلاص مشتبہ ہو گیا
کیونکہ اسلام سے اگلے گناہ مٹ جاتے ہیں اور انکی تائید میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ
لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ لا الٰہ الا اللہ کہیں پھر جب انہوں نے یہ کلمہ کہا تو انہوں نے مجھ سے اپنی جان و مال بچا لئے [illegible]
ان حقوق کے جو جان و مال سے متعلق ہیں اور باطن انکا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے یعنی ظاہر میں اسلام [illegible]
مقدمہ میں تو اللہ تعالیٰ انکو ثواب عطا فرمائیگا اور اگر دل میں منافق ہیں تو ظاہری حکم دنیاوی نافع نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ [illegible]
مترجم کہتا ہے کہ یہ وجہ قوی ہے لیکن اتنی بات ہے کہ اظہار اسلام سے صرف انہی منافقون کے حق میں شبہ ہو سکتا ہے [illegible]

معلوم نہ ہو لہذا اسکے ساتھ یہ وجہ ملائی جاوے جو بعض علما نے بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسواسطے منافقون کو قتل نہین فرماتے تھے
کہ انکی بدی سے اسلام کو کچھ خوف نہ تھا پھر بعد زمانۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر مسلمانون نے کسی کا نفاق جانا تو اسکو قتل کر ڈالین گے
امام مالک رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مین جسکو منافق کہتے تھے آج اسکو زندیق کہتے ہین۔ شیخ رح نے لکھا کہ زندیق
کے قتل کرنے مین علمار کے اقوال تفصیلی کتب فقہ مین مذکور ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک مین بذریعہ
وحی کے لوگون کا حال معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ دل سے مومن ہے اور وہ دل سے منافق اور اس زمانہ مین کسی کے دل پر حکم نہین ہو سکتا بلکہ جسنے زبان
سے اسلام ظاہر کیا تو اسکے اسلام کا حکم دیدیا جائیگا اگرچہ وہ دل سے مومن نہو اور اگر اسنے کچھ افعال ناشائستہ اختیار کیے تو یہی کہا جائیگا
کہ فاسق مسلمان ہے اور اگر کسی نے منافقانہ کلمات کہے تو ظاہر شرع اسپر بھی حکم لگا دیگی اگرچہ وہ دل سے مومن ہو اور اسکا یہ قول بطور
فسق ہو اور اسیوجہ سے فقہ مین جو اقوال و افعال ایسے مذکور ہین جنکی نسبت فقہا نے مرتد ہو جانیکا حکم دیا مثلاً کسی نے کمر پر زنار باندھی یا
کہا کہ مین شرع و ورع نہین جانتا ہون اور مانند اسکے تو بعض فقہا نے جنمین صاحب بحر الرائق ہین اختیار کیا کہ ایسے شخص کے حق مین کفر کا فتویٰ نہین
دینگے کیونکہ امام ابوحنیفہ رح وغیرہ ائمہ اہل سنت والجماعت سے صحیح روایت ہے کہ ہم لوگ کسی ایسے شخص کی تکفیر نہین کرتے جو ہمارے قبلہ کی طرف توجہ
کرے اور ہمارا ذبیحہ کھاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ جنہون نے ارتداد کا حکم دیا ظاہراً انکا مطلب یہ ہے کہ مثلاً بت کو سجدہ کرنا یا کلام الٰہی کی توہین کرنا ایسے
افعال کفر ہین اور جب اسکو مرتد ہونیکا حکم ہوا الا اگر وہ درحقیقت مرتد نہین ہے تو خواہ مخواہ حاکم اسلام سے توبہ کر کے عذر کریگا اور آئندہ ایسی
حرکت سے خوف کریگا اگرچہ اسنے یہ حرکت بطور بیباکی و فسق و فجور کے ظاہر کی ہو بخلاف اسکے امام صاحب بحر الرائق وغیرہ کے کہ جب فتویٰ کفر کا
نہین دینگے تو خوف اٹھ گیا لہذا متقدمین ہی کا قول قریب بفقہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تنبیہ) آیت قدسی جسمین منافقون و کافرون سے جہاد کا حکم
ہے اسمین جہاد سے پوری کوشش مراد ہے اور یہ کوشش دونون فرقون مین ہر ایک کے مناسب حال عمل مین لائی جائیگی چنانچہ کافرون کے ساتھ
بطریق قتال ہے یہانتک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہین اور صرف یہ زبانی اقرار قبول کر لیا جائیگا اور منافقین تو یہ کلمہ کہتے ہی ہین تو انکے ساتھ قتال کی کوئی
راہ نہین ہے بلکہ انسے جہاد بطور اظہار حق و نصیحت اور انکی بد افعالیون پر تشنیع ہے اور اسکو بھی جہاد بولتے ہین۔ چنانچہ حدیث مین ہے کہ سلطان ظالم
کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے پس اسیطرح منافقون کو بھی درشتی سے نصیحت کرنا انسے جہاد ہے۔ شیخ رح نے لکھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم غزوۂ تبوک سے لوٹے تو پہاڑ کی گھاٹی مین غار کے برابر ایک تنگ راستہ تھا اور تاریک رات تھی پس چودہ منافقون نے قصد کیا کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقہ اس مقام پر پہونچے تو تاریکی مین اس ناقہ کو دھکا دین تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گر جاوین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بذریعہ وحی الٰہی کے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو انکے نامون اور انکے قصد سے آگاہ فرمایا تھا حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ کیا مجھ مین منافقون کا کچھ اثر
پایا اور انجام یہ ہوا کہ منافق علاج کر کے کہا کہ آگ [illegible] کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بہت سے منافقون کو پہچانتے تھے
حتی کہ جب سب سے مشہور منافق عبد اللہ بن ابی ابن سلول مرا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے بیٹے کی خاطر سے جو پکا مسلمان تھا اپنی قمیص
عطا فرمائی اور اسنے اپنے باپ کی نسبت عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ گو منافق مر گیا پس اگر آپ نماز پڑھین تو شاید اسکے حق مین کوئی نجات ہو
پس جب آپ نماز کو کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامنے آکر عرض کرنا شروع کیا کہ یا رسول اللہ آپ اس منافق پر نماز پڑھتے ہین اور
بہت اصرار کیا کہ نہ پڑھین لیکن پھر آیت نازل ہوئی کہ لا تصل علی احد منهم مات ابدا الآیۃ [illegible] اولی [illegible]
کہ کوئی چیز مفید نہوگی حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جو مومنون کے واسطے نور عظیم [illegible] منافق کے واسطے اللہ تعالیٰ نے [illegible]

اللہ تعالیٰ نے منافقون کی تفضیح مین مومنون کو زیادہ توضیح دی کیونکہ انکے زبانی دعوی پر مومنین اُنکے ساتھ ولی دوستی کرتے تھے بخلاف ظاہری
کافرون کے کہ انکی مضرت خفیف ہے بلکہ انکا کفر بھی خفیف ہے کیونکہ کافر اگر اسلام کو سمجھا تو وہ مخلص مومن ہوگیا بخلاف منافقون کے کہ یہ لوگ
زمین مین فساد کرتے اور جہل مرکب سے اس فساد کو اصلاح اعتقاد کرتے ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمایا۔ اَلَآ اِنَّهُمْ
هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ○ خبردار رہو کہ یہی لوگ مفسد ہین لیکن شعور نہین رکھتے ف زبان عرب
مین شعور ایسی چیز کے واسطے ہوتا ہے جو محسوس ہو اور انکا فساد بھی گویا محسوس تھا لہٰذا مومنون کو تنبیہ فرمائی کہ انکا فساد اسقدر ظاہر ہے گویا
یہی مفسد ہین لیکن اپنی جہالت سے اس کھلے ہوئے فساد کو بھی نہین سمجھتے ہین ف بعضے لوگ دُنیا کی لذات کو دل مین جگہ دیتے ہین
جس سے قلب کا فساد ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مین قلب کو زمین سے تشبیہ دی ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ
ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی پس جو لوگ لذات دنیاوی کی طرف میلان
کرتے ہین وہ اپنے قلب کو بگاڑتے ہین اور بسا اوقات ایسے مدعی پیرون سے خرق عادات بھی ظاہر ہوتے ہین جنکو عوام کرامت سمجھتے ہین
حالانکہ یہ استدراج ہے اور عوام دل وجان سے اُنکے تابع ہو کر ایمان کھو بیٹھتے ہین حالانکہ کرامت صرف ایسے شخص مین ہوتی ہے جو راہ راست و طریق
سنت پر مستقیم ہو۔ واضح ہو کہ منافقون نے اپنے قول مین مومنون پر طنز کیا تھا جیسا کہا کہ ہم تو سراسر اصلاح ہی کرنیواسطے ہین یعنی اگر کچھ فساد ہے تو تمہاری
جانب سے ہے پس اللہ تعالیٰ نے مومنون کی تکریم فرمائی کہ انکی طرف سے منافقون کو جواب دیا اور جواب مین کمال بلاغت سے منافقون ہی کو مفسد ٹھہرایا

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ

اور جب کہیے انکو ایمان مین آؤ جسطرح ایمان مین آئے سب لوگ کہین کیا ہم اسیطرح مسلمان ہون جیسے مسلمان ہوئے بیوقوف سُنتا ہے

هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○

وہی ہین بیوقوف پر نہین جانتے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ ۔ اور جب اُنسے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے ہین
ف یعنی جب منافقون سے کہا جاتا ہے کہ جیسے بزرگ لوگ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اللہ تعالیٰ و ملائکہ و کتابون و
رسولون و روز قیامت و جنت و دوزخ وغیرہ پر ایمان لائے ہین اور اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے
ہین اسیطرح تم بھی سچے طور پر ایمان لاؤ تو خبیث منافقون نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سفیہ یعنی کم عقل قرار دیا۔ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ
اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۔ تو کہتے ہین کہ کیا ہم ایسے ایمان لاوین جیسے سفیہ لوگ ایمان لائے ف یعنی ہم اُنکی طرح نہین بنین گے
یہی قول حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ و تابعین سے ماثور ہے اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے
مردود منافقون کو جواب دیا۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۔ خبردار رہو کہ یہ منافقین ہی خود سفیہ
لوگ ہین ولیکن جانتے نہین ہین ف یعنے انکی کمال حماقت یہ ہے کہ اپنی حالت کو بھی نہین پہچانتے ہین اسی واسطے بعض لوگون
کہا کہ جو شخص اپنے آپ کو نہ پہچانے وہ اپنے رب عزوجل کو بھی نہین پہچانیگا کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو بندہ جانے وہ خالق کو پہچانیگا۔
وکیع و ابن جریر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان منافقون والون کا آنا ہنوز بیان ہو وہ ابھی تک ظاہر نہین
ہوئے شیخ ابن جریر نے کہا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مراد نہین معلوم ہوتی کہ اس قسم کا منافق کوئی ابھی تک نہین ہوا کیونکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین منافقون کا وجود معروف ہے اور آیات مین بکثرت مذکور ہے بلکہ انکی مراد یہ ہے کہ اُس امت مین جو منافق پیدا ہونے والے ہین وہ ابھی تمنے نہین دیکھے کہ جب وہ ظاہر ہونگے تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین جو منافق تھے اُنسے بدرجہا بدتر ہین مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین یہ امر مشاہدہ ہوگیا چنانچہ فرقہ نیچریہ وغیرہ اُن منافقون سے بدرجہا بدتر ہین اور یہ لوگ سچے اعتقاد والون کو برا خیالات کے احمق بتلاتے ہین اور الحمد للہ کہ اللہ تعالی نے کلام قدیم ہی مین اپنے علم قدیم کے موافق انکا جواب دیدیا کہ یہی لوگ قطعی سفیہ احمق ہین اور اللہ تعالی کی شہادت سے بڑھکر کوئی سچی شہادت نہین - اور جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ والون نے اُسوقت کے اکابر مومنین کو بوجہ فقیری و محتاجی کے سفیہ کہا تھا اسیطرح اس زمانہ کے منافقین نے بھی سچے مسلمانون کو جو بدکاریون سے بچکر تنگدستی کی حالت مین ہین بیوقوف قرار دیا ہے حالانکہ صحیح مسلم مین ہے کہ اسلام غریب شروع ہوا اور جیسے شروع ہوا تھا عنقریب ویسے ہی غریب ہوجائیگا عود کریگا پس غرباء کے واسطے مبارکباد ہے (رواہ مسلم) پس یہ معجزہ بھی مسلمانون کے واسطے بشارت عظیم ہے - اور حدیث مین ہے کہ قیامت کے قریب میری امت کے بہت سے فریق مشرکون مین ملجاوینگے (الصحیح) یہ معجزہ بھی اسوقت صادق ہے - اور واضح ہو کہ جسوقت مسلمانون کی فتوحات ہندوستان سے لیکر ملک اندلس و اسپین تک پہونچی تھین تو اُسوقت نصرانی بالکل جانورون کی طرح گمنام تھے کسی کو انکی ترقی کا گمان بھی نہ تھا لیکن حدیث مین آیا کہ قیامت کے قریب امت اسلام بگڑجائیگی اور ظلم و فسق و فجور و دنیاوی اترانے مین یہود و نصاریٰ کیطرح عاقبت بھول جاوینگے اُسوقت اُنپر ویسے ہی بلائین نازل ہونگی اور اُسوقت نصاریٰ ہی بکثرت اور روے زمین پر غالب ہونگے اور حدیث مین آیا کہ نصاریٰ روم مسلمانون کو گانون گانون کرکے نکالدینگے اور حدیث مین ہے کہ خروج دجال کے قریب بعد سخت جدال کے قسطنطنیہ کو کفار فتح کرلینگے اور حدیث مین ہے کہ مسلمانون کے قبضہ مین سوائے حیرہ و عرب و ایک قطعہ دیگر کے کوئی ملک نہین رہیگا چنانچہ سورۂ اعراف مین انشاء اللہ تعالی تفصیلی بیان آویگا - اور اُسوقت سے میری مراد یہ ہے کہ یہ حالت خود مومنون کے واسطے نور یقین کے معجزات مین جو اُنکے سامنے موجود ہین اور اللہ تعالی ہم سب مومنون کو ایمان پر ثابت قدم رکھے اور فتنہ گمراہی سے محفوظ فرماکر چند روزہ زندگی کے بعد خاتمہ بخیر فرماوے آمین یا ارحم الراحمین بحرمۃ حبیبک مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین - ان منافقون کو بھی لازم ہے کہ چند روزہ دنیا پر فریفتہ نہون اور جن خیالات فلسفیہ نے انکو دھوکا دیا مترجم نے مقدمہ مین انکا بطلان بدلائل بیان کیا ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم اور وہ دلائل اگرچہ صریح حق ہین لیکن جو شخص نظر عداوت سے دیکھے اُسکو حق نہین سوجھتا ہے کیونکہ جسنے کفر اختیار کیا اُسکے دل پر مہر غضب ہوجاتی ہے اور یہی منافقون کی حالت ہے -

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ
اور جب ملاقات کرین مسلمانون سے کہین ہم مسلمان ہوئے اور جب اکیلے جاوین اپنے شیطانون پاس کہین ہم ساتھ ہین تمہارے

إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝
ہم تو ہنسی کرتے ہین اللہ ہنسی کرتا ہے اُنسے اور بڑھاتا ہے انکو انکی شرارت مین بہکے ہوئے

اس آیت مین اللہ تعالی نے منافقون کا برتاؤ کافرون و مسلمانون کے ساتھ بیان فرمایا اور یہ بھی منجملہ اُنکے افعال قبیحہ کے تھا وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا - اور جب یہ منافقین اُن لوگون سے ملے جو ایمان لائے ہین تو کہتے ہین کہ ہم بھی ایمان لائے - ف یعنے مومنون کے سامنے مومنون کے خوش کرنے کو اور دھوکا دینے کو تقیہ کرتے اور ایمان ظاہر کرتے ہین

تاکہ اُنکے ولیا انہ جہاد سے بچین اور اہل ایمان جو کچھ مال غنیمت حاصل کرتے ہین ہاتھ پھیلا کر اپنا بھی حصہ مانگین ۔ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اور جب لوٹ کر اپنے شیاطین کے پاس داخل ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم تمہارے ساتھ ہین ف بیضاوی نے تجویز کیا کہ خلو بمعنی انفراد ہوسکتا ہے یعنے جب اپنے شیاطین یعنے سرداروں کے پاس منفرد اور اکیلے ہوتے ہین کہ وہان کوئی مومن نہین ہوتا تو اُنسے اظہار کرتے ہین کہ دین مین ہم درحقیقت تمہارے ساتھ ہین ۔ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ ۝ ہم تو استہزا اور ٹھٹھا کرتے ہین ۔ ف یعنی اگر شیاطین مذکورہ نے ان دونون سے کہا کہ تم تو مومنون کے پاس جا کر مسلمان ہوئے ہو اور اُنسے ایمان کا عہد کر چکے ہو تو انکو اطمینان دلاتے ہین کہ یہ تو فقط ہمارا استہزا ہے جس سے ہم ان بیوقوف لوگون کو بناتے ہین تاکہ انسے محفوظ رہین اور باطن مین ہم تمہارے ساتھ ہین ۔ ابومالک نے فرمایا کہ شیاطین سے مراد اُنکے سردار و رئیس مانند احبار یہود وغیرہ کے ہین اور ابن عباسؓ نے کہا کہ منافقون کے ساتھی بھی اُس مین شامل ہین اور دوسری روایت مین ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انکے شیاطین دراصل وہ یہودی لوگ ہین جو مالداری کی وجہ سے انکے سردار بنے تھے اور اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و قرآن پاک مین شک دلاتے اور انکو جھٹلانے پر آمادہ کرتے تھے اور اسی کے مانند ایک جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ ہر جنس مین جو سرکش متمرد ہو وہ اُس جنس مین شیطان ہے تو جیسے جنون مین ابلیس شیطان ہے اسی طرح انس مین بھی جو لوگ کفر کی راہ مین متمرد ہون وہ شیاطین ہین اور اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کے واسطے جیسے اُسکے اولیاء مومنین رکھے ہین ویسے ہی اُسکے دشمن بھی رکھے ہین چنانچہ فرمایا ۔ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا یعنی اسیطرح ہمنے ہر پیغمبر کے لیے انس کے شیطانون اور جن کے شیطانون کو پیغمبر کا دشمن بنایا کہ شیاطین باہم بعض کو بعضے بیہودہ قول غرور کو دلون مین ڈالتے ہین ۔ اس آیت قدسی سے معلوم ہوا کہ آدمیون مین بھی بہکانے والے شیطان ہوتے ہین حتیٰ کہ انکی بدی سے بھی پناہ مانگنا چاہیے چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر تو اللہ کی جناب مین شیاطین انس و شیاطین جن سے پناہ مانگ ابوذرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آدمیون مین بھی شیاطین ہین آپ نے فرمایا کہ ہان (رواہ احمد) مترجم کہتا ہے کہ جس شخص نے دنیا و قانون شیطانی اختیار کر لیا اور اسپر جم گیا تو اسکے لوازم مین سے یہ ہے کہ اُسکے دل پر مہر ہو جاتی کہ نور عقل ظاہر نہین ہو سکتا پس جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو وہی شیطان ہے پھر اسکا کہنا ہمیشہ اُن لوگون مین اثر کرے گا جو ازلی بدبخت ہین جنکے ہدایت و معرفت کی بات کبھی اُنکے دل مین نہین سماوے گی اور اس شیطان کا کہنا فوراً سمجھ جاوینگے پس حاصل یہ ہوا کہ منافقین بدبخت مسلمانون کے پاس سے الگ ہو کر اپنے شیاطین کے پاس اکیلے ہوتے ہین اور شیاطین اپنی جہالت کے موافق اُنکو بہکاتے ہین تو یہ اُنکی بات سمجھ جاتے اور کہتے ہین کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہین اور جب وہ ملامت کرتے کہ تم تو مسلمانون کے پاس عہد کر چکے ہو تو کہتے ہین کہ ہم تو اُن سے مسخرگی کرتے ہین ۔ اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ وَیَمُدُّھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ۝ اللہ تعالیٰ اُنکے واسطے استہزا فرماتا ہے اور ڈھیل دیتا ہے انکو انکی سرکشی مین حالانکہ اندھے بھٹکتے ہین ۔ ف اور اگر یہ آیت ابتدا ہو تو یہ معنے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ اُنکے ساتھ استہزا فرماوے اور استہزاء الٰہی یہ ہے کہ اُنکو ملامت و تحقیر کے ساتھ سزا ہو یعنے جیسے منافقون کے واسطے قیامت مین بعض آثار امر حق کے ظاہر ہونگے جس سے ملائکہ و اہل ایمان اُن منافقون پر تمسخر کرینگے مثلاً تاریک راہ مین جب مسلمان ہونگا ور پل صراط کی طرف چلنا چاہین گے تو مومنون کے آگے نور ہوگا اور منافقون کے واسطے بھی روشنی چمکیگی پس وہ آگے بڑھینگے پھر تاریکی چھا جاویگی کچھ نظر نہ آویگا اور منافقین آگے بڑھنے سے ٹھٹھک رہینگے اور مومنون سے کہینگے کہ ٹھہر جاؤ ہم تمہارے نور سے اقتباس کرین تو جواب ملیگا

اختیار کرتے ہین مگر مرتے ہی اُسکا نتیجہ اُنکے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور اسی قسم سے وہ معاملہ ہے جو شیخ عرائس وغیرہ نے لکھا کہ بعض بادعوی مسیلمہ کذاب وغیرہ کو
ظاہر مین خرق عادات دیے گئے چنانچہ مسیلمہ کذاب جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وفات شریف مین اپنی نبوت کا دعوی کیا تھا اُسکے ہاتھ پر
بعضے خرق عادات ظاہر ہوتے تھے چنانچہ وہ اپنے آپکو کسی مرتبہ پر سمجھنے لگا بالیقین کر لیا کہ وہ پیغمبر ہے حالانکہ اللہ تعالی ازلی گمراہونکو یعنے استدراج دیتا ہے
ویمدہم فی طغیانہم یعمہون اور کافرونکو اُنکی سرکشی مین مہلت دیتا ہے کہ تحیر پھرتے ہین یعنی اپنے اعتقاد پر تو وہ بہت ٹھیک ہین لیکن درحقیقت راہ معرفت سے
دور ہو کر بھٹکتے پھرتے ہین چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا سنستدرجہم من حیث لا یعلمون واملی لہم ان کیدی متین یعنی ہم درجہ بدرجہ اُنکو ایسی راہ سے
لیجاوینگے کہ وہ جانتے نہین ہین اور اُنکو ڈھیل دینگے یہ ہماری تدبیر بہت باریک ہے۔ بعض علما نے کہا کہ اسکی نوبت یہانتک پہونچتی ہے کہ جب
اُنھون نے گمراہی مین کوئی طریقہ جدید نکالا تو اُسکے منافع دنیاوی بڑھائے جاتے ہین جسکو وہ اپنے حق مین خوبی و نعمت جانتے ہین حالانکہ در
حقیقت وہ غضب کا سامان ہے قال تعالی ایحسبون انما نمدہم بہ من مال وبنین نسارع لہم فی الخیرات بل لا یشعرون۔ یعنے ہم انکو مال و اولاد سے
جو کچھ زیادتی دیتے ہین تو کیا یہ لوگ خیال کرتے ہین کہ ہم تیزی کے ساتھ اُنکے حق مین نیکیان پہونچاتے ہین یعنے یہ خیال باطل ہے بلکہ یہ لوگ
شعور نہین رکھتے ہین۔ حاصل یہ کہ اللہ عزوجل کی بندگی و طاعت مین اگر تکلیف کبھی پہونچے تو وہ نعمت عظیم ہے اور کفر و معصیت کیحالت
مین جو مال و دولت بلکہ سلطنت ملے وہ بھی درحقیقت عذاب و غضب ہے اور اسمین بھید یہ ہے کہ اللہ تعالے نے پیغمبر و کتاب کے
ذریعہ سے اُنکو رضاے الہی و ایمان آخرت کی ہدایت فرمائی اور آدمی کبھی تکلیف کی حالت مین پراگندہ حواس ہو کر ٹھیک بات نہین سمجھتا ہے
تو اُنکو وسعت و فراغت دی مگر جب نہ مانے تو اُنکو قحط و تکلیف مین گرفتار کیا کیونکہ آدمی کبھی مال و دولت مین اترا کر حق بات کی طرف
کان نہین لگاتا تو اُنکے انسانی عذر سب دور کر دیے حتی کہ یہ بات اُنپر ثابت ہو گئی کہ اُن لوگون نے عزم جزم کر لیا ہے کہ دنیاے موجود و راہ
شیطان کے سوائے اپنے خالق عزوجل کی بندگی و راہ آخرت نہین قبول کرینگے تو راہ نور بالکل مسدود کر دیگئی اور راہ تاریک جو جسم و حواس
متعلق ہے اُنکے واسطے کھول دیگئی اور چونکہ دنیا ہی کے پیچھے اُنھون نے سب چھوڑا اور بیوقوفی سے اسی مایۂ حقیر کو اختیار کیا تو یہ دنیا بقدر
مقدر اُنکو دیدی گئی خصوص جبکہ وہ اس زمین کو آراستہ کرنا چاہین چنانچہ فرمایا فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما
اوتوا اخذناہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون یعنی پھر جب اُنھون نے وہ بات بھلا دی جسکی انکو نصیحت کی گئی تھی (یعنی کفر پر قطعی عزم کر لیا) تو ہم نے
اُنپر ہر چیز کے دروازے کھول دیے "یعنی اُنکی دنیاوی خواہشین پوری کر دین" یہانتک کہ جو کچھ انکو دیا گیا تھا اُسپر اترائے تو ہمنے اُنکو اچانک
گرفتار کیا تو ناگاہ وہ لوگ ہر اُمید سے مایوس ہو گئے۔ یعنے اچانک موت آئی تو اُنھون نے دیکھا کہ سوائے عذاب کے اُنکے واسطے کوئی نیکی
نہین ہے۔ اور قولہ فی طغیانہم یعمہون یعنے اپنے کفر مین بھٹکے پھرتے ہین یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ و ابو العالیہ و مجاہد و قتادہ و ربیع بن انس
وغیرہم سے ماثور ہے۔ بعض علما نے کہا کہ عمی تو آنکھون کے اندھے پن کو کہتے ہین اور عمہ دل کے اندھے پن کو کہتے ہین

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ

وہی ہین جنھون نے خرید کی راہ کے بدلے گمراہی سو نفع نہ لائی اُنکی سوداگری

وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ۝

اور نہ راہ پائی

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۔ ایسے ہی لوگ ہین جنھون نے ہدایت کے بدلے گمراہی

خریدی ۔ ف اور مغفرت کی جگہ عذاب لے لیا ۔ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِيْنَ ٥ پس
اُن کی تجارت نے اُنکو کچھ نفع نہ دیا اور نہ یہ لوگ ہدایت پانے والے تھے ۔ ف یعنی ہدایت دیکر گمراہی مبادلہ کر لینے کی تجارت مین ان لوگون کو
کچھ فائدہ نہوا کیونکہ اس سے کچھ دیر دنیا مین اُنکو سور و شراب وغیرہ کھانے کا فائدہ مل گیا اور نہ آخرت مین سخت خسارہ ہوا کہ جہنم سے کبھی نجات نہوگی
اور یہ لوگ اس قابل بھی نہ تھے کہ تجارت مین ہدایت پاوین کیونکہ ابلیس احمق کی تقلید کرتے تھے تو ایسے ڈھنگ سے تجارت ممکن نتھی جس سے دنیا مین
نقصان نہ پہونچے اور آخرت مین نفع عظیم حاصل ہو جیسے مومنون کو حاصل ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پہ چلتے ہین کیونکہ مومنون و
کافرون کے ڈھنگ مین جو فرق ہے اگر کفار اُسکو ذرا بھی غور کرتے تو اپنی حماقت جان جاتے کیونکہ اگر دار آخرت ہے جیسا کہ مومنین اعتقاد کرتے ہین تو
کافرون و منافقون کے واسطے کہین ٹھکانا نہوگا سوائے جہنم کے اور اگر دار آخرت نہو جیسا کہ کفار اعتقاد رکھتے ہین کہ مرنے کے بعد خاک
ہو جاوینگے اور کچھ بھی حساب و ثواب و عذاب نہین ہے تو مومنون کے واسطے کچھ بھی نقصان نہوا کیونکہ دنیا مین بھی نفیس چیزین کھانے پینے پہننے
کے واسطے تنگی نتھی ہان البتہ سور و بیاج و شراب وغیرہ بیہودہ چیزین بیشک مومنون کو نہین ملین تو ایسی غلیظ و ناپاک چیزون کے نملنے سے
کسی نفیس طبیعت کو ملال نہوگا ۔ اگر کہا جاوے کہ اُنھون نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو کیونکر خرید اکیونکہ ہدایت اُنکے پاس موجود ہی نتھی اور اگر موجود
بھی ہوتی تو بھی وہ گمراہی کا عوض نہین ہو سکتی جواب یہ ہے کہ دنیا مقام تجارت ہے تاکہ یہان اپنا جان و مال رضاے الٰہی مین فروخت کر کے
دار آخرت حاصل کرے اور یہ بطریق مجاز ہے اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خریدارون کو یہ خریداری مبارک ہو کہ انکو
دونون عوض مل گئے یعنے جان و مال بھی درحقیقت اُنھین کے پاس رہا اور رضاے الٰہی عزوجل بھی حاصل ہوگئی لیکن جب کافرون کو یہ تجارت
دکھی اور ساتھ ہی دنیا اور راہ شیطان بھی پیش کی گئی تو اُنھون نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے اسکو اُنکے حق مین خرید و
فروخت کی تجارت قرار دیا جسمین اُنکو سخت خسارہ ہوا ۔ اور یہی حضرت ابن مسعود و ابن عباس و ایک جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم
ماثور ہے اور اسمین تنبیہ ہے کہ یہ لوگ اپنے انجام سے اسقدر بے پروائی کرتے ہین کہ کچھ بھی غور نہ کیا اور اتنا بڑا خسارہ اُٹھایا حالانکہ
اگر دنیاے فانی کے واسطے ایک روپیہ کی چیز خریدین تو اُسمین ہر طرح نفع و نقصان کا غور کر لیتے ہین ۔ مجاہدؒ نے کہا کہ ہدایت کے بدلے گمراہی
لی یعنے ایمان لائے پھر کفر کیا ۔ اور قتادہؒ نے فرمایا کہ ہدایت سے گمراہی کو زیادہ پسند کر کے چھانٹ لیا اور اسی کے مشابہ یہ آیت ہے ۔ واما ثمود فہدیناہم
فاستحبوا العمی علی الہدیٰ ۔ یعنے ثمود کو ہمنے ہدایت دی تو اُنھون نے عمایت کو ہدایت پر پسند کیا ۔ اور حاصل یہ ہے کہ منافقون نے راہ مستقیم سے
عدول کیا کہ ہدایت سے مُنھ موڑ کر گمراہی کو اختیار کر لیا گویا کمال حماقت سے لعل کو دیکر ٹھیکری مول لی جسمین اُنکو سخت خسارہ ہوا اور
واضح ہو کہ جو فرقہ اسلام لا کر جماعت سے خارج ہو کر گمراہ ہو گیا وہ بھی اسی مین داخل ہے ۔ چنانچہ قتادہؒ نے فرمایا کہ بیشک واللہ تم اُن کو
دیکھ چکے کہ وہ ہدایت سے نکلکر گمراہی مین چلے گئے اور جماعت سے نکلکر چھوٹے فرقون مین چلے گئے اور امن سے نکلکر خوف مین پہونچے
اور سنت سے نکلکر بدعت مین داخل ہوئے (رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ قتادہؒ نے ظاہراً اس سے خوارج و روافض
و معتزلہ مراد لیے ہون واللہ تعالیٰ اعلم ۔ بیضاوی وغیرہ نے یہان خرید کی یہی تاویل لکھی کہ اللہ تعالیٰ ہر مولود کو فطرت کی ہدایت پر پیدا کرتا ہے
اور وہ یہی ملت اسلامیہ ہے چنانچہ صحیح کی حدیث ابو ہریرہؓ مین منصوص ہے پس یہ ہدایت فطرت اُنکے پاس موجود تھی جسکے عوض انھون نے
گمراہی بدل لی ۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے اور فرمایا کہ چاہو تو آیت پڑھو ۔
فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا الآیۃ ۔ پھر وہ اسی فطرت پر رہتا ہے یہانتک کہ اُسکی زبان بولے یعنے بالغ ہو یا سمجھدار ہو پھر اُسکے والدین یہودی کر

یا نصرانی یا مجوسی کر دیتے ہین (کما فی الصحیحین) یعنے اکثر اوقات جب وہ اس قابل ہوتا ہے کہ اپنے خالق عزوجل کی توحید پر اقرار کرے تو جس حالت پر اُسکے والدین ہوتے ہین اُسی اعتقاد پر اُسکو پھیر لیجاتے ہین اور کبھی دیگر اسباب واقع ہوتے ہین مثلاً شیطان اُسکے قلب پر محیط ہوا اور اُسنے مذہب مادّی و نیچر اُسکو سمجھایا کہ اس دنیا مین تمام مادیات موجود ہین اور یہ آپ ہی آپ خودبخود پیدا ہوتے اور مرتے چلے جاتے ہین اور ہمنے تو جب سے دیکھا یون ہی چلا آتا ہے اور ہمین تو اُسکا کوئی خالق نہین نظر آتا پس وہ احمق بھی ایسے ہی بکنے لگتا ہے اور مترجم نے مقدمہ مین اسکو مدلل مردود کیا ہے۔ ف بعض اشارات عرائس مین ہے کہ بعضے مسلمان زہد و عبادت کے صلہ مین کوئی خرق عادت پاتے ہین تو اُسی کو اپنے نفس کے واسطے کمال سمجھکر گمراہی مین پڑجاتے ہین حالانکہ منزلت تو قرب و رفع حجاب ہے پس رضوان آلٰہی کے بدلے اپنی خرق عادت کے ذریعہ سے دنیاوی جاہ و قبولیت بدل لیتے ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو شخص دنیا و مافیہا کو بدلے وہ برباد ہوا کہ عمر بھر رائگان ہوا اور آخر یہ فانی بھی ہاتھ نہ آیا کیونکہ وہ فنا ہوجائے گا عسس۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کافرون و منافقون کی حقیقی خصلت بیان فرماکر اسکو ایک مثل مین تعبیر فرمایا تاکہ مدموم عقلی محسوس ہوجاوے کیونکہ اکثر کم عقل لوگ اپنے وہم کے مرید ہوتے ہین تو محسوس مثال سے بیان کرنا اُنکی عقل مین جم جاتا ہے اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن مین امثال بیان فرمائین اور اُنکے بعد غور و فکر کرنے کی ہدایت کی چنانچہ منافقون کے واسطے بھی دو مثلین بیان فرمائین اول قولہ تعالیٰ

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ

اُنکی مثال جیسے ایک شخص نے سلگائی آگ پھر جب روشن کیا اُسکے گرد کو لے گیا اللہ اُنکی روشنی

وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

اور چھوڑا اُنکو اندھیرون مین نظر نہین آتا بہرے ہین گونگے اندھے سو وہ نہین پھرینگے

ان امثال سمجھنے کے واسطے جو شخص کسی قدر ایمان کے موافق اسرار آلٰہی کا علم رکھتا ہو تو وہ بہت خوب سمجھتا ہے لہذا فرمایا۔ وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون۔ یعنے یہ امثال ہم عام لوگون کے واسطے بیان فرماتے ہین حالانکہ انکو وہی خوب سمجھتے ہین جو بند عالم ہین۔ چنانچہ اس مثل مین اللہ تعالیٰ نے کافرون کی گمراہی خریدنے اور آخر تاریکی مین پڑجانے کی مثال ایسے شخص سے بیان فرمائی جسنے تاریک رات مین آگ روشن کرکے اُسکی گرمی و روشنی سے جاڑے وغیرہ کا خوف دور کیا مگر یکایک بجھی تو پھر اصلی خوف مین پڑگیا چنانچہ فرمایا۔ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ان منافقون کی مثل ایسی ہے جیسے کسی نے خواہش کرکے آگ روشن کی۔ ف اور اُسوقت اندھیری رات چھائی ہوئی ہے بدلیل آنکہ فرمایا۔ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ پھر جب آگ کی روشنی نے اُسکا گردپیش چمکایا۔ ف حتی کہ سردی و درندہ وغیرہ جس چیز سے خوف تھا مطمئن ہوگیا ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ اچانک اللہ تعالیٰ نے اُنکا نور میٹ دیا اور اُنکو تاریکیون مین چھوڑ دیا کہ کچھ نہین دیکھ سکتے ہین۔ ف شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ یہی مثل منافقون کی ہے کہ کلمہ ایمان ظاہر کرکے دنیا مین اُنھون نے ایک روشنی حاصل کی اور خوف قتل و جزیہ سے مطمئن ہوگئے پھر جب مرے تو وہی کفر کی تاریکی و عذاب قبر و ظلمات آخرت نے ہجوم کیا اور اس مثل مین پہلے ایک شخص کا آگ جلانا مذکور ہوا پھر آخر مین ضمیر جمع لائی گئی اور اسمین کچھ حرج نہین ہے کہ ایک جماعت کی مثال کو ایک شخص کے بیان سے شروع کیا جاوے۔ [illegible] ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہراً شیخ ابن جریرؒ کو اس مقام پر [illegible] نہین آئی کہ اللہ تعالیٰ [illegible]

آمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبہم فہم لا یفقہون - یعنے منافقون کے حق مین یہ بات اسوجہ سے ہے کہ پہلے وہ لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے تو انکے
دلون پر مہر کر دیگئی پس وہ لوگ کچھ نہین سمجھتے ہین - اس سے معلوم ہوا کہ پہلے یہ لوگ ایمان بھی لائے تھے اور اگر کہا جاوے کہ قولہ تعالیٰ وما ہم بمؤمنین
سے نکلتا ہے کہ وہ ایمان ہی نہین لائے تو جواب صواب یہ ہے کہ یہ بیان اُنکی حالت نفاق کا ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ پہلے وہ لوگ
ایمان نہ لائے ہون تو اس مثل کا انطباق اسطور پر ہے جو تفسیر کبیر وغیرہ مین بھی مذکور ہے کہ پہلے ان لوگون نے ایمان لا کر کچھ نور کمایا پھر منافق ہو کر غضب الٰہی
اُٹھایا تو وہ نور مٹ گیا پس سخت حیرت مین رہگئے کیونکہ دین کی حیرت سے بڑھکر کوئی حیرت نہین ہے - چنانچہ سدیؒ نے اپنی تفسیر مین ابن عباس
و ابن مسعود و چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ قولہ تعالیٰ مثلہم کمثل الذی استوقد نارا - اس مثل کا بیان یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو اُس زمانہ مین کچھ لوگ اسلام مین داخل ہوے پھر وہ لوگ منافق ہو گئے تو اُنکی مثل ایسی ہوئی جیسے ایک
شخص نے تاریک رات مین آگ جلائی اور جب کوڑے کرکٹ وغیرہ کے جلنے سے اُسکا گرد روشن ہوا تو وہ ہر ایک چیز جس سے خوف
کرتا تھا پہچاننے لگا پھر وہ اسی حال مین تھا کہ ناگاہ آگ بجھ گئی تو اب اُسکی یہ حالت ہوگئی کہ کسی موذی چیز سے بچنے کا حیلہ نہین کر سکتا ہے پس یہی
منافق کا حال ہے کہ وہ شرک کی تاریکی مین پڑا تھا پھر مسلمان ہوا تو حلال و حرام اور نیک و بد پہچاننے لگا پھر وہ اُسی حال مین تھا کہ ناگاہ کفر مین پڑ گیا
تو پھر وہ حلال کو حرام سے اور خیر کو شر سے امتیاز نہین کر سکتا - عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ ایسی قوم کی مثل ہے
جو پہلے ہدایت پر تھی پھر ایمان اُنسے چھین لیا گیا تو اسکے بعد وہ حدود سے متجاوز ہو گئے پس آگ کی روشنی تو وہ ایمان تھا جسکو زبان سے
اقرار کرتے تھے پھر آخر مین تاریکی و گمراہی و کفر ہے جسکے ساتھ متکلف تھے - مجاہدؒ نے فرمایا کہ آگ کی روشنی ان منافقون کے حق مین فقط یہی تھی کہ وہ
مومنون و اسلام کی طرف متوجہ ہوتے تھے - عطاء خراسانی نے کہا کہ یہ منافق کی مثل ہے جو کبھی دیکھتا اور کبھی نہین دیکھتا ہے پھر اُسکے قلب کا اندھا پن چھا لیتا ہے
اور اسی کے مانند عکرمہ و حسن و سدی و ربیع بن انس و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے مروی ہے - مترجم کہتا ہے کہ آیت مین فقط ایسے ہی منافقون کا انحصار نہین ہے
جو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے بلکہ ایسے منافق بھی شامل ہین جنہون نے ابتدا مین صرف زبان سے اسلام کا اظہار کیا تھا اور دل سے ایمان نہین
لائے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جن منافقون کی نسبت یہ گمان ہے کہ وہ پہلے ایمان لائے تھے پھر کافر ہو گئے تو درحقیقت نور ایمان اُنکے سویدا ے
دل مین نہین سمایا بلکہ ایک قصد تھا جو حواس مین جما اور اُس سے ایک روشنی ظاہر ہوئی بخلاف قسم دوم کے کہ اُن مین یہ بھی نہ تھا اور درحقیقت
دلی تصدیق کا نور ان دونون مین سے کسی کو حاصل نہین ہوا اور اس امر مین کچھ تعجب نہ ہونا چاہیے کہ جنہون نے ایمان کا قصد کیا تھا اُنکے
دل مین تصدیق کیونکر نہو گی کیونکہ انسانی حواس و نفسانی خطرات اسطرح خلط ملط ہو جاتے ہین کہ آدمی درحقیقت اپنی واقعی حالت دریافت
نہین کر سکتا چنانچہ بسا اوقات کسی شخص کی دوستی اپنے دل مین گمان کرتا ہے مگر جب کوئی معاملہ اپنی جان و مال کے خطرہ کا اُسکی جہت سے
پیش آتا ہے تو صاف اُسکی محبت سے گریز کر جاتا ہے کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ بحکم قولہ تعالیٰ - ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ الآیۃ کے صحابہ
رضی اللہ عنہم شہادت جہاد کی تمنا رکھتے تھے لیکن جنگ احد مین ایک جماعت نے فرار کیا تو فرق ظاہر ہو گیا کیونکہ کمال وہ ہوتا ہے کہ ظاہر و باطن
یکسان ہو حتی کہ عمل بھی موافق ہوتا ہے اسیواسطے ایک جماعت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کمال تقویٰ سے اپنی ذات پر یہ خوف کرتے تھے کہ ایسا
نہو کہ ہم مین نفاق کا مادہ موجود ہو لہذا ان آیات قدسیہ مین جو مثل بیان فرمائی وہ ہر قسم کے منافقون کو شامل ہے - اسیواسطے علی بن ابی طلحہ نے
ابن عباسؓ سے روایت کی اللہ تعالیٰ نے منافقون کے واسطے یہ مثل بیان فرمائی جو زبانی اقرار اسلام کی وجہ سے ایک آگ جلانے والے کی
طرح اس قدر روشنی پاتے تھے کہ اہل ایمان اسلامی اقرار کلمہ توحید کی وجہ سے انکے ساتھ نکاح بیاہ کرتے تھے اور باہم میراث جاری کرتے اور مال غنیمت

مین سے اُنکو حصہ دیتے تھے پھر جب ایسا منافق مرا تو یہ عزت اُس سے چھین لیگئی جیسے آگ جلانے والے کا نور بجھ گیا۔ ربیع بن انسؓ نے
ابو العالیہ سے روایت کی کہ آگ جبتک جلتی ہے اُسکا نور رہتا ہے اور جب بجھا دیگئی تو جاتا رہا اسیطرح جبتک منافق نے کلمۂ اخلاص اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و
اشہد ان محمداً رسول اللہ زبان سے کہا تب تک اُس کلمہ کی روشنی ملی پھر جب مرا تو تاریکی مین پڑ گیا۔ اور عبد الرزاق نے بواسطۂ معمرؒ کے قتادہ
رحمہ اللہ سے روایت کی کہ منافقون کی مثال یہ ہوئی کہ زبانی لا الٰہ الا اللہ کہنے سے اُنکو اتنی روشنی ملی کہ دنیا مین اُسکے ذریعہ سے کھایا پیا اور جان و مال سے
بیخوف رہے کہ اُنکی عورتون سے نکاح کیا گیا اور چونکہ دل سے یہ کلمہ نہ تھا تو جب مرے تب ہی اللہ تعالیٰ نے اُنکا نور مٹا دیا اور ایسی تاریکیون مین پڑے رہ گئے
کہ کچھ نظر نہین آتا ہے اسواسطے کہ منافق کے دل مین اُسکی جڑ نہ تھی ورنہ اُسکے عمل کی حقیقت تھی حسن بصریؒ نے کہا کہ تاریکیون مین اُسوقت چھوڑے
جائینگے جب مرینگے کیونکہ اُسوقت بدکاریون کا اندھیرا ہجوم کریگا اور تصدیق لا الٰہ الا اللہ کے موافق کوئی عمل نہین پاویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل اشارات کے نزدیک
یہان نکتہ یہ ہے کہ جسمانی حیات ایک حکمت الٰہی عز وجل کے ساتھ بذریعہ لطیف بخارات خون کے ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجل مقدر آئی تو جسم
فنا و خون ہوا ہو جاتا ہے پس اگر حیات حقیقی نہو تو وہ ہمیشہ موت مین مبتلا ہوتا ہے اور اگر حیات الٰہی سے متصف ہوا جو کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے
حاصل ہوتی ہے تو اُسکے واسطے حیات ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم الآیہ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بیان
آویگا پس جب منافق کو حیات حاصل نہ تھی تو مرتے ہی وہ اصلی تاریکی مین مبتلا ہوگا اور یہان زبانی کلمۂ اخلاص کہنے سے صرف جسم کے نفع تک
اُسکا نور حاصل ہوا پس جب جسم فنا ہوا تو اُس نور نے چھوڑ دیا اور زبان و دل سے اُسنے کبھی نہین کہا تو نور روحی کے ساتھ اتصال نہین تھا بلکہ
دنیا اختیار کرنے کی وجہ سے کافرون کی طرح اُسکے کان و آنکھون و دل پر مہر تھی جسکا بیان اوپر گذر اللہ فرمایا ﴿صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ
لَا یَرْجِعُوْنَ﴾ ٥ بہرے گونگے اندھے ہین پس وہ نہین لوٹینگے ۔ ف یعنے کلام ہدایت سُننے سے بہرے اور اقرار توحید سے گونگے اور آیات حق
دیکھنے سے اندھے ہین کیونکہ اُنکے دلون پر مُہر ہے پس وہ ہدایت اسلام کی طرف نہین لوٹینگے یعنے توبہ کر کے نصیحت حاصل
نہین کرینگے یہ تفسیر ابن عباسؓ و قتادہؒ و سدیؒ کا خلاصہ ہے۔ ع ف بعض اشارات عرائس مین ہے کہ بعضے مکار لوگ جو ولی و صاحب کرامت
بن بیٹھتے ہین حالانکہ اُنکو ان مقامات و درجات مین سے خود کچھ حاصل نہین ہوتا لیکن اولیاء اللہ کے جو حالات سُنتے ہین اُنکی تقلید سے
اپنے واسطے بھی دعوی کرتا ہے یعنے درحقیقت کچھ نہین ہے اور بطور نقلی تقلید کے مدعی ہے اور بعد اس دعوی کے عبادت و ریاضت ترک کرتا ہے پس
یہ منافق اسی تاریکی مین رہتا ہے چنانچہ جب اُسنے دعوی کی آگ روشن کی تو اُسکا آوازہ دور دور پہونچا اور جاہل لوگ ہر طرف سے اُسکی
جانب متوجہ ہوئے پھر خواہ دنیا مین یا موت کے وقت یہ آگ بجھی اور وہ عذاب آخرت کی تاریکی مین پڑ گیا شیخ ابو الحسن الوراقؒ نے کہا کہ اس آیت
کے اشارہ مین ایسے شخص کی حالت موجود ہے جو ہنوز مقام ارادت مین ٹھیک نہین ہوا اگر اُسنے کشف و کرامت کا دعوی کیا اور یہ منافق ہے کہ خلاف
باطن کے اپنے آپکو ظاہر کرتا ہے یا آخرت سے بد اعتقاد ہو کر کمالات اولیاء کو جھوٹ تصور کر کے دنیا کی جاہ و منزلت حاصل کرنے مین مشغول ہوا
تو مقام ارادت مین جو نور اُسکو ملا تھا جس سے کچھ لوگون مین وہ مشہور ہوا تھا وہ بھی جاتا رہا اور وہ اندھیرے مین شیطان کے حوالہ ہو گیا حتی کہ اب رجوع
نہین کرتا ہے اور نہ طبیب کے سامنے اپنی بیماری بیان کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ لوگ قرآن سُننے سے بہرے ہین اور اقرار ایمان سے گونگے ہین اور
آیات قدرت دیکھنے سے اندھے ہین۔ عس۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان منافقون کے واسطے دوسری مثل بیان فرمائی۔

اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ

یا جیسے مینہ پڑتا آسمان سے اُس مین اندھیرے اور گرج اور بجلی ڈالتے ہین اُنگلیان اپنے کانون مین

[illegible]

مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ

مارے کڑک کے ڈر سے موت کے اور اللہ گھیر رہا ہے منکرون کو قریب ہے بجلی کہ اُچک لے اُنکی آنکھین

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ

جس بار چمکتی ہے اُنپر چلتے ہین اُسمین اور جب اندھیرا پڑا کھڑے رہے اور اگر چاہے اللہ لیجاوے

بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اُنکے کان اور آنکھین اللہ ہر چیز پر قادر ہے

ع ۲

اللہ تعالیٰ نے یہ مثل دوسری قسم منافقین کے واسطے بیان فرمائی جنکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ کبھی اُنکو حق ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اُسمین شک کرنے لگتے ہین تو حالت شک وکفر مین اُنکے تذبذب کی مثال ایسی ہے جیسے فرمایا - اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ - یا جیسے سما سے مینہ - ف پس سما سے مراد یہان سحاب ہے کیونکہ سما ہر وہ چیز جو تیرے اوپر سایہ دار ہو اور اسی جہت سے آسمان کو بھی سما کہتے ہین جیسا کہ بیضاوی وغیرہ مین مذکور ہے - اور شیخ ابن کثیرؒ نے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے نقل کیا کہ صیب مینہ ہے - اور ضحاکؒ نے کہا کہ صیب سحاب ہے - مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین سما سے آسمان مراد ہوگا یعنے جیسے آسمان سے سحاب کیونکہ سحاب کی پیدایش اگر بخارات سے ہے جیسا کہ قولہ تعالےٰ - الم تران اللہ یزجی سحابا ثم یؤلف بینہ الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا تو یہ بخارات بترکیب قوائے آسمانی بشکل سحاب ہوجاتے ہین بہرحال مثال یہ ہوئی کہ جیسے آسمان سے سحاب یا جیسے سحاب سے مینہ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ دریحالیکہ اُسمین تاریکیان و رعد و برق ہے - ف کیونکہ ابر کے تہ بر تہ ہجوم سے تاریکی چھاجاتی ہے اور اُسمین سے رعد گرجنے کی آواز آتی ہے اور تیزی برق چمکتی ہے تو اس حالت مین میدان کے چلنے والے خوف کھاتے ہین - يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ بوجہ صواعق کے موت کے خوف سے اپنے کانون مین اپنی اُنگلیان دے لیتے ہین - ف تاکہ یہ آواز سخت اُنکے کانون مین نہ آوے ایسا نہو کہ اُنکے دل پھٹ جاوین یا حالت متغیر ہوجاوے لیکن آنکھون پر پٹی نہین باندھ سکتے کیونکہ لاچار یہ راستہ طے کرنا ہوگا حالانکہ کچھ سوجھتا نہین ہے اور یہ سمجھ باقی نہین کہ موت سے خوف بیفائدہ ہے کیونکہ موت کا وقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدر ہے - وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ تمام کافرون کو محیط ہے - ف یعنی اُسکی قدرت مین کل چیزین مقہور ہین لیکن سوائے کافرون کے کل چیزین یہی سمجھتی ہین کہ اللہ تعالیٰ سب چیز پر قادر ہے لہذا کافرون کی خصوصیت فرمائی جو جہالت سے ہر چیز کو خود مختار فاعل سمجھتے ہین اور منافق تو موت کے خوف سے ڈرتے رہتے ہین کما قال تعالیٰ یحسبون کل صیحۃ علیہم - اور ہر رعد نہ کو اپنی موت ہی خیال کرتے ہین - غرضکہ اس تاریک رات مین جب تہ بر تہ بادل سے مینہ گرتا ہے اور بادل گرجتا اور بجلی چمکتی ہے تو رعد کے خوف سے اپنے کانون مین گویا پوری اُنگلی ٹھونس لیتے ہین کہ اُنکے دل دہل نجاوین لیکن آنکھین لاچاری سے کچھ کچھ کھلی رکھتے ہین حالانکہ راستہ کچھ نہین سوجھتا - يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ - قریب ہے کہ برق اُنکی بینائیان اُچک لے - ف کیونکہ دہشت وخوف سے بینائی کا مادہ ہی کم ہوگیا کیونکہ وہ جسمی خون سے متعلق ہے اور خوف کی حالت مین خون کی روانی بند ہوجاتی ہے اور قوت بوجہ خوف کے کام نہین دیتی تو بینائی مین ضعف ہوتا ہے اور برق کی روشنی قوی ہوتی ہے تو خوف ہے کہ دائی تیزی قوت سے اپنی ہمجنس نور باصرہ کو جذب کرلے پس منافق اس دہشت مین متحیر کھڑے ہین - كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ

مَشَوْا فِيْهِ ط - ہر بار جب اُنکے لیے برق کچھ روشنی کردیتی ہو تو اسمین چلتے ہین - ف یعنی راستہ سوجھ جاتا ہو تو چند قدم اُٹھاتے ہین - وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا - اور جب اُنپر تاریکی چھا لیتی ہو تو ٹھٹھک رہتے ہین - ف اس مثال مین اللہ تعالیٰ نے بہت دقیق اسرار کے ساتھ منافقون کی تشبیہ فرمائی اور جامع کلام پاک سے اُنکے مختلف وجوہ کے حالات جمع فرمائے چنانچہ ایک جماعت وہ ہو جو نیشاپوری و سیوطی نے بیان کی کہ یہان تشبیہ مفرد بمفرد ہو اور مجموعہ بمجموعہ ہو چنانچہ نزول قرآن کو جو زندگی جاوید ہو اُسکو مینہ سے تشبیہ دی اور قرآن مین جو کفر و نفاق مذموم کا بیان ہو وہ تاریکیان ہین اور اُسپر سخت وعید عذاب دوزخ مشابہ برعد ہو اور اسمین وحدانیت الٰہی آیات قدرت کے روشن دلائل مشابہ ببرق ہین جنکے سُننے سے منافق اپنے کانون مین اُنگلیان دیتے اور اپنی عورتون کو مارتے اس خوف سے کہ وہ ان آیات کو سُنکر ضرور اسلام کی جانب مائل ہو جائینگی حالانکہ اُسکو وہ اپنے نزدیک موت سمجھتے تھے اگرچہ یہ روشن دلیلین اُنکے دلون کو ہلا کر بے قابو کرتی ہین پھر جب اُنھین سے کوئی بات اپنی خواہش کے موافق پاتے تو دو قدم اسلام پر چلتے پھر جب اُنکی خواہش کی تاریکی ہجوم کرتی تو رک جاتے تھے جیسے عرائس مین شیخ حسین رح سے نقل کیا کہ جب دینی باتون مین اُنکو دنیاوی مراد ملی تو خوش ہو کر مالوف ہو گئے اور جب اُنکے حواس کے خلاف کوئی امر جو نور عقل سے دریافت ہوتا ہو طاری ہوا تو مجہول ہو کر ٹھہر رہے - مترجم کہتا ہو کہ یہ تو ایک وجہ کا بیان ہو اور وجوہ دیگر کا بیان امام ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین باقوال سلف صالحین رضی اللہ عنہم نقل کیا و لیکن سمجھ دار کو چاہیے کہ مختصر بیان پر کفایت کرکے اپنی ایمانی سمجھ کے موافق ہر وجہ کو اپنے موقع پر محمول کرے چنانچہ شیخ رح نے لکھا کہ نفاق جس قوم مین اللہ تعالیٰ نے رکھا وہ قوم بزدل و موت سے خوفناک ہوتی ہو کما فی قولہ تعالےٰ - ولکنہم قوم یفرقون اور لکھا کہ برق وہ چمک ہو جو اس قسم کے منافقون کے دلون مین بعض اوقات نور ایمان سے پہونچ جاتی ہو اور برق اُنکی بینائیون کو اُچک لینے کے قریب ہو اسوجہ سے کہ اُنکی بصیرت کمزور اور ایمان ثابت نہین ہو - ابن عباس رض نے فرمایا کہ محکمات قرآنی ان منافقون کے مخفی عیوب پر دلالت کرتے ہین اور دوسری روایت مین ابن عباس رض نے فرمایا کہ کلام حق کی روشنی اسقدر شدید ہو کہ اُنکی ذاتی بینائی اُچک لے یعنی ذاتی بینائی سے اوہام و شکوک پیدا کرتے ہین لیکن جب نور کلام کی شدید روشنی اُنکے دل پر چمکی تو مانوس ہو کر کچھ دور اتباع کرتے ہین لیکن اُنکے قلوب قابل قبول نہین ہین یا تو پھر وہی شکوک اُنکے دلون پر گھٹا کی طرح چھا جاتے ہین تو پھر متحیر ہو کر ٹھہر جاتے ہین - مترجم کہتا ہو کہ یہ تو اعتقاد کی جہت مین ہو اور اعمال کی جہت مین بھی یہی حال ہو چنانچہ ابن عباس رض سے تیسری روایت مین ہو کہ جب منافقون کو عزت اسلام مین سے کچھ پہونچا تو مطمئن ہو جاتا ہو اور جب امر تقدیری سے کوئی تکلیف پہونچی تو منقلب ہو جاتا ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - فان اصابہ خیر اطمان بہ و ان اصابتہ فتنۃ انقلب علی وجہہ - اور سعید بن جبیر رض نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جب نور اسلام سے روشنی چمکی تو اُسکے موافق ہو گئے پھر جب کفر مین گھسے تو تاریکی مین متحیر کھڑے ہو گئے شیخ نے بھی ایک جماعت صحابہ و تابعین سے نقل کرکے کہا کہ یہی اصح و اظہر ہو اور قیامت مین بھی ان لوگون کا یہی حال ہوگا چنانچہ جب اہل ایمان اپنے نور سے چلینگے تو منافقون مین سے بعض کو کم و بیش مسافت تک نور ملیگا اور بعض بالکل محروم ہونگے غرضکہ منافقون کا نور پایدار نہوگا اور مومن کا نور ثابت و استوار ہوگا اگرچہ قلیل ہو چنانچہ عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہو کہ مومنین بقدر اپنے اعمال کے نور کے ساتھ صراط باریک پر چلینگے پس انمین سے بعض کا نور مثل پہاڑ کے ہوگا اور بعض کا نور مثل درخت خرما ہوگا اور سب سے کمتر اُس شخص کا نور ہو جسکے انگوٹھے پر کبھی چمکیگا اور کبھی فرد ہو جائیگا (ابن جریر و ابن ابی حاتم) اور حضرت ابن عباس رض نے کہا کہ مومنون مین سے کوئی نہین خالی ہوگا جسکو قیامت کے دن کچھ نور نہو اور رہے منافق تو اُنکا نور بجھا دیا جائیگا پس اہل ایمان اُس سے خوفناک ہو کر دعا مانگینگے کہ ربنا اتمم لنا نورنا یعنی الٰہی ہمارا نور پورا کر (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہو کہ یہ صراط پل جسپر جہنم ہو جو اس سے پار ہو گیا وہ جہنم سے چھوٹ گیا - اور حدیث سے ثابت ہو کہ جمیع انواع

کفر و شرک تو پہلے ہی اپنے پیشواؤن کے پیچھے جاکر جہنم مین پہونچ جائینگے اور مؤمنین اس پل صراط کی جانب روانہ ہونگے جنکے پیچھے منافقین بھی ہونگے اور منافقین اس پل سے پار نہونے پاوینگے لہذا ضحاک رح نے فرمایا کہ دنیا مین جو ایمان ہے وہ قیامت کے دن نور ہوکر ظاہر ہوگا پھر جب یہ لوگ ظلمت تک پہونچینگے تو منافقون کا نور بجھا دیا جاویگا پس مومنین یہ بات دیکھکر ڈرینگے اور اپنے پروردگار عزوجل سے التجا کرینگے کہ الٰہی ہمارا نور پورا کردیا جائے۔ شیخ رح نے لکھا کہ جب یہ بات معلوم ہوچکی تو جاننا چاہیے کہ لوگون مین چند اقسام ہین بعض تو مومنین خالص ہین اور اُن کا بیان اس سورہ مبارک کی اول چار آیات مین ہے بعض کفار خالص ہین جنکا بیان بعد کی دو آیتون مین ہے بعض منافق ہین۔ پھر منافق دو قسم ہین جنکا بیان دونون مثل مین ہوا یعنی مثل اول مین خالص منافقون کا بیان ہے اور مثل دوم مین متردد منافقون کا بیان ہے جنکا نور کبھی چمکتا اور کبھی بجھ جاتا ہے اور یہ لوگ بہ نسبت خالص منافقون کے ہلکے ہین۔ اور واضح ہو کہ سورۃ النور مین قولہ تعالیٰ۔ اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح الآیۃ مین بھی فی الجملہ تشبیہ مذکور ہے پس کوکب دری کی مثال ایسے مومن کا قلب ہے جو ایمان خالص پر مخلوق ہے اور اُسکو شریعت خالصہ سے مدد پہونچتی ہے جسمین کچھ کدورت و خلط نہین ہے۔ اور کفار کی مثال جو اپنے آپ کو کسی منزلت پر سمجھتے ہین حالانکہ یہ اُنکا جہل مرکب ہے اسکے بعد بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ والذین کفروا اعمالہم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئا الآیہ۔ یعنے ان کافرون کی مثل مانند سراب ہے کہ دور سے پیاسا اُس کو پانی سمجھتا ہے یہانتک کہ جب وہان پہونچا تو اُسکو کچھ بھی نہ پایا اسیطرح کفار بھی اپنے جہل مرکب کے موافق اپنے اعمال کو شمرہ جنت خیال کرتے ہین حالانکہ وہ کچھ بھی نہین ہین پھر اسکے بعد خالص کافرون کی مثال بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ او کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب الآیۃ۔ اسیطرح سورۂ واقعہ و سورۂ انسان مین اللہ تعالیٰ نے مومنین کی بھی دو قسمین بیان فرمائین پس حاصل یہ نکلا کہ مؤمنین کی دو قسمین ابرار و مقربین ہین اور اسیطرح کافرین کی بھی دو قسمین اصلی و تبعی ہین اسیطرح منافقین کی بھی دو قسمین خالص و متردد ہین۔ اور واضح ہو کہ کبھی مومن مین اعتقاد کی راہ سے نفاق نہین ہوتا لیکن اعمال کی راہ سے نفاق ہوتا ہے چنانچہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رض مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسمین تین باتین ہون وہ خالص منافق ہے اور جسمین کوئی ایک ہو اُسمین نفاق کی شاخ ہے یہانتک کہ اُسکو ترک کرے چنانچہ جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب اُسکو امانت سپرد کیجائے تو خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے (الصحیحین) اور بعض روایات مین چار باتین ہین اور چوتھی بات یہ کہ جب مخاصمہ کرے تو بدکاری کا برتاؤ کرے شیخ نے لکھا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی مین کبھی ایمان کے ساتھ نفاق کی بھی شاخ ہوتی ہے۔ اور حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلوب چار ہین قلب اجرد جس مین شمع کی لو کیطرح روشن ہے اور قلب اغلف جو اپنے غلاف مین مربوط ہے اور قلب منکوس اور قلب مصفح۔ پس قلب اجرد تو مومن کا دل ہے جسمین اُسکا نور مانند شمع کا فور کے روشن ہے اور قلب اغلف کافر کا دل ہے اور قلب منکوس منافق خالص کا دل ہے جسنے پہچانا پھر نہ مانا اور قلب مصفح وہ دل ہے جسمین ایمان کے ساتھ نفاق بھی ہو پس اُسمین ایمان کی مثال مانند بقول کے ہے جو پاکیزہ پانی سے بڑھتا ہے اور اُسمین نفاق کی مثال مانند قرحہ کے ہے کہ کچلو ہو و پیپ سے بھرتا ہے پس اس قلب مین دونون مادہ مین سے جو غالب ہوا اُسی کا غلبہ ہوجاتا ہے رواہ احمد باسناد حسن اع۔ مترجم کہتا ہے کہ منافقون کی قسم اول کے دل پر کبھی بالکل مُہر نہین ہوتی بلکہ وہ اوندھا ہوجاتا ہے اگرچہ قلب کافر کے مانند اُسکا انجام بھی خراب ہے اور منافقون کی قسم دوم کا دل اس قابل ہوتا ہے کہ اگر وہ نیک صحبت مع مردانہ ہمت کے اختیار کرے تو مراد کو پہونچ جاوے لیکن اُسنے اپنے کانون کو شیطانی باتین سُننے مین لگایا اور حق باتون سے غافل کیا اور آنکھون کو بھی آیات عبرت سے ہٹا کر غفلت مین ڈالا تو مانند خالص منافق کے بربادی مین مبتلا ہوا۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ - اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اُنکے کانون و آنکھون کو اُنکی سماعت و بصارت کو نیست کرے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر
ہے - ف سیوطیؒ نے لکھا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اُنکی باطنی سماعت و بینائی معدوم فرمائی ویسے ہی چاہے تو ظاہری سماعت و بینائی کو بھی
نیست فرماوے - ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو جو امر اپنے بندون کے ساتھ از قسم عقوبت یا عفو منظور ہو سب اُسکے قبضۂ قدرت مین
ہے پس جب چاہے اُنکی سماعت و بینائی زائل فرماوے کیونکہ اُنھون نے حق کو پہچاننے کے بعد چھوڑ دیا (تنبیہ) شیخ ابن جریر و قرطبی وغیرہ
ایک جماعت مفسرین نے یہان دونون مثالون کو ایک ہی معنے مین محمول کیا یعنے چاہو اندھیرے مین آگ روشن کرنے والے سے
منافقون کی مثال دو یا اندھیری رات مین پانی کی گھٹا مین چلنے والے سے مثال دو یعنے دونون مثالین برابر ہین اور یہی زمخشری
و بیضاوی وغیرہ کا مختار ہے - اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ دو مثالین دو قسم منافقین کیواسطے بیان فرمائی گئین کیونکہ منافقین کے چند اقسام
ہین اور ہر ایک کے احوال و اعمال علیحدہ علیحدہ ہین چنانچہ سورۂ براۃ مین ہر ایک کے اقوال و افعال کا مفصل بیان ہے - (تنبیہ ثانی)
بعض روایات سے ثابت ہے کہ زیر عرش بعض سمندر ہین اللہ تعالیٰ اُنسے باران رحمت کے بادل بھیجتا ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہی بات بنظر جو اسا
صحیح ہے اسوجہ سے کہ بارش کی کیفیت اور اُسکے آثار اور کثرت و مقدار اور مزہ اسکو مستدعی ہے اسیواسطے بعض مفسرین نے اسی پر جزم کیا اور
اسکا انکار وہی شخص کریگا جو سواے محسوس کے کسی چیز کا قائل نہین ہے حالانکہ محسوسات مادیات پر انحصار کرنا محض احمق کا کام ہے چنانچہ مقدمہ
مین اسکی کافی تردید گذری لیکن جب تک قوی روایت سے یہ امر ثابت نہو تب تک اسپر جزم نہین کرسکتے اگرچہ کوئی امر محال نہین ہے جیسا
فرقۂ مادیہ کے مٹی کے پتلون نے قیاس دوڑایا ہے اور چونکہ اُنکا قیاس خود غیر محسوس ہے تو اُسکے اعتقاد کے موافق خود باطل ہے - رعد کو بیضاوی وغیرہ
فلسفی متکلمین نے لکھا کہ وہ آواز ہے جو ہوا کے جھونکے سے بادلون کے اجرام مضطرب ہونے سے نکلتی ہے اور یہی فلاسفہ کا قول ہے اور یہ غلط ہے یا یون
کہا جاوے کہ جیسے مادر زاد اندھے نے دوپہر کے وقت زمین پر ہاتھ رکھا تو کہا کہ یہ گرمی وہ ہے جو دن مین زمین پر ہاتھ رکھنے سے محسوس ہوتی ہے کیونکہ
اُسکو آفتاب کی طپش نظر نہین آتی ہے اسیطرح سحاب مین سواے ظاہری صورت کے جن لوگون کو کچھ معلوم نہین ہوتا وہ اسیطرح اٹکل دوڑاتے
ہین حالانکہ بلا اختلاف یہ سحاب ایک مخلوق الٰہی ہے اور ہر مخلوق الٰہی مین تواے ملکی بنے اپنے اقسام پر ہین اور اسیطرح انتظام الٰہی تمام مخلوقات
مین جاری ہے چنانچہ حدیث ابن عباسؓ مین ہے کہ یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رعد کو دریافت کیا کہ رعد کیا چیز ہے یعنی یہودیون
نے توریت سے لیکر بطور امتحان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رعد کو دریافت کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ملائکہ مین سے
ایک ملک ہے جسکے ہاتھ مین مخراق ناری ہین جنسے سحاب کو جہان اللہ تعالیٰ چاہتا ہے لیجاتا ہے تو یہودیون نے کہا کہ یہ آواز کیسی ہے جسکو ہم سنتے ہین
تو آپ نے فرمایا کہ سحاب کو زجر ہے تاکہ جہان حکم ہے وہان تک پہونچے یہودیون نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا پھر کہنے لگے کہ ہمکو یہ بتلایئے کہ اسرائیل یعنی
یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کیا چیز حرام کرلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکو عرق النسا کا مرض ہوا تو اُنھون نے سواے اونٹون کے
گوشت و اُنکے دودھ کے کوئی چیز اس مرض کے مناسب نہین پائی (کہ جس سے اس مرض کے پیدا ہونیکا احتمال ہو) پس اسواسطے اونٹون کا گوشت
اور دودھ اپنے اوپر حرام کرلیا یہودیون نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہین (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح غریب) اور ابن عباسؓ نے کہا کہ
رعد اُس فرشتہ کا نام ہے جو سحاب کو چلاتا ہے اور برق اُسکے تازیانۂ نوری کی چمک ہے جس سے سحاب کو زجر کرتا ہے اور یہی اکثر سلف صالحین رضی اللہ عنہم
سے منقول اور یہی علماے ربانیین کا قول ہے اور جنھون نے فلاسفہ کی بات مانی کہ برق ایک آگ ہے جو بادلون کی رگڑ سے نکلتی ہے تو جہالت کا
تک ملانے کے سوا کوئی علمی بات نہ پائی - اور واضح ہو کہ صواعق ایک لطیف آگ ہے جو مخراق فرشتہ سے بوقت ضرب کے جدا ہوتی ہے اور

قولہ تعالیٰ ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا ۔ اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رعد وصواعق کی آواز سنتے تو فرماتے اللہم لا تقتلنا بغضبک ولا تہلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک یعنی الٰہی ہمکو اپنے غضب سے قتل نفرمائیو اور اپنے عذاب سے ہلاک نفرمائیو اور اس سے پہلے عافیت عطا کیجیو (رواہ الترمذی) پھر اللہ تعالیٰ نے مومن وکافر ومنافق سب کی کیفیت بیان فرماکر اہل کفر کو معرفت الٰہی وایمان کا خطاب کیا بقولہ تعالیٰ

يَآيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ

لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے بنایا تم کو اور تم سے اگلون کو شاید تم پرہیزگاری پکڑو جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ

بنا دیا تم کو زمین بچھونا اور آسمان عمارت اور اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اُس سے میوے

رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

کھانا تمھارا سو نہ ٹھہراؤ اللہ کے برابر کوئی اور تم جانتے ہو

واضح ہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن مین یاایہا الناس کا خطاب اہل مکہ کے واسطے ہے اور یاایہا الذین آمنوا کا خطاب اہل مدینہ کے واسطے ہے (ابن جریر وغیرہ) یہ خطاب بطریق ندا رہے ۔ اور بعض محققین نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی کا قول کچھ کلیہ نہین ہے بلکہ اکثر ایسا واقع ہوا ہے کیونکہ سورۂ بقرہ ونساء وحجرات بالاتفاق مدنیہ مین حالانکہ اُنمین یاایہا الناس موجود ہے ۔ اور بعض نے فرمایا کہ مدنیہ سورۃ مین بھی یہ بات ممکن ہے کہ اہل مکہ کو خطاب کیا جائے کیونکہ جیسے مکہ مین بیٹھکر مکہ والون کی نصیحت منظور تھی ویسے ہی مدینہ سے بھی اُنکی ہدایت مقصود تھی تو سورہ کو مدنیہ ہونے سے کوئی اشکال نہین ہوسکتا اور مترجم کہتا ہے کہ یہ سب کلام اس بنا پر ہے کہ جب یہ خطاب نازل ہوا تھا اُسوقت کن لوگون کو مخاطب کیا گیا تھا اور درحقیقت تو یہ خطاب اہل مکہ وتمام عرب وتمام دنیا بلکہ قیامت تک پیدا ہونیوالون کو عام ہے جس سے قیامت تک سبکو نصیحت لینا چاہیے کہ ۔ يَآيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ ۔ اے لوگو توحید کرو اپنے رب کی ۔ ف اور اُسکے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرو نہ اعتقاد مین نہ صفت مین نہ فعل مین پس اُسی کے واسطے عبادت کرو کیونکہ وہی خالق اور وہی منعم ہے ۔ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ۔ جسنے تمکو پیدا کیا اور اُن لوگون کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے ۔ ف پس استحقاق بدلیل یہ کہ سابق ولاحق انسان ذیکا جو اشرف مخلوقات ہین وہی خالق ہے اور یہ احسان اُنکی جان عطا کرنیکا اُسوقت ہوا کہ یہ بالکل معدوم تھے پھر اپنی قدرت کے قبضہ مین اُنکو زندہ رکھا اور برابر رزق دیا ۔ پس اُلوہیت وعبادت اُسیکے واسطے خاص ہوئی جسنے تمکو پیدا کیا اور تمھاری زندگی باقی رہنے کی نعمتین تمکو عطا فرمائین پس ظاہر ہے کہ جو خالق ومالک ومنعم ہے وہی اُلوہیت والا مستحق عبادت ہے چنانچہ اول کا بیان یہ کیا الذی خلقکم والذین من قبلکم یعنی جسنے تمکو اور تم سے اگلون کو سبکو پیدا کیا اور پیدا کرنے والا یہ نسبت مالک کے بدرجہا بڑھکر ہے کیونکہ مالک تو کبھی اپنے مثل آدمی کا مالک ہوتا ہے جیسے آدمی اپنے غلام کا مالک کہلاتا ہے اگرچہ حدیث مین منع آیا کہ مالک نہ کہا جاوے بلکہ آقا وسردار کہا جاوے کیونکہ حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور خالق وہ ہے جسنے نیست سے موجود کیا تو وہ حقیقی مالک ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ خالق ہونیکی قوت وقدرت اُسمین ہوگی جو خود مخلوق نہو اسیواسطے اہل سنت نے کہا کہ کوئی شخص اپنے افعال کا خالق نہین ہوسکتا بلکہ اُسکے ارادہ کرنے پہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو وہ کام پیدا کردیتا ہے اور نہین چاہتا ہے تو نہین پیدا کرتا ہے پس ہماری ذات کا اور ہمارے افعال کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو اُسکی توحید وعبادت کرو ۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ تاکہ تم اپنے آپ کو بچاؤ ۔

جو موافق توضیح حضرت سید جیلانی قدس سرہ کے اپنے ارادات سے فانی و محض ارادات حق عزوجل سے باقی ہین تو انکو تقدیرات الٰہی عزوجل مین کچھ خلجان نہین اور نہ خطرات غیر مین پس انکے افعال وہی ہین جو اللہ تعالیٰ چاہے اور کبھی انکی کرامات کے لیے ظاہر مین خرق عادات پیدا فرماتا ہے پس جسنے انکو خود مختار قادر جانا وہ احمق گمراہ ہے جیسا کہ شیخ ابو الحسنؒ نے قصۂ ابراہیم ادہم مین مصرح لکھا ہے پس حق عزوجل ہی خالق و قادر و فاعل مختار ہے کسیکو کچھ بھی پیدا کرنے کی قدرت نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندگان صالحین سے کرامت پیدا کرتا اور انبیائے کاملین سے معجزات پیدا کرتا ہے (تنبیہ) جب بندے کے دل مین نیک افعال کی نیت پیدا کی گئی توضیح مسلم کی حدیث کے مطابق اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جس کمال خوبی سے اسکے دل مین شوق و نیت ہے اسی طرح کامل ثواب عطا ہوتا ہے پھر اگر وہ اس نیکی کو عمل مین لایا یعنے خالق عزوجل نے خارج مین اسکو خلق فرمایا تو اور دس ثواب سے جہانتک زائد اخلاص وغیرہ ہو لکھا جاتا ہے اسی سے کہا گیا کہ مومن کی نیت اسکے عمل مین لانے سے بہتر ہے۔ اور بدی کا گناہ جب ہی لکھا جاتا ہے کہ عمل مین لاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ فعل صرف باطنی ہے مثلاً کسی صالح کی نسبت بدگمانی کرنا تو جب تک خطرہ ہے تب تک کچھ نہین ہے حتی کہ اگر اسنے خطرہ کو دور کر دیا تو بھی موافق حدیث صحیح کے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسنے اس بدگمانی کو جالیا تو گناہ کا مرتکب ہو گیا اور اگر فعل خارجی ہے مثلاً شراب خواری تو جب ہی گناہ لکھا جائیگا کہ خارج مین شراب پی لے۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے اس آیت قدسی مین زمین کو فرش پیدا کرنے کا بیان فرمایا پس اگر زمین مستوی ہو تو فرش ہونا ظاہر ہے اور اگر مدور ہو تو بھی امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ جرم زمین بہ نسبت ذرۂ جسم انسانی کے بہت کبیر و وسیع ہے پس وہ اُسکے واسطے فرش ہو سکتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ تمام قومون نے اس امر پر اجماع کیا کہ خشکی سے پانی ہفت گونہ سے زیادہ ہے پس اللہ تعالیٰ کی قدرت عجیب یہ ہے کہ خشکی کو اسقدر عمیق کثیر سمندر جو محیط ہین نہایت کھاری و تلخ پانی ہے لیکن لطیف حکمت الٰہی عزوجل سے خشکی مین اُسکا اثر ظاہر نہین ہوتا حتی کہ اسکے کنوئین و دریا آب شیرین سے بھرے رہتے ہین۔ دوم یہ کہ یہ خشکی کا ڈھیلا اس کثیر پانی مین نہین گلتا بلکہ چھوٹے چھوٹے ٹاپو جو سمندرون کے اندر پائے جاتے ہین بدستور رہتے ہین بلکہ کبھی اُنہین زیادتی ہو جاتی ہے اور اہل حق کے نزدیک انکی حکمت لطیف قدرت الٰہی عزوجل ہے اور اہل باطل جو کچھ بیہودہ گوئی اس مقام پر کرتے ہین مترجم نے انکے خیالات حماقت کو مقدمہ مین رد کر دیا ہے (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے آسمان کو محفوظ چھت پیدا کرنیکا بیان فرمایا اور وہ حسی و عقلی دلائل سے قطعاً موجود ہے مگر بعضے احمق اس بدیہی سے انکار کرتے ہین جنکی تردید بدلائل قطعیہ مقدمہ مین مذکور ہے اور کچھ شک نہین کہ جو بدیہیات سے منکر ہوا اور دلائل عقلیہ کے سمجھنے سے قاصر ہوا اُسمین اور جانورون مین بہت کم فرق ہے۔ (حکمت) اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے انواع ثمرات پیدا کرنیکا بیان فرمایا اور ہر ایک شخص دیکھتا ہے کہ آدمیون و جانورون کی غذا و دوا کے اناج پھل و میوہ جات و ترکاریان اسی زمین سے پیدا ہوتی ہین اور یہ بات ظاہر ہے کہ ابتدائی وجود کے واسطے زمین سے خارج آسمان وغیرہ سے کوئی بیج نہین لائے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے حکمت کاملہ کے ساتھ آسمانی پانی و زمینی مٹی کے امتزاج سے ان ثمرات کے اصول پیدا کیے جیسے جسم آدم علیہ السلام کو قدرت کاملہ کے ساتھ پانی و مٹی کے خمیر سے ترکیب دیا پس عجب شان حکمت ہے کہ جسم آدمی کو اسی خاکی ترکیب سے ایجاد فرمایا اور اسی خاک سے اُسکے واسطے عجیب عجیب بمختلف شکلون مین طرح طرح کے مزہ و آثار و خواص کے ساتھ غذائین پیدا کین جس سے اس جسم کا بقا ہے اور اسی حکمت کی تعلیم سے طبیبون کو صحت اجسام کے واسطے علاج کی تفہیم ہوئی تاکہ عظیم قدرت الٰہی عزوجل کا شکر ہے ادا کرین مثلاً جسم مین رطوبت کا جزو کم ہو کر خشکی سے مرض پیدا ہوا تو جب اسکی غذا مین ایسا پھل دیا جاوے جس سے رطوبت کثیر پیدا ہو کر جزو بدن ہوتی ہے تو اُس یبوست کا علاج ہو جائیگا اسیطرح جسم انسانی کی ترکیب سونے چاندی جواہرات و فولاد یا زہریلے جمادات مین سے کوئی جزو ضعیف ہوا تو اسی نباتاتی یا جماداتی جزو کو خواہ بطور ہضم یا کشتہ کے جزو بدن کرنے سے صحت حاصل ہو جائیگی اور اسکے ساتھ ہی ہضم وغیرہ

کی قوتون اور خون وگوشت وغیرہ کی پیدائشی آثار اور جسم مین رگون سے نہرون کا سلسلہ آثار کمال قدرت وصنائع حکمت الٰہی عزوجل ہین پس منکر کی
کی بدبختی پر افسوس ہے جو ان صنائع وبدائع سے غافل ہو کر باطل شرک کا معتقد ہوتا ہے۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے سمندرون کے کھاری پانی کو اس
زمین سے ممنوع فرمایا تاکہ خشکی کے رہنے والے شیرین پانی سے اپنی زندگی مین آرام اُٹھاوین اور جملہ حیوانات ونباتات تندرستی سے زندہ رہین
اور اُنکی پیداوار ہو پس یہ پانی جب سمندر زمین سے نہین ہے تو ضرور ترکیب سماوی ہے کیونکہ بارش کا پانی تو ایک وقت خاص مین محدود ہوتا ہے
حالانکہ زمین کے اندر سے نہایت شیرین چشمے اُبلتے ہین پس یہ پیدائش خاص ہے جو اللہ عزوجل نے پیدا کرتے وقت اس خشکی کے اندر ودیعت
فرمایا اور یہ سمندرون سے چوسا ہوا پانی نہین ہے کیونکہ وہ محض شور ہے پس جو شخص قلب سلیم کے ساتھ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انسان کو پیدا
کیا حالانکہ وہ محض معدوم تھا اور اُسکو کسی قسم کا استحقاق ممکن نہ تھا اسواسطے کہ اُسوقت اُسکی ذات ہی معدوم تھی تو کسی فعل سے [illegible]
استحقاق ممکن نہین پھر بعد پیدا ہونے کے بعضے احمق مشرکون کو دیکھو کہ وہ اپنے واسطے استحقاق ثابت کرتے ہین حتی کہ بعضے کہتے ہین کہ اگر یہ بات
نہو تو ہمارے اوپر ظلم ہوگا اور یہ اُسکی حماقت ہے کیونکہ کسی مخلوق کو جب ذاتی استحقاق نہین ہے تو فعلی استحقاق کہان سے ہوگا بلکہ خالق عزوجل کا
محض احسان ہے جو اُسکے گوشت وپوست وذرہ ذرہ کا مالک ہے پس مخلوق سوائے ہرطرح احسان ماننے وشکر کرنے کے ہرگز کسی طرح کا دعوے
نہین رکھتا اور خالق عزوجل جسطرح چاہے تصرف فرماوے کسی مخلوق کو مجال نہین کہ ظلم کا کلمہ زبان پر لاوے بلکہ اُسپر فرض ہے کہ اپنی ذات سے
احسانات الٰہی عزوجل شمار کرنا شروع کرے اور سمجھے کہ ہر سانس کی آمد ورفت اُسپر دوچند احسان ہے پھر اُسکی سانسین تمام ہو جاوینگی مگر احسانات
الٰہی عزوجل شمار کرنا محال ہوگا پھر اُسپر یہ بہت ہی بڑا احسان ہے کہ اُنکو دائمی نعمت ودرجات جنت وتہذیب اخلاق وانواع عقول عطا فرمانے
کے واسطے اپنے بندگان خاص انبیا علیہم السلام کو اُنکی ہدایت کے واسطے بھیجا جو خالص اُنکے خیرخواہ ہین اور کوئی اُجرت ومال اُنسے
نہین چاہتے ہین پس اُنھون نے انکے کدورت اوہام ووساوس شیطان وخطرات نفس کا ہجوم اُنکی عقل سے دور فرماکر اُنکو معرفت حق عزوجل وتکمیل
نفس کی تعلیم فرمائی اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حق اپنے پیغمبر افضل الخلق صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرماکر نہایت لطافت کے ساتھ دلائل
معرفت سکھلائے ازانجملہ یہ ہے کہ تم لوگ مخلوق ہو اور مخلوق کے واسطے خالق بدیہی ہے اور خالق وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کا محتاج نہو بلکہ ہر مخلوق ہر سانس
مین اُسی کی محتاج ہو اور وہ مخلوق کو عدم سے موجود کرتا ہے پس وہ اُسکے گوشت وپوست ذرہ ذرہ کا مالک ہوتا ہے پس مخلوق کی ذات کو پیدا
کرتا اور حسب حکمت کے ساتھ یہ مخلوق اپنی زندگی بسر کرے اور فنا نہو جاوے وہ اسباب عنایت فرماتا ہے پس اُسی کے واسطے اُلوہیت ہے اور مخلوق
کو سوائے اسکے کسی سے ایک ذرہ نہین مل سکتا پس تعلیم فرمایا کہ اے لوگو تم اپنے رب عزوجل ہی کی اُلوہیت مان کر اُسکی فرمانبرداری کرو جسنے تمکو
اور تمسے اگلون کو پیدا فرمایا اور اُسی نے تمھارے واسطے ہرطرح زندگی کا رزق دیا پس اپنے خالق عزوجل کی کسی صفت مین یا کسی فعل مین کسی کو
شریک نہ بناؤ پھر صفت مین شریک بنانیکی یہ صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے واسطے جو صفات مانند خالق ورازق وعلیم وخبیر وغیرہ ہین ان مین سے
کوئی صفت دوسرے مین سمجھے مثلاً خالق چنانچہ اگر کسی نے اعتقاد کیا کہ فلان شخص چاہے تو اُسکے بچہ پیدا کرے یا اُسنے سمجھا کہ مین اپنے افعال کا
پیدا کرنے والا خود ہون تو یہ شرک ہے اسیطرح اگر کسیکو عالم الغیب جانے تو شرک ہے اسیطرح اگر کسی شخص کا حکم بغیر حکم الٰہی کے بے چون وچرا اپنے
اوپر فرض سمجھے جیسے نصرانی لوگ اعتقاد کرتے ہین کہ جو کچھ پوپ (پادری) چاہے حکم دے اور وہی ہمپر فرض ہے تو یہ شرک ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ اتخذوا
احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اسی طرح پانی برسانے وہوا چلانے وغیرہ افعال حکمت آلہیہ
مین اگر کسی چیز کی شرکت سمجھے تو مشرک ہے مثلاً اگر فلان درویش چاہے تو پانی برسے یا وہ چاہے تو جھڑی موقوف ہو جاوے تو یہ شخص مشرک ہو [illegible]

ہے ہان اگر یہ اعتقاد ہو کہ فلان شخص بدلیل اتباع سنت وشریعت کے ہمارے نزدیک درویش ولی نظر آتا ہے پس اگر وہ رب عزوجل کی بارگاہ
مین عاجزی کرے تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسکی دعا قبول فرماویگا کیونکہ یہ درویش بھی رب عزوجل کا فرمانبردار ہے اور رب عزوجل بھی فرمانبردار
بندون کو کرامت عنایت کرتا ہے تو یہ اعتقاد صحیح ہے۔ امام ابن کثیرؒ کی تفسیر مین ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
گناہون مین سے کون گناہ عند اللہ سب سے بڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تو ساجھی بناوے حالانکہ اُسنے تجھے پیدا فرمایا الحدیث
(صحیحین) دوسری حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی ہرگز یون نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اور فلان چاہے
(تو ایسا ہو جائے) بلکہ اُسکو یون کہنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے پھر فلان شخص چاہے (الصحاح) یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کام کو چاہتا ہے
تو بغیر کسی سبب ظاہری کے پیدا کرتا ہے ولیکن اللہ تعالیٰ نے جو امتحانی تدبیر کی حکمت جاری فرمائی ہے تو اُسمین عام طریقہ یہ ہے کہ مثلاً
کسی شخص کو سو روپیہ وجہ معاش عطا فرمانا منظور ہے تو کسی مخلوق کے دل مین یہ خواہش پیدا کرتا ہے اور صاحب معاش پر طلب کا
فعل لازم کر دیا ہے پس اسمین یہ فعل پیدا فرماتا ہے اور کام پورا کر دیتا ہے اور یہ سب امور اُسکے علم سابق سے تقدیر مین جاری ہو چکے ہین شیخؒ نے لکھا کہ
طفیل بن سخبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ چند آدمیون کی جماعت پر میرا گذر ہوا مین نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو
اُنھون نے کہا کہ ہم یہود ہین مین نے کہا کہ تم البتہ ایک قوم تھے اگر تمہارا یہ قول نہوتا کہ عزیر بیٹا اللہ کا ہے۔ وہ لوگ بولے کہ تم بھی قوم
تھے اگر تم یون نہ کہو کہ ماشاء اللہ وشاء محمد یعنی اللہ و محمد صلعم نے چاہا۔ پھر روانہ ہوا اور میرا گذر ایک جماعت پر ہوا کہ جنھون نے کہا کہ ہم نصاریٰ
ہین تو مین نے کہا کہ تم البتہ ایک قوم ہوتے اگر تمہارا یہ قول نہوتا کہ مسیح ابن اللہ ہے۔ اُنھون نے کہا کہ تم بھی قوم ہو اگر یون نہ کہو کہ
ماشاء اللہ وشاء محمد۔ پھر صبح کو مین نے جس کسی سے کہا ہو اس سے کہا ہو اسکے بعد مین نے حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب بیان
کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا تو نے کسی سے یہ خواب بیان کیا ہے۔ مین نے عرض کیا کہ ہان پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ
کی حمد وثنا کے بعد بیان فرمایا کہ طفیل نے ایک خواب دیکھا اور تم مین سے جس شخص سے بیان کیا اس سے بیان کر چکا اور تم یہ کلمہ ایسا کہا کرتے تھے
جس سے تمکو منع کرنے سے مجھے ایسے اور ایسے امور مانع تھے اور اب تم لوگ ماشاء اللہ وشاء محمد مت کہا کرو بلکہ ماشاء اللہ وحدہ کہا کرو یعنے فقط
ماشاء اللہ کہو اور کچھ شریک مت کرو (رواہ حماد بن سلمہ وقد اخرجہ ابن مردویہ وابن ماجہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے
آنحضرت صلعم سے کہا کہ ماشاء اللہ وشئت یعنے اللہ تعالیٰ نے چاہا اور آپ نے چاہا۔ (تو یہ کام ہوا مثلاً) تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تو نے
مجھے اللہ تعالیٰ کا ہمسر بنایا ہے بلکہ تو فقط ماشاء اللہ وحدہ کہا کر (رواہ النسائی وابن ماجہ وابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین اجلح بن
عبداللہ ابو حجیۃ الکندی راوی مین کلام ہے اور اصح یہ ہے کہ وہ حسن الحدیث ثقہ ہے۔ شیخ نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
مشیت سے شرک ارادہ نہین کرتے تھے کیونکہ ایمان توحید بدیہی لیا گیا تھا پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ظاہری کلم
بھی ایسی صورت پر نہو جس سے بت پرستون ویہود ونصاریٰ کو شبہہ پیدا ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باب توحید مین اہتمام بلیغ فرماتے
تھے حتیٰ کہ مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے وفد مین انکو سید کہنے سے منع فرمایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی سید ہے۔ حالانکہ دوسرون کو منع
نہین فرمایا بلکہ خود حدیث مین ہے کہ مین سید اولاد آدم ہون۔ حاصل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معرفت قلوب عطا ہوئی تھی پس جس قلب
مین ایسے الفاظ سے بارگاہ الٰہی عزوجل سے غفلت دیکھتے تھے اسکو منع فرماتے تھے اور جنھین توحید باری تعالیٰ کا جزم پاتے اور اللہ تعالیٰ ہی کے
فضل سے بندہ دیکھتے [illegible] یا اللہ تعالیٰ ہی کے عطا کرنے سے سید ہونا دیکھتے اسکو منع نہین فرماتے تھے اسی طرح انبیاء علیہم السلام مین

تفاضل منصوص ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے نص فرمایا کہ رسولوں میں ہمنے بعض کو بعض پر فضل عطا کیا ہے لیکن چاہیے کہ ہر پیغمبر کے حق میں فضل الٰہی پر نظر رکھے اور فاضل ومفضول دونوں کی شرافت ملحوظ رکھے اور اگر فضیلت دنیا بنظر تعصب ہو جیسے یہودی حضرت موسیٰؑ کو اور نصرانی حضرت عیسیٰؑ کو اور مسلم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حمیت وتعصب سے فضیلت دے تو یہ فعل شیطانی اُبھار ہے لہذا حدیث میں منع آیا کہ باہم انبیاء علیہم السلام میں تفاضل نہ کیا کرو تو یہ ممانعت اسی تعصب کی وجہ سے ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ تلک الرسل فضلنا بعضہم الآیۃ کی تفسیر میں آویگا۔ غرضکہ نیت وقلب کی حالت معتبر ہے لیکن جو لفظ کہ ظاہر میں شرک کا وہم دلاوے وہ فقہاء کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اگرچہ باطن میں شرک نہو۔ شیخ نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قولہ تعالیٰ۔ فلا تجعلوا للہ انداداً میں فرمایا کہ انداد شرک خفی ہے اور جانو کہ وہ صفا پر اندھیری رات میں چیونٹی کی چال جسقدر مخفی ہوتی ہے شرک مذکور اس سے بھی زیادہ مخفی ہے اور اُسکی مثالیں یہ ہیں کہ آدمی کہتا ہے کہ تیری جان کی قسم اور تیرے سر کی قسم۔ اور کہتا ہے کہ اگر یہ کتا نہوتا تو ہمارے یہاں بھی چور گھستے۔ اور اگر یہ بط نہوتی تو چوروں سے بچاؤ نہوتا۔ اور کہتا ہے کہ اوپر اللہ تعالیٰ ہے اور نیچے تم ہو۔ اور کہتا ہے کہ اگر یہ شخص نہوتا تو ہم مرچکے ہوتے۔ یہ سب شرک خفی ہیں۔ (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام نفیس معرفت ہے اور اسمیں تفصیل یہ ہے کہ جان وسر کی قسم تو قطعاً حرام ہے اور کتا وبط وغیرہ کا کلمہ بول چال میں جاری ہے لیکن جو لوگ اہل ایمان ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے توحید سے غافل نہیں ہوتے اور مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میرے حق میں جاری ہوئی کہ اسنے میری حفاظت فرمائی جسکا ظاہری عنوان اس بط کا شور واقع ہوا اور فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح دیگر کلمات مثلاً بینچ کھائے تھے تو پیٹ میں درد ہوا۔ زید نے مجھے مارا۔ فلاں دوا سے اچھا ہو گیا۔ اگر یہ لڑکا شوق کرتا تو پڑھ جاتا۔ پس ان سب صورتوں میں بندہ مومن جملہ امور کو اللہ تعالیٰ عزوجل کے فعل سے جانتا ہے اور وہی مطلب لیتا ہے اور واضح ہو کہ زید جو فعل ظلم ظاہر ہوا تو اسکی خواہش فساد پر اللہ تعالیٰ نے اسمیں یہ فعل پیدا کیا جس سے زید میں یہ صفت آئی جیسے شیشہ میں گلاب بھرو تو شیشہ میں یہ صفت ہے نہ بھرنے والے میں۔ اسی طرح جس شیشہ میں قارورہ رکھا گیا تو شیشہ نجس ہے نہ بھرنے والا۔ اور رنگریز کے سرخ رنگنے سے کپڑا سرخ ہے نہ رنگریز پھر جب زید میں صفت ظلم آئی حتی کہ وہ ظالم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قاضی شرع سے مخاصمہ کرو جو زید کو سزا دیگا تاکہ آئندہ یہ خواہش اور ان اسرار میں زیادہ طویل کی گنجایش نہیں ہے بلکہ نور ایمان خود عاقل کر دیتا ہے اور بدون اس نور کے خالی بیان مفید نہیں ہے حاصل مقام یہ کہ شرک خفی سے احتراز واجب ہے حتی کہ جس شخص نے جانا اور ایمان لایا کہ فرمانبرداری صرف حق عزوجل کے واسطے ہے پس اللہ تعالیٰ نے جس طرح شریعت میں فرمانبرداری مفروض فرمائی حتی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واکابر ووالدین وغیرہ کی فرمانبرداری سب بحکم الٰہی عزوجل ہے وقد قال تعالیٰ۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور اسکے جزئیات بیان کرنے سے کلیہ قاعدہ یہ کہ موافق شریعت سنت کے طاعت الٰہی ہے پھر جسنے خلاف شرع کے اپنی خواہش نفس کی تابعداری کی وہ شرک خفی میں پڑگیا حتی کہ اگر عالم ودرویش کی تابعداری صرف اسی کے قول کو مستقل سمجھے جیسے یہود ونصاریٰ کرتے تھے اور اب بھی نصرانیوں میں پوپ کو اختیار ہے کہ ماہ صیام کو جب چاہے بدل دے تو یہ بھی شرک ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ اتخذوا احبارہم ورہبانہم ارباباً من دون اللہ الآیۃ۔ کی تفسیر میں آویگا۔ پس خلاف شریعت کے کسی شخص کی یا اپنے نفس کی پیروی کرنا بھی شرک خفی ہے۔ (مسئلہ) جس جاہل نے زعم کیا کہ فلاں بزرگ کے نام کی چوٹی اس بچہ کے سر پر ہے تاکہ زندہ رہے ورنہ مر جاویگا یا جب پیدا ہوتا ہے تو فلاں بزرگ کے نام پر پکارتے ہیں تاکہ زندہ رہے۔ یہ سب شرک جلی وکفر صریح ہے اور ایسا شخص ایسے اعتقاد سے مرتد ہو کر اسلام سے خارج ہوا اور اسکی جورو کا نکاح باطل ہو گیا۔ (مسئلہ) نوروز یا بڑے دن میں کسی مجوس ونصرانی وغیرہ کو اس دن کی تعظیم کے طور پر ہدیہ ڈالی وہدیہ بھیجا تو مشائخ کبار نے اسکے کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں مصرح ہے۔ واضح ہو کہ ایمان

بزرگ نعمت ہی کہ کوئی دولت اسکے پاسنگ مین نہین آسکتی ہی اور شیطان اسکا قطعی دشمن ہی اور آدمی کے ساتھ آل و لاد اور ہوا و ہوس لگی ہوئی ہین جو تقدیری آفت و مرض و مصیبت مین ضرور مبتلا ہوتی ہین اور اسوقت مین طبیعت جسمانی کے جوش حماقت سے آدمی کوشش کرتا ہے کہ شاید وہ تقدیر کا لکھا بدل ڈالیگا اور شرک جلی وخفی کرنے لگتا ہی حالانکہ عقلی نور سے استقامت یہ تھی کہ تقدیر نہین بدلتی تو شرک مین ایمان کہونا گناہ عظیم و خسارہ شدید ہی پس لازم ہی کہ شرک جلی وخفی سے بچاؤ رکھے اور اللہ تعالی ہی کے جناب مین نماز کے اندر۔ اہدنا الصراط المستقیم الآیۃ سے تمام تضرع التجا لاوے۔ شیخؒ نے اس مقام پر لکھا کہ آیت مکرمہ کے معنے مین حدیث حارث اشعری رضی اللہ عنہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالے نے یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کو پانچ کلمات کی وحی بھیجی کہ خود انپر عمل کرے اور بنو اسرائیل کو انپر عمل کرنے کی تاکید فرماوے اور یحییٰ اس پیغام کی عظمت سے قریب تھا کہ ڈھٹک جاوین پس عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ سے کہا کہ تجھکو پانچ کلمات وحی کیے گئے کہ خود اُنپر عمل کرو اور بنو اسرائیل کو اُنپر عمل کرنے کا حکم دے پس انکا پیغام یا تو تم پہونچاؤ یا مین پہونچاؤنگا یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے برادر اگر تم پیغام مذکورہ پہونچانے مین مجھپر سبقت کرو تو مجھے خوف ہی کہ شاید مجھپر عذاب آوے یا مین زمین مین خسف کیا جاؤن پھر یحییٰ نے بنو اسرائیل کو بیت المقدس مین جمع کیا پھر بالاخانہ پر کھڑے ہوکر اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کی پھر کہا کہ اللہ تعالی نے مجھے پانچ کلمات کا حکم دیا ہی کہ مین اُنپر عمل خود کرون اور تمکو بھی اُنپر عمل کرنے کی ہدایت کرون اول یہ کہ تم لوگ اللہ تعالی کی عبادت کرو اور اُسکے ساتھ کسیکو شریک مت بناؤ کیونکہ مشرک کی مثال ایسی ہی جیسے ایک شخص نے ایک غلام خالص اپنے مال روپیہ یا اشرفی سے خریدا پھر اُس غلام نے یہ حرکت شروع کی کہ سردار کی روٹی کھاتا اور جو کچھ کماتا وہ دوسرے شخص کو دیتا تھا مین تمسے یہ بات پوچھتا ہون کہ بھلا تمکو یہ بات پسند آتی ہی کہ تم مین سے کسی کا غلام ایسا ہی ہو اور سمجھو کہ اللہ تعالی ہی نے تمکو پیدا کیا اور اُسی نے تمکو رزق دیا پس تپر یہی بات فرض ہی کہ اُسکی بندگی کرو اور اُسکے ساتھ کسیکو شریک مت بناؤ دوم یہ کہ مین تمکو نماز کی ہدایت کرتا ہون چنانچہ اُسکے فضائل مین سے یہ ہی کہ اللہ تعالی اپنی وجہ ذوالجلال والاکرام کو بندہ کے مواجہہ مین رکھتا ہی جب تک بندہ کسی دوسری جانب التفات نکرے پس تم لوگ جب نماز پڑھا کرو تو کسی جانب التفات نکیا کرو سوم یہ کہ مین تمکو روزہ کی ہدایت کرتا ہون چنانچہ روزہ دار کی مثال یہ ہی کہ جیسے ایک شخص کے پاس مشک کا نافہ ہی اور وہ لوگون کی ایک جماعت مین موجود ہی پس ہر شخص اُسکے مشک کی خوشبو پاتا ہی اور تم جان لو کہ روزہ دار کے نہار مُنہہ کی ہوا اللہ تعالی کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہی چہارم یہ کہ مین تمکو صدقہ کی ہدایت کرتا ہون چنانچہ صدقہ دینے والے کی مثال یہ ہی کہ اُسکا دشمن اُسکو قید کرکے لیگیا اور اُسکو طوق و زنجیر سے کسکر گردن مارنے کے لیے آگے بڑھایا اسوقت اُسنے اپنے دشمنون سے کہا کہ بھلا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ مین اپنی جان کو فدیہ دیکر تمسے چھڑاؤن پس اس شخص نے ہر قلیل وکثیر کو اپنی جان کے فدیہ مین دیا یہانتک کہ اپنے آپ کو اُنسے چھوڑالیا (یعنی زکوٰۃ وصدقہ دینے والا بھی اپنے نفس کو عذاب سے چھوڑاتا ہی)۔ پنجم یہ کہ مین تمکو کثرت سے ساتھ اللہ کی یاد کی ہدایت کرتا ہون اور اسکی مثال ایسی ہی کہ ایک شخص کے پیچھے اُسکا دشمن بہت تیزی کے ساتھ دوڑا حتی کہ اُسکے واسطے کوئی مفر نہین ہی کہ ناگاہ وہ ایک مضبوط قلعہ کے اندر آگیا کہ جسپر دشمن کا قابو نہین چلتا ہی اور سمجھ لو کہ شیطان سے بندہ سب سے زیادہ محفوظ اسوقت ہوتا ہی کہ جب اللہ تعالی کے ذکر و یاد مین ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بھی تمکو پانچ چیزون کا حکم دیتا ہون جن کا اللہ تعالی نے مجھکو حکم فرمایا ہی اول جماعت دوم سمع سوم طاعت چہارم ہجرت پنجم راہ الٰہی مین جہاد ہی اور سمجھ لو جو شخص جماعت مین سے بقدر ایک بالشت کے نکل گیا اُسنے ربقۂ اسلام کو اپنی گردن سے نکال ڈالا مگر آنکہ وہ پھر اپنی جماعت مین لوٹ آوے اور جس شخص نے زمانۂ جاہلیت کی پکار سے پکارا تو یہ جثی جہنم ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگرچہ وہ روزہ رکھتا و نماز پڑھتا ہو تو بھی

اسلام سے خارج اور جہنم مین داخل ہوگا جبکہ جماعت اسلام سے باہر ہو۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان اگرچہ وہ شخص روزہ رکھتا ونماز پڑھتا ہوا ور یہ زعم کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے پس تمکو چاہیے کہ مسلمانون کو انہین نامون سے پکارو جن نامون سے انکو اللہ تعالی نے پکارا یعنی مسلمین مومنین عباد اللہ (رواہ احمد و ہذا حدیث حسن) مترجم کہتا ہے کہ جماعت سے مراد یہ ہے کہ جس شان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک مین صحابہ رضی اللہ عنہم ایک جماعت مجتمعہ تھے اُسی پر متفق رہے اور اس جماعت سے خارج نہو اور اس سے معلوم ہوا کہ فرقہ خارجی و رافضی و معتزلہ و جہمیہ و شیعہ وغیرہ جو جماعت سنت سے نکل گئے اُنکے حق مین یہ وعید پوری ہے۔ اور سمع سے مراد یہ ہے کہ امام شریعت کا حکم گوش دل سے سُنے اور طاعت یہ ہے کہ موافق شریعت کے امام کی فرمانبرداری کرے اور اگر وہ خلاف شریعت کوئی حکم دے تو اُسکی فرمانبرداری ہرگز نہ کرے بلکہ مسلمانون پر واجب ہے کہ سب متفق ہو کر اُسکو مخالفت شریعت و ظلم سے روکین حتی کہ اگر نمانے تو اُسکو معزول کرین چنانچہ قولہ تعالی واتقوا فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی مفصل آویگا پھر ہجرت ابتداے اسلام مین قبل فتح مکہ کے ہر مسلمان پر جانب مدینہ فرض تھی اور بعد فتح مکہ کے مدینہ منورہ کی خصوصیت نہین رہی بلکہ جس مقام پر ارکان اسلام ادا کرنے مین خلل واقع ہو وہان کسی اسلامی سلطنت مین ہجرت کرے اور رہا جہاد فی سبیل اللہ تو وہ ہر زمانہ مین لازم ہے۔ اور حدیث مین آیا کہ جب تم لوگ جہاد چھوڑ کر کھیتی باڑی کی فکر کروگے تو تمپر ذلت طاری ہوگی اور تمہارا دشمن غالب ہوجائیگا اور پے درپے بلائین نازل ہونگی اور ایک روایت مین ہے کہ اُمت پابندی شریعت چھوڑ کر فساد کریگی اور حیات دنیا کی ہوس مین مبتلا ہوگی اور اُسوقت اُسپر خوف و بلائین نازل ہونگی پھر یہ لوگ اپنی عزت کے واسطے دنیاوی چال سے کوشش کرینگے حالانکہ ہرگز مراد نہ پاوینگے جبتک کہ اپنی شریعت کی جانب پھرین (ابن ماجہ وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ یہ معجزہ اہل ایمان کے واسطے بدیہی موجود ہے۔ قد شیخ نے لکھا کہ یہ آیت قدسی وحدانیت الٰہی عز وجل پر دلیل ہے چنانچہ شیخ رازی وغیرہ بہت سے مفسرین نے اسی آیت سے استدلال کیا اور یہ بات صحیح ہے کیونکہ جتنی موجودات زیر و بالا زمین و آسمان اور اُنکی درمیانی مخلوقات مختلف اشکال و رنگ و طبیعت و منفعت و خاصیت وغیرہ موجود ہین سب اس امر کی بدیہی دلیل ہین کہ انکا خالق عز وجل عالم و قدرت و حکمت و اتقان و کمال قوت مین بدیہی ہے۔ شیخ رازی نے امام مالک سے نقل کیا کہ امام سے ہارون رشید بادشاہ نے وجود باری تعالی کا استدلال پوچھا تو امام مالک نے اُسکو ایک نوع بنی آدم مین جو ایک ہی شکل پر ہین بیشمار افراد مین باہم شخصی تمیز رہے اور مختلف اصناف کی مختلف زبانون سے اور مختلف آواز و نغمات سے لطیف تنبیہ فرمائی۔ امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ فرقہ زندیق نے جنکو فرقہ مادیہ و دہریہ کہتے ہین امام سے وجود باری تعالی کی دلیل پوچھی امام نے کہا کہ تم لوگ اپنا جدال اسوقت مجھسے الگ رکھو کیونکہ میرے امتحان کے واسطے مجھکو ایک سوال دیا گیا ہے مین اُسکی فکر مین ہون انھون نے کہا کہ وہ کیا سوال ہے ہم بھی اُسکو سُننا چاہتے ہین امام نے کہا کہ سوال یہ ہے کہ ایک سمندر مین ایک کشتی مین ہر قسم کا اسباب تجارت لدا ہوا ہے لیکن کشتی کے ساتھ کوئی ناخدا چلانے والا نہین ہے اور باوجود اسکے وہ کشتی خود بخود آتی جاتی و سمندر کی موجون کو پھاڑتی ہے اور پھر جاتی ہے نکل جاتی ہے اور جہان ضرورت ہے وہان اسباب اُتارتی چڑھاتی ہے پس اس کشتی مین کیا حکمت ہے مین اسکو غور کرتا ہون اُن لوگون نے کہا کہ یہ غور کرنے کے قابل بات نہین کیونکہ جسکو ذرا بھی عقل ہے وہ یہ بات نہین کہہ سکتا امام نے فرمایا کہ پھر تجویز نظام موجودات اس حکمت باہرہ کے ساتھ بغیر خالق عز وجل موجود ہے حالانکہ ایک کشتی کی رفتار بغیر ناخدا کے دیوانگی کا خیال ہے یہ سنکر یہ لوگ چونک پڑے اور اپنے خیالات سے نادم ہو کر توبہ کی اور امام کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے۔ اور امام شافعی نے فرمایا کہ تم لوگ نہین دیکھتے ہو کہ یہی شہتوت کا پتہ ایک کیڑا کھاتا ہے تو اُس سے ابریشم پیدا ہوتا ہے اور یہی کھا کر شہد کی مکھی شہد بناتی ہے اور گائے بکری کے کھانے سے لید و مینگنی نکلتی ہے اور ہرن کھاتا ہے تو اُس سے مشک بنجاتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے اسیطرح نفیس بیانات ایک جماعت ائمہ رحمہم اللہ سے نقل کیے جو اہل عقل کے نزدیک لاثانی ہین اور وجود باری تعالی خواہ نخواہ بدیہی ہے لیکن ہمارے زمانہ مین فرقہ مادیہ بہت کثرت سے ...

مگر یہ لوگ اسقدر احمق ہین کہ سواے حواس کے جو جسم کے لوازم سے ہے حتی کہ جانورون مین بھی یہی حواس موجود ہین ان لوگون مین جانورون سے امتیاز کی عقل کچھ بھی موجود نہین ہے حتی کہ ان لوگون مین بہت زیادہ ہوشیار وہ شخص ہے جسنے کہا کہ مسلمانون کے قوانین عقائد بہت صاف اور بے لگاؤ ہین لیکن وہ کہتا ہے کہ اُنکے اللہ کا تصور کسی طرح میرے خیال مین نہین آتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جب ان مین سے بہت بڑے ہوشیار کی یہ کیفیت ہے تو دوسرون کی حالت کو اہل عقل خود قیاس کر سکتے ہین کیونکہ باوجود اس ہوشیاری کے شخص کچھ بھی متنبہ نہوا کہ آدمی اور اُسکا خیال محض ہیچ ہے کیونکر یہ طاقت رکھتا ہے کہ حضرت باری تعالیٰ اُسکے خیال کے اندر مصور ہو مگر وہ اپنی حماقت سے یہ چاہتا تھا کہ باری تعالیٰ کو جسم محسوس ہی مین مانے معاذ اللہ من ذلک۔ اور یہ کمال حماقت ہے پھر مترجم نے اپنے اپنے موقع کی آیات مین نفیس استدلالات بیان کیے ہین واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ بیضاوی مین ہے کہ وحدانیت آلہی پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت قدسی مین ان مخلوقات مین اپنی حکمت بالغہ اور ان افعال مین اپنی حکمت کا ملہ ظاہر فرمائی اُسکو صحیح فکر کے ساتھ غور کرے اور اس سے یہ معرفت بھی حاصل ہوگی کہ بندہ اپنی عبادت سے مستحق ثواب نہین ہوتا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اُسکو پیدا کیا اور زمین و آسمان کے صنائع حکمت و باران رحمت و انواع ثمرات سے رزق دیا تو بندگی ان نعمتون کا شکر ہے جو اُسکو پہلے ہی عطا ہوئین پس وہ تو ایسے مزدور کے مانند ہے جو اپنی مزدوری پہلے ہی لے چکا۔ مترجم کہتا ہے کہ جسوقت ان آیات قدسی کا نزول ہوا اُسوقت جو لوگ مخاطب موجود تھے وہ خواہ اہل مکہ ہون یا مع منافقین وغیرہ ہون بہرحال کلام آلہی عزوجل تمام لوگون کے واسطے قیامت تک عام نصیحت ہے کہ اے لوگو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق مانو اور اُنہین کی ہدایت کے موافق اپنے رب عزوجل کو پہچانو اور اُسی کی بندگی کرو جسنے تمکو پیدا کر کے لطیف حکمت کے ساتھ تمکو رزق عطا فرمایا اور یہ امر قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت جن صفات پاک سے ہوتی ہے اور جو طریق عبادت ہے وہ کسی طرح ممکن نہین سواے اسکے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوے اور قرآن مجید کو حق مانے پھر اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب رحمت خاص یہ رکھی کہ جیسے اوہام بشری دور کرنیکے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات دیگر عطا فرمائے ویسے ہی قرآن مجید کو بعینہ دائمی معجزہ فرمایا یعنی عرب کے واسطے قرآن مجید خود معجزہ ہے اور جب عرب کے واسطے وہ معجزہ ہوا تو قیامت تک کل کے واسطے معجزہ ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا

اور اگر تم ہو شک مین اس کلام سے جو اُتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورۃ اس قسم کی اور بلاؤ

شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا

جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سواے اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کرو گے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

تو بچو آگ سے جسکی چپٹیان ہین آدمی اور پتھر طیار ہین منکرون کے واسطے

ابتداے سورہ مین اللہ تعالیٰ نے۔ ذلک الکتاب لاریب فیہ فرمایا یعنی اس کتاب مین درحقیقت کچھ شک نہونا چاہیے پھر یہان فرمایا وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا۔ اور اگر تم اس چیز سے شک مین ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری۔ ف اگر تمکو اس کتاب قرآن مین کچھ شک ہو جو ہمنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی یعنی بدیہی نور عقل کی تو شان یہ ہے کہ یہ کتاب لاریب فیہ ہے کچھ شک نہونا چاہیے اور اگر تمکو اوہام بشری یا وساوس شیطانی سے اسمین کچھ شک پیدا ہو تو

جسمانی اوہام سے منہ موڑ کر ذرا قلب سلیم کی جانب رجوع کرو تو نور عقل سے قطعًا بدیہی دلیل پاؤ جو شک کو جلا کر خاک کرے اور اسکا بیان یہ ہے
کہ اگر تمکو اس قرآن میں کچھ شک ہو۔ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ۔ تو اسکے مثل ایک سورہ لاؤ۔ ف کیونکہ شک یہی تھا کہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کتاب نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے بنائی ہے تو تم بھی اسکے مثل ایک سورہ بناؤ کیونکہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سوائے اپنے کسی مخلوق معلم کے بار احسان میں تربیت نہیں فرمایا حتی کہ تم خوب جانتے ہو کہ کسی شخص نے بھی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھنا پڑھنا نہیں سکھلایا حتی کہ وہ تمہارے نزدیک محض امی ہیں اور تم لوگوں نے پڑھ پڑھا کر فصاحت و بلاغت میں دعوے
کمال پیدا کیا ہے پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکو اپنی طرف سے بناتے تو تم باوجود دعوی کمال کے اس سے بہتر فصیح و بلیغ بنا سکتے پس ایک سورہ ہی
بنا لاؤ۔ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ اور اپنے شہداء کو پکارو جو سوا
اللہ تعالیٰ کے ہیں اگر تم سچے ہو۔ ف ابن عباس رض نے فرمایا شہداء یعنے مددگار لوگ۔ ابو مالک رح نے کہا یعنے دوسری قومیں جو اس کام میں تمہاری
مدد کریں بعض سلف نے فرمایا کہ شہداء کے معنے حاضر ناظر یعنے اپنے آلہۃ کو پکارو جنکو اللہ تعالیٰ کے مانند حاضر ناظر سمجھتے ہو تاکہ وہ تمہاری
مدد کریں حاصل یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو تم لوگ تنہا یہ کلام بنانے کا شک کرتے ہو تو تم لوگ مجتمع ہو کر بناؤ بلکہ دوسری قوموں کو
اور جنوں کو اور بتوں کو سب کو اپنا مددگار بنا کر اسکے مثل بنا لاؤ اگر تم سچے ہو کہ یہ کلام الٰہی نہیں بلکہ آدمی کا بنایا ہوا ہے۔ شیخ نے لکھا کہ یہ تفسیر
بقول مجاہد و قتادہ رح ہے اور اسکو ابن جریر و زمخشری و رازی نے اختیار کیا اور رازی نے اسکو حضرت عمر رض و ابن مسعود رض و ابن عباس رض و حسن بصری
و اکثر محققین سے نقل کیا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے لیے یہ دلیل مقابلہ متعدد سورتوں میں سمجھائی چنانچہ سورۂ اسراء میں فرمایا
قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہدے کہ
واللہ اگر انس و جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن کے مثل لاویں تو ہرگز اسکے مثل نہیں لا سکتے اگرچہ باہم بعض کے لیے بعض دل توڑ کر
مددگار ہوں۔ ہ۔ اس آیت میں مطلقًا قرآن کا مقابلہ محال بتلایا اگرچہ ایک سورہ یا دس آیات یا ایک آیت ہو اور یہ مکہ میں تنبیہ فرمائی تھی
اسیطرح سورۂ ہود و سورۂ یونس وغیرہ میں بھی مکہ ہی میں تنبیہ فرمائی پھر مدینہ منورہ میں بھی یہی تنبیہ فرمائی چنانچہ سورۂ بقرہ مدنیہ میں یہ آیت
موجود ہے۔ شیخ نے لکھا کہ کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت تھی اور آپ کے دین کے سخت دشمن تھے باوجود اسکے مقابلہ سے عاجز
ہوئے۔ رازی وغیرہ نے لکھا کہ یہ لوگ قصہ رستم و اسفندیار کی حکایتیں لاتے اور ہر طرح سے نور اسلام مٹانا چاہتے تھے باوجود اسکے بلاغت و
فصاحت قرآن کے مقابلہ کرنے سے سخت عاجز ہوئے اور تلوار سے اپنا خون بہانا اور اپنی آل و اولاد کی گرفتاری اختیار کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں
چھوڑا مگر مقابلہ سے عاجز ہوئے چنانچہ ولید بن المغیرہ و عمرو بن العاص وغیرہ صنادید قریش و عرب سے متواتر روایات موجود ہیں کہ انھوں نے قرآن مجید
کی فصاحت و بلاغت میں اعجاز تسلیم کیا حتی کہ بعض اعراب سے منقول ہے کہ اسنے ایک آیت کو سنکر سجدہ کیا تو اسکی قوم نے کہا کہ ارے کمبخت
تو دین کو چھوڑتا ہے اسنے کہا کہ واللہ میں دین تو جانتا نہیں مگر اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کرتا ہوں حتی کہ ان لوگوں نے عاجز ہو کر کہنا
شروع کیا کہ۔ ہذا سحر مبین۔ یعنی یہ تو صاف کھلا ہوا جادو ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ اس فصاحت و بلاغت کے باوجود دوسرا اعجاز یہ موجود
ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ لن تفعلوا۔ سے معجزہ وعید یا کہ ہرگز کبھی مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ چنانچہ آج تک قطعًا کسی فصیح بلیغ عربی نے معارضہ کا دعوی نہ کیا
ہوا پس حاصل استدلال صدق نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک اللہ تعالیٰ کے رسول خاتم النبیین ہیں کیونکہ یہ قرآن مجید
کلام الٰہی عز و جل بلا ریب ہے کیونکہ اگر یہ کلام الٰہی نہوتا بلکہ کلام بشر ہوتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب محض امی ہو کر اسکو بنا سکتے تو یہ

پڑھتے پڑھاتے دعوی کمال بلاغت پر ضرور اسکے مثل لاسکتے حالانکہ کروڑون فصحا بلغا عرب خالص نے قطعًا اسکے مقابلہ سے عاجزی کا اقرار کیا تو قطعًا ثابت ہوا کہ یہ کلام بشر نہین بلکہ بندون کا عاجز کرنے والا کلام آلہی ہے اور جب یہ کلام آلہی ٹھہرا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک پیغمبر حق ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اعجاز قیامت تک تمام قومون کے واسطے معجزہ خالص موجود ہے اسکا بیان یہ ہے کہ بالاجماع عقلاے جہان کے نزدیک خبر متواتر سے جو بات ثابت ہو وہ قطعی یقینی ہوتی ہے مثلاً خبر متواتر سے شہر قسطنطنیہ کا وجود ثابت ہے اگرچہ زید نے اُسکو آنکھون سے نہین دیکھا اور خبر متواتر سے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کا وجود ثابت ہے یعنے یہ امر متواتر ہے کہ زمانۂ قدیم مین ایک شخص موسیٰ علیہ السلام نے دعوے نبوت کے ساتھ معجزے دکھلائے پس یہ امر قطعی یقینی ہے جسکا انکار ممکن نہین ہے لیکن اُنکی نبوت کو ماننا یا نہ ماننا تو اسکا تو وہی حال ہوگا جو خود اُنکے زمانہ مین پیش آیا کہ بنی اسرائیل نے اُنکو پیغمبر مانا اور فرعونیون نے نہین مانا بہر تقدیر اُنکے وجود سے انکار ممکن نہین جب یہ بات معلوم ہوچکی تو ہم کہتے ہین کہ اس سیکڑون کڑور عرب و روم و شام سے قرآن مجید متواتر ہے اور قرآن مجید کے اندر یہ بات مذکور ہے کہ قرآن مجید کے مثل کسی فصیح بلیغ عرب سے ایک سورہ لانا ممکن نہوا تو یہ امر قطعی متواتر ہے کہ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جسکے مثل ایک سورہ لانا محال ہے تو یہ معجزہ بعینہ ویسا ہی موجود ہے جیسا اُس زمانہ مین تھا جب اُسکا نزول ہوا تو ہر شخص کے واسطے یہ حجت ہوگئی کہ اگر اس کتاب مین شک ہو تو اسکی مثل لاؤ لیکن کوئی شخص اسکے مثل لانیکا دعویٰ نہین کرسکتا کیونکہ یہ امر متواتر ثابت ہوا کہ اہل کمال فصحا عرب جو بت پرست و یہود و نصاریٰ و مجوس تھے سبھون نے اُنکے معارضہ سے عاجزی ظاہر کی تو اب کوئی شخص اجنبی اسکا دعوی نہین کرسکتا اسیواسطے اللہ عزوجل نے اپنی کتاب پاک مین ارشاد فرمایا۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ ۔ پھر اگر تم مقابلہ نکر سکو اور ہرگز کبھی نہین کرسکو گے تو آگ سے بچو۔ ف یعنی جب تمکو اعجاز کلام سے معلوم ہوا کہ ہم اسکا مقابلہ نہین کرسکتے بلکہ اللہ تعالےٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ہرگز کبھی معارضہ نہین کرسکوگے تو قطعًا معلوم ہوا کہ یہ کلام آلہی ہے اور بدیہی ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر حق ہین تو اُنسے کفر کرنا موجب عذاب جہنم ہے پس جب تم جان چکے تو آگ سے بچو اور وہ آگ کبھی دنیاوی آگ نہین ہے بلکہ۔ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ ایسی آگ جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہین۔ ف یعنے وہ دنیاوی آگ کے مانند نہین ہے اگرچہ دنیاوی آگ کا کوئی شخص تحمل نہین کرسکتا بلکہ جہنم کی آگ بہت سخت شدید ہے کہ جو پتھرون و آدمیون سے روشن ہوگی۔ بعض علمار نے کہا کہ پتھرون سے بت مراد ہین کیونکہ قولہ تعالیٰ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ الآیۃ مین اللہ تعالیٰ نے بتون کو جو غالبًا پتھر کے ہوتے ہین جہنم کا ایندھن بیان فرمایا۔ حق یہ ہے کہ پتھرون مین صرف بتون کی خصوصیت نہین ہے بلکہ بتون کو تو فقط کافرون کی توہین و ملامت کے واسطے جہنم مین جھونک دیا جائیگا خواہ وہ پتھر کے ہون یا لکڑی و پیتل وغیرہ کے ہون تاکہ اہل عقل کے واسطے ایک لطیف دلیل حاصل ہو کہ کافرون نے ان بتون کو اپنا معبود بنایا تھا اور جب معبود کسی کام کا نہین ہوا اسلئے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہوا تو جو کفار کہ ان معبودون کے بندے بنے تھے اور صریح مقر تھے کہ اُنکے معبود اُنسے بے انتہا افضل ہین تو یہ لوگ بدرجۂ اولےٰ اسی مقام جہنم کے لائق ہین اور یہان جن پتھرون سے جہنم بھڑک کر لپٹ ماریگی وہ کبریت کے سیاہ سخت پتھر ہین جو اسی واسطے پیدا کیے گئے ہین چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آسمان و زمین پیدا کیا تو کافرون کے واسطے گندھک[12] کے یہ پتھر مہیا فرمائے ہین (ابن جریر و ابن ابی حاتم الحاکم)۔ اور یہی حضرت ابن عباسؓ اور ایک جماعت صحابہ و مجاہد و ابوجعفر الباقر و ابن جریج و عمرو بن دینار وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۔ کی تفسیر مین حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ پتھر واسطے کافرون کے مہیا کیے گئے ہین۔ اور مشہور تفسیر یہ ہے کہ یہ آگ واسطے کافرون کے مہیا کی گئی ہے۔ شیخ رحمہ نے کہا کہ دونون قول

گویا متحد ہین کیونکہ یہ پتھر اسی آگ ہی کے واسطے مہیا ہین۔ (تنبیہ) امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر موذی فی النار ہے اور اسکے دو معنے ہوسکتے ہین ایک یہ کہ جسنے ظلم سے لوگون کو ایذا پہونچائی وہ جہنم مین
جائیگا اور دوم یہ کہ جو چیزین ایذا دینے والی ہوتی ہین مانند سانپ وبچھو وغیرہ کے وہ جہنم مین بشکل ناری ہونگی تا کہ اہل شرارت کو ہر طرح کا عذاب
چکھنا پڑے لیکن قرطبیؒ نے کہا کہ یہ حدیث محفوظ ومعروف نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے اس مقام پر سکوت کیا حالانکہ اسکی حدیث کی
اسناد حسن ہے اور معنی ثانی کی تائید یہ ہے کہ تمام مکھیان سوائے شہد کی مکھی کے جہنم مین ہونگی تو ظاہر یہی مراد ہے کہ ہر ایذا دینے والی چیز جو دنیا مین بشکل
جسمانی ہے وہ جہنم مین بشکل ناری ہوگی اور سورہ نحل مین انشاء اللہ تعالی توضیح آویگی (مسئلہ) کتب سماوی جو سابق انبیا علیہم السلام پر
مانند توریت وانجیل وغیرہ کے نازل ہوئین وہ جمہور علماء کے نزدیک معجز نہین ہین اسیواسطے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء مین سے کوئی نبی نہین گذرا مگر انکو آیات مین سے وہ کچھ دیا گیا کہ اسکے مثل پر بشر ایمان لایا اور یہ جو
مجھے دیا گیا یہ تو خالص وحی ہے جو اللہ تعالی نے مجھے القا فرمائی پس مین امید وار ہون کہ قیامت کے روز مین ہی سب پیغمبرون سے زیادہ تابعین والا
ہونگا (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ خالص کلام الہی کا تحمل سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا نہین ہوا باوجود اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی حالت بروقت وحی کے مردے کے مانند ہوجاتی تھی چنانچہ آئندہ اسکا بیان انشاء اللہ تعالی آویگا۔ اگر کہا جاوے کہ قوم یہود وقوم نصاری کی کثرت
معروف ہے حالانکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تابعین کو زیادہ فرمایا مترجم کہتا ہے کہ تابعین سے یہان شریعت کے بگاڑنے
والے مراد نہین ہین بلکہ جو حقیقت مین اپنے پیغمبر کی شریعت پر باعتقاد حق قائم ہون اور یہ بات امت موسی علیہ السلام مین بہ نسبت امت
عیسی علیہ السلام کے زائد ہے اور فضل الہی عزوجل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بہت ہی زائد رہی یہ یہود ونصاری جو محض مشرک ہین ہرگز تابعین
موسی وعیسی علیہما السلام نہین ہین (لطیفہ) مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا اور بہت سے اہل یمامہ اسکے تابع ہوے اور اس زمانہ مین
عمرو بن العاص اسلام نہین لائے تھے اور مسیلمہ کے دعوی نبوت سے پہلے عمرو بن العاص اسکے دوست تھے پس کسی مقصد کیواسطے قریش نے عمرو بن العاص کو مسیلمہ
کذاب مذکور کے پاس بھیجا جب یہ وہان پہونچے تو مسیلمہ نے انسے یہی تذکرہ کیا کہ اس زمانہ مین اس شخص پر کیا نازل ہوا جو تمہارے یہان نبوت کا دعوی کرتا ہے عمرو بن العاص
کہا کہ مین نے اسکے اصحاب سے ایک سورہ مختصر فصیح بلیغ سنی ہے پھر سورہ والعصر ان الانسان لفی خسر پڑھکر سنائی پس مسیلمہ نے ایک ساعت سوچا پھر اپنا سر اٹھا کر کہنے لگا کہ
ابھی اسکے مثل مجھپر بھی نازل کی گئی ہے عمرو بن العاص نے کہا کہ وہ کیا ہے تو مسیلمہ نے پڑھا یا وبر یا وبر انما انت اذنان وصدر وسائرک حفر ونقر پھر عمرو بن العاص سے
کہنے لگا کہ تمنے دیکھا کہ کیونکہ مجھپر نزول ہوتا ہے عمرو بن العاص نے کہا کہ واللہ تو خوب جانتا ہے کہ مین تجھکو جھوٹا جانتا ہون۔ ع۔ حدیث مین کہ دوزخ کی آگ
دنیا کی آگ سے ستر درجہ تیزی وسوزش مین زیادہ ہے (یعنی بکثرت زیادہ ہے) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہزار برس جلکر سرخ ہوئی پھر ہزار برس جلکر
سفید ہوئی پھر ہزار برس جلکر سیاہ ہوگئی پس اب وہ بالکل تاریک سوزان موجود ہے کہ کبھی نہین بجھتی ہے۔ اور ابن مردویہ وبیہقی نے اسکو حدیث انس
سے مرفوع روایت کیا ہے بیضاوی مین ہے کہ قولہ تعالی۔ ولن تفعلوا معجزہ غیب ہے یعنے اللہ تعالی نے اپنے علم غیب سے آگاہ فرمایا کہ ہرگز معارضہ
نہین لاسکوگے اور یہی واقع ہوا حالانکہ وہ لوگ بکثرت فصاحت وبلاغت مین معروف تھے اور باوجود اسکے انکو ہر طرح کا طعنہ دیا گیا کہ لاؤ
اور اپنے شرکاء ومددگار بلاؤ اگر تم کچھ بھی سچے ہو حالانکہ بعضے زبانی دروغ بکتے تھے کہ لو نشاء لقلنا مثل ہذا یعنے اگر ہم چاہین تو اسکے مثل بنا کر
پس سخت طعنہ دیا گیا کہ تم جھوٹے ہو اور یہ عرب باسکے واسطے زخم نیزہ سے بڑھکر تھا پس حاصل استدلال یہ ہوا کہ صدق نبوت محمد صلے اللہ علیہ
کے واسطے دائمی معجزہ یہ کافی ہے کہ وہ قرآن معجز تلاوت کرتے ہین کہ جسکا مثل لانا محال ہے اور اسمین علم الغیب کی خبرین موجود ہین جیسے ایک

کہ کبھی اسکا معارضہ نہیں لاسکتے دوم یہ قولہ۔ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ جس سے لازم آتا ہے کہ یہودی کبھی بادشاہ نہو گا جبتک قانون شریعت قائم ہے سوم وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی یہودیوں پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ماننے والے ہمیشہ غالب رہیں گے خواہ وہ اعتقاد حق پر باقی رہیں یا اعتقاد شرک پر آئیں چہارم الٓمٓ غلبت الروم پنجم قولہ قل للذین کفروا ستغلبون یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو ان کافرون سے کہدے کہ تم لوگ عنقریب مغلوب ہوجاؤ گے ششم قولہ۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض یعنی صحابہ مومنین رضی اللہ عنہم کو خلافت زمین کا وعدہ دیا چنانچہ وہی واقع ہوا ہفتم امت اسلامیہ میں باہم کشت وخون ہشتم شریعت کو علانیہ بگاڑنا۔ غرضکہ اس کثرت سے معجزات ہیں کہ جنکے جمع کرنے کے واسطے ایک کتاب چاہیے انشاء اللہ تعالی اپنے اپنے موقع پر مذکور ہونگے پس معلوم ہوا کہ یہ کتاب آسمانی ہے اور اسکا معارضہ کسی طرح ممکن نہیں ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیشک پیغمبر حق ہیں تو جو شخص منکر ہوا اسکے واسطے جہنم کی آگ مہیا ہے۔ اسلئے حدیث میں آیا کہ جس کسی یہودی ونصرانی نے میری رسالت کو سنا پھر ایمان نہ لایا تو قطعی جہنمی ہو گا (الصحیح) اور جیسے کافرون کے حق میں یہ عذاب شدید ہے اہل طاعت مومنین کے لیے ثواب جمیل چنانچہ فرمایا

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط

اور خوشی سنا انکو جو یقین لائے اور کام نیک کیے کہ انکو ہیں باغ بہتی نیچے انکے ندیان

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ

جس بار ملے انکو وہان کا کوئی میوہ کھانے کو کہیں یہ وہی ہے جو ملا تھا ہم کو آگے اور ان پاس وہ آوے گا

مُتَشَابِهًا ط وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ق وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

ایک طرح کا اور انکو ہیں وہان عورتیں ستھری اور انکو وہان ہمیشہ رہنا۔

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب اللہ تعالے نے کافرون کا عذاب ونکال بیان کیا تو اسکے پیچھے مومنین اہل سعادت کا ثواب ارشاد فرمایا۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ اور بشارت دے ان لوگون کو جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ف۔ یعنی اللہ تعالے واسکے کلام ورسول کی تصدیق کی اور حکم کے موافق اعمال صالحہ بجالائے ایسے لوگون کو بشارت دے اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ یہ کہ انکے واسطے باغات ہیں جنکے نیچے نہرین جاری ہین۔ ف یعنی جنت کے مکانات و درختون کے نیچے نہرین جاری ہین۔ حدیث مین آیا ہے کہ یہ نہرین بذریعہ غار ونالہ کے نہیں جاری ہوتین جیسے کہ دنیا مین ہین اور نہر کوثر کے بارہ مین وارد ہوا کہ اسکے کنارے مجوف موتی کے قبے ہین شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ اسکا گارا مشک اذفر ہے اور اسکا سنگریزہ موتی وجوہر ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیاوی نہر ومکانات محض بے روح مادیات ہین جو اپنے مناسب وضع پر بحکمت آلہی جاری ہین اور دار الآخرت مین یہ صورت نہیں ہے اسیواسطے اٹکل وقیاس کے لوگ دار الآخرت کی نسبت قیاس دوڑانے مین خطا کرتے ہین بخلاف اہل ایمان کے کہ حیات روحی سے انکو فہم عقلی حاصل ہے اور وہ یقین کرتے ہین کہ دوزخ کی طرح جنت بھی برحق ہے اور اسکے نیچے نہرین جاری ہین اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی نہرین کوہ مشک کے نیچے سے جاری ہین (رواہ ابن ابی حاتم) اور یہی قول حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے (ابن ابی حاتم) اور اسمین ہر طرح کے میوہ جات کی نعمت ہے جو اٹکل وقیاس سے باہر ہے۔ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ

رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ - ہر بار جب جنت مین سے کسی پھل سے رزق دیے جائینگے تو کہینگے کہ وہی ہے جو ہمکو قبل ازین رزق دیا گیا تھا۔ ف
اور ایک قسم کے پھلون مین اُنکی خوشدلی و تفریح کے واسطے ہے اور یہ بات کئی طور پر ممکن ہے از انجملہ حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت
صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اہل جنت کے پاس جنت سے ایک قسم کا پھل لایا جائیگا جب اُسکی ظاہری صورت پر نظر کرینگے تو آپس مین
یون کہینگے کہ یہ تو ویسا ہی پھل معلوم ہوتا ہے جو اس سے پہلے ہمکو دنیا مین دیا گیا تھا۔ (السُدّی) اور یہی تفسیر حضرت قتادہ و عبدالرحمن بن زید
بن اسلم سے مذکور ہے اور اسیکو شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا اور اس تقدیر پر قبل ازین کے معنے یہ ہین کہ دنیاوی زندگی مین ہمکو ایسا ہی پھل عطا
ہو چکا ہے اور یہ مشابہت صرف ظاہری صورت مین ہوگی اور باطنی مزہ مین کوئی مناسبت نہوگی تو یہ مقام تفریح ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس
سے ظاہر ہوا کہ اہل جنت کے واسطے دنیا مین بھی میوہ جات کی نعمت ممنوع نہین ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل ہی للذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا
خالصۃ یوم القیامۃ یعنے دنیا مین مومنون کے واسطے مشترک ہے مگر دنیا مین آلائش و عشرت مقصود نہین بلکہ شکر و طاعت ہے اور آخرت مین محض آسائش
ہے از انجملہ یہ صورت ہے جو حضرت عکرمہ و ربیع بن انس وغیرہ نے بیان کیا کہ اہل جنت کو رزق جنت ایک وقت عطا ہوگا جسکی لذت و مزہ
پہچانینگے پھر دوسرے وقت اُسی صورت کا رزق آویگا جسکو دیکھکر کہینگے کہ یہ تو وہی نظر آتا ہے جو ہمکو پہلے دیا گیا ہے حالانکہ اُسکے مزہ مین بہت
فرق ہوگا۔ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا - اور اہل جنت کو یہ رزق باہم متشابہ دیا جائیگا یعنے صورت مین متشابہ ہوگا مگر مزہ و خوبی مین باہم
متفاضل ہوگی۔ سدیؒ نے اپنی تفسیر مین حضرت یحییٰ بن ابی کثیرؒ سے روایت کی کہ اہل جنت مین سے آدمی کے پاس سونے چاندی کی قاب مین
کوئی چیز لائی جائیگی پس اُسمین سے کھائیگا پھر دوسری قاب مین لائی جائیگی تو کہیگا کہ یہ تو وہی معلوم ہوتی ہے جو ہمکو پہلے عطا ہوا تھا پس ملائکہ کہینگے
کہ آپ کھائیے کہ قسم و شکل ایک ہی ہے مگر مزہ مین بہت فرق ہے۔ اور ابن ابی حاتمؒ نے باسناد قوی حضرت یحییٰ بن ابی کثیرؒ سے روایت کی کہ فرش
جنت زعفران ہے اور اُسکی کشتنگاہ مشک کے چبوترے ہین اور غلمان اُنکے پاس طرح طرح کے فواکہ بار بار لاوینگے پس ایکبار کھانے کے
بعد دوبارہ لاوینگے تو اہل جنت کہینگے کہ تم لوگ ابھی اسیکو تو لائے تھے تو غلمان عرض کرینگے کہ نہین آپ کھائین کہ رنگ ایک ہی ہے مگر مزہ مین رنگ
برنگ ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وأتوا بہ متشابہا۔ یعنے بعض سے بعض مشابہ ہوگا اور مزہ مین رنگ برنگ ہوگا (ابن ابی حاتم) اور
یہی معنے ربیع بن انس و ابوالعالیہ و مجاہد و سدی سے مروی ہین اور یہی ابن جریرؒ نے ایک جماعت صحابہ سے روایت کیا کہ شکل و رنگ مین مشابہت
ہوگی اور مزہ مین مشابہت نہوگی۔ اور سفیان ثوریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ دنیا مین کوئی چیز ایسی نہین ہے جو جنت کی کسی چیز سے
سوائے نام کے مشابہ ہو اور دوسری روایت مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ جنت کی چیزون مین سے دنیا مین سوائے نام کے کچھ نہین ہے
(ابن جریر و ابن ابی حاتم) اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ اسی مشابہت کی وجہ سے اہل جنت وہان سیب کو سیب اور انار کو انار پہچان
لینگے حالانکہ وہ مزہ مین مشابہ نہین ہے۔ (ابن جریر) مترجم کہتا ہے کہ نعمت جنت و آخرت دنیا مین کسی طرح شناخت نہین ہو سکتی کیونکہ حواس تو صرف اسی
حد تک تجاوز کرتے ہین جو از جنس نظائر ہین حتی کہ جس شخص نے شیرینی کا مزہ کبھی نہ پایا ہو وہ خالی بیان سے ادراک نہین کر سکتا
باوجودیکہ یادیات کے نظائر ادراک کر چکا ہے پس نعمت و کیفیت جنت کا ادراک صرف حواس سے کسی طرح نہین کر سکتا کیونکہ حواس تو دنیا
کے تابع ہین ہان عقل سے ادراک کر سکتا ہے اسیواسطے اہل ایمان کو ان مقامات کے سمجھنے مین کوئی دشواری نہین ہوتی ہے بخلاف ایک جماعت
ملحدین کے کہ وہ طرح طرح کی تاویلین کرتا ہے اور نہین سمجھ سکتا ہے کیونکہ وہ حواس سے ایسی چیز کا ادراک کرنا چاہتا ہے جہان اُسکے حواس معطل ہین اور
چودھوین پارہ مین مترجم نے اس مقام کو مدلل بیان کیا ہے وہان رجوع کرنا چاہیے۔ اور واضح ہو کہ دار الآخرۃ ملک زندہ ہے اور کوئی چیز وہان مردہ

نہین ہی اسیواسطے اہل ایمان کے خیالات بھی حقیقی اشیا ہین حتی کہ اگر اُسنے ہوا مین اُڑتے ہوئے گھوڑے کو خیال مین تصور کیا تو وہ حقیقی صورت مین
نمایان ہوگا اور جس مقام پر اُسنے نہر کا تصور کیا وہین روان ہوگی کیونکہ صفت حیات نے انہین ظہور فرمایا اور رضوان آلہی اُنپر دائمی مبذول ہی
اسیواسطے درختان جنت کی شاخین خودبخود جھکین و اُٹھینگی اور جن تختون پر انکا جلوس ہوگا وہ ادب کے ساتھ بدون اسکے کہ ایک دوسرے
کی جانب پشت کرے روان ہونگے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ تحقیق آوے گی۔ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ اور
اہل جنت کے واسطے وہان پاکیزہ ازواج ہین۔ ف یعنے حیض و پائخانہ و پیشاب اور رینٹ و تھوک سے پاک ہونگی یہی حدیث ابوسعید خدری
رضی اللہ عنہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی (الحاکم و ابن مردویہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اُسکی اسناد مین تامل ہی شیخ سیوطیؒ
نے کہا کہ تاریخ مین ابن کثیرؒ نے اسکی اسناد کو حسن کہا ہی اور ایک جماعت صحابہ و تابعین سے یہ تفسیر صحیح ہوئی۔ اور مجاہدؒ وغیرہ نے زیادہ کیا
کہ وہ منی و بچہ سے بھی پاک ہونگی۔ اور حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کھاوینگے پیئینگے
مگر پیشاب نہین کرینگے اور نہ پائخانہ پھرینگے اور نہ ناک سے رینٹ جھاڑینگے اور نہ مُنہ سے تھوکینگے یعنے ایسی گندگیون سے پاک ہونگے الخ
اُنکو اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کا الہام ہوگا جیسے سانس لینے کا الہام ہوتا ہی اُنکا طعام صاف ڈکار ہی یعنے صرف یہی فضلہ ہوگا کہ معدہ سے
سانس آوے اور اُنکا پسینا مشک ہی یعنے مثل مشک کے خوشبودار ہوگا (صحیح مسلم) غرض وہ ایسی نعمتون مین سرفراز ہونگے جو صرف حواس
ادراک سے باہر ہین کیونکہ حواس نے کبھی اُسکی نظیر نہین دیکھی مگر عقل اسکو بخوبی پہچانتی ہی اور جو اس کیفیت کو رضوان آلہی عزوجل کے ساتھ پاوینگے
اُنکو مبارکباد ہی اس نعمت کے اثر کے بعد تکلیف کا تصور ہی خارج ہوجائیگا حتی کہ حدیث مین ہی کہ جس شخص نے دنیا مین سخت تکلیف اُٹھا کر جان دی ہی
جب وہ ایک بار نعمت جنت مین غوطہ کھائیگا پھر اُس سے پوچھا جائیگا کہ اے شخص کبھی تجھے تکلیف یاد ہی تو وہ انکار کرے گا جیسے اسکے مقابل عذاب جہنم
ہی کہ جو شخص نہایت عیش مین بسر کرکے مرا جب وہ جہنم کی ایک لپٹ پاویگا پھر اُس سے پوچھا جائیگا کہ اے شخص کبھی تو نے راحت پائی تو محض انکار
کرے گا۔ نعوذ باللہ من عذاب جہنم و نسال اللہ تعالیٰ الجنۃ۔ اور نعمت جنت ہر روز متزائد ہی کیونکہ قدرت آلہی عزوجل غیر متناہی ہی۔ وَهُمْ
فِيهَا خَالِدُونَ۔ اور اہل جنت اُسمین ہمیشہ رہینگے۔ ف یہ تمام نعمت ہی۔ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ خالدون یعنی کبھی نہین مرینگے
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس مقام پر موت سے مامون اور انقطاع سے محفوظ ہونگے نہ اُنکو خوف کفر ہی نہ موت کا ڈر ہی بلکہ دائمی نعمت
سرمدی ہی اور ہم اپنے رب غفور رحیم سے عاجزانہ دعا کرتے ہین کہ ہمکو اہل جنت ہی کے زمرہ مین اُٹھاوے ہمارا رب جواد کریم ہی مترحم کنندہ ہی
آمین یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ اہل جنت جب جنت مین داخل ہوجائینگے
اور دوزخی اپنی دوزخ مین ڈالے جائینگے تو پھر اُنکے درمیان مین ایک منادی پکاریگا کہ اے اہل دوزخ اب موت نہین ہی اور اے اہل جنت اب
موت نہین ہی ہر ایک جس مقام مین ہی ہمیشہ وہین رہیگا۔ (الصحیحین) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اگر دوزخیون سے کہا جائے کہ دنیا مین جسقدر کنکریان و سنگریزے ہین اُنکی شمار برابر جہنم مین رہوگے تو وہ خوشی کے مارے پھولے
نہ سماوین اور اگر اہل جنت سے کہا جاوے کہ دنیا کی سنگریزون کے شمار پر جنت مین رہوگے تو غمناک ہوکر گھبرا جاوین ولیکن اُنکے واسطے
تو ہمیشگی رکھی گئی ہی (الطبرانی و ابن مردویہ و ابونعیم) اور حدیث اسامہ بن زیدؓ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ کون
ہی جو جنت کے واسطے دامن اُٹھا کر کمر کسنے والا ہو کہ جنت ایسی چیز ہی کہ اُسکے واسطے خطر نہین ہی قسم ہی رب کعبہ کی کہ وہ ایک نور ہی کہ جگمگاتا ہی
اور ریحانہ ہی جو لہلہاتا ہی اور قصر پایدار ہی اور نہر لبریز خوشگوار ہی اور انواع ثمرات اپنے رس پر پکے ہین اور زوجات حسینہ جمیلہ اور زیور کثیرہ ہین

وہ مقام ابدی دار السلام ہے اور فواکہ تر و تازہ لہلہاتے ہیں الحدیث (ابن ماجہ ابن ابی الدنیا البزار ابن ابی حاتم ابن حبان البیہقی) اور نعمتہائے
جنت کے بیان میں شیخ ابن قیم کی کتاب حادی الارواح نفیس کتاب ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ آیات میں نعیم جنات کا حسب موقع بیان آتا جائیگا
پھر اس نعمت کے واسطے اصل سامان ایمان ہے کہ جسنے سچے یقین کے ساتھ تا موت یہ نعمت پائی قطعی وہ اہل جنت میں سے ہے یعنے اُسکا اصلی مقام
یہی ہے پھر اگر اعمال صالحہ و گناہوں سے توبہ کرتا رہا تو اُسنے جہنم سے بھی بفضل الٰہی نجات پائی کیونکہ جہنمی وہ ہے جسنے اللہ تعالیٰ سے انکار
و شرک پر اصرار کر لیا تھا حتی کہ مرتے دم تک ایمان نہ لایا تو اُسکا وطن جہنم ہے اور جو ایمان لایا اگر وہ اپنی بدکرداریوں کی سزا بھی پاوے تو بھی
جہنم اُسکا وطن نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے جانے کہ اُلوہیت کا کوئی مستحق نہیں سواے اللہ تعالیٰ کے اور یہ کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)
اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اُسنے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور موت کے بعد قیامت میں اُٹھائے جائینگے اور خیر و شر میں تقدیر الٰہی کی تصدیق کرے
(الترمذی) حدیث میں ہے کہ جسمیں تین باتیں ہوں اُسنے ایمان کا مزہ پایا (۱) اللہ تعالیٰ و اُسکا رسول اسکو سب سے زیادہ محبوب ہوں
(۲) کسی بندے سے خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے محبت کرے جس سے محبت کرے (۳) کفر سے نکلنے کے بعد شرک میں پڑجانے کو
ایسا ہی ناگوار سمجھے جیسے کوئی آگ میں گر پھر نکالے جانے کے بعد وہ دوبارہ آگ میں ڈالے جانے کو ناگوار جانتا ہے (الصحیحین وغیرہ) حدیث
جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دو باتیں واجب کرنے والی ہیں یعنی جو مرا ایسے حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک
بتاتا تھا تو دوزخی ہونا واجب ہے اور جو مرا ایسے حال میں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ شریک نہیں بتاتا تھا تو جنت میں داخل ہوگا (صحیح مسلم) حدیث
ابوہریرہ رضی میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میری شفاعت کا مستحق وہ شخص ہے جسنے خالص دل سے لا الٰہ الا اللہ کہا (البخاری) حدیث ابوہریرہ رضی
میں ہے کہ آپ نے فرمایا قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں میں سے کوئی ہو یہودی ہو یا نصرانی ہو مجھے سُنے پھر
جسکے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں ایمان نہ لاوے یہانتک کہ مرجاوے تو سواے اسکے کچھ نہیں کہ وہ دوزخیوں میں سے ہوگا (صحیح مسلم) حدیث ابوہریرہ رضی
میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی شرک نہ کیجیو اگرچہ تو قتل کیا جاوے یا جلا دیا جاوے (الصحیح)
حدیث میں ہے کہ آدمی جب اپنا ایمان اچھا کر لیتا ہے تو وہ جو نیکی کرتا ہے وہ دس گونہ سے سات سو گونہ یا زیادہ تک لکھی جاتی ہے اور جو بدی کرتا ہے وہ
ایک ہی لکھی جاتی ہے یہانتک کہ مرجاوے (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ اس مقام سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوبی ایمان و اسلام کو قیاس کرو کہ جنکے
آدھ سیر جو کے مقابلہ میں کسی شخص کا آسمان و زمین کے بھر اُو برابر سونا خیرات کرنا قبول نہیں فرمایا گیا جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی حدیث مشہور میں مصرح ہے
حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قولہ تعالیٰ من شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ الآیۃ - کی تفسیر میں فرمایا کہ سینہ میں
جب نور داخل ہوتا ہے تو وہ نور کے لیے کھل جاتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکی کچھ پہچان ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ ہے
کہ دار غرور یعنی فریب گاہ دنیا سے کنارہ کرنا اور دار خلود یعنی آخرت کی طرف جھکنا اور موت آنے سے پہلے اُسکا سامان مہیا کرنا (البیہقی)
حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کی پہچان میں فرمایا کہ جنتی ہر ضعیف متضعف ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے تو اللہ تعالےٰ
اُسکو سچا کر دے اور دوزخیوں کی پہچان میں فرمایا کہ وہ ہر شخص جو عتل جواظ متکبر ہے (الصحیحین) ف[۲۰] واضح ہو کہ اہل جنت کے واسطے
جسطرح کھانے پینے وغیرہ کی نعمتیں ہیں اسیطرح انوار صفات کا ظہور ہے حتی کہ ان انوار کے مقابلہ میں نعمتہاے سابقہ گویا نظر سے ساقط ہو جاتی ہیں
حتی کہ دیدار باری تعالیٰ سے بڑھکر اہل جنت کو کوئی نعمت معلوم نہوگی اور ان انوار کا ظہور ہر بندے کے واسطے موافق عبودیت ہے یعنے دنیا میں
عبودیت کی شان ہر بندہ کے ساتھ موافق شرع کے علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے مثلاً بعد فرائض کے کسی بندے کو تلاوت قرآن مجید میں زیادہ شوق ہے

اور کسیکو درود شریف مین اور کسیکو ذکر مین اور کسیکو آیات قدرت کی فکر مین اور کسیکو تعلیم علم مین اور کسیکو تہجد مین اور کسیکو تضرع کے ساتھ دعا کرنے مین غرضکہ ہر ایک کو معرفت و محبت و قرب و مشاہدہ و ذکر و فکر و مناجات و علم و استغراق وغیرہ مراتب عبودیت مین مقامات ہین اور اسیکے موافق جنت مین نعمت انوار ہین اور موافق کشف و نیاوی کے ان نعمتون مین مشابہت ہوگی شیخ سری سقطیؒ نے اشارہ کیا کہ جنکے اسرار قلوب مین توکل و اذکار کی نہرین جاری ہین اُنکے واسطے جنت مین انوار کی بشارت ہو- (عس) واضح ہو کہ اہل بیان صورت الفاظ ولہجہ زبان کسی شخص سے قبول نہین کرتے بلکہ اُنکو عین حکمت معانی و بیان مقصود ہوتی ہو جو باقی ہو بخلاف کافرون کے کہ وہ ہر ایسی چیز پر فریفتہ و اُسکے لیے ساعی ہوتے ہین جو آخر فانی ہو اور امثال مین اسکا بیان خوب سمجھ مین آتا ہو اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے منافقون و مشرکون کے حالات و انجام مین امثال کو بیان فرمایا تاکہ یہ جھٹا بدیہی مماثلت سے بیدار ہون مگر ان بدبختون نے بجاے نفع کے نقصان اُٹھایا چنانچہ حق عزوجل نے فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ

اللہ کچھ شرماتا نہین کہ بیان کرے کوئی مثال ایک مچھر کی یا اُس سے اوپر پھر جو یقین رکھتے ہین سو جانتے ہین

اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ

کہ وہ ٹھیک ہو اُنکے رب کا کہا اور جو منکر ہین سو کہتے ہین کیا غرض تھی اللہ کو اس مثال سے گمراہ کرتا ہو اس سے

كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ

بہتیرے اور راہ پر لاتا ہو اس سے بہتیرے اور گمراہ کرتا ہو اُنھین کو جو بے حکم ہین جو توڑتے ہین قرار اللہ کا

بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ

مضبوط کیے پیچھے اور توڑتے ہین جو چیز اللہ نے فرمائی جوڑنی اور فساد کرتے ہین ملک مین

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

اُونھین کو آیا نقصان

شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بتون کے ہیچ ہونے کی مثال لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ الآیۃ - مین بیان فرمائی یعنے سوا اللہ تعالیٰ کے جن کسیکو پکارتے ہین وہ ایک مکھی بھی نہین پیدا کر سکتے اگرچہ سب کے سب مجتمع ہو جاوین - اسیطرح شرک کرنے والون کی مثل مکڑی کے جالے سے بیان کی بقولہ تعالیٰ کمثل العنکبوت اتخذت بیتا الآیۃ - یعنے مشرکون کا معاملہ مکڑی کے جالے کی مثال ہو یعنے اسکی اصل حقیقت کچھ نہین بلکہ مشرکون کے وہ غمی خیالات ہین سوا اللہ تعالیٰ کے غیرون کی الوہیت کا اعتقاد جما ہوا ہو جو جسم کے مرتے ہی مٹ جائیگا وہ مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہو - چنانچہ سورۂ عنکبوت مین اسکی تفسیر آویگی پس یہودیون نے طعن سے کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان حقیر چیزون کے ذکر سے کیا مقصود رکھا ہو پس اللہ تعالیٰ نے اُنکی تردید کے واسطے نازل فرمایا کہ - اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ اللہ تعالیٰ کچھ شرماتا نہین کہ مثل بیان کرے کوئی ہو مچھر ہو یا اس سے بڑھکر ہو -

ف: شرم کرنا شان الٰہی مین آدمی کی طرح متصور نہین ہو کیونکہ شرم تو دل کے کھچنے سے ہوتی ہو لہذا شان الٰہی عزوجل مین استحیا کے دو معنے لیے گئے ایک یہ کہ حقیقی صفت الٰہی عزوجل ہو جسکی کنہ جاننا غیر ممکن ہو اور وہ اُسکی شان عالی کے لائق ہو بخلاف مخلوق کے کہ مخلوق مین البتہ دل کے کھنچنے کو شرم کہتے ہین اور جب ذات و صفات الٰہی عزوجل سے کوئی چیز مشابہ نہین ہو تو وہان یہ معنے نہین ہین

بلکہ صفات قدسیہ مین سے ہے۔ دوم یہ کہ حیا سے مجازًا لازمی معنی لیے گئے کیونکہ حیا سے آدمی کام ترک کردیتا ہے تو یہان یہ معنی ہوے کہ اللہ تعالے ترک نہین فرماتا مثل بیان کرنے کو اگرچہ وہ مچھر کے مانند حقیر چیز سے ہو یا اس سے بڑھکر ہو بعض علماء نے کہا کہ بڑھکر یہ ہے کہ مچھر سے بڑا جانور ہو بعض نے کہا کہ نہین بلکہ حقارت مین بڑھکر ہو یعنے اگر مچھر سے بھی بڑھکر حقیر ہو تو اُسکے ساتھ بھی مثل متروک نہین کرتا کیونکہ اسمین اللہ تعالیٰ کی حکمتین موجود ہین یہی قول حضرت قتادہؒ کا اور مختار شیخ ابن جریر و کسائی و ابو عبیدہ کا ہے اور یہی اکثر محققین کے نزدیک مختار ہے چنانچہ مچھر سے اُسکا پر زیادہ حقیر ہے چنانچہ حدیث سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر دنیا کی قدر مچھر کے پر برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا (الترمذی) اور اسی طرح حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مین ہے کہ نہین ہوتا کہ کسی مسلمان کو کوئی کانٹا یا اس سے بڑھکر مثلاً پھانس لگ جاوے مگر یہی کہ اُسکے واسطے اس صدمہ کے عوض ایک درجہ لکھا جاتا ہے اور اُس سے ایک گناہ محو کیا جاتا ہے (صحیح مسلم) کیونکہ وہ راضی ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا نزول ان یہودیون کی تردید کے واسطے تھا اور شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر سدی سے نقل کیا کہ حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے منافقون کے واسطے سابق کی دونون مثلین بیان فرمائین یعنے قولہ۔ مثلھم کمثل الذی استوقد نارًا۔ اور قولہ۔ اوکصیب من السماء الآیۃ۔ تو منافقون نے کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالےٰ کی شان اس سے بزرگ ہے کہ وہ ایسی مثل بیان فرماوے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور عبد الرزاق نے قتادہؒ سے روایت کی کہ جب مکھی و مکڑی کی مثل مذکور ہوئی تو مشرکون نے ان دونون پر اعتراض کیا کہ اسکے ذکر سے کیا مراد ہے تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ضرب المثل ایک مچھر سے بیان فرمائی جسکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جبتک بھوکا رہتا ہے تو زندہ رہتا ہے اور جب موٹا ہو جاتا ہے تو مر جاتا ہے اسیطرح اہل دنیا کی مثال ہے کہ جب وہ کفر مین اصرار کرتے ہین اور بحکم قولہ تعالیٰ۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیء الآیۃ۔ ہر قسم کی دنیا سے مالا مال کر دیے جاتے ہین اور جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو ہلاک کر دیے جاتے ہین اسیکے مانند ابو العالیہ سے روایت ہے۔ شیخ ابن جریرؒ نے سبب نزول مین سدیؒ کی روایت اختیار کی۔ ع۔ مترجم کہتا ہے کہ قتادہؒ کی روایت مین بھی مشرکون سے یہود وغیرہ مراد ہو سکتے ہین تو بھی یہ آیت مدنیہ رہیگی بہرحال یہ تو سبب نزول مین کلام تھا اور حکم آیت ہمیشہ کے واسطے عام ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو چیز مچھر یا اُس سے بھی زیادہ حقیر پیدا فرمائی اُسمین اُسکی قدرت عجیب و حکمت بالغہ ظاہر ہے اور وہ اہل عقل کی عبرت کے واسطے کافی ہے چنانچہ مکڑی و مکھی و مچھر وغیرہ سے اللہ تعالیٰ نے سچی مثلین بیان فرمائی ہین لیکن عبرت اُنھین کو حاصل ہوتی ہے جو صاحب عقل ہین چنانچہ فرمایا۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ج پس جو لوگ ایمان لائے وہ یقینًا جانتے ہین کہ یہ اُنکے پروردگار کی جانب سے حق ہے۔ ف ٹھیک اپنے موقع پر ثابت ہے کیونکہ حقائق سمجھنے کے واسطے معرفت الٰہی کا علم چاہیے اور یہ مومنون کو حاصل ہے اور جسقدر معرفت زیادہ ہوگی اُسیقدر مثل کے اسرار زیادہ معلوم ہونگے۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا م۔ اور رہے وہ لوگ جنھون نے کفر کیا تو وہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے ساتھ مثل بیان کرنے سے کیا ارادہ کیا۔ ف کیونکہ ان لوگون کو جہالت سے مفہوم آیت نہین سوجھتا ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ط۔ اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ سے بہتون کو گمراہ فرماتا ہے اور اسکے ساتھ بہتون کو ہدایت فرماتا ہے۔ ف۔ سدی نے ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ جنکو ہدایت فرماتا ہے وہ مومنین ہین کہ اُنکے نور ہدایت پر اس مثل کی تصدیق سے نور دیگر زیادہ ہو جاتا ہے اور جنکو گمراہ فرماتا ہے وہ منافقین ہین کہ اُنکی تاریکی ضلالت مین اس کلام کے انکار سے تاریکی زیادہ بڑھ جاتی ہے

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ - اور اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ سے کسیکو گمراہ نہین کرتا سوائے فاسقین کے - ف - یعنی فاسقون کو اس نور تک رسائی نہین دیتا ہے تو وہ بھٹکتے پھرتے ہین - ابو العالیہ وربیع بن انس نے کہا کہ فاسقین یہان منافقین ہین یعنے منافقین ہی ان آیات کے نور ہدایت تک نہین پہونچتے ہین - مترجم کہتا ہے کہ پھر کفار ومشرکین بدرجۂ اولیٰ نہین پہونچینگے - مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فاسقین یہان وہ لوگ ہین جنھون نے پہچان کر کفر کیا - مترجم کہتا ہے کہ اسمین منافقین اور علماء یہود ونصاریٰ بھی داخل ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جانتے مگر دنیاوی لالچ سے نہین مانتے تھے - قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ حد سے خارج ہو گئے پس اللہ تعالیٰ نے انکو بھٹکا چھوڑ دیا - مترجم کہتا ہے کہ جو امر حق وسنت صحیحہ سے جو باہر ہو وہ فاسق ہے لیکن فسق کے مراتب ہو جائینگے چنانچہ جو شخص عمل سنت سے خارج ہو وہ عملی بدعتی ہے اور جو شخص اعتقاد و سنت سے خارج ہو وہ اعتقادی مبتدع ہے اور جو شخص حرام کا مرتکب ہو اُسکو اصطلاح مین فاسق کہتے ہین اور جو شخص عقائد اسلام سے خارج ہو وہ منافق ہے اور اسمین مشرکین وکفار بھی داخل ہین کیونکہ عقائد اسلام سے خارج ہین - چنانچہ ابن ابی حاتمؒ نے سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کی کہ گمراہون سے خوارج مراد ہین - مترجم کہتا ہے کہ خوارج کی بھی یہی حالت ہے جو اللہ تعالیٰ نے گمراہ فاسقون کے حق مین بیان فرمائی یعنی الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ - یعنی گمراہ فاسقین ایسے لوگ ہین جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو اُسکی مضبوطی کے بعد توڑتے ہین ف چنانچہ شعبہ نے عمرو بن مرہ سے روایت کی کہ مصعب بن سعد نے کہا کہ مین نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین تو فرمایا کہ حروریہ ہین یعنی وہ خوارج ہین جنھون نے جماعت اسلام مین سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر حروراء ونہروان مین خروج کیا - امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص سے یہ اسناد اگرچہ صحیح ہے مگر یہ معنی نہین ہین کہ نزول آیت کے وقت یہی لوگ مراد تھے بلکہ آیت قدسی کے عام معنی ہین جیسے منافقین ویہود وغیرہ مشرکین داخل ہین ایسے ہی خوارج بھی داخل ہین جنھون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میثاق بیعت پورا ہونے کے بعد توڑ دیا اور جو شخص شرائع اسلام سے خارج ہو وہ فاسق ہے - مترجم کہتا ہے کہ ہر فرقہ جو جماعت اسلام سے خارج ہوا مانند معتزلہ ورافض وجہمیہ ونیچریہ وغیرہ کے قیامت تک اسمین داخل ہین کیونکہ صفات مومنین یہ ہے کہ - الذین یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون المیثاق والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویخشون ربہم ویخافون سوء الحساب یعنی مومنین ایسے بندے ہین جو اللہ تعالیٰ کا عہد پورا کرتے اور میثاق کو نہین توڑتے ہین اور ایسے بندے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ملائے رکھنے کا حکم دیا اُسکو ملائے رہتے ہین اور اپنے رب سے ڈرتے ہین اور قیامت کے بری حساب سے خوف کرتے ہین (سورۃ الرعد) اور انکے برخلاف منافقین ومشرکین کا حال ہے جو عہد الٰہی کو بعد مضبوطی کے توڑ ڈالتے ہین وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ نے جسکے ملائے جانے کا حکم دیا اُسکو کاٹتے ہین اور ملک مین فساد کرتے ہین - ف یعنے قرابت کا صلہ رحم نہین کرتے جیسے اللہ نے فرمایا - فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم - یعنے اگر تم متولی بنائے جاؤ تو تمھاری شان سے یہی قریب ہے کہ زمین مین فساد مچاؤ اور اپنے قرابات کا ناتا کاٹو یعنے بے خوف ہو کر خلاف شریعت عمل کرو اور اپنی قرابات مین بجائے صلہ رحم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو - حدیث مین ہے کہ عرش الرحمٰن سے رحم معلق ہے التجا کرتا ہے کہ الٰہی تو نے اپنے نام پاک سے مجھے نام دیا تو جو شخص مجھے ملائے رہے اُسکو ملا دے اور جو شخص مجھے توڑے اُسے ٹکڑے کر دے - (الصحیح) مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے جب شاہان اسلام نے شریعت کو چھوڑ کر باہم قتال کیا تو سلطنت متعدہ کے ٹکڑے ہو کر کفار کا غلبہ شروع ہوا - اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ایسے ہی لوگ خسارہ مین ہین - ف ابن عباسؓ نے کہا کہ ایسا لفظ جب بجائے اہل اسلام کے دوسرون کی جانب منسوب ہوتا ہے تو اُس سے کفر مراد ہوتا ہے اور جب اہل اسلام کی جانب منسوب ہوتا ہے تو اس سے گناہ مراد ہوتا ہے - مقاتل بن حیانؒ نے کہا کہ خسارہ انکو آخرت مین

شیخ نے کہا کہ جیسے سورۂ رعد کی آیت میں فرمایا کہ اولئک لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار یعنے ایسے لوگون کے واسطے لعنت اور اُنکے لیے جہنم ہے پس قیامت مین جب کمال محتاجی کا وقت ہوگا تو اُسوقت لعنت وجہنم اُنکے حق مین کمال خسارہ ہے نعوذ باللہ من ذلک (تنبیہ) جس عہد شکنی کا ذکر اس آیت مین ہوا اُس سے کون عہد مراد ہے - ابو العالیہ نے فرمایا کہ منافقون مین چھ خصلت ہوتی ہین چنانچہ اگر اُنکو غلبہ ہوتا ہے تو یہ سب ذمائم ظاہر کرتے ہین کہ جب بات کہتے ہین تو جھوٹھ بولتے ہین اور جب وعدہ کرتے ہین تو خلاف کرتے ہین اور جب اُنکے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتے ہین اور مضبوطی کے بعد اللہ تعالیٰ کا عہد توڑتے اور قرابت کا ناتا کاٹتے اور زمین مین فساد کرتے ہین اور جب مغلوب ہوتے ہین تو صرف تین باتین ظاہر کرتے ہین کہ جب بات کہتے ہین تو جھوٹھ بولتے ہین اور جب وعدہ کرتے ہین تو خلاف کرتے ہین اور جب امانت دیے جاتے ہین تو خیانت کرتے ہین - سدیؒ نے کہا کہ عہد سے وہ عہد مراد ہے جو قرآن مین درباب ایمان آیا ہے - اور شیخ ابن جریرؒ نے منافقون کے ساتھ اہل کتاب یہود ونصاریٰ کو داخل کیا جنسے توریت وانجیل مین عہد لیا گیا ہے اور یہی مقاتل ابن حبان کا قول ہے - اور دیگر جماعت نے کہا کہ آیت مین تمام اہل شرک وکفر ونفاق مراد ہین اور انکا عہد ایک تو وہ ہے جو میثاق ازل مین پشت آدم علیہ السلام سے لیا گیا دوم دُنیا کی آیات قدرت وپیغام رسالت ہے کیونکہ ان آیات قدرت کے ساتھ جب خود ہی ایمان توحید فرض تھا تو بعد پیغام رسالت کے نہایت مؤکد ہوگیا اسیواسطے فرمایا کہ عہد کو بعد مضبوطی کے توڑتے ہین لہذا فرمایا

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ج ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ

تم کسطرح منکر ہوتے ہو اللہ سے اور تھے تم مردے پھر اُسنے تم کو جلایا پھر تم کو مارتا ہے پھر جلا دیگا پھر

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

اُس پاس اُلٹے جاؤ گے

یعنے آیات قدرت وتاکید رسالت کے بعد تم لوگون سے تعجب ہے کہ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ - کیونکر تم اللہ تعالیٰ سے کفر کرتے ہو - وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا - حالانکہ حالت یہ ہے کہ تم مردے تھے - ف یعنے تم خوب جانتے ہو کہ تم اپنے مان وباپ کے اندر نطفہ تھے جسکو حس وحرکت نہین ہے - فَاَحْيَاكُمْ - پس اللہ تعالیٰ نے تمکو زندگی دی - ف شیخ نے لکھا یعنے تم معدوم تھے پھر تمکو موجود کیا - ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ - پھر تمکو موت دیگا پھر تمکو زندگی عطا کریگا ف چنانچہ قولہ تعالیٰ - ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا الآیۃ - مین مذکور ہے یعنے کفار بعد معائنہ عذاب آخرت کے کہینگے کہ الٰہی تو نے ہمکو دو موتین اور دو حیاتین دین سو ہمنے اپنے گناہون کا اقرار کیا اب یہان سے نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے - ھ - ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پہلے مردہ خاک تھے پھر زندہ کیا پھر دوسری موت بوقت اجل دی پھر قیامت مین دوبارہ زندہ فرمائیگا پس یہ دو موتین دو حیاتین ہوگئین اور یہی حضرت ابن مسعودؓ وایک جماعت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے - ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ - پھر اللہ تعالیٰ ہی کی جانب تم لوگ رجوع کروگے - ف پھر وہان بدون شرک کے توحید ربوبیت کا اقرار کروگے حالانکہ اُسوقت تمکو کچھ فائدہ نہوگا (تنبیہ) آدمی کی خلقت اپنے مان وباپ دونون کے نطفہ سے ہوتی ہے اور یہی حدیث صحیح سے ثابت ہے پس بعض اطبا کا قول غلط ہے جو گمان کرتے ہین کہ عورت کی طرف سے سوائے نطفہ مرد کے لینے کے منی نہین ہوتی ہے - (فائدہ) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث مین ہے کہ آدمی کی خلقت اپنی مان کے پیٹ مین چالیس روز جمع ہوتی ہے پھر چالیس روز مین خون کا تھکا ہوتی ہے پھر اتنی ہی مدت مین گوشت کا لوتھڑا ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اُسکی طرف چار باتون کے ساتھ ایک فرشتہ

بھیجتا ہے جو اُسکا رزق و عمر و عمل و شقی یا سعید لکھتا ہے پس اللہ تعالیٰ اُسمین روح پھونکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس ذات کی جسکے سوا کوئی الوہیت والا نہین ہے کہ آدمی جنتی لوگون کے کام کرتا ہے (حالانکہ اُسکے حق مین عذاب دوزخ لکھا ہے) یہانتک کہ اُسمین اور جنت مین ایک ہاتھ کا فرق رہجاتا ہے پھر سابق تقدیر اُسپر غالب ہوتی ہے کہ وہ دوزخیون کا کام کرکے دوزخ مین داخل ہوتا ہے اور آدمی دوزخیون کے کام کرتا ہے یہانتک کہ اُسمین اور دوزخ مین ایک ہاتھ کا فرق رہجاتا ہے پھر سابق تقدیر اُسپر غالب ہوتی ہے کہ جنتیون کا کام کرکے جنت مین داخل ہوتا ہے (الصحیحین وغیرہ) اور یہ حدیث توضیح کے ساتھ بعض مقامات مین آویگی انشاء اللہ تعالیٰ - اور حدیث جابرؓ مین ہے کہ کوئی بندہ مومن نہوگا یہانتک کہ ایمان لاوے تقدیر کا تا کہ یقین کرے کہ جو نیکی بدی اُسکو پہونچی وہ ہرگز اُس سے چوکنے والی نہ تھی اور جو اُسکو نہین پہونچی وہ ہرگز اُسکو پہونچنے والی نہ تھی (الترمذی) ف۲؎ اشارات اسرار مین ہے کہ اضلال و ہدایت صفت آلٰہی عزوجل لطائف اسرار حکمت سے ہے - بعض نے فرمایا کہ یہان گویا دو سمندر ہین کہ بہت سے نجات والے پار ہوجاتے ہین اور بہت سے ڈوبنے والے ڈوب جاتے ہین اور گناہ اگرچہ صغیرہ ہو بیشک گناہ ہے کبھی آدمی غفلت سے مرتکب ہوجاتا ہے مگر ڈرجاتا ہے اور دوم یہ کہ غفلت جاتی رہی اور بیباک ہوکر گناہ مین گھسا تو یہ بیباکی اصرار ہے جس سے گناہ کبیرہ ہوجاتا ہے - حدیث ابوہریرہؓ مین ہے کہ جسکو یہ بات اچھی معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسکے رزق مین کشایش دے اور اُسکی موت مین تاخیر کرے تو اُسکو چاہیے کہ اپنے قرابتیون کے ساتھ صلہ رحم کا سلوک رکھے (البخاری و الترمذی) قطع رحم بھی گناہون مین سے ہے جسکا فساد بہت پھیلتا ہے - حدیث مین ہے کہ باہم پھوٹ ہی نیکیون کی مونڈنے والی ہے (السنن) شیخ نے عوارف مین لکھا کہ اصل حیات بنور ازل ہے ورنہ سب مردہ ہین جیسے غفلت کے بعد معرفت سے زندگی ہوتی ہے لہٰذا شیخ شبلی نے کہا کہ تمکو اپنے ساتھ زندہ کیا یعنی بصفت الحی القیوم - بعض مشائخ نے تعجب کیا کہ جمادات سے نباتات بہتر اور نباتات سے حیوانات بہتر اور حیوانات سے انسان اشرف ہے مگر خالق عزوجل کی توحید مین کسیکو نزاع نہین مگر انسان سخت ناشکرا ہے کہ اُسکو جھگڑا ہے جسپر اسقدر انعام فرمایا ہے کما قال تعالیٰ

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ

وہی ہے جسنے بنادیا تمھارے واسطے جو کچھ زمین مین ہے سب پھر چڑھ گیا آسمان کو تو ٹھیک کیا اُنکو سات آسمان

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

اور وہ ہر چیز سے واقف ہے

ع ۹

اول اللہ تعالیٰ نے بندون کی ذات پیدا کرنا بیان کیا پھر اُنکو رزق دینا بیان فرمایا پس یہ بھی منجملہ دلائل قدرت توحید کے کفر سے مانع ہے یعنی تم کیونکر اپنے خالق عزوجل سے کفر کروگے حالانکہ اُسنے تمکو عدم سے موجود کیا اور تمھاری زندگی پھر تمکو طرح طرح کا رزق دیا - هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا - وہی ہے جسنے تمھارے واسطے پیدا کیا جو کچھ زمین مین ہے سبکا سب - ف اسیواسطے علماء کا صحیح مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا اُسمین اصل اباحت ہے یعنی اصل مین سب مباح ہے پھر جس کسی چیز کی نسبت دلیل خاص قائم ہو کہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے فقط وہی حرام ہوگی اور حلال ہونے کے واسطے دلیل ڈھونڈھنے کی ضرورت نہین ہے کیونکہ وہ تو اسی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا کو آدمیون کے نفع کے واسطے پیدا فرمایا ہے پس جبتک کسی چیز کی نسبت بالخصوص حرام کرنے کی دلیل معلوم نہو تبتک سب مباح ہے چنانچہ کل جانورون کا گوشت حلال تھا سوا سور وغیرہ کے جنکی حرمت پر دوسری نص آگئی رہا یہ کہ اُنکے حرام کردینے مین کیا حکمت ہے تو علما نے عوام کی سمجھ کے لائق آسان جواب یہ لکھا کہ فرمانبردار و نافرمان پہچان لیا جائیگا لیکن درحقیقت اُسمین اسرار حکمت ہین کیا تم نہین دیکھتے کہ جس نے خواہ سور کے گوشت مین کھانے والے کے نفس مین بھی یہی بے حیائی و گندگی پیدا ہوگی

جیسے کتون کے پالنے والے دنیا کے کتے ہین توجب خالی اُسکی محبت کا یہ اثر ہے تو غذائیت کی سیرت بہت مذموم پیدا ہوتی ہے اور مین سلوک کے
بیان مین کچھ ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پس جو لوگ اہل عقل ہین وہ ان محرمات کی حکمت مین اللہ تعالیٰ واُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری
کرتے ہین اور خالی زبان وخواہش نفس کے پیچھے اپنے خصائل کو مثل کتے وسور کے خراب نہین کرتے اور جب غور سے دیکھو توجسکو بکری وہرن
ونبہ وغیرہ کے نفیس گوشت ملے اگر اُسکو سور وکتے کا گوشت نہ ملا تو وہ کچھ بھی پرواکے قابل نہین اور جسکو تیتر وبٹیر وغیرہ کے نفیس گوشت
میسر آئے تو اُسکو کوے وگدھا وچیل کے گوشت نہ ملنے پر کچھ حرج نہوگا پس معلوم ہوا کہ حکمت شریعت تعلیم اخلاق جمیل ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے
جو کچھ روے زمین مین ہے سب انسان کے واسطے پیدا کیا پس کیونکر اُس سے کفر کر سکتے ہین جسنے اُنکی ذات کو پیدا کر کے اُنکے واسطے زمین کے
تمام حیوانات ونباتات وجمادات پیدا کیے جنکو اپنے رزق مین لاتے ہین حتیٰ کہ جاندار جانورون کو مار کر کھاتے ہین پس کیونکہ جائز ہوگا کہ
اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوے جانورون کو کسی غیر کے نام پر مارین یعنے غیر کی بھینٹ چڑھاوین یا غیر کے نام پر اُسکو قربان کرین اور کیونکہ جائز
ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے رزق سے پیٹ بھرین اور غیر کا شکریہ ادا کرین حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اُنکے رزق کے واسطے یہ سب زمین اور اُسکا سامان پیدا کیا
ثُمَّ اسْتَوٰىٓ اِلَى السَّمَآءِ ۔ پھر جانب آسمان مستوی ہوا۔ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۔ پس اُنکو ٹھیک کر کے سات آسمان کیا
وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔ اور وہ ہر چیز کے ساتھ خوب آگاہ ہے۔ ف پس جسنے جان دی اور رزق عطا کیا اور اُسکی قدرتنمائی آسمان
وزمین کو محیط ہے کہ ایک ذرہ اُسکی قدرت سے باہر نہین ہوسکتا تو اُسکی ناشکری وکفر کیونکر ممکن ہے۔ آیت قدر کی مین بہت سے فوائد ہین
(فائدۂ اولیٰ) یہ کہ اصل اشیا مین اباحت ہے جب تک کوئی دلیل حرمت قائم نہو جیسا کہ اثنا سے تفسیر مین گذر چکا۔ (فائدۂ ثانیہ) ثم استویٰ الی السماء
علماء نے کلام کیا کہ یہان استواء کے کیا معنے ہین کیونکہ زبان عرب مین یہ لفظ کئی معنون مین مستعمل ہوتا ہے ایک یہ کہ قصد وتوجہ کرنا اور اُسکے واسطے
حرف الی آتا ہے اور وہ یہان بھی موجود ہے پس معنی یہ ہونگے کہ زمین کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان کی پیدائش کا قصد کیا کیونکہ حرف ثم
تاخیر پر دلالت کرتا ہے لیکن زمین کے پیدا کرنے سے اُسکا مجمل مادہ مقصود ہوگا اسیواسطے یہان مجمل زمین مذکور ہے کیونکہ تفصیل کے ساتھ اسکا
بچھانا بعد پیدائش آسمانون کے ہے بدلیل قولہ تعالیٰ ۔ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا یعنی جو کفار
تعجب کرتے تھے کہ وہ بعد موت کے کیونکر پیدا کیے جاوینگے گویا حماقت سے اُنکو اللہ تعالیٰ کی قدرت مین شک ہے کہ وہ مر کر کیونکر پیدا ہوسکتے ہین پس اُنکو
ملامت کی جھڑکی دی کہ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ الآیہ یعنی کیا تمھاری خلقت اشد ہے یا آسمان کی اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بنایا اُسکی چوٹی اُٹھا کر اُسکو ٹھیک کیا
اور اُسکی رات کو اندھیرا بنایا اور اُسکا نور پیدا کیا پھر اسکے بعد زمین کو بچھایا اور اُس سے زمین کا پانی وسبزہ نکالا اور پہاڑون کو اُسپر میخ کیا تاکہ تمھارے واسطے
اور تمھارے جانورون کے واسطے تمتع ہو۔ھ۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ زمین وآسمان کی پیدائش کے بعد زمین کو
بچھونا کیا گیا اور اسکی تفصیل سورۂ حٰم السجدہ مین ہے جہان فرمایا۔ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ الآیات۔ یہ سب تقریر ابن [illegible]
کہ استواء بمعنے قصد وارادہ ہے۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ استواء بمعنے ارتفاع ہے۔ ازہری نے کہا کہ بلند ہوا بجانب آسمان۔ رازی وزمخشری نے
کہا کہ استواء بمعنے اعتدال واستقامت ہے یعنی ٹھیک جسمین کچھ کجی نہو جیسے آدم علیہ السلام کی خلقت مین فرمایا۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ
سٰجِدِيْنَ ۔ یعنی ملائکہ کو فرمایا کہ جب مین اُسکو مستوی کردون اور اُسمین اپنی روح سے پھونکون تو تم لوگ اُسکے لیے سجدہ مین گر جاؤ۔ھ۔ لیکن اسکے ساتھ
حرف الی نہین آتا ہے اور جب ارتفاع وبلندی کے معنے مین ہوتا ہے تو حرف علی آتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ ۔ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ ۔ اور
جیسے قولہ تعالیٰ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ۔ لہذا یہان جبکہ حرف الی آیا ہے تو معنی اول یعنے قصد ہی مناسب ہین اور اسکو شیخ ابن کثیرؒ نے اختیار کیا۔ (فائدۂ ثالثہ)

واضح ہو کہ آسمانون کی تعداد سات منصوص ہے اسیطرح زمینون کا شمار بھی سات ہے اور یہ حدیث مین بھی وارد ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کسی دوسرے کی زمین مین سے بقدر ایک بالشت کے ناحق لے لی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسکو ساتون زمین سے طوق پہنا دیگا (الصحیح) پھر بعض روایات مین وارد ہے کہ جیسے ہر دو آسمان کے درمیان پانچسو برس کی راہ ہے اسیطرح ہر دو زمین کے درمیان اسیقدر فصل ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر مین آسمانون کے بیان مین فلاسفہ کے اقوال بھی نقل کیے اور اُنکے دلائل کو مجروح کرنے کے بعد فرمایا کہ ان خبطیون کے اقوال نقل کرنے سے مجھے صرف یہ تنبیہ مقصود ہے کہ کسی آدمی کی یہ مجال نہین کہ آسمانون و زمینون کے تعلقات اور اُنکی کیفیت و تعداد اپنے حواس کے ذریعہ سے دریافت کر سکے کیونکہ علم تو اسکو کہتے ہین کہ جو قرار دیا اور واقع یہی ہو اور اسکے مخالف کچھ نہو حالانکہ یہ بات کسیطرح ممکن نہین اور سوائے خالق عزوجل کے کوئی شخص اسکو احاطہ نہین کر سکتا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بات نہایت صحیح اور بالکل بدیہی ہے مگر اس زمانہ مین احمقون کا ایک فرقہ ہے جو اپنے آپکو فلاسفہ سمجھتے ہین حالانکہ اُنکو فلسفہ مین سوائے اٹکل کے کچھ بھی حاصل نہین ہے کاش ان لوگون کو اتنی ہی سمجھ ہوتی جسقدر قدمائے فلاسفہ رکھتے تھے حالانکہ انہین اور اُنہین زمین و آسمان کا تفاوت ہے ان موجودہ لوگون نے تو فقط اٹکل پر چلنے کا فلسفہ نام رکھا ہے حالانکہ قدمائے فلاسفہ کی نسبت تو نے دیکھا کہ امام رازی نے کسطرح اُنکو خبطی بیان فرمایا پھر امام رازی نے نصیحت کی کہ جب یہان کوئی عقل و قیاس کام نہین دیتی ہے تو لامحالہ اسی حد تک اقتصار کرنا چاہیے جہانتک خالق عزوجل نے قرآن یا حدیث سے ہمکو آگاہ فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ شایستہ آدمی کی تنبیہ کے لیے یہ فکر کافی ہے کہ زمین بہ نسبت آفتاب کے ایک مٹر ہے جو ایک مٹکے کے مقابلہ مین ہو حالانکہ آفتاب کے مانند اگر اس آسمان مین بچھائے جاوین تو کروڑون بیشمار سماوین پھر اس آسمان کے مقابلہ مین زمین کی کوئی نسبت باقی نہین ہے اور خالق آسمان عزوجل نے آسمانون کے محیط جو اجرام عرش و کرسی پیدا فرمائے اُنکے مقابلہ مین آسمان ایک رائی سے کمتر ہے تو زمین کی نسبت کیونکر شمار ہو پھر یہ زمین جسپر ہم آباد ہین اسکی نسبت سوائے اٹکل قیاسی باتون کے تحقیقی و قطعی علم نہین حاصل کر سکتے اگرچہ بعض اٹکل کے قیاسات اس امر کا شبہہ دلاتے ہین کہ زمین مدور ہے لیکن کوئی قطعی دلیل نہین ہو سکتی پس آسمان کی کیفیت و تعلقات کیونکر قائم کیے جاوین پھر واضح ہو کہ جب زمین اس مخلوقات سماوی کے مقابلہ مین رائی کا ہزاروان حصہ نہین ٹھہرتی ہے تو انسان بے بنیاد اپنی ہستی کو ملحوظ رکھے اور عظمت خالق عزوجل اپنے قلب مین مرکوز کرے بلکہ اپنے قلب ضعیف اس تجلی کے لائق ہو اور یہ بھی شان الٰہی عزوجل ہے کہ اُسنے اس انسان ضعیف الخلقت کو اپنی معرفت سے سرفراز فرمایا جو ان اجسام عظیمہ مین نہین ہے لہٰذا انسان کی تسبیح کو اشرف قرار دیا اور زمین کے حیوانات کو اپنے نام پر اسکی غذا کر دیا پھر واضح ہو کہ زمین کے بارہ مین حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تفصیل ثابت نہین ہے اور نہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے وارد ہے اور اسکا بھید یہ ہے کہ اصل مقصود نور معرفت و دار آخرت ہے حتیٰ کہ اُسوقت سب کیفیت بھی ظاہر ہو جائیگی بخلاف اسکے اگر معرفت و آخرت سے گمراہ رہا تو زمین کی کیفیت سے اُسکو کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ بسا اوقات ایسی حالت مین بہت سے امور حق سے اندھا منکر ہو جاتا ہے ہان بنی اسرائیل کی روایات مین البتہ کچھ حالات وارد ہوئے ہین چنانچہ حضرت کعب احبار تابعی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے و دیگر اہل کتاب سے اسلامیون نے بھی وہ روایات نقل کین لیکن کعب احبار وغیرہ وہی باتین بیان کر سکتے ہین جو اُنکو اپنے یہان کتابون مین ملین حالانکہ اُنمین اسناد ثقات کا سلسلہ نہ تھا چنانچہ مقدمہ مین تصریح گذر چکی لہٰذا احتمال ہے کہ یہ بیان بزبان انبیاء سابقین علیہم السلام ہو اور محتمل ہے کہ اسرائیلیون مین سے کسی نے بنائی ہو لہٰذا ہم جزم نہین کر سکتے مگر نقل کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور پانی سے پہلے جو پیدا کیا اُسکے سوائے یہ مخلوقات پیدا نہین فرمائی تھی پھر جب اس خلق کو پیدا کرنا چاہا تو پانی سے دھوان پیدا کیا وہ پانی کے اوپر بلند ہو گیا اسیواسطے سما اُسکا نام ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی آسمان کا مادہ ہے اور اس

بعض احادیث مین آیا کہ آسمان ایک موج مکفوف ہو - م - پھر اللہ تعالے نے پانی کو خشک کر دیا تو اُسکو ایک زمین بنایا پھر اُسکو پھاڑ کر سنیچر و اتوار کے دو دن مین سات زمینین بنایا پھر زمین کو مچھلی پر رکھا جسکا ذکر - ن و القلم مین موجود ہی اور یہ مچھلی پانی مین ہی اور پانی پشت صفاۃ پر ہی اور صفاۃ پشت فرشتہ پر ہی اور فرشتہ ایک صخرہ پر ہی اور صخرہ مذکور ہوا مین ہی جو آسمان یا زمین مین نہین ہی پھر مچھلی کی جنبش سے زمین کو اضطراب ہوا تو پہاڑون سے اُسکو بوجھ دیدیا گیا اسی سے پہاڑ افتخار کرتے ہین پھر زمین مین پہاڑون کو پیدا کیا اور زمین والون کی روزی اور درخت پیدا فرمائے اور جو کچھ اُسکے واسطے سامان تھا یہ سب منگل و بدھ دو دن مین پیدا کیا پھر آسمان کی جانب قصد فرمایا حالانکہ وہ پانی کا دھوان تھا پس اُسکو ایک آسمان بنا کر پھر پھاڑ کر جمعرات و جمعہ دو دن مین سات آسمان بنائے اور یہی جمعہ کے دن آسمان و زمین کی خلقت جمع ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان مین اُسکے امور مین ملائکہ اور سمندر و جبال البرد و دیگر اشیا جنکو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہی پیدا فرمایا پھر آسمان دنیا کو کواکب سے مزین فرمایا کہ وہ آسمان کی زینت اور شیاطین سے حفظ ہین پھر جب اپنی مشیت کے موافق پیدائش سے فارغ ہوا تو عرش پر استوا فرمایا - شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہان ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اللہ تعالے نے تراب کو سنیچر کے روز پیدا کیا اور اتوار کے روز اُسنے پہاڑ پیدا کیے اور دوشنبہ کے روز اُسنے درخت پیدا کیے اور مکروہات کو منگل کے روز اور نور کو بدھ کے روز پیدا کیا اور جمعرات کو جانور منتشر فرمائے اور آدم کو جمعہ کے روز بعد عصر کے جمعہ کی آخر ساعت مین جو عصر سے رات تک ہی پیدا کیا (رواہ مسلم و النسائی ایضًا) شیخ نے کہا کہ یہ حدیث اگرچہ صحیح مسلم مین موجود ہی اور اسکے رُواۃ ثقہ ہین لیکن یہ حدیث غریب ہی چنانچہ حفاظ حدیث مانند علی بن المدینی و بخاری وغیرہ نے اسکو کعب احبار کا کلام بیان کیا ہی اور ابو ہریرہ رض نے اسکو کعب احبار ہی سے لیا تھا لیکن اسناد کے بعض راویون کو وہم ہو گیا تو اُنھون نے ابو ہریرہ رض کا سننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیا چنانچہ بیہقی رح نے اسکو تحقیق اسانید کے ساتھ تحریر فرمایا ہی (فائدہ) خلق لکم مین افادہ ہی کہ سب جو کچھ زمین مین ہی وہ تمہارے نفع کیواسطے ہی اور اصح یہ ہی کہ کل چیزین کبھی نہ کسی نفع مین آتی ہین حتی خاک و بالو بھی کام مین آتی ہی اور زہر بھی زخم کے کیڑے مارنے کے کام مین آتا ہی اور شراب بھی بیرونی طور پر نافع ہی اگرچہ پینے مین بوجہ حرام ہونے کے اللہ تعالیٰ اثر نہین دیتا - چنانچہ حدیث مین ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز تمپر حرام فرمائی اُسمین شفا نہین رکھی ہی - (السنن) خانہ کعبہ مثل سفید بلّور کے آسمان سے پہلے پیدا ہوا ہی - عرائس مین اشارہ ہی کہ کل چیزون مین نفع یہ ہی کہ سب امتحان و عبرت ہین اور خالق عزوجل کی دلیل قدرت ہین پس جو شخص اُنسے منقمر ہو کر خالق عزوجل پر بھروسا کرے وہ محقق واصل ہی چنانچہ ابن عطا نے فرمایا کہ خلق سب تیرے لیے ہی اور تو اللہ تعالے کے واسطے ہوا اور جو شخص انہین مشغول ہو کر حق تعالے سے غافل ہوا تو وہ مدعی کاذب ہی - بعض مشائخ بغداد نے کہا کہ ہر شخص بندہ نعمت ہی تو ہر طرح کی نعمتین عطا فرمائین تاکہ اپنے منعم حقیقی کو پہچانین - شیخ ابن العربی نے کہا کہ عالم سفلی و علوی کی نظیر انسان ہی چنانچہ انسان مین عالم سفلی یہ جسم ہی اور عالم علوی مراتب روحانیات ہین اور وہ سات ہین اول ملکوت ارضیہ و قوائے نفسانیہ و جن ہی دوم عالم نفس سوم عالم قلب چہارم عالم عقل پنجم عالم سر ششم عالم روح ہفتم عالم خفا ہی و اضح ہو کہ اللہ تعالے نے ملائکہ کو نور سے پیدا فرمایا پس اُن مین کدورات مادیہ و خواہشات نفسانیہ نہین ہین لہٰذا کھانے پینے وغیرہ کی خواہش سے پاک ہین اور اُنکے افعال مین سہو و خلل بھی ممکن نہین ہی کیونکہ عقل خالص خطا نہین کرتی و خطا جب ہی ہوتی ہی کہ اوہام و خیالات ہجوم کر کے عقل پر پردہ کر لین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - لا یعصون اللّٰہ ما امرہم و یفعلون ما یؤمرون یعنی ملائکہ ایسے بندے ہین کہ جو اللہ تعالیٰ حکم دیا اُسمین نافرمانی نہین کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہی وہی کرتے ہین یعنی جب فرمایا کہ نافرمانی نہین کرتے تو شبہہ ہوتا تھا کہ حکم ہی بجا لاتے ہین مگر ممکن ہی کہ بجا لانے مین اُنسے کام پورا نہو تو نافرمانی نہونے کے باوجود کام پورا نہوا پس تنبیہ کر دی کہ نہین بلکہ ٹھیک وہی پورا ہوتا ہی جو حکم دیا گیا کیونکہ اُن مین کمی

نہین ہو اور دوسری خلقت اللہ تعالے نے جانورون کو پیدا کیا جو محض شہوات وبے عقل ہین پس جمعہ کی آخری ساعت مین اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو کمال حکمت بالغہ سے جامع پیدا فرمایا کہ اُسمین ملکیت و شہوت دونون جمع ہین پس اگر آدمی شہوت کی اتباع کرے تو گناہ مین مبتلا ہوگا اور حد سے باہر ہو جائیگا لیکن ہادی عقل تو بہ کر کے اُسکو اعتدال پر لاویگی یا حاکم شرع اُسکو انصاف سے سزا دیگا تو صفت غضب و عدل و رحمت سب کا ظہور ہوگا پس اس راہ سے کہ شریعت عین حکم الٰہی ہے اور حاکم اُسکی فرمانبرداری کرتا ہو تو وہ نائب شرع و خلیفہ الٰہی ہے اور ظالم و مظلوم مین سے اول بصفت غضب اور دوم بصفت رحمت متصف ہو گیا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جامع اسرار و معارف آیات کو نازل فرمایا

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتون کو مجھکو بنانا ہے زمین مین ایک نائب بولے کیا تو رکھیگا اُسمین جو شخص فساد کرے

فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّيٓ

وہان اور کرے خون اور ہم پڑھتے ہین تیری خوبیان اور یاد کرتے تیری پاک ذات کو کہا مجھکو

أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

معلوم ہے جو تم نہین جانتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت مین آدمیون پر اللہ تعالیٰ کا احسان ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبل پیدا ہونے کے ملاء اعلیٰ مین اُنکا ذکر فرمایا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ۖ یعنے اے محمد ذکر فرما اور اپنی قوم کو سنا کہ جب تیرے رب نے ملائکہ سے کہا کہ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً مین زمین مین خلیفہ پیدا کرنے والا ہون۔ ف ابن ابی حاتم نے عبد الرحمٰن بن سابط سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ سے زمین بچھائی گئی اور پہلے جنھنے خانہ کعبہ کا طواف کیا وہ ملائکہ ہین شیخ نے کہا کہ اسکی اسناد مین ضعف ہے۔ سدیؒ نے اپنی تفسیر مین ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ مین زمین مین خلیفہ بنانے والا ہون تو ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب یہ خلیفہ کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسکی ذریات ہونگی جو زمین مین باہم فساد و حسد کرینگے اور آپس مین ایک دوسرے کو قتل کرینگے۔ امام ابن جریر نے کہا کہ اس تاویل پر آیت کے معنے یہ ہوے کہ مین اپنا نائب زمین مین ایک خلیفہ کرنے والا ہون جو میری مخلوق کے درمیان میرے حکم شریعت کے موافق عدل جاری کرینگے یہ میرا نائب ہے اور یہ آدم علیہ السلام و انکی ذریات مین سے جو لوگ موافق شریعت کے عدل کے ساتھ حکم کرنیوالے ہین سب خلیفہ ہین اور رہا فساد و خونریزی کرنا تو یہ خلفاء کے سوا اور دوسرون سے واقع ہوا ہے۔ شیخ سیوطیؒ نے اسی تاویل کو اختیار کیا ہے لیکن امام ابن جریر نے بعد اسکے لکھا کہ آیت مین خلافت سے باہم آدمیون مین نسلاً بعد نسل قائم مقامی ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ۔ یعنے ان امم ماضیہ کے بعد تمھنے زمین مین تمکو اُنکا قائم مقام کیا اسی تفسیر کو امام شیخ ابن کثیرؒ نے اختیار کیا بدلیل قولہ تعالیٰ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ۔ یعنے اللہ وہی ہے جسنے تمکو زمین مین خلیفہ بنایا۔ و قولہ تعالیٰ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ۔ یعنی اللہ وہی ہے جو تمکو زمین مین خلفاء بناتا ہے۔ و قولہ تعالیٰ۔ فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ یعنی پھر ان نیک لوگون کے قائم مقام بدکار ناخلف ہوئے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ایک گروہ مفسرین کے نزدیک اس مقام پر خلیفہ سے حضرت آدمؑ مراد ہین۔ اور قرطبی نے اسکو حضرت ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و جمیع مفسرین کا قول نقل کیا۔ شیخ نے کہا کہ فقط آدم علیہ السلام کی خصوصیت نہین ہے کیونکہ اگر آدم علیہ السلام کی خصوصیت ہوتی تو ملائکہ کا یہ قول ذکر فرمایا۔ قَالُوٓا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ۔ ملائکہ نے کہا کیا تو زمین مین ایسے شخص

پیدا کریگا جو وہان فساد کرے اور خون بہاوے - ف پس یہ آدم علیہ السلام کے حق مین نہین ہوسکتا بلکہ یہ دوسرے لوگون کا فعل ہے
تو ملائکہ کی مراد یہ ہے کہ اس جنس مین ایسے لوگ ہونگے جو زمین مین فساد پھیلادین اور باہم خونریزی کرین حسن بصری وقتادہ نے کہا کہ جب
اللہ تعالی نے ملائکہ کو خبر دی تو انھون نے یہ سوال کیا - اور تفسیر سدی مین مذکور ہوچکا کہ ملائکہ نے پہلے ہی دریافت کیا تھا کہ ایک شخص خلیفہ کیونکر ہوگا تو
انکو بتلایا گیا کہ اسکی ذریات باہمی حسد سے فساد وخونریزی کرینگی پس ملائکہ نے دوطور سے جانا ایک یہ کہ اللہ تعالی نے انکو تصریح کے ساتھ آیندہ ہونیوالا
فساد وخونریزی بتلادیا تھا اور دوم یہ کہ انھون نے جنون پر قیاس کیا - چنانچہ مجاہد نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کی کہ آدم سے دو ہزار برس
پہلے بنوالجان زمین مین بسائے گئے پس انھون نے فساد وخونریزی کی تو اللہ تعالی نے ملائکہ مین سے ایک گروہ بھیجا جنھون نے انکو مارا
یہانتک کہ سمندرون کے جزیرون مین پہونچایا (ابن ابی حاتم) ابوالعالیہ نے کہا کہ اسی سے ملائکہ کہنے لگے کہ جیسے جنون نے فساد وخونریزی
کی اسیطرح یہ خلیفہ ہوگا یعنے بجاے جنون کے انکا قائم مقام ہوکر فساد وخونریزی کریگا تو جنون کے مطرود کرنے مین اور انکے قائم کرنے مین
کیا مصلحت ہے - شیخ نے کہا کہ شاید انھون نے خلیفہ کی لفظ سے بھی یہی نکالے ہون - مترجم کہتا ہے کہ یہ اسوقت ہوسکتا ہے کہ خلافت سے
مراد حکومت عدل کی نیابت ہو پھر شیخ نے کہا کہ یہ قول ملائکہ بطور اعتراض نہ تھا اور نہ بنی آدم کے ساتھ حسد تھا جیسا کہ بعض مفسرین نے وہم کیا ہے
کیونکہ ملائکہ کی شان سے یہ دونون بداخلاق بنص قرآنی دور ہین بلکہ اجازت الٰہی عزوجل کا اشارہ پاکر انھون نے اس حکمت کو دریافت کیا مترجم
کہتا ہے کہ حاصل یہ نکلا کہ پہلے جن آباد کیے گئے پھر جب انھون نے فساد وخونریزی کی تو ملائکہ کو بھیجکر نکلوا دیے گئے پھر ملائکہ کو آگاہ کیا گیا کہ دوسرا خلیفہ
پیدا کیا جائیگا جسکی ذریات باہم فساد وخونریزی کرینگی تو ملائکہ کو خطا ہر ہوا کہ جب فساد وخونریزی ہی کرنیوالے زمین مین بسے تو جنون کے
نکال دینے مین کیا حکمت تھی کہ انکے قائم مقام یہ خلیفہ رکھا جائیگا جو اسیطرح فساد وخونریزی کریگا - وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ
نُقَدِّسُ لَكَ - اور حال یہ ہے کہ ہم بندے تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور تیرے واسطے تقدیس کرتے ہین - ف یعنے عبادت
کے واسطے ہم لوگ کافی ہین تو اس مخلوق مین کیا حکمت ہے - علماء نے کہا کہ ملائکہ کو جب [illegible] بتلایا گیا کہ اسکی ذریات باہم
خونریزی کریگی تو اسکو عموم پر محمول کرلیا گویا جنون کیطرح یہ بھی سب [illegible] فسادی ہونگے اور ملائکہ نے ظہور آثار کو نہین جانا کیونکہ جنون
مین عاجزی وفروتنی نہین ہے - کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ جنون کی پیدایش آتشی لپٹ سے ہوئی ہے قولہ تعالی - وخلق الجان من مارج من
نار - اسپر نص صریح ہے حالانکہ محل رحمت وہ لوگ ہین جو جناب الٰہی مین عاجز ہین - چنانچہ حدیث مین جنت و دوزخ کے [illegible]
جنت نے عرض کیا کہ میری کیا حالت ہے کہ مجھمین ضعفاء ومساکین داخل ہونگے تو ارشاد ہوا کہ تو میری رحمت ہے تیرے [illegible]
سے جسپر چاہونگا رحمت کرونگا (کمافی الصحیح) پس قابل رحمت یہی مسکنت ہے جو انسانی خمیر خاکی کے لوازم سے ہے پس ان مین علوم ومعارف
اور ظہور رحمت کے آثار تھے لہذا اللہ تعالی سے ملائکہ کو جوارشاد ہوا یہ ہے - قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ - اللہ تعالی نے
فرمایا کہ جو کچھ مین جانتا ہون وہ تم نہین جانتے ہو - ف شیخ ابن کثیر نے لکھا یعنے اس خلافت مین جو اسرار حکمت ہین [illegible] تم
نہین جانتے ہو ازانجملہ یہ ہے کہ ان مین اللہ تعالی کے انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین پیدا کیے جاتے ہین عابدین وزاہدین وابرار واولیاء
مقربین وعلماء عاملین وبندگان خاشعین ومحبین ظاہر فرمائے - حدیث مین آیا ہے کہ صبح وعصر کو ملائکہ باری سے آتے جاتے ہین [illegible]
اعمال صالحہ پہونچاتے ہین تو رب عزوجل دریافت فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندون کو کس حال مین چھوڑا حالانکہ اللہ تعالی خوب جانتا ہے تو ملائکہ
عرض کرتے ہین کہ جب ہم انکے یہان گئے تھے تب بھی وہ نماز پڑھتے تھے اور جب ہم آئے تب بھی انکو نماز پڑھتے چھوڑا [illegible]

گویا اُس جواب کی حکمت ہے۔ اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ ہمسے بیان کیا گیا کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کہ جب اللہ تعالے نے
آدمؑ کو پیدا کرنا چاہا تو اس سے پہلے ملائکہ نے آپس میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو ہمسے زیادہ بزرگ و عالم نہیں پیدا فرمائیگا پس آدمؑ
کو پیدا کرکے اُنکو مطلع کیا اور عالم میں جس مخلوق کو رکھیں وہ مبتلائے امتحان ہے چنانچہ آسمان و زمین کے واسطے بھی فرمایا۔ ائتیا طوعا او کرہا
قالتا اتینا طائعین۔ یعنے تم دونوں بخوشی خاطر یا ناگواری حاضر ہو ان دونوں نے عرض کیا ہم دونوں بخوشی خاطر تیری فرمانبرداری میں
حاضر ہیں۔ (ابن جریر وغیرہ) گویا ملائکہ نے نسبح بحمدک ونقدس لک۔ سے اپنی تسبیح و تقدیس کو جامع و اشرف خیال کیا تھا عبدالرزاق نے
قتادہؒ سے روایت کی کہ تسبیح تو یہی سبحان اللہ وبحمدہ ہے اور تقدیس سے نماز مراد ہے یہی سدیؒ نے اپنی تفسیر میں ابن عباس و ابن مسعود و
ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ اور حدیث ابوذرؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ زبان سے کون بات
بولنا افضل ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی کلمہ جسکو اللہ تعالے نے اپنے ملائکہ کے واسطے پسند فرمایا وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے (صحیح مسلم)
مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ اللہ تعالے نے اس کلمۂ پاک سے ملائکہ کو تسبیح کی ہدایت فرمائی لیکن یہ سمجھنا چاہیے
کہ جب ملائکہ نے اس کلمہ سے تسبیح کی اور جب انبیاء علیہم السلام نے اس کلمہ سے تسبیح کی تو کلمہ واحد ہے اور تسبیح کرنا دونوں میں سے کسکا افضل ہے
مترجم کہتا ہے کہ بیشک اُنکی تسبیح افضل ہوگی جو معرفت صفات میں افضل ہو اور شک نہیں کہ ملائکہ جامع صفات جسمانی نہیں اور انبیاء علیہم السلام جامع صفات
جمیع ہیں تو جمیع صفات پر حمد و تسبیح بہ نسبت بعض کے افضل ہے حتی کہ یہ محبوب تسبیح اُنکو جنت میں بھی الہام ہوگی یعنی بجائے سانس کے تسبیح ہوگی۔
حدیث میں ہے کہ کسی شخص کو مدح اسقدر محبوب نہیں ہے جسقدر اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اسیواسطے بندوں کو اپنی حمد کا حکم دیا (الصحیح) عبدالرحمن بن
قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں ملائکہ کی تسبیح بلند آسمانوں میں سبحان العلی الاعلی سبحانہ تعالیٰ۔ سنتے تھے
(بیہقی) (مسئلہ) قرطبی وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ خلیفہ مقرر کرنا واجب ہے تاکہ لوگوں کے اختلافات و تنازع میں فیصلہ کرے اور مظلوم
کی مدد کرکے ظالم سے انصاف لے اور زنا کار وغیرہ پر حدود قائم کرے اور جو لوگ فواحش کے مرتکب ہوتے ہیں اُنکو سزائے تعزیر سے زجر کرے اور
رہزنی وغیرہ کو روکے اور اسیطرح جمعہ و اعیاد قائم کرے کیونکہ جب ان امور مہمہ کا قائم کرنا واجب ہے حالانکہ انکا قیام بذریعہ امام ہوتا ہے تو امام مقرر کرنا
بھی واجب ہوا پھر امامت کبھی بذریعہ تصریح حاصل ہوتی ہے جیسے ایک جماعت اہل سنت نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صریح خلیفہ کیا گیا تھا اور
دوسرے گروہ نے کہا کہ خلیفہ بنانے کا اشارہ کیا گیا تھا اسیطرح اگر ایک خلیفہ نے اپنی وفات کے وقت دوسرے کو خلیفہ کیا تو وہ خلیفہ ہو جائیگا
جیسے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا اسیطرح اگر جماعت صالحین کی مشورت پر خلافت رکھی تو وہ جسکو
خلیفہ کریں وہ خلیفہ ہو جائیگا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افاضل صحابہ میں سے چھ آدمیوں کے مشورہ پر خلافت چھوڑی اور اُنھوں نے
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا اسیطرح اگر اہل حل وعقد کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے متفق ہوے تو جمہور پر بیعت لازم ہے
حتی کہ امام الحرمین نے اسپر اجماع نقل کیا اسیطرح اگر کسی شخص نے بزور شمشیر سلطنت حاصل کی تو احکام شریعت میں اُسکی اتباع لازم ہے
تاکہ جماعت اسلام میں شقاق و نفاق نہو پھر امام میں چند صفات ہیں چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مذکر آزاد و عاقل بالغ مسلمان عادل مجتہد آنکھوں
سے دیکھنے والا اعضا میں تندرست اور لڑائی کے ڈھنگ سے واقف ہو اور جب اختیار سے مقرر کیا جائے تو قریشی ہونا چاہیے اور مترجم نے
مقدمہ عین الہدایہ میں توضیح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ شیخ نے لکھا کہ قریش میں سے بنی ہاشم کی اولاد ہونا شرط نہیں ہے اور خطا سے معصوم ہونا بھی
شرط نہیں ہے اور اسمیں شیعہ بھی متفق ہیں لیکن روافض مخالفت کرتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے عجب ہے کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو حضر[illegible]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک رکھا اور آپ کے بعد اپنے زعم میں تجویز کیا کہ اُسکا نام ہی نام رہگیا اور وہ دنیا سے مٹ گئی تا کہ جو لوگ
یہود و نصاریٰ و بودھ و ہنود وغیرہ میں سے جو شخص انکے دھوکے میں آیا وہ قیامت میں انکا گریبان گیر ہو اسکا بیان یہ ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے جسنے امام شریعت تلاش کیا اُسنے روافض کے زعم کے موافق نہیں پایا کیونکہ آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ غیر معصوم بلکہ روافض
کے زعم کے موافق خطاوار تھے اسیطرح بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی کوئی امام نہیں گذرا جو لشکر جہاد کا پیشوا اور سلطنت کی صفات رکھتا ہو بلکہ
بعض روافض نے یہانتک غلو کیا کہ ایک شخص امام مہدی پیدا ہوے جو دشمنوں کے خوف سے قرآن شریف کو لیکر غار سُرمن رأے میں چلے گئے
تو کتاب آسمانی بھی گم ہوئی پس اقوام مشرکین میں سے نہ کسی نے امام شریعت پایا اور نہ کتاب الٰہی پائی حالانکہ شریعت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام مدت تک
قائم رہی حتی کہ قرآن مجید میں اللہ تعالے نے بنی اسرائیل پر اپنا یہ احسان ظاہر فرمایا بقولہ تعالے ۔ وآتیناہم ملکا عظیما ۔ اور بقولہ تعالے ۔ وجعل
فیکم انبیاء الآیۃ ۔ یعنے حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کا احسان یاد دلایا کہ اُسنے تم میں انبیا پیدا کیے اور تمکو سلاطین بنایا ۔ والا لیکن
روافض نے اپنی حماقت سے جو یہ وسوسہ شیطانی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو اور کتاب الٰہی کو گم کر دیا نعوذ باللہ من ذالک (مسئلہ)
اگر اقالیم وسیع ہوں تو ہر ایک میں جدا جدا امام جائز ہے یا نہیں اسکے جواب میں علما نے تردد کیا اور ابو اسحق کے نزدیک وسعت اقالیم
کی صورت میں جائز ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ جیسے ایک وقت میں بغداد میں خلفاے عباسیہ تھے اور مصر میں خلفاے بنی فاطمہ تھے
اور قرطبہ واندلس میں خلفاے بنی امیہ تھے (فائدہ) جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو بعد جسم بنانے کے روح پھونک کر
زندہ کیا تو ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا پس سب نے سجدہ کیا سواے ابلیس کے جسکو ملعون کر کے نکال دیا گیا چنانچہ اُسکا بیان آئندہ
انشاء اللہ تعالے آویگا

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ
اور سکھائے آدم کو نام سارے پھر وہ دکھائے فرشتوں کو کہا بتاؤ مجھکو نام
هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ
انکے اگر ہو تم سچے بولے تو سب سے نرالا ہے ہمکو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے سکھایا تو ہی ہے
اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ
اصل دانا پختہ کار کہا اے آدم بتادے انکو نام اُنکے پھر جب اُسنے بتادیے
بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ
نام اُنکے کہا میں نے نہ کہا تھا تمکو مجھکو معلوم ہیں پردے آسمان اور زمین کے اور معلوم ہے
مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝
جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے ہو

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ان آیات میں اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کی شرافت جس سے ملائکہ پر فضیلت حاصل ہو بیان فرمائی بذریعہ
علم یعنے علم سے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر شرف عطا کیا ۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔ اور آدم کو اسمار سکھلائے کے سب
فقا اور یہ ملائکہ سے سجدہ کرانے کے بعد واقع ہوا ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ اسمار یہی ہیں جو لوگوں میں متعارف ہیں مانند انسان و چوپایہ و زمین و آسمان و کوہ

ومیدان وخشکی وتری وگھوڑا وگدھا وغیرہ یہ روایت ضحاک ہے اور سعید بن معبد کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ میں دیگ وہانڈی وپیالا وغیرہ کا نام بھی مذکور ہے (ابن ابی حاتم وابن جریر) حضرت مجاہد وسعید بن جبیر وقتادہ وغیرہ سلف صالحین نے بھی کہا کہ ہر چیز کا نام سکھلایا۔ ربیع بن انسؒ نے فرمایا کہ ملائکہ کے نام بھی سکھائے۔ اور حمید شامیؒ نے فرمایا کہ ستارون کے نام بھی سکھلائے یعنے زہرہ مریخ مشتری وغیرہ۔ اور شیخ ابن جریر نے اختیار فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اُنکی ذریات وملائکہ وغیرہ سب کے نام سکھائے تھے اور اسمین حکمت یہ تھی کہ اس خلیفہ کو پیدا کرکے مین ملائکہ پر اپنے بعض علم وقدرت کا اظہار فرماوے جو کہتے تھے کہ ہمسے بڑھکر علم والا اللہ تعالیٰ نہین پیدا فرماویگا پس آدم علیہ السلام کو کل اسمار سکھلائے یعنے کل اشیا جو آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا ہو چکی تھین یا ہونے والی تھین سب کی ذات وصفات وافعال صغیر وکبیر سب پیش کرکے سکھلائے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی صحیح ہے۔ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ پھران لوگون کو ملائکہ پر پیش کیا ف یعنے حضرت آدم علیہ السلام کی ذریات انبیا وغیرہم کو مع دیگر اشیار کے جو انسان کی منفعت کے واسطے مخلوق ہین سب کو پیش کیا اسیواسطے حضرت ابی بن کعبؓ کی قراءۃ مین ثم عرضها على الملٰئكة ۔ آیا ہے یعنے ان اشیا کو ملائکہ پر پیش کیا لیکن متواتر قراءۃ مین یہ لطافت ہے کہ پہلے تو جمیع اسمار سے کل اشیار کا علم آیا پھر ملائکہ پر پیش کرنے مین اہل عقل کی شرافت اظہار فرمائی گئی کہ۔ عرضهم مین انھین کی جانب ضمیر راجع ہے تاکہ دیگر اشیا انکے تابع معلوم ہون الحاصل پہلے حضرت آدمؑ کو صورت حقیقی ومثالی سے تمام مخلوقات کے نام بتلائے پھران مخلوقات کو ملائکہ پر پیش کیا۔ چنانچہ عبدالرزاق نے قتادہ سے اور سدی نے حضرت ابن عباس وابن مسعود وایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی آدم علیہ السلام کو سب مخلوق کے نام سکھلاکر ان مخلوقات کو ملائکہ پر پیش کیا فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ پھر ملائکہ کو فرمایا کہ تم ان کے نامون سے مجھے آگاہ کرو اگر تم سچے ہو ف حسن وقتادہؒ نے کہا یعنے اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمسے بڑھکر علم والا نہین پیدا کریگا تو تم اپنے علم سے ان چیزون کی ذات وخواص وافعال بیان کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ کا مقولہ مذکور نہین ہے لیکن بلاغت کلام سے نکلتا ہے اور کلام الٰہی موجز ومعجز ہے۔ اسیواسطے ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی یعنے اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ زمین مین خلیفہ نہین پیدا کریگا بلکہ اس سے بہتر وہ روایت ہے جو سدی نے ابن عباس وابن مسعود وایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ معنے یہ ہین کہ تم ان لوگون کے نام بتاؤ اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اولاد آدم سب کے سب زمین مین فساد وخونریزی کرینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ عمدہ تفسیر ہے کیونکہ ملائکہ نے اپنی تسبیح وتقدیس کا ذکر کیا اور بنی آدم کی نسبت کلیہ فساد وخونریزی کا گمان کیا حالانکہ اگر ان مخلوقات کو جانتے اور اُنکے خواص وافعال کو پہچانتے تو اُنکو معلوم ہوتا کہ تسبیح وتقدیس انبیار واولیا علیہم السلام مظہر جامع صفات ہے اسیواسطے صحیحین وغیرہ کی احادیث صحاح مین وارد ہے کہ صالحین کی قراءۃ قرآن وتسبیح الٰہی عز وجل کی مجالس مین ملائکہ کمال خوشی سے اپنی مراد حاصل کرنے کو آتے ہین حتی کہ حضرت اسید بن حضیر وثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہما کی تلاوت تہجد مین ملائکہ السکینہ مثل پارہ ابر کے جسمین شمعہاے کافوری روشن ہون بغرض استماع قراءت کے یہانتک قریب ہوے کہ لوگون نے معائنہ کیا اگرچہ اُنھون نے یہ نہین جانا کہ یہ کیا چیز ہے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو آگاہ فرمایا حتی کہ اسید بن حضیرؓ کو فرمایا کہ اگر تو گھبرا کر تلاوت کو منقطع نکرتا جسکے بعد وہ بلند ہوکر غائب ہو گئے تو برابر صبح تک ساکن رہتے یہانتک کہ لوگ اُنکو دیکھتے اس سے ملائکہ کا استغراق ظاہر ہے اور مجمع البحار مین ذکر کیا کہ ملائکہ کو فضیلت تلاوت حاصل نہین ہے شیخ ابن جریرؒ نے بھی اسی تفسیر کو پسند کیا اور کہا کہ ملائکہ کو ارشاد ہوا کہ انکے نام بتلاؤ اگر تم سچے ہو کہ اگر مین نے تمھارے سواے دوسرے کو زمین مین خلیفہ کیا تو اُسکی ذریت مین فساد وخونریزی ہوگی پھر جب تم ان چیزون کے خواص وافعال ہی نہین جانتے ہو جو تمھارے سامنے موجود ہین تو پھر جو چیزین آیندہ موجود ہون اُنکو بدرجہ اولی

نہین جانوگے۔ مترجم کہتا ہی کہ جو چیزین موجود ہین جب انکے افعال وخواص ہی سے آگاہی نہوانکے استعمال وتفضیا یا کیونکر موافق شریعت کے
قائم کرسکتے ہین قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۔ ملائکہ عرض کرنے لگے
کہ تیری ہی شان پاک ہی ہمکو تو کچھ علم نہین سوا اسکے جو تونے ہمکو سکھلایا البتہ تو ہی علیم حکیم ہی ف ملائکہ نے ادب کے ساتھ پہلے تسبیح کہی جس سے معلوم
ہوا کہ ہر عیب ونقص جناب باری عز اسمہ سے دور ہی اور اسکی شان سراسر خوبی وکمال ہی اور جب اللہ تعالی ہی کسی مخلوق مین علم پیدا کردیتا ہی تو وہ
اسقدر جان جاتا ہی جسقدر پیدا کیا اور اسکے سوا کچھ نہین جانتا ہی پس ملائکہ ودیگر بزرگ مخلوقات کسی مین یہ قدرت نہین کہ اپنے آپ کسی
بات کو جان لے بلکہ اسمین علم پیدا کردینا فقط فعل الٰہی عزوجل ہی اسیواسطے حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام جب بکریون کے مقدمہ کا فیصلہ کرتے تھے
فرمایا ففہمنٰہا سلیمان الآیۃ۔ یعنے اس واقعہ کی سمجھ ہمنے سلیمان مین پیدا کردی (مسئلہ) کسی بندہ کے واسطے ممکن نہین کہ کسی بات کا علم جب چاہے
حاصل کرلے کیونکہ سوائے اللہ تعالی کے فہم وعلم کا پیدا کرنے والا کوئی نہین یہی معنے ہین کہ علم غیب سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہی
لیکن انبیاء علیہم السلام مین جہانتک علم پیدا کردیا وہ بہت کثیر ہی اگرچہ باہم انبیاء علیہم السلام مین مراتب ہین اور اگر خضر عم پیغمبر نہون تو یہ بھی ثابت ہوگا
کہ سوائے پیغمبر کے بعض آدمیون مین ایسا علم پیدا کرتا ہی جو پیغمبر مین نہین ہوتا مگر اس سے خضر رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت موسی علیہ السلام پر
ظاہر نہین ہوتی ہی کیونکہ کمالات تو معارف الٰہیہ ہین اور یہ جو خضر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا وہ دنیاوی چیزون مین فعل الٰہی جاری ہونیکا علم تھا
حالانکہ علم صفات ومشاہدۂ ذات اعلی واجل ہی جیسے سلیمان علیہ السلام کو مراتب نبوت کے کمالات تھے مگر تخت بلقیس اٹھالانے کا کام ایک جنی سے
لیا گیا جیسے عفریتون سے محاریب وتماثیل ومکانات وقصور عجیب عجیب بنانیکا کام لیا جاتا تھا (فائدہ) ملائکہ نے علیم وحکیم ہونا جناب باری تعالی
مین منحصر رکھا اور اسمین تنبیہ ہی کہ حکمت الٰہی عزوجل کو سوائے اسکے کوئی نہین جان سکتا کیونکہ جاننا خود کسی مخلوق کے اختیار ہی مین نہین ہی تو وہ
جب اپنی ماہیت ہی نہین جانتا ہی تو بے انتہا حکمت الٰہی کیونکر پہچان سکتا ہی پس جن جاہلون نے حکم لگایا کہ اگر اللہ تعالی ایسا کرے تو عدل ہی اور
ویسا کرے تو ظلم ہی یہ محض جہالت ہی اسواسطے کہ جب وہ حکمت نہین جانتا اور نہ اسکا جاننا ممکن ہی تو یہ حکم لگانا جہالت ہی (مسئلہ دقیقہ)
آدمی جن محالات کا تصور کرتا ہی مثلاً باری تعالی کا مثل وغیر ذلک تو شامت بیہودگی سے مثل افعال خبیثہ کے اسمین یہ صورت پیدا
کرو یجاتی ہی کیونکہ وہ کسی فعل الٰہی کی ماہیت سے واقف ہی نہین ہوسکتا تو صفات وذات اعلی واجل ہین اور محض ممنوع ہی کہ وہان ایسے
خیالات آوین واللہ علی کل شیء قدیر۔ نص محکم ہی والحمد للہ رب العالمین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکابر اصحاب کے واسطے مجلس علم منعقد فرماتے
تھے تاکہ تابعین اسرار معارف سے آگاہ ہون۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی
ودیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ہمنے لا الٰہ الا اللہ پہچانا پس سبحان اللہ کیا ہی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کلمہ کو اللہ تعالی نے اپنی
ذات پاک کے واسطے پسند فرمایا اور اسکا کہنا محبوب کردیا۔ مترجم کہتا ہی کہ اس لطیفہ مین اشارات ہین کہ الوہیت جب ذات باری عز اسمہ مین
منحصر ہی تو کسی نقص کو وہان گنجایش نہین ہی چنانچہ قاتل نفس مذموم ہی حالانکہ خود فرمایا۔ ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا الآیۃ۔ یعنے
اللہ تعالی کے واسطے کون مانع ہی اگر وہ چاہے کہ عیسی مسیح واسکی مان اور تمام زمین والون کو ہلاک کردے۔ پس اسکی شان اعلی واجل ہین
کسی فعل کی نسبت ظلم یا نقص کہنے کی گنجایش ہی نہین ہی کیا نہین جانتے ہو کہ اسکو مخلوق سے کوئی مشابہت نہین ہی لہذا فرمایا۔ لا یسئل عما یفعل
وہم یسئلون۔ یعنے اللہ تعالی جو کچھ کرے اس سے پوچھ کچھ نہین ہوسکتی اور یہ بندے ہی ہین جو پوچھے جائینگے۔ الحاصل جب ملائکہ پر اشیا
پیش ہوئین اور انھون نے انکے نامون سے اپنی نادانی کا اقرار کیا اور اصل علم جناب باری عز اسمہ کے واسطے

خاص کیا یعنی خلیفہ پیدا کرنے مین جو حکمت ہی وہ بیشک اللہ تعالی ہی جانتا ہی اور ہم لوگ نہین جانتے تو اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی لیاقت ظاہر فرمائی۔ قَالَ يَآدَمُ أَنْۢبِئْهُم بِأَسْمَآئِهِمْ ۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے آدم انکو انکے نامون سے آگاہ کرے یہین احتمال ہی کہ فقط ملائکہ کو انھین کے نامون سے آگاہ کیا اور یہ بھی احتمال ہی کہ یہ معنے ہون کہ اے آدم ان ملائکہ کو ان سب مخلوقات کے نام سے آگاہ کرو علی ہذا اہل عقل کے واسطے ضمیر مذکور ہی اور غیر عاقل انکے تابع ہین اور یہی راجح ہے۔ چنانچہ زید بن اسلمؒ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سب کے نام بتلانے شروع کیے چنانچہ فرمایا کہ تو جبرئیلؑ ہی اور تو میکائیلؑ ہی اور تو اسرافیلؑ ہی حتی کہ تمام اسما بتلائے یہانتک کہ حقیر چیزون مانند کوے وغیرہ تک بیان کیے۔ اور یہی مجاہد و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ سے مروی ہے۔ فَلَمَّآ أَنۢبَأَهُم بِأَسْمَآئِهِمْ پھر جب آدمؑ نے ملائکہ کو انکے نامون سے آگاہ کیا ف اور ملائکہ پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہو گئی تو اللہ تعالی نے ملائکہ کو خطاب کیا قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّىٓ أَعْلَمُ غَيْبَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ فرمایا کہ کیا مین نے تمسے نہین کہا تھا کہ مین ہی خوب جانتا ہون غیب سموات و ارض کو اور خوب جانتا ہون جو تم ظاہر کرتے اور جو چھپاتے ہو ف یعنے مین نے تمسے پہلے ظاہر کر دیا تھا کہ غیب ظاہر و خفی سواے میرے کوئی نہین جانتا ہے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ ملائکہ کو اشارہ ہوا کہ تمہارا اظہار بھی مجھے معلوم ہی اور تمہارے باطن مین جو ابلیس نے چھپایا وہ بھی معلوم ہے۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ یہ کبر و غرور اگرچہ ملائکہ نورانی مین نہین تھا بلکہ فقط ابلیس مین تھا لیکن جب کوئی قوم مجموعہ ہوتی ہی تو انمین سے بعض کا فعل سب کی جانب مبہم کیا جاتا ہی مثلاً کہتے ہین کہ یہ لشکر بہت تجربہ کار ہے کہ لڑے اکھڑا اور مرا و مارا بھاگا و بھگایا ہوا ہی حالانکہ کل لشکر نہین مرا اسیطرح اس گروہ ملائکہ مین بھی صرف ابلیس ہی نے چھپایا تھا مگر مجمل نسبت فرمایا اور یہی تفسیر سدی مین ابن عباس و ابن مسعود و جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے مذکور ہی کہ جو انھون نے اظہار کیا وہ یہ قول ہی کہ کیونکر ایسا خلیفہ بنایا جائیگا جو فساد و خونریزی کریگا اور جو کچھ انھون نے پوشیدہ کیا اُسے وہ کبر و غرور مراد ہی جو ابلیس کے دل مین تھا۔ یہی قول سعید بن جبیر و مجاہد و سدی و ضحاک و سفیان ثوری سے منقول ہی اور اسکو ابن جریرؒ نے اختیار کیا۔ ابو العالیہ اور ربیع بن انس و حسن و قتادہ نے کہا کہ جو کچھ ملائکہ نے ظاہر کیا وہ یہی تھا کہ ہم لوگ تسبیح و تقدیس کرتے ہین پھر کیا حکمت ہی کہ ایسی مخلوق خلیفہ ہو جو فساد و خونریزی کریگی اور جو کچھ انھون نے چھپایا وہ یہ قول تھا کہ ہمسے زیادہ عالم و بزرگ کوئی مخلوق نہوگی پھر ملائکہ نے جان لیا کہ اللہ تعالی نے علمیت و کرامت مین آدم کو فرشتون پر فضیلت دی ہی۔ ابن جریرؒ نے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے قصہ مین روایت کی کہ پھر اللہ تعالی نے ملائکہ کو فرمایا کہ جیسے تم لوگون کو ان اشیا کے نامون سے علم نہین ہی یونہی تم خلافت انسانی کی حکمت نہین جانتے ہو اور مینے تو انکو زمین مین خلیفہ کیا تاکہ بعض فرمان بردار و بعض نافرمان ہون اور سابق علم الٰہی مین جاری ہو چکا کہ وہ جہنم کو جن و انسان سے بھر دیگا لیکن ملائکہ بچارے اس علم کو نہین جان سکتے تھے لیکن جب انھون نے آثار سے دیکھ لیا کہ اللہ تعالی نے آدم کو علمی فضیلت عطا فرمائی ہی تو خلافت مین ترقی حکمت کا اقرار کیا (ملخص ابن کثیر)

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ ط أَبَىٰ وَٱسْتَكْبَرَ ز وَكَانَ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ ۝

اور جب ہمنے کہا فرشتون کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کر پڑے مگر ابلیس نے قبول نکیا اور تکبر کیا اور وہ تھا منکرون مین کا

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت کریمہ مین ایک نعمت عظیمہ کا بیان ہی جو اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ اور انکی اولاد پر مبذول فرمائی ہی چنانچہ

آگاہ فرمایا ۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۔ اور بیان کر دے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ احسان جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ تم لوگ آدم کے واسطے سجدہ کرو ۔ ف ۔ بعض مفسرین نے تنبیہ فرمائی کہ یہاں عطف ترتیبی نہیں ہے یعنے یہ مراد نہیں ہے کہ پہلی آیات میں جو کچھ مذکور ہوا وہ پہلے واقع ہوا تھا اور یہاں جو حکم سجدہ مذکور ہے اسکے بعد واقع ہوا بلکہ یہ عطف بطور بیان واقعات ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت پوری ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا تھا بدلیل قولہ تعالیٰ ۔ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین یعنی پھر جب میں اسکو ٹھیک کر دوں اور اسمیں اپنی روح سے پھونکوں تو تم اسکے لیے سجدہ میں گر پڑو ۔ اور یہی قول صحیح ہے ۔ سجدہ لغت میں ذلت کے ساتھ سر جھکانے کو کہتے ہیں اور شرع میں عبادت کے طور پر زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے اور ایک قسم سجدہ تحیہ ہے اور وہ تعظیم کے طور پر جھک جانے کو کہتے ہیں پھر یہاں چند مقامات ہیں اول یہ کہ کس قسم کے سجدہ کا حکم ہوا دوم یہ آدم علیہ السلام کے واسطے تھا یا آدم بطور قبلہ قرار دیے گئے تھے اور اصل سجدہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تھا سوم ملائکہ سے کل مراد ہیں یا بعض جماعت خاص مراد ہیں چہارم ابلیس از جنس ملائکہ تھا یا غیر جنس ہے پنجم کس حکمت سے ملائکہ کے ساتھ موجود تھا اور قولہ تعالیٰ ۔ وکان من الجن ۔ یعنے ابلیس تو جنوں میں سے تھا ۔ ۵ ۔ اس آیت کے کیا معنے ہیں ۔ (بیان مقام اول) امام رازی کے نزدیک مختار یہ ہے کہ پیشانی رکھکر سجدہ کا حکم تھا چنانچہ آدمیوں میں بھی اسلام سے پہلے اگلی امتوں میں یہ رواج تھا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ بادشاہوں کو اسیطرح تعظیمی سجدہ کیا کرتے تھے اور اس صورت میں سجدہ عبادت و سجدہ تعظیم کے درمیان صرف نیت کا فرق ہے یعنے اگر معبود سمجھکر سجدہ کیا تو کفر ہوا اور اگر مخلوق مکرم سمجھکر سجدہ کیا تو تحیہ تعظیمی ہے ۔ اور بعض نے کہا کہ ۔ اسجدوا لآدم یعنی اسجدوا الی آدم ہے یعنی آدم کی طرف ہو کر سجدہ کرو تو آدم بمنزلہ قبلہ ہوئے اور اصل سجدہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوا اور یہ تاویل اسواسطے کی گئی کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر کو سجدہ کرنا کفر ہے لیکن یہ تاویل ضعیف ہے اسواسطے کہ غیر کو سجدہ کرنا شریعت اسلام میں دو حکم رکھتا ہے ایک یہ کہ بطور عبادت ہو تو کفر ہے اور دوم یہ کہ بطور تعظیم ہو تو حرام ہے اور یہ اسی امت مکرمہ کے واسطے ہے ورنہ ابھی معلوم ہوا کہ اگلوں میں تعظیمی سجدہ جائز تھا تو شاید اسی طور پر آدم کے واسطے حکم دیا گیا ہو لیکن اسمیں خلاف نہیں ہے کہ آدم کے واسطے بطور عبادت حکم نہیں تھا پھر تاویل کی کیا ضرورت ہے کیونکہ یہ تاویل اسکے خلاف نہیں کہ اس کو تعظیم دینا جائز نہیں ہے علاوہ برین اگر اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ ہوتا تو ابلیس منکر نہ ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۔ یعنی پس ان ملائکہ نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے ۔ ف ۔ یعنے ابلیس نے سجدہ نہ کیا ۔ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ابلیس نے انکار کیا اور اپنے جی میں تکبر لایا اور حال یہ ہے کہ وہ کافروں میں سے تھا ۔ ف ۔ یعنے علم الٰہی میں وہ کافر ٹھہر چکا تھا پس اسکے حق میں وہی اسباب جمع ہو گئے کہ اسنے انکار و تکبر کیا ۔ اور بعض نے کہا کہ کان من الکافرین یعنی صار من الکافرین یعنے کافروں میں سے ہو گیا لیکن اس صورت میں ظاہر کے خلاف تاویل ہوئی اور پھر یہ تکلف کرنا پڑیگا کہ کافروں میں سے ہو گیا جیسا کہ علم الٰہی میں مقدر تھا اسواسطے کہ ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو انجام ابلیس کا علم تھا یا نہیں اگر کوئی شخص کہے کہ نہیں تو وہ کمبخت کافر ہے کہ اسنے اپنے معبود کو جاہل بنایا پس ضرور ہوا کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا تو یہی معنے ہوئے کہ جیسے اللہ تعالیٰ جانتا تھا ویسے ہی ابلیس سے واقع ہوا بالجملہ بعض علما نے کہا کہ اگر سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہوتا اور آدم فقط قبلہ ہوتے تو ابلیس انکار نکرتا ۔ مترجم کہتا ہے کہ جواب تو وہی ہے جو اول مذکور ہوا اور یہ جواب ضعیف ہے اسواسطے کہ قبلہ بھی معظم مکرم ہوتا ہے تو شاید ابلیس نے آدم کو قبلہ بنانے سے تکبر کیا تو پس ظاہر یہی ہے کہ آدم کے واسطے سجدہ تعظیمی کا حکم تھا اور اسیکو شیخ سیوطی نے اختیار کیا ہے معالم میں بغوی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور حضرت یوسف کو بھی انکے والدین و بھائیوں نے یہی سجدہ کیا تھا اور یہی مقام دوم کا بیان تھا ۔ (بیان مقام سوم) کہ کل ملائکہ مراد ہیں یا نہیں مراد ہیں و بیان مقام چہارم کہ ابلیس داخل ملائکہ بوجہ جنسیت ہے یا بغیر جنسیت ہے پس ان دونوں مقامات کے بیانات میں اقوال و آثار مختلف ہیں

امام محی السنۃ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ ابلیس از جنس ملائکہ تھا۔ اور شیخ سیوطیؒ کے نزدیک آثار سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جیسے بشر کے
باپ آدمؑ ہیں اسیطرح جن کا باپ ابلیس ہے بدلیل قولہ تعالیٰ۔ کان من الجن الآیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے اسواسطے کہ آیت کریمہ کے تو یہ معنے ہیں
کہ جن میں سے ابلیس تھا تو جس طرح یوں نہیں بولتے کہ بشر میں سے آدم علیہ السلام تھے اسیطرح اگر وہ جن کا باپ ہوتا تو کان ابوالجن کہا جاتا مگر اگر
جن سے صفت شرارت مراد لیجاوے یعنے وہ جنس شریر طبیعت میں سے تھا اور یہ بہت تکلف ہے۔ اور امام محی السنۃ کی مراد یہ ہے کہ جن ایک قسم ملائکہ
میں سے ہے اور اسی قسم میں سے ابلیس تھا پس محتمل یہ ہے کہ اسی قسم کے کل ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہوا ہو یعنے قسم جن کو سجدہ کا حکم ہوا تو سب نے
سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اور بعض علماء محققین کے نزدیک کل ملائکہ کو مع قسم جن کے سجدہ کا حکم ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر
فرمایا ہے فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس الآیہ۔ یعنے ملائکہ کلھم اجمعین نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اور بلاغت عرب میں معلوم ہوا کہ جب
اس طرح کی تاکید لاتے ہیں تو وہاں صریح ظاہر مقصود ہوتا ہے یعنے مجاز و تاویل کو گنجایش نہیں ہوتی ہے تو ثابت ہوا کہ کل ملائکہ مراد ہیں لیکن ملائکہ کا
اطلاق اُن ملائکہ پر ہوتا ہے جو نور سے پیدا ہیں اور قسم جن کی پیدایش آتشی ظہور ہے تو جب اشرف ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو قسم جن بدرجۂ اولیٰ اسمیں
داخل ہوگئے جیسے قولہ تعالیٰ۔ عرضھم علی الملائکۃ۔ کی تفسیر میں معلوم ہوا کہ اہل عقل کے تابع ہوکر بے عقل بدرجۂ اولیٰ داخل ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ
حدیث میں آیا کہ ملائکہ نور سے پیدا ہوے اور جن دھواں ملی ہوئی آگ کی لپٹ سے پیدا ہوئے ہیں بلکہ خود قرآن میں فرمایا۔ وخلق الجان من مارج
من نار الآیہ۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جن ہیں اور قسم ملائکہ نہیں ہیں جواب دیا گیا کہ شاید یہ قسم ملائکہ کا بیان ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن عباسؓ سے
آیندہ روایت آتی ہے جس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے لیکن میرے نزدیک اس تکلف سے روایت مذکور کی تاویل کرنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ آیت
یا حدیث میں ایسی تاویل کیجاوے جو ضعیف بلکہ صحیح نہیں ہے کیونکہ خود ابلیس کا مقولہ منصوص ہے کہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ اور کچھ خلاف نہیں
کہ جن کی پیدایش اسیطرح واقع ہوئی ہے پھر جن اور اس قسم ملائکہ میں کچھ فرق نہ ہوا اور عقائد میں قطعی قرار دیا گیا کہ بحکم قولہ تعالیٰ۔ لایعصون اللہ ما امرھم
ویفعلون مایؤمرون الآیہ۔ و دیگر آیات کثیرہ سے قطعی قرار پایا کہ ملائکہ ایک خلقت نورانی خالص از وساوس شیطانی و اوہام جسمانی ہیں کہ انکے فعل
میں خطا نہیں اور حکم الٰہی میں نافرمانی نہیں ہوتی پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ابلیس از قسم ملائکہ ہو اور ایسی نافرمانی کرے جس سے دائمی ملعون ہوگیا اور بعض نے
جواب دیا کہ شاید فرشتوں کی جو صفت مذکور ہوئی وہ اسوجہ سے ہے کہ اکثر فرشتے اسی صفت پر ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ بیوجہ تخصیص و خلاف عقیدۂ قطعی کے
بلا دلیل باطل ہے پس صحیح یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ کے ساتھ ابلیس کو بھی سجدہ کا حکم ہوا تھا یا ملائکہ و کل جنوں کو سجدہ کا حکم ہوا پھر ملائکہ نے اپنی خصلت
نورانیت کے موافق فرمانبرداری سے سجدہ کیا مگر ابلیس جنی نے نہیں مانا اور جھگڑا کیا رہا یہ کہ ابلیس وہاں کیونکر پہونچ گیا تھا تو شہاب ثاقب کی حکمت
سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انکو آسمانوں سے ممانعت نہیں تھی پھر جب زمین میں خلافت آدم علیہ السلام کی حکمت الٰہی جاری ہوئی اور ابلیس ملعون ہوکر مع ذریات
کے امتحان و ابتلا ٹھہرایا گیا تو وہ آسمانوں سے ممنوع ہو گئے بلکہ سعید بن جبیر تابعیؒ سے روایت ہے کہ یہ لوگ جنت میں کام کیا کرتے تھے واللہ تعالیٰ اعلم
چنانچہ اس مقام پر تفسیر ابن کثیرؒ کی روایات نقل کرتا ہوں لیکن جس طرح میں نے مقدمہ میں توضیح بیان کی ہے اُسکا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جہانتک آیات
و احادیث صحیح میں وارد ہے وہی معتمد ہے اور آثار جو انکے موافق ہوں وہی صحیح ہیں کیونکہ بعض آثار تو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی روایات ہیں
اور بعض کی اسانید ضعیف ہیں پس عقل نورانی سے فہم حاصل کرنا چاہیے شیخ ابن کثیرؒ کی تفسیر میں ہے کہ امام ابن جریر نے اپنی اسناد کے ساتھ بطریق
بشر بن عمارہ عن ابی روق عن الضحاک روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ملائکہ کی ایک قسم جسکو جن کہتے ہیں اسی میں ابلیس تھا اور تمام ملائکہ
میں سے اسی قسم کی پیدایش نار السموم سے ہوئی ہے اور ابلیس کا نام حارث تھا اور وہ جنت کے خازنین میں سے تھا اور باقی سب ملائکہ کی پیدایش نور

خالص سے ہوئی ہے سوائے اُس گروہ جن کے جن مین سے ابلیس ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ قرآن مین جن کی خلقت مارج النار سے مذکور ہے
اور زبانہ آتش کو مارج کہتے ہین اور انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے پھر جاننا چاہیے کہ زمین مین جو پہلے بسے وہ جن ہین اُنہون نے زمین مین فساد و
خونریزیان کین اور بعض نے بعض کو قتل کیا پس اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اُسکے گروہ ملائکہ کے ساتھ کہ اُنکو بھی جن کہتے ہین زمین کی جانب بھیجا جنہون نے
یہان سے جنون کو قتل کرکے پہاڑون وجزیرون مین نکال باہر کیا لیکن ابلیس کو اپنی اس حرکت سے غرور حاصل ہوا کہ جو فعل مجھسے سرزد ہوا وہ
کسی نے نہین کیا ہے لیکن اُسکے اس خیال پر سوائے عالم الغیب عزوجل کے کسی فرشتہ کو آگاہی نہین ہوئی پس اللہ تعالیٰ نے اُسکے ساتھی ملائکہ سے
جنکو جن کہتے ہین ارشاد فرمایا کہ مین زمین مین ایک خلیفہ پیدا کرنیوالا ہون تو ان ملائکہ نے عرض کیا کہ کیا ایسا خلیفہ پیدا کیا جائیگا جو فسق و فساد کرے
جیسے قوم جن نے کیا ہے اور حضور الٰہی عزوجل سے ہم لوگ اُنھین کی بربادی کے لیے مامور ہوئے تھے حالانکہ ہم لوگ تسبیح و تقدیس مین مستقیم
ہین پس اللہ عزوجل نے فرمایا۔ انی اعلم ما لاتعلمون۔ گویا اشارہ سے متنبہ فرمایا کہ مجھے ابلیس کے دل کا تکبر وغرور ظاہر ہے جسکو تم لوگ نہین جانتے ہو
یعنے دعوی تسبیح و تقدیس ٹھیک نہین ہے ابن عباسؓ نے کہا کہ پھر اللہ عزوجل نے خلقت آدمؑ کی خاک لینے کا حکم دیا مترجم کہتا ہے کہ اسکا ذکر فوائد کے
ذیل مین عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے۔ قم پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے قالب کو پاکیزہ طین لازب و حماء مسنون سے بنایا اور اپنے
یدقدرت سے پیدا کیا اور یہ قالب خاکی چالیس دن تک پڑا رہا اور اس درمیان مین ابلیس اس قالب خاکی کے پاس آکر اپنے پانون سے ٹھوکر مارتا
تو اسمین کھنکھناہٹ ہوتی اسیکو صلصال کالفخار فرمایا ہے پھر ابلیس اس قالب کے منھ سے گھستا اور اسفل کی جانب سے نکلتا اور اسفل کیجانب سے
گھستا او منھ کیجانب سے نکلتا تھا اور کہتا کہ تو کچھ چیز نہین ہے اور ناکارہ پیدا ہوا ہے اور اگر مین تجھپر مسلط ہوا تو مین تجھکو تباہ کردونگا اور اگر تو مجھپر سردار بنایا گیا
تو مین ہرگز تیرا کہنا نہین مانونگا پھر جب اللہ عزوجل نے اس قالب مین اپنی روح پھونکی تو یہ سر کے جانب سے شروع ہوئی پس جسقدر اس لطیفہ آلہیہ
اس قالب مین آتا جاتا وہ فوراً گوشت وخون ہوتا جاتا تھا پھر جب نفخ روح ناف تک پہونچا تو آدمؑ نے اپنے جسم کیجانب دیکھا اور آنکو ایک قدرت عجیبہ
نظر آئی تو اُٹھنا چاہا مگر اُٹھ نہ سکے اسیواسطے خلق الانسان عجولا آیا یعنی آدمی پیدائش مین جلد باز ہے۔ پھر جب نفخ روح پورا ہوگیا تو آدمؑ نے
چھینک لی اور بالہام آلہی الحمد للہ رب العالمین کہا پس اللہ عزوجل نے فرمایا یرحمک اللہ یا آدم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانی فرشتون کے سوائے
فقط اُن ملائکہ کو جو ابلیس کے ساتھ تھے آدمؑ کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا پس ان ملائکہ نے کلہم اجمعین سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جسنے انکار
و تکبر کیا کیونکہ اسکے دل مین پہلے سے غرور سمایا ہوا تھا چنانچہ اُسنے اپنا قیاس لگایا اور کہنے لگا مین آدمؑ کے واسطے سجدہ نہین کرونگا کیونکہ مین
اس سے بہتر ہون اور سن مین زیادہ ہون اور خلقت مین بھی قوی و اشرف ہون کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو آگ سے پیدا کیا اور اسکو خاک سے
پیدا کیا حالانکہ خاک سے آگ قوی و بہتر ہے جب ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا تو اللہ تعالےٰ نے اُسکو ابلاس دیا اور ابلاس کے معنے ہر طرح کی بھلائی
سے مایوس کردینا اسی وجہ سے اُسکا نام ابلیس ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے عقوبت مین اُسکو دائمی ملعون کردیا پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سب اسماء
سکھلائے اور وہ یہی اسماء متعارف آدمی جانور خشکی تری پہاڑ سمندر رود دریا جھیل گھوڑا ہاتھی گدھا انواع نباتات و جمادات و حیوانات وغیرہ کے
نام ہین پھر اللہ تعالےٰ نے ان اشیاء کو اسی گروہ ملائکہ پر پیش کیا جو ابلیس کے ساتھ تھے جنکی پیدائش نار السموم سے ہوئی ہے اور حکم دیا کہ ان چیزون
کے نام بتلاؤ اگر تم اس قول مین سچے تھے کہ تمکو معلوم ہے کہ مین زمین مین تمسے بہتر خلیفہ نہین کرونگا پھر جب ان ملائکہ کو معلوم ہوا کہ جو بات چھپی ہوئی تھی
وہ حضرت عالم الغیب خالق عزوجل کے علم مین عیان ہے جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمپر خشمناک ہے تو اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی یعنے تو پاک ہے کہ
سوائے تیرے کوئی علم غیب جانتا ہو اور ہم لوگ اپنے قول سے توبہ کرتے ہین اور ہمکو سوائے اُسکے کچھ علم نہین جو تونے ہمین پیدا کردیا یعنے ہم بناوہ

مانگتے ہین کہ ہمکو کچھ غیب کا دعوی ہو بلکہ علم تیرے ہی عطا کرنے سے ہوتا ہے تو جیسے تو نے آدم علیہ السلام مین علم پیدا کیا اسیطرح جہانتک
ہمکو علم دیا ہے اُسکے سوا ہم کچھ نہین جانتے ہین تب اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان لوگون کو اشیاء کے نامون سے آگاہ کرے
پھر جب آدم علیہ السلام نے اُنکو اسماء اشیاء سے آگاہ کیا تو اللہ تعالے نے فقط انہین ملائکہ کو جنکا نام جن ہے خطاب فرمایا کہ مین نے تمسے
نہین کہا تھا کہ مین ہی آسمانون و زمین کے غیب سے آگاہ ہون کہ سواے میرے کوئی دوسرا نہین جانتا ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے یا جو کچھ تم
چھپاتے ہو اُسکو مین خوب جانتا ہون یعنی پوشیدہ و علانیہ مجھکو خوب معلوم ہے یعنے تنبیہ فرمائی کہ ابلیس نے جو کچھ اپنے دل مین تکبر و غرور چھپایا تھا وہ مجھکو
خوب معلوم تھا - شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اثر غریب ہے اور اسمین بعضی باتین ایسی ہین جنکی صحت مین تامل ہے مترجم کہتا ہے کہ اسناد مین بشر بن
عمارہ و ابو روق دونون ضعیف ہین جیسا کہ مقدمہ مین مذکور ہے اور ضحاک کی روایت ابن عباس سے محققین کے نزدیک مرسل ہے لیکن اسکے بعض
اجزاء کی شہادت تفسیر سدی مین موجود ہے چنانچہ شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ سدی نے ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم
سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے نے مخلوقات مین سے جو کچھ منظور تھا پیدا کر دیا تو عرش پر استوا فرمایا پھر ابلیس کو دنیاوی آسمان پر مقرر فرمایا اور یہ
ابلیس ایسے گروہ ملائکہ مین سے تھا جنکو جن کہتے ہین کیونکہ جنت کے خازن ہونے سے انکا یہ نام ہو گیا ہے اور ابلیس جب انکا سردار ہوا تو اپنے دل مین
کہنے لگا کہ مجھکو نورانی ملائکہ پر فضیلت ہے جب ہی اللہ تعالی نے مجھکو یہ مرتبہ دیا ہے پس جب اُسکے دل مین غرور آیا جو اللہ تعالے پر پوشیدہ نہین ہو سکتا ہے
تو اللہ تعالی نے ملائکہ سے فرمایا کہ مین زمین مین ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہون ملائکہ نے کہا کہ یہ خلیفہ کیا ہوگا تو ارشاد ہوا کہ اُسکی ذریات ہونگی
جو زمین مین فساد کرینگے اور باہمی حسد کرینگے ایک دوسرے کو قتل کرینگے تب ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب کیا زمین مین ایسے لوگ ہونگے جو وہان
فساد و خونریزی پھیلاوین حالانکہ ہم لوگ تیری بارگاہ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہین - اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو کچھ تم نہین جانتے ہو وہ مین
جانتا ہون یعنی ابلیس کی حالت کا اشارہ ہے پھر اللہ تعالی نے جبرئیل علیہ السلام کو زمین مین بھیجا کہ زمین سے خاک لے پس زمین کہنے لگی کہ اے
جبرئیل مین اللہ تعالی کی پناہ لیتی ہون کہ تو مجھے ناقص یا عیب دار کرے یہ سنکر جبرئیل ع لوٹ گئے اور جاکر جناب باری مین عرض کیا کہ اے رب
وہ تیری عزت و جلال مین پناہ لیتی ہے تو مین کیا کرتا ہون پس اللہ تعالی نے میکائیل کو بھیجا اور میکائیل سے بھی زمین نے پناہ مانگی تو وہ بھی
جناب باری تعالی مین لوٹ کر مثل عرض جبرئیل کے عرض کرنے لگا پس اللہ تعالی نے ملک الموت کو بھیجا اور جب زمین نے اُس سے بھی پناہ مانگی
تو اُسنے کہا کہ مین اللہ تعالی کی پناہ لیتا ہون کہ بغیر نافذ حکم الٰہی عزوجل کے واپس جاؤن پس ملک الموت نے کل روے زمین سے ایک
مشت خاک اُٹھائی اور ایک ہی جگہ سے نہین لی تو سرخ و سپید و سیاہ سب طرح کی خاک آئی اسیواسطے آدم علیہ السلام کی اولاد مین مختلف
رنگ ہین پھر بنا کے تر کی گئی حتی کہ چپکتا ہوا گارا ہو گیا جسکو طین لازب کہتے ہین پھر اللہ تعالی نے ملائکہ سے فرمایا کہ مین اس طین سے ایک
جسم خاکی یعنی بشر پیدا کرنے والا ہون پس جب مین اُسکو ٹھیک کرون اور اُسمین اپنی روح سے کچھ پھونکون یعنے اپنی جانب سے روح ڈالون
تو تم اُسکے لیے سجدہ مین گر جانا پھر اللہ تعالی نے اُسکو اپنے ید قدرت سے بنایا تاکہ ابلیس کو تکبر ہو یعنی اللہ تعالی فرماوے کہ تو ایسی چیز سے
تکبر کرتا ہے جسکو اللہ تعالی نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے پھر یہ جسم خاکی چالیس صباح پڑا رہا کہ ملائکہ اُسکی طرف گذرتے اور اُسکو دیکھکر گھبرا
جاتے اور سب سے زیادہ گھبراہٹ ابلیس کو تھی پس ابلیس اُسکو ٹھوکر مارتا جس سے کھنکھناہٹ ہوتی اور منہ کی جانب سے گھسکر اسفل کی جانب نکلا
اور اسفل کی جانب سے گھسکر منہ کی جانب سے نکلا پھر ملائکہ سے کہنے لگا کہ تمکو اس سے کچھ خوف نہ چاہیے کیونکہ اسکا جوف خالی ہے اور اگر مجھکو اسپر مسلط کیا گیا
تو مین اسکو تباہ کر دونگا جیسے جنون کو فساد کرنے مین مجھکو اُنسے قتال کا حکم دیا گیا تھا اگر اُسنے فساد کیا اور مجھے تسلط دیا گیا تو مین اُسکو بھی

تباہ کردونگا) پھر جب روح پھونکنے کا وقت آیا تو اللہ تعالے نے ملائکہ کو تنبیہ فرمائی کہ جب اسمین روح آوے تو تم لوگ سجدہ کیجیو پھر جب آدمؑ کے سر مین روح سمائی تو اُنھون نے چھینک لی پس ملائکہ نے کہا کہ الحمد للہ کہو آدمؑ نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یرحمک ربک یعنے تیرا رب تجھپر رحم فرماوے پھر جب آنکھون تک روح پہونچی تو اُنھون نے جنت کے پھل دیکھے پھر جب جوف تک روح پہونچی تو کھانے کی خواہش کرکے اُٹھ بیٹھے حالانکہ ابھی پیرون تک روح نہین پہونچی تھی اسیواسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی خلق الانسان من عجل الآیۃ - پھر موافق حکم آلہی عزوجل سب ملائکہ نے سجدہ کیا سواے ابلیس کے کہ اُسنے تکبر کیا اور سجدہ نہین کیا پس اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ جب مین نے تجھے ایسی چیز کے سجدہ کا حکم دیا جسکو مین نے اپنے ید قدرت سے پیدا کیا ہی تو تو نے سجدہ سے کیون انکار کیا ابلیس نے عرض کیا کہ تو نے مجھے اس لائق نہین بنایا ہی کہ خاکی کے واسطے سجدہ کرون حالانکہ مین اُس سے بہتر ہون کہ تو نے مجھکو آگ سے پیدا کیا ہی پس قہر آلہی پہونچا کہ تو یہان سے نکل تجھکو یہان تکبر کرنے کی مجال نہین ہی پس تو یہان سے ذلیل و خوار ہو کر نکل پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کل اسماء سکھلاے پھر ملائکہ پر مخلوق کو پیش کر کے فرمایا کہ تم لوگ انکے نام بتلاؤ اگر تم سچے ہو ملائکہ نے عرض کیا - سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم - پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ارشاد فرمایا کہ ملائکہ کو انکے نام بتلادے پھر ملائکہ سے فرمایا کہ مین نے نہین کہا تھا کہ مین ہی آسمانون و زمین کے غیب کو خوب جانتا ہون اور جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ چھپاتے ہو اُسکو بھی خوب جانتا ہون پس ظاہر تو یہی قول تھا کہ زمین مین ایسے شخص کو خلیفہ کیا جائیگا جو اُسمین فساد و خونریزی کرے اور پوشیدہ وہ تکبر تھا جو ابلیس نے اپنے دل مین چھپایا تھا - امام ابن کثیرؒ نے بعد اس روایت کے بیان کیا کہ سدیؒ کی یہ تفسیر اس اسناد کے ساتھ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب منسوب ہی اور اسمین بہت سے اسرائیلی اقوال واقع ہوجاتے ہین پس شاید سدیؒ وغیرہ نے اسمین ایسے اقوال درج کر دیے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا کلام نہین ہی یا بعض صحابہ نے ان اقوال کو کتب متقدمہ سے لے لیا ہو یعنے جیسے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو فتح یرموک مین پھر انہون کی کتابون کا ایک ذخیرہ مل گیا تھا اور بسا اوقات اُن کتابون کے اقوال لیکر بیان کر دیتے تھے - اور واضح ہو کہ حاکم نے مستدرک مین اسی اسناد سے بہت سی باتین روایت کر کے کہا کہ یہ اسناد بشرط بخاری ہی - شیخ نے کہا کہ حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے واسطے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا اور اُس حکم مین ابلیس بھی اُنکے ساتھ داخل ہو گیا اگرچہ وہ بحسب ذات اُنمین سے نہین تھا لیکن ظاہری عبادت کے افعال اختیار کر لینے سے اُنکے مشابہ تھا اور قولہ تعالیٰ وکان من الجن ففسق عن امر ربہ الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کی تحقیق بیان کرونگا - پھر شیخ نے محمد بن اسحٰق و ابن ابی حاتم و سنید وغیرہ کی کتابون سے طاؤس و مجاہد و سعید بن جبیر و ضحاک و صالح کی روایات ابن عباسؓ سے اور قتادہ کی روایت سعید بن المسیبؒ سے ذکر کی جسکا حاصل یہ ہی کہ ابلیس ایک قبیلہ ملائکہ مین سے تھا جنکو جن کہتے ہین اور عزازیل اُسکا نام تھا پھر وہ ابلیس ہو گیا پھر امام ابن جریر کی روایت باسناد صحیح حضرت حسن بصری سے بیان کی کہ ابلیس ایک دم کبھی ملائکہ مین سے نہین تھا بلکہ وہ اصل الجن ہی جیسے کہ آدم اصل الانس ہی اور لکھا کہ یہی عبد الرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہی - پھر شہر بن حوشب وغیرہ بعض تابعین کے اقوال نقل کیے جنکا حاصل یہ ہی کہ جب بحکم آلہی عزوجل ملائکہ نے زمین سے جنون کو مار کر نکالا تو ابلیس گرفتار ہوا اور اُسوقت صغیر تھا تو تعلیم کے واسطے ملائکہ مین رہا - شیخ نے لکھا کہ محمد بن کعب القرظی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش ابلیس کو کفر و ضلالت پر رکھا تھا اگرچہ اُسنے درمیان مین اعمال ملائکہ اختیار کیے پھر انجام کو اپنی خلقت پر چلا گیا - قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا تو اللہ تعالے کے واسطے طاعت ہی اور آدم علیہ السلام کے واسطے اکرام و شرافت ہی پھر شیخؒ نے لکھا کہ بعض علما کے نزدیک یہ سجدہ تعظیمی تھا اور یہ ملل سابقہ مین جائز تھا جیسے قصہ یوسف علیہ السلام مین ہی - اور معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین شام مین آیا تو مین نے نصرانیون کو دیکھا کہ اپنے اساقفہ و علماء کے لیے سجدہ کرتے ہین تو مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ بالفعل اسکے سزاوار ہین

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اور اگر میں کسی شخص کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کے واسطے حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کی عظمت حق
کی وجہ سے اُسکو سجدہ کرے - ھ - امام رازی نے اسکو ترجیح دی اور یہی ظاہر و اقوی ہے - قتادہ نے فرمایا کہ ابلیس مردود نے آدم علیہ السلام پر
حسد کیا جب اُسنے دیکھا کہ اللہ تعالی نے آدم کو یہ کرامت عطا فرمائی ہے پس اُسنے تکبر سے سجدہ نکیا شیخ نے لکھا کہ حدیث میں آیا کہ وہ شخص جنت میں
نہیں جائیگا جسکے دل میں دانہ رائی برابر تکبر ہو (الصحیح) اور ابلیس کے دل میں تکبر و کفر و عناد اسقدر تھا کہ جسکی سزا دائمی لعنت ہے حتی کہ قولہ تعالی
وکان من الکافرین - کی تفسیر میں علماء نے کہا کہ وہ علم الٰہی میں کافر تھا - اور قرطبی نے اسی تفسیر کو ترجیح دی - (مسئلہ) جو شخص پیغمبر نہو
اگر اُس سے خوارق عادت ظاہر ہوں تو کیا یہ کرامت ہیں اور اُسکے ولی ہونے کی دلیل ہیں جواب یہ ہے کہ قرطبی نے کہا کہ بعضے صوفیہ کہتے ہیں
کہ یہ اُسکی ولایت و کرامت کی دلیل ہیں اور جمہور علماء و مشائخ صوفیہ کے نزدیک ولی ہونے کی دلیل نہیں ہیں - شیخ نے لکھا کہ خرق عادت
کبھی غیر ولی سے بلکہ فاجر و کافر سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ بعض علماء نے استدلال کیا کہ ابن صیاد کو پانی پر تخت ابلیس نظر آتا تھا اور ایک مرتبہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں دخان کو جو آثار قیامت سے ہے اخفا کیا تو اُسنے کہا کہ دُخ ہے اور جب وہ غصہ میں آتا تو اسقدر
پھول جاتا تھا کہ تمام راستہ گھیر لیتا تھا چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اُسکی باتوں پر غصہ ہوکر اُسکو مارا تو وہ اسیطرح پھول گیا
اسیطرح مسیلمہ کذاب و دجال کے خرق عادات مشہور ہیں - اور یونس بن عبد الاعلی نے امام شافعی سے کہا کہ لیث بن سعد فرماتے تھے
کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ پانی پر چلتا اور ہوا میں اُڑتا ہے تو اُس سے دھوکا مت کھاؤ جب تک اُسکی حالت کو قرآن و حدیث پر پیش
نکرو پس شافعی نے اُنکی تصدیق کی - مترجم کہتا ہے کہ اسی پر اکابر ائمہ مشائخ و علما متفق ہیں اور سبکے نزدیک وہی ولی ہے جو شریعت سنت مقدسہ پر
قائم ہو (مسئلہ) بیضاوی نے لکھا کہ سلف سے آجتک اہل عقل و دین کے درمیان وجود ملائکہ میں کچھ خلاف نہیں ہے ہاں اس بات
میں کلام ہے کہ اُنکی حقیقت کیا ہے چنانچہ فلاسفہ یونان گمان کرتے ہیں کہ وہ جواہر مجردہ ہیں کہ نفوس ناطقہ سے حقیقت میں مختلف ہیں اور ائمہ
اسلام کے نزدیک وہ نورانی ہیں جو بحکم الٰہی مختلف صورتوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ کو ماننا اور جاننا کہ وہ لوگ حکم
الٰہی میں نافرمانی و خطا نہیں کر سکتے ہیں قطعی اعتقاد ہے کہ اس سے انکار کفر ہے اور ہمارے زمانہ میں بعض ملاحدہ نے شیخ محی الدین
ابن عربی کے قول فصوص الحکم سے استدلال کیا کہ شیخ نے قوای مفیضہ و مدرکہ کو ملائکہ کہا ہے لہذا ملائکہ کوئی چیز نہیں ہیں سوا ان قوتوں
کے - مترجم کہتا ہے کہ یہ اُسنے شیخ کی عبارت سمجھنے میں غلطی کی اور دروغ افترا باندھا اور کلام شیخ کے صحیح معنے و صریح تحقیق یہ ہے کہ شیخ نے آدمی کو
عالم صغیر بیان کیا اور اُسکی تطبیق میں لکھا کہ اللہ تعالے نے جو تمام عالم پیدا کیا اُسکو مجموعہ تصور کرکے ایک شخص قرار دو پس جیسے
اس عالم شخص میں ملائکہ نورانی تدبیر امور الٰہی کرتے ہیں مثلاً انبیاء علیہم السلام کے پاس فیض وحی لاتے ہیں اسیطرح شخص انسانی میں
اُسکے قوائے مدرکہ ہیں جو واسطہ ہوکر فیض کو عقل تک پہونچاتے ہیں پس یہ تشبیہ طریق مجاز ہے یعنی جیسے انبیاء علیہم السلام کو فیض وحی
بواسطہ ملائکہ پہونچتا ہے اسیطرح نفس انسانی کو فیض وصول ہونے میں یہ قوی واسطہ ہیں پس وجود ملائکہ قطعی ہے اور دنیا میں تمام اہل عقل
و دین اسپر متفق ہیں اور قرآن و حدیث میں اور سلف و خلف سے متواتر ہے پس جو چیز عقلاً و نقلاً متواتر ہو اُسکا انکار کفر و حماقت ہے
(تنبیہ) اگر وہم ہو کہ خلیفہ کرنیکی ضرورت تو غائب یا عاجز یا میت کو ہوتی ہے تاکہ نائب اُسکی جگہ کام کرے اور اللہ تعالے لم یزل
ولا یزال الحی القیوم ہر نقص و عیب سے پاک عالم الغیب والشہادہ ہے پھر یہاں خلافت کے کیا معنے ہیں جواب یہ ہے کہ تمنے ایسا خلیفہ و نائب کا
حال بیان کیا جسکو خلیفہ کرنے والا اپنے فائدہ کے واسطے مقرر کرتا ہے اور اللہ تعالی الغنی الحمید ہے تو اُسکے افعال کسی اپنے فائدہ کے واسطے نہیں ہو سکتے

کیونکہ جو شخص اپنے فائدہ کا حاجتمند ہو وہ محتاج ہے اور شان الوہیت اس سے پاک ہے۔ تعالی اللہ علوا کبیرا۔ بلکہ یہاں خلافت بفائدہ مخلوق ہے کیونکہ انبیا علیہم السلام کو اللہ تعالی نے خلقت ازلی میں قلب منزہ و قابل پیدا فرمایا اور اُنکا عہد و میثاق بھی بطرز خاص ہے تاکہ بواسطہ ملائکہ کے قابلیت فطرت کے ساتھ وحی الٰہی قبول کریں تاکہ مخلوقات کو پیغام الٰہی پہونچاویں اور چونکہ جنس بشری ہیں لہذا آدمیوں کو اُنسے کامل فیض حاصل ہو سکتا ہے جو فرشتہ سے غیر ممکن ہے کما قال تعالی۔ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ ۔ یعنے اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اُسکو بھی بشکل آدمی بناتے۔ ھ۔ اور عیاناً کسی مخلوق کو تاب نہیں ہے کہ بالمشافہہ کلام کرے کیونکہ یہ جسم کسیطرح اسکو متحمل نہیں ہوتا ہے لہذا فرمایا۔ ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب۔ یعنی کسی بشر کو یہ تحمل نہیں ہے کہ اللہ تعالی اُس سے کسیطرح کلام فرماوے سوائے اسکے وحی یا پس پردہ۔ ھ۔ اور صحیح ابو موسیٰ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ میں پانچ باتیں فرمائیں کہ اللہ تعالی خواب نہیں فرماتا اور نہ اُسکی یہ شان ہے اور بندوں کے رزق گھٹاتا بڑھاتا ہے اور دن کے اعمال قبل رات کے اُسکی جانب چڑھائے جاتے ہیں اور رات کے اعمال قبل دن کے چڑھائے جاتے ہیں اور حق عز و جل کا پردہ نور ہے اگر اُسکو اُٹھاوے تو وجہ ذوالجلال کے انوار جہانتک نظر پہونچے جلا دیں (صحیح مسلم وغیرہ) امام بیہقی نے کہا کہ یہ پردہ نور فقط مخلوق کی آنکھوں پر ڈالا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام بیہقی کے اشارہ سے ظاہر ہوا کہ یہ حال بندگان اہل کمال کا ہے ورنہ کافروں و مشرکوں کی نظروں پر تو سیاہ تاریک پردے ہیں چنانچہ قولہ تعالی او کظلمات فی بحر لجی الآیات کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالی بیان آویگا۔ اور کلام بیہقی کے معنی یہ ہیں کہ اہل کمال کی نظروں پر اللہ عز و جل کے حجاب نورانی رکھے ہیں تاکہ فنا ہونے سے بچ جاویں اور اسی قول پر اکابر اولیاء رحمہم اللہ متفق ہیں چنانچہ قولہ تعالی۔ اللہ نور السموات والارض الآیۃ۔ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالی آویگا۔ شیخ علاء سمنانی رح نے کہا ہے قرب اُسکا وصال کہتے ہیں۔ وصال اُسکا محال کہتے ہیں (مسئلہ) ملائکہ افضل ہیں یا بشر افضل ہیں اسکے جواب میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اور محققین اہل سنت کے نزدیک انبیاء و اولیاء کو ملائکہ پر فضیلت ہے اسیواسطے ملائکہ سے تعظیمی سجدہ لیا گیا اور حامل علوم نبوت و باب مدینہ حکمت حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے کلام حکمت میں ہے کہ ملائکہ عین عقل و بہائم محض شہوت ہیں اور آدمی دونوں سے مرکب ہیں پس اگر تابع عقل ہو کر شہوت کو زیر کیا تو فرشتہ کے درجہ پر ملائکہ سے افضل ہے کیونکہ ملائکہ کو کوئی امر مانع نہ تھا اسیواسطے اگر کوئی شخص خنثی ہو تو اُسکی یہ تعریف نہیں ہو سکتی کہ یہ شخص پاکدامن ہے بلکہ باوجود مردی کے اگر پاکدامن رہے تو اُسکی تعریف کیجاتی ہے اور اگر آدمی نے شہوت کے تابع ہو کر عقل کو خوار کیا تو وہ بہائم سے بدتر ہے کیونکہ بہائم بےعقلی سے معذور ہیں اسیواسطے اگر ایک اندھا اور ایک آنکھوں والا کنوئیں میں گریں تو اندھے کو چھوڑ کر آنکھوں والے پر ملامت کیجائیگی اسیواسطے اللہ تعالی نے مشرکوں کو فرمایا۔ اولئک کالانعام بل ھم اضل۔ یعنے یہ لوگ جانوروں کے مثل بلکہ اُنسے بدتر گمراہ ہیں اور یہ بات بوجوہ متعددہ صحیح ہے ازانجملہ یہ بہائم اپنے لائق اپنے رب عز و جل کی تسبیح کرتے اور کسیکو اپنا معبود نہیں بناتے ہیں بخلاف مشرک کے کہ وہ بےحیت کمینہ اپنے آپ کو کسی مخلوق کا بندہ بناتا ہے بلکہ یعنے مشرکوں کو دیکھو کہ وہ گائے و سانپ کو بلکہ نباتات میں سے پیپل وغیرہ کو بلکہ جمادات میں سے پتھر وغیرہ کو پوجتے ہیں اور یہ امر قطعی معلوم ہے کہ پوجنے والا اجنبی معبود کا بندہ ہوا تو اُس سے بدرجہا بدتر ہوگا پس مشرک و کافر سب قسم کی مخلوقات حیوانات و نباتات و جمادات وغیرہ سے بدرجہا بدتر ہے اگر وہم ہو کہ پھر نیچریہ و دہریہ جو کسیکو معبود نہیں بناتے ہیں اسمیں داخل نہونگے جواب یہ کہ نہیں بلکہ یہ لوگ ہر قسم کے مشرکوں میں شامل ہیں کیونکہ اُنھوں نے اپنی شہوت نفس کو معبود بنایا کما قال تعالی۔ افرأیت من اتخذ الٰہہ ھواہ الآیۃ۔ یعنے بھلا ایسے شخص کو تو نے دیکھا جسنے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنایا پھر اسکی

[illegible]

شہوت نفس جن خوار چیزون کی جانب جاتی ہے جیسے سور وغیرہ کا گوشت تو یہ لوگ اس سے بدرجہا بدتر ہین۔ پھر واضح ہو کہ عوام بشر سے ملائکہ افضل ہین اور ظاہر خواص بشر مین کل اہل ایمان داخل ہین جنکا مقام دار السلام جنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فائدہ) آدم کا لفظ ادیم الارض سے لیا گیا کیونکہ روے زمین کی خاک سے پیدائش ہے چنانچہ حدیث ابو موسیٰؓ مین آیا کہ آدم علیہ السلام کو ایک مشت خاک سے پیدا فرمایا جسکو تمام زمین سے مقبوض کیا لہذا اولاد آدم باندازہ زمین حاصل ہوے (یعنی صورت و سیرت مین مختلف ہین) بعضے سرخ و بعضے سپید و بعضے سیاہ و بعضے بیچ بیچ مین ہین اور بعضے نرم طبیعت و بعضے سخت طینت اور بعضے پاک سرشت و بعضے ناپاک ہین۔ (احمد ابو داؤد و ترمذی) اور حدیث حاکم مین ثابت ہوا کہ یہ مٹی مختلف پانیون سے گوندھی گئی تھی۔ اور حدیث مرفوع مین ہے کہ آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ اور عرض سات ہاتھ تھا اور بعض حدیث مین ہے کہ آدم علیہ السلام ایسے پیغمبر تھے جنسے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ (صحیح مسلم) مترجم کہتا ہے کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور یہانسے تجھکو ایک تنبیہ حاصل ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ کسی نے اجبار سے استنباط کرکے نکالا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دیدار و کلام کو حضرت موسیٰ و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین تقسیم کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار عطا فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور یہ استنباط ایام حج مین مقام منیٰ مین حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا تھا چنانچہ صحیح ترمذی وغیرہ مین موجود ہے لیکن تجھے ابھی معلوم ہو چکا کہ کلام مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت نہین ہے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی کلام فرمایا بلکہ محققین علماء کے نزدیک معراج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی بلاواسطہ تھی پس معراج وغیرہ کی خصوصیات فقط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطے البتہ خاص ہین اور دیگر فضائل مین شرکت ہے ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء پس ہمارے شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو بعض رسائل مین لکھا کہ انبیاء علیہم السلام کو جو فضائل جدا جدا دیے گئے وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جمع کیے گئے۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ وہ فضائل جمع ہونے کے ساتھ دیگر فضائل خاص کیے گئے ہین چنانچہ حدیث مین چھ امور کی فضیلت منصوص ہے عطاے جوامع الکلم یک ماہہ راہ تک نصرت برعب زمین کا مسجد و طہور ہونا حلت مغانم و عطاء شفاعت و بعثت عامہ (کما فی الصحیحین وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ ان چھ باتون کی فضیلت آپ مین بلحاظ تعلق نبوت کے بیان فرمائی ہے کیونکہ عطاے معراج و معجزہ وحی قرآنی و سید اولاد آدم ہونا اور اول حشر قیامت و اول دخول جنت و سب سے اعلیٰ مقام جنت جسکا نام وسیلہ ہے و دیگر بکثرت فضائل خاصہ صحیح ہین والحمد للہ رب العالمین۔ فـ مفسرین نے لکھا کہ ملائکہ نے حکمت خلافت کے سوال مین جلدی کی تو جواب مین تعریض نکلتی ہے کہ جب تم نے اللہ تعالیٰ کو علیم حکیم جانا تھا جس سے لازم ہے کہ اسکا کوئی کام خالی از حکمت کاملہ نہ ہو تو تمکو سوال مین جلدی نہ چاہیے تھی بلکہ غور کرنا چاہیے تھا اور یہان چند علوم دیگر حاصل ہوتے ہین اول آنکہ انسان اشرف ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جسکو مین نے اپنے ید قدرت سے پیدا کیا اُسپر ایسی مخلوق کو فضیلت نہ دونگا جسکو مین نے کن سے پیدا کیا۔ (مشکوٰة) اگر کہا جاوے کہ کفار بھی آدمی ہین تو کیا یہ بھی ملائکہ سے افضل ہین علماء نے جواب دیا کہ انسان فی الجملہ افضل ہے اگرچہ کلیہ نہو۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر شرف دیا اور آدم علیہ السلام ہی اس حدیث کا موقع و مورد ہین پس جو شخص ابن آدم ہے وہ اس شرافت مین داخل ہوا اور یہ فقط انبیاء و اولیاء و مومنین ہین کیونکہ یہ شرافت بحسب جسم خاکی نہین ہے بلکہ بحسب علم معرفت ہے اور مومنین بھی سب کے سب اپنے رب عز و جل کو پہچانتے ہین رہے کفار و مشرکین تو وہ اعداء اللہ ہین اور آدم علیہ السلام سے انکا دائمی انقطاع ہو کر ابلیس لعین سے لاحق کیا گیا پس آدم علیہ السلام ہمیشہ ابد الآباد مع صالحین اولاد کے جنت مین ہونگے جو کبھی جہنم مین نہین جاوینگے اور کفار و مشرکین ابد الآباد جہنم مین ابلیس کے ساتھ رہینگے جو کبھی جنت نہین دیکھنے پاوینگے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بیٹے کو کیونکر باپ سے منقطع کیا اور فرمایا کہ۔ یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح ۔

یعنی اے نوح وہ تیرے گھر والون مین سے ہرگز نہین ہے اُسکے کام ناکارہ ہین ۔ ھ ۔ پس کفر کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام سے نسب منقطع کردیا حالانکہ وہ نسبی بیٹا تھا تو معلوم ہوا کہ آدمی وہی ہے جو آدم علیہ السلام کے ساتھ قائم رہا اسطرح کہ ایمان لایا پس اُسکو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہے اور جو منقطع ہوکر کافرون کے ساتھ ملحق ہوا وہ شیاطین الانس مین داخل و مردود ہے تو وہ اس آیت یا حدیث مین شامل ہی نہین ہے ہذا ما الہم المترجم واللہ تعالیٰ اعلم والحمد للہ رب العالمین ۔ علم دوم یہ کہ ان آیات سے نکلتا ہے کہ علم کو عبادت پر شرف ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین آیا کہ عالم کی فضیلت عابد پر اسقدر زائد ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت آپ کی امت پر ہے (کما فی الصحاح) اور اس بارہ مین آیات واحادیث بکثرت ہین ۔ علم سوم یہ کہ خلیفہ جس کام مین نائب ہو اُسمین دیگر اوصاف سے علم اعلیٰ ہے مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہے کہ خلافت نبوت مین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو علم معرفت سب سے زائد تھا اسیواسطے مرتدین عرب پر جہاد کرنے مین صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا آمادہ ہوئے اور باقی جمیع صحابہ متزلزل تھے بدین خیال کہ آنحضرت صلعم نے انکی ہدایت مین زمانہ دراز صرف کیا تھا حالانکہ آخر مین سب صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صواب راے کا شکریہ ادا کیا چنانچہ ایک جماعت کثیر صحابہ سے اسکی شہادت صریح موجود ہے اور عجب حکمت الٰہی عزوجل ہے کہ قلیل جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو تمام عرب مرتدین پر عجیب فتح و نصرت عطا کی تاکہ یہی اہل حق کے واسطے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حقیقت خلافت پر دلیل ہو جیسے آیت قرآن مین جو وعدہ دیا تھا کہ عنقریب ہم تمکو زمین مین خلیفہ کرینگے وہ بھی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت مین پورا ہوا اور نہایت سرعت کے ساتھ سات ہی برس مین عرب و شام و روم و فارس و کابل و کچھ ہندوستان و بخارا و مصر و حبش و بربر و اسپین تک مسلمانون کے واسطے فتح کیا اگرچہ تھوڑا حصہ بعد سات برس کے فتح ہوا ہے مگر صدق خلافت کی یہ صریح دلیل ہے اور توریت و انجیل کتب سابقہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن ہجرت بمقام طیبہ یعنی مدینہ منورہ ہے اور آپکا مقام سلطنت شام مذکور ہے علم چہارم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اسما تعلیم فرمائے پس علم پیدا کرنیوالا اللہ تعالیٰ عزوجل ہی ہے لیکن اسکو معلم کہنا اسواسطے جائز نہین ہے کہ یہ لفظ مکتب کے معلمون پر معروف ہوگیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ بحکم قولہ تعالیٰ یعلمہم الکتاب والحکمۃ ۔ اور بحکم حدیث کہ بعثت معلما ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی معلم ہین لیکن اسی وجہ مذکورہ سے آپ پر بھی بے ضرورت یہ لفظ بولنا جائز نہین ہے ۔ علم پنجم یہ کہ اسماء اشیاء تو مختلف زبانون مین ہین پس ہر زبان مین تعلیم ہوئی جس سے ظاہر ہوا کہ یہ زبانین کسی کی اصطلاح نہین ہین بلکہ اللہ تعالیٰ کے واقف کرنے سے آدم علیہ السلام کی ذریات مین جاری ہوئین مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط لطیف دقیق ہے اور اس سے حکمت بالغہ الٰہی عزوجل کے متعلق بہت سے علوم نکلتے ہین جنکا بیان طویل اہل ایمان کے نور معرفت پر حوالہ کیا گیا ۔ علم ششم یہ کہ ۔ انک انت العلیم الحکیم ۔ سے معلوم ہوا کہ علم و حکمت دو صفت ہین مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالیٰ یعلمہم الکتاب والحکمۃ الآیہ ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا ۔ علم ہفتم یہ کہ ملائکہ کے علوم بڑھ سکتے ہین بہنادی نے کہا کہ فلاسفہ بھی ارضی و سماوی ملائکہ مین یہ بات جائز کہتے ہین لیکن جن ملائکہ کا نام اُنھون نے عقول عشرہ رکھا ہے اُنہین انکار کرتے ہین مترجم کہتا ہے کہ عارف خوب جانتا ہے کہ ان فلاسفہ نے ہزارون برس ضائع کیے اور اپنے زمانہ کے انبیاء سے گریز کیا مگر باوجود اس کوشش کے ہم ہنوز [illegible] کی راہ مین ایک قدم بھی نہین چلے اگرچہ عوام کی سمجھ مین یہ مقام دشوار ہے لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہی حق ہے پس اگر کچھ ہمت ہے تو راہ [illegible] مستقیم ہو واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ علم ہشتم یہ کہ آدم علیہ السلام نے ملائکہ کو اسماء اشیاء و تمام لغات تعلیم فرمائین تو اُستاد حق افضل ہے کیونکہ وہ علم مین زائد ہے و قد قال تعالیٰ ۔ ہل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون ۔ یعنی وہ لوگ جو علم الٰہی جانتے ہین اور وہ لوگ جو نہین جانتے ہین بھلا کہین دونون برابر ہوسکتے ہین ۔ علم نہم یہ کہ ان آیات سے قطعًا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کل اشیاء و جزئیات کا اُنکے حادث ہونے سے پہلے ہر طرح اُنکی

ذات وصفات وافعال وناموں سے جانتا ہے حالانکہ جسوقت آدم علیہ السلام کو اُنکے اسماء ذات وصفات وافعال وغیرہ سکھلائے یہ کل چیزیں
موجود نہیں تھیں علم دہم یہ کہ قطعاً معلوم ہوا کہ علم آلٰہی ہر ایک جزئیات پر حاوی ہے اور اُسکو مفصل ومشخص بروجہ کمال جانتا ہے لہذا جو فلسفی فرقہ
علم جزئیات سے منکر ہے وہ کافر ہے وقد قال تعالیٰ - ولا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السمٰوٰت ولا فی الارض - یعنے کوئی چیز ذرہ برابر بھی کہیں
آسمان یا زمین میں ہو اللہ تعالیٰ سے کسیطرح چھپی نہیں ہے علم یازدہم یہ کہ تکبر قبیح ہے اور تکبر اُسکو کہتے ہیں کہ اپنے آپکو اپنے ذاتی استحقاق سے
دوسرے سے بڑھکر جانے اور دوسرے کو حقیر جانے یہ تکبر والے کا اعتقاد ہے چنانچہ اگر خود مثلاً علم وغیرہ میں افضل ہو تو اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے
اور دوسرے کو حقیر نجانے علم دوازدہم یہ کہ تکبر کافر کر دیتا ہے اور اسی کم نصیب کو وہ ابتداءً جنت میں نجاویگا چنانچہ حدیث قدسی میں ہے کہ جسنے کبریا
وعظمت میں مجھسے جھگڑا کیا اسکو دوزخ میں داخل کرونگا - (الصحیح) اور حدیث میں ہے کہ جسکے دل میں رائی کے ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہوگا
(الصحیح) یعنے ابتداءً جنت میں داخل نہوگا - اور علم سیزدہم یہ کہ حکم الٰہی بجالانے پر جلدی کرے اور چہاردہم یہ کہ احکام الٰہی جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں انمیں
قیاس نہ دوڑاوے اور غوض نکرے کیونکہ جو حکمت انمیں رکھی ہے وہ معلوم ہونا محال ہے کیونکہ یہ تو وہی جانے جو اسقدر حکمت والا ہو اور وہ کوئی
نہیں سواے اللہ عزوجل کے سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون - اور پانزدہم یہ کہ اپنے حال پر ہمیشہ خائف رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ مجھکو اپنی
صراط مستقیم پر ثابت فرما کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے کیا صحابہ کو نہیں دیکھتے کہ انکا ابتدائی حال کیا تھا پھر آخر کو بعد انبیاء کے سب سے افضل مرتبہ کہ انکے بعد کے
تابعین وتبع تابعین وغوث وقطب وغیرہ کوئی انکے مرتبہ کو ہرگز نہیں پہونچ سکتا جیسا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت اور عقائد میں مصرح ہے اور نیز حدیث صحیح
میں ہے کہ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہیں جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے لہذا حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات دعا فرماتے کہ الٰہی میرے دل کو
اپنے دین پر ثابت فرمائیو (الصحیح) ف شیخ عرائس نے بعض اشارات میں لکھا کہ قولہ تعالیٰ انی جاعل فی الارض خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کی
پیدایش میں منجملہ اسرار کے تکمیل ملائک ہے تاکہ ملائکہ کی طاعت بدرجہ کمال معرفت پہونچے اسیواسطے آدم علیہ السلام کو علم لدنی عطا فرمایا اور ملائکہ کو
تعلیم اسماء کا حکم دیا - مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ محض مظاہر رحمت ہیں اگرچہ انواع رحمت میں سے بھی صرف طاعت لطیف پاکیزہ ہے کیونکہ رحمۃ للعالمین
صفت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے ظہور غضبی کی جانب ابلیس کا سلسلہ ہے پس جمیع اسماء وصفات کی قابلیت خلقی ضرور ہے اور وہ حضرت
آدم علیہ السلام میں پیدا فرمائی لہذا علم لدنی کی قابلیت انھیں میں تھی اور ملائکہ کی تعلیم جامع جمال وجلال نہیں ہے کیونکہ بعض قابلیت جیسے صفات
غضبی کی معرفت ہو ملائکہ میں موجود نہیں ہے اسیواسطے ملائکہ کے لیے لذات جسمانیہ یا غذا یا ادراکات نہیں ہوتا پس یہ وجہ تھی کہ آدم علیہ السلام کو
علم لدنی اسماء وصفات عطا ہو کر ملائکہ کی تعلیم کے لیے ارشاد ہوا واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے لکھا کہ پیدایش خلیفہ کے وقت ملائکہ کو خبر دینا ایک
لطافت ہے جس سے ظاہر ہوا کہ ملائکہ اپنی قابلیت تسبیح وتقدیس میں لطیفہ محبت نہیں رکھتے ہیں بلکہ محض عبادت ہے - مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے
علماء میں کلام ہے کہ ملائکہ کے واسطے دیدار باری عزوجل ہے یا نہیں ہے شیخ نے لکھا کہ ملائک کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھیں - مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ
خواہش ہو تو نتیجہ محبت نہیں بلکہ محض عبادت ہے شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ملائکہ کا خالق ہے اپنی مخلوق سے آگاہ ہے کہ انکو یہ قابلیت نہیں لہذا آدم
کو پیدا کر دیا کہ اسکو دیکھکر سجدہ کر لو - مترجم کہتا ہے گویا عبادت کے واسطے معبود کو دیکھنا چاہتے تھے - شیخ نے لکھا کہ اسکی وجہ یہ تھی کہ
اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ید قدس سے پیدا کیا اور صورت قدس پر بنایا اور آثار روح اسمیں ودیعت رکھا کہ جسکا اسمیں اپنے
[illegible] ظاہر ہو - مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ پس شیخ نے [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو صورت قدس پر پیدا کیا - اور اسکی توجیہ [illegible]

تنزیہ ذات ہی اور صورت وشکل وہان محال ہے لیکن تجلیات مین صورت ممکن بلکہ واقع ہے شیخ محمد طاہرؒ نے مجمع البحار مین اسکو مفصل بیان کیا ہے
اور احادیث قیامت مین بکثرت اس تجلی صوری کا ذکر ہوا ہے پس یہ صورت صرف تجلی صوری ہے چنانچہ حدیث مین آیا اتانی ربی فی احسن صورۃ
یعنی مین نے اپنے رب کو نہایت خوب صورت مین دیکھا یہ حدیث طویل آخر تک جامع ترمذی مین موجود ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ترمذی نے
اسکو حدیث حسن صحیح کہا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے ثبوت مین کچھ شک نہین ہے چنانچہ ابن الجوزی نے علل تناہیہ مین اسکو حدیث ابن عباس و معاذ
بن جبل و عبد الرحمن بن عائش وغیرہم رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا اور غالبًا کل اسانید مین کلام کر دیا ہے لیکن بعد مسند احمد سے نقل کر کے اقرار کیا کہ
اسکی اسناد حسن ہے۔ پس یہ تجلی صوری ہے اسیواسطے شیخ نے کہا کہ جب ملائکہ حضرت آدم علیہ السلام پر نظر کرینگے تو آئینہ روح سے انکو تجلی صوری نظر
آویگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ منجملہ اسرار حکمت کے شاہد محبت ہے کہ ایک خلق کو اپنے ید قدس سے پیدا فرماکر اسکو لباس صفات سے مخلع کیا پس
اپنی صفات ہی سے بوجہ اپنی صفات کے محبوب فرمایا پھر نقاب قدس کو چہرۂ آدم سے اُٹھاکر تمام عالم کو منور فرمایا تب ملائکہ کو اپنی جہالت پر ندامت
ہوئی کہ ہمنے اسکو اپنی قیاس سے خونریز و مفسد کیون کہا تھا لیکن جاننا چاہیے کہ ملائکہ کا مقولہ از راہ تعجب یا استعلام تھا اور آدم علیہ السلام کا
ظہور از راہ احوال تھا۔ تو لامحالہ اہل عبادت اس حسن اصطفائیت سے غافل رہے اور چونکہ انھون نے بےمحل سوال کیا اسواسطے
محتاج ہوئے کہ علم اسماء و صفات کو آدم علیہ السلام سے حاصل کر کے مرتبہ عالی (کہ سجدہ کرنا ہے) ادب مقام حاصل کرین۔ بعض نے سجدہ کا نکتہ یون بیان کیا کہ
ملائکہ نے اپنی عبادت کو موجب کرامت خیال کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے علم معرفت سے آدم علیہ السلام کی بزرگی ظاہر فرمائی اور اہل عبادت کو اسکے لیے
سجدہ کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسی مقام سے اہل مقام نے کہا کہ مرید کو شیخ عارف کی تعظیم مین ہمہ ادب ملحوظ ہونا چاہیے حتیٰ کہ اگر شیخ عارف صرف
فرائض پر اکتفا کرتا ہو اور مرید شب و روز عبادت مین مصروف ہو تو اس عابد پر کوئی غرور نہو بلکہ عارف سے عابد تک ابھی زمین و آسمان کا فرق ہے
عابد شب ہی کرے یکروزہ راہ + سے عارف دم مین ہو تا تخت شاہ + انکی دو رکعت و غیری صد ہزار + کب برابر ہو سکین ای خاکسار + بعض مشائخ
عراق نے فرمایا کہ خلافت کے شرائط سے ہے کہ اشیاء کو وصل و فصل سے پہچانتا ہو کہ وہان جدائی و ملی کچھ نہین ہے کیونکہ حادث کو قدیم سے
وصل غیر ممکن ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مولوی بحر العلوم نے شرح مثنوی مین و دیگر اکابر مشائخ نے صریح بیان فرمایا کہ حوادث و مخلوقات کسی حال مین متصل
بقدم نہین ہو سکتے ہین حتیٰ کہ جسنے یہ اعتقاد کیا وہ اجہل گمراہ دائرہ کفر مین داخل ہوگیا اور فنا فی اللہ و باقی باللہ کی معرفت یہ ہے کہ جب بندہ
قرب نوافل کے مرتبہ پر پہونچتا ہے تو استغراق حق مین اسکو اپنے نفس کا کچھ ہوش نہین رہتا ہے اور اسوقت حق چھا جاتا ہے اور حق عز و جل ہی
اسکے واسطے سمع و بصر و ہاتھ و پاؤن ہو جاتا ہے یعنی جیسے عوام اپنے ارادات سے چلتے و قدم اُٹھاتے اور ہاتھ کو کام مین لاتے ہین اور اپنی
خواہش سے سنتے و دیکھتے ہین تو اسکے خلاف ہر عارف از خود فراموش ہوتا ہے اور اسمین ارادات حق ظہور کرتے ہین پس وہ حق عز و جل کے ارادات
سے چلتا پھرتا اور نماز روزہ وغیرہ ادا کرتا اور وعظ و نصیحت کرتا اور یہ سب بارادت حق عز و جل اس سے ظہور کرتے ہین حالانکہ وہ خود مستغرق و نابود ہے
حتیٰ کہ اس حالت مین اگر وہ کسی کی حق مین کوئی کلمہ کہتا ہے تو بیدون اس شخص کے ہوش کے از جانب باری عز و جل ہوتا ہے حالانکہ ظاہر مین یہی نظر آتا ہے
کہ اس شخص نے بد دعا دی یا نیک دعا دی۔ اور یہی المحو کہلاتا ہے اور قرب نوافل کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور جسنے یہ مقام سمجھ لیا وہ
راہ حق مین خطرات شیطانیہ سے محفوظ ہوگا اور جسنے نہین جانا [illegible] مین اسکا شیطان ہو جاتا ہے عیاذًا باللہ تعالیٰ منہ
وکان اللہ تعالیٰ [illegible] والحمد للہ رب العالمین [illegible] کہا کہ ابتداء مین ملائکہ کو صفات آدم علیہ السلام سے ناواقفی
[illegible]

حق عزوجل ہے اور اس سے انکار لعنت ہے۔ شیخ ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ خلق پر انکے دعووں ہی سے بلائیں آتی ہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ جب ملائکہ نے اپنی تسبیح وتقدیس کا دعوی کیا تو کیونکر جہالت میں مبتلا کیے گئے حتی کہ آخر انھوں نے اقرار کیا کہ۔ لاعلم لنا الا ما علمتنا۔ یعنے اپنی جہالت کا اقرار کیا۔ شیخ نے کہا کہ تعلیم اسما میں معرفت افعال وصفات الٰہی کی حکمت مندرج ہے تاکہ اس علم سے مقام حال پر ترقی ہو۔ شیخ ابن عطا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے حمد ہے کہ اگر وہ آدم علیہ السلام کو اسمار کی تعلیم نہ فرماتا تو وہ ملائکہ سے بھی زیادہ عاجز ہوتے۔ شیخ نے لکھا کہ جب ملائکہ کے واسطے سجدہ کا حکم ہوا تو یہ ملائکہ کے واسطے آدم علیہ السلام میں سر الٰہی کا انکشاف ہے حتی کہ انھوں نے آدم علیہ السلام پر خلعت صبغۃ اللہ دیکھی اور ابلیس چونکہ غضبی مظہر تھا اسکو یہ کچھ نظر نہیں آیا۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا

اور کہا ہمنے اے آدم بس تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اسمیں محظوظ ہو کر جہاں جگہ چاہو

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ

اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم بے انصاف ہو گے پھر ڈگا دیا انکو شیطان نے

عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ

اس سے پھر نکالا انکو وہاں سے جس آرام میں تھے اور کہا ہمنے تم سب اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو

وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝

اور تمکو زمین میں ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک وقت تک

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بعد سجدۂ ملائکہ کے آدم علیہ السلام کے واسطے کرامت مقام اور تتمہ خلافت کا انجام بیان کیا اور آدم علیہ السلام تنہا متکلم تھے۔ چنانچہ حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ میں بروایت ابن مردویہ مصرح ہے۔ مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح حدیث مسلم سے ثابت ہے اور یہی عقائد میں مقرر ہے۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ محمد بن اسحق نے کتاب السیر میں تصریح کی کہ ہمکو علماء اہل کتاب توریت وغیرہ کی روایات بذریعہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ یوں پہونچی ہیں کہ جب آدم علیہ السلام نے ملائکہ کو اسماء اشیاء سے آگاہ فرمایا تو اسکے بعد آدم علیہ السلام پر نیند غالب کی گئی پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آدم کی پسلیوں میں سے بائیں پسلی لیکر وہاں گوشت بھر دیا گیا اور آدم ہنوز خواب میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پسلی سے حوا کو پیدا کیا کہ وہ اچھی خاصی عورت ہو گئی تاکہ آدم علیہ السلام کو اسکے ساتھ سکون ہو۔ یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام خواب سے جاگے تو اپنے پہلو میں انکو دیکھا تو فرمایا کہ یہ میرا گوشت ہے پھر جب اللہ تعالیٰ نے تزویج فرمایا تو آدم علیہ السلام کو خطاب کیا چنانچہ فرمایا بالمشافہ۔ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اور ہمنے فرمایا کہ اے آدم تو اور تیری جوڑی جنت میں رہو۔ ف۔ اور یہ حکم بصیغہ امر ہے کہ تعمیل ایک ساعت رہنے سے پوری ہو سکتی ہے اور اسکے ساتھ یہی حکم دیا۔ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور دونوں اس جنت میں سے فراخی کے ساتھ جہاں تمہارا جی چاہے کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ ہونا کہ دونوں ظالمین میں سے ہو جاؤ گے۔ ف۔ یعنے اگر اس درخت کے قریب جاؤ گے تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے اور یہ ممانعت بطور تاکید ہے کیونکہ دراصل اس درخت سے کھانا ممنوع تھا نہ اسکے پاس جانا لیکن محرمات کے پاس جانے سے مبتلا ہو جانیکا خوف ہے لہذا احتیاطاً پاس جانے سے منع فرمایا اسی واسطے حدیث میں آیا کہ حلال صاف ظاہر ہے اور حرام صاف ظاہر ہے اور ان دونوں کے بیچ میں امور

مترجم کہتا ہے کہ جب اُسکے کہانے سے لباس ساقط ہو گیا تو شاید اُسکے کہانے کا اثر ہوا ور شاید نا فرمانی کا ضرر ہو۔ امام رازیؒ نے بھی اسیکو صحیح و صواب ٹھہرایا کہ بیان حکمت اسی سے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو درخت خاص سے منع فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ جمہور علما اسکے نزدیک یہ جنت آسمانی تھی ور ابلیس بوجہ آدم علیہ السلام کے ملعون کر کے نکالا گیا تھا وہ قیامت تک اولاد آدم کا بھی قطعی دشمن ہے جیسے دو نقیض کا جمع ہونا محال ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان ہذا عدو لک و لزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی یعنی ہمنے آدم سے کہدیا کہ یہ ابلیس تیرا و تیری زوجہ کا دشمن ہے سو تم دونوں کو جنت سے نہ نکالے کہ تو شقی ہو جاوے یعنے مصیبت دنیا میں پڑجاویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ حکمت خلافت سے ملائکہ کو آگاہ فرمایا اور آدم علیہ السلام سے یہ عہد لیا۔ چونکہ شیطان ازلی مردود ہے لہذا اُسکو کسی مکاری میں کچھ باک نہیں ہے پس اُسنے آدم علیہ السلام کو وسوسہ دلایا کہ اگر تم اس وار عافیت میں دوام چاہتے ہو تو میں تمکو ایک درخت بتلاؤں کہ جو کوئی اُسکا پھل کہاوے وہ ہمیشہ یہیں رہے پھر اُسنے یہی درخت بتلایا جس سے ممانعت کی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ کو درمیان دیکر قسم کھائی کہ میں تمہارا خیرخواہ ہوں چنانچہ قرآن مجید میں آویگا اور حضرت آدم علیہ السلام شاید اس نام پاک کی عظمت سے عہد آلہی بھول گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فنسی و لم نجد لہ عزما۔ یعنے عزم قوی کے ساتھ عہد یاد نرکہا اور بھول گیا۔ ھ۔ چنانچہ درخت ممنوع کا پھل کہالیا جس سے اللہ تعالیٰ نے انکو جنت سے اُتار دیا۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اگر ضمیر راجع بجنت ہو تو قرارۃ عاصم رح فَاَزَالَهُمَا کے معنے ہیں یعنے پھر دور کر دیا اُن دونوں کو شیطان نے جنت سے پس دونوں کو نکال باہر کیا اُس نعمت سے جسمیں دونوں موجود تھے۔ ف یعنی لباس لطیف و منزل شریف و رزق کریم و راحت عمیم سے نکال باہر کیا اور کھیلا جو پورا پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو جنت سے اُتار دیا اور اگر ضمیر عنہا راجع بجانب درخت ہوا ور موافق قول حسن بصری و قتادہ کے اَزَلَّهُمَا مشتق زلل سے ہو تو معنے یہ ہیں کہ پھر شیطان نے ان دونوں کو اس درخت سے لغزش دلائی پس ان دونوں کو اُس نعمت سے جسمیں دونوں موجود تھے نکال باہر کیا۔ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ۝ اور ہمنے کہا کہ تم لوگ اُترو در حالیکہ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے واسطے زمین میں قرارگاہ و تمتع ایک وقت تک ہے ف اہبطو صیغہ جمع ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ تم لوگ زمین میں اُترو پھر یہ مخاطب بعض مفسرین کے نزدیک حضرت آدم و حوا علیہما السلام مع اولاد ہیں اور اسیکو شیخ سیوطیؒ نے اختیار کیا یعنے اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو بشمول اُنکی اولاد کے حکم دیا خواہ ان اولاد میں سے بعض وہاں پیدا ہو گئے ہوں جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے یا علم آلہی میں موجود ہوں تو حاصل یہ ہوا کہ ان ذریات میں باہم یعنے بعضوں کے دشمن ہونگے اور باہم ظلم و فساد کرینگے اور ایک وقت تک وہاں تمتع پاوینگے یعنے پیداوار زمین سے تا وقت موت اپنی تمتع حاصل کرینگے اور زمین اُنکے واسطے قرارگاہ ہے کہ جسمانی زندگی میں زندگی کی قرارگاہ ہوگی اور بعد موت کے زمین انکے واسطے قبرگاہ ہوگی یہ سب اس بنا پر کہ اہبطوا سے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو مع ذریات خطاب ہو اور بعض کے نزدیک حضرت آدم و حوا علیہما السلام و ابلیس و سانپ ہیں امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ایک جماعت علماء تابعین مانند سدی و ابو العالیہ و وہب بن منبہ وغیرہ نے اس مقام پر اسرائیلی قصص روایت کیے جنکا حاصل یہ ہے کہ سانپ کے ذریعہ سے ابلیس جنت میں داخل ہو کر حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو وسوسہ دلایا جسکو ہم سورۂ اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ مبسوط بیان کرینگے۔ ابن ابی حاتم نے حسن بصری کی اسناد سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی کہ اللہ تعالیٰ

نے آدم علیہ السلام کو مردور از قامت پیدا کیا جسکے سر پر بکثرت بال تھے پھر جب اُنھون نے اُس درخت مین سے کھایا جس سے ممانعت تھی تو
تو لباس گر گیا پس شرمگاہ کھل گئی تو اُنھون نے جنت مین دوڑنا شروع کیا پس ایک درخت نے اُنکے بال پکڑ لیے اور دوسری روایت
مین ہی کہ اُنکے بالون سے درخت لپٹ گیا پس اللہ تعالے نے ندا فرمائی کہ ای آدم مجھسے بھاگتا ہی آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ ای
رب مین تجھسے نہین بھاگتا ہون بلکہ شرماتا ہون حکم پہونچا کہ ای آدم میرے جوار سے خارج ہو مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہی کہ یہان وہ شخص
نہین رہ سکتا ہی جسنے میری نافرمانی کی اور اگر مین تیرے مثل اس قدر مخلوق پیدا کرون جس سے ساری زمین بھر جاوے پھر وہ میری نافرمانی کرین تو انکو بھی
گنہگارون کے مکان مین بساؤن شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ روایت غریب و منقطع بلکہ معضل ہی حسن بصریؒ نے کہا کہ جنت مین آدمؑ کا ٹھہرنا دن کی
ایک ساعت ہوا جو دنیا کے حساب سے ایک سو تیس برس ہوتے ہین (عبد بن حمید) ابن عباسؓ نے کہا کہ نماز عصر سے غروب آفتاب تک
آدم علیہ السلام جنت مین رہے۔ (الحاکم) ربیع بن انس نے کہا کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے نکلے تو اُنکے ساتھ درخت جنت سے ایک
شاخ تھی اور سر پر وہان کی پتیون کا اکلیل تھا۔ سدیؒ نے کہا کہ آدمؑ وہان سے زمین ہندوستان مین اُترے اور اُنکے ساتھ حجر اسود تھا اور
ایک مٹھی بھر جنت کے پتے تھے جنکو اُنھون نے ہند مین چھڑکا یا اسی سے اکثر خوشبو کی چیزین وہان سے آتی ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ مشہور یہ ہی کہ
سراندیپ یعنے لنکا کے پہاڑ پر اُترے جو اب تک کوہ آدم کے نام سے مشہور ہی اور بیشک ہندوستان مین ریاحین خوشبودار بکثرت ہین۔
اور حسن بصریؒ نے کہا کہ آدمؑ کا نزول ہندوستان مین ہوا اور حوا جدہ مین اور ابلیس دشت میسان مین جو سرزمین بصرہ ہی اور سانپ
اصفہان مین گرے (ابن ابی حاتم) اور ابو موسیٰؓ نے کہا کہ جب آدمؑ زمین مین اُترے تو اللہ تعالیٰ نے اُنکو ہر ضرورت کی صنعت سکھلائی اور ثمر جنت کا
توشہ دیا (عبد الرزاق) اور واضح ہو کہ اس مقام پر صحیح حدیث ابو ہریرہؓ مین اسقدر وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دن جس
مین آفتاب کو طلوع نصیب ہوا وہ جمعہ کا دن ہی کہ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت مین داخل کیے گئے اور اسی دن
وہان سے نکالے گئے (صحیح مسلم۔ النسائی) اور اس حدیث مین حضرت آدمؑ کا جنت سے نکالا جانا بھی اُن کے فضائل مین شمار ہوا اسواسطے
کہ حضرت آدم علیہ السلام کا نکلنا اسقدر اکابر انبیاء و صالحین علیہم السلام کا ظہور ہی اور یہی خلافت الٰہیہ کی حکمت ہے۔ اور واضح ہو کہ ابن عباسؓ
نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سانپون کا مارنا اس خوف سے چھوڑا کہ وہ پیچھا کرینگے تو وہ ہمسے نہین ہی کیونکہ ہمنے جب سے
ان دشمنون سے محاربہ کیا تب سے کبھی صلح نہین کی ہی (ابو داود) ابن مسعودؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قسم کے
سانپون کو مار ڈالو جو شخص سانپون کے عوض لینے سے خوف کرے وہ مجھسے نہین ہی سوا ایک قسم کے باریک سانپون کے جو چاندی کی
ڈنڈی کے مانند ہوتے ہین (ابو داود) شاید اس سے یہی چھوٹے چھوٹے سانپ مراد ہین جو گھرون مین رہتے ہین جنکو بامنی بولتے ہین چنانچہ
حدیث ابو سعید خدریؓ مین بیان ہی کہ ان گھرون مین کچھ بسنے والے ہین پس جب کوئی انمین سے نظر آوے تو تین مرتبہ اُس سے کہدو کہ تمھارے
اسطرح ظاہر ہونے مین ہمارا حرج ہی پس اگر چلا جاوے تو خیر ورنہ اُسکو قتل کرو کہ وہ کافر ہے۔ اور ایک روایت مین ہی کہ مدینہ مین
کچھ جن ہین جو اسلام لائے ہین پھر جب تم اُنمین سے کسیکو دیکھو تو اُسکو تین دن تک اعلام کرو پھر اگر اسکے بعد ظاہر ہو تو اُسکو قتل کرو کہ
وہ شیطان ہی (ابو داود) ان روایات سے مستنبط ہوتا ہی کہ جن و شیطان دونون سانپ کی شکل مین ظاہر ہوتے ہین شیخ ابن کثیرؒ نے
لکھا کہ جب شیطان نکال دیا گیا تھا تو اُسکے واسطے جنت مین وسوسہ ڈالنیکا امکان کیونکر ہوا بعض نے کہا کہ توریت مین آیا ہی کہ وہ سانپ کے منھ مین
ہو کر جنت مین گیا اور بعض نے کہا کہ اسمین کوئی محال نہین کہ شیطان زمین مین ہو اور اُسکا وسوسہ جنت مین پہونچے اور یہ بات [illegible] ان چیزون کی جہالت پر مبنی ہی

حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ مسمریزم کے ذریعہ سے لکھنؤ کا آدمی ہزاروں کوس کے فاصلہ کا حال بیان کرنے لگتا ہے اور آفتاب کا اثر زمین پر
پھیلتا ہے اور انسان کا خیال لاکھوں کوس دوڑتا ہے پس جب یہ امر معلوم ہو چکا کہ یہ از قسم مادیات نہیں ہے تو اسکو مادیات پر تصور کر کے حکم
لگانا محض بیوقوفی ہے۔ خطیب نے نقل کیا کہ شیطان نے عداوت ذاتی سے چاہا کہ آدم علیہ السلام و اُنکی ذریات کے ساتھ عداوت پوری کرے
حتیٰ کہ جو حکمت مشیت الٰہی میں جاری ہوئی تھی اُسکا ظہور ہوتا گیا کہ ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا اور ملعون ہونے پر درخواست کی کہ الٰہی قیامت تک
میری موت میں مہلت ہو اور یہ بمقتضائے مشیت منظور ہوئی اور اُسنے مصرح اظہار کیا کہ میں آدم علیہ السلام کی ذریات میں سے سوائے ایک
گروہ قلیل کے سبکو آدم سے منقطع و برباد کرونگا اور یہی امر مشیت تھا چنانچہ سورۂ اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ واضح بیان آویگا اور حضرت آدم
رحمت الٰہی میں ایسے مستغرق ہوئے کہ باوجود تنبیہ حق عز و جل کے شیطان سے دھوکا کھایا جب اُسنے کہا کہ۔ یا آدم ہل ادلک علی شجرۃ الخلد و
ملک لا یبلی۔ یعنی اے آدم میں تمکو شجرۃ الخلد اور ایسے ملک کی راہ بتلاؤں جو نیست نہ ہوگا۔ وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین۔ اور حضرت آدم و
حوا علیہما السلام سے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی کہ وہ قطعی ان دونوں کا خیر خواہ ہے۔ ف۔ چونکہ نام الٰہی کی عظمت درمیان میں آئی
اور اسطرح اُنکے قلوب پر چھائی کہ بھلا اس نام پاک کی قسم کوئی شخص جھوٹی کھا سکیگا پس اس استنباط پر اعتماد کیا اور صریح عہد الٰہی جو نص
محکم تھا بھول گئے کہ یہ شیطان تیرا اور تیری زوجہ کا دشمن ہے۔ خطیب نے نقل کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا لیکن حوا رضی اللہ عنہا
کو شیطان کی باتوں سے خوف ہوا کہ تم یہاں سے نکالے جاؤگے اسواسطے اس شجرۃ الخلد سے منع کیے گئے ہو پس طمع و ہوس دوام کا وسوسہ طاری ہوا
تو پہلے اُنھوں نے پھل کھایا اور اُنکو کچھ ضرر اسوجہ سے نہوا کہ عہد نبوت حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت آدم کو شراب پلا کر
حضرت حوا نے یہ پھل کھلایا اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ اگر حوا نہوتی تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت نہ کرتی اور
اگر قوم بنی اسرائیل نہوتی تو کبھی گوشت گندہ نہوتا (الصحیحین) روایت ہے کہ جب پھل کھایا تو چاندسا بدن متغیر ہو گیا صرف ناخنوں پر نشان باقی رہ گئے تھے
جب آدم علیہ السلام اُنکو دیکھتے تو یاد کر کے بہت روتے تھے۔ اور واضح ہو کہ وسوسہ شیطانی نہایت سخت چیز ہے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قل اعوذ برب
الناس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا اور حدیث میں ہے کہ شیطان آدمی میں روانی خون کی طرح ساری ہوتا ہے (الصحیح)۔ (مسئلہ) فازلہما الشیطان
نص صریح ہے کہ آدم علیہ السلام سے یہ خطا بطور لغزش تھی اور قولہ تعالیٰ فنسی ولم نجد لہ عزما۔ نص محکم ہے کہ یہ بطور نسیان تھا اور ہوئی
اسیواسطے علما نے فرمایا کہ وہاں سے نکالا جانا اس خطا کی سزا نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ امر مقدر فرمایا تھا کہ آدم علیہ السلام کے واسطے
سکونت جنت صرف اس حد تک ہے کہ یہ پھل کھاویں علاوہ بریں گناہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے جو عوام میں یعنی معصیت جسمیں حد الٰہی ہے [illegible] عوام کے
واسطے ہے اور جو لوگ درجہ عالی پر ہیں اُنکے واسطے غفلت و نسیان پر بھی مواخذہ ہوتا ہے چنانچہ [illegible] قولہ تعالیٰ۔ فانساہ الشیطان ذکر ربہ الآیہ کہ
حضرت یوسف علیہ السلام بھی نسیان پر ماخوذ ہوئے اور یہاں توضیح میں ایک مسئلہ کافی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص کا قصد تھا کہ اپنی زوجہ کو
[illegible] میں سے فقط [illegible] کو طلاق دیگا اور کسی کو نہیں دیگا اور اُسنے کہا کہ یہ وعدہ بھی کر لیا تھا پھر اُسنے بھولے سے کسی کو طلاق
دیدی تو یہ حکم ظاہر ہے کہ وہ وعدہ خلافی میں گنہگار نہوگا چنانچہ حدیث شریف میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا و نسیان کو مرفوع
فرمایا ہے۔ ف۔ لیکن [illegible] واقع ہو چکا تھا اسیطرح حضرت آدم علیہ السلام پر بھی [illegible] گناہ نہیں تھا لیکن اس فعل کے ساتھ حکم
الٰہی تھا کہ دنیا میں اتارے جاویں وہ پورا کر دیا گیا۔ (تنبیہ) امام ابن کثیر نے امام رازی سے نقل کیا کہ آدمی کو [illegible]
[illegible] کر دیا چاہیے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اسکے ساتھ حکم تقدیر [illegible]

اہل جنت میں سے ایک قوم تھے ہمکو ابلیس قید کرکے دنیا میں لایا تو سوائے غم و رنج کے ہمارا کچھ کام نہیں ہو سکتا یہانتک کہ ہم اپنے گھر لوٹ جاویں (تنبیہ) اس مقام سے یہ قاعدہ مستنبط ہوا کہ جب نص صریح موجود ہو تو اُسکے مقابلہ میں استنباط قیاسی جائز نہیں ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو صریح اس درخت سے ممانعت کی گئی اور صریح بتلایا گیا کہ شیطان تمہارا قطعی دشمن ہے پس اُنکو شیطان کی قسم پر اور اُسکے شجرۃ الخلد بتلانے پر ہرگز اعتماد نہیں کرنا چاہئے تھا پس آدمی کو لازم ہے کہ دل سے جناب باری میں رجوع ہو کر وسوسۂ شیطانی سے پناہ مانگے اور شرع کی مضبوط رسی پکڑے رہے اور بغیر دلیل شرعی کے کسیکا قول نمانے اگرچہ قیاس سے کیسا ہی مضبوط نظر آوے فافہم واللہ تعالیٰ ہو الموفق والمعین (ف ۲۰)

عرائس البیان میں شیخ نے اس مقام کے اشارات میں لکھا ہے کہ صاحب ارادت کو چاہیے کہ ہر شخص کا کلام نہ سنے اگرچہ وہ مقام معاملہ کے مرتبہ ہر ایک معاملہ بتلانے والے کی بات مان لیتا ہے پس شیطان کو اُسکے بہکانے کا موقع ملجاتا ہے حتی کہ شیطان خود کبھی بشکل انسان ہو کر اُسکو گمراہ کرتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی تاکید مولوی روم علیہ الرحمۃ نے فرمائی ہے (شعر) اے بسا ابلیس آدم روے ہست ۔ پس بہر دستے نباید داد دست ۔ یعنی اکثر ابلیس آدمی کی شکل ہو پس ہر ایک کے ہاتھ میں مت ہاتھ دو ۔ شیخ نے لکھا کہ اگر وہ شیطان نہو تو بھی بسا اوقات انسان بسیرت شیطان ہوتا ہے کہ جاہل مدعی شریعت الٰہی سے خارج مگر لباس کاملین پہنکر ایسے مقالات سے جو اولیاء اللہ کے کلام میں بیان ہوتے ہیں جھوٹے دعوے سے عوام کو گمراہ کرتا ہے حتی کہ بسا اوقات مرتے وقت ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ مرتبہ ارادت سے خارج ہو کر دہریہ و نیچری ہو جاتا ہے اور ان آیات میں تنبیہ ہے کہ کسی چیز کی خواہش کو خلاف شریعت اپنے اوپر غالب نہ کرے کہ یہی خواہش سب فتنوں کی جڑ ہے حتی کہ بہت سی خواہشیں جو شرع میں مباح ہیں وہ بھی مرتبہ تقویٰ سے گراتی ہیں اور مقام قرب و درجات سے محجوب کرتی ہیں مترجم کہتا ہے کہ بعض آیات و احادیث میں قلوب کو زمین سے مشابہ کیا گیا ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فہی کالحجارۃ الآیۃ ۔ کے ذیل تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ توضیح ہو گی ۔ لہذا شیخ نے اس مقام کے اشارہ میں بیان کیا کہ قلوب میں استقرار چاہیے تاکہ متاع انوار سے مقام مشاہدہ حاصل ہو اور لکھا کہ مشاہدہ نہ ہونے کی حالت میں انہیں سے زندگی ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ مشاہدہ نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ عین و بیداری نہ ہو چنانچہ شیخ عبد اللطیفؒ نے شرح مثنوی میں تصریح کی کہ دنیا میں عین مشاہدہ نہیں ہے اور یہی محققین علماء و مشائخ کے کلام میں صریح ہے بلکہ اسی پر اجماع ہے اور دنیا و حیات میں صرف مشاہدۂ قرب حاصل ہوتا ہے اور مترجم نے مقدمہ عین الہدایہ میں شرح ملا علی قاری سے یہ مسئلہ مفصل ذکر کیا ہے ۔ عس پھر

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا عذر و آئندہ جنت میں عود کرنیکا طریقہ بیان فرمایا

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْنَا

پھر سیکھ لین آدم نے اپنے رب سے کئی باتین پھر متوجہ ہوا اُس پر برحق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان ہمنے کہا

اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ

تم اُترو یہاں سے سارے پھر کبھی پہونچے تمکو میری طرف سے راہ کی خبر تو جو کوئی چلا میرے بتانے پر نہ ڈر ہوگا

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ

اُنکو اور نہ اُنکو غم اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری نشانیاں وہ ہیں

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

دوزخ کے لوگ وہ اُسی میں رہ پڑے

ع ۱۰

جب آدم علیہ السلام سے یہ لغزش واقع ہوئی اگرچہ وہ بطریق نسیان تھی تاہم اُنکی شان کے لائق نہ تھی پس آدم علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ میں رجوع کیا چنانچہ عبید بن عمیرؒ سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب یہ خطیہ جو مجھ سے سرزد ہوا ہے کیا تو نے میری پیدائش سے پہلے مجھ پر لکھ دیا تھا یا میں نے اسکو اپنی جانب سے ایجاد کیا ہے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے تیری پیدائش سے پہلے تجھ پر لکھا تھا تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ پھر جیسے مجھ پر لکھا تھا ویسے ہی مجھکو بخش دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ ۔ پھر سیکھ لی آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں پھر متوجہ ہوا اُسپر۔ ف۔ یہ قراءت آدم کو رفع وکلمات کو نصب ہے اور ایک قراءت میں آدم کو نصب اور کلمات کو رفع ہے تو معنی یہ ہیں کہ پھر آدم کو اُسکے پروردگار کی جانب سے چند کلمات پہونچے سو اللہ تعالےٰ نے اُسپر رجوع کیا یعنی آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی کیونکہ اصل میں توبہ کے معنی رجوع کرنا اور اللہ تعالیٰ کا رجوع کرنا قرآن مجید کی آیات میں صریح واقع ہوا ہے اسی سے محققین علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رجوع فرماتا ہے تب بندہ توبہ کرتا ہے۔ سدیؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب کیا تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے نہیں پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیوں نہیں پھر عرض کیا کیا تو نے اپنی روح سے مجھ میں نہیں پھونکا فرمایا کہ کیوں نہیں پھر عرض کیا میری چھینک پر تو نے نہیں فرمایا یرحمک اللہ اور کیا تیرے غضب پر تیری رحمت سابق نہیں ہے ارشاد ہوا کہ کیوں نہیں پھر عرض کیا کیا تو نے میری پیدائش سے پہلے مجھ پر لکھا تھا کہ مجھ سے یہ خطیہ سرزد ہو فرمایا کہ کیوں نہیں پس آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی اگر میں توبہ کروں تو کیا مجھے جنت میں لوٹایا جائیگا ارشاد ہوا کہ ہاں۔ (رواہ العوفی وسعید بن جبیر وسعید بن معبد) اور یہی قول سدی وعطیہ عوفی ہے اور یہاں ابن ابی حاتم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اسی معنی میں مختصر حدیث روایت کی کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی اگر میں توبہ کرکے رجوع کروں تو کیا مجھے جنت میں پھر لیا جائیگا ارشاد ہوا کہ ہاں شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب منقطع ہے۔ ابو العالیہ نے کہا کہ آدم علیہ السلام نے بعد خطیہ مذکورہ کے عرض کیا کہ الٰہی اگر میں توبہ کرکے نیک کام کروں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں میں تجھے جنت میں داخل کرونگا بعض علماء نے کہا کہ رب عزوجل کی جانب سے جو کلمات پہونچے تھے وہ یہی کلمات ہیں۔ اور ابن ابی نجیح نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام کو جو کلمات پہونچے وہ یہ ہیں۔ اَللّٰھُمَّ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّکَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ اور اکثر محققین نے کہا کہ شاید یہ کلمات بھی ہوں جو مذکور ہوئے ہیں اور اصل تفسیر کلمات کی قولہ تعالیٰ۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ میں منصوص ہے اور یہی مجاہد وسعید بن جبیر وابو العالیہ وربیع بن انس وحسن وقتادہ ومحمد بن کعب قرظی وخالد بن معدان وعطاء خراسانی وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی تفاسیر میں منقول ہے۔ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی تواب رحیم ہے۔ ف۔ جیسے قولہ تعالیٰ۔ الم یعلموا ان اللہ یقبل التوبۃ عن عبادہ الآیۃ یعنی کیا یہ لوگ جانتے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور سورۂ نساء میں قولہ تعالیٰ۔ ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ الآیۃ۔ کی تفسیر میں مصرح ہے۔ بیہقی نے حدیث انسؓ سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام کے کلمات یہ ہیں۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔ ھ۔ شیخ سیوطیؒ نے کہا

کہ اصح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو یہ کلمات الہام فرمائے ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ - یہ در اصل امام ابن جریرؒ کا قول ہے مترجم کہتا ہے
کہ ان روایات میں موافقت کی صورت ظاہر ہے اسطرح کہ آدم علیہ السلام نے پہلے اپنے نفس کے واسطے تنہا استغفار کیا چنانچہ [illegible]
وغیرہ میں مفرد اپنے واسطے ضمیر مذکور ہے پھر حوا کو ساتھ لیکر استغفار کیا جیسا کہ قولہ تعالےٰ - قالا ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ - [illegible]
اگر کہا جاوے کہ تواب بمعنی مبالغہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی بنا میں مبالغہ کیونکر ٹھیک ہو سکتا ہے کیونکہ مبالغہ موجود سے بڑھکر بیان کرنیکو
کہتے ہیں جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کامل ہیں تو انہیں مبالغہ نہیں ہو سکتا پس شیخ سیوطیؒ نے فرمایا کہ بندوں کی کثرت کی وجہ
سے تواب فرمایا جیسے رحیم بھی بندوں کی کثرت کی وجہ سے آیا بعض علماء نے کہا کہ تواب و رحیم کو جمع کردینے میں توبہ کرنے والوں کے لیے
قصور کے باوجود رحمت کا وعدہ ہے - ف بعض اشارات عرائس میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام کے واسطے حکم تقدیری جاری تھا تو یہ خطا [illegible]
پیدا ہوا کہ اگر وہ استغفار سے بفضل الٰہی محو ہو تو برقرار ہے لیکن اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو رحمت سے مشمول فرمایا چنانچہ آدم علیہ السلام
ان کلمات سے عذر کیا - مترجم کہتا ہے کہ مسئلہ تقدیر عجیب حکمت الٰہی عزوجل ہے جسکی نسبت میں نے بارہا اہل عقل کو تنبیہ کی کہ جب یہ
حکمت الٰہی عزوجل کا ظہور ہے تو عقل ضعیف اسکو کیونکر ادراک کر سکتی ہے اور ہر عاقل جانتا ہے کہ حکمت الٰہی کا ادراک محال ہے [illegible]
احمق ہے کہ کوئی شخص اسکے درپے ہو [illegible] نہیں ہو سکتا اسیواسطے حدیث صحیح میں خوض تقدیر کے بارہ میں بہت شدت کے ساتھ منع فرمایا ہے اور
حدیث ابوہریرہؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمؑ و موسیٰؑ نے اپنے رب عزوجل کے پاس باہم مرحق کی [illegible]
کی - (یعنی عالم حقیقی میں نہ اس جہان فانی میں) پس آدمؑ نے موسیٰؑ پر غلبہ پایا موسیٰؑ نے آدمؑ سے کہا کہ تم وہ آدم ہو کہ اللہ تعالےٰ نے تمکو اپنے ہاتھ سے
پیدا کیا اور تم میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے اپنے ملائکہ سے سجدہ کرایا اور تمکو اپنی جنت میں بسایا پھر تمنے اپنی خطیہ سے لوگوں کو زمین پر گرایا آدمؑ نے
فرمایا کہ تم وہ موسیٰؑ ہو کہ اللہ تعالےٰ نے تمکو اپنی رسالت و کلام کے لیے برگزیدہ فرمایا اور تمکو الواح عطا کیں جنمیں ہر چیز کا کھلا بیان لکھا ہے [illegible]
اور مناجات کے لیے تمکو اپنی درگاہ سے نزدیک کیا تم بتلاؤ کہ تمنے توریت میں نہیں پایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے کس قدر زمانہ
پہلے توریت کو لکھوایا موسیٰؑ نے کہا کہ ہاں چالیس برس پہلے لکھوایا تو آدمؑ نے فرمایا کہ کیا تمنے اسمیں نہیں پایا کہ آدمؑ نے اپنے پروردگار کا
حکم بھلایا تو راہ بھٹک گیا موسیٰؑ نے کہا کہ ہاں تب آدمؑ نے فرمایا کہ پھر تم ایسی چیز پر ملامت کرسکتے ہو (جسے لوگوں کا زمین پر اتارنا
میرا فعل بتلاتے ہو) حالانکہ میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھدیا گیا تھا (صحیح مسلم) واضح ہو کہ اس حدیث میں چالیس سال کی مقدار
بربنائے تحریر توریت ہے ورنہ تقدیر خلائق کی تحریر تو پیدائش آسمان و زمین سے ہزاروں برس پہلے واقع ہوئی جیسا کہ صحیح مسلم کی
حدیث عبداللہ بن عمرؓ میں مذکور ہے اور اصل تقدیر حتیٰ کہ عاجز و چالاک تک جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث صحیح مسلم میں ہے وہ علم الٰہی ازلی ہے
جسکے واسطے کوئی ابتدا نہیں ہے - م - شیخؒ نے لکھا کہ بعض مشائخ کے نزدیک کلمات یہ ہیں - ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح
ہے واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے لکھا کہ بعض مشائخ نے کہا کہ کلمات یہ ہیں کہ الٰہی میں نے تیری ہی وجہ سے دھوکا کھایا - مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ
مراد ہو کہ جب ابلیس نے اللہ تعالےٰ کے نام پاک کی جھوٹی قسم کھائی تو آدم علیہ السلام نے اُسکی بات مان لی واللہ تعالیٰ اعلم مترجم کہتا ہے
کہ الحمد للہ کہ توبہ کا دروازہ ابھی کشادہ ہے لہذا توبہ کے شرائط و فضائل انشاء اللہ تعالےٰ اپنے موقع پر بیان ہونگے واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ
نے اولاد آدم علیہ السلام کو اُنکی پشت سے مثل چیونٹیوں کے نکالا جنمیں سے سیاہ صورت کفار تھے اور سفید تھے جو مومن [illegible]
اُنسے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا پس سبھوں نے اقرار کیا کہ بیشک تو ہمارا پروردگار ہے اور اسکو میثاق ازل کہتے ہیں - اور بعضوں نے

لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان ذریات پر ساتوں آسمانوں و زمینوں و حضرت آدم کو گواہ کر لیا۔ بعض آثار میں وارد ہے کہ یہ معاہدہ قبل دخول جنت کے وادی عرفات میں ہوا تھا اور چونکہ مشیت الٰہی متعلق تھی کہ آدم علیہ السلام کی ذریات کو زمین میں خلیفہ کیا جاوے لہذا درخت کا پھل کھانے کی لغزش واقع ہونے کے بعد زمین میں اتارنے کی حکمت پوری ہوئی اور تمام ذریات کو مکرر تاکید فرمائی۔ **قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا** ج یعنے ہم نے فرمایا کہ یہاں سے تم سب کے سب اترو۔ **فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى** ۔ سو اگر تمہارے پاس میری جانب سے ہدایت آوے۔ ف یعنی کتاب الٰہی و رسول آوے تو اسکو فضل الٰہی سمجھکر کمال شکر واجب ہے کیونکہ کوئی استحقاق بعد عہد مذکور کے اور باوجود عبودیت کے ہرگز لازم نہیں ہے۔ **فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ** ۝ پس جنہنے میری ہدایت کی پیروی کی تو انپر کچھ خوف نہیں اور نہ وے غمگین ہونگے ف یعنے جو ایمان لایا اور طاعت پر عمل کیا تو انپر خوف عذاب نہیں اور نہ وے جنت سے محروم ہونے پر غمناک ہونگے کیونکہ جو لغزش کہ حضرت آدم علیہ السلام سے واقع ہوئی وہ معاف کر دیگئی۔ حاصل یہ کہ تمام ذریات میں سے جس فریق نے ہدایت یعنے کتاب اور رسول کی پیروی کی اور ایمان لایا تو دنیا میں اسکو وہی پہونچیگا جو تقدیر ہے مگر آخرت میں وہ غمناک نہوگا بلکہ بطور کرامت جنت میں داخل کر دیا جائیگا رہا دوسرا فریق جو نہ مانے تو اسکو فرمایا۔ **وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ** ۝ اور جن لوگوں نے نہ مانا اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تو یہی جہنمی ہیں اور یہ وہیں ہمیشہ رہینگے ف یعنے جو فرقہ ایمان نہ لایا خواہ وہ نیچر دہریہ ہو یا بت پرست ہو یا حضرت عیسیٰ میں الوہیت کا قائل ہو یا کسی شخص یا فرشتہ یا شیطان وغیرہ کسی کے وجود سے یا کسی قطعی اعتقادی بات سے انکار کرے تو یہ سب فرقہ کفر ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جو آسمانی کتابوں میں موجود ہیں اور آیات قدرت کو بھی جو عالم میں موجود ہیں جھٹلایا انکی نسبت فرمایا کہ یہ لوگ اصحاب النار ہیں یعنے جہنم ہی سے انکی خصوصیت ہے تو ظاہر ہے کہ وہی انکا مقام ہے لیکن صریح منصوص فرمایا کہ وے جہنم ہی میں ہمیشہ رہینگے نہ مرینگے اور نہ فنا ہو سکینگے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب اصحاب الجنۃ اپنے مقام جنت میں اور اصحاب جہنم اپنے مقام جہنم میں داخل ہو جائینگے تو موت بشکل سیاہ مینڈھے کے درمیان میں لاکر ذبح کیجاویگی اور پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت اب ہمیشگی ہے کہ موت نہیں ہے اور اے اہل جہنم اب ہمیشگی ہے کہ موت نہیں ہے (الصحیح) یہاں سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مومنین بوجہ گناہ کے جہنم میں سزا پاویں وہ اصحاب جہنم نہیں ہیں۔ چنانچہ حدیث ابو سعید رضی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جہنم جو مخصوص وہیں کے لوگ ہیں تو یہ لوگ نہ وہاں مرینگے اور نہ زندہ ہونگے (یعنی وہ زندگی موت سے بدتر ہے کیونکہ عذاب میں پڑے رہینگے) لیکن گنہگاروں میں سے بعض قوموں کو بوجہ انکے گناہوں کے آگ پہونچیگی تو انکو اللہ تعالیٰ ایک قسم کی موت دیدیگا حتی کہ جب کوئلہ ہو جاوینگے تب شفاعت کی اجازت ہوگی (صحیح مسلم و ابن جریر وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ شفاعت گنہگاروں کے واسطے نصوص قطعیہ و احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور جو گنہگار کہ جہنم میں داخل ہونگے انہیں سے بعض اسی حالت میں نکالے جائینگے کہ آگ نے انکو پنڈلیوں یا کمر وغیرہ تک جلایا ہو چنانچہ احادیث صحیحہ میں ثابت ہے اور یہ آخری مرتبہ ہے کہ کوئلہ ہو جاویں اور یہیں سے بعض علماء نے نکالا کہ یہاں لوگوں کے واسطے تیسری موت اور تیسری زندگی ہے۔ آیت میں ہدی سے مراد انبیاء و رسول و کتب ہیں یہ قول ابوالعالیہ ہے اور یہ تفسیر باعتبار ابتدائے وجود آدم سے قیامت تک ہے اور اب اسکا حصر صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید ہے اسیواسطے مقاتل بن حیان نے فرمایا کہ ہدی سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور حسن بصری نے

فرمایا کہ قرآن مجید مراد ہے اور دونون قول صحیح ہین اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید دونون متلازم ہین کیونکہ جسنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا اُسنے قرآن مجید کو مانا اور جسنے قرآن مجید کو مانا اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا (فائدہ) کلمہ
امّا - در اصل اِنْ مَا ہے کہ نون کو میم مین ادغام کر دیا گیا ہے اور کلمہ ما تاکیدی ہے اور قرآن مجید مین ہر جگہ امّا کے بعد فعل بھی مؤکد بنون تاکید ہے
اور یہی قیاس ہے - واضح ہو کہ حرف شرط ایسے مقام پر آتا ہے جسکا واقع ہونا ضروری و قطعی نہو مثلاً کہتے ہین کہ اگر زید آیا تو مین خاطر کرونگا اور یون
نہین کہتے کہ اگر آفتاب نکلا تو مین خاطر کرونگا بلکہ یون کہتے ہین کہ جب آفتاب نکلیگا تب خاطر کرونگا لہذا یہان یہ سوال ہوتا ہے کہ ہدی یعنی کتاب
و رسولون کا بھیجنا تو یقینی تھا پھر اُسکو حرف اما شرطیہ کے ساتھ کیون فرمایا یعنے اسمین کیا بلاغت و حکمت ہے بیضاوی وغیرہ نے جواب دیا کہ اسمین بلاغت لطیفہ
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اُسکی مخلوق پر بالکل ظاہر ہے باوجود اسکے اُنسے عہد بھی لیا گیا تھا تو کتاب و رسول بھیجنا ضروری نہ تھا لہذا سورہ یوسف
مین فرمایا - ذٰلک من فضل اللہ علینا و علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون یعنی حضرت یوسفؑ نے کہا کہ یہ رسالت و ہدایت ہم لوگون پر اور تمام
لوگون پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ولیکن بہتیرے لوگ شکر نہین کرتے ہین - آیت مین کلمہ خوف مرفوع ہے اور حرف لا کی وجہ سے مبنی بر فتحہ نہین
چنانچہ لا ہُم اسپر شاہد ہے کیونکہ لا نفی جنس معرفہ مین عمل نہین کرتا ہے اور چونکہ - لا ہم - کا عطف لا خوفٌ - پر ہے تو وہ بھی اسیطرح معمول نہوگا
علاوہ برین اگر لا نفی جنس ہو تو - لا خوف - سے جنس خوف بالکل مرتفع ہو گی حالانکہ مومنین سے خوف دنیاوی مرتفع نہین ہے حتی کہ
ایمان ہی خود خوف و اُمید کے درمیان ہے یعنے مومن وہ ہے کہ خوف عذاب سے مطمئن نہو اور اُمید ثواب سے مایوس نہو کیونکہ عذاب سے نڈر ہونا
یا ثواب سے مایوس ہونا دونون کفر ہین پس مومنون سے جنس خوف کی نفی نہین بلکہ مقصود یہ ہے کہ آخرت مین اُنکو کچھ خوف نہوگا ہان اگر ہدایت
یعنی قرآن و رسول کی پیروی مین قصور ہو جیسے گنہگار مومنون سے ہوتا ہے تو اُنکو فی الجملہ قیامت مین بھی خوف ہوگا کیونکہ اُنھون نے پیروی پوری نکی لیکن
وہ جلد مرتفع ہو جائیگا - آیات جمع آیہ کہ در اصل اَیَیَہ تھا جسکو خلاف قیاس آیہ کیا یعنے یار کو الف سے بدل کر الف ممدودہ کیا - تبیان مین
شیخ عکبری نے زعم کیا کہ قیاس اسطرح جاری نہین ہے کیونکہ جہان دو یا جمع ہون تو دوم بدلتے ہین جواب دیا گیا کہ یہ خلاف قیاس ہے
فتلقی - کی فا جملہ معترضہ ہے نہ عطف اسواسطے کہ تاکید سے پہلے معطوف نہین آتا رہا یہ کہ پھر بیچ مین کیون لائے تو جواب یہ ہے کہ اسمین
قاعدہ بلیغہ یہ ہے کہ گناہ ظاہر ہونے پر فوراً توبہ کرے اور یہ کہ توبہ خود قابل اہتمام ہے کیونکہ ڈھیل ڈالنا دوسرا گناہ ہے - (فائدہ) اِن
آیات مین چند علوم ہین اول یہ کہ جنت مخلوق موجود ہے دوم آنکہ جنت اوپر ہے اسیواسطے آیا کہ یہانسے اترو سوم آنکہ توبہ قبول ہوتی ہے
جبکہ مع شرائط کے دل سے ہو اور وہ در اصل دلی ندامت ہے چہارم آنکہ توبہ مین جلدی و اہتمام کرنا چاہیے پنجم آنکہ جب کافرون کے واسطے
عذاب آخرت دائمی ہے تو معلوم ہوا کہ مومن گنہگار کے واسطے دائمی نہین ہے ورنہ کچھ فرق نہوتا حالانکہ مومن و کافر مین فرق قطعی ہے - (لطیفہ)
مومنین جب جنت مین داخل ہونگے تو وہانسے نہین نکالے جاوینگے لیکن حضرت آدم علیہ السلام قبل وفات کے داخل ہوئے اور باہر بھی آئے
تو معلوم ہوا کہ بعد وفات کے جو داخل ہو وہ نہین نکلیگا (تنبیہ) حدیث مین ہے کہ میری امت سے خطا و نسیان کا گناہ دور کیا گیا ہے - (ابن ماجہ)
یہ آپ ہی کی امت مرحومہ کی خصوصیت ہے ورنہ ابو البشر آدم علیہ السلام پر بھول چوک سے عتاب ہوا اور یہ امتحانات الٰہی ہین چنانچہ حدیث مین ہے کہ سب
لوگون سے بڑھکر انبیاء علیہم السلام امتحانات مین مبتلا ہوتے ہین پھر جو اُنسے نزدیک تر ہین پھر جو اُنسے نزدیک تر ہون یعنے درجہ بدرجہ (الترمذی
وصححہ) اور ایک روایت مین ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب سے بڑھکر مبتلائے امتحان ہوتے ہین پھر علماء پھر صالحین (الحاکم) حدیث مین ہے کہ
بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے عہد لیا اور بعض کو نصیحت فرمائی کہ امور خیر مین سے کسی فعل کو قلیل نہ سمجھے اور شرعی منکرات مین سے کسی فعل کو حقیر نہ سمجھے

مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کے واسطے شاہد یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت کو عزم کے ساتھ خیال نہیں فرمایا اور اس قصہ میں تنبیہ ہے کہ عہد الٰہی پر شکر گزاری کے ساتھ قائم رہے ورنہ اُسکا انجام خراب ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ یہود و نصاریٰ سے توریت و انجیل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے واسطے متواتر عہد لیا گیا لیکن اُن لوگوں نے بدعہدی کر کے اپنی عاقبت خراب کی حالانکہ مکرر یاد دلایا چنانچہ فرمایا

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو میں نے کیا تم پر اور پورا کرو قرار میرا

اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا

میں پورا کروں قرار تمہارا اور میرا ہی ڈر رکھو اور مانو جو کچھ میں نے اُتارا سچ بتاتا

مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّ

تمہارے پاس والوں کو اور مت ہو تم پہلے منکر اُسکے اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور

اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝ ع

مجھی سے بچتے رہو

بنی اسرائیل اولاد یعقوب علیہ السلام کیونکہ یعقوب علیہ السلام بن اسحٰق بن ابراہیم علیہ السلام کو اسرائیل کہتے تھے کیونکہ عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ کا نام ایل اور اسر یعنے بندہ تو اسرائیل یعنے عبد اللہ ہے بالجملہ مفسرین متفق ہیں کہ بنی اسرائیل اولاد یعقوب ہیں اور جن لوگوں کو خطاب کیا گیا وہ یہی یہود ہیں جو بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مدینہ میں موجود تھے شیخ عبد الحق نے سیر میں نقل کیا کہ یہاں ان یہودیوں کی ابتدائے سکونت زمانہ حضرت موسیٰ یا سلیمان علیہ السلام سے ہے کیونکہ جب وہ خانۂ کعبہ کی زیارت کو آئے تو راہ میں یثرب یعنی مدینہ طیبہ میں وہ آثار پائے گئے جو توریت وغیرہ میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن ہجرت کے بارہ میں مذکور ہیں اور وحی نبوت سے بھی معلوم ہوا لہٰذا ایک گروہ یہود نے درخواست کی کہ ہم لوگ یہیں رہیں تاکہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ایمان لاویں چنانچہ اُنکو اجازت ملی و یہ لوگ اسی شوق میں یہاں رہتے حتیٰ کہ جب کوئی مرنے لگتا تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کرتا کہ اگر تمکو زمانہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میسر ہو تو میرا اسلام عرض کر کے میرا ایمان لانا ظاہر کیجیو حتیٰ کہ اسی وتیرہ پر ایک زمانہ گذر گیا پھر یمن سے عرب و بھائی اوس و خزرج بھی یہاں آکر آباد ہوئے لیکن یہودیوں کی حالت اُسوقت از راہ دیانت خراب ہوگئی تھی حتیٰ کہ یہودیوں کی جماعت عظیم ان یمنیوں پر ظلم کرتی تھی اور آخر اللہ تعالیٰ نے یمنیوں کی اولاد میں برکت عطا فرمائی اور رفتہ رفتہ انہیں اسقدر کثرت ہوگئی جنہوں نے اُن یہودیوں کا مقابلہ کر کے اُنکو زیر کیا پھر ایک زمانہ کے بعد اوس و خزرج کی اولاد میں باہم نفاق پیدا ہوا حتیٰ کہ باہم لڑائیاں شروع ہوئیں اور یہودی بھی خوشامد میں بعضے اوسیوں کے اور بعضے خزرجیوں کے تابع ہوگئے لیکن یہ گروہ بھی سب بت پرست تھے اور یہودی اپنے دین پر قائم تھے اور جب کبھی یمنیوں سے تنگ ہوتے تو بد دعا کرتے اور کہتے کہ الٰہی ہمکو پیغمبر آخر الزمان کے طفیل سے ان لوگوں کی شرارت سے محفوظ رکھ اور یمنیوں سے کہتے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ ہم لوگ پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کے سایۂ حمایت میں ہو کر تمپر جہاد کرینگے پس قبائل میں اس سے تعجب کرتے کیونکہ یہ علم فقط یہودیوں کے پاس کتاب توریت وغیرہ میں موجود تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر تشنیع

فرمائی بقولہ تعالی۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین چنانچہ عنقریب اسکی تفسیر آویگی
اور یہ دلیل قطعی متواتر ہے کیونکہ اگر یہودی اس ذریعہ سے دعا نہ کرتے ہوتے تو فوراً جھٹلاتے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک
ظاہر ہوئی تو اہل مدینہ جو مکہ میں قریش سے معاہدہ وحج کرنے کے واسطے گئے تھے اول انہوں نے یہودیوں ہی کے بیان سے پہچانا کہ یہی پیغمبر آخر الزمان
ہیں جنکے نام سے یہودی ہمکو ڈرایا کرتے تھے پس وہ پہلے ایمان لے آئے جس سے یہودیوں کے دلوں میں عداوت کی آگ زیادہ بھڑک اٹھی
حتی کہ وہ لوگ انکار پر آمادہ ہوگئے اور گروہ میں سے جو صفات وفضائل بیان کیا کرتے تھے برعکس بیان کرنا شروع کیے مثلاً حلیہ شریف
بدل کر کہنے لگے کہ پیغمبر آخر الزمان تو سیم فام دراز قد پتلے دبلے ہونگے ولیکن اللہ تعالی نے یہ دولت مدینیوں کے حق میں ازل سے لکھی تھی انہوں نے
یہودیوں کی عداوت پہچان لی اور ایمان پر ثابت قدم رہکر انصار کہلائے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہودیوں
نے جان بوجھکر انکار کیا پس اللہ تعالی نے جو نعمتیں حضرت موسی علیہ السلام کے وقت سے آگے پیچھے اولاد یعقوب پر نازل فرمائی
تھیں بایں وجہ کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے وہ ان یہودیوں کو بھی یاد دلائیں چنانچہ فرمایا بقولہ تعالی۔ یٰبنی اسرائیل
اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم۔ اے بنی اسرائیل یاد کرو میری ان نعمتوں کو جو میں نے تم پر انعام فرمائیں
ف یعنی تمہارے باپ دادوں پر انعام فرمایا کہ انکو عذاب فرعون سے نجات دی اور فرعون کو ہلاک کیا اور انکے واسطے دریا کا
راستہ کھول دیا اور جنگل میں جہاں بھوک سے مرجاتے من وسلوی وآب شیریں پہونچایا ودیگر انعامات کثیرہ جنکا بیان آیندہ
انشاء اللہ تعالی آویگا پس اسی انعام کی بدولت تمہاری نسل پیدا ہوئی پس تم ان نعمتوں کو یاد کرو۔ واوفوا بعہدی
اوف بعہدکم۔ اور پورا کرو میرا عہد میں تمہارا عہد پورا کرونگا۔ وایای فارہبون ۞ اور مجھی سے امید لگائے ہوئے
خوف رکھو۔ ف اور شیطانی وسواس سے کسی غیر سے مت ڈرو کہ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوجاؤگے تو عوام یہودی
تمہاری سرداری چھوڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوجاوینگے پس جو کچھ تمکو نذرانہ دیا کرتے ہیں وہ بند ہوجائیگا پس تم حقیر
مال کے پیچھے عہد چھپا کر کافر مت بنو اور مجھی سے خوف کرو ایسا نہو کہ جو عذاب پہلے اقوام بنی اسرائیل پر بوجہ نافرمانی کے بندر وسور کی
صورتیں مسخ کردینے وغیرہ کا نازل ہوا تھا وہ تم پر بھی نازل ہو جبکہ تم عہد پورا نکرو۔ فارہبون۔ دراصل۔ فارہبونی۔ تھا کہ یاء وقف
آیت پر قرار نہیں ہوتی اسیواسطے نون کا کسرہ ہے جیسے ایای فاتقون۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اللہ تعالے نے یہودیوں کو انعام وثواب
سے رغبت بھی دلائی اور عذاب سے خوف بھی دلایا تاکہ عہد پورا کریں علماء نے کلام کیا کہ عہد سے کیا مراد ہے حسن بصری نے فرمایا کہ یہ عہد قولہ
تعالی لقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منہم اثنی عشر نقیبا وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوۃ واتیتم الزکوۃ وآمنتم برسلی وعزرتموہم واقرضتم اللہ قرضا حسنا
لاکفرن عنکم سیاتکم ولادخلنکم جنات تجری من تحتہا الانہار الآیۃ۔ یعنے اللہ تعالے نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور انمیں بارہ نقیب مقرر فرمائے
اور اللہ تعالے نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تمنے نماز ٹھیک قائم کی اور زکوۃ دی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور اللہ تعالی کو
قرض حسنہ دیا تو بیشک تمہارے گناہوں کو تمپر سے کفارہ کردونگا اور ضرور تمکو ایسے جنات میں داخل کرونگا جنکے نیچے سے نہریں جاری
ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر کے موافق حضرت عیسی علیہ السلام وحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا یہودیوں پر قطعی تھا خصوصاً
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک عہد خاص لیا گیا بقولہ تعالے۔ واذ اخذ اللہ میثاق الذین
اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ الآیۃ۔ ودیگر آیات صریحہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار وصفات لوگوں سے بیان کریں

اور بالکل نہ چھپاوین اور یہان عہد مذکور سے یہی مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرین اسیواسطے شیخ ابن کثیر نے لکھا
کہ دیگر علما و تابعین نے فرمایا کہ یہ عہد وہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے توریت مین یہودیون سے میثاق مؤکد لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب بنی اسمٰعیل مین
ایک پیغمبر عظیم پیدا فرماویگا کہ تمام قبائل پر اُسکی طاعت فرض ہوگی یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماویگا جنکی رسالت تمام جہان پر لازم
ہوگی پس جو کوئی اس پیغمبر کی فرمانبرداری کریگا اللہ تعالےٰ اُسکے گناہ بخشیگا اور اُسکو جنت مین داخل کریگا اور اُسکو دوہرا ثواب عطا کریگا
مترجم کہتا ہے کہ توریت و انجیل مین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک مع فضائل و کمالات و مقام ہجرت و بعض احکام شریعت و صفات
و اوصاف خلفاء راشدین اور اپنی کمال رحمت و وعدۂ ثواب عظیم مفصل مذکور ہے اور حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ و دیگر انبیاء بنی اسرائیل سے تفصیل تمام ماثور
ہے حتی کہ جیسے آدمی اپنے بیٹے کو ہر وقت و ہر گھڑی دیکھنے سے بخوبی پہچان جاتا ہے اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و آثار ہر زمانہ
و ہر وقت کے پیغمبرون سے بنو اسرائیل کو سنائے و بتلائے گئے تا کہ فوراً پہچان لین اور کچھ بھی تردد نہو لیکن شان الٰہی عجیب حکمت بالغہ ہے کہ
باوجود اسطرح پہچاننے کے یہودیون نے گمراہی اختیار کی گویا اس سے مسئلۂ تقدیر بدلیل قطعی تعلیم فرمایا کہ ان لوگون نے کسی تردد یا شبہہ
کی وجہ سے کفر نہین کیا بلکہ مشیت تقدیر الٰہی انپر پوری ہوئی تا کہ یہی حجت باقی نرہے کہ ہمکو پہچان مین کچھ شبہہ تھا اور اس سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی تعظیم شان آپکے خالق عزوجل کی بارگاہ عظمت سے بندون پر کس طرح ظاہر فرمائی گئی ہے کہ انبیاء و اولو العزم و کتب آسمانی کے
بیان سے ہر وقت و زمانہ مین عہد و میثاق لیا گیا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام رازی نے انبیاء سابقین علیہم السلام سے حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی بشارات کثیرہ نقل فرمائین - مترجم کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے ہر چند توریت و انجیل مین تحریف کی لیکن ہزارون کتابون
مین تحریف کرتے کرتے زمانۂ دراز گذرا اور بہت سے نسخہ مسلمانون کے بھی ہاتھ آ گئے مگر جہانتک اُنکے بادشاہ و عوام کی عداوت شدید سے
ممکن ہوا اُنھون نے صریح بیانات کو بگاڑ کر تحریف کر دیا لیکن ہم جانتے ہین کہ بحکم قولہ تعالیٰ - الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ
مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل الآیۃ کے قطعاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت توریت و انجیل مین مذکور ہے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا
مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد الآیۃ پس صریح نام سے بشارت مذکور ہے چنانچہ آیت سابق کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ عجیب تفسیر شریف آویگی
اور امام رازی وغیرہ نے جو بشارات نقل کیے مع دیگر روایات کے ملخص بیان کرتا ہون حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے خط عبرانی و زبان
عبرانی سیکھی تھی پس اُنھون نے روایت کی کہ واللہ توریت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کثیرہ مین سے بعض وہ ہین جو قرآن مجید
مین مذکور ہین پھر اُنکو مفصل بیان فرمایا جیسا کہ سنن ترمذی وغیرہ کی روایت مین مذکور ہے اور اسیکے مثل کعب احبارؓ سے جو علماء یہود
مین سے بہت بڑے عالم تھے مفصل روایت ہے اور وہ بھی سنن ترمذی وغیرہ مین مذکور ہے - رازی وغیرہ نے ذکر کیا کہ توراۃ کے سفر اول کی
فصل نہم مین مذکور ہے کہ جب سارہؓ نے ہاجرہؓ پر غصہ کیا تو ہاجرہؓ گھر سے نکلکر بھاگین راہ مین ایک فرشتہ بشکل آدمی اُنکے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ
اے ہاجرہؓ تم کہان جاتی ہو تو ہاجرہؓ نے کہا کہ مین اپنی بی بی سارہؓ کے پاس سے بھاگی جاتی ہون پس فرشتہ نے کہا کہ نہین تو اپنی مالکہ سارہؓ کے
پاس لوٹ جا اور عاجزی کے ساتھ اُسکی فرمانبرداری مین قائم رہ کہ اللہ تعالیٰ عنقریب تیری کھیتی کی بڑھاؤ کثیر فرماویگا اور تیری نسل کی ذریات
بہت ہوگی چنانچہ تھوڑے ہی دنون بعد تو حاملہ ہوکر ایک بیٹا جنیگی اور اُسکا نام اسمٰعیل رکھیو اور یہ بات اللہ عزوجل نے اسواسطے تجھپر
رحمت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب تیرا منقطع ہونا جانا اور تیری عاجزی سن لی و راس ذریت مین یہ ایک شخص عین الناس ہوگا اور اُسکا ہاتھ
سبھون پر بالا ہوگا اور سبھون کے ہاتھ عاجزی کے ساتھ اسکی طرف پھیلے ہونگے اور وہ سب بھائیون کے برخلاف اپنے رب عزوجل کا شکر گذار ہوگا امام رازیؒ اس

اسطرح استدلال کیا کہ یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خاصۃً صادق ہے اسواسطے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی یہ حالت نہین ہوئی بلکہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام مین سے بھی کسیکو یہ ثروت نہوئی کہ بنی اسرائیل کی قومون پر زبردست ہو اور عاجزی کے ساتھ سب ہاتھ اُسکی جانب پھیلے ہون حتی کہ وہ لوگ عرب کے جنگلون پہاڑون مین خانہ بدوش کی طرح رہتے تھے اُنکو یہ بھی طاقت نہ تھی کہ شام وعراق مین داخل ہون اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی جب وہ لوگ مسلمان ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے اُنکو روے زمین مین اکثر کا مالک کیا اور تمام قومون کے ہاتھ اُنھین کیطرف عاجزی کے ساتھ پھیل گئے مترجم کہتا ہے کہ امام رازی نے جو کچھ عبارت بالفعل توریت مین موجود تھی اُسی سے عمدہ استدلال قائم کیا حالانکہ یہ احتمال ضرور ہے کہ یہود ونصاریٰ نے عداوت سے درمیانی فقرہ حذف کردیا ہو جسمین صریح نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہو حتی کہ جو شخص غور کرتا ہے اُسکو ربط عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جہان یہ فرمایا ہے "اور یہ شخص وحشی الناس ہوگا" اس سے پہلے ظاہراً کچھ عبارت نکال ڈالی گئی ہے اور امام رازیؒ نے بہت خوب کیا کہ اگر مان لیا کہ عبارت نکالی نہین گئی تو بھی تصدیق توریت کے واسطے فرض لازم ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بشارت ہو کیونکہ بغیر اسکے عبارت صادق نہین ہوتی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس خلفاے راشدین کی بھی بشارت نکل آئی کیونکہ یہ زمانہ خلفاے راشدین کے وقت مین حاصل ہوا حالانکہ اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مین سے شمار کیا گیا۔ دلیل دوم سفر پنجم کی فصل اٹھارہ مین مذکور ہے کہ تمہارا رب تمہارے واسطے میرے مثل ایک نبی تمہارے درمیان یعنی تمہارے بھائیون مین سے قائم کریگا اور اسی فصل مین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ مین ان لوگون کے لیے یعنی بنی اسرائیل کے لیے تیرے مثل ایک پیغمبر انکے بھائیون مین سے قائم کرونگا (یعنے بنی اسمٰعیل مین سے) اور یہ پیغمبر جو کلام میرے نام کے ساتھ میری طرف سے ادا کریگا تو جو شخص نہین سنیگا مین اُس سے انتقام لونگا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بشارت بہت قوی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثل قوت وشوکت جہاد کسی پیغمبر کو بعد موسیٰ علیہ السلام کے نہین ہوئی کیونکہ سب اسی توریت کے تابع تھے حتی کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی کے تابع تھے اور صاف اشارہ ہے کہ یہ پیغمبر موعود کوئی کتاب مثل توریت وانجیل کے نہین لائیگا بلکہ کلمات الٰہی تھوڑے تھوڑے اسپر وحی کیجائینگے جنکو وہ اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ سناویگا یعنے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ وحی الٰہی سناویگا یا اقرأ باسم ربک الذی خلق سناویگا کیونکہ وہ بنی اسرائیل مین سے نہین بلکہ اُنکے بھائیون بنی اسمٰعیل مین سے ہوگا کیونکہ اسرائیل یعنے یعقوب علیہ السلام کا کوئی بھائی سواے عیص کے نہ تھا اور عیص کی اولاد مین سے سواے ایوب علیہ السلام کے کوئی پیغمبر نہین ہوا پھر ایوب علیہ السلام بھی موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوے تھے تو موسیٰ علیہ السلام کو اُنکی بشارت کیونکر دیجاتی پھر یہ بات ظاہر ہے کہ بعد موسیٰ علیہ السلام کے جو پیغمبر ہوا وہ بنی اسرائیل مین سے تھا سواے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ البتہ بنی اسمٰعیل مین سے ہین تو قطعاً یہ صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہین اگر کہا جاوے کہ عبارت مذکورہ مین تو یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پیغمبر کو ان لوگون کے درمیان قائم کریگا تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاریٰ مین قائم ہوکر اُنکو ایمان کی تعلیم فرمائی پس جو ایمان لایا وہ اچھا رہا اور جسنے نہ مانا اللہ تعالیٰ نے اُس سے انتقام لیا۔ دلیل سوم یہ کہ سفر پنجم کی فصل تینتیس مین مذکور ہے ان الرب تعالیٰ جاء من طور سیناء وطلع لنا من ساعیر وظہر من جبال فاران ومعہ عن یمینہ عنوات القدوسین فمنحہم العز وحببہم الی الشعوب ودعا لجمیع قدوسیۃ بالبرکۃ۔ یعنے رب تعالیٰ طور سینا سے آیا اور ساعیر سے ہمارے واسطے طالع ہوا اور جبال فاران سے ظاہر ہوگیا اور اُسکے داہنے سے عنوات قدوسین کی صف باندھی پس اُنکو عزت عطا فرمائی اور شعوب قبائل مین اُنکو محبوب کردیا اور برکت کے ساتھ پوری قدوسیت کی دعا فرمائی مترجم کہتا ہے کہ عرب کے جمیع شعوب وقبائل باہم دشمن وخونریز تھے اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین شرک وبدگوئی کرتے تھے پھر جبال فاران سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور

قدوسین قائم ہوئی تو آخر جمیع شعوب وقبائل کو صحابہ رضی اللہ عنہم محبوب ہو گئے اور کمال معرفت مین انکو کثرت عطا فرمائی حتیٰ کہ امم
سابقہ کے انبیاء علیہم السلام جن علوم ومعارف کو پہونچے تھے وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء کو عطا فرمایا۔ امام رازی نے
لکھا کہ بالاتفاق جبال فاران یہی ہین جو حجاز مکہ مین ہین اور خود توریت مین یہ بات مذکور ہے کہ اسمعیل نے بیابان فاران مین تیراندازی
سیکھی پھر یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اسمعیل علیہ السلام نے ایام شیرخوارگی ہی سے مکہ مین سکونت اختیار کی پھر یہ بات معلوم ہے کہ اسمعیل علیہ السلام
اسکا مصداق نہین ہو سکتے کیونکہ اسمعیل علیہ السلام کے ایام سکونت مین وہان سوا جنگلی شکار کے کوئی جماعت بھلی بھی کسی طرح قائم نہ تھی تو عزت کہان
سے ہوتی اور خانہ کعبہ کی بنا وبھی مدت بعد بنا ہوئی تو قدوسین کے ربوات یعنی مساجد کہان سے قائم ہوتین کیونکہ عرب مسجد کا نام بھی نہین جانتے تھے
پس کچھ شک نہین کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بشارت ہے اور یہودیون نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ طور سینا و ساعیر و فاران مین
آگ لگیگی اور تمام جہان مین منتشر ہو جائیگی۔ مین کہتا ہون کہ ان جنہیون نے عجیب بے تکے تحریف کے معنے نکالے جو کسی طرح اس کلام سے
نہین نکلتے ہین یہ محض جہالت وبددیانتی ہے اور خود کتاب حبقوق مین بیان صریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ طور سینا سے آیا اور ساعیر سے طلوع ہوا
اور قدس جبال فاران سے ظاہر ہوگیا۔ اگر آسمان بہاء محمد سے کھل جائے اور زمین اسکی حمد سے بھر جائے تو اسکے منظر کی شعاع مثل نور
کے ہوگی وہ اپنے شہر کو اپنی عزت سے محفوظ رکھیگا اور امیدین اسکے آگے روان ہونگی اور سباع الطیر اسکے اجناد کے ساتھی ہونگے حتیٰ کہ آخر
مین لکھا وترتوی السہام بامرک یا محمد ارتواءً وتخور الارض بالانہار ولقد رأتک الجبال فارتاعت وانحرف عنک
شؤبوب السیل ونفرت المہاری نفیرًا ورعبا ورفعت ایدیہا وجلا وفرقا وتوقفت الشمس والقمر عن جراہما وسارت
العساکر فی برق سہامک ولمعان بیانک تدوخ الارض غضبا وتدوس الامم زجرا لانک ظہرت بخلاص امتک۔ھ
یہ بیان بالکل صریح ہے اور کتب نصاری مین یون مذکور ہے۔ وظہر من جبال فاران لقد تقطعت السماء من بہاء محمد المحمود
وترتوی السہام بامرک المحمود لانک ظہرت بخلاص متک وانقاذ مسیحک۔ یہ عبارت بھی بالکل صریح ہے اور انقاذ مسیح
سے مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح علیہ السلام کو کذب یہود ونصاری دونون سے چھڑایا۔ دلیل چہارم یہ کہ کتاب شعیا کی فصل
بائیس مین مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اٹھ اور اپنے چراغ روشن کر کہ تیرا وقت قریب آیا اور کرامت الہی تجھ پر طلوع کرنے والی ہے کیونکہ
اس زمین پر اندھیرا چھا گیا اور امتون پر بدلی چھا گئی اور رب عزوجل تجھ پر اشراق فرمائیگا اور اپنی کرامت تجھ پر ظاہر کریگا تیرے نور کے سایہ مین امتین گروہ گروہ
آوینگی اور سلاطین تیری روشنی مین روان ہونگے تو اپنی آنکھ اٹھا کر اپنے گرد وپیش پر نظر ڈال کہ یہ لوگ تیرے پاس جمع ہونے والے ہین
اور تیرے فرزند دور دور سے تیری زیارت کو آوینگے کیونکہ تو ام القری ہے یہانتک کہ آخر مین فرمایا کہ فاران کی بکریان لائی جاوینگی اور میری
قربانگاہ مین چڑھائی جاوینگی جس سے مین راضی ہونگا اور اسوقت اپنے بیت حمد کے واسطے ایک حمد نازل کرونگا۔ ھ۔ یہ سب صفات شان
مکہ اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے موجود ہین اور یہ بات بیت المقدس پر کسی طرح صادق نہین آتی۔ دلیل پنجم یہ کہ توریت کے سفر اول
مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اسمعیل کے بارہ مین تیری دعا قبول کی اور مین نے بہت خوب برکت دی ہے
وہ اسکی اولاد مین ایک بزرگ کو امت عظیمہ کے واسطے پیدا کرونگا۔ اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین کیونکہ سوا
آنحضرت کے کوئی نبی اولاد اسمعیل علیہ السلام مین سے امت عظیمہ کے واسطے نہین ہوا اور خود ابراہیم واسمعیل علیہما السلام نے یہ درخواست بنا کعبہ کے وقت
فرمائی کہ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلو علیہم آیاتک ویعلمہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم انک انت العزیز الحکیم۔ اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ مین اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہون بعض علما نے بیان کیا کہ خود توراۃ
مین مذکور ہے کہ آپکا مولد مکہ ہے اور مسکن طیبہ ہے اور سلطنت شام ہے اور آپکی امت بہت حمد کرنے والی ہوگی۔ دلیل ششم یہ کہ مسیح نے حواریین کو کہا
کہ مین تو جاتا ہون اور عنقریب تمھارے پاس فارقلیط روح الحق آویگا جو اپنی طرف سے نہین بولیگا بلکہ وہی کہیگا جو اسکو کہا جاویگا۔
رازی نے کہا کہ اسکی تصدیق خود قرآن مجید مین موجود ہے قولہ تعالیٰ۔ ان اتبع الا ما یوحیٰ الی۔ مترجم کہتا ہے بلکہ قولہ تعالیٰ۔ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو
الا وحی یوحیٰ۔ اور فارقلیط کے دو معنے ہین ایک یہ کہ شافع مشفع اور دوم یہ کہ حق و باطل مین تفریق کرنے والا گویا اور اصل فاروق [illegible]
پس لیطا کلمہ تحقیق و تاکید ہے۔ دلیل ہفتم یہ کہ دانیال پیغمبر نے بخت نصر کو بطور وحی کے اسکا خواب بیان کیا جسکا ذکر سورۂ بنی اسرائیل مین
انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور اسکے آخر مین یہ ہے کہ پھر اس آخر زمانہ مین اللہ تعالیٰ ایک مملکت قائم کریگا جو قیامت تک رہیگی اور وہ شریعت منسوخ نہوگی
اور بیان دیگر بشارات عجیبہ ہین جنکا بیان آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اپنے موقع پر آویگا اور ان سب کے مجموعہ سے متواتر یہ بات ثابت ہوتی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کتب سابقہ مین بتوضیح تمام موجود ہے اور یہود و نصاریٰ سے عہد لیا گیا تھا کہ ان بشارات کو ظاہر کرین
اور ہرگز نہ چھپاوین لہذا ان آیات مین اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمت یاد دلائی جس سے انکو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت مین
سب کچھ ہے پھر تاکید فرمائی کہ میرا عہد وفا کرو یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات ظاہر کر کے خود ایمان لاؤ تو مین اپنا عہد پورا کرونگا یعنے تمکو ثواب
کے ساتھ جنت مین داخل کرونگا اور تہدید فرمائی کہ مجھی سے ڈرو یعنے دنیا مین جن امور کا خوف کرتے ہو مثلاً جنکا عوام یہود لوگ تمکو سالانہ نذرانہ
وغیرہ ملتا تھا وہ جاتا رہیگا اور بعد مسلمان ہونے کے فریضہ جہاد مین موت سے ڈرتے ہو اور دنیاوی زندگی پر مرتے ہو یہ سب چھوڑ دو بلکہ مجھ سے
رب عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا وہ خود متولی بندگان ہے لہذا حکم فرمایا۔ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ اور ایمان لاؤ
ایسی چیز کے ساتھ جو مین نے نازل فرمائی درحالیکہ وہ تصدیق کرتی ہے اس چیز کی جو تمھارے ساتھ ہے۔ ف یعنے ایمان لاؤ قرآن منزل پر جو توریت
و انجیل کی تصدیق کرتا ہے۔ ابو العالیہ نے کہا کہ یہ اسواسطے کہ وہ لوگ توریت و انجیل مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس لکھا ہوا پاتے تھے
مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام و صفات و نشانات شریعت جس طرح توریت و انجیل مین مذکور ہین انہین کے موافق قرآن مجید
نازل ہوا تو یہ تصدیق ہوگئی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مانند قول ابو العالیہ کے مجاہد و ربیع بن انس و قتادہؒ سے مروی ہے حاصل یہ کہ اہل کتاب کے
ہاتھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے واسطے یہ بہت عمدہ آیت موجود تھی کہ توریت و انجیل مین جو علامات تھین انکے موافق قرآن مجید [illegible]
تو انپر ایمان لانا فرض متحتم تھا لہذا حکم دیا کہ تم لوگ ایمان لاؤ بدین تصدیق۔ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ۔ اور تم لوگ اسکے ساتھ اول کافر
نہو جاؤ۔ ف بعض نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرنے والون مین سے تم لوگ اول نہو کیونکہ تم لوگ انکی شناخت مین وہ علم حاصل ہے جو دوسرون کو
نہین ہے یہی ابن عباسؓ و ابو العالیہؒ سے منقول ہے یعنے جنس اہل کتاب مین سے تم اول نہو اور اسیکے مانند حسن و سدی و ربیع بن انسؒ سے مروی ہے اور
بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ تم لوگ اس قرآن منزل کے ساتھ اول کافر نہو۔ شیخ ابن جریرؒ نے اسکو اختیار کیا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ دونون
قول صحیح ہین یعنے جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اسنے قرآن سے انکار کیا اور جسنے قرآن سے انکار کیا اسنے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے انکار کیا۔ شیخ نے لکھا کہ اول کافر سے یہ مراد ہے کہ بنی اسرائیل کے کافرون مین سے تم اول مت ہو اور یہ تاویل اسواسطے کی گئی کہ یہود
سے پہلے قریش و عرب مین سے بہت سے لوگ کافر ہوچکے تھے پھر ہجرت مدینہ کے بعد یہود اون کو خطاب ہوا لیکن انھون نے دنیاوی [illegible]
کی لالچ سے کفر اختیار کیا جسکی بابت اشارۃً پہلے انکو اپنی نعمتین یاد دلائین اور اپنے سوا غیر سے خوف رکھنے سے ممانعت کی اور بیان صریح فرمایا

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ز۔ اور میری آیات کے عوض ثمن قلیل مت خریدو۔ ف یعنی میری آیات و رسول پر
ایمان لانے کو ہاتھ سے دیکر تمام دنیاے فانی بہت قلیل ہے کہ اُسکی قلت کا اندازہ نہیں ہوسکتا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حدیث صحیح میں دو رکعت
سنت فجر پڑھنے کو دنیا و ما فیہا سے بڑھکر فرمایا پس جب ایمان کے ایک عمل نفل کی یہ فضیلت ہے کہ وہ دنیا و ما فیہا کے برابر نہیں بلکہ بہتر ہے تو عین
ایمان کی کیا شان ہوگی اسکو کون قیاس کرسکتا ہے اور یہان تو یہ حال ہے کہ ان لوگون کو تمام دنیا و ما فیہا بھی نہیں ملتی تھی بلکہ سالانہ عوام الناس
وغیرہ سے کچھ غلہ ملتا تھا پس یہان ایمان کے مقابلہ میں اسکو ثمن قلیل فرمایا تو یہ انکی خواہش کے اعتبار سے ہے اور درحقیقت وہ قلیل ہے حالانکہ وہ
قلت بنظر قیمت کے شمار میں نہیں آتی ہے پس ایک گونہ ملامت کے ساتھ انکو منع فرمایا کہ یہ ہیچ پوچ مال دنیاوی جو تلف ہو جائیگا نشانہ ہے اسکو
لیکر عین ایمان بالقرآن و رسول کو مت چھوڑو جیسے کوئی شخص لعل و موتی دیکر ایک مٹھی خاک خریدتا ہے تو وہ احمق اشرف المخلوق انسان نہیں بلکہ
ارذل خلق شیطان ہے ۵ [illegible] نے فرمایا یہ دنیا مختصر [illegible] حسن بصریؒ نے فرمایا کہ دنیا تمام و کمال ملکر قلیل مول ہے سعید بن
جبیرؒ نے کہا کہ دنیا اور اسکی خواہشین سب قلیل مول ہیں۔ سدیؒ نے کہا کہ اُنکی طمع ہی قلیل مول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ اشارہ ہے کہ دنیاے فانی
میں سے انہیں سواے طمع کے کیا حاصل ہوتی تھی اگر کوئی چاہے کہ میں دین چھوڑ کر دنیا میلون تو یہ صرف اُسکی طمع ہی طمع ہے کیونکہ دنیا میں
سے اسکو اُسیقدر ملیگا جو اُسکو مقدر ہے پس اُس احمق نے اس طمع کے عوض میں دین کو برباد کیا۔ (تنبیہ) جاننا چاہیے کہ جب بندہ ایمان
و شریعت پر مستقیم ہونا چاہتا ہے تو شیطان اُسکو فقر و فاقہ کا خوف دلاتا ہے تاکہ وہ ایمان چھوڑ کر فسق و فجور کا مرتکب ہو۔ بدلیل قولہ تعالیٰ۔ اَلشَّیْطٰنُ
یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ الآیہ۔ لہذا جب کبھی شیطان کا یہ وسوسہ پاوے تو چاہیے کہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل تین بار کہے پس جس چیز کا خوف
کرتا ہے اُس سے محفوظ رہیگا جیسا کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث میں منصوص ہے بالجملہ اُنکو نصیحت فرمائی کہ دنیاے فانی قلیل کے عوض میں ایمان مت کھو
وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ۵ اور مجھی سے خوف رکھو۔ ف کیونکہ اللہ تعالیٰ جب نہ چاہے تو کسیکو ایک ذرہ نہیں مل سکتا کیونکہ خالق رازق
وہی ہے۔ طلق بن حبیب نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نور پر بامید راحت اُسکی طاعت کرے اور اللہ تعالیٰ سے نور پر خوف
عذاب اُسکی معصیت چھوڑے (ابن ابی حاتم) (مسئلہ) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس
علم سے رضاے الٰہی حاصل ہوسکتی ہے اگر اُسکو فقط اس غرض سے حاصل کیا کہ دنیا کا کوئی اسباب حاصل کرے تو وہ قیامت کے روز
جنت کی خوشبو نہیں پاویگا (ابوداؤد) مترجم کہتا ہے کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ میدان قیامت میں مومنون کو خوشبوے جنت پہونچتی ہوگی مگر یہ شخص
اس سے محروم ہوگا جیسے حدیث میں آیا کہ جسنے کسی معاہدی کو مار ڈالا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائیگا اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمانون نے مثلاً کافرون کے
ملک کو فتح کیا اور اُن لوگون سے کچھ جزیہ یا مال صلح مقرر کرکے اُنکو امان دی اور امان یہ عہد ہے کہ تم لوگ یہ مال ادا کرتے رہو اور ہم لوگ تمہاری جان و مال
کے محافظ ہیں پھر اگر کسی مسلمان نے ان معاہدین میں سے کسیکو ناحق قتل کیا تو وہ میدان قیامت میں جنت کی خوشبو نہیں پاویگا حالانکہ اُسکی
خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے آتی ہے۔ (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اجرت لیکر علم پڑھانیکا کیا حکم ہے جواب یہ کہ یہان دو صورتین
ہیں ایک یہ کہ اس شخص پر تعلیم متعین ہو جاوے مثلاً شہر میں دوسرا شخص موجود نہیں ہے تو ایسی صورت میں اجرت لینا جائز نہیں ہے
ہاں اگر بیت المال سے اسقدر ملے جو اُسکے اہل و عیال کے واسطے کفایت کرے تو جائز ہے اور جاننا چاہیے کہ جو شخص تعلیم کرنے میں اپنی
کمائی سے منقطع ہو جاتا ہو تو اُسپر پڑھانا متعین نہوگا اور ایسی صورت میں اُسکو اجرت لینا بھی جائز ہے یہ امام مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ و جمہور علماء کا قول ہے
بدلیل حدیث۔ ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ۔ (کما فی البخاری) مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دینی تعلیم و دینی فعل اذان وغیرہ پر

اجرت لینا جائز نہین ہے بدلیل حدیث ابی بن کعب وعبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما کہ انھون نے اہل صفہ مین سے ایک شخص کو کچھ
قرآن پڑھایا تھا پھر اُسنے انکو ایک کمان ہدیہ بھیجی پس انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے پسند ہو کہ
اللہ تعالی تجھکو آگ کی کمان کا طوق پہناوے تو اُسکو قبول کرے پس انھون نے واپس کردی (رواہ ابو داود) شیخ ابو عمر ابن عبد البر وغیرہ
علماے کثیر نے اس حدیث کو محمول کیا کہ جب پہلے اللہ تعالے کے واسطے پڑھایا تو بعد اسکے جائز نہوا کہ ثواب کے بدلے یہ قوس لیجاوے
ہان اگر ابتدا سے اجرت ٹھہری ہو تو صحیح ہے کیونکہ اس صورت مین بقدر اجرت کے ثواب مین کمی ہوگی - مترجم کہتا ہے کہ مشائخ
حنفیہ مین سے بھی ایک جماعت متاخرین نے اس زمانہ مین موافق قول جمہور کے فتوی دیا کہ اُجرت لینا جائز ہے کیونکہ مسلمانون
کے واسطے بیت المال نہین ہے پس اگر تعلیم قرآن کی اجرت جائز نہو تو علم قرآن اٹھ جائیگا اور اسی پر تمام ملکون مین عملدرآمد ہے -
(تنبیہ) قولہ - مصدقا لما معکم - سے قرآن مجید کو توریت وانجیل کا مصدق فرمایا پس شیخ سیوطی وغیرہ نے تاویل کی کہ توحید ونبوت
جو اصل ہے اُسکی تصدیق کرتا ہے اگرچہ بعض احکام شریعت مین جدائی ہوا اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے تاویل کی ضرورت نہین سمجھی کیونکہ مراد یہ ہے کہ پیغمبر
آخر الزمان کے صفات ونشانات جسطرح توریت وانجیل مین مذکور تھے قرآن مجید اُنکی تصدیق کرتا ہے اور یہی علماے تابعین کا کلام
ظاہر ہوتا ہے اور یہی اظہر وارجح ہے واللہ تعالی اعلم اور قرآن مجید کی صفت دوسرے مقام پر مہیمن فرمائی کیونکہ یہود ونصارے نے اپنی
قساوت قلبی وتکبر وہوا وہوس کے وجوہ سے ایک مدت پہلے سے آیات آلہی مین تحریف کردی تھی مثلاً انجیل مین زنا کی شرعی سزا تو
جب کسی غریب سے زنا سرزد ہوتا تو اُسکو رجم کرتے اور اگر کسی رئیس ومالدار سے زنا سرزد ہوتا تو اُسکو چھوڑ دیتے تھے یہانتک کہ اکثر اسکے مرتکب
یہی مالدار ہوتے ہین اسواسطے انھون نے کتاب مین تحریف کرکے یہ حکم بنایا کہ جو شخص زنا کرے اُسکا منہ کالا کرکے گدھے پر سوار کرکے تشہیر کرتے
پھر بعد اُسکو کوڑے مارتے تھا وہین اگر محصن ہو اسیطرح جیسا ان مین بہتر فرقے مختلف پیدا ہوئے اور انمین باہم اختلاف وتعصب پیدا ہوا تو جس مقام پر کتاب آلہی مین کوئی
لفظ کسی فرقہ کے مفید معلوم ہوتا تو دوسرا فرقہ اپنے یہان اُس لفظ کو بدل ڈالتا حتی کہ انھون نے تعصبات وعداوتون سے یہانتک نوبت پہونچی کہ ہزارہا
بلکہ لاکھون الفاظ مختلف متغیر ہوگئے جسکو موجودہ نصرانیون نے پڑھنے کی غلطی شمار کیا حالانکہ صرف تین سو چالیس نسخون کو فرض کرکے ایسی
اختلافات الفاظ برآمد ہوئے جنکا اقرار اُن کے بڑے بڑے پادریون نے کیا جو آگے مین مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی نے اور ہیں اظہار الحق مین نصاری کی
مولوی رحمت اللہ صاحب نے نقل کیا ہے جسکا انکار غیر ممکن ہے الحاصل کچھ ہی قرین کیون نہون یہ قطعی ثابت ہوگیا کہ توریت وانجیل کے نسخون مین لاکھون
الفاظ مین تغیر واختلاف ہے اور ہندوستان مین جو ترجمے بنام انجیل پیش کیے جاتے ہین انکا اعتبار نہین ہے علاوہ برین یہ صرف ایک ہی فرقہ کے
نسخے ہین تو قطعی یہ نتیجہ نکلا کہ کوئی یہودی یا نصرانی جب کوئی نسخہ توریت یا انجیل پیش کرے تو اُسپر ہرگز اعتماد نہین ہوسکتا کیونکہ دیگر نسخون
مین ہزارون الفاظ اس سے مخالف موجود ہین تو یہ اعتماد ہی نہین ہوسکتا کہ اصل حکم آلہی کیونکر ہے اگرچہ ہم یہ مانے لیتے ہین کہ پڑھنے ہی کی
غلطی ہے کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ خواہ پڑھنے کی غلطی سے یا عمداً تحریف سے یہ لاکھون الفاظ مختلف ہین تو امر آلہی معلوم نہین ہوسکتا پس معلوم ہوا
کہ یہود ونصاری کے پاس کوئی ایسی کتاب نہین ہے جسکو وہ حکم آلہی بتلا سکین کیونکہ یہ سواے وحی کے نہین معلوم ہوسکتا کہ ان ہزارون
نسخون مین جو لاکھون اختلافات موجود ہین انمین وہ کون لفظ ہے جو اللہ تعالے نے نازل فرمایا اور وہ کون الفاظ ہین جو پڑھنے والون وغیرہ
کی غلطی سے پیدا ہوے اور اگر کوئی کہے کہ ہم دوسرے قرائن سے یہ بات دریافت کرسکتے ہین تو ہم کہینگے کہ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ تمھارے
قرائن کے موافق اس مقام پر یہ لفظ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کا اُتارا ہوا ہے تو جو شخص تمھارے قرائن پر ایمان لاتا ہوگا وہ مان لیگا

مگر یہ نہین جان سکتا کہ یہ واقعی اللہ تعالی کا اُتارا ہوا ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے قرآن مجید کو
ان کتابون کے واسطے مہیمن کر دیا ہے پس جو عبارت کہ قرآن مجید کے موافق ہو وہ صحیح ہے اور باقی سب تحریف یا پڑھنے والون کی غلطیان ہین
یہان سے ثابت ہوا کہ مسلمانون مین سے کسی شخص کو حلال نہین ہے کہ کسی نسخہ توریت یا انجیل سے جو بالفعل موجود ہین کوئی حکم نکالے کیونکہ اللہ تعالی نے
جو توریت نازل فرمائی وہ اگرچہ آسمانی کتاب ہے لیکن یہ نسخے جنہین لاکھون اختلاف موجود ہین کسی کی نسبت یہ حکم نہین ہو سکتا کہ یہ آسمانی کتاب
ہے اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو سواے میری اتباع کے انکو کچھ چارہ نہوتا کما رواہ احمد وغیرہ
پس ہاں بقدر ایمان لانا فرض ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام پر توریت اور حضرت عیسی علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی تھی اور وہ
حق ہے لیکن اسوقت یہ یہود و نصاری جو نسخے اپنے پاس سے نکالتے ہین جنہین لاکھون اختلاف ہین انمین سے کسی کی نسبت ہم یقین
نہین کر سکتے کہ یہ وہی توریت و انجیل ہے جو اللہ تعالے نے نازل فرمائی تھی (تنبیہ) یہود و نصاری جنکو آیت مین خطاب کیا انکو
اول کافر فرمایا کیونکہ پچھلے لوگ انہین کے تابع ہونگے اسیواسطے جس شخص نے اسلام مین سواے سنت شریعت کے بدعت نکالی اسپر
اسکا گناہ اور اسکی پیروی کرنیوالونکا بھی گناہ قیامت تک ہوگا حالانکہ اس بدعت پر عمل کرنے والون کے لیے بھی پورا گناہ ہوگا
جیسا کہ صحاح سے ثابت ہے (فـ۳) واضح ہو کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید مین جو کچھ نصائح فرمائے وہ تو اہل ایمان کے واسطے حقیقتاً خاص ہین
اور جو کفار و مشرکین کی مذمت بیان کی وہ مومنین کے واسطے عبرت ہے کیونکہ السعید من وعظ بغیرہ یعنی اہل سعادت مین سے وہ شخص ہے جو
دوسرون کو دیکھکر نصیحت پکڑے۔ لہذا ان آیات مین بنی اسرائیل کو اپنی نعمتین یاد دلاکر کفر و بدعہدی سے تہدید فرمائی جسمین اہل ایمان
کے واسطے ہدایت ہے کہ جو لوگ اعمال صالحہ کرین وہ ان اعمال پر نظر نہ ڈالین بلکہ اللہ تعالی کی نعمتون کو دیکھین کہ جنمین انکو اشیاء مقدورات
و تندرستی پا کر توفیق و طاعت عطا فرمائی تو یہ اللہ تعالی ہی کی رحمت ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ بنی اسرائیل کے واسطے اذکروا نعمتی
فرمایا یعنے تم میری نعمت یاد کرو اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فرمایا۔ فاذکرونی اذکرکم یعنی تم مجھے یاد کرو مین تمہین یاد کرونگا
اور ان دونون مین بہت بڑا فرق ہے شیخ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ یہ امت کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے
فرمایا کذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فرمایا۔ الم تر الی ربک کیف مد الظل الآیۃ
مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ ہوا کہ دونون مقامون پر اللہ تعالی نے اپنے آثار قدرت کو دکھلایا مگر ابراہیم علیہ السلام کے واسطے ملکوت
آسمان و زمین سے نظر بجانب مالک عزوجل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مالک عزوجل سے نظر بجانب ملکوت ہے اسیطرح
بنی اسرائیل کی نظر نعمت سے بجانب منعم عزوجل ہے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر منعم عزوجل سے بجانب نعمت ہے گویا انکی ذاتی خوبی حاصل ہے اور
بنی اسرائیل کو صفاتی خوبی اور وہ بھی شرط پر ہے چنانچہ فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ۔ اور دوسرون کے واسطے فرمایا۔ ولو آمن اہل الکتاب
لکان خیرا لہم الآیۃ۔ م۔ قولہ۔ اوفوا بعہدی۔ یعنے مقتضاے معرفت کے سبب سے حکم کی فرمانبرداری کرو تو مقام قرب پاؤ گے یا اسرار سے
مطلع ہو گے یعنے جیسی لیاقت ہو ویسی منزلت پاؤ گے۔ بعض مشائخ بغداد نے کہا کہ عہد ازل پورا کرو یعنے کسی چیز کی طرف منہ نکرو
غرضکہ ہر چیز کا عہد اسکے لائق ہے مثلاً علوم کو چاہیے کہ اسکے لائق لوگون مین صرف کرے ورنہ زبان بند رکھے تاکہ خزائن اسرار پر مطلع ہو اور طالب
رزق مین توکل کرے تاکہ سببیت اسکی مہمات پوری ہون۔ ابو سعید قرشی نے کہا کہ آداب شریعت محفوظ رکھے تاکہ قلوب مین نور حقیقت ظاہر ہو۔ بعض
مشائخ عراق نے کہا کہ احکام شریعت پر عبادت کرے تاکہ درجات روحانیت پر پہونچے شیخ ابو عمر بکندی نے کہا کہ وفاے عہد امانت ہے یعنے ظاہر

و باطن یکسان ہو پس اخلاص کے ساتھ عمل کرے شیخ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ ایای فارہبون - مقام معرفت و یقین سے ہے وایای فاتقون مقام علم سابق و مکر و استدراج ہے شیخ نے کہا کہ تقویٰ کی ابتدا یہ ہے کہ عالم ناسوت سے بیزار ہو کر عالم لاہوت کی جانب رجوع کرے حتیٰ کہ خوف و امید سب اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو بعض نے کہا تقویٰ چار طرح ہے اول عام کے واسطے شرک سے بچنا دوم خاص کے واسطے گناہ و شرک خفی سے بچنا - سوم عارفون کے واسطے غیر سے توسل کی نظر اٹھانا چہارم اہل تجرید کے واسطے اللہ تعالیٰ کے واسطے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تقویٰ کرنا مترجم کہتا ہے کہ جیسے حدیث میں آیا - اعوذ بک منک - یعنے تیرے خشم و غضب سے تیری ہی پناہ ڈھونڈھتا ہون - شیخ ابو عبدالرحمٰن السلمی نے کہا کہ تقویٰ یہ ہے کہ مخلوق کو ناقص دیکھے یعنے مخلوق خود محتاج ہے کہ اُس سے کچھ نفع و ضرر حاصل ہونا ممکن نہیں اگر یہود اسکو سمجھتے تو اللہ تعالیٰ کی نصیحت سے نیک بخت ہو جاتے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا عہد پورا کرو اور آیات الٰہی کے عوض دنیا مت لو تو جان لیتے کہ کسی مخلوق کو نفع و ضرر پہونچانے کی طاقت نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو فرمایا

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ

اور مت ملاؤ سچ میں غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر اور کھڑی کرو نماز

وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝

اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو ساتھ جھکنے والون کے

اللہ تعالیٰ نے یہودیون کو اُنکے مکر شیطانی سے منع فرمایا - وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ - اور مت خلط کرو حق کو باطل کے ساتھ - ف یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و بشارات کو اپنے پاس سے گڑھے ہوئے بہتان میں نہ ملاؤ نہ زبانی پھیر کر کیونکہ ان میں سے بعض لوگ اپنے ہاتھ سے لکھکر کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے یہ امر کہ اصلی توریت کو بھی تحریف کرتے تھے یا نہیں تو بعض علماء نے کہا کہ اُنہیں صرف معنے کی تحریف کرتے تھے اور ایک جماعت نے کہا کہ نہیں بلکہ عبارت میں بھی تحریف کرتے تھے اور نصرانیون سے یہ بات بیشک ثابت ہوئی کہ یہ لوگ کتاب میں تحریف کرتے تھے چنانچہ اُسکی بحث اوپر گذری اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر آویگی - وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ اور مت چھپاؤ حق کو حالانکہ تم جانتے ہو - ف کہ یہ حق ہے یعنے جو علم حق متعلق شریعت اسلام تمہاری توریت میں دیا گیا ہے اُس کو مت چھپاؤ کیونکہ علم کا چھپانا گناہ ہے حتیٰ کہ چھپانے والے کے منہ میں آگ کی لگام دیجاویگی کما فی الحدیث پھر حال یہ ہے کہ تم لوگ اسکو حق جانتے ہو تو جان بوجھ کر چھپانا سخت کبیرہ گناہ ہو گیا اور اسکا ضرر شدید ہے کیونکہ اول تو حق چھپایا گناہ دوم جان بوجھکر چھپایا سوم اپنے نفس کی بُرائی کہ دل سے تمیز حق جانا لیکن ایمان نہ لایا چہارم یہ کہ دوسرون کو نہیں بتلایا پنجم یہ کہ دوسرون کو دھوکا دیکر کفر میں ڈالا اور بدعہدی کی اور آیات الٰہی کو کوڑیون کے مول بیچا اور ملک میں فساد پھیلایا - ف اس سے اہل ایمان کو نہایت عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ معاملات الٰہی میں خلط و خبط نکرین حتیٰ کہ کشف کو خیال سے نہ ملاوین اور فہم کو وہم سے اور فراست کو قیافہ سے اور الہام کو وسوسہ سے اور حقیقت کو شک سے اور بندگی کو ربوبیت سے اور حقیقت کو رسم عادت سے اور اخلاص کو ریا کاری سے اور کرامات کو مکاری سے خلط نکرین بلکہ شیخ سہل نے فرمایا کہ امر آخرت کو امر دنیا سے خلط نکرے - وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ اور ٹھیک کرو نماز کو اور دیا کرو زکوٰۃ کو اور جھکو جھکنے والون کے ساتھ - ف یعنے نماز پڑھو نماز پڑھنے والون کے ساتھ - الراکعین ، الف لام سے معہود صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہین اور حاصل یہ کہ اہل کتاب کو حکم دیا کہ ہمیشہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مین شامل ہوکر انکے ساتھ اعمال خیر بجالاوین اور پہلے اقیموا الصلوٰۃ۔ سے فرضیت نماز کا حکم دیا یعنے نماز و زکوٰۃ اپنے اوپر فرض سمجھو پھر نماز کو مومنون کے ساتھ ادا کرو اسیواسطے الصلوٰۃ کو مفرد فرمایا اور اقامت نماز کے یہ معنے ہین کہ خالص اللہ تعالے کے واسطے نیت کرکے طہارت مع شرائط پوری کرے پھر عاجزی و خشوع کے ساتھ نماز مین داخل ہوکر طریقہ سنت کے ساتھ مؤدب رہے کہ گویا اللہ تعالی اُسکو دیکھتا ہے پھر اذکار مسنونہ ادا کرکے قرارت پر پہونچے تو ترتیل کے ساتھ سمجھ سمجھکر سورۂ الحمد اور اُسکے ساتھ ایک سورہ دیگر پڑھکر رکوع کرے پھر کم سے کم تین تسبیح یا ایک ہی تسبیح پر ٹھہرے پھر اُٹھکر سیدھا قائم ہو پھر ٹھہر کر آہستگی و وقار سے سجدہ مین جاوے اور بقدر رکوع ٹھہر کر سر اُٹھاکر بیٹھے جسکی مقدار ایک تسبیح سے کم نہو اسیطرح تمام نماز کو خشوع و خضوع کے ساتھ پورا کرے اگر جماعت کا امام اچھی طرح سے ارکان ادا نکرتا ہو تو چاہیے کہ ٹھیک ادا کرنیوالا امام تلاش کرین کیونکہ اس آیت مین بھی جماعت سے نماز کا حکم ہے حتی کہ بعض علما نے اس سے جماعت واجب ہونے کی دلیل نکالی لیکن اس سے کم نہین کہ بہت فضیلت و تاکید ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ تنہا پڑھنے والے سے جماعت کی نماز ستائیس درجہ زائد ہے (الصحیح وغیرہ) مع الساجدین یا مع المصلین کی جگہ مع الراکعین فرمایا تاکہ یہود اپنی نماز کو اسوقت بے اعتبار سمجھین کیونکہ اُنکی نماز مین رکوع نہین ہے اور وہ تنہا پڑھا کرتے تھے اور حاصل یہ کہ تمہاری نماز کا کچھ اعتبار نہین جبتک تم مومنون کے مخالف ہو اور چونکہ یہودی لوگ خسیس بخیل خبیث تھے لہذا زکوٰۃ کی بھی تاکید فرمائی حسن بصریؒ نے فرمایا کہ زکوٰۃ ایک فریضہ واجبہ ہے کہ بدون زکوٰۃ و نماز کے اعمال کچھ نفع نہین دیتے ہین۔ اور حارث عکلی نے اس سے صدقۃ الفطر نکالا (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ حقوق مالی مین صدقۃ الفطر بھی واجب ہے جیسے سواے زکوٰۃ محتاج قرابتون کا نان و نفقہ واجب ہوتا ہے واللہ تعالی اعلم پھر فرمایا

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ ؕ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

کیا حکم کرتے ہو لوگون کو نیک کام کا اور بھولتے ہو آپ کو اور تم پڑھتے ہو کتاب پھر کیا نہین بوجھتے

شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ یہ آیت علماے یہود کے حق مین نازل ہوئی جو اپنے مسلمان قرابتون کو کہتے کہ تم لوگ دین محمد پر ثابت قدم رہو وہ دین حق ہے تو اللہ تعالے نے انکو عار دلائی کہ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ کیا تم حکم کرتے ہو لوگون کو نیکی کا۔ ف۔ یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر ثابت قدم رہنے کا۔ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ۔ اور فراموش کرتے ہو اپنے نفوس کو۔ ف۔ کہ خود اُسپر عمل نہین کرتے ہو۔ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ ؕ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝۔ حالانکہ تم لوگ کتاب توریت کی تلاوت کرتے ہو سو کیا تم سمجھتے نہین ہو۔ ف۔ کہ اپنے نفوس کو بھول کر عذاب مین ڈالنا کیسی بری حرکت ہے کیونکہ اگر سمجھتے ہوتے تو اس حرکت سے باز آتے۔ اس سبب نزول کو واحدی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور اسکا حاصل یہ ہے کہ اے علماے یہود تم لوگ توریت کے عالم ہوکر لوگون کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو حالانکہ توریت مین ایسے شخص کی نسبت لکھا کہ وہ مستوجب عذاب ہے یہ حکم اللہ تعالے نے اسلام مین بھی قائم رکھا چنانچہ قرآن مجید مین فرمایا۔ یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ یعنے اے ایمان والو تم کیون ایسی بات کہتے ہو جو نہین کرتے ہو ناخوشی کی راہ سے اللہ تعالی کے نزدیک یہ امر گران ہے کہ ایسی بات کہو جو نہین کرتے ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ جو سبب نزول واحدی نے روایت کیا اسمین انحصار کی کوئی وجہ نہین ہے بلکہ یہودیون کی یہ حالت

تھی کہ لوگون کو امور خیر بتلاتے اور خود عامل نہین ہوتے تھے چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی یہ حالت تھی
کہ لوگون کو طاعت الٰہی و تقویٰ و نیکی کا حکم کرتے اور خود اسکے خلاف کرتے تھے پس اللہ تعالےٰ نے اس آیت مین انکو عار دلایا (رواہ عبدالرزاق)
اور یہی قول سدیؒ کا ہے یعنے ان لوگون نے لوگون کے دکھلانے اور دنیا کمانے کے واسطے علم پڑھا اور خود اُسکے بد اعتقاد ہین حدیث شریف مین
تین گروہ کا بیان ہے جنسے پہلے آگ جلائی جاویگی ازانجملہ ایک گروہ اُن عالمون کا ہے جنہون نے دنیا کے واسطے علم پڑھا اور دین کی ہتک
کی اور آیندہ انشاءاللہ تعالےٰ قولہ تعالیٰ۔ یاایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان الآیۃ۔ اور قولہ تعالیٰ۔ کانوا لایتناہون عن منکر
فعلوہ الآیۃ۔ کی تفسیر بتوضیح آویگی۔ م۔ شیخؒ نے لکھا کہ ابن جریرؒ فرماتے تھے کہ اہل کتاب و منافقین کا یہ حال تھا کہ لوگون کو صوم و صلوٰۃ کا حکم
دیتے اور خود اسپر عمل نہین کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے انکو عار دلایا لہذا مسلمانون کو چاہیے کہ جو شخص دوسرون کو نیکی کا حکم دے تو خود سب سے
زیادہ اس کام مین پیش قدم ہو۔ محمد بن اسحٰقؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو عار دلایا کہ توریت
مین جو تمھارے پاس عہد نبوت ہے اُس سے کفر کرنے سے لوگون کو منع کرتے ہو حالانکہ توریت مین جو عہد مینے تمسے لیا کہ میرے رسول محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پر ایمان لائیو تم اُس سے انکار کرتے اور عہد توڑتے ہو تو اپنے نفوس کو بھولتے ہو ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اے اہل کتاب
لوگون کو تم حکم دیتے ہو کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین داخل ہون اور اعمال نماز وغیرہ پر قائم رہین حالانکہ اپنے آپکو بھولتے ہو۔ ابن جریرؒ
نے ابوالدرداءؓ سے روایت کی کہ آدمی پورا فقیہ سمجھدار نہین ہوتا جبتک اُسکی یہ شان نہوجاوے کہ اللہ تعالےٰ کے معاملہ مین تمام لوگون کو
دشمن کی نگاہ سے دیکھے پھر وہ اپنے نفس کی جانب رجوع کرے تو سب سے زیادہ اُسکا دشمن ہوجاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ شان الٰہی عزوجل کے
مقابلہ مین تمام جہان کی کچھ ہستی نہ سمجھے بلکہ جو شخص طاعت الٰہی مین روک ٹوک والا ہو اُسکو دشمن سمجھے پھر اسکے بعد اپنے نفس کو سب سے زیادہ
دشمن سمجھے۔ اور شیخ عوارفؒ نے شاید یہین سے لیا چنانچہ لکھا۔ وما کان یتم لرجل من تعظیم اللہ عزوجل حتی یکون الناس عندہ کالاباعر فی الفلوات
ثم یرجع الی نفسہ فیراہا اصغر صاغر۔ یعنے بندہ سے تعظیم الٰہی پوری نہین ہوتی جبتک کہ اُسکے نزدیک لوگون کی قدر ایسی نہوجاوے
جیسے میدانون مین مینگنیان پڑی ہوتی ہین پھر وہ اپنے نفس کی جانب متوجہ ہوکر سب ذلیلون سے زیادہ ذلیل جانے مترجم کہتا ہے کہ یہ
کلام حضرت ابوالدرداءؓ کے ارشاد سے زیادہ مشابہ ہے فافہم۔ م۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اس آیت کے بیان مین کہا کہ یہودیون کی یہ
حالت تھی کہ جب کوئی اُنکے پاس آکر ایسی کوئی بات پوچھتا جس مین انکا کوئی حق یا موقع رشوت نہوتا تو اُسکو امر حق کی تاکید کرتے پس اللہ عزوجل
نے اُنپر تشنیع فرمائی مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہودی اکثر اپنا حق نکالکر یا رشوت لیکر لوگون کو جھوٹی باتین میٹھی بتلاتے تھے
اور جب کبھی یہ امید نہین ہوتی تھی تو آدمی کو حکم حق بتلاتے اور مثل مشہور ہے کہ حق کڑوا ہوا کرتا ہے اور افسوس کہ اس زمانہ مین بہت سے لوگ جبہ
و دستار سے ظاہری صورت مثل عالمون کے بناکر شہر بشہر وعظ کہتے پھرتے اور یہودیون کی چال پر چلتے ہین تاکہ لوگون سے مال کماوین اور در حقیقت
علم سے بے بہرہ ہین اسیواسطے جہان کہین اللہ تعالےٰ نے کوئی بندۂ عالم پیدا کیا ہے جو دنیا کی راہ سے قلیل معاش و زاہد ہے اور وہ لوگون سے
کچھ خواہش نہین رکھتا لیکن راہ حق بتلاتا ہے تو یہ مکار واعظین اُسکی خدمت مین جانے سے لوگون کو روکتے اور بہکاتے ہین کیونکہ اگر وہان جاکر
لوگون کو راہ حق معلوم ہوگئی تو انکی رونق بازار جاتی رہیگی۔ اور حدیث صحیح مین وارد ہوا کہ تم لوگ بھی یہودیون کے قدم بقدم چلوگے اور حدیث
صحیح مین آیا کہ آخر زمانہ مین علما اُٹھائے جائینگے اور لوگ متفق ہوکر کسی جاہل کو اپنا پیشوا بنا دینگے تو یہ جہال اپنی جہالت پر فتویٰ دیکر خود گمراہ اور لوگون
کو گمراہ بنائینگے۔ اور سب سے زیادہ عجب یہ ہے کہ بعضے ایسے لوگ ہین جو معمولی علم کتاب جانتے ہین لیکن کسی تعصب یا حمیت سے باہم علما و عوام مین منافرت و

عداوت ڈالتے ہین اور یہ امر ظاہر ہی کہ انمین سفاہت وجہالت ہی اور دین کی سمجھ نہین جیسے حدیث صحیح مین منافق کے بارہ مین آیا کہ منافق
مین حسن خلق و دینی سمجھ جمع نہین ہوتی ہی اسیطرح یہ بھی دین مین طالب حق وآخرت نہونے سے باہمی نفاق وعداوت اسلام کو کفر اور مشرکون
کی نظر مین اسلام کی حقارت کراتے ہین اور نہین سمجھتے کہ یہ نفاق قطعی حرام ہی اور انکی تعصب وحمیت سے غایت یہ کہ کرامت ثبوت ہو پس
یہ کون فقہ ہی کہ اسکے نتیجے حرام کا مرتکب ہو بلکہ ضعف اسلام وغیرہ سے محرمات کثیرہ کا ارتکاب لازم آوے ونسال اللہ تعالیٰ الهداية والسداد
والی اللہ المصیر۔ م۔ (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تحقیق مقام یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون کو صرف اس بات پر تشنیع دلائی
کہ اپنے نفس کو کیون بھولتے ہین اور یہ مراد نہین ہی کہ جس بات کو نہین کرتے اُس بات کی نصیحت کیون کرتے ہین کیونکہ نیکی کی نصیحت
کرنا خود نیک کام ہی اور عالم پر یہ بات واجب ہی لیکن عالم کے واسطے بہتر ہی کہ جہانتک ہوسکے خود بھی عوام کا شریک ہو اور علماء سلف
وخلف کے دو قول مین سے اصح قول یہی ہی کہ عالم کو نصیحت کرنا واجب ہی اگرچہ وہ خود یہ کام نہ کرتا ہو۔ ہان بعض کا یہ قول ہی کہ جو شخص کسی معصیت کا
مرتکب ہو وہ دوسرے کو اس سے منع نکرے لیکن یہ قول ضعیف ہی بلکہ صحیح یہ ہی کہ اگر عالم کسی ممنوع شرعی کا مرتکب ہو تو یہ گناہ ہی پھر اگر
دوسرے کو دیکھکر منع نکرے حالانکہ اُسپر منع کرنا واجب تھا تو یہ دوسرا گناہ ہی۔ مالکؒ نے ربیعہ سے روایت کی کہ مین نے سُنا کہ سعید بن جبیر
فرماتے تھے کہ اگر شرع مین یہ حکم ہوتا کہ کوئی شخص نیک کام کی نصیحت نکرے اور بدکاریون سے منع نکرے یہانتک کہ اُسمین کوئی بُرائی باقی
نرہے تو لازم آتا کہ دنیا مین کوئی کسیکو نیک کام کی نصیحت نکرے اور نہ بُرائی سے روکے امام مالکؒ نے فرمایا کہ یہ بہت سچ فرمایا کیونکہ
ایسا کون شخص ہی جسمین کوئی بُرائی نہو مترجم کہتا ہی کہ اگر کوئی وہم کرے کہ شاید یہ غرض ہو کہ جس بدی کا خود مرتکب ہی اُس سے منع نکرے اور دیگر
ممنوعات سے البتہ منع کرے یہ وہم لغو ہی اسواسطے کہ اگر ایک شخص نماز نہین پڑھتا لیکن زنا نہین کرتا تو یکسان ہی پس صحیح یہی ہی کہ
منع کرنا اُسپر علیحدہ واجب ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ہان یہ بات ضرور ہی کہ عالم سے جان بوجھکر گناہ کا مرتکب ہونا سخت شدید ہی اسیواسطے جندب
بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہی کہ جو عالم کہ دوسرون کو نیکی سکھلاتا اور خود نہین کرتا ہی اُسکی مثال مانند شمع کے ہی جو لوگون کو نور دیتی ہی
اور خود جلتی ہی (رواہ الطبرانی وہو حدیث غریب) مترجم کہتا ہی کہ مسلمانون کے سلطان پر نماز پڑھانا اور اُنکو نصیحت کا خطبہ سُنانا واجب ہی حتی کہ
دور دراز ملکون مین وہ اپنا نائب مقرر کریگا مگر بہت سے سلاطین ظالم مانند حجاج وغیرہ کے ایسے گذرے کہ یہ کام بھی وہ لوگ دنیا ہی کے واسطے
کرتے تھے۔ م۔ حدیث انس بن مالکؓ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج مین لے گئے تو میرا گذر ایک قوم پر ہوا کہ آگ کی
قینچیون سے اُنکے ہونٹ کاٹے جاتے تھے مین نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین تو ملائکہ کہنے لگے کہ آپکی امت مین سے یہ لوگ خطیب ہین جو اہل دنیا مین سے تھے
کہ لوگون کو نیکی کا حکم کرتے اور اپنے نفوس کو بھولتے حالانکہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے (رواہ احمد وعبد بن حمید وابن مردویہ وابن حبان وغیرہم)
اور حدیث اسامہؓ مین ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے روز آدمی کو لاکر دوزخ مین ڈالا جاویگا تو
اُسکی انتڑیان گر پڑینگی وہ اُنکے ساتھ آگ مین چکر اتا پھریگا جیسے گدھا اپنی چکی گھماتا ہی پس دوزخی اُسکے گرد ہجوم کرکے کہینگے کہ ای فلان تجھے یہ کیا
مصیبت پہونچی کیا تو ہمکو نیک باتون کی نصیحت اور بدکامون سے ممانعت نہین کرتا تھا وہ کہیگا کہ ہان تمکو نصیحت کیا کرتا تھا اور
خود نہین کرتا تھا اور تمکو منع کرتا تھا اور خود کیا کرتا تھا (رواہ احمد والبخاری) حدیث انسؓ مین ہی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بے علمون سے جسقدر
معاف کریگا اُسقدر عالمون سے نہین معاف کریگا (امام احمد) اور بعض آثار مین وارد ہی کہ جاہل کو ستر بار معاف کیا جائے تو عالم کو ایکبار معاف کیا جائے
کیونکہ عالم وجاہل برابر نہین ہین اور حدیث مین ہی کہ اہل جنت مین سے کچھ لوگ جھانک کر بعضے دوزخیون کو کہینگے کہ تم دوزخ مین کیونکر آئے حالانکہ واللہ ہمنے

تو جنت مین اُنھین باتون سے جگہ پائی جو ہمنے تمسے کہی تھین پس یہ لوگ کہینگے کہ ہم کہتے تھے اور کرتے نہین تھے (جریر و ابن عساکر)
ایک شخص نے ابن عباسؓ سے آکر کہا کہ مین چاہتا ہون کہ لوگون کو نیک نصیحت کرون اور بدی سے منع کرون ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تو اس
درجہ تک پہونچ گیا اُسنے کہا کہ امید تو کرتا ہون آپ نے فرمایا کہ اگر قرآن مجید کی تین آیات سے تجھکو رسوائی کا خوف نہو تو البتہ یہ کام کر اُسنے
عرض کیا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ ایک یہ کہ اللہ تعالے نے فرمایا - اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم الآیۃ - تو بھلا اس بات مین
تو مستحکم ہوگیا اُسنے کہا کہ نہین اور آپ دوسری آیت فرمایئے تو ابن عباسؓ نے کہا کہ قولہ تعالی لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ الآیۃ
تو بھلا تو اسمین مستحکم ہے اُسنے کہا کہ نہین اور آپ تیسری آیت فرمایئے ابن عباسؓ نے کہا قول شعیب علیہ السلام وما ارید ان اخالفکم
الی ما انہٰکم عنہ الآیۃ یعنی جس چیز سے مین تمکو منع کرتا ہون اُسکے مخالف عمل کرنا نہین چاہتا ہون" تو بھلا تو نے اس آیت کو مستحکم کیا
اُسنے عرض کیا کہ نہین ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پھر پہلے اپنے نفس سے شروع کر (ابن مردویہ) ابن عمرؓ کی حدیث مین ہے کہ جس نے
لوگون کو کسی قول یا عمل کی جانب بلایا حالانکہ خود اسکا عامل نہین ہے تو وہ برابر اللہ تعالی کی ناخوشی کے سایہ مین رہیگا یہانتک کہ
باز رہے یا اپنی نصیحت کے موافق خود عمل کرے (الطبرانی و فی اسنادہ ضعف) ابراہیم نخعیؒ کہتے کہ مجھکو تین آیتون کی وجہ سے
وعظ کہنا گوارا نہین ہوتا پھر وہی تین آیات بیان کین جو حضرت ابن عباسؓ کی روایت مین گذرین (ابن کثیر) پھر جس
مادۂ مذمومہ کی وجہ سے علماے یہود کی یہ حالت تھی اللہ تعالے نے اُسکی تہذیب و علاج کیجانب ارشاد فرمایا بقولہ تعالی-

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ ۙ
اور قوت پکڑو محنت سہارنے سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے مگر اُنھین پر جنکے دل پگھلے ہین

الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلٰقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رٰجِعُونَ ۚ ع ۵ ربع
جنکو خیال ہے کہ اُنکو ملنا ہے اپنے رب سے اور اُنکو اُسی طرف اُلٹے جانا

یہان دو قول ہین ایک یہ کہ آیت مین خاص یہودیون کو خطاب ہے دوم یہ کہ یہودی وغیر یہودی سب کو عام خطاب ہے پس اگر علماے
یہود کے واسطے خطاب خاص ہو تو اُسکی وجہ یہ ہے کہ علماے یہود کو اپنے عالم ہونیکا غرور چھایا اور دنیاوی وجاہت و حرص مال نے اُنکے دل کو
سیاہ کیا یعنے غرور علم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ سے راہ حق سیکھنے کو عار سمجھتے تھے باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے فضائل عظیمہ و افضل انبیا و حبیب اللہ ہونے کو توریت سے جانتے تھے حتی کہ یہ علم یہودیون کے حق مین وبال عظیم ہوا اور دوم
یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خود ایمان لاتے تو عوام یہود بھی ایمان لاکر صحابہ مین داخل ہوجاتے پس ان عالمون کی سرداری جاتی
رہتی غرضکہ یہ دو مادۂ خبیثہ ان یہودیون کے اندر پیدا ہوئے لہذا اللہ تعالی نے اُنکو صبر و صلوۃ سے استعانت کا حکم فرمایا بقولہ تعالے
وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط - اور تم لوگ صبر و صلوۃ کے ساتھ استعانت چاہو - ف شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ صبر سے
روزہ مراد ہے کیونکہ وہ خواہشون کو توڑ دیتا ہے یعنے اس سے سرداری و مال کی خواہش ٹوٹ جاویگی اور نماز کا اسواسطے حکم فرمایا
کہ اس سے بارگاہ الٰہی مین خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے تو علم کا غرور جاتا رہیگا یعنے کتابون کے نقوش سمجھنے کا جاہلانہ غرور دور ہوگا اور
اگر یہ خطاب عام ہے تو ہر ایک کے واسطے یہی حکم ہے کہ امر آخرت مین صوم و صلوۃ سے استعانت لینا چاہیے اور اسی قول پر اعتماد کیا جاویگا
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے اپنے بندون کو جو دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتے ہین صبر و صلوۃ کے ساتھ استعانت کا حکم دیا چنانچہ مقاتل بن حیان نے

کہا کہ معنے یہ ہین کہ تم لوگ آخرت طلب کرنے کے واسطے فرائض و نماز پر صابر رہنے سے استعانت چاہو اور جملہ فرائض مین سے نماز کو
خاصۃً مصرح بیان کیا تاکہ نماز کی عظمت و خوبی معلوم ہو گویا یون فرمایا کہ جمیع فرائض الٰہی پر اسطرح قابو ڈھونڈھو کہ نفس کو صبر کرنے پر
مشاق کرو یعنے کسی تکلیف و ناگوار بات کے وقت نفس گھبرا کر خارج نہو جاوے بلکہ اُسپر ثابت قدم جاری رہے اور صبر کے افراد مین سے یہان
صبر کی زیادہ ضرورت ہے ایک روزہ بھی ہے اسیواسطے مجاہدؒ نے فرمایا کہ صبر یہان روزہ ہے۔ قرطبی وغیرہ نے کہا کہ اسیوجہ سے ماہ رمضان کو ماہ صبر
کہتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین بھی یہ اطلاق آیا ہے۔ اور بنی سلیم کے ایک صحابی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدھا صبر
روزہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ معنے یہ ہین کہ روزہ ایسی طاعت ہے کہ گویا نصف صبر سے ادا ہوتی ہے جیسے حیا کی نسبت فرمایا کہ وہ نصف ایمان ہے
حالانکہ دوسری حدیث مین آیا کہ حیا ایک شاخ ایمان ہے تو معنے یہی ہین کہ حیا سے امور ایمان کل ٹھیک رہتے ہین گویا حیا ہی کل ایمان ہے بعض نے
فرمایا کہ صبر سے مراد یہ ہے کہ گناہون سے اپنے آپکو روکے رہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے بعض محققین نے کہا کہ صبر یہ ہے کہ اپنے نفس کو گناہون
سے روکے اور عبادات پر قائم رکھے اور یہ تفسیر جامع و پسندیدہ ہے اور منجملہ عبادات کے افضل نماز ہے اسیواسطے نماز کو خاصکر بیان کیا۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صبر دو طرح ہے ایک تو مصیبت کے وقت صبر کرنا اور یہ خوب ہے اور اس سے بہتر وہ صبر ہے جو ایسی چیزون کے چھوڑنے مین ہے
جنکو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے (ابن ابی حاتم) اور اسکے مانند حسن بصریؒ سے مروی ہے۔ اور سعید بن جبیر سے مالک بن دینار زاہد نے روایت کی
کہ صبر یہ ہے کہ جو کچھ بندہ کو مصیبت پہونچے اُسمین وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اعتراف کرے اور اللہ تعالیٰ ہی سے اُسکے ثواب کا خواستگار رہے اور
کبھی آدمی کسی مصیبت مین مبتلا ہوتا ہے جسمین گھبرا جاتا ہے مگر اُسکی دلیری و مردانگی کی وجہ سے اُسکی طرف سے سواے صبر کے کچھ نظر نہین آتا ہے
مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے معارف کسقدر بلند تھے کہ وہ کلمات اب ہم لوگون کے واسطے لعل و گوہر سے بہتر ہین
اور قول سعید بن جبیرؒ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ کی تفسیر ہے اور معرفت بلند جو اسکے اندر مضمر ہے وہ نہایت بہتر ہے۔ واللہ یہدی من یشاء۔
حضرت ابوالعالیہ نے فرمایا کہ طاعت الٰہی پر نفس کے صبر سے مدد چاہے اور جان لینا چاہیے کہ یہ صبر بھی طاعت الٰہی ہے (ابن ابی حاتم) شیخ
ابن کثیرؒ نے کہا کہ نماز کی خصوصیت اسواسطے فرمائی کہ بحکم قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ الآیہ ۔ کے نماز ایسی چیز ہے کہ فواحش
و منکرات سے روکتی ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی حدیث مین ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر گران ہوتا تو آپ فوراً نماز کی جانب مبادرت
فرماتے تھے۔ (احمد و ابوداؤد و ابن جریر) چنانچہ غزوۂ احزاب مین جب ہزارون مشرکین عرب مدینہ پر ٹوٹ پڑے تو آپ اُس رات نماز مین مصروف رہے
جیسا کہ محمد بن نصر المروزی نے کتاب الصلوٰۃ مین روایت کی اور حضرت علیؓ نے کہا کہ ہمنے غزوۂ بدر کی رات مین اپنے آپکو دیکھا کہ
سب سوتے تھے سواے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نماز پڑھتے و دعا کرتے یہانتک کہ صبح ہوگئی (محمد بن نصر ایضاً باسناد صحیح)
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سفر مین تھے کہ اُنکو اُنکے بھائی قثم بن عباس کے وفات کی خبر پہونچی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہکر۔ راستہ سے ایک
طرف اونٹ بٹھا کر دو رکعت نماز پڑھی جنمین دیر تک بیٹھے رہے پھر اُٹھکر یہی آیت وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ۔ پڑھتے ہوے اونٹ کی طرف گئے
سنید نے ابن جریج سے روایت کی کہ صبر و صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہونے کے ذریعہ ہین ۔ وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ ۔ اور یہ نماز
بیشک بھاری کام ہے۔ ف یعنے ہرچند کہ بہت ہلکا فعل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسمین ایک شان رکھی ہے کہ وہ کافرون و منافقون پر بہت
ثقیل معلوم ہوتی ہے کہ کوئی اسکو آسان نہین سمجھتا۔ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ ۔ سواے خاشعین کے کہ اُنپر بھاری نہین ہوتی۔ ف ابن عباسؓ
نے فرمایا کہ خاشعین وہ لوگ ہین جنھون نے آیات الٰہی کو سچا جانا و دل سے مانا۔ مجاہدؒ نے فرمایا یعنے جو سچے مومن ہین ابو العالیہ نے کہا یعنے

جو عذاب الٰہی سے خوف رکھتے ہیں مقاتل نے کہا یعنے جو لوگ بارگاہ الٰہی میں تواضع کے ساتھ حاضر ہیں ضحاک نے کہا کہ نماز سب پر ثقیل ہے
سوائے ایسے لوگوں کے جو خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے اور اسکے وعدہ و وعید کو سچا مانکر اسکے عذاب سے ڈرتے اور اسکے
ثواب کے امیدوار ہیں حاصل یہ کہ انکی صفت یہ ہے کہ **اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ**
رٰجِعُوْنَ ۵ - ایسے بندے جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور وہ اُسی کی طرف لوٹائے جانیوالے ہیں
فائدہ جانتے ہیں کہ قیامت میں اُٹھائے جائینگے اور اُسی کی مشیت پر پھیرے جائینگے کہ جو چاہے حکم فرماوے تو اُنپر نماز روزہ کی عبادت
آسان ہے - (تنبیہ) قرآن مجید میں یظنون - فرمایا حالانکہ بالاتفاق مفسرین کے نزدیک اسکے معنے گمان غالب کے نہیں بلکہ یقین کے ہیں
اور قرآن مجید میں بہت جگہ ظن بمعنے یقین آیا ہے کقولہ تعالیٰ - وَرَاَى الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا الآیۃ - وقولہ تعالیٰ - اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ
حتی کہ مجاہد نے فرمایا کہ قرآن میں جہاں ظن آیا وہ بمعنی یقین ہے - (ابن جریر با سناد صحیح) مترجم کہتا ہے کہ گویا اسمیں نکتہ یہ ہے کہ آدمی جس کام کی
نسبت یقین کرتا ہے وہ درحقیقت گمان ہے اسواسطے کہ خاتمہ تو اللہ تعالیٰ عزوجل ہی کے ہاتھ ہے پس اسکا یقین درحقیقت اسکے گمان پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم - اور
حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے سے فرماویگا کیا میں نے تجھے جوڑا نہیں دیا کیا تجھے کرم نہیں کیا کیا تیرے واسطے گھوڑے
اونٹوں کو مسخر و مطیع نہیں کر دیا اور کیا تجھے سردار بنا کر چین کرتا نہیں چھوڑا پس یہ عرض کریگا کہ ہاں نہیں بیشک تو نے یہ سب انعام
فرمایا پس اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ کیا تیرا ظن یہ تھا کہ تو مجھسے ملنے والا ہے یعنے تجھے اسکا یقین تھا پس وہ عرض کریگا کہ نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ
جیسے تو نے مجھے بھلایا آج میں تجھے بھلاؤنگا (صحیح) بیضاوی نے کہا کہ ظن بمعنے توقع ہے یعنے ملاقات الٰہی کی توقع رکھتے ہیں - رازی نے کہا کہ
ملاقات کنایہ موت سے ہے اور توقع بمعنے انتظار ہے یعنے موت کے منتظر رہتے ہیں جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں فرمایا مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ
اور ایسے لوگوں پر نماز اسواسطے گران نہیں ہوتی ہے کہ جس چیز کی توقع رکھتے ہیں اُسکے تمامی میں مشغول رہتے ہیں بلکہ نماز میں انکو مناجات
الٰہی عزوجل حاصل ہوتی ہے اسیواسطے حدیث میں آیا کہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے
تین چیزیں محبوب کی گئی ہیں عورت و خوشبو اور سب سے بہتر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے (النسائی والحاکم وغیرہ) **ف** کفر سے ایمان
میں داخل ہونے کے واسطے صبر و صلوٰۃ سے استعانت ہے تاکہ ایمان حاصل ہو پھر بعد ایمان کے صبر و صلوٰۃ سے بھی مراتب حاصل ہوتے
ہیں چنانچہ اشارات عرائس میں ہے کہ مقامات قرب کے واسطے صبر سے مدد چاہیے اور مشاہدات کے لیے نماز سے مدد چاہیے اسی طرح جسمانیات پاک
کرنے میں صبر سے مدد لے اور تربیت روحانیات میں نماز سے مدد چاہیے تاکہ حقائق حاصل ہوں جیسا کہ ان علماء نے بیان کیا شیخ ابو عثمان نے
کہا کہ غفلت چھوڑکر یاد کی حفاظت کے واسطے صبر و صلوٰۃ سے مدد لینا چاہیے یہانتک کہ نماز میں داخل ہو یا نماز کے انتظار میں ہو تو یاد میں
رہیگا اور شیطان اپنی غفلت کا تصرف اُسپر نہیں کرسکتا ہے بعض عارفوں نے فرمایا نماز کا یہ فائدہ ہے کہ خوشنودی الٰہی حاصل ہونے کے واسطے
سوائے اللہ تعالیٰ کے سب چیزیں چھوڑنے سے مدد چاہو اور ادب کے ساتھ نماز میں حاضر ہو اور ہمیشگی کی درخواست کرو تاکہ اللہ تعالیٰ الہام کرے
معرفت پیدا کرے - بعض نے کہا کہ مردان حق کا روزہ یہی ہے کہ ماسوائے حق کے کل چیزوں سے اپنے آپکو روکیں جیسے عوام کا روزہ یہ ہے کہ پیٹ و شرمگاہ کو
اپنے آپ کو کھانے پینے و جماع سے روکیں اسیطرح کاملوں کو نماز میں مناجات الٰہی سے غذا ملتی ہے اور یقین ان لوگوں کو حاصل ہے جنکا نفس مجاہدہ میں پھر
اور خشوع و خضوع میں آراستہ ہو اور نماز کا رکن اصلی یہی ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو خاشعین ہی کی طرف راجع فرمایا - شیخ
ابو عثمان مغربی نے کہا کہ نماز انھیں کی شان ہے جنکا قلب ہیبت و جلال الٰہی سے بھرا ہے جیسے کافروں و منافقوں کے دل دنیا و ہوا سے

مین حیران ہوتے ہین بعض نے کہا یظنون ۔ اسواسطے فرمایا کہ عوام مؤمنین بھی شامل ہین جنکو حق الیقین حاصل نہین ہے بلکہ تیقن حاصل ہے
پھر جب بنی اسرائیل نماز و روزہ سے تیقن حاصل کرین تو انعامات الٰہی و اعتقادات آخرت پر جمین لہذا انکو تفصیلی نصیحت فرمائی بقولہ تعالیٰ ۔

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو مین نے تم پر کیا اور وہ جو مین نے تم کو بڑا کیا

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔـا وَّلَا

جہان کے لوگون سے اور بچو اُس دن سے کہ کام نہ آوے کوئی شخص کسی کے ایک ذرہ اور نہ

يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

قبول ہو اوسکی طرف سے سفارش اور نہ لین اُسکے بدلے مین کچھ اور نہ اُنکو مدد پہونچے

اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو سابق مین روے زمین کے لوگون پر فضیلت دی اور انھین مین انبیا و رسل بھیجے چنانچہ فرمایا
ولقد اخترناهم على علم على العالمين ۔ یعنی اپنے علم پر بنی اسرائیل کو تمام عالمین پر برگزیدہ فرمایا یعنی اُنکے زمانہ کے تمام اہل عالم
بنی اسرائیل کو چھانٹ کر معرفت و عبادت کے واسطے موافق علم ازلی کے منتخب فرمایا تھا کہ سواے بنی اسرائیل کے یورپ و افریقہ
و امریکہ بلکہ فارس و ایشیا کی قومین سب دنیا ہی کے واسطے خوار رہین اور معرفت کی فضیلت صرف بنی اسرائیل کو عطا فرمائی و یہ بڑی
نعمت ہے لہذا یاد دلایا ۔ يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ
فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ اے اولاد یعقوب یاد کرو میری نعمت کو جو مین نے تمپر انعام فرمائی اور یہ کہ مین نے تمکو تمام عالمین
پر فضیلت دی ۔ ف ابن عباس رضی نے کہا کہ یہودیون مین سے ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا تو آپ نے فرمایا کہ
اے یہود تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعقوب ہی تو کہنے لگے کہ ہان واللہ ہم جانتے ہین جو آپ نے ارشاد کیا کہ الٰہی تو گواہ رہ رواہ ابوداؤد الطیالسی
ابو العالیہ نے کہا کہ عالمین سے اُنکے زمانہ کے اہل عالم مراد ہین کیونکہ ہر زمانہ کے واسطے عالم ہین پس بنی اسرائیل کو اپنے زمانہ کے عالمین پر
یہ فضیلت عطا ہوئی کہ انھین مین انبیا و رسول بھیجے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی انتہیٰ ۔ مانند اسکے مجاہد و ربیع بن انس و قتادہ و اسمٰعیل
بن ابی خالد سے مروی ہے ۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہی تفسیر ٹھیک ہے کہ وہ لوگ اپنے ہی زمانہ کے عالمین پر فضیلت دیے گئے تھے کیونکہ کل عالم پر
افضل امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے بدلیل قولہ تعالیٰ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون باللہ الآیہ ۔
کیونکہ یہ آیت صریح محکم ہے کہ انسانی گروہ مین جو لوگ پیدا کیے گئے سب مین یہ امت بہتر و افضل ہے اور حدیث معاویہ بن حیدة القشیری مین
آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگون سے امتون کا شمار ستر پورا ہوتا ہے اور ان سب مین تمھاری امت بہتر اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک
زیادہ بزرگ ہے رواہ السنن والمسانید ۔ قرطبی و رازی نے نقل کیا کہ بعض علما کے نزدیک بنی اسرائیل کی امت مین انبیا کثرت سے ہین اور توریت
و زبور و انجیل تین کتابین انکو ملین تو اس لحاظ سے انکو سب پر فضیلت ہے ۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ قول کچھ معقول نہین ہے اسواسطے کہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام انسے پہلے گذرے وہ سب انبیاے بنی اسرائیل سے افضل ہین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم انکے بعد ہوے اور آپ تمام عالم و تمام
انبیا سے افضل و سید اولاد آدم ہین پس یہی ٹھیک ہے کہ بنی اسرائیل کو اپنے زمانہ کے عالمین پر فضیلت تھی ۔ پھر جب کہ یہ احسان باپ دادون کی قومیات
اولاد کو شرافت ملتی یا موجودین یہود کو اس پر فخر تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے انکو یہ نعمتین و فضیلت یاد دلاکر اور توریت وغیرہ پر یقین دلاکر تنبیہ و تہدید فرمائی کہ

الا من اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا الآیۃ۔ کیونکہ اس سے ثابت ہے کہ انبیاء و صالحین کسی شخص کے حق میں شفاعت فرماوینگے جسکے واسطے کلام کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور یہ بات ایمان پر مبنی ہے یعنی آدمی اگرچہ گنہگار ہو لیکن ایمان کی راہ سے اسکے دل میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا یقین صادق ہو تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ مستحق شفاعت ہے اور بعض اعمال اس قسم کے ہیں کہ وہ یقین صادق کی دلیل ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا وغیرہ۔ اسکے دیگر اعمال جن پر اپنی شفاعت کی بشارت فرمائی ہے جیسے اسکے برعکس بعض اعمال کو شرع نے کفر کی علامت قرار دیا ہے جیسے کسی بت وغیرہ کو سجدہ کرنا یا مشرکوں کیطرح زنار باندھنا یا شرع کی توہین کرنا وغیرہ جو کتب فقہ کے باب ارتداد میں مذکور ہیں پس چاہیے کہ ایمان کو شرک وغیرہ سے محفوظ رکھے اور دل میں یقین صادق رکھے تاکہ شفاعت کا مستحق ہو پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر مجملا احسانات کثیرہ کے بعد تفصیلی احسانات کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالیٰ۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ

اور جب چھوڑا دیا ہمنے تمکو فرعون کے لوگوں سے وہ دیتے تمکو بڑی تکلیف ذبح کرتے

اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

تمہارے بیٹے اور جیتی رکھتے تمہاری عورتیں اور اس میں مدد ہوئی تمہارے رب کی بڑی

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور جب چیر دیا تمہارے پیٹھنے کے ساتھ دریا پھر بچا دیا تمکو اور ڈبا دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھتے تھے

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ۔ یعنی واذکروا اذ نجیناکم یعنے اور یاد کرو جب ہمنے تمکو نجات دی۔ ف یعنے اے بنی اسرائیل وائے یہود جو ہمنے تمپر فرمائیں انکو یاد کرکے شکر کرو از انجملہ یہ نعمت یاد کرو کہ جب ہمنے تمکو نجات دی مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ۔ آل فرعون سے۔ ف یعنے ہمنے تمکو آل فرعون سے چھڑایا اور آل فرعون کل وہ لوگ ہیں جو فرعون کی قوم قبطی اور اسکے تابع تھے اور زبان عرب میں یہ محاورہ شائع ہے کہ جو لوگ کسی شخص کے تابع و مطیع ہوتے ہیں وہ اسکی آل کہلاتے ہیں اور انہیں فرعون بھی داخل ہے تو حاصل یہ ہوا کہ تم لوگ وہ نعمت یاد کرو کہ جب ہمنے تمہارے باپ دادوں کو فرعون و اسکے ارکان سلطنت و قوم قبط سے چھڑایا۔ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ وہ حالیکہ دیا کرتے تھے تمکو بڑی تکلیف۔ ف جسکا تھوڑا بیان یہ ہے۔ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ۔ تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔ ف یعنے فرعون کے حکم سے اگر بنی اسرائیل کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو وہ قتل کیا جاتا تھا اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو وہ چھوڑ دی جاتی تھی اور بنی اسرائیل ایک مدت سے اس عذاب سخت میں مبتلا تھے لیکن دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے اور فرعون کی خدائی نہیں مانتے تھے حالانکہ اس امتحان سخت کو اٹھاتے تھے وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ۔ حالانکہ تمہارے اس معاملہ میں تمہارے رب کی جانب سے بلاء عظیم تھی۔ ف بلاء کے معنے زبان عرب میں نعمت و امتحان دونوں کے آتے ہیں لہذا اگر آیت میں بلاء بمعنی نعمت ہو تو یہ معنے ہوئے کہ تمہارے اس معاملہ میں تمکو عذاب فرعون سے نجات دینی تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی نعمت تھی یہی تفسیر ابن عباس و مجاہد و ابو العالیہ و ابو مالک و سدی وغیرہم سے مروی ہے اور شیخ ابن جریر نے بھی یہی تفسیر بیان فرمائی اور حاصل یہ کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظیمہ کو یاد کرو کہ تمہارے باپ دادوں کو اس قتل و ذلت سے جو فرعونیوں کے ہاتھ سے ہوتی تھی نجات دی تاکہ تم لوگ پیدا ہو۔ اور اگر بلاء بمعنے تکلیف ہو تو

معنے یہ ہین کہ تمھارے باپ دادے اللہ تعالے کے اس امتحان عظیم مین دین توحید پر قائم رہے کہ اللہ تعالے نے اُنپر فرعونیون کو مسلط کردیا تھا جو اُنکے لڑکون کو قتل کرتے اور لڑکیون کو چھوڑتے تھے حالانکہ اللہ تعالی نے اُنسے یہ بہت بڑا امتحان لیا تھا مگر فضل آلہی سے وہ دین توحید پر قائم رہے حتی کہ اللہ تعالی نے اُنکو سلطنت مصر و شام و ملک عظیم عطا فرمایا و بحکم قولہ تعالی - ان مع العسر یسرا - ہر تکلیف کے بعد راحت ہے بنی اسرائیل کو سلطنت عظیم نصیب ہوئی - قرطبی نے کہا کہ جمہور علماء نے یہی تفسیر کی ہے اور اس صورت مین موجودہ یہودیون کو تنبیہ ہوگی کہ تم لوگ کسقدر ناخلف ہو کہ توریت کی فرمانبرداری و محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا صرف حقیر مال و جاہ دنیا کے پیچھے چھوڑتے ہو حالانکہ تمھارے باپ دادے اس بلاء عظیم مین دین توحید و عہد آلہی عزوجل پر قائم رہے حتی کہ اللہ تعالے نے اُنپر اپنی نعمتین نازل فرمائین اور فرعون کی سلطنت چھین کر اُنکو دیدی اور اُسکے ساتھ مین ملک شام کا بھی بادشاہ کیا اور وہ اس طرح ہوا کہ جب وہ لوگ اس عذاب پر قائم رہے اور فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو کسیطرح نمانا تو اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لیکر راتون رات بھاگ کر ملک شام کو بھاگین حالانکہ اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہا فرعون سے درخواست کی کہ بنی اسرائیل کو اس تکلیف غلامی سے چھوڑکر میرے ساتھ کردے تاکہ مین اُنکو اُنکے باپ دادون کے ملک یعنے شام کو لیجاؤن لیکن اُسنے نہین مانا اور اگر اللہ تعالی چاہتا تو ایک مچھر سے فرعون کا سر کھلوا تا ولیکن اللہ تعالی نے اپنی آیات قدرت دکھلانے اور بنی اسرائیل مین یہ عقیدہ مضبوط کرنے کے واسطے کہ ہر کام کا نتیجہ اللہ تعالی ہی پیدا کرتا ہے اور دریا کا بہنا اور ہوا کا چلنا اور آگ کا جلنا اللہ تعالی نے اپنے قبضہ قدرت مین معمولی رکھا ہے حتی کہ جب چاہے اسکو بدل دے لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راتون رات بنی اسرائیل کو لیکر جانب شام بھاگ جانے کا حکم کیا حتی کہ یہ لوگ بھاگ گئے بحر قلزم کی بالائی شاخ پر پہونچے اور یہ سمندر اس مقام پر دو فرسخ یا کم چوڑا تھا لیکن گذرنا کسیطرح ممکن نہ تھا اور فرعون نے صبح کو لشکر جرار لیکر بنی اسرائیل کا تعاقب کیا اور قریب پہونچ گیا تب اللہ تعالی نے بنو اسرائیل کو اس سمندر مین راستہ دیدیا کہ یہ لوگ پار ہو گئے اور فرعونیون نے بھی اُسی راہ سے فرعون کے پیچھے اُترنا چاہا پس وہ بیچ سمندر مین مع لشکر غرق ہوگیا تا کہ بنی اسرائیل کو اپنی قدرت کاملہ سے ایک نمونہ دکھلاوے چنانچہ اس نعمت عظیمہ کو بھی یاد دلایا بقولہ تعالی - وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ اور یاد کرو جب ہمنے تمھارے سبب سے یا تمھارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا پس ہمنے تمکو نجات دیدی و آل فرعون کو ہمنے غرق کردیا حالانکہ تم آنکھون دیکھ رہے تھے - ف - سیوطی رح نے مبہمات مین لکھا کہ یہ سمندر بحر قلزم ہے جسکو بحر ابو خالد کہتے ہین ابن قیس بن عباد سے روایت ہے مترجم کہتا ہے کہ امام ابن کثیر رح و خطیب وغیرہ مفسرین نے بحر قلزم ہی لکھا ہے اور مین نے کسی محقق مفسر کو نہین دیکھا کہ اُسنے دریا سے نیل لکھا ہو پس جس نیچری نے جہالت سے مفسرین پر طعن کیا کہ یہ لوگ نادانی سے دریا سے نیل مین فرعون کا غرق ہونا بیان کرتے ہین یہ خود اُس نیچری کی نادانی ہے کہ اُسنے بوجہ بے علمی کے فارسی شاعرون کے شعر مین ایسا مضمون پاکر گمان کیا کہ مسلمانون کے علماء مفسرین کا یہی قول ہوگا اور اگر عربی جانتا ہوتا تو یہ بہتان نہ باندھتا عمرو بن میمون جو کبار تابعین سے ہین و دیگر علماء روایت کرتے ہین کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کو ساتھ لیے ہوئے سمندر پر پہونچے تو وہ بھرا ہوا تھا اور اُسکے پار جانے کی کوئی راہ نہ تھی پس یوشع بن نون نے (جو بعد موسیٰ علیہ السلام کے پیغمبر ہوئے ہین) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے پروردگار نے آپکو کدھر حکم دیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر کی جانب اشارہ کیا پس یوشع نے سمندر مین اپنا گھوڑا ڈالدیا جب وہ دھارہ پر پہونچے تو سمندر کے تھپیڑے سے پھر کنارے آگئے غرض کہ تین بار ایسا ہی واقع ہوا اور بنی اسرائیل نے گھبرانا شروع کیا اتنے مین فرعونیون کا لشکر نظر آیا اور بنو اسرائیل نے کہنا شروع کیا کہ البتہ ہم پکڑے گئے

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جھڑکا اور کہا۔ کلا ان معی ربی سیهدین الآیۃ۔ یعنے ہرگز نہیں تحقیق میرے ساتھ میرا پروردگار ہے وہ عنقریب
میرے واسطے کوئی راہ دیگا پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ ان اضرب بعصاک البحر الآیۃ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا کے ساتھ
دریا کو مار۔ مترجم کہتا ہے کہ اسوقت تک وحی میں تاخیر ہونے کی لطافت ظاہر ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے بنواسرائیل کے بارہ قبائل کے لیے
سمندر میں بارہ جگہ پاس ہی پاس عصا مارا۔ فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم پس سمندر پھٹ گیا کہ ہر ٹکڑا مثل کوہ عظیم کے کھڑا ہو گیا۔
بعض روایات میں آیا کہ ہر فرق کے درمیان سوراخ تھے جس سے ہر راستہ والے دوسروں کو دیکھتے جاتے تھے اور بحکم آلہی درمیانی کیچڑ خشک ہو گیا
کما قال تعالیٰ۔ یبسا لاتخاف درکا ولاتخشیٰ۔ یعنے اس راہ یابس وخشک سے پار ہو جاؤ درحالیکہ تجھکو گرفتاری فرعون کا خوف نہیں ہے پس
تمام بنی اسرائیل انھیں خشک راہوں سے سمندر کے پار ہو گئے اور فرعون دوسرے کنارے پہونچ گیا اور اسکے وزیر ہامان ملعون نے اسکو
غرہ دلایا کہ موسیٰ بزور ساحری اس شان سے پار ہوا پس تو بقوت خدائی اُترچل فرعون اگرچہ پار جانا نہیں چاہتا تھا لیکن حمیت سے شرم کھاکر
اسی خشک راہ میں گھوڑا ڈال دیا اور بحکم آلہی ابھی تک یہ راستے خشک موجود تھے کما قال تعالیٰ۔ واترک البحر رھوا انھم جند مغرقون۔ جب
یہ لوگ گھسکر اُن راہوں میں پورے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو اُنپر مطبق کر دیا اور بنواسرائیل دوسرے کنارے ہراسان وخائف کھڑے ہوئے
دیکھ رہے تھے حتی کہ جب یہ سب غرق ہو گئے تو بھی بعضے بنی اسرائیل پر خوف طاری تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا نے فرعون کا
جسم ناپاک کنارے پھینکدیا کما یشعر بہ قولہ تعالیٰ۔ الیوم ننجیک ببدنک الآیۃ۔ تب بنواسرائیل مطمئن ہوئے اور یہ مقام قریب طور سینا تھا اور
روز عاشورا محرم کا واقعہ ہے پس موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکر آلہی عزوجل کا روزہ رکھا اسیواسطے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی صوم عاشورا رکھتے ہیں پس آپؐ نے دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا کہ یہ عاشورا ایک واقعہ
مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس روز بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی پس موسیٰ علیہ السلام نے اس روز شکریہ کا روزہ رکھا تھا تو ہم بھی
رکھتے ہیں پس آپ نے فرمایا کہ موسیٰؑ کے ساتھ ہم احق ہیں نہ تم پس آپ نے عاشورا کا روزہ خود رکھا اور لوگوں کو حکم دیا۔ احمد بخاری مسلم۔ مترجم کہتا ہے کہ
ظاہر روایت سے شبہہ ہوتا ہے کہ صوم عاشورا شروع ہونیکا یہی سبب واقع ہوا تھا حالانکہ یہ بات نہیں ہے کیونکہ دیگر احادیث صحیحہ میں وارد ہے
کہ قریش صوم عاشورا رکھتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبل ہجرت کے مکہ سے رکھتے تھے اور واضح ہو کہ مفصل قصہ موسیٰ علیہ السلام کی تفصیل
انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ شعراء وغیرہ کی تفسیر میں آویگی دریہاں مجمل بیان یہ ہے کہ جیسے بادشاہ فارس کو کسریٰ اور بادشاہ روم کو قیصر اور شاہ چین کو
خاقان کہا کرتے ہیں اسی طرح شاہ مصر کا لقب فرعون ہوتا تھا اور دراصل یہ قوم قبط ہے جو عمالقہ کی نسل سے ہے پس جب یوسف علیہ السلام مصر میں
آگئے اور اسوقت جو فرعون یعنے بادشاہ مصر تھا وہ مسلمان ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین مع گیارہ بھائیوں کے مصر میں عزت
کیساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ نے اُنکی نسل میں برکت عظیم عطا فرمائی اور فرعون یوسف مر گیا تو اُسکے بعد کسی بادشاہ نے اسلام قبول نہ کیا بلکہ بت پرستی
کیا کرتے تھے اور بنواسرائیل کے دشمن تھے حتی کہ یہ فرعون بادشاہ ہوا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے بعض کہتے ہیں کہ یہ فرعون یوسف کے (یعنی زمانۂ یوسف ۱۲)
پیچھے ہی بادشاہ ہوا ہے بہرحال اس کمبخت نے خدائی کا دعویٰ کیا اور امام رازی کے خیال میں یہ شخص فلسفی تھا جسکا خیال یہ ہے کہ ہر نوع کے حیوانات میں اسکا
رب النوع ہوتا ہے جسکی تربیت سے اس نوع کی بقا ہوتی ہے پس فرعون کے ناپاک دماغ میں جم گیا کہ قبطیون کا رب النوع کبیر میں ہوں اور اُسنے
قبطیون کے واسطے چھوٹے آلہہ مقرر کیے تھے اسیواسطے وارد ہوا قولہ تعالیٰ۔ یذرک وآلہتک الآیۃ یعنی قبطیون نے فرعون سے شکایت کی
کہ تو نے کیون موسیٰ کو چھوڑ دیا کہ وہ تجھکو اور تیرے آلہہ کو چھوڑتا ہے۔ بالجملہ اس فرعون نے بنی اسرائیل کو جو دین توحید یعنی دین ابراہیم علیہ السلام پر

... فرعون کا نام ریان ...

قائم تھے سخت خوار و ذلیل بنایا تاکہ دین توحید سے پھرین اور بکمال حماقت سے نفیس باغات بنام جنت بنائے اور ایک طرف عذاب خانہ
بنام جہنم بنایا اور اُنکے درمیان مین نہایت باریک پھسلونکا راستہ رکھا جسکا نام پل صراط رکھا غرضکہ زمانۂ یوسف علیہ السلام سے جو حالات
دین توحید مین اللہ تعالی کے عذاب و ثواب کے اُسنے سنے تھے تو اپنی الوہیت کا دعوی کرکے اُسکی نقل بنانی شروع کی اور یہ اُسکی جہالت
قابل مضحکہ ہے اور اس سے زیادہ قبطیون کی حماقت قابل تعجب ہے جو اُسپر ایمان لاتے تھے اور بنی اسرائیل مین ظاہرا حضرت یوسف علیہ السلام
کے اخبار نبوت سے یہ علم چلا آتا تھا کہ اللہ تعالی بنی اسرائیل مین جب ایسا اور ایسا وقت آئیگا تب ایک پیغمبر پیدا کریگا جس سے مصریون کا کفر برباد و
فرعون ہلاک ہوگا اور اللہ تعالی بنی اسرائیل کو سب کا وارث کریگا چونکہ یہ واقعہ اسی فرعون خبیث کی گردن پر تھا لہذا اُسکو خوف پیدا ہوا اور اُسکے نجومیون
نے بھی آگاہ کیا کہ بنی اسرائیل مین ایک لڑکا ہوگا جو تیری ہلاکت کا باعث ہوگا پس اُسنے بنی اسرائیل کے حق مین یہ حکم دیا کہ لڑکے قتل ہون و لڑکیان
چھوڑی جاوین مگر اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو اُسیکے گھر مین بہت ناز و نعمت سے پرورش کرایا تاکہ ایک آیت قدرت ہو کہ جو کچھ اللہ
عزوجل نے مقدر فرمایا وہ کسی بندے کے ٹالے سے نہین ٹل سکتا اگرچہ فرعون ہو جب موسی علیہ السلام جوان ہوئے تو انکے ہاتھ سے ایک قبطی مردود
قتل کرایا تاکہ یہ مصر سے نکلکر مدین مین شعیب علیہ السلام پاس پہونچے اور اُنکی لڑکی سے شادی کرکے بعد دس برس کے مصر کی جانب چلے
اور راہ مین وادی مبارک مین نبوت سے سرفراز ہوکر بنی اسرائیل کی خلاصی اور فرعون کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے اور اُنکی معیت مین
اللہ تعالی نے ہارون علیہ السلام کو پیغمبر نائب مقرر کیا اور ایک مدت تک فرعونیون کو عصاے موسی و ید بیضا و ساحرون سے مقابلہ و طوفان
باران و ٹڈی و قمل و ضفدع و خون وغیرہ معجزات و آیات قدرت دکھلائین مگر وہ کسیطرح ایمان نہ لائے بلکہ فرعون کو اُبھارا کہ تو نے موسی کو
چھوڑ دیا کہ نہ وہ تجھے مانتا ہے اور نہ تیرے مقرر کیے ہوئے آلہہ کو مانتا ہے اور ملک مین فساد پھیلاتا ہے - یہ بدبخت لوگ دین توحید و عدل کو
فساد کہتے تھے فرعون نے پھر تکبر کی راہ سے قہر دکھلایا کہ بنی اسرائیل کے لڑکے مقتول و لڑکیان چھوڑنی شروع کین اور بنی اسرائیل پر
سخت مصیبت پیش آئی حتی کہ اُنھون نے حضرت موسی علیہ السلام سے شکایت کی مگر آپ نے بحکم الٰہی اُنکو صبر کی نصیحت فرمائی اور کہا کہ عنقریب
اللہ تعالی تمھارے دشمن کو ہلاک کریگا اور تمکو زمین کا وارث کریگا تاکہ تمھارے اعمال ملاحظہ فرماوے پھر جب فرعون نے دیکھا کہ مجھے کچھ خوف نکرنا چاہیے کہ مین
برابر اُنکے بال بچے قتل کیے اور حضرت موسی علیہ السلام سے کچھ نہ ہوسکا تو اُسکا تکبر زیادہ ہوگیا چنانچہ اللہ تعالی نے آگاہ فرمایا کہ اُسنے یون کہا
ذرونی اقتل موسی یعنی پس اب مجھے چھوڑو کہ مین موسی ہی کو قتل کردون اور اُسکی قوم والون نے پہلے ہی قرار کیا تھا بلکہ موسی علیہ السلام
سے کہا کہ - مہما تاتنا من آیۃ لتسحرنا بہا فما نحن لک بمؤمنین یعنی موسی علیہ السلام کے کل معجزات کو جادو پر محمول کیا اور ایمان سے قطعی دائمی
انکار کردیا اور فرعون کے ساتھ قتل موسی علیہ السلام پر راضی ہوئے پس اللہ عزوجل نے ان بدبختون سے انتقام لیا حضرت موسی علیہ السلام کو حکم
پہونچا ان اسر بعبادی لیلا انکم متبعون - یعنی راتون رات میرے بندون کو لیکر روانہ ہو بیشک تمھارا تعاقب کیا جائیگا پس تعاقب قوم فرعون بدکار
پر حتمی کردیا تھا کہ جا کر جہنم مین غرق ہون کہتے ہین کہ حضرت موسی علیہ السلام نے چھ لاکھ بیس ہزار ایسے بنی اسرائیل ساتھ لیے تھے جو لڑائی کے
لائق تھے اور فرعون نے انکا تعاقب کیا اُسکے واسطے شہرون سے لشکر جمع کرائے گویا سب کے غرق ہونیکا حکم ہوگیا تھا کما قال تعالی - فارسل فرعون
فی المدائن حاشرین ان ہؤلاء لشرذمۃ قلیلون وانہم لنا لغائظون وانا لجمیع حاذرون - گویا اپنے لوگون کو اُبھارتا ہوا الایۃ پس حضرت موسی علیہ السلام کو
سمندر پر حکم ہوا کہ - ان اضرب بعصاک البحر - یعنی اپنے عصا کے ذریعہ سے سمندر کو مار چنانچہ آپ نے مارا - فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم
پس وہ پھٹ گیا تو ہر پارہ مثل بڑی پہاڑی کے کھڑا ہوگیا - اور یہ حکم اُسوقت پہونچا کہ جب فرعون مع لشکر قریب پہونچ گیا تھا فلما تراءی الجمعان قال اصحاب

موسی انا لمدرکون - یعنے جب دونون فریق آپسمین ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو موسیٰ کے ساتھیون نے کہا کہ ہم پکڑ لیے گئے اُسوقت
حکم پہونچا کہ عصا سے دریا کو مار دے جب بنی اسرائیل پار ہوگئے تو بھی اُنکو فرعون کا خوف چھایا ہوا تھا حتی کہ حضرت موسی علیہ السلام سے دعا چاہی کہ
فرعون پار نہونے پاوے مگر پہلے ہی حکم پہونچا - واترک البحر رھوا انہم جند مغرقون یعنے اے موسیٰ سمندر کو ایسا ہی چھوڑ دے کہ فرعونی گروہ غرق
ہونے والے ہین - چنانچہ جب بیچ سمندر مین پہونچے تو سب کے سب غرق ہوگئے - مترجم کہتا ہے کہ اس معجزہ مین تنبیہ ہے کہ ہر چیز مین جو خاصیت
رکھی گئی وہ بقدرت الٰہی اُسی طور پر جاری رہتی ہے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے ورنہ جس طور پر وہ چاہتا ہے اُسکے قبضۂ قدرت مین جاری ہوتی ہے
چنانچہ پانی جو ہمارے حواس مین سیال چیز ہے بحکم الٰہی مثل پہاڑ کے قائم ہوگیا جیسے قیامت مین گنہگارون کا پسینا کسیکے ٹخنون تک اور کسیکے گھٹنون تک
اور کسیکے حلق وغیرہ تک قائم ہوگا اور بعض ملحد جو معجزات انبیا علیہم السلام سے منکر ہے مگر مسلمانون کے نام سے اسلام کا دھوکا دیتا اور کہتا ہے
کہ جب موسیٰ علیہ السلام بحر قلزم پر پہونچے تو اُسمین جوار بھاٹا تھا پس اُتار کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اضرب بعصاک البحر
اور اسکے معنے مین تحریف کرکے کہتا ہے کہ اپنا عصا لیکر سمندر مین چلے جاؤ یعنے ضرب کو زمین پر چلنے کے معنے مین کہتا ہے اور یہ محض غلط ہے اور کیون نہو
کہ اس شخص کو زبان عربی مین صرف ونحو کی بھی لیاقت نہین ہے تو فصاحت وبلاغت کیونکر جانے اور معانی کلام کیونکر سمجھیگا لہذا اُسکی غلطی بیان کرکے مین
آسان وجہون سے جواب دیتا ہون اور ان وجوہ کو ہر شخص عام وخاص بخوبی سمجھکر اس ملحد کی تحریف سے آگاہ ہوجائیگا اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلام
کو یعنے - واذ فرقنا بکم البحر الآیۃ - کو بنی اسرائیل پر نعمت عظیم کا احسان رکھنے کے طور پر بیان فرمایا کہ اُنکو سمندر سے نجات دی اور فرعون کو غرق کردیا اب
اگر یہ واقعہ اسطرح ہوتا جیسے ملحد بیان کرتا ہے تو اسمین انعام واحسان کی کون وجہ پائی جاتی ہے کیونکہ جب جوار بھاٹا آیا تھا تو پانی کے اُتار مین موسیٰ علیہ السلام
چلے گئے اور جب فرعون گھسا تو پانی مین چڑھاؤ ہوگیا تو وہ ڈوب گیا دوم یہ کہ - فرقنا بکم البحر - ٹکڑے ٹکڑے فرق کردینے کے معنے مین ہے حالانکہ
اس ملحد کی تقریر پر فرق بالکل نہین ہوا سوم یہ کہ ضرب کے معنے چلنے کے جہان آتے ہین وہان حرف فی لازم ہے جیسے قولہ تعالیٰ - واذا ضربتم فی الارض
وغیرہ مین ہے چہارم سمندر سے عبور کرنا کہلاتا ہے اور سمندر مین چلنا فصیح زبان عرب کے علاوہ اُردو وغیرہ کسی زبان مین بھی نہین بولتے ہین پنجم چلنے کے
معنے ہوتے تو "فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم" کا کچھ بھی ربط نہین ہے کیونکہ اُسکے طور پر یہ معنے ہوتے ہین کہ اپنا عصا لیکر چل پس دریا ٹکڑے ٹکڑے
ہوگیا کہ ہر ٹکڑا مثل بڑی پہاڑی کے قائم ہوا اور ہر شخص جانتا ہے کہ اسکو کچھ بھی ربط نہین ہے اور اس جاہل نے زعم کیا تھا کہ - اضرب - کی جزا
فانفلق - ہے اور اعتراض کیا کہ اسپر فا نہین آتی ہے اور یہ محض جہالت ہے کیونکہ معنے یہ ہین فضرب فانفلق یعنے موسیٰ نے مارا تو سمندر پھٹکر الگ ہوا اور
اس جاہل کو دوسرے مقام کی بھی نہین سوجھی یعنے قولہ تعالیٰ - فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا - دیکھو یہان ضرب کے معنے
مارنے کے موجود ہین اور - فانفجرت - پر فا داخل ہے یعنے اے موسیٰ عصا سے پتھر کو مار پس اُس سے بارہ چشمے جاری ہوئے پس یہی معنے ہین فضرب فانفجرت
حالانکہ یہان اس جاہل سے یہ کہنا ممکن نہین کہ ضرب کے معنے چلنے کے ہین کیونکہ یہ معنے ہوجاوین کہ اپنا عصا لیکر پتھر پر چل پس اُس سے بارہ چشمے
جاری ہوئے اور اگر وہ اسکا قائل ہو کہ عصا لیکر پتھر پر چلنے سے بارہ چشمے جاری ہوگئے تو یہی ایک معجزہ ہے پھر اُسکو صحیح طور پر معجزہ واقع ہونے سے
کیون انکار ہے ششم یہ کہ اگر جوار بھاٹے کی وجہ سے پانی اُتر گیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام اس دلدل مین کیونکر گھس سکتے تھے کیونکہ ایسے سمندر مین
دلدل کی وجہ سے خواہ عصا ہو یا نہو گذر غیر ممکن ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اس کثیر جماعت بنی اسرائیل خصوصاً عورتون وبچون
کے واسطے کیونکر کافی ہوا ہفتم جوار بھاٹے کا دعوی محض غلط ہے اسواسطے کہ جمیع اہل ہیئت متفق ہین کہ جوار بھاٹا عمیق وعریض سمندرون مین آتا ہے
اسواسطے چھچھلون وتالابون مین نہین آتا ہے اور کسی نے اسمین خلاف نہین کیا ہے چنانچہ یورپیون ویونانیون وغیرہم کی کتابون مین بیان ہے جو قرآن

مجید مین اس راستہ کے یابس وخشک ہوجانیکی تصریح موجود ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہشتم جب بنی سرائیل پار ہو گئے تو اُنھون نے فرعون کے
خوف سے دعا چاہی کہ سمندر پھر عمیق ہو جاوے تاکہ فرعون اُترنے نپاوے لیکن حکم الٰہی پہونچا کہ یہ خواہش مت کرو اترک البحر رھوا انھم جند مغرقون
اور سمندر کو اسی حالت پر ٹھہرا رہنے دے کہ یہ گروہ فرعونی ڈوبنے والے ہین یعنی ہم اُنکو غرق کرینگے۔ مگر ملحد کہتا ہے کہ اسکے یہ معنے ہین کہ آہستہ آہستہ بہنے دے
یہ تحریف محض غلط ہے کیونکہ یہ شخص خود مقر ہے کہ بحیرۂ قلزم کی شمالی کھاڑی تھی اور یہ بہنے والا دریا نہین تھا تو یہان آہستہ بہنے کے کیا معنے ہین اور کبھی
کہتا ہے کہ یہ معنے ہین کہ تیز قدم بڑھا کر نکل جا یہ بھی حماقت ہے کہ اُسنے اپنی جاہلانہ زبان پر قیاس کیا جو ہرگز زبان عرب کا محاورہ نہین ہے اور جو شخص کچھ بھی
زبان عرب سے وقوف رکھتا ہے اُسکے حق مین اس شخص کی تحریف سے کچھ خوف نہین ہے بلکہ خوف تو ایسے لوگون کے حق مین ہے جو زبان عرب نہین
جانتے ہین اور رفتار زمانہ یہ ہے کہ مسلمانون مین باہمی نفاق بلکہ نور ایمان کم ہونے سے تعصب وعداوت کثیر پھیل گئی ور علماء یہود کی طرح صرف کتابی بحث
وجدال کی رعونت باقی ہے اور بمجزۂ حدیث مبارک کے موافق حرص دنیا کا جوش بڑھا ہوا اور ہوا وہوس کی اتباع چڑھی ہوئی اور علم دین سے محض جہالت
پھیلی ہوئی ہے ایسی حالت مین یہ فرقہ ملحدین جو دین کی تخریب مین فرعون سے مشابہ اور دنیا کی ہوس مین یہود سے بڑھکر ہے ظاہر مین مسلمان بنکر عوام جاہلون کو
سخت دھوکا دیتا ہے خصوصاً اُن جاہلون کو جو دار آخرت کو امید موہوم جانتے اور دنیا کے مال ودولت کو نقد تصور کرتے ہین اور اُسی کی توقیر اُنکی
نظرون مین چھائی اور جانورون کی طرح اُنھون نے اُسیکو اپنی عمر کی کمائی اور اُسیکو سرمایۂ انسانی سمجھا ہے تو جب یہ لوگ اس فرقہ ملحدین کی دنیاوی
وجاہت وظاہری ثروت دیکھتے ہین تو یقین کر لیتے ہین کہ بھلا ان لوگون کی عقل مین خطا ہو سکتی ہے جیسے فرقہ الحاد نے اہل یورپ کی عجیب عجیب
ریاضی ہندسین وکلین ودنیاوی انتظام وزمین کی پیداوار سونا وچاندی حاصل کرنے کی عمدہ تدبیرین دیکھکر یقین کر لیا کہ جیسی زمین کی تدبیرین
سمجھنے مین ان لوگون کے حواس کامل ہین ویسے ہی اللہ تعالیٰ کے معارف وصفات مین بھی اگر کچھ ہوتا تو یہ کبھی غلطی نکرتے تو دہریہ ہونا یا نیچری ہونا ہی
ٹھیک بات ہے اور یہ کمینہ پن ودنی ہمتی حد سے بڑھی ہوئی ہے اور اگر عالی ہمتی وقلب عاقل وجوہر پاکیزہ ہوتا تو اس بے انتہا مخلوقات الٰہی مین
اس مثل برابر زمین و اُسکے تمام اموال وجواہرات کو ہیچ سمجھتے اور دنیاوی زندگی کو مثل حباب کے ناپائدار جانتے اور آخری معاملہ پروردگار سے
یقین کرتے تو نور بصیرت وعقل سلیم سے سمجھتے کہ علم عین معرفت الٰہی عزوجل ہے اور اس ہستی بے اعتبار کے بعد انجام کار دار الآخرہ کی ہستی پائدار
اس اشرف المخلوقات انسان کے واسطے درختون ومکانات کی پائداری سے بڑھکر ضروری ہے۔ نسال اللہ الہدایۃ والثبات علی الایمان ونعوذ باللہ
من الضلال ومن تلبیس ہؤلاء الجہال وحسبنا اللہ نعم الوکیل والحمد للہ رب العالمین۔ اور مسلمانون کے فرقہ مقلد وغیر مقلد بلکہ وہابی وبدعتی بلکہ سُنی وشیعہ
سبکو لازم ہے کہ بیہودہ خیالات وکینہ اختلافات ودنیاوی ہوسات کو عالمانہ وقار ویقین آخرت کی نظر سے دیکھکر دور کرین اور نفاق ظاہر سے اسلام
کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بناوین اور باہمی جدال دور کرین واللہ تعالیٰ ہو الموفق والمعین والی اللہ المصیر وانا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تنبیہ)
اللہ تعالیٰ نے جو احسانات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین بنی اسرائیل پر فرمائے اُنکا احسان ان یہودیون پر رکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ مین تھے تو اہل اسلام کو سعادتمندی سے عبرت ونصیحت لینا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک سے بہت بڑا احسان فرمایا
کہ اُنکو جہالت وضلالت سے نکالکر درجہ علم ومعرفت پر پہونچایا ورنہ فرعون کی طرح ضلالت مین ڈوب جاتے کما قال تعالیٰ۔ وکنتم علی شفا حفرۃ
من النار فانقذکم منہا الآیۃ۔ اور باہمی نفاق واختلافات سے نکالکر سب کو یک دل ومتحد بنایا کما قال تعالیٰ۔ والف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ
اخوانا الآیۃ۔ پس اس نعمت کا شکریہ اُسپر بھی واجب ہے کہ دنیا کو وسیلۂ آخرت بناوین اور علم وعمل سے متحد ہو کر دار الآخرت سنوارین کیونکہ اُنکو
قرآن عظیم عطا فرمایا ہے کہ جسمین اگلون وپچھلون کے آثار واخبار عین مجتمع ہین کیا نہین دیکھتے کہ بنی اسرائیل پر شکر گوسالہ کی زحمت وعطائے توریت کا احسان رکھا

تبصرون

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ

اور جب ہمنے وعدہ کیا موسی سے چالیس رات کا پھر تمنے بنا لیا بچھڑا اسکے پیچھے اور تم بے انصاف ہو

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

پھر معاف کیا ہمنے تمکو اس پربھی شاید تم احسان مانو اور جب ہمنے دی موسی کو کتاب

وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اور حکم دی شاید تم راہ پاؤ

اہل تاریخ نے روایت کی کہ جب بنی سرائیل کو مصر سے حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھ نکلنے کا حکم ہوا تو بنی اسرائیل نے جشن شادی کے بہانہ سے قبطیون کا بیش قیمت زیور عاریت لیا تھا اور درحقیقت یہ اُنکے واسطے خوشی تھی کہ فرعون سے نجات پاوین اور ملک شام مین جا دین پھر جب فرعون مع لشکر کے دسوین محرم کو بحر قلزم مین غرق ہوا اور بنی سرائیل نے نجات پائی تو حضرت موسٰی علیہ السلام بجانب شام چلے اور انکا گذر ایک قوم عمالقہ پر ہوا جو گائے کی شکل کے بت پوجتے تھے اور بعض روایات مین آیا کہ فرعون نے بھی اپنی قوم کے واسطے اپنی نیابت مین گائے کی شکل کے بت بنوائے تھے تو شاید ان لوگون نے قبطیون ہی کی تقلید کی ہو بہرحال بنی اسرائیل مین سے بعضے احمق جاہلون نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے کہا کہ ۔ اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ ۔ یعنے ہمارے لیے بھی ایسا ہی ایک معبود بنا دو جیسے اُنکے معبود ہین حضرت موسٰی علیہ السلام نے اُنکی جہالت پر افسوس فرما کر اُنکو جھڑکا اور وعدۂ الٰہی عزوجل کے منتظر ہوئے کہ بعد غرق فرعون کے کتاب آسمانی عطا ہو جسپر بنی اسرائیل عمل کرین پس اللہ تعالےٰ نے اول ایک ماہ کے روزہ کا حکم فرمایا اور ابھی تک وہ زیورات جو بنی اسرائیل نے فرعونیون سے لیے تھے اُنکے پاس موجود تھے اور چونکہ وہ حربی کافرون کا مال تھا تو وہ مال غنیمت کے حکم مین ہوا لیکن مال غنیمت کسی امت سابق کو حلال نہین ہوا بلکہ یہ فضیلت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے واسطے خاص ہے جیسا کہ صحاح کی احادیث صحیحہ مین صریح منصوص ہے پس وہ سب مال اسباب ایک گڑھے مین ڈال کر جلا دیا گیا بعض تفاسیر مین مذکور ہے کہ بنی سرائیل مین ایک شخص سامری تھا جو سوناری کا پیشہ کرتا تھا اور اسکی پیدایش کی کیفیت مین مذکور ہے کہ جس زمانہ مین فرعونیون کے ہاتھ سے بنی سرائیل کے بچے قتل ہوتے تھے تو بنی سرائیل کی عورتین وضع حمل کے وقت جنگلون و غارون مین چلی جاتین پھر اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اُسکو ساتھ لاتین اور اگر لڑکا ہوا تو وہین چھوڑ آتی تھین تا کہ اگر اُنکے پیچھے درندہ کھا جاوے تو اس سے بہتر ہے کہ اُنکی آنکھون کے سامنے اُسکو فرعونی ذبح کرین لیکن جسکو اللہ تعالی چاہتا وہ وہان بھی پرورش ہوتے تھے اور بنی سرائیل روایت کرتے ہین کہ جبرئیل علیہ السلام سے اُنکو دودھ ملتا تھا چنانچہ سامری بھی اسیطور سے پرورش ہوا اور اسرائیلی کہتے ہین کہ وہ جبرئیل علیہ السلام کو جس شکل مین اُسکے پاس پرورش کے لیے آتے تھے پہچانتا تھا اسیواسطے اُسنے غرق فرعون کے وقت نشان قدم کی خاک اُٹھائی تھی اور چونکہ وہ عالم آخرت کا اثر رکھتی تھی لہذا جب اُسنے بنی سرائیل کی حماقت دیکھی کہ وہ لوگ بت پرستی کے واسطے گوسالہ مانگتے ہین تو اُسکے دل مین یہ شرارت سوار ہوئی کہ اُس خاک سے جو نشان جبرئیل علیہ السلام سے اُٹھائی ہے گوسالہ بناوے کہ وہ عالم آخرت کے اثر حیات سے جاندار کے مانند آواز کریگا چنانچہ جب موسٰی علیہ السلام ایک مہینہ کے روزہ رکھنے اور توریت لانے کے لیے کوہ طور کی طرف گئے تو اُسنے یہان اسی گوسالہ کا سوانگ بنایا اور اللہ تعالی نے حضرت موسٰی علیہ السلام کی میعاد مین دس دن زیادہ کر دیے چنانچہ فرمایا ۔ واذ واعدنا موسی ثلثین لیلۃ واتممناہا بعشر الآیۃ ۔ پس بعد ایک مہینے کے اکثر بنی اسرائیل کو شیطانی اوہام نے گھیرا اور انہون نے سامری کے کہنے سے گوسالہ کی پرستش کرنی شروع کی اور ہارون علیہ السلام کا کہنا نہ مانا سوا بارہ ہزار آدمیون کے کہ حضرت ہارون علیہ السلام

کے ساتھ رہے حاصل یہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کے جنگل مین گئے تاکہ تیس رات روزہ وعبادت مین صرف کرکے مناجات و عطائے کتاب کے لیے کوہ طور پر جاوین تو یہان سامری نے اُسی قبطیون کے زیور سے جو ایک گڑھے مین جلا دیا گیا تھا ایک بچھڑا بنایا اور اُسکے پیٹ مین اثر جبرئیل علیہ السلام کی خاک ڈالی تو وہ بولنے لگا۔ کما قال تعالیٰ۔ فاخرج لھم عجلا جسدا لہ خوار الآیۃ۔ اور سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہی تمھارا اور موسیٰ کا پروردگار ہے لیکن ہارون علیہ السلام نے اُنکو بہت سمجھایا کہ اے لوگو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف ایک مہینہ کے واسطے گئے ہین تم اُنکو آنے دو جب تیس دن گذر گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نہین آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی میعاد مین دس راتین زیادہ کردین تو بیوقوف اسرائیلیون نے جنھون نے پہلے ہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گوسالہ کی شکل کے بت مانگے تھے جلد بازی کی اور سامری نے بہکایا کہ تمھارا اور موسیٰ کا پروردگار تو یہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام بھٹک کر کوہ طور کی طرف گئے اسیواسطے وہ اب تک نہین آئے پھر ان بیوقوفون نے حضرت ہارون کا بھی کہنا نہین مانا اور اُسکی عبادت مین مصروف ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتون کا شکر بجالانے کے بجائے شرک کرنے لگے پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہودیون کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی قدر نہین کرتے تھے یاد دلایا اور فرمایا۔ **وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً** اور ایک قراءۃ مین۔ وعدنا۔ بدون الف ہے یعنے اور یاد کرو جب ہمنے موسیٰ کو چالیس راتون کا وعدہ دیا۔ **ف** یعنے پہلے تیس رات پھر دس بڑھا کر پوری چالیس راتون کا وعدہ دیا تاکہ اُنکے گذرنے پر توریت عطا فرمائی جاوے جسمین ہدایت و نور ہے پس موسیٰ علیہ السلام وافق وعدۂ الٰہی کے کوہ طور کے غار مین روزہ رکھنے وعبادت کرنے کے واسطے گئے۔ **ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ** پھر تمنے اسکے بعد گوسالہ کو بنا لیا۔ **ف** یعنے پھر تمنے بجائے شکر انکے سامری کے ڈھالے ہوئے گوسالہ کو موسیٰ علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد اپنا معبود بنا لیا۔ **وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ** ٥ حالانکہ تم ظلم کرنے والے تھے۔ **ف** یعنے اپنی جانون پر سخت ظلم کرنے والے تھے کہ تمنے عبودیت کو بے محل ایک جسمانی مخلوق جانور گوسالہ کے واسطے صرف کیا حالانکہ وہ تمسے بدتر چیز ہے باوجودیکہ تمنے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے توحید سیکھی اور آیات قدرت الٰہی عزوجل کو فرعونیون کے مقابلہ مین معائنہ کیا اور صفات الٰہی سبحانہ وتعالیٰ کو جان لیا تھا کہ وہ بے مثل وبے مانند وکسی مخلوق سے مشابہ نہین ہے اور تمام مخلوقات اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین اُسنے تمکو فلاق البحر سے پار کیا اور فرعون کو غرق کیا پھر بھی تمنے بجائے شکر کے شرک سے ظلم عظیم کیا لیکن ہمنے پھر بھی تمپر احسان فرمایا۔ **ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ** ٥ پھر اس معاملہ کے بعد بھی ہمنے تمکو عفو فرمایا تاکہ تم شکر گذار ہو جاؤ۔ **ف** یعنے بعد ظلم عظیم کے ہمنے ایک طریقہ سے تمھاری توبہ قبول فرمائی تاکہ تم ناشکری چھوڑ دو اور شکر گذار ہو۔ اسرائیلی کہتے ہین کہ ماہ ذیقعدہ موسیٰ علیہ السلام کی میعاد تھی پھر ذی الحجہ کے دس دن ملا کر تکملہ کیا گیا پھر چالیس راتین پوری ہونے کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر مناجات کے واسطے حاضر ہوئے تو توریت عطا ہوئی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ وہان ہمنے تیری قوم کو تیرے بعد امتحان مین ڈالا اور سامری نے انکو بہکا دیا ہے چنانچہ تفصیلی قصہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور توبہ کا بیان بھی آیندہ آیت مین آتا ہے۔ (**فائدہ**) امام ابن جریر و دیگر مفسرین نے تصریح کی کہ جب فرعون کی ہلاکت دسوین محرم کو ہوئی اور مناجات دسوین ذی الحجہ کے ختم پر ہوئی تو ہلاکت فرعون و مناجات مین گیارہ مہینے کا فرق ہوا اور اسوقت تک بنی اسرائیل کوہ طور کے نواح مین مقیم تھے نہ ملک شام مین آئے اور نہ مصر کو لوٹے اور ابن عقیل نے تفسیر مین لکھا کہ یہ لوگ مصر سے نکلنے کے بعد پھر مصر مین نہین گئے اور بیضاوی نے کشاف زمخشری کے تابع ہو کر وہم کیا کہ مصر مین لوٹ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مناجات وعطائے توریت کا وعدہ دیا۔ (**نکتہ**) علماء نے فرمایا کہ چالیس راتون کی تعبیر مین اشارہ ہے کہ دن کے خطرے

رات بھی عبادت کے لیے مقصود ہے اور موسیٰ علیہ السلام ان دنون مین روزہ رکھتے اور راتون مین عبادت کرتے تاکہ بدن بھی پاک ہوجاوے اور فرشتہ صفت ہوکر مناجات کی لیاقت آجائے اور مہینے سے حساب نہین فرمایا کیونکہ وہ کبھی انتیس ۲۹ دن کا ہوتا ہے حالانکہ چالیس کا شمار پورا ہونا ضرور ہے اور یہین سے اکثر مشائخ نے چلّہ نکالا ہے یہ سمجھکر کہ چالیس راتون کی عبادت کو نفس کے پاکیزہ ہونے مین ایک دخل خاص ہے مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین سلف وخلف صالحین رضی اللہ عنہم سے چلّہ کی کوئی روایت ثابت نہین ہوئی اور شک نہین کہ مجاہدہ وریاضت جائز ہے لیکن بعضے عوام اس طرح چلّہ کھینچتے ہین کہ بعد چلّہ کے اس منھ سے مردہ کے مانند نکالے جاتے ہین اور روئی کے گالے وغیرہ سے منھ مین دودھ ٹپکا کر پالے جاتے ہین اور ظاہر ہے کہ ایسی حالت مین صوم وصلوٰۃ بالکل متروک ہوگی اور یہ حرکت خلاف سنت وخلاف سلف صالحین وجمیع امت ہے ہان سلف وخلف مین بہت سے بزرگ گذرے ہین جو قریب ایک ہفتہ کے بدون غذا کے صرف نماز وذکر وتسبیح پر بسر کرتے تھے پس بعضین ائمہ دین وبزرگان یقین فرشتہ خصال کی اقتدا حاصل کرنا کمال ہے اور انکی مخالفت مذموم ہے

ف۲۰ اشارات عرائس مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس میعاد مین صوم وصلوٰۃ وخلوت کے ساتھ بشری عادت وطبیعت ورسوم سے پاک کیا تاکہ انوار خطاب کی لیاقت ہو اسیواسطے طالبان معرفت کے لیے چلّہ ایک سنت ہوگیا کیونکہ بعد اس میعاد کے موسیٰ علیہ السلام مین کلام قدیم سننے کی لیاقت ہوگئی - (تنبیہ۸) آیت مفید امور ہے اول یہ کہ شرک ایک ظلم ہے جس سے مشرک ظالم ہوجاتا ہے وقد قال تعالیٰ ان الشرک لظلم عظیم - دوم یہ کہ دین وکتاب الٰہی بڑی نعمت ہے وقال تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الآیۃ یعنی آج مین نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری فرمائی - ۵ - پس اسکا شکر واجب اس طرح ادا کرے کہ قرآن وشریعت پر یقین وعمل مستقیم ہو اور شرک سے قطعاً پرہیز کرے سوم یہ کہ نجس کی شرارت سے بچے یعنے آدمی کے واسطے آدمی بھی شیطان سے زیادہ مضر ہے پس اسکے قول وفعل کو غور سے دیکھے اگر وہ اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق کہے تو اسکی بات مانے اور اگر مخالف ہو تو اسکو جھوٹا وگمراہ جانے ورنہ خود برباد ہوگا جیسے سامری کے کہنے سے بنی اسرائیل گمراہ ہوگئے تھے چہارم یہ کہ جو چیز خلاف عادت واقع ہو اسکو کرامت ہی نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ سامری نے جو بچھڑا بنایا وہ بولتا ہوا جسم تھا حالانکہ وہ کرامت نہین بلکہ فتنہ تھا جسکے ماننے سے بنی اسرائیل مبتلا ضلالت ہوگئے پنجم اگر شرک کرکے مرتد ہوجائے بعد شرک نادم ہوکر توبہ کرے تو اسکی توبہ قبول ہوتی ہے ششم چاہیے کہ ہدایت کو کتاب الٰہی عزوجل سے تلاش کرے یعنے قرآن مجید وحدیث شریف مین جو شریعت الٰہی مقرر ہے اسکو ہدایت سمجھے اور جو اس سے خارج ہو وہ گمراہی ہے اور اس ہدایت پر شکر کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر احسان رکھا اور فرمایا وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ اور یاد کرو اس نعمت کو جب ہمنے موسیٰ کو کتاب اور فرقان عطا فرمائی تاکہ تم ہدایت حاصل کرو - ف کیونکہ جسنے ہدایت سے راہ سنت حاصل کی وہ رضوان جنت مین دائمی عیش پر پہونچا تو یہ بہت بڑے شکر کا مقام ہے اور کتاب سے مراد توریت ہے اور اسیکا نام فرقان اسواسطے فرمایا کہ اسکے ذریعہ حق وباطل مین اور حلال وحرام مین اور کرامت وجوگ مین اور ولی وشیطان مین فرق کیا جاتا ہے اور فرقان دراصل مصدر مانند رجحان وغفران کے ہے اور قرآن مجید کا نام بھی اسی وجہ سے فرقان ہے - آیت مین بعض علماء نے کہا کہ کتاب سے مراد توریت ہے اور فرقان سے مراد عصا وید بیضا وغیرہ معجزات ہین کیونکہ عصا سے موسیٰ کے دعوی نبوت وسحر مین فرق ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا فرمائی تاکہ بنی اسرائیل اس سے اعتقاد صحیح واعمال صالحہ کی ہدایت پاوین اور یہ جہالت مٹ جاوے کہ موسیٰ علیہ السلام [illegible] کی طرح کوئی معبود بنائے جانے کی درخواست کرین یا ایسے فعل مین مبتلا ہون جو سبب عذاب ہو یا ایسے فعل مین

[illegible] کی

عمر رائگان کریں کہ جسمیں بہت قلیل ثواب پائیگا حالانکہ کثیر ثواب کا فعل موجود ہے کیونکہ شیطان بنی آدم کا دشمن ہے تو جہانتک
ممکن ہے وہ ثواب کا کام نہیں کرنے دیگا اور اگر کوئی شخص آمادہ ہوا تو افعال میں سے ایسے فعل پر آمادہ کرتا ہے جسمیں ثواب
قلیل ہوتی کہ اُس فعل میں ایسی نیت بگاڑتا ہے کہ محنت برباد ہو پس علم شریعت عین ہدایت ہے

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ
اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم تمنے نقصان کیا اپنا سبب بنا لینے کے بچھڑا
فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ
اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی جان یہ بہتر ہے تمکو اپنے خالق کے پاس پھر متوجہ ہوا
عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ
تمپر بیشک وہی ہے معاف کرنے والا مہربان

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بنی اسرائیل کے گمراہ ہوجانے سے آگاہ فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام توریت لیے ہوئے
بنی اسرائیل کے پاس پہونچے تو نہایت غضبناک تھے اور گوسالہ کو جلا کر خاک کیا اور سامری کو خوار کیا کہ وہ دیوانہ کی طرح لامساس کہتا پھرتا
اور بنی اسرائیل اپنی گمراہی پر افسوس کرنے لگے کما قال تعالیٰ۔ ولما سقط فی ایدیھم وراوا انھم قد ضلوا قالوا لئن لم یرحمنا ربنا ویغفر لنا لنکونن من الخسرین الآیۃ
یعنے بنی اسرائیل جب نادم ہوئے اور اُنھوں نے جانا کہ وہ گمراہ ہوچکے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہمارے رب نے ہمپر رحم نکیا اور نہ بخشا تو خوار ہونگے
پھر اللہ تعالیٰ نے اُنکی توبہ قبول فرمائی اگرچہ صدق یقین ظاہر ہونے کے واسطے جان کا قتل کرنا شرط کیا کیونکہ جس شخص کو دار آخرت کا
یقین واثق ہو تو جب اُسکو مغفرت کا وعدہ دیا جاوے تو وہ اس دار فانی کو چھوڑ کر دار آخرت کو پسند کریگا اور یہ بھی ایک نعمت عظیم ہے اور ان
یہودیوں کو یاد دلایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود تھے تاکہ اپنے باپ دادوں کا صدق یقین دیکھیں چنانچہ فرمایا واذ قال
موسیٰ لقومہ۔ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ ف یعنے جن لوگوں نے گوسالہ کو پوجا تھا جب وہ نادم ہوئے تو موسیٰ
علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ۔ یٰقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل۔ اے قوم تمنے اپنی جانوں پر ظلم
کیا بسبب معبود بنانے گوسالہ کے۔ ف یعنے تمنے گوسالہ کو معبود بناکر اپنی جانوں پر شرک کے ساتھ ظلم عظیم کیا۔ فتوبوا الیٰ
بارئکم۔ پس تم لوگ اپنے خالق کی جانب توبہ کرو۔ ف کیونکہ اُسنے تمکو پیدا کیا حالانکہ تمنے غیر کو معبود بنایا پھر یہ توبہ زبانی
نہیں تھی بلکہ توبہ اسطرح کرو کہ۔ فاقتلوا انفسکم۔ اپنی جانوں کو قتل کرو۔ ف یعنے اپنی جانوں کے قتل پر راضی ہوجاؤ
ذٰلکم خیر لکم عند بارئکم۔ یہ بات تمہارے واسطے تمہارے خالق کے نزدیک بہتر ہے ف پس یہ لوگ راضی ہوگئے
یہاں شان الٰہی دیکھنے کے قابل ہے کہ ہارون علیہ السلام صرف چندروز تامل کرنے کو کہتے تھے کہ ابھی گوسالہ پرستی میں جلدی نکرو
یہانتک کہ موسیٰ علیہ السلام آجاویں مگر بنی اسرائیل نے نمانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان دینے کا حکم سنایا وہ مان لیا کما قال تعالیٰ۔
واتینا موسیٰ سلطانا مبینا۔ یعنے ہمنے موسیٰ کو کھلا ہوا غلبہ عطا فرمایا۔ چنانچہ یہ لوگ قتل پر راضی ہوگئے سعید بن جبیرؓ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ
نے حکم بھیجا کہ ان لوگوں کی توبہ یہ ہے کہ ان میں سے جو شخص اپنے باپ و بیٹے سے ملے اُسکو تلوار سے قتل کر ڈالے اور پرواہ نکرے کہ اُسنے کس مقام پر
اُسکو قتل کیا پس اُن سب لوگوں نے توبہ کی کہ شناخت حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر مخفی تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ سے کے آگے

گناہون پر مطلع تھا پس اُنھون نے اپنے گناہون کا اقرار کر کے حکم کی فرمانبرداری کی پس اللہ تعالیٰ نے قاتل و مقتول دونون کو بخش دیا (ابن جریر
وابن ابی حاتم) اور اس روایت مین مراد یہ ہے کہ قاتل وہ لوگ قرار دیے گئے جنھون نے گوسالہ نہین پوجا اور مقتول وہ ہین جنھون نے گوسالہ پوجا
چنانچہ عکرمہؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب یہ حکم آیا کہ قتل نفس اُنکی توبہ ہے تو جن لوگون نے گوسالہ پوجا تھا اُنکو خبر دیگئی پس وہ
لوگ حکم الٰہی کے واسطے سر جھکا کر بیٹھے اور جنھون نے گوسالہ نہین پوجا تھا وہ تلوار لیکر اُٹھے اور اُسوقت ایک تاریکی چھاگئی پس اُنھون نے گوسالہ
پرستون کو قتل کرنا شروع کیا یہانتک کہ تاریکی دور ہوئی۔ اور سدیؒ کی روایت مین ہے کہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے دعا کی کہ اے رب بنی اسرائیل
مٹے جاتے ہین پس اللہ عزوجل نے رفع قتل کا حکم دیا۔ مجاہدؒ کی روایت مین ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اچھا مین نے اسیقدر پر کفایت فرمائی
تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا کپڑا پھینکا پس وہ تاریکی دور ہوئی اور اُن لوگون نے اپنے خنجر ڈال دیے حالانکہ ستر ہزار قتل ہو چکے تھے (ابن جریر
وابن ابی حاتم) زہریؒ نے بیان فرمایا کہ جب یہ لوگ قتل ہوتے تھے تو موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہاتھ اُٹھائے تھے یہانتک کہ جب اللہ تعالیٰ نے
توبہ قبول فرمائی تو قتل سے ہاتھ کھینچے گئے اور ہتھیار ڈال دیے گئے پھر موسیٰ علیہ السلام مقتولین کو دیکھکر غمناک ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے
موسیٰ کس چیز پر غم ہے کیونکہ جو لوگ مقتول ہوئے وہ میرے یہان زندہ اور رزق پاتے ہین اور جو لوگ باقی رہے مین نے اُنکی توبہ قبول فرمائی جب
یہ وحی پہونچی تو موسیٰ علیہ السلام و بنی اسرائیل بہت خوش ہوئے (رواہ ابن جریر باسناد جید) اور محمد بن اسحٰق نے اسطرح روایت لکھی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام
نے گوسالہ جلا کر دریا مین پھینکدیا تو اپنی قوم مین سے کچھ لوگون کو چھانٹ کر مقام مناجات کو نکلے اور یہ وہی لوگ ہین جنکو صاعقہ نے گرفتار
کیا پھر اُٹھائے گئے پھر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے واسطے توبہ کی درخواست کی لیکن اللہ تعالیٰ نے قبول توبہ سے انکار فرمایا سوا
اس بات کے کہ اپنے نفوس کو قتل کرین محمد بن اسحٰق نے کہا کہ مجھکو روایت پہونچی کہ اُن لوگون نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگ حکم الٰہی پر
صبر کرینگے پس موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ جنھون نے گوسالہ نہین پوجا وہ اُن لوگون کو قتل کرین جنھون نے گوسالہ پوجا ہو پس یہ لوگ میدانون مین بیٹھ گئے
اور دوسرون نے تلوارین کھینچکر اُنکو قتل کرنا شروع کیا پھر عورتون و بچون نے موسیٰ علیہ السلام کی جانب رونا شروع کیا اور عفو کی درخواست کی پس اللہ تعالیٰ نے
توبہ قبول فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم بھیجا کہ اُن لوگون سے تلوار اُٹھا لیجاوے عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس
واپس آئے اور ستر آدمی تھے جنھون نے ہارون علیہ السلام کے ساتھ اس گوسالہ سے جدائی اختیار کی تھی پس موسیٰ علیہ السلام نے اُن لوگون سے کہا کہ اپنے رب عزوجل کے
مقام وعدہ پر چلو پس اُنھون نے عرض کیا کہ اے موسیٰ کیا کچھ توبہ نہین ہے آپ نے فرمایا کہ توبہ تو ہے ولیکن یہی ہے کہ وہ اپنی جانون کو قتل کرین یہی اُنکے حق مین بہتر ہے
پس اُن پاک لوگون نے تلوارین کھینچین اور گناہگار لوگون نے گردنین جھکائین اور اللہ تعالیٰ نے سیاہ بادل کا ٹکڑا بھیجا کہ اُسکی تاریکی
مین قتل کرنے حتیٰ کہ آدمی اپنے باپ و بھائی کو قتل کرتا مگر نہین پہچانتا تھا اور آپسمین پکارتے جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر رحم کرے
جو برابر صبر کیے رہے یہانتک کہ رضائے الٰہی حاصل ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی یعنے جو مقتول ہوا اُسکو شہید رکھا اور جو باقی رہے اُنکو
عفو کیا الخ فرمایا۔ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ پس اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول فرمائی بیشک وہ تواب
رحیم ہے۔ ف۱ ان روایات تفسیر سے ظاہر ہوا کہ جن لوگون نے گوسالہ پوجا تھا سب قتل نہین ہوے بلکہ ستر ہزار قتل ہونے پائے تھے کہ اللہ
تعالیٰ نے باقی توبہ کو قبول فرمایا حالانکہ سب لوگون کا یقین آخرت اس وجہ سے درست تھا کہ سبھی مقتول ہونے کے واسطے گردن جھکائے تھے
بلکہ جو مقتول ہوئے اُنکے واسطے بہت بڑی مبارکباد ہے کہ وہ بیشک مغفور اور امتحان سے باہر ہوگئے کیونکہ جو شخص دنیا مین زندہ موجود رہا
وہ خوفناک ہے اور نہین جانتا کہ آیندہ اُسپر کیا حکم ہوا اللہ تعالیٰ سب اہل ایمان کا خاتمہ بخیر کرے۔ ف۲ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ ان

آیات مین اہل ایمان کے واسطے تنبیہات ہین چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل۔ تمنے تمثال شیطانی کو مشاہدۃ الرحمٰن پر اختیار کیا
اور ظلم عظیم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ کے کلام مین خود مفید اشارہ ہے کہ دنیا مین مشاہدۃ الرحمٰن یعنے کشف قرب جو اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے وہ
بغیر تمثال و بے جہت و مکان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جگہ و جہت و تمثال و تشبیہ سے پاک ہے کہ اسکے مثل کوئی چیز نہیں ہے پس اگر کسی شخص نادان کو کوئی تمثال
دھوکا دے تو وہ مکر شیطان ہوگا اُس سے پناہ مانگے جیسے غوث الامۃ سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو پیش آیا چنانچہ یہ حکایت مترجم نے
خاتمہ سورۂ روم کی تفسیر مین بیان کی ہے۔ م۔ بعض مشائخ نے کہا کہ ہر انسان کا جسم اپنی خواہش نفسانی مین بچھڑا ہے جسنے اسکی خواہشون
کی پیروی کی وہ اسکو معبود بنانے والا ٹھہرا کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ یعنے تونے اُسکو دیکھا جسنے
اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا۔ اسیواسطے بعض احادیث و آثار مین مصرح وارد ہے کہ سب سے زیادہ تیرا دشمن یہ تیرا نفس ہے جو دونون پہلو کے
بیچ مین ہے اسیواسطے قتل نفس یہ ہے کہ شریعت سے اُسکو خارج نہونے دے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعضے جاہل صوفیہ قتل نفس کے یہ معنے سمجھتے ہین
کہ کھانے پینے سے جسم کو لاغر کرے حالانکہ قتل نفس یہ ہے کہ نفس کی خواہشون کو شرع سے خارج نہونے دے اور جسم کے کمزور کرنے سے صرف
اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ بعض خواہشین کم ہوجاتی ہین لیکن اگر ایک شخص کمزور خلاف شرع خواہش پوری کرے تو ہنوز وہ نفس کا بندہ ہے اور
اگر ایک شخص پُرزور اپنے نفس کو شرع سے خلاف نہ کرنے دے تو وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور یہی معنی شیخ ابن منصور رواسطی فارسی رحمہم اللہ تعالیٰ
سے بنا بر بیان شیخ کے نکلتے ہین۔ م۔ بالجملہ اس آیت سے ظاہر ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین جن لوگون نے گوسالہ پوجا اللہ تعالیٰ
نے اُنپر احسان عظیم فرمایا کہ اُنکو قتل سے باقی رکھا تاکہ جو یہودی موجود ہین پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُنکو حسن توبہ کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ
اللہ تعالیٰ کے فرمان پر جان دینے کے لیے راضی تھے پس جو لوگ موجود ہین اُنکو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون کو یاد کرین اور احکام توریت کے
موافق محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوین پھر اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر عمدہ جماعت بنی اسرائیل کو بعد موت کے زندہ کرنے کی نعمت یاد دلائی

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ

اور جب تمنے کہا اے موسیٰ ہم یقین نکرینگے تیرا جب تک نہ دیکھین اللہ کو سامنے پھر لیا تمکو بجلی نے

وَأَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور تم دیکھتے تھے پھر اُٹھا کھڑا کیا ہمنے تمکو مرگئے پیچھے شاید تم احسان مانو

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کئی بار میقات طور سینا کے واسطے بلایا چنانچہ اول مرتبہ وہ ہے جب توریت عطا
فرمانے کے واسطے بلایا تھا اور اسکے بعد بنی اسرائیل نے خواہش کی کہ ہم لوگون کو ظاہر ہوجاوے کہ یہ احکام الٰہی ہین تو موسیٰ علیہ السلام
انکی پسند کے ستر آدمی ایک میقات کے واسطے ساتھ لے گئے تاکہ یہ لوگ خود سن لین اور ایک مرتبہ گوسالہ پرستی سے توبہ کے معاملہ مین عذر
کرنے کے لیے ستر آدمی گئے پھر ان آیات مین ساتھیون کا مرنا پھر زندہ ہونا مذکور ہے تو اہل تاریخ و روایات نے اختلاف کیا کہ یہ میقات
توریت مین واقع تھا یا گوسالہ کی توبہ مین واقع ہوا تھا اگرچہ اس سے کوئی حکم متعلق نہین ہان یہ امر کہ نزدیک بالاتفاق ہے کہ انہون نے
دیدار الٰہی کی درخواست کی تھی یہ درخواست کوہ طور ہی کے مقام پر تھی پس بعضے مورخین و صاحب کشاف و بیضاوی کے نزدیک یہ میقات
توریت کا واقعہ ہے اور اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ بعد غرق فرعون کے جب اللہ تعالیٰ نے توریت عطا فرمانیکا وعدہ دیا اور ایک مہینہ اور دس روز مقرر کیے
تو بنی اسرائیل نے کہا کہ یا نبی اللہ ہم مین سے بھی اچھے لوگ آپکے ساتھ جاوین تاکہ خدا ے تعالیٰ کا کلام سنکر ہمکو گواہی دین کہ توریت کلام

الٰہی ہے جب سامری نے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر یہ لوگ گواہی چاہتے ہین تو اُسکو خوب یقین ہوگیا کہ سخت احمق ہین اور اُسنے گوسالہ بنانیکا
قصد مصمم کر لیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل مین سے ستر آدمی چنے ہوے ساتھ لیے کما قال تعالیٰ - واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا
الآیۃ - پھر ایک چلہ روزے و عبادت مین بسر کرنے کے بعد جب کوہ طور پر چڑھے تو موسیٰ علیہ السلام سب سے آگے پہونچے اور حق سبحانہ
تعالیٰ دانا و علیم نے فرمایا کہ موسیٰ تو اُن لوگون سے پہلے کیون آیا موسیٰؑ نے عرض کیا کہ پروردگار وہ لوگ بھی میرے قدم بقدم آتے ہین کما فی قولہ
تعالیٰ - ہم اولاء علیٰ اثری وعجلت الیک رب لترضیٰ الآیۃ یعنی مین تیری رضا حاصل ہونے کے لیے جلدی حاضر ہوا - ھ - پھر انکو امتحان قوم
و گمراہی سے آگاہ فرما کر ایک ابر سفید مین گھیر لیا پھر مناجات کے ابر کھل گیا تو اُن لوگون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم کبھی
کلام الٰہی سنین تو گواہی پوری ہو پس اُنھون نے کلام الٰہی سنا لیکن کہنے لگے کہ ہم نہین مانینگے جبتک کہ آنکھون سے نہ دیکھین قرطبی نے
کہا کہ یہی صحیح ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسی کو اظہر ٹھہرایا واللہ تعالیٰ اعلم - اور امام ابن جریر و بغوی و سیوطی وغیرہ نے بروایت محمد بن اسحٰق اسکو
دوسری میقات قرار دیا جو گوسالہ پرستی سے توبہ کے متعلق ہے اور اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب توبہ مین قتل موقوف فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو حکم دیا کہ اپنی قوم کے ستر آدمی لیکر میقات پر آوین تاکہ وہ لوگ گوسالہ پرستی سے معذرت کرین پس موسیٰ علیہ السلام نے عمدہ عمدہ ستر آدمی
چنے اور انکو پاک صاف کر کے میقات پر لے گئے اور ابر سفید نے گھیر لیا اور ان لوگون کو بھی ابر مین داخل کیا تو یہ سجدہ مین گر پڑے اور حالت
مناجات مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر ایسا نور آجاتا تھا کہ کسیکو دیکھنے کی تاب نہین ہوتی تھی لہذا درمیان مین ایک پردہ
ہو گیا اور انھون نے بھی احکام الٰہی کو سنا لیکن بعد ختم مناجات کے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم یون نہین مانینگے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ
کو عیاناً آنکھون دیکھین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بیان فرمایا - وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی
نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً - اور یاد کرو جب تمنے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تیری تصدیق نہین کرینگے یہانتک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو آنکھون دیکھ
لین - ف یعنے تم لوگ وہ واقعہ یاد کرو کہ جب تمھارے باپ دادون نے بجائے شکر و تعظیم کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسا گستاخی
کا کلمہ کہا تھا کہ ہم تیری تصدیق نہین کرینگے جبتک اللہ تعالیٰ کو آنکھون نہ دیکھین جسکو تم قطعاً مانتے ہو - فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ
وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ پس تمکو صاعقہ نے گرفتار کیا در حالیکہ تم آنکھون دیکھتے تھے - ف ربیع بن انس نے کہا کہ اُنھون نے
ایک آواز سخت سنی کہ مصعوق یعنے مردہ ہو گئے اور اصل صعق ایسی غشی ہے جو مردہ کے مانند ہو لیکن یہان موت مراد ہے بدلیل قولہ تعالیٰ -
ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ پھر ہمنے تمکو تمھاری موت کے بعد اُٹھایا تاکہ تم شکر گذار ہو -
ف یہ دلیل ہے کہ وہ لوگ مر گئے تھے لیکن جبکہ صاعقہ آواز تھی تو - انتم تنظرون - کے یہ معنے ہین کہ تم دیکھتے تھے اس واقعہ کو جو تم پر نازل ہوا
اور ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کی کہ صاعقہ ایک آگ تھی جو آسمان سے نازل ہوئی جسنے انکو جلا دیا و علیٰ ہذا تنظرون کے یہ معنے ہین کہ تم لوگ
اس آگ کو آنکھون دیکھتے تھے جو تم پر نازل ہوئی - اور عروۃ بن رویم نے کہا کہ بعضے بیہوش ہو کر گر گئے اور بعضے دیکھتے رہے (ابن کثیر) بیضاوی نے کہا
کہ اگر صاعقہ آگ تھی تو خود آگ کو دیکھتے تھے اور اگر صاعقہ آواز تھی تو اُسکا اثر دیکھتے تھے جیسے لوگ کہتے ہین کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ حال ہوا سیوطیؒ نے کہا یعنے
تم لوگ یہ حال آنکھون دیکھتے تھے سدی و محمد بن اسحٰق نے بیان کیا کہ جب انکو صاعقہ نے گرفتار کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر رونے لگے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے
کہ الٰہی مین بنی اسرائیل سے کیا کہونگا کہ ہزارون وہان مارے گئے اور جو کچھ اچھے اچھے چھانٹے گئے تھے وہ یہان ہلاک ہو گئے - ولو شئت اھلکتھم من قبل وایای اتھلکنا
بما فعل السفھاء منا ان ہی الا فتنتک الآیۃ - الٰہی اگر تو چاہتا تو انکو پہلے ہی ہلاک کرتا اور مجھکو بھی اور کیا تو ہمکو ایسے کام پر ہلاک فرماویگا جو ہم مین بیوقوفون نے

کیا ہی یہ تو تیرا ہی امتحان ہے۔ ھ۔ پھر اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ یہ ستر بھی انھین لوگون مین سے ہین جنہون نے گوسالہ کو معبود بنایا تھا پھر اللہ تعالی نے انکو زندہ فرمایا اور وہ ایک ایک کرکے زندہ ہونا شروع ہوئے حتی کہ ایک دوسرے کو دیکھتے جاتے تھے کہ کیونکر زندہ ہوتے ہین۔ ربیع بن انس نے کہا کہ انکا مرنا موت مقدر نہین تھا بلکہ بطور سزا دہی کے واقع ہوا پھر زندہ کیے گئے تا کہ بقدرت الٰہی معائنہ کرین اور اپنی موت مقدر پوری کرین اور یہی قتادہؒ کا قول ہے۔ ابن جریر نے محمد بن اسحق سے روایت کی جسمین مذکور ہے کہ انکو صاعقہ رجفہ نے گرفتار کیا خلاصہ مفاد آیت یہ ہے کہ تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے مین ناشکری کرتے اور بیجا سوال کرتے ہو جیسے تمھارے باپ دادون نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا تھا کما قال تعالی فقالوا موسیٰ اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جہرۃ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین فرمائی کہ مشرکون وکافرون کے اس سوال سے غمگین مت ہو کہ تجھسے تو یہی سوال کیا حالانکہ موسیٰ سے اس سے بڑھکر سوال کیا تھا جب کہا کہ ہمین اللہ تعالی کو آنکھون دکھا دے ف۔ اشارات عرائس مین ہے کہ ان لوگون نے موسیٰ علیہ السلام کی تقلید مین مشاہدہ نہین بلکہ معائنہ کی درخواست کی حالانکہ انکو مشاہدہ کی بھی لیاقت نہ تھی لہذا تجلی غضبی مین جل گئے لیکن رحمت سابقہ سے بدعاے موسیٰ علیہ السلام انکو زندہ فرمایا تا کہ بعد موت کے زندہ ہونے کی شہادت ادا کرین ورنہ موسیٰ علیہ السلام پیغمبر کی بات کے واسطے کسی شہادت کی ضرورت نہین ہے پس جو شخص بغیر استعداد کے مشاہدہ طلب کرے اسکا یہی انجام ہے مترجم کہتا ہے کہ استعداد حاصل ہونا اتباع شریعت پر موقوف ہے اور اسکی توضیح یہ ہے کہ جب بندہ ایمان لاتا ہے تو شمع ایمان قلب مین روشن ہوتی ہے پھر جب اعمال صالحہ کے نور سے مدد پہونچتی ہے تو تمام اعضا منور ہو جاتے ہین جنکی تفصیل قولہ تعالی۔ یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی آویگی اور اس استعداد کے بعد اسکو مشاہدہ کی لیاقت حاصل ہوتی ہے اور بدون اسکے شیطانی ہوسات ہین جن مین اکثر جاہل صوفی گرفتار ہوکر برباد ہوتے ہین۔ اور لالکائی نے کتاب السنۃ مین روایت کی کہ اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے موسیٰ کسی زندہ کو طاقت نہین کہ مجھکو دیکھے مگر آنکہ وہ مرجائیگا اور تر خشک ہو جائیگا (بدور السیوطی) پھر جب بغیر استعداد کے مشاہدہ مین یہ کیفیت ہے تو بنی اسرائیل نے بہت بےادبی کی کہ آنکھون دیکھنے کی درخواست کی حالانکہ سورۂ اعراف مین آویگا کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود شان نبوت کے اسکے متحمل نہین ہوئے۔ بعض مشائخ بغداد نے فرمایا کہ جسنے بغیر حرمت کے مشاہدہ چاہا محروم ہوا اور جسنے حرمت کے ساتھ مشاہدہ چاہا اسنے غلطی چھپا لگی۔ مترجم کہتا ہے کہ مشاہدہ کی تو یہ کیفیت ہے کہ بغیر حرمت کے محروم اور باوجود حرمت کے خود رفتہ ہو جاتا ہے تو جسنے معائنہ کا دعوی کیا وہ [illegible] کیا نہین دیکھتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام معائنہ کی تاب نہین لائے اور بنی اسرائیل نے خواہش کی تو صاعقہ سے جلائے گئے غرض دنیا مین معائنہ کی کوئی راہ نہین ہے اور جو شخص دعوی کرے جھوٹا ہے چنانچہ ملا علی قاری نے شرح عقائد مین صریح لکھا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے شب معراج مین دیدار کا قول بعض صحابہ وتابعین سے ماثور ہے اور اسمین اختلاف بھی مشہور ہے جو شرح عقائد مین مذکور ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ

اور سایہ کیا ہمنے تمپر ابر کا اور اوتارا تمپر من اور سلوی کھاؤ ستھری چیزین جو دین ہمنے تمکو

وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

اور ہمارا کچھ نقصان نہ کیا پر اپنا ہی نقصان کرتے رہے

واضح ہو کہ اللہ تعالی نے بعد ہلاک فرعون ونزول توراۃ کے بنی اسرائیل کا انتظام درست فرمایا اور ملک مصر وقبطیون کے باغات ومکانات کا

بنی اسرائیل کو وارث فرمایا چنانچہ قبطیون و فرعونیون کی بدبختیون کا بیان فرمایا بقولہ تعالی۔ کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام
کریم و اورثناہا قوما آخرین۔ چنانچہ وہ بنی اسرائیل کی وراثت مین آگئے لیکن مفسرین مین اختلاف ہے کہ جو لوگ حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ
نکلے تھے وہ لوٹ کر مصر مین آئے یا نہین کیونکہ اُنکو شام کی زمین مقدس مین آباد ہونیکا حکم تھا بالجملہ حضرت موسی علیہ السلام نے کھڑے ہوکر
بنی اسرائیل کو اللہ تعالی کی نعمتین یاد دلائین چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا وآتاکم
ما لم یؤت احدا من العالمین۔ یعنی موسی علیہ السلام نے کہا کہ اے قوم تم اپنے اوپر اللہ تعالی کی نعمتین یاد کرو کہ اُسنے تم مین انبیا بنائے اور ملوک بنادیا
اور تمکو وہ کچھ دیا جو عالمین مین سے کسیکو نہین دیا ہے۔ بعد اس نصیحت کے اُنکو ملک شام مین داخل ہونے و جہاد کرنے کی ترغیب دی کما قال تعالی
یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین۔ یعنے اے قوم تم زمین مقدس مین داخل ہو جو اللہ تعالی نے
تمہارے واسطے لکھی ہے اور اپنے پاؤن پیچھے پیٹھ کے مت پھیرو کہ لوٹ کر خاسرین مین سے ہو جاؤ۔ چنانچہ بنی اسرائیل چلے لیکن جب انکو معلوم ہوا کہ
ملک شام مین بڑے بڑے قد آور عمالقہ بستے ہین تو بزدل ہوکر داخل ہونے سے انکار کیا ہر چند حضرت موسی علیہ السلام نے اُنکو نصرت الٰہی
و فتح کی بشارت دی مگر یہ لوگ فرعونیون کی ماتحتی مین ایسے بزدل ہو گئے تھے کہ لڑنے سے مطلق انکار کیا حتی کہ اللہ تعالی نے چالیس برس تک
انپر شام مین داخل ہونا محروم کر دیا اور یہ لوگ مصر واپس جانا چاہتے تھے وہ بھی ممنوع کر دیا کہ اسی تیہ یعنے جنگل مین حیران پھرین کما قال تعالی
فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض الآیۃ گویا نکتہ یہ تھا کہ یہ بزدل لوگ جو فرعونیون کی ذلت کے عادی ہو گئے ہین گذر جاوین
اور انکی اولاد باقی رہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان نبوت مین بھی ابوجہل و ابولہب وغیرہ ایمان نہ لائے جنہین بت پرستی رچ گئی تھی لیکن
اللہ تعالی نے انکو باوجود سرکشی کے ہلاک نہین فرمایا کیونکہ اُسنے انکی اولاد مین صالحین مقدر فرمائے تھے اسیطرح ان اسرائیلیون کو بھی
وہ جنگل مین محبوس رکھا کہ ہر چند کوشش کرتے تھے مگر نہین نکل سکتے تھے حتی کہ بھوک پیاس سے مرنے لگے آخر حضرت موسی علیہ السلام
نے دعا فرمائی تو اللہ تعالی نے بے محنت انکو سامان معیشت عطا فرمایا جسکا احسان ان آیات مین مذکور ہے کما قال تعالی۔ وظللنا
علیکم الغمام۔ یعنے یاد کرو اس نعمت کو کہ ہمنے تمپر غمام کا سایہ کیا۔ ف غمام جمع غمامہ کیونکہ وہ آسمان کو غم یعنے مستور کرتا ہے
اور وہ ابر سپید تھا جس سے تیہ مین سایہ کر دیا تاکہ یہ لوگ حرارت آفتاب سے محفوظ رہین (رواہ النسائی عن ابن عباس) اور یہی ابن عمر و ربیع
بن انس و قتادہ و سدی کا قول ہے (ابن ابی حاتم) امام ابن جریر نے کہا کہ دیگر علمائے سلف نے بیان فرمایا کہ یہ غمام نسبت تمہارے ابر
زیادہ خنک و خوشگوار تھا۔ مجاہد نے فرمایا کہ یہ غمام صرف انہین لوگون کو حاصل ہوا ہے۔ (ابن ابی حاتم) اور ابن جریج کی روایت مین ہے کہ
جنگ بدر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو بھی ملائکہ اسی غمام مین آئے تھے (سنید) پھر اللہ تعالی نے انپر غمام کا سایہ کیا اور روشنی کے واسطے
ایسا ہوا کہ رات کو ایک عمود بلند قائم ہو جاتا تھا جس سے تمام شب روشن رہتا تھا رہا کھانے پانی کا بیان تو وہ آئندہ آیات مین مذکور ہے چنانچہ
کھانے کی نسبت فرمایا۔ وانزلنا علیکم المن والسلوی ۔ اور ہمنے تمپر من و سلوی اُتارا۔ ف شیخ ابن کثیر نے
لکھا کہ من کے بارہ مین عبارات مفسرین مختلف ہین چنانچہ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ من ایک چیز تھی جو درختون پر
گرتی تھی اور یہ لوگ صبح کو جاکر جسقدر چاہتے تھے کھا لیتے تھے مجاہد نے فرمایا کہ گویا وہ ایک قسم کا گوند ہے اور عکرمہ نے کہا کہ ایک شے تھی شیرہ کی شکل
اوس کی طرح گرتی تھی سدی نے کہا کہ زنجبیل کے درخت پر پڑتی تھی قتادہ نے کہا کہ اسی تیہ مین برف کی طرح گرتی تھی جسکا رنگ
دودھ سے زیادہ سفید اور مزہ شہد سے زیادہ شیرین تھا وہ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک گرتی جسمین آدمی اسی روز کی قدر کفایت

غلامون کو غذاے نفیس کا ڈھیر دیکر کہے کہ لو عزیزو اس غذاے لطیف سے خوب کھاؤ پھر اوپر معلوم ہوا کہ اُنھون نے من وسلوی کا ذخیرہ کرکے
برباد کیا جس سے یہ نعمت منقطع ہوگئی جیسا کہ شیخ سیوطیؒ نے لکھا یا اُنھون نے قدر نہ کی بلکہ گیہون ومسور ولہسن وپیاز وغیرہ مانگا چنانچہ آئندہ
آویگا یا بقول شیخ ابن کثیرؒ ان لوگون کو شکر کرنے وفرمانبرداری کا حکم تھا اُنھون نے اُسمین مخالفت کرکے ظلم کیا قال تعالی وَمَا ظَلَمُوْنَا
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ۔ اور ہمارا کچھ نقصان نہین کیا بلکہ یہ لوگ اپنی ہی جانون پر ظلم کرتے تھے ۔ ف کیونکہ سرکشی
یا نافرمانی کرینکا وبال انھین پر پڑتا تھا اور نہایت آرام سے جو غذا اُنکو ملتی تھی اُسکو چھوڑ کر گیہون وجو ومسور وپیاز وغیرہ کے واسطے محنت کرکے
تکلیف اُٹھانا انھین پر لازم آیا ۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے جو لباس اُنکو عطا فرمایا اُسمین واضح کرامت دیدی کہ وہ پھٹتا
نہ تھا اور نہ میلا ہوتا تھا اور بچون کے بدن کے موافق بڑھتا جاتا تھا اور پانی کا بیان تو سدیؒ کی روایت مین ہے کہ جب اُنھون نے پانی مانگا تو اللہ تعالی نے
موسی علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا سے پتھر کو مارو تو اُسمین سے بارہ چشمے جاری ہوئے چنانچہ آئندہ انشاء اللہ تعالی یعنے قولہ تعالے
وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ کی تفسیر مین اسکا بیان آویگا ۔ (تنبیہ) علماء نے فرمایا کہ تیہ کے اندر قید ہونا بنی اسرائیل کے واسطے سرکشی
کی سزا تھی اور موسی وہارون علیہما السلام کے واسطے رحمت تھی اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ ہارون علیہ السلام نے تیہ مین انتقال فرمایا
اور اُنکے ایک سال کے بعد موسی علیہ السلام نے بھی انتقال کیا اپنے انتقال کے وقت حضرت موسی علیہ السلام نے دعا کی کہ الٰہی مجھکو بیت المقدس
سے اسقدر نزدیک کردیا جاوے جتنی مسافت کہ پتھر پھینکنے کی ہوتی ہے یعنے اگر بیت المقدس سے گوپھن مین پتھر پھینکا جاسکے تو وہان گرے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مین وہان ہوتا تو انکی قبر بتلاتا جو سرخ ٹیلے کے پاس ہے ۔ (کما فی الصحیح) اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے شب معراج کو جاتے ہوئے موسی علیہ السلام کو اپنی قبر مین نماز پڑھتے دیکھا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ٹیلہ بیت المقدس سے
مدینہ کی جانب واقع ہے پھر اس میعاد کے اندر بنی اسرائیل مین سے بھی سب وہ لوگ مرگئے جنکی عمر بیس برس سے زیادہ تھی اور باقی نوجوان
وبچے رہگئے جن پر حضرت یوشع علیہ السلام پیغمبر ہوئے جنھون نے انکو ساتھ لیکر کفار عمالقہ پر جہاد کیا یہانتک کہ انکو بالکل برباد کردیا کیونکہ
اُسوقت جہاد مین یہ حکم تھا کہ بعد فتح کے کفار یا تو ایمان لاوین ورنہ بالکل قتل کردیے جاوین چنانچہ انبیاء بنی اسرائیل مین یہ حکم توریت
دوہزار برس تک برابر جاری رہا پھر جب حضرت عیسی علیہ السلام پیغمبر ہوئے تو منجملہ اُن احکام کے جو انجیل مین منسوخ کیے گئے یہ حکم جہاد بھی ہے اور
باقی احکام توریت بدستور حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت مین بھی جاری رہے (تنبیہ) اونٹ کا گوشت اور دودھ اور چربی وشراب کا
حرام ہونا اور جہاد کا فرض ہونا شریعت انجیل مین منسوخ ہوا اگر تعجب ہے کہ موجودہ نصرانی منسوخ ہونے کے معنے نہین جانتے اور قرآن مجید پر بعض احکام
منسوخ ہونے کا اعتراض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ منسوخ ہونا جائز نہین ہے کیا اللہ تعالی پہلے نہین جانتا تھا جو ایک حکم دیا پھر منسوخ کیا حالانکہ
ان نادانون سے کوئی شخص پوچھے کہ توریت تمپر فرض ہے اور کتاب الٰہی مانتے ہو پھر کیا نہین جانتے ہو کہ یہ احکام منسوخ ہوگئے اور شاید
تم نہین جانتے ہو کیونکہ تمکو نسخ کے معنے ہی نہین معلوم ہوئے بلکہ نسخ تو ہمین علم الٰہی کی دلیل ہے جسپر کوئی بات پوشیدہ نہین ہے پس اُسنے اپنے علم غیب سے
جانا کہ یہ حکم جو پہلے دیا گیا ہے اسکے بعد میری قدرت مین فلان وقت آویگا جب مین بندون کی دوسری حالت قائم کرونگا تو اُسوقت
اُسکے واسطے یہ دوسرا حکم ہوگا پس پہلا حکم اُسنے اپنے علم سے ایک مدت تک کے واسطے دیا تھا جب وہ مدت گذر گئی تو دوسرا حکم دیا
جو اسکے علم مین سابق سے موجود تھا اور بندون کو اسکی حکمت کبھی ظاہر وکبھی مخفی ہوتی ہے مثلاً عیسی علیہ السلام کی شریعت مین حکم جہاد منسوخ ہونے کی بعض
حکمت یہ ظاہر ہے کہ نبوت عیسی علیہ السلام صرف بنو اسرائیل سے مخصوص تھی اور وہ لوگ معنی نبوت سے خوب واقف تھے تو اُنپر جہاد کی کوئی

ضرورت نہ تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بعض انجیل موجودہ میں یہ بشارت موجود ہے کہ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ میرے بعد محمود مقدس آویگا
جسکی جوتی کا تسمہ باندھنے کی مجھ میں لیاقت نہیں ہے وہ مختار ہوگا کہ ناکارہ لوگوں کو پھٹک کر تلوار سے آگ میں ڈالیگا۔ ھ۔ یہ بشارت خاص محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قطعاً ظاہر ہے کہ عرب کی جوتیاں تسمہ دار ہوتی ہیں اور آپ محمد محمود و مختار ہیں کہ جہاد سے آپ نے ناہنجار
کفار کو فی النار کیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (تنبیہ) جب معلوم ہو چکا کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے تیہ مذکور میں انتقال کیا
تو ظاہر ہوا کہ جب بنی اسرائیل نے منّ و سلویٰ جمع کر کے ناشکری کی تو اس ناشکری پر منّ و سلویٰ کا آنا موقوف نہیں ہوا تھا جیسا کہ شیخ
سیوطیؒ نے گمان کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واذ قلتم یا موسیٰ لن نصبر علی طعام واحد الآیۃ۔ چنانچہ عنقریب اسکی تفسیر میں ظاہر ہوگا کہ انھوں نے
اپنی خواہش سے منّ و سلویٰ کی تبدیل چاہی تھی حتی کہ انکو مصر یعنے ایک شہر میں جانیکا حکم ہوا جہاں انکو منّ و سلویٰ موقوف ہو کر انکی خواہش کی چیزیں یعنی
مسور و جو و پیاز وغیرہ ملیں اور چونکہ یہ خطاب موسیٰ علیہ السلام کو ہے تو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ شہر بیت المقدس کے قریب نہیں تھا کیونکہ بیت المقدس میں یہ لوگ
بعد موسیٰ علیہ السلام کے داخل ہوئے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مصر مذکور اسی تیہ کے احاطہ میں تھا بشرطیکہ تیہ مذکور سے نکلنے کی اجازت نہو اور شاید کہ
مصر سے ملک معروف مراد ہو تو ثابت ہوگا کہ پھر یہ لوگ بیت المقدس و شام سے محروم کر کے مصر کو واپس بھیجے گئے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ
جب موسیٰ علیہ السلام کا انتقال اسی جنگل میں ہوا تو صحیح یہی ٹھہرا کہ شہر مذکور بھی اسی جنگل کے احاطہ میں تھا اور یہ تحقیق یاد رکھنا چاہیے تاکہ آئندہ تفسیر
آیات میں تحقیقی مدد حاصل ہو واللہ تعالیٰ الموفق والحمد للہ رب العالمین بالجملہ اس تیہ مذکور میں گرفتار کر کے بنی اسرائیل کو عجائب آیات قدرت
دکھلائیں اور انکا یقین معرفت الٰہی ان دلائل قدرت سے کامل ٹھیک کر دیا تھا باوجود اسکے انھوں نے آئندہ بعض نافرمانیاں کیں اسیواسطے
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بنو اسرائیل نے مصر میں بمقابلہ فرعون کے عجائب آیات قدرت کا معائنہ کیا اور نجات بحر قلزم و غرق فرعون میں غرائب معجزات
دیکھے اور تیہ مذکور میں طرح طرح کی کرامات مشاہدہ کیں باوجود اسکے یقین باطن میں متزلزل ہو جاتا تھا اور یہیں سے سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے اصحاب کی فضیلت دیگر انبیاء کے اصحاب پر ظاہر ہے کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ مہالک و خطرات و قلیل جماعت سے
بہت کثیر مشرکین پر جہادات کرتے حالانکہ بھوک پیاس کی شدائد و تکلیفات اٹھاتے مگر کمال معرفت و یقین میں اسقدر مرتبہ عالی رکھتے تھے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں تعنت و سرکشی و رکنا کبھی خلاف ادب بھی نہیں کیا بلکہ کبھی بدون آپکی مرضی کے کوئی سوال بھی نہیں کیا
چنانچہ غزوۂ تبوک میں باوجود شدت گرمی و مناہی قحط و سفر دور دراز کے ساتھ حاضر رہے حالانکہ جب طعام کے سخت محتاج تھے حتی کہ ایک چھوہارہ
کئی آدمی باری باری سے اپنے منہ میں چوستے تھے کبھی طعام کا سوال نکیا حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اپنی زبان مبارک
سے سب کے زاد راہ طلب فرمائے اور اس ستر ہزار لشکر نے جب وہ جمع کیے تو صرف ایک گز کے درمیان جمع ہوئے جتنی وسعت میں ایک
بکری بیٹھ جاتی ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ چاہی دعا فرمائی اور ایک چادر سے ڈھنک دیا کہ اسکے نیچے سے یہ لوگ اپنے اپنے
تھیلے و ظروف بھر لے گئے اور پانی کے سخت محتاج ہوئے تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ایک لوٹا طلب فرمایا جسمیں چند قطرات
پانی تھا پھر اسکے منہ پر اپنا مبارک ہاتھ رکھکر جھکایا کہ لشکر والوں نے اس سے وضو کیا اور اپنی اپنی مشکیں بھر لے گئے حتی کہ جانوروں کو بھی سیراب کیا
مترجم کہتا ہے کہ یہ کمال معرفت برکت کمال نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھی کہ آپ کے دیدار مبارک سے جو نور ایمان انکے قلوب میں آتا تھا بکمال
قبولیت و رحمت الٰہی عزوجل اسقدر کامل تھا کہ ہزاروں برس کی طاعت و عبادت کے ساتھ بھی کسی زمانہ میں ممکن نہیں وذلک فضل اللہ
یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اور کیوں نہو کہ حبیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق محبوب رب العالمین صفوۃ الانبیاء والمرسلین

خیر الخلائق اجمعین ہیں تو آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی تمام پیغمبرون کے اصحاب سے افضل ہیں اسیطرح آپ کے حقیقی امتی بھی دیگر انبیا
علیہم السلام کے حقیقی امتیون سے زائد ہونگے بلکہ جمیع انبیا کی مجموعہ امتون سے سہ چند زائد ہونگے والحمد للہ رب العالمین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موجودہ
یہودیونکی تہدید کے واسطے انکے بزرگون کی نافرمانی پر جو عذاب کیا وہ بھی یاد دلایا تاکہ انعام وتہدید دونون سے انکو تنبیہ کی جاوے کہ
اگر یہ لوگ توریت کا عہد ترک کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاوینگے تو قیامت تک انپر غضب الٰہی کی حجت پوری ہو گی

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا
اور جب کہا ہمنے داخل ہو اس شہر مین پھر کھاتے پھرو اس مین جہان چاہو محظوظ ہوکر اور داخل ہو

الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝
دروازے مین سجدہ کرکر اور کہو گناہ اوترے تو بخشین ہم تمکو تقصیرین تمہاری اور زیادہ بھی دینگے نیکی والون کو

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا
پھر بدل لی بے انصافون نے بات سوائے اُسکے جو کہہ دی تھی پھر اُتارا ہمنے بے انصافون پر

رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝
عذاب آسمان سے اُنکی بے حکمی پر

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قریہ سے بقول صحیح ایلیا بیت المقدس مراد ہے اور لکھا کہ جب بنی اسرائیل ملک مصر سے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
نکلے اور انکو ملک شام مین جو زمین مقدس میراث یعقوب علیہ السلام ہے داخل ہونیکا حکم ہوا کہ عمالقہ پر جہاد کر کے اُنکو مسلمان کرین یا نکالین
یا قتل کر ڈالین اور خود ملک شام مین داخل ہوکر آباد ہون مگر اُنھون نے نامردی کی حتی کہ ایک مدت تک جنگل مین پھنسے رہے اور اسی جنگل مین
بنی اسرائیل کے بوڑھے لوگ مع موسیٰ وہارون علیہما السلام کے انتقال کر گئے اور بعد موسیٰ علیہ السلام کے یوشع علیہ السلام پیغمبر ہوے تو
اُنھون نے بعد چالیس سال کے تیہ سے نکلکر بنی اسرائیل کے نوجوان بقیہ جماعت لیکر عمالقہ پر جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے فتح دی حتی کہ انھون نے
جمعہ کے روز قریب غروب آفتاب کے ایلیا وبیت المقدس کو فتح کیا اور اسی مقام پر آفتاب غروب ہوا جاتا تھا اور سنیچر کا دن داخل ہونیکا خوف تھا حتی
کہ یوشع علیہ السلام نے دعا کی اور آفتاب ٹھہر گیا یہانتک کہ فتح پوری ہو گئی اور اُنھون نے جماعت عمالقہ کو قتل کر ڈالا پھر آفتاب غروب ہوا اور بنی اسرائیل کو
حکم ہوا کہ تعظیم کے ساتھ اس قریہ مین داخل ہون چنانچہ فرمایا وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ ۔ اور جب ہمنے حکم دیا کہ
تم لوگ اس قریہ مین داخل ہو۔ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا ۔ پس یہانسے جو کچھ چاہو وسعت کے ساتھ کھاؤ
یعنے تمپر کچھ ممانعت نہین ہے یہان ہر طرح کے اناج ومیوہ جات کثیرہ تمہارے واسطے مباح ہین وَادْخُلُوا الْبَابَ
سُجَّدًا ۔ اور داخل ہو دروازے مین درحالیکہ تم سجدہ کرتے ہوئے ہو۔ ف یعنے رکوع کی طرح جھکے ہوئے ہو یہی عوفی وسعید
بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی (ابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم) اور یہ مجاز متعین ہے اسواسطے کہ سجدہ کی حالت مین
چلنا ممکن نہین ہوتا بلکہ سجدہ کا اطلاق دونون معنے پر آتا ہے یعنے جھک جانیکو بھی سجدہ کہتے ہین اور سر زمین پر رکھنے کو بھی سجدہ کہتے ہین
گویا ابتداے سجدہ جھکنا اور انتہاء سجدہ زمین پر سر رکھ دینا ہے اسیواسطے جب ہماری شریعت مین سواے اللہ تعالیٰ کے غیر کے واسطے بطور تکریم
بھی سجدہ حرام ہے تو سلام کی حالت مین جھکنا بھی ممنوع ہے جیسا کہ حدیث مین مصرح ہے پس یہان سجدہ کے یہی معنے متعین ہین جنکے ساتھ

چلنا ممکن ہو حاصل یہ کہ اُنکو حکم دیا گیا تھا کہ ملک شام فتح ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اس طرح کہ قبلہ بیت المقدس کی جانب باب ایلیا
سے داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کے لیے رکوع کرتے ہوئے جاؤ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ ۔ اور کہتے جاؤ حطۃ ۔ ف یعنے الٰہی ہمارے ہمارے گناہ حط فرما
یہی قول حسن وقتادہ ہے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ حطۃ یعنے مغفرۃ ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکا بھی وہی حاصل ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے اُنکو حکم دیا کہ سجدہ
کرتے ہوئے یہ کہتے جاؤ کہ الٰہی ہمارے خطایات ہم سے حط فرما یعنے مغفرت کر نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۔ تو ہم تمہاری خطائین بخشدینگے ۔
وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ اور محسنین کے واسطے ہم مزید فرماوینگے ۔ ف یہان دو معنے ہین اول یہ کہ جو لوگ تم مین سے مرتبۂ
احسان پر پہونچے ہین یعنے اُنکی خلوص عبادت بمنزلہ کشف ومشاہدہ ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مین مرتبۂ احسان کے
یہ معنے منصوص ہین تو حاصل یہ ہوگا کہ جو لوگ تم مین سے مرتبۂ احسان پر پہونچے ہین اُنکے خلوص وصفائے نیت پر ثواب مزید کثیر جمیل
عطا ہوگا دوم یہ کہ محسنین نیکوکار کے معنے مین ہو تو اُنکے واسطے ترغیب دی گئی کہ جب تم لوگ اس حکم کی فرمانبرداری کروگے کہ سجدہ کرتے ہوئے حطۃ کہتے ہوئے
داخل ہو تو تم لوگ محسنین ہوجاؤگے اور ہم ایسے محسنین کے واسطے مزید فرماوینگے کیونکہ بحکم قولہ تعالیٰ ۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ۔ ہر شکر گذار کے واسطے اللہ تعالیٰ
نعمتون مین زیادتی فرماتا ہے خصوصًا جبکہ یہ لوگ گناہون سے پاک ہوگئے تو اُنکے اعمال کا ثواب بڑھ گیا پس اُنکو وعدہ فرمایا کہ تمہاری اس
شکرگذاری پر تمہارے واسطے ثواب جمیل وفتوحات دیگر حاصل ہونگے اسیواسطے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات حاصل ہوتی تھین
تو جناب الٰہی عز وجل مین آپکا خضوع وخشوع بڑھتا جاتا تھا چنانچہ سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح ۔ مین بھی تسبیح واستغفار کا حکم ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز بھی غسل فرماکر آٹھ رکعت نماز پڑھین ۔ بعضے کہتے ہین کہ یہ نماز چاشت تھی اور بعضے کہتے ہین کہ نہین بلکہ نماز فتح تھی
اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے اسیواسطے ان علماء کے نزدیک مستحب ہے کہ جب سلطان کسی ملک کو فتح کرے تو داخل ہوتے ہی آٹھ رکعت شکرانۂ فتح ادا کرے
چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے جب دار السلطنت کسریٰ کو فتح کیا تو آٹھ رکعت نماز شکرانہ پڑھی اور امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ ہر دو رکعت کے
درمیان سلام پھیرے اور بعض کے نزدیک کل بسلام واحد ہین الغرض بنی اسرائیل کو بطور شکرانہ یون حکم دیا تھا کہ بیت المقدس مین داخل ہوتے وقت
تعظیم کی صورت مین رکوع کرتے ہوئے اور زبان سے حطۃ کہتے ہوئے داخل ہون تاکہ ہم اُنکی خطائین معاف کرین اور اونکے حق مین نعمت زیادہ
کرین لیکن اُنکو بجائے مغفرت وثواب کے گیہون وغیرہ کی خواہش زیادہ تھی ۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید جنگل سے جب آبادی مین
بھی بھیجے گئے تو بھی وہان گیہون وغیرہ نہین ملے تھے کیونکہ اُنھون نے مسور ولہسن وپیاز وغیرہ مانگا اور منّ وسلویٰ کو اُس سے مبادلہ کرلیا
تو شاید گیہون وغیرہ ممنوع ہو جسکی خواہش بڑھی ہوئی تھی کہ بجائے مغفرت کے اُسکو مانگنے لگے کما قال تعالیٰ ۔ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ ۔ پس بدل ڈالا اُن لوگون نے جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا تھا بات کو سوائے
اُسکے جو اُنسے کہی گئی تھی ۔ ف یعنے اُنسے سجدہ کرتے ہوئے حطۃ کی درخواست کرنے کو کہا گیا تھا سو اُنھون نے اُسکو بدل ڈالا چنانچہ
حدیث ابوہریرہ وابن عباس رضی اللہ عنہما مین ہے کہ بیٹھ کر چوتڑون کے بل گھسٹتے ہوئے اور حبۃ فی شعیرۃ "کہتے تھے (بخاری وترمذی
نسائی ابوداود) براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سفہاء الناس یہ یہودی ہین کہ انسے کہا گیا تھا کہ اس دروازے مین سجدہ کرتے ہوئے
یعنے بحالت رکوع داخل ہو اور حطۃ یعنے مغفرۃ کہو مگر یہ لوگ چوتڑون کے بل گھسٹتے چلے اور بجائے حطۃ کے حنطۃ فی شعیرۃ کہتے تھے یعنے
سرخ گیہون جَو مین جو ملے ہون ۔ مترجم کہتا ہے کہ زبان عبرانی زبان عرب سے بہت مشابہ ہے چنانچہ عبرانی مین حطہ بمعنے حط و مغفرت ہے
جیسے عربی مین یہی معنے لیے جاتے ہین اور جیسے عربی مین گیہون کو حنطہ کہتے ہین ویسے ہی عبرانی مین کہتے ہین اور یہی تفسیر جماعت صحابہ و

تابعین سے مروی ہے پس جب انھون نے ایسے مقام تعظیم مین ایسی بے ادبی کی تو اللہ تعالیٰ نے انکو فوراً سزا دی چنانچہ فرمایا۔ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ پس ہمنے نازل کیا اُن لوگون پر جنھون نے ظلم کیا تھا آسمان سے رجز بوجہ اُنکے فسق کرنے کے۔ ف یعنے فرمان سے باہر ہوکر یہ لوگ ظالم ہوئے تو ہمنے ان لوگون پر آسمان سے رجز یعنے عذاب اُتارا اور یہ طاعون تھا سیوطیؒ نے لکھا کہ اس طاعون مین ستر ہزار یا کم ہلاک ہوئے نووی نے لکھا کہ طاعون ہر ایسی وبا کو کہتے ہین جو عادتی امراض کے خلاف ہو اور اُسمین بہت سے لوگ مبتلا ہوجاوین مترجم کہتا ہے کہ طاعون عمواس جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت ملک شام مین پھیلا تھا وہ ایک دانہ مٹر برابر نکلتا تھا جسمین نہایت شدت سے سوزش والتہاب ہوتا تھا اور کبھی اُسکا گرد سیاہ پڑجاتا تھا اور وہ قاتل ہے۔ اور حدیث سعد بن مالک واسامہ بن زید وخزیمہ بن ثابتؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک رجز عذاب ہے جسکے ذریعہ سے تمسے اگلے لوگون کو سزا دیگئی ہے (الصحیحین وغیرہ) اور حدیث حبیب بن ثابتؓ مین ہے کہ جب تم کسی زمین مین طاعون کی خبر سنو تو وہان مت جاؤ اور اگر تم وہان موجود ہو اور اُسوقت یہ طاعون پھیلے تو وہان سے بوجہ طاعون کے مت نکلو (کما فی الصحیحین) علماء نے لکھا کہ شاید شیطان وسوسہ دلاویگا کہ وہ نکلنے سے بچ گیا یا وہان آنے سے مبتلا ہوگیا حالانکہ انکار تقدیر کفر ہے۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ کوئی مرض متعدی نہین ہوتا ہے اور یہی حق صحیح ہے امام نووی نے لکھا کہ احادیث دیگر سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طاعون کو اس امت کے واسطے رحمت کردیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابو اسمٰعیل الازدی نے فتوح الشام مین بسند صحیح اسکو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور یہی حق صریح ہے۔ (تنبیہ) ہان یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جسم کے ساتھ تصوری خواص کا داخل مقدار فرمایا ہے چنانچہ خزم ووہشت کے ساتھ جو تصور انسان پر طاری ہوجائیگا بتقدیر آلہی جسم مین وہی حالت پیدا ہونے لگتی ہے اور اطبائے محققین بھی اسی پر متفق ہین حتی کہ اگر ایک شخص تندرست کو یہ خوف بیٹھ جائے کہ اسکو دق ہوگئی ہے تو آخر اُسکو دق ہوجائیگی اور چاند گہن کے وقت اگر حاملہ عورت کو کٹا ہوا چاند دیکھکر خوف بیٹھ جائے تو کثرت حمل پر اسکا اثر طاری ہوگا حتی کہ اُسکے اطراف مین سے کوئی عضو مقطوع ہوگا اور اگر سفید کبوتر کے انڈے کو سیاہی لگاوین اور اُسکے سامنے سیاہ کبوتر کی شکل بناوین کہ سیتے وقت برابر اُسکی نگاہ پڑتی رہے تو بچہ مین اثر ہوجاتا ہے اسیواسطے جذامی سے دور رہنے کا حکم ہے کہ اُسکا خوف وتصور بیٹھ جاتا ہے اور علی ہذا کل امراض مین یہی حکم ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور پارۂ بستم مین قصہ موسیٰ علیہ السلام مین یہ اثر مدلل مذکور ہے بالجملہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون پر بیوقوفی سے ناشکری کرنا اُنکا شیوۂ قدیم ہے جیسے تیہ مذکور مین اُنکو دھوپ سے سایہ اور رات مین روشنی اور تن کا کپڑا اور کھانے مین منّ وسلویٰ دیا آخر اُنھون نے ناشکری کی چنانچہ جس طرح اُنکو پانی دیا وہ معجزہ بیان کرنے کے ساتھ اُنکی ناشکری بھی بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ

اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو کہا ہمنے مار اپنے عصا سے پتھر کو پھر بہ نکلے اُس سے

اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا

بارہ چشمے پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ کھاؤ اور پیو روزی اللہ کی

تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ

اور نہ پھرو ملک مین فساد مچاتے اور جب کہا تمنے اے موسیٰ ہم نہ ٹھہرینگے ایک کھانے پر

وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّاۤئِهَا وَفُوْمِهَا
سو پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو نکال دے ہمکو جو اُگتا ہے زمین سے زمین کا ساگ اور ککڑی اور گیہون
وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ
اور مسور اور پیاز بولا کیا تم لیا چاہتے ہو ایک چیز جو ادنیٰ ہے بدلے ایک چیز کے جو بہتر ہے
اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ
اترو کسی شہر مین توتمکو ملے جو مانگتے ہو

واضح ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور ہر بیٹے کی نسل کو سبط کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بارہ اسباط تھے عصائے موسیٰ مشہور ہے اور اُسکے بارہ مین اسرائیلی روایات ہین شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بعض روایت مین ہے کہ وہ درخت جنت کا تھا اور اُسکا طول دس ذراع بقدر قامت موسیٰ علیہ السلام کے تھا اور دونون کان کیطرح اُسمین دو شعبے تھے جو اندھیرے مین چمکتے تھے اور اُسکا نام علیق تھا۔ سراج و معالم مین کہا کہ یہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن عباسؓ نے بھی اسرائیلی روایات نقل فرمائی ہین اور مقاتل نے نقل کیا کہ اُسکا نام نبعہ تھا اور آدم علیہ السلام اُسکو جنت سے ساتھ لائے تھے اور وہ انبیا علیہم السلام مین بمیراث مین چلا آتا تھا یہانتک کہ شعیب علیہ السلام کو پہونچا شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا کہ اس پتھر کی نسبت بھی یہی روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ساتھ لائے تھے اور وہ متوارث ہو کر شعیب علیہ السلام کو پہونچا اُنھون نے مع عصا کے موسیٰ علیہ السلام کو دیدیا اور بعض روایت مین ہے کہ ایک فرشتہ حضرت شعیب علیہ السلام کو امانت دے گیا تھا اور جب حضرت شعیب اپنی لاٹھیون مین سے موسیٰ علیہ السلام کے دینے کے واسطے ہاتھ ڈالتے تو ہر بار یہی عصا ہاتھ آتا تھا اور بنی اسرائیل سے یہان دیگر روایات بھی ہین جنکے نقل کرنے مین کوئی فائدہ نہین ہے صرف اسقدر یقینی ہے کہ وادی ایمن مین حصول نبوت کے وقت موسیٰ علیہ السلام نے انبساط حق عزوجل کے وقت عرض کیا کہ یہ میرا عصا ہے الخ [illegible] چنانچہ آخر تک سورۂ طٰہٰ وغیرہ مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور اُسی مین اللہ عزوجل نے اژدہا بنانے کا معجزہ رکھا تھا اسی جہت سے وہ عصا معروف ہوگیا بالجملہ جب تیہ مذکور مین بنی اسرائیل پانی کے محتاج ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ دعا کرین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ۔ اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا۔ ف یعنی جناب باری تعالیٰ مین التجا کی کہ منّ و سلویٰ کیطرح ان پیاسون کو پانی بھی عطا ہو تو اظہار کمال قدرت الٰہی کیا گیا تاکہ ان لوگون کا اعتقاد درست ہو فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ پس ہمنے فرمایا کہ اپنے عصا کے ساتھ پتھر کو مار۔ ف۔ یہ وہی عصا ہے جسکا ذکر اوپر ہوا اور رہا پتھر تو ابن عطیہ نے کہا کہ مفسرین کے نزدیک بلا خلاف مربع پتھر تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام اُسکو مارتے تو اُسکے ہر جانب سے تین چشمے ٹپکنے لگتے تھے اور جب اُن لوگون کو پانی کی حاجت پوری ہو جاتی تو خشک ہو جاتے تھے۔ زمخشری نے بعد اس روایت کے زیادہ کیا کہ بنی اسرائیل آپسمین کہنے لگے کہ اگر یہ پتھر گم ہو جائے تو ہم لوگ پیاسے مرنے لگین پس اللہ عزوجل نے وحی فرمائی کہ صرف پتھر سے کلام کرین اور عصا نہ مارین تاکہ ان لوگون کو سمجھ حاصل ہو یون ہی ابن کثیرؒ کے نسخے مین مذکور ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید صحیح عبارت یہ ہے کہ بنی اسرائیل آپسمین کہنے لگے کہ اگر یہ عصا گم ہو جاوے تو ہم لوگ پیاسے مرنے لگین اور شاید کہ وحی مین یہ ہوگا کہ ہر ایک پتھر سے کلام کرین کہ پانی نکلیگا تاکہ ان لوگون کو معلوم ہو کہ یہان نہ عصا کی ضرورت ہے اور نہ کسی پتھر کی خصوصیت ہے اور زمخشری نے لکھا کہ

حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس پتھر کو چاہتے مارتے کسی پتھر کی خصوصیت نہ تھی اور کہا کہ یہ امر بنظر کمال معجزہ مناسب ہے اور اسمین اظہار قدرت زائد ہے پس اس تقدیر پر معنے یہ ہوئے کہ اے موسیٰ اپنے عصا سے کسی پتھر کو مار پس الحجر مین الف لام جنس ہے اور اسرائیلی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ الف لام معرفہ ہے یعنے وہ پتھر معین تھا چنانچہ حدیث الفتون مین ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ لشکر بنی اسرائیل کے درمیان ایک مربع پتھر رکھدیا گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اسی پتھر کو مارین کہ اسکے ہر طرف سے تین چشمے ٹپکنے لگے اور بارہ اسباط مین سے ہر سبط کو جس چشمے سے اسکو پانی ملنا چاہیے بتلا دیا گیا (نسائی وابن جریر وابن ابی حاتم) اور عطیہ العوفی نے کہا کہ انکے واسطے ایک پتھر بیل کے سر برابر معین کردیا گیا تھا کہ اسکو اپنے ساتھ رکھتے تھے جب کسی منزل مین اترتے تو موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے اسمین سے بارہ چشمے جاری ہوتے تھے پھر جب اس منزل سے روانہ ہوتے تو پانی خشک ہوجاتا اور اسکو لادکر ساتھ لیجاتے تھے عطار خراسانی نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ساتھ ایک پتھر تھا جو ہارون علیہ السلام کی حفاظت مین رہتا تھا جب پانی کی ضرورت ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام اسمین عصا مارتے تھے اور حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ یہ پتھر کوہ طور سے تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ ان روایات کے موافق ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جب نزول توریت کے بعد جہاد شام کا حکم ہوا تو ان میدانون مین پانی کے اہتمام کے واسطے اللہ تعالےٰ نے انکو یہ پتھر دیا ہو لیکن ظاہر سیاق کلام اس امر کو مقتضی ہے کہ یہ معمولی بات نہ تھی بلکہ جب اس جنگل مین پہنچے اور پانی کے محتاج ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ابتدائی درخواست فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم اور بعض نے کہا کہ یہ وہی پتھر ہے جسکے ذریعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی بدگمانی دور کیگئی تھی جسکا بیان قولہ تعالیٰ۔ فبرّاہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیہا الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور یہان سے ایک تنبیہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس پتھر کا واقعہ زمانۂ قیام مصر مین ہوا اگر یہ وہی پتھر ہو کیونکہ تیہ مذکور مین موسیٰ علیہ السلام نے انتقال فرمایا فاحفظہ زمخشری نے نقل کیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام اس پتھر کو مارتے تو پانی جاری ہوتا تھا اور جب پانی کی ضرورت نہوتی تو آپ پھر عصا مارتے کہ وہ خشک ہوجاتا تھا واللہ تعالیٰ اعلم مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین اظہار قدرت کی تکمیل زائد ہے کیونکہ اسی سے پانی جاری ہوا اور اسی سے منقطع ہوا تو بمحض قدرت الٰہی عزوجل ہے الحاصل جب موسیٰ علیہ السلام نے پانی کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا کہ اپنے عصا کو پتھر پر مار پس موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل فرمائی اور پتھر کو عصا مارا بعض نے لکھا کہ بارہ دفعہ مارا جیسا کہ سراج مین عطا سے منقول ہے فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا پس بہ نکلے اسمین سے بارہ چشمے۔ ف اور سورۂ اعراف مین۔ فَانْبَجَسَتْ۔ ہے جسکے معنے یہ ہین کہ پسیج کر ٹپکنے لگے۔ زمخشری وامام ابن کثیر وخطیب وغیرہ نے لکھا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ پہلے اسمین سے ٹپکنا شروع ہوتے پھر کثرت ہوکر روان ہوجاتے اسیواسطے خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اوفق یہ ہے کہ یہ چشمے روان ہوکر ہر سبط بنی اسرائیل کے یہان پہونچتے تھے جس سے ہر سبط کو اپنا چشمہ معلوم ہوجاتا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ۔ پہچان لیا ہر گروہ نے اپنا گھاٹ۔ ف یعنے ہر سبط بنی اسرائیل کو اپنا چشمہ بخوبی معلوم ہوگیا جہان سے وہ پانی لیوین۔ اب ظاہر ہوگیا کہ انکو کھانا کپڑا پانی سایہ روشنی سب اپنے فضل سے عنایت فرمائین اور ارشاد فرمایا کہ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے رزق سے کھاؤ اور پیو اور مفسد ہوکر زمین مین فساد مت پھیلاؤ۔ ف اور فساد کے اقسام ہین ازانجملہ یہ کہ اعتقاد توحید مین وسوسۂ شیطان قبول کرکے مثلاً موسیٰ علیہ السلام سے معبود مقرر کرنیکو کہا اور اعمال مین نافرمانیان کین مثلاً احکام توریت قبول کرنے سے انکار کیا یا جہاد سے پہلوتہی کی اور چونکہ

چالیس برس تک اُنپر داخلۂ شام حرام کردیا تھا لہذا اسوقت یہ تاکید نہین فرمائی کہ جاؤ جہاد کرو (تنبیہ) اضرب بعصاک الحجر حکم بصیغہ امر ہی
اور فانفجرت - بفا تعقیب فعل موسی علیہ السلام پر ہی یعنے نضرب فانفجرت یعنے حکم کے موافق موسی علیہ السلام نے پتھر کو مارا پس چشمے
جاری ہوئے اور بعینہ اسکی نظیر قولہ تعالی - اضرب بعصاک البحر فانفلق الآیۃ - واقع ہوئی ہی یعنے اپنے عصا کے ساتھ سمندر کو مار
پس موسی علیہ السلام نے مارا تو وہ پھٹ گیا قولہ تعثوا مشتق از عثی بمعنے فساد کرنا تو - لاتعثوا - کے معنے تم فسادمت کرو پس قولہ مفسدین
بطور تاکید کے حال واقع ہی آپ جاننا چاہیے کہ جب بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام کے ساتھ جہاد کرنے مین نافرمانی کی تو اللہ تعالی نے انکو
ہلاک نہین کیا کیونکہ قدرت الہی مین انکی نسل سے فرمانبردار مومنین مقدر فرمائے تھے پس انکو کھانے پینے کو دیا جو بغیر محنت ومشقت انکو حاصل
ہوتا تھا اور جس شخص کو فناے دنیا و بقای آخرت کا یقین ہی اُسکو فارغ البال بندگی کرکے درجات کے حاصل کرنے کا بہت اچھا موقع ہی
جبکہ فساد نکرین اور اس نعمت کی قدر نکرنا بھی فساد مین داخل ہی لیکن ان لوگون نے آخر اس پر صبر نکیا اور رحمت الہی دیکھو کہ اللہ تعالی نے
اُسکو بھی معاف فرمایا چنانچہ اس احسان کو یاد دلایا بقولہ تعالی وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ
اور یاد کرو جب تمنے کہا اے موسی ہرگز ہم ایک ہی طعام پر صبر نہین کرینگے - ف ایک ہی طعام سے انکی یہ مراد تھی کہ ہر روز ہمکو یہی من اور
سلوی ملتا ہی اگرچہ درحقیقت یہ دو طعام ہین - فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ
بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا سو پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ نکال دے ہمکو جو اُگتا ہی
زمین سے زمین کا ساگ اور ککڑی اور گیہون اور مسور اور پیاز - ف - ابن مسعودؓ کی قرات مین بجاے فوم کے ثوم واقع ہوا
یعنے لہسن اور ابن عباس ومجاہد وربیع بن انس وسعید بن جبیر نے کہا کہ فوم بمعنی لہسن ہی اور دیگر مفسرین نے کہا کہ فوم بمعنی گیہون ہی اور
یہی ابن عباس سے دوسری روایت ہی اور ابن عباسؓ نے کہا کہ یہی بنی ہاشم کی زبان ہی اور جوہری نے صحاح اللغۃ مین یہی معنے لکھے ہین
پس یہ کل قریش کی زبان ہی اور قرطبی نے عطا وقتادہ سے نقل کیا کہ فوم ہر ایسے اناج کو کہتے ہین جسکی روٹی پکائی جاوے حسن بصری نے فرمایا
کہ ان لوگون نے نعمت الہی کی ناشکری کی اور جس لائق تھے وہی چیزین مانگین مترجم کہتا ہی کہ ان چیزون کو جسم خاکی و زبان کے مزے مین دخل ہی
تو یہ لوگ لطافت نورانیت کی نسبت مادی کدورت کی جانب زیادہ میل کرتے تھے واللہ تعالی اعلم اور من وسلوی مین حلوا کی لطافت مناسب نورانیت
ہی بدلیل آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلاوت کو زیادہ پسند فرمایا ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ آپ حلوا وشہد کو پسند فرماتے تھے (بعض الصحاح)
اور سلوی لطیف گوشت پرند ہی اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دست کا گوشت زیادہ پسند فرماتے تھے اور حضرت ام المومنین عائشہؓ
نے بیان فرمایا کہ آپکی پسندیدگی گوشت ذراع کو صرف اسوجہ سے تھی کہ وہ لطیف ہوتا ہی اور جلد گل جاتا اور ہضم ہو جاتا ہی (کما فی الصحیح) پس
انھون نے اشرف کو چھوڑ کر ادنی کو اختیار کیا لہذا حضرت موسی علیہ السلام نے انکی اس پسند پر انکار فرمایا - قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ
الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ - کہا کیا تم لیا چاہتے ہو ایسی چیز کو جو ادنی ہی بدلے ایسی چیز کے جو بہتر ہی -
ف یعنے موسی علیہ السلام نے انکی راے کا عیب انکو بتلایا کہ لطیف با برکت رزق الہی کو جو بے محنت ومشقت تمکو ملتا ہی جسکے ساتھ
تم ہر طرح درجات آخرت حاصل کرنے کے واسطے فارغ البال ہو اور اُسکا مزہ ولطافت مناسب نورانیت ہی اسکو چھوڑ کر ادنی درجہ کی
چیزون کو مانگتے ہو جو صرف اسی جسمانی زبان کے مزے سے متعلق ہین حالانکہ یہ جسم عنقریب فانی ہو جائیگا یا جو وا سکے حاصل کرنے مین
مشقت وتکلیف اٹھاؤگے اور عبادت سے مجبور رہو گے پس اپنی راے ناقص سے کیونکر اسکو پسند کرتے ہو لیکن انھون نے نمانا اور آخر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو حکم الٰہی پہونچا کہ **اِهْبِطُوا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ**۔ اترو کسی شہر میں تو تم کو ملیگا
جو مانگتے ہو۔ ف۔ مصر کے اصل معنے شہر کے ہیں اور یہ ایک خاص ملک کا بھی نام ہے جہاں فرعون حاکم تھا اور وہیں سے بنی اسرائیل نکلکر
آئے تھے لیکن عربی زبان میں اُسکو ایسے مقام منصوب ہیں جیسے آیت میں واقع ہوا ہے مصر بدون الف لکھتے ہیں اب دیکھا جاوے کہ
آیت کریمہ میں مصر سے کیا مراد ہے یعنے خاص ملک مصر یا بمعنے شہر ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے لکھوائے تھے سب میں مصراً تنوین کے ساتھ بالف لکھا ہوا ہے اور یہی جمہور سلف وخلف کی قراءۃ ہے یعنے قراءات متواتر
بھی اسی پر متفق ہیں حتی کہ امام ابن جریر نے کہا کہ اجماع مصاحف کی دلیل سے میں جائز نہیں رکھتا ہوں کہ کوئی شخص اهبطوا مصر بغیر
الف وتنوین پڑھے اور ابن عباسؓ نے بھی اسکی تفسیر میں کہا کہ معنے یہ ہیں کہ شہروں میں سے کسی شہر میں اُترو (ابن ابی حاتم) اور اسیکے
موافق سدی وقتادہ وربیع بن انسؓ سے مروی ہے لیکن ابن جریر نے فرمایا کہ ابی بن کعب وابن مسعودؓ کی قراءۃ میں مصر بغیر الف ہے اور ابو العالیہ
واعمش سے اور ایک روایت ربیع بن انسؓ سے وارد ہوئی کہ اس سے مراد مصر فرعون ہے پھر ابن جریر نے کہا کہ "مصراً" بتنوین الف کی صورت میں
بھی محتمل ہے کہ مراد مصر فرعون ہو کیونکہ کبھی قراءۃ میں اُسکو تنوین دیدیتے ہیں جیسے قواریرین قواریرا کی بھی قراءۃ آئی ہے پھر شیخ ابن جریرؒ نے
توقف کیا اور کہا کہ شاید مصر فرعون مراد ہو یا شہر دیگر مراد ہو امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ تردد ٹھیک نہیں ہے بلکہ حق یہ ہے کہ شہر دیگر مراد ہے جیسے
ابن عباسؓ وغیرہ نے تفسیر فرمائی ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اُن لوگوں سے کہا تھا کہ جو کچھ تم مانگتے ہو یہ کوئی نفیس چیز قابل تردد نہیں ہے
بلکہ جس کسی شہر میں اترو ملیگی۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے جو اختیار کیا کہ سوائے مصر کے دوسرا شہر مقصود ہے تو یہ محل تحقیق ہے چنانچہ معلوم
ہوگا اگرچہ شیخ ابن کثیر کے نزدیک راجح ہے کہ بنی اسرائیل پھر مصر میں داخل نہیں ہوئے گویا استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بسبب نافرمانی کے بنی اسرائیل پر
چالیس سال تک زمین مقدس یعنے شام میں داخل ہونا حرام فرمایا اور حدیث صحیح سے یہ بات ثابت ہے کہ موسیٰ وہارون علیہما السلام نے اسی تیہ
مذکورہ میں انتقال فرمایا پس اگر یہاں مصر فرعون مراد ہو تو لازم آوے کہ یہ لوگ تیہ مذکور سے نکلکر ملک مصر میں گئے حالانکہ یہ درخواست
وواقعہ منصوص موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے اور معلوم ہوگیا کہ موسیٰ علیہ السلام مصر نہیں گئے بلکہ اسی تیہ مذکور میں کسی شہر صغیر میں اُترے اور اسکی
وجہ یہ ہے کہ یہ تیہ مذکور اپنے مضافات میں بہت سے دیہات قصبات کو شامل تھا لیکن چھ لاکھ لشکر کثیر اس قابل نہیں تھا کہ وہ کسی شہر
خاص میں اوتارا جاوے تاکہ وہاں دانہ چارہ کا قحط پڑ جاوے لہذا وہ لوگ تیہ میں رہے اور مضافات کے دیہات وقصبات سے نزدیک ہوکر
ان چیزوں کی کاشت وتردد سے یہ غذائیں حاصل کیں اور اسی تیہ میں موسیٰ وہارون علیہما السلام نے انتقال فرمایا لیکن عند التحقیق
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہلاک فرعون کے بعد بنو اسرائیل ایک مرتبہ ملک مصر میں گئے کیونکہ قصہ بقرہ وقتیل کا زندہ ہونا ودیگر واقعات اس امر پر
دلالت کرتے ہیں اگرچہ مصر سے آکر تیہ مذکور میں پہنچنے کے بعد مصر کو واپس نہ گئے ہوں واللہ تعالیٰ اعلم ف۲ واضح ہو کہ جس طرح عالم محسوس
میں ہر ایک کے مشارب علیحدہ مخصوص ہیں مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اسباط بنی اسرائیل میں سے ہر ایک نے پانی میں سے اپنا مشرب
پہچان لیا تھا اور جیسے افعال واحوال میں ہر ایک کے مشارب ہوتے ہیں جیسے کسیکا مشرب تجارت ہے اور کسیکا صناعت ہے اور کوئی شاعر ہے
اور کوئی خوشنویس حتی کہ شاعری مشارب بھی علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں چنانچہ اہل فصاحت شعرا میں معروف ہیں اسیطرح عالم آخرت میں لوگوں کے
مشارب علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں مثلاً بعضے اہل عبادت ہیں اور بعضے اہل علم ومعرفت ہیں اور یہ باعتبار صفات قدس وافعال الٰہی
عزوجل کے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں حتی کہ اہل علم میں سے بھی ہر شخص کے واسطے مشرب اجتہاد وتقلید علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے شیخ جنیدؒ نے

فرمایا کہ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق چنانچہ سابق مین یہ روایت پوری مذکور ہو چکی ہی شیخ نے لکھا کہ یہ حضرت باری تعالیٰ عزوجل کی جناب
مین ہر ایک کی نسبت خاص ہی بعضے مقام حیرت مین ہین اور بعضے مقام منت مین اور بعضے مقام وصلت مین اور بعضے مقام فنا مین اور بعضے
مقام بقا مین اور بعضے مقام جلال و جمال مین اور بعضے مقام جبروت اور بعضے عالم ملکوت و بعضے مشاہد قدس و بعضے باغ انس مین اپنی
اپنی سیر کے مقام توقف پر متفاوت ہین اور ہر ایک کے واسطے ہادی تقدیر نے اسکا پہچاننے والا رکھا ہی وہی اُسکا مشرب و گھاٹ ہی
اور ابتدائی تفصیل مخلوقات مین دو طرح پر ہی جسمین دو فریق پیدا ہو گئے ہین اول وہ کہ جنکا مشرب نفس امارہ ہی جو اس عالم محسوسات پر
فریفتہ اور یہین سے پانی اپنا ہی پس یہ لوگ اہل کفر و اہل دنیا ہین اگرچہ کافرون کے مشارب بھی بکثرت مختلف واقع ہوئے ہین لیکن کل
اسی گھاٹ مین خوار ہونگے تو انکی تفصیل مین وقت رائگان کرنا بیفائدہ ہی اور فرقہ دیگر وہ ہین جو انفتاح قلب سے عقلی مشارب ملکوت
مین ہین جنکی کچھ تفصیل اوپر بیان ہوئی اور وہ سب اپنے اپنے مقام پر بہتر ہین لیکن اُنکے درمیان بھی تفاوت زمین و آسمان ہو جاتا ہی
پس جنکا مشرب وانتہا عالم آخرت ہی اُنمین اور جنکا مشرب رضوان حق و وصلت ہی دونون مین بہت بڑا تفاوت ہی اور سورۂ اعراف مین انشاء اللہ
تعالیٰ اسکی تحقیق و توضیح آویگی (تنبیہ) امام رازی نے لکھا کہ بعضے فلاسفہ اس مقام پر انکار کرتے ہین کہ ایک چھوٹے مربع پتھر سے کیونکر
بارہ نہرین جاری ہو سکتی ہین امام رازی نے لکھا کہ شاید اس احمق کو آیات قدرت مین کچھ بھی غور نصیب نہین ہوا کیا نہین دیکھتا ہی
کہ بعضے پتھر یہ خاصیت رکھتے ہین کہ بال گرا دیتے ہین اور بعضون پر ڈورا باندھکر جلاؤ تو آگ اثر نہین کرتی ہی اور مقناطیس لوہے کو جذب
کرتا ہی پس کیون محال ہی کہ یہ پتھر زمین سے پانی جذب کرکے بہاوے یا ہوا جذب کرکے پانی بناوے- مترجم کہتا ہی کہ مین نے مقدمہ
مین تنبیہ کر دی اور یہان بھی دو دلیلین بیان کرتا ہون (اول) یہ کہ بنی اسرائیل چھ لاکھ سے زائد تھے جنپر یہ معجزہ طاری ہوا اور
توریت مین اسکا احسان رکھا گیا پھر اُسوقت سے برابر بنی اسرائیل کی کثرت ہوتی گئی اور نقل متواتر چلی آئی تو متواتر قطعی کا انکار کرنا بالکل باطل ہی
پس اس امر کا اقرار ضروری ہی کہ یہ محسوس واقعہ بیشک واقع ہوا تھا اور عصائے موسیٰ بیشک اژدہا ہو جاتا تھا اور توضیح یہ ہی کہ گذرے انبیاء
و بادشاہ صرف بخبر متواتر ثابت ہوتے ہین مثلاً حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کا وجود بدلیل متواتر ثابت ہی اور شرط تواتر یہ ہی کہ اول
یہ امر از قسم محسوسات ہو نہ از قسم اعتقاد دوم یہ کہ جن لوگون کے سامنے موجود ہوا ہو وہ اس کثرت سے ہون کہ عقلاً اُن کا دروغ پر متفق ہونا
باطل ہو سوم یہ کہ یہ تواتر کسی زمانۂ مابعد مین کم نہو پس حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کا وجود و عصائے موسیٰ و ید بیضا کا معجزہ اور پتھر سے
پانی جاری ہونا یہ سب محسوسات قطعاً متواتر ہین کہ جس سے کوئی کافر بھی انکار نہین کر سکتا ہی رہا یہ امر کہ وہ پیغمبر تھے تو یہ امر محسوس نہین ہی کیا
نہین دیکھتے ہو کہ جسوقت موجود تھے اُسوقت مین بھی فرعون وغیرہ نے انکار نبوت کیا تھا اسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود دنیا دی
قطعی متواتر ہی حتیٰ کہ یہود بھی اس سے انکار نہین کرتے ہین اگرچہ اُنکے نبی ہونے سے انکار کرتے ہین اور واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا
دعویٰ الوہیت متواتر نہین ہی کیونکہ اول تو یہ غیر محسوس چیز ہے دوم یہ عقیدہ نصرانیون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو برس بعد جب قسطنطین بادشاہ
روم نے سب کو جمع کرکے حکم دیا تھا کہ اختلاف چھوڑکر ایک قول پر قائم ہون تب سے نکالا ہی حتیٰ کہ جن علمائے نصرانیہ نے اس عقیدہ پر
دستخط نہین کیے وہ بیچارے سخت عذاب سے قتل کیے گئے تھے بالجملہ یہ امر ثابت ہو گیا کہ ان معجزات کا واقع ہونا قطعی ہی تو منکر کو اسکے انکار کی
مجال نہین ہان اگر گنجائش ہی تو صرف اسقدر ہی کہ یہ معجزہ نہین تھا جیسے بعض نے بحر کا انکار کرتے ہین بلکہ فرعونیون نے اُسی زمانہ مین انکار کرکے جادو
قرار دیا تھا (دلیل دوم) یہ کہ انکار کرنے والے دو قسم ہین اول وہ کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کو خالق عالم مانتے ہین تو انپر حجت قطعی یہ ہی کہ خالق عالم کی قدرت

ہر چیز مین کمال ہی اور اگر نمانے تو لازم آویگا کہ وہ مجبور و ناقص ہی اور اُس سے بالاتر کوئی الوہیت والا ہی جو کسیطرح مجبور رہو اور ہر چیز پر اُسکا قبضۂ تسخیر ہر وقت موجود ہی ورنہ لازم آویگا کہ مخلوقات کی چیزین یا خود مختار و اُسکے قبضہ سے باہر ہین پس معلوم ہوا کہ جیسے اُسنے بڑے پہاڑون سے پانی جاری کیا اور یہ حکمت اُسنے محسوس عادت رکھی ہی اسیطرح اُسکو اختیار ہی کہ چھوٹے پتھر سے پانی جاری کرے اور یہ خلاف عادت بطور معجزہ ہی اور تناسب ماہیت اُسکے اختیار مین ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ عصا سے موسیٰ علیہ السلام اژدہا ہوجاتا تھا و دوم فرقۂ منکرہ وہ ہی جو اللہ تعالیٰ سے منکر ہی اور اپنے آپکو و دیگر مخلوقات کو اتفاقی خودرو گھاس کے مانند بتلاتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ مادے تو موجود ہین اور ہم اسکی ابتدا انتہا نہین جانتے حالانکہ باوجود اس جہالت کے ہر چیز کی نسبت اسباب قائم کرتے ہین یعنے یہ چیز اُس سبب سے ہوئی اور وہ چیز اُس سبب سے ہوئی تو جب مشاہدات قیاسات کا وجود قطعی ثابت کر دیا تو اُسپر لازم ہی کہ اُنکے اسباب بیان کرے کیونکہ اُنکے وجود سے انکار کرنا ممکن نہین ہی اور جب وہ اُنکے اسباب بیان نہین کر سکتا تو اسکو معجزۂ قدرت کہتے ہین اور مقدمہ مین مترجم نے مدلل انکا باطل ہونا بیان کر دیا ہی جسکا اعادہ اس مقام پر بہت طول ہوگا صرف اسقدر تنبیہ کافی ہی کہ جب اُسکے نزدیک کوئی چیز بے سبب نہین ہوتی ہی تو لازم آئیگا کہ ان مخلوقات کا سبب کسی مقام پر منتہی ہو ورنہ غیر متناہی باطل ہی تو انتہا خالق عزوجل پر لازم ہی کیونکہ ہمنے مقدمہ مین مدلل ثابت کر دیا کہ محسوسات غیر متناہی نہین ہوسکتے ہین اور جب یہ مخلوقات اپنی ذات مین ناقص ہین تو دوسرے کے پیدا کرنے کی قدرت بھی نہین رکھ سکتے کیونکہ جب اپنی ذات کا نقصان دور نکر سکے تو دوسرے کا پیدا کرنا اور اُسکا مادہ موجود کرنا بدیہی باطل ہی اور زیادہ تحقیق مقدمہ مین دیکھو القصہ جب بنی اسرائیل نے من و سلویٰ و راس نفیس پانی و نفیس نعمتون پر صبر نہ کیا اور زمین کی ترکاریان وغیرہ مانگنے لگے تو انکو آبادیون سے قریب جاکر کاشتکاری وغیرہ کی جازت دی گئی اور یہ ناشکری اُنپر لازم ہوگئی کہ اُنھون نے عزت چھوڑ کر ذلت اختیار کی اور اللہ تعالیٰ نے اُنکے باپ دادون کو حضرت موسیٰ و یوشعؑ انبیاء بنی اسرائیل کی اتباع مین عالمین پر فضیلت عنایت کی تھی اور ملک شام و یمن و مصر وغیرہ سلطنتین اُسکے پیر و فرمائین پھر اُنمین ایسے ناخلف پیدا ہوے کہ اُنھون نے توحید الٰہی چھوڑ کر سخت دلی اختیار کی و طاعت و عدل چھوڑ کر انبیاء و صالحین کی قبرین پوجنے لگے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم و قبیلے و ہر شہر مین ایک ہی وقت مین بکثرت انبیاء مبعوث فرمائے جو انکو برابر نصیحت کرتے اور اُنکے خاص خاص علماء سے زیادہ جو اُنسے دنیا نہین چاہتے تھے بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نصیحت کرتے تھے اُنکے دشمن ہوگئے بلکہ یہانتک نوبت پہونچی کہ جو کوئی دین توحید کی نصیحت کرتا اُسکو گمراہ سمجھتے بلکہ یہانتک نوبت پہونچی کہ انبیاء و صالحین کو قتل کرنے لگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُنکا انجام بیان فرمایا بقولہ

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا

اور ڈالی — اُنپر — ذلت — اور محتاجی — اور کما لائے غصہ — اللہ کا — یہ — اسپر کہ وے تھے

يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ

نہ مانتے — حکم اللہ کے — اور خون کرتے — نبیون کا — ناحق — یہ اس سے کہ بے حکم تھے اور حد پر نہ رہتے تھے

یعنے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و دیگر انبیاء علیہم السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو عزت و ثروت عطا فرمائی لیکن ناشکری کی خصلت نے آخر اُنمین یہانتک نوبت پہونچائی کہ صریح شرک و نافرمانیان کرنے لگے اور انبیاء و صالحین کو قتل کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اُنکی فضیلت سلب کی اور یہ فرمایا۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۔ اور ٹھپا دیدی گئی اُنپر ذلت و مسکنت - ف - یعنے ذلیل ہونا و مسکین ہونا اس طرح اُنپر مضروب کر دیا گیا جیسے روپیہ و اشرفی پر ٹھپہ ہوتا ہی کہ جہان کہین ہووی پایا جاوے اُسکے ساتھ ہو لیتا

ومسکنت لازم ہوگی چنانچہ حسن وقتادہؒ نے فرمایا کہ یہانتک ذلت پہونچی کہ مجوس فارس نے اُنسے جزیہ لیا اور نصرانیون نے مغلوب کیا
یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے ماننے والے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُنکو اپنے تحت حکومت مین لیکر جزیہ پر
رکھا (عبدالرزاق) مترجم کہتا ہے کہ فارس کے مجوسی ان یہودیون سے سخت برتاؤ کرتے تھے اور نصاریٰ روم بھی بوجہ دشمنی کے انکو ذلیل وخوار
کرتے تھے یہانتک کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے نصاریٰ ومجوس کو مغلوب کیا تو انپر سے مصیبت کچھ کم ہوئی اگرچہ ذلت ومسکنت جو انکے ساتھ
لازمی ہے بدستور باقی رہی۔ ابوالعالیہ وربیع بن انسؒ نے فرمایا کہ مسکنت سے مراد محتاجی ہے علماء نے کہا کہ محتاجی کے [illegible]
مراد یہ کہ جب تم کسی یہودی کو دیکھو تو اُسکی صورت سے ظاہر ہوگا کہ بہت مسکین ہے اگرچہ وہ بہت مالدار ہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بخل اُنکے ساتھ
لازم ہوگیا۔ وَبَاۤءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۔ اور کمالائے غصہ اللہ کا۔ ف ضحاک وسعید بن جبیر نے کہا یعنے اللہ تعالیٰ کے کیجانب
سے غضب کے مستحق ہوئے۔ ربیع بن انسؒ نے کہا کہ غضب الٰہی اُنپر طاری ہوگیا ابن جریرؒ نے کہا یعنے ان حرکات کا آخری مرجع غضب الٰہی
ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ مظاہر غضب الٰہی وہی لوگ ہین جو کفار ہون پس ظاہر ہوا کہ جو شخص یہودیون مین سے اپنے بدکار باپ دادون کی
تحسین پر قائم رہے وہ رحمت ایمان سے محروم ہوگا لہٰذا تم دیکھتے ہو کہ یہودیون مین سے بہت ہی کم مسلمان ہوئے بخلاف نصاریٰ کے کہ
انمین بکثرت مسلمان ہوئے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ
یہ اسی بابت سے کہ یہ لوگ آیات الٰہی کا انکار کیا کرتے تھے اور انبیا کو ناحق قتل کیا کرتے تھے۔ ف یعنے اسکو سزا [illegible]
بلکہ اُنکا گناہ عظیم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات قدرت ومعجزات نبوت وآیات کتابی یعنے توریت سے پے در پے کفر کرتے جاتے اور انبیا
علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے اسیواسطے ہمنے اُنکو ذلت ومسکنت اور نزول غضب کی سزا دی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے
کہ مین ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا تو مین نے پایا کہ مالک بن مرارہ رہاوی رضی اللہ عنہ اپنی حالت
عرض کررہے ہین کہ یارسول اللہ آپ جانتے ہین کہ مجھکو جسقدر اونٹ عطا ہوئے ہین یعنے فضل الٰہی سے انکی تعداد بہت ہے پھر بھی میرا دل مین چاہتا
کہ کسیکو دو تسموں کے ساتھ مجھپر فضیلت حاصل ہو تو کیا یہ بغاوت نہین ہے یعنے حد سے تجاوز کرنے مین داخل ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ یہ بغاوت نہین کہلاتی ہے بلکہ بغاوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اتراوے اور حق کی توہین کرے اور لوگون کو اپنی نظر مین خوار سمجھے (رواہ احمد)
یعنے حق کو رد کرے اور لوگونکو اپنی نگاہ مین خوار سمجھے لہٰذا جب بنو اسرائیل نے اس بغاوت کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے انکی ذلت آخرت
کے ساتھ اُنکی دنیاوی ذلت بھی ملائی چنانچہ تم کبھی نہ پاؤگے کہ کوئی یہودی بادشاہ ہوا اور انکی کوئی جماعت صاحب قوت وشوکت قائم ہوا ہو۔
یہ ذلت بمقابلہ اُنکے گناہ کے بہت کم ہے کیونکہ قتل پیغمبر بہت کبیرہ وشدید ہے اسیواسطے حدیث ابن مسعودؓ مین وارد ہے کہ قیامت کے روز سب سے بڑھکر
عذاب اُس شخص کو ہوگا جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا یا اُسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو اور اُس شخص کو جسنے گمراہی کی پیشوائی کی اور اُس شخص کو جسنے تصویرین
بنائین (رواہ احمد) مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ ابی بن خلف کو سخت عذاب ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے
واسطے جنگ احد مین [illegible] گھوڑی سے دوڑا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو قتل کردیا تھا اور اسیطرح ابوجہل ان گمراہونکا پیشوا تھا
جیسے فرعون اپنی قوم کا پیشوا تھا اور واضح ہو کہ کسی پیغمبر کو قتل کرنا سوائے ناحق کے کبھی حق نہوگا پھر آیت مین یہودیون کی فضیحت کے واسطے
صریح بیان فرمایا کہ انبیا کو ناحق قتل کرتے ہین۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایکبار بنی اسرائیل نے تین سو پیغمبرون کو ایک دن مین
قتل کیا اور اسی دن آخر وقت اُنکی ترکاریون کا بازار لگایا (ابوداؤد والطیالسی) مترجم کہتا ہے کہ یہ بات متواتر ثابت ہے کہ یہودیون مین ایکسی [illegible]

ہر ہر محلہ و قریہ و شہر شہر قوم مین متعدد پیغمبر ہوتے تھے جنپر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی تھی لیکن یہ سب کتاب توریت کے تابع ہوتے تھے پس یہ لوگ شہوات دنیا مین ایسے منہمک ہوئے کہ بادشاہ کے اتفاق سے یا بادشاہ کے حکم سے مانند یحییٰ علیہ السلام اور اُنکے باپ زکریا علیہ السلام وغیرہ کے اُنھون نے ایک وقت مین اس قدر کثیر پیغمبر قتل کرڈالے اور بعض مفسرین نے زیادہ کیا کہ جب یہ کیفیت ہوئی تو پہاڑون جنگلون سے عابدون و زاہدون کی ایک جماعت کثیر نے آکر انکو سمجھایا اور ڈرایا کہ تم لوگون نے بہت بڑا گناہ کیا ہے اب بھی توبہ کرو ورنہ عذاب الٰہی نازل ہوگا پس اُن لوگون نے ان سب کو بھی قتل کرڈالا اور انھین واقعات سے شاہ روم جو فلسفی اعتقاد پر تھا انپر مسلط ہوا اور دوبارہ شاہ ایران جو مجوسی تھا انپر مسلط کیا گیا۔ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۝ یہ عذاب اسی سبب سے تھا کہ وہ لوگ نافرمانی کرتے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ ف ان آیات سے موجودہ یہودیون کو تنبیہ فرمائی کہ تم لوگ بھی ہمیشہ ذلت و خواری مین رہو گے کیونکہ تم عہد توریت کے موافق عیسیٰ علیہ السلام کا اقرار نہین کرتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے ہو کیونکہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اُنھون نے عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سچا اقرار کیا حتی کہ یہود و نصاریٰ کا بہتان دور ہوا اور یقین کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول برحق تھے جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے پس یہود نے جو بہتان حضرت مریمؑ کی نسبت بدکاری کا لگایا اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جادوگری کا لگایا نعوذ باللہ من ذلک اور جو بہتان نصرانیون نے بیٹا ہونیکا لگایا معاذ اللہ منہ یہ سب بہتان دور ہوگئے اور تعجب ہے کہ اس زمانہ مین بہت سے نصرانی یہ بہتان لگاتے ہین کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدایش یوسف نجار کے نطفہ سے ہوئی اور یہ کفر و بے شرمی ہے نعوذ باللہ منہا۔ ف۲ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ واذ قلتم یا موسیٰ لن نصبر علی طعام واحد الآیۃ۔ یہ لوگ شہوات طبیعت مین گرفتار تھے اور اُسکے مناسب طعام مانگتے تھے اسیوجہ سے ان لوگون نے طعام اہل روحانیت پر کفایت نہ کی۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل طبیعت سے اُنکی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان مین ترکیب روحانی و جسمانی رکھی ہے پس جسم سے متعلق حواس و قیاس سے خواہشات فانیہ ہین کیونکہ جسم خود فانی ہے لیکن جسم کے فنا ہونے کے بعد تعلق روحی جدا ہوجاتا ہے اگرچہ ایک قسم کا لگاؤ باقی رہتا ہے اور تعلق روحانی کے حواس و خواہشات موافق عقل ہین اسیواسطے کمالات حاصل کرنے کے لیے بقاے جسم ضروری ہے چنانچہ شرع مین خودکشی کرنا بھی منع ہے۔ شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسی اُنکو نعمتین عطا فرمائین ویسی ہی آزمائش بھی پوری کی لہٰذا جب اُنھون نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے طعام روحانی کی لذت اُنسے دور کردی یہانتک کہ کہنے لگے کہ ہم اس طعام پر صبر نہین کرسکتے اسیواسطے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو شکریہ کے ساتھ قائم رکھے ورنہ اللہ تعالیٰ اُسکی حالت کو متغیر کردیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ یعنی جو نعمت کسی قوم کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ اُسکو تغیر نہین فرماتا یہانتک کہ وہی لوگ خود اپنی حسن نیت و اخلاص کو بدل ڈالین۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو جو نعمت عطا فرمائی جب تک وہ لوگ شکریۂ نعمت پر قائم رہتے ہین تو اللہ تعالیٰ اُسمین تغیر و کمی نہین فرماتا پھر جب وہ اُسکو بدلتے ہین اور شرع الٰہی پر قائم نہین رہتے بلکہ ظلم و فسق و فجور کرتے ہین تو اللہ تعالیٰ اُس نعمت کو متغیر فرماتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مسلمانون کو یہ معاملہ خود اپنے بادشاہون و قومون مین دیکھ لینا چاہیے۔ شیخؒ نے لکھا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ آدمی دو طرح کے ہوتے ہین ایک وہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اُنسے تدبیر دور فرمائی یعنے عنایت الٰہی خود اُنکے واسطے مدبر ہے اور ان لوگون کی حالت یہ ہے کہ اختلاط سے علیحدہ اور ہر رنج و خوشی مین تقدیر الٰہی کے پابند ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اُنکی کیفیت یہ ہے کہ ہر ساعت مین وہ جسم نورانی کے موافق جسم خاکی کی تکمیل معارف عقل کے موافق کرتے رہتے ہین اور جسمانی تدبیر اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر چھوڑتے ہین اور قسم دوم وہ ہین جو اپنے پسند کی تدبیر پر چھوڑے گئے ہین یعنے اپنے اختیارات

موافق ہر ایک تدبیر کو پسند کرین حتی کہ کبھی ایک بات کو چاہتے اور کبھی دوسری بات کو چاہتے ہین حتی کہ کبھی اس پسندیدگی و تدبیرین
ایسی خبط وخطا کرتے ہین کہ برباد ہوجاتے ہین جیسے بنی اسرائیل نے رزق روحانی چھوڑ کر رزق جسمانی ساگ پات پسند کیا کیا نہین
دیکھتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے کیونکر اُنپر انکار کیا کما قال تعالیٰ - اتستبدلون الذی ہو ادنیٰ بالذی ہو خیر - اور کیون نہین کہ اُنھون نے
مقربین کا کھانا چھوڑ کر شہوت پرستون کا کھانا پسند کیا چنانچہ واسطیؒ نے فرمایا کہ ان لوگون نے منّ وسلویٰ جو کہ بیشقت آوے بغیر تکلیف کے
اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُنکو ملتا تھا چھوڑ دیا اور اپنے نفوس کی پیروی کی اور جو کچھ طبیعتین چاہتی تھین وہ مانگا مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حکما سے یعنی عارفین
ربانی سے ایک حکمت منقول ہے کہ آدمی کبھی رضائے الٰہی عزوجل مین اپنے اختیار و پسند کو دخل نہ دے یعنے ضرورت کے موافق خواہش تدبیر کرے
اور جو کچھ نتیجہ میسر آوے اُسپر راضی رہے اور یہ ہوس نہ کرے کہ بجائے اسکے اگر ایسا ہوتا تو بہتر تھا کیونکہ وہ نہین جانتا کہ ایسا ہونے کی حالت مین کیا پیش آویگا
ہان اللہ تعالیٰ سے ثبات یقین و استقامت دین کی درخواست کرتا رہے اور جو کچھ حکیم عزوجل نے مقدر فرمایا اُسپر بخوشی راضی ہو دیکھو آنکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب
عورتون کے نرغے مین پڑے تو اللہ تعالیٰ سے اُنکے مکر سے حفاظت چاہی اور اسکے ساتھ بلاء الٰہی بھی پسند کی یعنے قال رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ کہا اے رب عورتین جو مجھکو
خواہش کرتی ہین انمین مبتلا ہونے سے مجھکو قیدخانہ زیادہ محبوب ہے حالانکہ قیدخانہ مین جا کر گھبرانے لگے لیکن وہان صبر کرنا بھی اُنھین کی شان عزیمت کا
کام تھا چنانچہ سورۂ یوسف کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا قولہ تعالیٰ - وضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ - اللہ تعالیٰ نے سرکشی کی عقوبت مین موجودہ
سے پہلے اُنپر شیطان کی پیروی کی وجہ سے ذلت کا داغ دیدیا تھا اور دنیا کی محبت کا لباس پہنایا کہ جس سے وہ آخرت سے بخیل تھے کہ رضاء الٰہی آخرت
کی جانب رجوع نہین کرتے تھے - بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُنکی مسکینی حرص دنیا کے لباس مین ہے اور ذلت اس مال دنیا کی بخیل کے پیرایہ مین ہے
عس - اگر کہا جاوے کہ کیا بنی اسرائیل سب ایسی قسم کے ناکارہ لوگ تھے جواب یہ ہے کہ ہر قوم مین اکثر کا اعتبار ہوتا ہے پس اکثر اوقات انمین جاہلون کا
غلبہ زیادہ ہوتا تھا جس سے فسق و فجور پڑ جاتا تھا اور جو اُنمین اولیاء و صالحین گذرے وہ بھی بہت ہین قال تعالیٰ -

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

یونہی جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاری اور صابئین جو کوئی ایمان لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر

الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اور کام کیا نیک تو اُنکو ہے اُنکی مزدوری اپنے رب کے پاس اور نہ اُنکو ڈر ہے

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اور نہ وہ غم کھاوین

اس آیت کی تفسیر مین مفسرین کے دو قول ہین ایک یہ کہ اسمین موجودہ قومون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیکا بیان
ہے اور اُسکا حاصل یہ ہے کہ - إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا - جو لوگ ایمان لائے - ف یعنے جن لوگون نے اُسوقت لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول اللہ کہا کہ اُنکا نام مسلم یا مومن کہلایا خواہ اُسنے دل سے کہا ہو یا منافق ہو - وَالَّذِينَ هَادُوا - اور وہ
لوگ جو یہودی بنے ہین - ف یعنے اپنے آپکو شریعت موسیٰ علیہ السلام و توریت پر قائم و یہودی کہتے ہین - وَالنَّصَارَىٰ
اور جو نصاریٰ کہلاتے ہین - ف یعنے اپنے آپکو تابع عیسیٰ علیہ السلام و شریعت توریت و انجیل کہتے ہین - وَالصَّابِئِينَ
اور وہ لوگ جو صابئین کہلاتے ہین - ف - غرض کہ اسوقت مین یہ فرقے جو مومنین و یہود و نصاریٰ و صابئین کہلاتے ہین

انکا انجام یہ ہے کہ انمین ہے۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ جو کوئی سچا یقین لایا اللہ تعالیٰ اور روز قیامت کا اور نیک کام کیا تو اُنکے لیے اُنکے پروردگار کے یہان اُنکا ثواب ہے اور اُنپر خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے۔ ف یعنے ان فرقون مین جو کوئی ایسا ایمان لایا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے اور وہ فقط اسی طور سے ہوگا کہ لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو سچے دل سے مانے تو وہ آخرت مین بخوف و غم ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ سابق مین جو پیغمبر و جو شریعت ہو وہ اب بالکل منسوخ ہے پس اب جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا وہی اللہ تعالیٰ کے یہان مقبول ہوگا ورنہ زبانی منافق بننے یا یہودی و نصرانی و صابی ہونے سے کچھ فائدہ نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر ایک قول ہے لیکن اس تفسیر کے موافق دہریہ و بت پرست وغیرہ کسی کا ذکر نہین ہے حالانکہ مقصود تو یہ ہے کہ اب دنیا مین خواہ کافر بت پرست ہو یا دہری نیچر ہو یا کسی پیغمبر و شریعت کا مقر ہو اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو سچے یقین سے مانے اور توحید قرآن کے موافق آخرت پر یقین لاکر نیک کام کرے تو اُسکے واسطے آخرت مین خوف سے نجات و بلند درجات ہین۔ دیگر علماء کے نزدیک اس آیت کے معنے یہ ہین کہ زمانہ سابق مین ہر پیغمبر کے واسطے ایک زمانہ تھا اور اُس زمانہ تک اُسی پیغمبر کی شریعت مقبول تھی جیسے اس زمانہ مین قیامت تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر خاتمہ ہے پس زمانہ موسیٰ علیہ السلام مین جو یہودی درحقیقت اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لایا اور زمانہ عیسیٰ علیہ السلام مین جو نصرانی درحقیقت ایمان لایا اور اب زمانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین جو کوئی درحقیقت مومن ہوا اُسکے واسطے آخرت مین نجات و درجات ہین چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیات مین عام طور پر یہودیون کی نافرمانیان دہتک حرمت و قتل انبیاء علیہم السلام کے افعال شنیعہ و نزول غضب الٰہی بیان فرماکر اس آیت مین آگاہ فرمایا کہ اگلی امتون مین بھی جس یہودی یا نصرانی یا صابی نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر یقین کیا جیسے اس زمانہ مین جو لوگ مومن کہلاوین اگر سچے دل سے اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر یقین لاوین تو اُنکے واسطے آخرت مین خوف و غم نہین ہے کیونکہ یہ لوگ اولیائے الٰہی ہین اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ آگاہ رہو کہ بیشک اولیاء الٰہی کا یہ مرتبہ ہے کہ اُنپر خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے۔ یعنے آخرت مین اُنکے لیے بخوف درجات بلند ہین۔ ابن ابی حاتمؒ نے بسند جید روایت کی کہ مجاہدؒ نے بیان فرمایا کہ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن راہب نصرانیون کا ذکر کیا جنھون نے مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب راہ بتلائی تھی یعنے عرب مین ایک پیغمبر آخر الزمان پیدا ہونے والے ہین اور نشانات سے اُنکا یہی زمانہ معلوم ہوتا ہے پس تم عرب مین جاؤ اگر تم اُنکو پاجاؤ تو تمھاری نہایت خوش قسمتی ہے اور مین نے اُن لوگون کی عبادت کا بھی ذکر کیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصاریٰ والصابئین الآیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قول صحیح کے موافق آیت کی تفسیر یہ ہے کہ۔ ان الذین آمنوا جو لوگ اس زمانہ مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ان مین مخلص و منافق دونون شامل ہین یا جو اسوقت مین بت پرست وغیرہ مومن ہوجاوین۔ والذین ہادوا اور جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت مین یہودی کہلائے۔ والنصاریٰ۔ اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت مین نصاریٰ کہلائے۔ والصابئین اور جو اپنے پیغمبر کے وقت مین صابئین کہلائے۔ تو ان مین صرف زبانی کہلانے کا کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ اُنکا حکم یہ ہے کہ من آمن باللہ والیوم الآخر جو اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لایا۔ وعمل صالحا۔ اور نیک کام کیا یعنے دل سے ایمان لایا و شریعت کی فرمانبرداری کی۔ فلہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ تو اُنکے واسطے اُنکے پروردگار کے نزدیک اُنکا ثواب ہے اور آخرت مین اُنپر خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہودیون کا ایمان یہ ہے کہ اُنھون نے توریت و سنت موسیٰ علیہ السلام کو مضبوط لیا پھر جب عیسیٰ علیہ السلام ہوئے تو عیسیٰ علیہ السلام

سے انکار نہین کیا اور جسنے انکار کیا وہ تباہ ہوا کیونکہ اُسوقت شریعت موسیٰ علیہ السلام جاری رہی تھی پھر جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاکر
نصرانی ہوے تو اُنکا ایمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بندہ پیغمبر ہین اور اُنہنے شریعت انجیل کے موافق توریت
پر بھی عمل کیا یہانتک کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کی وہ برباد ہوا شیخ نے لکھا کہ یہود نام رجوع
ہو دینی توبہ سے کہ ہے کیونکہ جب اُنھون نے مخالفت سے توبہ کی تو باہم یہود مشہور ہوے بعض نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام
یہودا تھا تو اُنھین کی نسبت یہودی کہلاتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اُنھین کی جانب نسبت پھیل جانے کی یہ وجہ ہوئی ہو کہ بنی اسرائیل
مین سلطنت اولاد یہودا مین رہی تو سلطان کی خوشامد سے لوگ اپنے کو یہودی کہتے ہونگے جیسے سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے جنکا نام مصلح الدین
تھا اپنے بادشاہ ابوبکر سعد کی جانب نسبت کرکے اپنا تخلص سعدی رکھا اور ابو عمرو بن العلاء نے کہا کہ تہوّد بمعنی تحرک ہے یعنی ہلنا کیونکہ یہ لوگ توریت
پڑھتے وقت ہلتے جاتے تھے مترجم کہتا ہے کہ سراج مین لکھا کہ یہودی دعوی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جسوقت توریت نازل کی تو زمین و آسمان
کو جنبش و حرکت ہوئی اسی سبب سے یہ لوگ توریت پڑھتے وقت ہلا کرتے تھے شیخ نے لکھا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوے
تو بنی اسرائیل پر اُنکی اتباع و نصرت واجب ہوئی تو جسنے نصرت کی وہ نصاری کہلایا کما قال تعالیٰ۔ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ اور بعض نے کہا
کہ یہ لوگ قریہ ناصرہ مین بسے اسلیے نصاری کہلائے اور یہی قول قتادہ و ابن جریج و روایت ابن عباسؓ ہے پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو خاتم النبیین تمام بنی آدم کی جانب بھیجا تو تمام یہود و نصاری و عرب و عجم سب پر آپکی اتباع فرض ہوئی کہ آپ پر ایمان لاوین اور اللہ تعالیٰ نے
آپکی بشارت جمیع اقوام کو اُنکے پیغمبرون کے ذریعہ سے پہونچائی تھی اور آپ کے امتیون کا نام مومنین رکھا کیونکہ انکے ایمان بہت قوی ہین اور اسوجہ
سے کہ یہ لوگ انبیاے سابقین و حالات آخرت پر ایمان لائے ہین رہا بیان فرقہ صابئین تو انمین اختلاف ہے چنانچہ مجاہد و عطا و سعید بن جبیر
و حسن بصری سے روایت ہے کہ یہ لوگ بے دین ہین اور ابو العالیہ و ربیع بن انس و سدی و ابو الشعثاء جابر بن زید و ضحاک و اسحق بن راہویہ کہا
کہ یہ لوگ اہل کتاب مین سے زبور پڑھتے ہین اسیواسطے امام ابوحنیفہؒ و اسحاقؒ نے کہا کہ اُنکا ذبیحہ کھانے و اُن کی عورتون سے نکاح کر لینے مین مضائقہ نہین ہے
اور ابن جریرؒ نے حسن بصریؒ سے روایت کی کہ زیاد کو خبر پہونچی کہ صابئین پانچون نمازین بجانب قبلہ پڑھتے ہین تو اُسنے چاہا کہ انسے جزیہ موقوف کرے
پھر اُسکو خبر پہونچی کہ یہ لوگ ملائکہ کی پرستش کرتے ہین۔ ابو جعفر رازی نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ یہ لوگ زبور پڑھتے اور قبلہ رخ نماز پڑھتے اور ملائکہ کی پرستش
کرتے ہین اور یہی قتادہؒ سے روایت ہے ابن ابی حاتم نے ابو الزناد سے روایت کی کہ صابئین ایک قوم ہے جو عراق کے متصل قریہ کوثی مین رہتے ہین اور
یہ لوگ جمیع انبیا کو مانتے اور سال مین تیس دن روزہ رکھتے ہین اور یمن کی جانب متوجہ ہوکر پانچ نمازین ہر روز پڑھتے ہین وہب بن منبہ نے کہا کہ یہ لوگ
لا الٰہ الا اللہ جانتے ہین اور اُنھون نے کوئی کفر نہین نکالا اور اُنکے واسطے کوئی شریعت بھی نہین ہے اور یہی قول عبد الرحمن بن زید سے مروی ہے اور خلیل نے کہا کہ وہ لوگ
اپنے کو دین نوح علیہ السلام پر سمجھتے ہین۔ قرطبی نے کہا کہ بعض علماء کے بیان سے یہ نکلتا ہے کہ وہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہین اور باوجود اسکے نجوم مین تاثیر قدرتی
اعتقاد کرتے ہین اسیواسطے ابو سعید اصطخری نے اُنکے کفر کا فتوی دیا اور امام رازی نے کہا کہ یہ لوگ کواکب کو قبلہ عبادت سمجھتے ہین یا اُنکا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اس عالم کی تدبیر ان کواکب کے سپرد فرمائی ہے اور یہی قول کشرانیون کا کہلاتا ہے جنکی ہدایت کے واسطے ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ سب
اقوال مین اظہر یہ ہے کہ یہ لوگ صرف لا الٰہ الا اللہ کہتے ہین اور وہ ان اقوام یہود و نصاری و مجوس و مشرکین کسی مین سے نہین ہین اسیواسطے
مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صابی کہتے تھے مترجم کہتا ہے بالکہ آیت قدسی کی تفسیر مختار سے یہ بات معلوم
ہوتی ہے کہ وہ لوگ اپنے وقت مین کسی نا پیغمبر حق پر ایمان لائے تھے اور قول امام رازیؒ سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ لوگ دین ابراہیم علیہ السلام پر ہین اور ظاہر

یہ معلوم ہوتا ہی کہ ابراہیم علیہ السلام ابتدا مین اعتقاد توحید تعلیم فرماتے تھے اور ظہور شریعت سے پہلے اُنھون نے بابل سے ہجرت فرمائی پس شاید اُنھون نے بشارت ابراہیم علیہ السلام سے شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام سیکھی پھر زمانہ دراز گذرنے کی وجہ سے ممکن ہی کہ بعضے اُن مین سے ستارے پوجنے لگے ہون جیسے نصرانیون نے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب کو پوجنا شروع کیا پس ظاہر یہی معلوم ہوتا ہی کہ صابی ایک فرقہ اہل دین مین سے ہی اگرچہ پچھلے زمانہ مین مشرک ہوگیا ہو اور یہی آیت قدسی کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہی پھر مین نے پایا کہ شیخ ابن تیمیہ نے منطقیین کے رد مین اسکے مانند فرمایا ہی لہذا القول امام ابوحنیفہؒ و اسحٰق بن راہویہؒ کے اُنکا ذبیحہ جائز اور اُنکی عورتون سے نکاح حلال ہوسنے اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہی اور شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ اُنکے تدین شریعت مین اختلاف کی وجہ سے شبہہ پیدا ہوا تو احتیاطاً حلت کا فتویٰ نہین دیا جائیگا واللہ تعالےٰ اعلم - (فائدہ) حدیث مین ہی کہ تین شخص ایسے ہین جنکے لئے اجر دوہرا ہی ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تو اُسکو دوہرا ثواب ملیگا اور دوم وہ مملوک جسنے اپنے مولیٰ کا حق خدمت ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کا حق عبادت بھی ادا کیا تو اُسکے لیے دوہرا ثواب ہی سوم وہ شخص جسکے تحت مین لونڈی تھی اسنے اُسکو ایمان و اسلام اچھی طرح سکھلایا پھر اُسکو آزاد کرکے اُس سے نکاح کرلیا تو اُسکو دوہرا ثواب ہی اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی امتون کی نسبت تمھاری بقا قیامت تک مثالاً اتنی ہی سی ہی جیسے عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت اور توریت والون یعنی یہود کو توریت دیگئی اُسپر اُنھون نے عمل کیا یہانتک کہ دوپہر ون آیا پھر عاجز ہوئے پس ایک ایک قیراط اپنی اجرت دیے گئے پھر انجیل والون یعنے نصاریٰ کو انجیل دیگئی سو اُنھون نے نماز عصر تک عمل کیا پھر عاجز ہوئے پس ایک ایک قیراط اپنی اجرت دیے گئے پھر ہم لوگ قرآن عطا کیے گئے سو ہمنے غروب تک عمل کیا پس ہم دو دو قیراط عطا کیے گئے اسپر پہلے دونون اہل کتاب نے کہا کہ اے پروردگار یہ لوگ دو دو قیراط دیے گئے اور ہم ایک ایک قیراط دیے گئے حالانکہ ہمنے انسے زیادہ کام کیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ کیا مین نے تمھاری اجرت مین تمکو کم دیا تو اُنھون نے کہا کہ نہین تو فرمایا کہ پھر یہ میرا فضل ہی جسکو چاہتا ہون دیتا ہون (البخاری و الترمذی و صححہ) پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دوسری بدعہدی اور اپنی نعمت یاد دلائی تو فرمایا

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا

اور جب لیا ہمنے قسرار تم سے اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہم نے دیا زور سے اور یاد کرتے رہو

مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

جو اُسمین ہے شاید تمکو ڈر ہو پھر تم پھر گئے اسکے بعد سو اگر نہوتا فضل اللہ کا

عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝

تمپر اور اُسکی مہر تو تم خراب ہوتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو عہد میثاق یاد دلایا یعنے جب اللہ تعالےٰ نے اُنکو توریت بھیجی اور اُنھون نے اُسکے احکام دیکھے تو اُسکے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم اسکو نہین لینگے پس اللہ عزوجل یاد دلاتا ہی وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ اور یاد کرو جب ہمنے تمسے عہد لیا ف یہ عہد اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا اور خطاب ان یہودیون کو کیا گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین موجود ہین کیونکہ یہ لوگ اپنے باپ دادون کے افعال پر فخر کرتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ قیامت تک اُنکی اولاد مین سے کوئی عذاب جہنم مین گرفتار نہوگا اور اگر عذاب ہوا تو صرف گنتی کے سات روز عذاب ہوگا

جتنے دن گوسالہ پوجا گیا تھا تو یہ لوگ اپنے باپ دادون کے ساتھ اپنے آپ کو سرعہد ومیثاق وعذاب وثواب مین داخل کرتے تھے لہذا
اُنکو خطاب فرمایا کہ تم وہ وقت یاد کرو جب تمہارے باپ دادون سے ہمنے عہد لیا کہ توریت پر قائم رہین اور اُنھون نے قبول کرنے سے
انکار اور عذر کیا کہ احکام بہت سخت ہین تو عذر مقبول نہوا۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ۔ اور ہمنے تمہارے اوپر طور کو بلند کیا۔ ف
طور ہر ایسے پہاڑ کو کہتے ہین جسپر سبزہ ہو اور خاص اُس پہاڑ کا بھی نام ہے جسپر موسیٰ علیہ السلام کو مناجات ہوئی اور یہان احتمال ہے
کہ بطور اعجاز قدرت کے یہی پہاڑ اُنکے سر پر بلند کیا گیا ہو جیسے کہ ابن عباس ومجاہد وعطاء وعکرمہ وحسن وضحاک وربیع بن انس وغیرہم
نے بیان فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ توریت بھی کوہ طور پر عطا ہوئی اور اُسی کے نواح مین یہ لوگ چڑھے ہوئے تھے تو ظاہر یہی ہے کہ اسی
پہاڑ کو اُنپر بلند فرمایا اور حکم ہوا۔ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ لو اس کتاب کو جو ہمنے تمکو عطا کی بقوت۔ ف یعنے بعزم
قوی وجزم فرمانبرداری اس توریت کو لو۔ وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ۔ اور جو کچھ اسمین ہے اُس سے نصیحت حاصل کرو۔
ف۔ یعنے اسکے معارف وحقائق سے آراستہ ہو اور اسے سے اخلاق ظاہر وباطن درست کرو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝
شاید تم عذاب سے بچو۔ ف یعنے امید رکھو کہ اس طرح طاعت ومعرفت سے اللہ تعالےٰ تمکو عذاب سے نجات عطا
فرماویگا۔ لعلکم تتقون۔ کے یہ معنے ہین کہ ایسا کرو تا کہ تم عذاب سے بچو۔ سدیؒ نے فرمایا کہ جب اُنھون نے انکار کیا تو
اللہ عزوجل نے پہاڑ کو حکم دیا جو اُنکے سر پر آیا اور قریب تھا کہ انپر گر پڑے پس گھبراکر سجدہ مین گر پڑے اور ایک آنکھ
کے کنارے سے دیکھتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور عذاب دور کردیا لہذا یہودی اسیطرح سجدہ کرتے ہین کہ ایک طرف
آنکھ کھلی رکھتے ہین اور کہتے ہین کہ واللہ یہی سجدہ خوب ہے جس سے اللہ تعالےٰ نے عذاب دور کیا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ معجزہ
قدرت قطعی ثابت ہے اس دلیل سے کہ قرآن مجید مین متواتر منقول ہے اور قرآن مجید مین جس وقت نازل ہوا تو یہودیون
کی مذمت کے طور پر نازل ہوا حالانکہ اُسوقت لاکھون یہودی موجود تھے اور کسی نے اسکا انکار نہین کیا کیونکہ خود یہودیون
مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے برابر متواتر منقول ہے پس کسیکو انکار کی مجال نہین ہوسکتی اور اسسے آیات قرآنی کا
لطف ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آیات قدرت اس طور پر نازل فرمائین کہ گویا وہ اس امت مین واقع ہوئی ہین کیونکہ اگر اسوقت کوئی
قوم نافرمان بناکر اُسپر یہ پہاڑ اسطرح سایہ کیا جاتا تو وہ بھی ویسا ہی قطعی ہوتا جیسا نقل متواتر قطعی ہے اور ہمارے زمانہ مین بعض نیچریون نے
جب دیکھا کہ اس نقل متواتر کا انکار ممکن نہین ہے تو اُسنے اسکے معنے مین تحریف کی اور کہا کہ۔ ورفعنا فوقکم الطور سے یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ ایک
پہاڑ کے نیچے کھڑے کیے گئے تھے اور وہان حکم دیا گیا تھا کہ تم توریت کو مانو تو گویا پہاڑ انکے اوپر تھا جیسے بولا کرتے ہین کہ ہم لوگ پہاڑ کے
نیچے پہونچے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بہتان صریح وکذب باطل ہے کیونکہ اول تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے سورہ مین فرمایا۔ واذ نتقنا الجبل فوقهم كانه ظلة
وظنوا انه واقع بهم خذوا ما آتيناكم بقوة واذكروا ما فيه لعلكم تتقون۔ یعنے جب ہمنے پہاڑ اُٹھا کر اُنکے اوپر بلند کیا گویا وہ سائبان ہے اور اُنھون نے یقین کیا کہ اُنپر گرنے والا
ہے آخر تک۔ یہ صریح ہے کہ وہ آیت قدرت کے طور پر اپنے مقام سے اُٹھا کر اُنکے سر پر بطور چھپر یا ظلہ ابر کے آیا تھا اور ڈرتے تھے کہ اُنپر ڈال دیا
جاویگا دوم یہ کہ اسیطرح یہود مین متواتر منقول ہے جسطرح ہمنے بیان کیا تو متواتر مین اس نیچری کی تحریف محض باطل ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ خالی
پہاڑ کے نیچے کھڑے ہونے مین کیا خوف وتہدید ہے اور جب یہود مین اسی کیفیت کے ساتھ متواتر منقول ہے تو آپکی تحریف کیونکر رائج ہوسکتی ہے اور اسیلئے
جب قرآن مجید نازل ہوا تو لاکھون ان یہودیون مین سے کسی نے انکار نہ کیا باوجودیکہ یہ اُنکی مذمت تھی کیونکہ متواترات کا انکار کسی سے

سکتی نہین ہے اور اسکے سچ ہونے مین کسیکو شک نہین ہو سکتا سواے اپنے ہی لوگون کے جو دن دوپہر کو آفتاب سے منکر ہین الغرض اللہ
تعالی نے یاد دلایا کہ اے یہود دیکھو توریت تمپر نازل کی گئی اور وہ عین ہدایت و نور تھی پھر تمنے اسپر عمل کرنے مین اسقدر جھگڑا کیا کہ
آخر تمپر ایک پہاڑ بلند کیا گیا تب تمنے اقرار کیا حالانکہ یہ تمہاری سفاہت تھی کہ تمنے عین ہدایت کو لینے مین اسطرح انکار کیا
واضح ہو کہ جب انھون نے توریت کو قبول کیا تو ایک مدت تک بہت لوگ صلحا و علما اسی عہد پر قائم رہے حتی کہ انھین مین انبیاء
و صالحین گذرے ۔ ثُمَّ تَوَلَّيْتُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ پھر تمنے اسکے بعد پیٹھ پھیری ۔ یعنی اپنے عہد و میثاق
توریت سے خلاف کرنے لگے لیکن اللہ عزوجل نے حضرت داود و سلیمان و اشمویل وغیرہ انبیا علیہم السلام بھیجکر انکو نصیحت فرمائی اور
اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے پھر انکی جماعت مجتمع اور کلمہ پابند رکھا جیسے امت اسلامیہ مین ہر صدی مین بمنزلہ انبیاء بنی اسرائیل کے علما صالحین
ہوتے رہے ہین جو انکو راہ پر لاتے رہتے ہین پھر اگر عوام سمجھا دین اور مانین تو جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالی کی رحمت ہے چنانچہ بنی اسرائیل پر
احسان رکھا اور فرمایا ۔ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ ۝
اور اگر اللہ تعالی کا فضل و اسکی رحمت نہوتی تو تم لوگ خاسرین مین سے ہو جاتے ۔ یعنی دنیا ہی مین عذاب سے ہلاک
ہو کر آخرت کی خواری مین پڑ جاتے ۔ واضح ہو کہ بنی اسرائیل مین انکی تنبیہ کے واسطے بہت ایسے امور واقع ہوتے تھے جس سے انکو
تنبیہ و تہدید رہے چنانچہ روایت ہے کہ جب بنی اسرائیل مین سے کوئی شخص گناہ کرتا تو صبح کو اسکے دروازے پر لکھا ہوا ملتا کہ فلان
شخص نے رات کو ایسا گناہ کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ بعض خاص گناہون کے بارہ مین تھا اور عموماً ہر گناہ مین نہین تھا یا خاص
اہل بیت المقدس یا فلان کے ساتھ خاص ہو واللہ اعلم اسیطرح بعض بدکارون کی نسبت منقول ہے کہ اسکو دفن کرتے تو دوسرے روز
دیکھا کہ اسکو زمین نے نکال پھینکا ہے پھر اسکو دفن کیا تو پھر یہی ہوا اسیطرح بار بار ایسا واقع ہوا آخر لوگون نے لاچار ہو کر اسکو چاہ مین
ڈال دیا غرض کہ جب کوئی قوم ایسا گناہ کرتی تھی جس سے شریعت کی ہتک حرمت ہو کر عوام مین فساد پھیلے تو ایک تنبیہ
کیجاتی تھی جس سے لوگون کو تہدید ہو اور اسی قسم سے اصحاب السبت کا قصہ ہے جو زمانہ داود علیہ السلام مین واقع ہوا اور وہ
یہودیون مین متواتر منقول بلکہ انکی تاریخ کے طور پر قرآن شریف مین مذکور ہے چنانچہ فرمایا ۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝
اور جان چکے ہو جنھون نے تم مین زیادتی کی ہفتے کے دن مین تو ہمنے کہا ہو جاؤ بندر پھٹکارے
فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝
پھر کیا ہمنے وہ دہشت رکھی اس شہر کے روبرو والون کو اور پیچھے والون کو اور نصیحت رکھی ڈر والون کو

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کے ساتھ برکت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک نظر رحمت رکھی تھی کہ اس
زمانہ کے اہل عالم پر انکو فضیلت دی اور انکی ہدایت آخرت کے اسباب قائم رکھے تھے کہ موسی علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی اور
دوبارہ بنی اسرائیل مین حضرت عیسی علیہ السلام تک یہی دستور انھین پر قائم رہی یا بادشاہ چند احکام کے جو انکی اپنی سوچ سے کیے گئے تھے پھر
موسی علیہ السلام کے بعد یوشع علیہ السلام بنی ہوے پھر کالب [illegible] بنی اسرائیل کے بت پرست ہو جاتے تھے کہ ابن الیاس و یسع
علیہم السلام پیغمبر ہوتے آئے لیکن اکثر بادشاہون کی فرمانبرداری مین فساد شریعت ہوتا تھا حتی کہ داود علیہ السلام جو بادشاہ تھے پیغمبر ہوے

ہوگئے جو بندروں کی بولی بولتے تھے۔ محمد بن اسحٰق نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ہفتہ
میں ایک دن خالص عبادت کے لیے فرض کیا تو اُنھوں نے جمعہ چھوڑ کر سنیچر اختیار کیا پھر اُنھوں نے عہد و میثاق الٰہی میں نافرمانیاں کیں
تو اللہ تعالیٰ نے اُنکو امتحان میں ڈالا اور یہ ایک قریہ قریب مدین کے تھا جو سمندر کے کنارے واقع ہے پھر جب سنیچر کا روز ہوتا تو چھوٹی
بڑی مچھلیاں بکثرت سمندر پر منہ نکالتی تھیں اور جب سنیچر کا روز گذر جاتا تو نہیں معلوم کہ سمندر کی تہ میں کہاں چلی جاتی تھیں اور یہ خود اُنکے
واسطے عبرتناک واقعہ تھا اسپر ایک زمانہ دراز گذر گیا تو ایک روز اُنمیں سے ایک شخص نے سنیچر کو ایک مچھلی پکڑ کر تاگے سے باندھی اور دریا میں
چھوڑ کر میخ سے وہ تاگا باندھ دیا پھر جب اتوار کا روز ہوا تو اُسکو پکڑ کر کھینچ لیا اسیطرح اُسنے دوسرے سنیچر کو بھی ایسا ہی کیا اور رفتہ رفتہ
لوگوں کو اُسکا حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے بھی اسیطرح خفیہ یہ حرکت کرنی شروع کی اور اسپر ایک زمانہ دراز گذر گیا اور اللہ تعالیٰ نے
ہنوز اُنپر کوئی عقوبت نہیں نازل فرمائی تب تو یہ لوگ دلیر ہوگئے اور اُنھوں نے علانیہ پکڑ کر بازار میں بیچنی شروع کیں جب سب لوگوں
نے دیکھا تو اُنمیں تین فریق ہوگئے ایک فریق ان شکار کرنے والوں کے ساتھ ہوا اور دوسرے فریق نے ان سے نفرت کی اور انکے ساتھ
میل جول ترک کیا اور تیسرے فریق نے انکو منع کرنا شروع کیا ہر چند یہ لوگ منع کرتے تھے وہ نہیں مانتے تھے حتیٰ کہ خاموش گروہ نے ان منع
کرنے والوں سے کہا کما قال تعالیٰ۔ لم تعظون قوما اللّٰہ مھلکھم او معذبھم عذابا شدیدا۔ یعنے تم لوگ کیوں ایسی قوم کو نصیحت کرتے ہو جنکو
اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب کرنے والا ہے۔ یہ بات اُنھوں نے اس فرقہ کے ہٹ کرنے پر اپنے گمان کے موافق بیان کی
حالانکہ علم الٰہی میں یوہیں واقع ہوا تھا غرض کہ اس گانوں کے اسی ہزار آدمیوں میں کے تین گروہ میں سے ایک نے صریح سنیچر کی بے حرمتی کرنی
شروع کی کہ سنیچر کو بے تکلف مچھلیاں پکڑ کر بیچنے و کھانے لگے اور بارہ ہزار آدمیوں کے گروہ نے اُنکو تاکید شدید منع کرنا شروع کیا اور
تیسرے گروہ نے سکوت کیا مگر اُنکے اس فعل کو دل سے بُرا جانا پھر جب بیباک گروہ نے نصیحت کرنے والوں کا کہنا نہ مانا تو اُنھوں نے
کہا کہ واللہ ہم تمہارے ساتھ ایک گانوں میں نہیں رہینگے پس اُنھوں نے درمیان میں سے دیوار کھینچ لی اور بیباکوں نے سمندر کی جانب اختیار
کی پھر ایک روز نصیحت کرنے والا گروہ اپنے دروازوں سے نکلکر کھیتی باڑی و بازاروں کے کام کاج کو آئے تو بدکاروں میں سے کسیکو نہ
پایا اور اُنکی جانب سے سوائے ناگوار آوازیکے اور کوئی آواز بھی نہیں سنائی دیتی تھی پس ناصحین نے درمیانی دیوار سے جھانکا اور کچھ لوگوں نے
اُنکے دروازے جاکر کھٹکھٹائے مگر دروازے نہ کھلے اور دیوار پر جھانکنے سے معلوم ہوا کہ وہ بندر ہوگئے اور بندروں کی طرح چھپا کر روتے
ہیں اور اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے ہیں۔ امام ابن کثیر نے اس مقام پر سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے آثار نقل فرمائے جس سے
یہ بات ظاہر ہو کہ مجاہد سے جس راوی نے یہ روایت نقل کی کہ یہ لوگ باطن میں مسخ ہوئے ظاہر میں مسخ نہیں ہوئے تھے پس اُسی راوی کا
وہم ہے جسنے حضرت مجاہدؒ کا قول نہیں سمجھا چنانچہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب یہ فریق درمیانی دیوار سے جدا ہوگئے تو ایک عرصہ تک اسی حال پر رہے
اسکے بعد ایک روز منع کرنے والا گروہ نکلکر اپنے راستوں و بازاروں و مسجدوں میں آیا اور وہاں اُسنے بیباک گروہ میں سے کسیکو نہ پایا
تو آپس میں کہنے لگے کہ شاید اُنمیں کوئی معاملہ پیش آیا ہے تو چلکر دیکھیں کہ کیا بات ہے پھر اُنکے دروازوں کو جاکر بند پایا کیونکہ جب وہ لوگ
گھروں کو آئے تھے تو اپنے دروازے بند کر لیتے تھے پھر صبح کو یہ لوگ بندر ہوگئے تو وہ کواڑے اُسیطرح بند پڑے رہے پھر جب ان لوگوں نے
اُنکی حالت دیکھی تو بندر ہوجانے کے باوجود آدمی جسکو پہچانتا تھا بعینہ اُسکو اس حالت میں بھی پہچانتا تھا حالانکہ وہ بندر کی صورت
میں تھا اور عورتیں بندریا کی صورت میں تھیں اور بچے بھی بندروں کی صورت میں ہوگئے تھے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ واللہ اگر منع کرنے

والے لوگ منع نکرتے تو وہ بھی بندر ہو جاتے ضحاک نے بھی ابن عباسؓ سے اسکے مانند روایت کیا سدی نے کہا کہ اللہ تعالی نے
یہود پر سنیچر کی تعظیم فرض کر دی تھی کہ اُس دن سوا ے عبادت کے کوئی کام نکریں پھر سمندر کے کنارے ایک گاؤن تھا جو نافرمانیوں کے
سبب سے آزمایش میں ڈالا گیا کہ سنیچر کے روز سمندر سے مچھلیاں اپنا سر نکالتیں اور پانی کی سطح پر اُتراتی رہتی تھیں اور جب سنیچر کا دن گذر جاتا
تو سب پانی کی تہ میں بیٹھ جاتیں اور کوئی مچھلی نظر نہ آتی یہانتک کہ پھر سنیچر کا دن آتا تو پھر اُسیطرح بکثرت ظاہر ہوتی تھیں آخر ایک شخص نے
سمندر کے کنارے ایک حوض بنایا اور سمندر تک ایک نالی کاٹی تو سمندر کی لہر سے مچھلیاں اُس حوض میں گرتیں اور نکل نہیں سکتی تھیں
پھر وہ دوسرے روز جاکر پکڑ لاتا تھا اور اُسکی خوشبو اُسکے پڑوسیوں کو پہونچی تو آخر اُنھوں نے پتہ لگا کر یہ بات دریافت کی اور رفتہ رفتہ اُن
لوگوں نے بھی مچھلیاں پکڑنی شروع کیں جب اُنکے علما کو خبر ہوئی تو اُنھوں نے لوگوں کو جھڑکا اور ڈرایا کہ اللہ تعالی سے خوف کرو
تو اُنھوں نے کہا کہ ہم تو انکو اتوار کے روز پکڑا کرتے ہیں فقہا نے فرمایا کہ نہیں یہ حیلہ بازی تمکو جائز نہیں لیکن ان لوگوں نے اپنی راے کو قول دیا
اور علما کا کہنا نہ مانا سوا ے ایک گروہ کے جنہوں نے اجتناب کیا پھر اہل طاعت نے کہا کہ واللہ ہم تمہارے ساتھ ایک گاؤن میں نہ رہیں گے
انھوں نے گاؤن کا بٹوارہ کر کے درمیان میں ایک دیوار قائم کی پھر ایک روز اہل طاعت اپنے دروازوں سے نکلے تو گناہگاروں کا دروازہ نہیں کھلا
آخر مسلمانوں نے دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو ناگاہ نظر آیا کہ وہ لوگ بندر ہو گئے ہیں مجاہد نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جن لوگوں نے
سنیچر کی بے حرمتی کی تھی وہ ایکبارگی بندر ہو گئے پھر یہ لوگ سب مر گئے اور کسی مسخ شدہ کی نسل نہیں رہی ضحاک نے ابن عباسؓ سے
روایت کی کہ اللہ تعالی نے اُنکی بدکرداریوں کی وجہ سے کہ اُنھوں نے فرمان الٰہی کی بے حرمتی کی تھی بندر کر دیا پھر تین دن سے زیادہ
زندہ نہیں رہے اور فرمایا کہ کوئی مسخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہی اور نہ اُسنے کھایا اور نہ پیا اور نہ اُسکی نسل ہوئی اور
یہ بندر اور سور تو مخلوق پیدا کرتے ہی کے وقت اللہ تعالی نے پیدا فرمائے تھے اور اس قوم کو اللہ تعالی نے اپنی قدرت دکھلانے کے واسطے
بندروں کی صورت میں ہلاک کیا اور اللہ تعالی قادر مختار ہے کہ جب کبھی جس کسی شخص کے واسطے چاہے اسیطرح صورت بدل سکتا ہے
یہ روایات صریح ہیں کہ یہ لوگ ظاہر و باطن دونوں طرح مسخ ہو گئے تھے اور یہی صحیح ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ آئین کامل عبرت اور نصیحت ہے کہ
ہمیشہ حرمت سے باز رہیں اور جن چیزوں کو اللہ تعالی نے حرام فرمایا ہے اُسکو حلال کرنے میں حیلہ بازی نکریں تاکہ آخر کبھی یہی بلا طاری نہو
مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت دعا و رحمت الٰہی سے اس امت پر ظاہری صورت یا عام تباہی کا
عذاب نہیں آئیگا کیونکہ اسکے بعد کوئی دوسری امت آنے والی نہیں ہے جسکے واسطے نصیحت ہو بلکہ قیامت متصل ہے جس میں اُنکا فیصلہ کیا جاوے گا
لیکن دوسری احادیث میں آیا کہ اس امت میں بھی خسف و مسخ ہے یعنی کچھ لوگ زمین میں دھنسا دیے جاوینگے اور کچھ مسخ کیے جاوینگے (سنن)
اور حدیث میں آیا کہ ایک خسف بجانب مشرق اور ایک خسف بجانب مغرب اور ایک خسف جزیرۂ عرب میں ہوگا (سنن وغیرہ) اہل علم سے
دو تاویلیں منقول ہیں ایک یہ کہ جب قیامت قائم ہونے کے آثار شروع ہو جاوینگے اور قرآن مجید اُٹھا لیا جاویگا اُس وقت خسف و مسخ واقع ہوگا
لیکن مترجم کہتا ہے کہ اس تاویل میں تردد ظاہر ہے اسواسطے کہ جب شریعت مفقود ہو جاوے تو اُس وقت اس امت میں تمدید نہ ہوگی بلکہ شرار امت ہونگے
عائشہؓ کی حدیث میں ہے کہ انکو یہ شبہ پیدا ہوا کہ کیونکر حتی کہ جب بدکار زمین میں دھنسا دیے جاوینگے حضرت ام المومنینؓ نے پوچھا کہ اگر انمیں نیک لوگ
بھی پکڑے گئے ہوں تو فرمایا کہ وہ لوگ اپنی نیتوں پر اُٹھائے جاوینگے (الصحیحین) اس سے ظاہر ہوا کہ اُس وقت شریعت و صالحین باقی ہونگے
تاویل دوم یہ ہے کہ اس امت میں حالت شریعت میں مسخ ہوگا لیکن مسخ دو طرح ہوتا ہے اول یہ کہ ظاہر و باطن دونوں مسخ ہو جاوے لیکن

حدیث اول سے ظاہر ہوا کہ اس امت میں ظاہری عذاب نہوگا تو یہ مسخ باطنی ہے لہذا ایک جماعت کثیر مشائخ کشف و شہود سے منقول ہے کہ انہوں نے بعض روافض و خوارج کو گدھے و بندر و سور کی شکلوں میں دیکھا چنانچہ تاریخ امام یافعی و ملا جامی میں یہ روایات مذکور ہیں اور امام غزالی علیہ الرحمۃ نے کتاب الاحیاء میں اسکے تحقیق اسرار کا اشارہ فرمایا ہے اور جس شخص نے روافض و خوارج وغیرہ کے خیالات کو نظر تحقیق سے ملاحظہ کیا وہ مفسد یہود یون و نصرانیون سے انکی مشابہت کامل پاتا ہے اور حدیث معروف میں خود تصریح موجود ہے کہ اس امت والے بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم ہو جاوینگے پس یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرن مبارک سے بہت قریب واقع ہوئی پس حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو باتین فرض فرمائی انکی ہتک حرمت سے پرہیز کرے اور وبال مسخ سے خوفناک ہو اور اسمین حیلہ بازی کو دخل نہ دے اسیواسطے جماعت کثیر علماء نے شراب کو سرکہ کرنے سے پرہیز کیا اور اسیطرح کسی حکم کے متغیر کرنے کیواسطے شرعی حیلہ کرنا حرام ہے مثلاً بعضے لوگ رہن کی منفعت اٹھاتے ہین جو حقیقت میں سود و حرام ہے حیلہ بازی کرتے ہیں اور بعضے لوگ زکوٰۃ ساقط کرنے کے واسطے حیلہ نکالتے ہیں اور یہ سب تقویٰ کے خلاف ہے پس چاہیے کہ ایسے حیلہ سے پرہیز کرے قال ابو عبداللہ بن بطۃ حدثنا احمد بن محمد بن مسلم حدثنا الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی حدثنا یزید بن هارون حدثنا محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی هریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترتکبوا ما ارتکبت الیهود فتستحلوا محارم اللہ بادنی الحیل یعنی ابو عبداللہ بن بطہ نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اسکا مرتکب نہو جسکا مرتکب یہود ہوئے کہ ادنیٰ حیلہ کے ساتھ محارم الٰہی کو حلال کرنے لگو ابن کثیر نے ان احکام شرعیہ میں سے آسان و سہل کا اختیار کرنا بیان کیا یہ سب ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے واسطے نرم و آسان پسند فرماتے تھے کیونکہ شرعی اختیار کرنا ایک وسوسہ شیطانی ہوتا کہ آخرت و حقوق میں نتیجہ ہو اور احکام الٰہی میں حیلہ بازی کرنا نفس کا مکر و خیانت ہے جسمیں دنیا و آخرت میں رسوائی ہوتی ہے چنانچہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے دنیا و مال کے پیچھے حقیقت میں اپنی میراث تھا اسے مکر کرکے حیلہ بازی سے اپنی موروثی کو مار ڈالا اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں بھی خوار و محروم ہوا اور عاقبت کا خوف عذاب باقی رہا اور اسکے ساتھ کچھ لوگوں نے دین کے معاملہ میں اپنے اوپر سختی اٹھائی آخر انکی مشقت میں مبتلا ہوئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو جسمین عجیب قدرت توحید کا بیان بھی شامل ہے عبرت و نصیحت و تحقیق ایمان توحید کے واسطے بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦٓ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تَذْبَحُوا۟ بَقَرَةً ۖ قَالُوٓا۟ أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اللہ فرماتا ہے تمکو کہ ذبح کرو ایک گائے بولے کیا تو ہمکو پکڑتا ہے ٹھٹھے مین

قَالَ أَعُوذُ بِٱللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ ٱلْجَٰهِلِينَ ۝ قَالُوا۟ ٱدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِىَ ۚ

کہا پناہ اللہ کی اس سے کہ میں ہوں نادانوں میں بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کردے ہمکو وہ کیسی ہے

قَالَ إِنَّهُۥ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَٱفْعَلُوا۟ مَا تُؤْمَرُونَ ۝

کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بن بیائی میانہ ہے انکے بیچ اب کرو جو تمکو حکم ہے

قَالُوا۟ ٱدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُۥ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ

بولے کہ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کردے ہمکو کیسا ہے رنگ اسکا کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک گائے ہے زرد ڈہڈہا

لَّوْنُهَا تَسُرُّ ٱلنَّٰظِرِينَ ۝ قَالُوا۟ ٱدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِىَ إِنَّ ٱلْبَقَرَ تَشَٰبَهَ

رنگ اسکا خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو بیان کردے ہمکو کس قسم میں ہے گایوں میں شبہ پڑا ہے

عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ

اور ہم اللہ نے چاہا تو راہ پالین گے کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک گائے ہے محنت والی نہیں

تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ۭ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۭ

کہ باہتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیت کو بدن سے پوری ہے داغ کچھ نہین اُس مین بولے اب لایا تو ٹھیک بات

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

پھر اُسکو ذبح کیا اور لگتے نہ تھے کہ کرینگے

ع ۱۰

واضح ہو کہ اس قصہ مین بھی آیات قدرت و دلائل معرفت بہت ہین اور جسقدر قرآن مجید مین مذکور ہوا اور آیندہ روایات مین ابتدا سے قصہ اور اسکا نتیجہ مذکور ہوگا اسقدر بیان قطعی ہے امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ زیادہ تفصیل مین کوئی حکم دنیاوی یا معرفت اعتقادی کی ضرورت نہ تھی ورنہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا تو ہمکو تفصیل کی کوئی حاجت نہین ہے لیکن بعض علماے سلف سے تفصیلی روایات ہین شیخ نے کہا کہ یہ تفصیلی روایات جو حضرت عبیدۃ السلمانی و ابو العالیہ و سدی رحمہم اللہ تعالیٰ سے بلکہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہین ظاہراً یہود و نصاریٰ کی کتابون سے ماخوذ ہین اور انکے نقل کرنے مین کوئی مضائقہ نہین ہے اگرچہ ہم انکی تصدیق یا تکذیب نہین کرتے سوا اسکے کہ وہ حق صریح کے مخالف ہون پھر شیخ نے ہر ایک کی روایت کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا لیکن مترجم کے نزدیک یہ مناسب معلوم ہوا کہ اس تکرار کو حذف کرکے روایات کا لب لباب لے لیا جاوے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان آیات مین اپنی قدرت یاد دلائی کہ حشر قیامت مین مردون کو زندہ کرنے کا نمونہ قدرت سے انکو بقرہ کے قصہ مین دکھلایا کہ ایک مقتول نے زندہ ہو کر اپنا قاتل بتلایا مترجم کہتا ہے کہ مدارک وغیرہ مین مذکور ہے کہ اس واقعہ مین تین حکمتین شامل تھین ایک یہ کہ بنی اسرائیل مین سے بعضے لوگون کے دلون مین تردد تھا کہ قیامت مین کیونکر مردے زندہ ہونگے دوم یہ کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص صالح رہتا تھا اور اسکے پاس ایک گائے کا بچہ تھا اُسنے مرتے وقت اپنی نابالغ اولاد کو دیکھکر اپنی نیک بی بی کے مشورہ سے اس بچھیا کو ایک جنگل مین اللہ تعالیٰ کی امانت مین چھوڑ دیا اور اس نیک عورت نے اپنے یتیم بچے کی پرورش کی جب لڑکا وہ جوان ہوا تو وہ بھی ایسا شائستہ نکلا کہ اپنی بوڑھی مان کی بہت خدمت گذاری کرتا تھا مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین اگلی امتون مین سے ایک شخص کا حال مذکور ہے کہ اسکے پاس ایک گائے تھی جس پر اسکی بسر اوقات تھی اور وہ اپنی والدہ کی بہت خدمتگذاری کیا کرتا تھا حتی کہ اسکی والدہ جب دودھ پیکر سیر ہو جاتی تھی تب باقی وہ اپنے بال بچون کو دیتا تھا چنانچہ ایک روز اسکو آنے مین دیر ہوئی کہ اسکی والدہ سو گئی اور وہ دودھ دوہکر اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھا کہ جب وہ جاگے تب اسکو پلا کر بال بچون کو دے اور اسکے بچے بھوک سے اسکے پیرون کے پاس بلبلاتے تھے مگر وہ برابر کھڑا رہا یہانتک کہ صبح ہو گئی (کما قال النبی ﷺ) مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ وہی شخص ہو یا کوئی دوسرا شخص ہو بہرحال ایک روز اسکی مان نے کہا کہ تیرے باپ نے فلان جنگل مین ایک گائے بحفاظت الٰہی ودیعت رکھی ہے اب تو اسکو اسی امانت کے ساتھ لے آ تو اسنے جا کر امانت الٰہی عز و جل کا واسطہ دیا تو دیکھا کہ جنگل سے ایک گائے نہایت تندرست و توانا چمکتا رنگ زرد خوشنما جیسے خدا فرماتا ہے دوڑ کر اون کی طرح اسکے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور وہ اسکو اللہ تعالیٰ کے نام سے پکڑکر روانہ ہوا اور راہ مین بقدرت الٰہی وہ گائے بولی کہ اے فرزند تو اپنی مان کے خدمتگذار کیون پیدل چلتا ہے مجھ پر سوار ہو اُسنے یہ سنکر تعجب کیا اور کہا کہ اے نیک جانور مجھکو میری مان نے یہ حکم نہین دیا کہ مین تجھ پر سوار ہون اُسنے کہا کہ تو نے خوب کیا اور اگر تو مجھ پر سوار ہو جاتا تو پھر تیری اطاعت مجھ پر لازم نہ ہوتی و مین چھوٹ کر جنگل مین پہونچتی پھر جب وہ اپنی مان کے پاس لایا تو اُسنے اجازت دی کہ اسکو بازار مین فروخت

کر کے اپنے اہل وعیال کی پرورش مین مدد حاصل کرے لیکن کہا کہ جو دام لگین بغیر میرے مشورہ کے نہ بیچیو پس یہ لیگیا اور ناگاہ
ایک شخص ملا جسنے کچھ دام لگائے تو اُسنے کہا کہ بہتر مین اپنی مان سے دریافت کرلون اُسنے کہا کہ بغیر مشورہ کے مین دوچند دام دیتا ہون اُسنے
نہ مانا غرض کہ کئی روز تک ایسا ہی اتفاق ہوا کہ وہ بغیر مشورہ کی شرط پر دام بڑھاتا جاتا تھا آخر اسکی مان نے پہچانا اور کہا کہ آج تو اُس سے
کہیو کہ اے بندۂ خدا تہکو اس گاے کے بارہ مین کیا مشورہ دیتا ہے بیٹے اس نیک بڑھیا نے پہچانا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے یا اولیاء اللّٰہ مین سے کوئی
بندہ ہے پس اس شخص نے کہا کہ اپنی مان سے میرا سلام کہہ اور تاکید کیجیو کہ اس گاے کو اپنے پاس رکھے یہانتک کہ عنقریب بنی اسرائیل کو اسکی ضرورت
ہوگی تو اُسکے برابر دام لیکر بیچیو مترجم کہتا ہے کہ امام ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتم وابن جریر وعبد بن حمید کی تفسیر سے حضرت عبیدۃ السلمانی کی روایت
اور آدم بن ابی ایاس کی تفسیر سے ابو العالیہ کی روایت اور ابن جریر کی تفسیر سے ابن عباسؓ کی روایت نقل فرمائی جنکا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل
مین ایک شخص بہت مالدار تھا اور اُسکے کوئی اولاد نہ تھی بلکہ اُسکے بھتیجے کے سوائے اُسکا کوئی وارث بھی نہین تھا اور بھتیجا محتاج تھا اور ابن عباسؓ کی
روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بھتیجے کئی بھائی تھے جو آپس مین کہنے لگے کہ کاش یہ مر جاتا تو ہمکو میراث مین اسکا مال ملجاتا جس سے ہماری محتاجی
جاتی رہتی آخر شیطان نے آکر انکو مشورہ سکھایا کہ تم لوگ رات مین اُسکو مار کر دوسرے گاؤن کے ڈانڈے پر ڈالدو تاکہ تمکو میراث مین
سب مال بھی ملے اور اسکی دیت بھی دوسرے گاؤن والون سے تمہارے ہاتھ آوے اور توریت مین قسامت کا حکم تھا کہ جب دو گاؤن والون
درمیان مقتول پایا جاوے اور قاتل دریافت نہو حتی کہ وہ لوگ پچاس قسمین کہالین جنکے گاؤن سے مقتول زیادہ قریب ہے کہ واللہ ہمنے
اسکو قتل نہین کیا اور ہم اسکا قاتل بھی نہین جانتے ہین تو سب اہل قریہ ملکر اسکی دیت ادا کرتے تھے پس ان لوگون نے یہی کیا کہ رات مین
اسکو قتل کر کے پشتارہ باندھکر دوسرے گاؤن کے دروازہ پر ڈال آئے اور صبح کو اُٹھکر واویلا و شور و غوغا مچایا کہ انکا چچا مفقود ہے آخر
ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے دوسرے گاؤن کے دروازہ پر پایا اور دیکھا کہ اُس گاؤن والے اس بیچارے مقتول پر جمع ہوکر افسوس کرتے تھے کہ
ناگاہ ان لوگون نے ہجوم کر کے اُس گاؤن والون پر دعوی کیا کہ تمہین لوگون نے ہمارے چچا کو قتل کیا ہے اُن لوگون نے انکار کیا اور اپنی
براءت قسمین کہانے لگے لیکن ان لوگون نے ایک طومار باندھکر اُنھین لوگون پر الزام قائم کیا مترجم کہتا ہے کہ سراج وغیرہ مین مذکور ہے کہ اُن
لوگون نے دیت سے بھی انکار کیا حتی کہ دوچند دیت سے بھی زیادہ ہوس کرنے لگے لیکن ان آثار مین صرف اسقدر مذکور ہے کہ جب انھون نے
دوسرے گاؤن والون پر الزام لگایا تو دونون طرف کے لوگ ہتھیار بند ہوکر لڑنے پر آمادہ ہوئے لیکن ان مین سے صاحبان عقل نے اتفاق کر کے
کہا کہ آپس مین کیون خونریزی کرتے ہو حالانکہ رسول اللّٰہ سامنے موجود ہین انسے چلکر کیون نہین دریافت کرتے ہو پس سب متفق ہوکر
حضرت موسی علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور تہیور گاؤن والون نے عرض کیا کہ ہم لوگون کو ایک دیت دینے مین کوئی دقت نہین ہے لیکن
اسکے بھتیجے ہمپر الزام لگاتے ہین سو ہمکو شرم آتی ہے کہ یہ الزام ہمپر ہمیشہ قائم رہیگا اور مقتول کے سبط والے ہمسے دشمنی کرینگے لہذا ہم چاہتے ہین کہ آپ اللّٰہ تعالی
سے دعا فرمائین کہ قاتل کا نام دریافت ہو پس موسی علیہ السلام نے جو دعا فرمائی تو وحی الٰہی سے گاے ذبح کرنیکا حکم آیا چنانچہ ان آیتون مین یاد دلایا وَاِذْ
قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً اور یاد کرو جب موسی نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ
اللّٰہ تعالی تمکو یہ حکم فرماتا ہے کہ تم لوگ ایک گاے ذبح کرو۔ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا۔ قوم والے کہنے لگے کہ کیا آپ ہمکو ٹھٹھول بناتے ہین
ف یہ انکا کلام بے ادبی مین شامل تھا کہ اُنھون نے پیغمبر خدا علیہ السلام کے کلام کو ٹھٹھول سمجھا اگرچہ اُنھون نے قاتل کا نام
پوچھا تھا لیکن اس حکم کے منتظر رہتے کہ گاے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو اس مین کوئی حکمت ہوگی ورنہ اسکو حسن ادب سے عرض کرتے اور

کہنا گستاخی تھا کہ آپ ہمسے ٹھٹھول کرتے ہو کیونکہ یہ پیغمبر کی شان نہین ہے لہٰذا موسیٰ علیہ السلام نے سخت انکار کیا قَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ - موسیٰ نے کہا کہ مین اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتا ہون کہ مین جاہلون سے ہوجاؤن - ف یعنی مین جاہل نہین ہون کہ ٹھٹھول کرون کیونکہ ایسے موقع پر ٹھٹھول کرنا جہالت ہے - ابن عباسؓ وایک جماعت تابعین نے کہا کہ اگر یہ لوگ کسی گاے کو لیکر ذبح کر دیتے تو آسانی سے کفایت ہوجاتی اور فرمانبرداری مین بھی جلدی کرنے کا ثواب پاتے لیکن انھون نے جب یہ جانا کہ حکم لازمی ہے قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ - تو کہنے لگے کہ ہمارے واسطے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ہمارے واسطے ظاہر فرماوے کہ یہ گاے کیا ہے - ف یعنی اسکا سن کیا ہوگا پس ان لوگون نے فرمانبرداری مین جلدی چھوڑ کر سختی و دیر کرنا شروع کی - مترجم کہتا ہے کہ یہانتک سختی کی کہ ایسی گاے بتلائی گئی جو سواے اس لڑکے کے کسیکے پاس نہ تھی جو اپنی والدہ کی بہت خدمتگذاری کرتا تھا اور سوالات مین یہانتک تاخیر کی کہ مقتول سڑکر خاک ہوگیا اور اسمین حکمت الٰہی کا نمونہ منظور ہے جو تھوڑے غور سے ظاہر ہوجاتا ہے بالجملہ انھون نے گاے کی عمر پوچھی - قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ۝ موسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسی گاے ہے کہ نہ ایسی بوڑھی ہے جسکی نسل منقطع ہو اور نہ ایسی چھوٹی ہے کہ نرتک نہ پہونچی ہو بلکہ دونون کے بیچ بیچ مین ہے پس جو تمکو حکم دیا جاتا ہے اسکو پورا کرو - ف ابن جریر نے باسناد صحیح ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر یہ لوگ کوئی گاے لیکر قربانی کر دیتے تو انکو کافی ہوجاتی ولیکن انھون نے تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی انپر سخت کر دیا یہی قول عبیدة السلمانی وسدی ومجاہد وعکرمہ وابو العالیہ و دیگر علماے تابعین سے مروی ہے اور ابن جریج نے جو تبع تابعین مین سے ہین بوجہ کمال وثوق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو تو کمتر گاے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن جب انھون نے تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے انپر سخت کر دیا اور واللہ اگر یہ لوگ انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہتے تو قیامت تک انکو کبھی [illegible] فارض ایسی گاے جو اسقدر بڈھیا ہوگئی ہو کہ اسکے جننے کی امید نہ ہو اور بکر وہ بچھیا جو گابھن نہ ہوئی ہو یہ قول ابو العالیہ وسدی ومجاہد وعکرمہ وعطیہ عوفی وعطاء خراسانی ووہب بن منبہ وضحاک وحسن وقتادہ رحمہم اللہ کا ہے اور یہی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عوان وہ کہ کبیرہ وصغیرہ کے درمیان ہو اور یہ ان چارپایون مین نہایت عمدہ جوانی کا وقت کہلاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ اسی [illegible] فرمائی یعنی فافعلوا ما تؤمرون - جو تمکو حکم دیا گیا اسکو پورا کرو پس دیکھنا چاہیے کہ [illegible] سے تاکید فرمائی کیونکہ [illegible] پر مکرر [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے [illegible] فرمایا کہ - فافعلوا - لیکن پھر بھی ان لوگون نے نہین کیا بلکہ - قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا - تو [illegible] کہنے لگے کہ آپ ہمارے واسطے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ہمارے سے بیان فرماوے کہ اس گاے کا کیا رنگ ہے - ف پس پہلے تو اسکا سن دریافت کیا تھا اب اسکا رنگ دریافت کیا - قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ۝ موسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ جوان گاے [illegible] کہ اسکا رنگ [illegible] دیکھنے والون کو سرور دیتا ہے - ف یعنی دیکھنے والون کو بھلا معلوم ہوتا ہے یہ قول سدی وابو العالیہ وقتادہ [illegible] وہب بن منبہ نے کہا کہ اسکی کھال پر نظر کرنے سے ایسا خوش معلوم ہوتا ہے کہ گویا آفتاب کی شعاعین [illegible] مترجم کہتا ہے کہ اسکا رنگ نہایت شوخی سے ایسا چمکیلا تھا کہ اسپر دوسرے رنگون کی لہر معلوم ہوتی تھی کیونکہ زردی یا سبزی [illegible] سیاہی اور کبھی چمک کی [illegible] سرخی کی جھلک [illegible] معلوم ہوتی [illegible]

حسنؒ کی روایت مین سیاہی مائل اور ابن عباسؓ کی تفسیر مین سپیدی مائل آیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکہا کہ توریت مین سرخی مائل کو بہ شیخ نے کہا کہ اسکی یہی وجہ ہو کہ اُسکی زردی ایسی گہری تہی کہ کبہی وہ سیاہی یا سرخی مائل نظر آتی تہی مترجم کہتا ہو کہ اپنی چمک کی وجہ سے کبہی سفیدی مائل نظر آتی تہی آور یہان ایک تنبیہ یہ ہو کہ بعد اس واقعہ کے توریت نازل ہوئی ہو تو لامحالہ یہ واقعہ مصر مین ہوا ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ جو شخص زرد جوتیان پہنے وہ جب تک پہنے رہے برابر سرور مین رہیگا ع۔ بالجملہ گاے کا سن و رنگ بیان ہوگیا پہر بہی اس قوم نے سوال نہ چہوڑا۔ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ○ کہنے لگے کہ ہمارے لیے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ہمین صاف بتلا دے کہ وہ کیا ہو کہ گائین تو ہمپر مشتبہ ہوگئی ہین اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم مقصد پر پہونچ جاوینگے۔ ف حدیث مین ہو کہ اگر ان شاء اللہ تعالیٰ نہ کہتے تو انکو قیامت تک نہ کہلتی (ابن جریر وغیرہ) امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث غریب ہو اور اظہر قول ابو ہریرہؓ ہو بیضاوی نے یہان ایک فائدہ دقیق نکالا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے حکم دیدیا تہا پہر یہان ان شاء اللہ تعالیٰ کہا گیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسکو حکم دیتا ہو وہ حکم بہی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر رہتا ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ و مشیت اگرچہ قدیم ہو مگر بندے کے فعل سے متعلق ہوا کرتی ہو تو تعلق البتہ حادث ہو یعنی ازلی ارادہ آلہی جسوقت کے واسطے تہا جب وہ چیز پیدا کرتا ہو تب اُسکے ساتھ متعلق ہوتا ہو الحاصل اس سوال مین اُن لوگون نے دریافت کیا کہ متوسط عمر کی زرد رنگ گائین بہت ہوتی ہین تو ہمکو یہ بتلانا چاہیے کہ وہ چرائی کی گاے ہو یا کہیتی باڑی کی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی جب حکم آیا تو انکو بلایا قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ وہ گاے ایسی ہو کہ ذلول نہین کہ زمین جوتتی ہو اور نہ کہیتی سینچتی ہو۔ ف ذلول جو کام سے مذلل یعنی کام کی محنت مین دبی ہوئی ہو اور اثارۃ الارض یعنی زمین جوتنا وگوڑنا یس غیر ذلول ہونے کی یہ تفسیر ہو کہ زمین جوتتی نہین اور کہیتی سینچتی نہین ہو اور اُسکے ساتھ یہ بہی فرمایا کہ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا یعنی مسلم ہو کہ اُسکے بدن مین کوئی نقص نہین ہو ف اور نہ اُسمین کوئی داغ ہو یعنی سوا اُسکے رنگ خالص کے کسی دوسرے رنگ کا داغ نہین ہو۔ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ کہنے لگے کہ اب آپ حق کو لائے۔ ف قتادہؒ نے کہا یعنی اب آپ نے پورا بیان فرمایا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہی گویا بے ادبی کی تعریض ہو کہ پہلا بیان صاف نہ تہا حالانکہ در اصل یہ اُنکی ناسمجہی تہی ورنہ کلام نبوت بہت صاف تہا اور یہان سے یہ معرفت نکل آئی کہ امتی لوگ جب کلام نبوت پر فہم سلیم کے ساتھ عمل کرین تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیگا اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو آسانی کا حکم دیا اور حکم آلہی کو اپنے او پر تنگ کر لینے سے بہت منع فرمایا ہو چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ ابو موسیٰ اشعریؓ کو جب اہل یمن کے یہان بہیجا تو یہی فرمایا کہ یسروا ولا تعسروا یعنی تم آسانی دکہیو اور سختی مت کہیو (الصحاح) اور یہ حکم بہت سی احادیث مین وارد ہو القصہ روایات سلف مین وارد ہو کہ جب ان لوگون نے یہ حکم پایا تو ایسی گاے کی تلاش مین پہرنے لگے ایک مدت کے بعد ایسی گاے جسمین یہ تمام صفات موجود ہون اُسی مرد صالح کے پاس ملی جو اپنی مان کی خدمتگذاری مین باوجود محتاجی کے اپنے بال بچون پر ترجیح دیکر ثابت قدم رہتا تہا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا مین بہی اُسکو اس کار نیک کا کچہ عوض دینا چاہا حالانکہ اہل المعرفت جانتے ہین کہ جب دو رکعت سنت کا ثواب تمام دنیا وما فیہا سے بہتر ہو تو خدمت والدین جو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائی ہو اُسکا ثواب تمام دنیا وما فیہا کیونکر ہو سکتی ہو پس منشی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دنیا مین آسانی کے ساتھ خدمت کرے پس ان لوگون نے وہ گاے اُس جوان صالح سے طلب کی اور اُسوقت کی قیمت کے موافق دو گنی چوگنی قیمت دینی چاہی مگر اُسنے منظور نہین کیا آخر ان لوگون نے موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی

تو اُسنے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر حکم نبوت ہے تو یہ گائے حاضر ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں تجھکو ہر طرح اختیار ہے اور اسرائیلی
روایات میں وارد ہے کہ ایک فرشتہ نے بشکل آدمی سامنے ہو کر پہلے ہی اسکو آگاہ کر دیا تھا جب وہ بیچنے جاتا تھا کہ تو ابھی اس گائے کو مت فروخت
کیجیو یہانتک کہ بنی اسرائیل میں ایک مقتول کے واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے یہ گائے خریدی جائیگی خبردار اسکو اسکی کھال بھر
سونے سے کم مت دیجیو غرضکہ اُس شخص نے اُسکی قیمت میں اُسکی کھال بھر اشرفیاں مانگیں اور کسی طرح اس سے کم نہ کیا آخر دونوں قوموں نے لاچار ہو کر
اسکو اُسکی کھال بھر سونا دیکر خریدا۔ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝ پھر اس گائے کو ذبح کیا حالانکہ ذبح کرتے نہیں
لگتے تھے ف یعنی اسقدر گران ثمن تھا کہ اُسکی مشقت سے قریب تھا کہ نافرمانی کریں۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ محمد بن کعب و محمد بن قیس و ابن جریر
نے یہی وجہ بیان کی کہ گرانی ثمن کی وجہ سے ذبح کرتے نہیں معلوم ہوتے تھے پھر شیخ نے لکھا کہ یہ تفسیر اس مقام پر مقبول نہیں ہے اسواسطے کہ
ثمن کی گرانی تو صرف اسرائیلیون کے بیان سے معلوم ہوئی ہے چنانچہ ابوالعالیہ و سدی نے نقل کیا اور عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت
کی اور عبیدۃ السلمانی و مجاہد و وہب بن منبہ و ابوالعالیہ و عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ ان لوگون نے اس گائے کو بعوض مال کثیر خریدا
شیخ نے کہا کہ اس سے صرف مال کثیر معلوم ہوتا ہے اور یہ لازم نہیں آتا کہ اُسکی کھال بھر سونا ہو اور عبدالرزاق نے بسند صحیح حضرت عکرمہ سے
روایت کی کہ اس گائے کے دام فقط تین اشرفیان تھیں ظاہراً یہ بھی اسرائیلیون ہی سے لیا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخؒ کی مراد یہ ہے کہ ثمن یا دام وہی
کہلاتے ہیں جو بائع و مشتری کے درمیان قرار پاویں اور جو اسکی مالیت اصلی ہوتی ہے وہ قیمت کہلاتی ہے تو جب معلوم ہوا کہ ثمن تین اشرفیان
تھیں تو ظاہر ہوا کہ دس درم کی گائے جب تین اشرفیون کو خریدی گئی تو حقیقت بہت دام دیے گئے لیکن یہ ایسی گرانی نہیں ہے جسکی وجہ
تعمیل حکم سے باز رہتے بلکہ صحیح و صواب اس مقام پر وہ تفسیر ہے جو ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ۔ فذبحوہا وما کادوا یفعلون یعنی اُن لوگون
نے ذبح کر دیا مگر اُنکے ارادہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کام نکرینگے کیونکہ اُنکی مراد یہ تھی کہ ہم ذبح نکرین یعنی اسقدر سوال و جواب سے اُنکی غرض یہ
نہین تھی کہ حکم کی تعمیل بہت خوبی کے ساتھ ادا ہو بلکہ یہ سوال و جواب سرکشی کا بہانہ تھا کہ اُنکو گائے ذبح نکرنا پڑے اور یہ غرض نہ تھی کہ جو حکم ہے
اُسکو بہت خوبصورتی سے ادا کرین۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ کی تحقیق بہت نفیس ہے کیونکہ اگر گرانی ثمن کی علت رکھی جاوے جیسا کہ شیخ سیوطی
وغیرہ نے اختیار کیا ہے تو لازم آتا ہے کہ تفسیر آیت کے سمجھنے کے واسطے بیان اسرائیلی کی ضرورت ہے کیونکہ جب تک اسرائیلی بیانات سے ایسا ثابت
نہو کہ اُسکا ثمن اسقدر گران تھا تب تک آیت کی تفسیر سمجھ مین نہ آویگی اگر کہا جاوے کہ گائے کا یہ قصہ بنی اسرائیل میں برابر متواتر چلا آتا ہے اور
یہ بات مشہور سے زیادہ متواتر ہے تو جواب یہ ہے کہ اصل واقعہ تو بیشک متواتر ہے لیکن اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ اُسکا ہر جزو تفصیلی بھی متواتر ہے تاہم
وہی لوگ اسکو سمجھ سکتے ہیں جنکو اس متواتر کا علم ہوا اور یہ بات تمام عرب و عجم کے واسطے لازم نہیں ہے پس صواب وہی ہے جو شیخ ابن کثیرؒ
نے اختیار فرمایا ہے (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت سے جانورون کی بیع سلم صحیح ہونے پر استدلال کیا گیا کیونکہ بنی اسرائیل کی گائے
ان صفات و قیود سے متعین ہوگئی یا اُسکے قیود سے معرفت پوری ہوگئی اور جانورون کی بیع سلم صحیح ہونے کے واسطے اسیقدر کافی ہے کہ
جانور کی شناخت ہوجاوے اور یہی امام مالک و اوزاعی و لیث بن سعد و شافعی و احمد و جمہور علمائے سلف و خلف کا قول ہے بدلیل حدیث آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے آگے کسی عورت کے اوصاف اس طرح بیان نکرے کہ گویا یہ مرد اُس عورت کو دیکھتا ہے۔
(الصحیحین) کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اوصاف بیان کرنے سے اس قابل ہوجاتا ہے کہ گویا وہ نظر کے سامنے ہے اور بدلیل حدیث وغیرہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل خطا و شبہ عمد کی دیت میں اونٹون کے اوصاف بیان فرمائے۔ (کما فی السنن) اور امام ابوحنیفہ و سفیان ثوری

و دیگر علماے کوفہ نے کہا کہ حیوانات میں بیع سلم نہیں صحیح ہے کیونکہ حیوانات کے حالات منضبط نہیں ہوسکتے ہیں اور تھوڑے فرق میں ازراہ
قیمت کے بڑا تفاوت ہوجاتا ہے اور یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود و حذیفہ بن الیمان و عبدالرحمن بن سمرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے
ع ۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گائے کا قربانی کرنا ثابت ہے چنانچہ حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ازواج مطہرات کی جانب سے گائے کی قربانی کی اور اللہ تعالیٰ کے نام پر قربانی کرنے میں جو جانور زیادہ نفیس و گران ہو وہ بہتر ہے اور
اونٹ کے بہ نسبت گوشت میں گائے افضل ہے لیکن ہندوستان کے مسلمان دو فریق ہیں بعضے تو گائے کی قربانی بوجہ گرانی و نفاست کے کرتے ہیں
اور اسمیں ثواب زائد ہے اور بعضے بوجہ آسانی کے بھی کرتے ہیں کیونکہ ایک گائے میں سات آدمیوں کی شرکت جائز ہے اور اسمیں فقرا و مساکین کا
نفع مزید ہے اسواسطے کہ انکے حصہ میں گوشت زیادہ ملتا ہے پس ادائے فرض کے ساتھ میں یہ نیت بھی خوب ہے لیکن اس زمانہ میں ہندوؤں میں بعضے
فریق اس قسم کے ظاہر ہوئے جو مسلمانوں کے ساتھ گائے کی قربانی میں شدید مناقشہ و مجادلہ کرنے لگے اور جب انصاف کے ساتھ غور کیا جاوے تو یہ
بیہودہ فساد و شرارت طبیعت سے پہنچی ہے کیونکہ اس حالت میں جبکہ انگریزی حکومت ہے اور وہ نوع آزادی پہنچی ہے تو ہر فریق کو لازم تھا کہ اپنے اعتقاد کے
موافق اپنے افعال کو ٹھیک رکھے پس اہل ہنود کو زیبا نہیں کہ وہ انگریزی فوجوں کی غذا گاؤ بند کریں یا مسلمانوں کو انکے احکام شریعت
سے مانع ہوں جیسے مسلمانوں کو روا نہیں ہے کہ ہندوؤں یا نصرانیوں کو سور یا اعلان کلمہ شرک سے بطور مجادلہ مانع ہوں یا شراب کو عموماً
الا سفے یا فروخت کرنے سے مانع ہوں ہاں باہمی مصالحہ مقتضی ہے کہ اگر درحقیقت ہندوؤں کو کسی مقام پر گائے کے ذبح ہونے سے نفرت ہوتی ہو تو
انسے ہٹا کر ذبح بنایا جاوے باوجودیکہ ہندوؤں کو یقینی علم ہے کہ روزانہ غذائے فوج کے واسطے یا غذائے عام کے واسطے اس جانور کا ذبح کرنا جاری ہے
پس انکے واسطے اسیقدر احتیاط کافی ہے کہ وہ اپنی نظر ایسے مقام سے ہٹا دیں جہاں دوسری قوموں کو اسکے ذبح کی ضرورت ہو یا باہمی مصالحت
کے ساتھ مسلمان اپنا ثواب افضلیت و منفعت فقرا چھوڑ دیں اور بجائے اسکے بکری وغیرہ ذبح کریں کیونکہ باہمی ہندوؤں و مسلمانوں میں یہ نزاع
کمال بے تہذیبی و جہالت و بدبختی کی دلیل ہے اسیواسطے عقلائے فریقین کو لازم ہے کہ نامردی کے ساتھ باہم الجھنے سے اچھے سر جوڑ دیں
جسکی بے تمیزی ایسی کھلی ہوئی ہے کہ اسکے واسطے کسی دلیل کی بھی ضرورت نہیں ہے اور اس کشت و خون میں طرفین کی کسی کے واسطے بھی شجاعت
و دلیری کا گمان نہیں ہوسکتا بلکہ قطعی جہالت و نامردی کی دلالت ہے کیونکہ بزدل کتا اپنے گھر ہی والوں کو کاٹتا ہے اور نامرد زنانہ اپنے پاؤں میں
کلہاڑی مارتا ہے فافہم (فائدہ) جنگ بدر کی فتح کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے سرداران قریش میں سے جو قید ہوئے تھے بجائے قتل کے فدیہ
لینا اختیار کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پیغام پہونچایا کہ دو باتوں میں سے افضل اختیار کرو ایک یہ کہ ان سرداران کفر کو قتل کر دو دوم
یہ کہ انکا فدیہ لیکر انکو چھوڑ دو اور سال آئندہ میں جس قدر چھوڑ دو گے انکے شمار پر تمہاری جماعت سے قتل ہونگے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مشورہ لیا تو حضرت عمرؓ اور بعض انصار نے انکو قتل کر دینا اختیار کیا اور حضرت ابوبکرؓ و دیگر صحابہؓ نے چاہا کہ سال آئندہ میں شہید ہوں اور
یہ لوگ فدیہ لیکر چھوڑ دیے جاویں اسی راے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ نے بعد اسکے جو آیات نازل فرمائیں
انسے عتاب ظاہر ہوا یعنے اختیار رسا یہ تھا کہ صنادید کفار کو قتل کر دیا جاتا لیکن مقدر الٰہی نہیں بدلتا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب
میں دیکھا کہ میرے گرد گائیں ذبح کی ہوئی پڑی ہیں اور آپ نے تلوار ہلائی تو اسکا پھل الگ گیا لیکن پھر وہ بدستور درست ہو گئی تو آپ نے تعبیر فرمائی کہ
میرے اصحاب شہید ہونگے اور میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص شہید ہوگا پھر اللہ تعالیٰ بہتری فرمائیگا چنانچہ یہی ہوا کہ جنگ احد میں بتعداد
قیدیان بدر کے صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب شہید ہوئے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بیان آویگا اور اس کے

معلوم ہوتا ہے کہ جسم انسانی کی تعبیر گاے سے ہوتی ہے لہذا صاحب عرائس وغیرہ نے اشارہ سے نکالا کہ انسان کو چاہیے کہ مردہ کی حیات
حاصل ہونے کے واسطے اپنے نفس کو قربان کرے اور نفس کا قربان کرنا یہ ہے کہ اس جسم کی خواہش کو غور کرے اگر وہ خلاف شریعت کے خواہش
کرتا ہے تو اس خواہش کو قطعاً ترک کرے حتی کہ نفس کو اپنی خواہشون سے مردہ کردے اور کل خواہشین وہی قائم رکھے جو شرع مین جائز ہین اور
اسکو مردہ بناکر شریعت کے قابو مین دیدے کہ وہ اس سے فرائض و واجبات احکام کی تعمیل کرادے اور اگر اسکی خواہشین موافق شریعت ہوجاوین
تو وہ کمال انسانی پر فائز ہونا شروع ہوگا - حدیث مین ہے سب سے بڑھکر تیرا دشمن تیرا نفس ہے جو دونون پہلو کے بیچ مین ہے پس معلوم ہوا کہ پہلے اسی کو مار ڈالنا چاہیے اور
یاد رکھو کہ جنے اس نفس کو اللہ تعالی کے واسطے مار ڈالا یعنے اللہ تعالی کے ہاتھ فروخت کردیا حتی کہ وہ سوائے رضاے الٰہی کے اپنی خواہش پر نہین چل سکتا ہے
تو یہ درحقیقت موت نہین ہے بلکہ موت سے مبعوث ہوکر زندہ جاوید ہوگیا اور جنے اس نفس کو پالا وہ خالی جسم حیوانی ہے جو مرتے ہی فنا ہوجائیگا اور یہ نفس عذاب
جہنم مین جلیگا اور جنے نفس کو اپنی خواہشون سے مار ڈالا اور ارادات و احکام الٰہی پر مستقیم ہوگیا وہ زندہ ہوکر نور فراست و مشاہدۂ غیب تک پہونچا

(تنبیہ) اکابر مشائخ متفق ہین کہ نفس ایک ہے پس بعضے ناواقفون نے جو تین نفس بیان کیے کہ ایک نفس امّارہ اور دوسرا نفس لوامہ اور
تیسرا نفس مطمئنہ ہے یہ انکی غلط فہمی و ناوانی ہے بلکہ درحقیقت یہ نفس کے صفات ہین چنانچہ کافرون کے نفس کی صفت نفس امارہ ہے اور یہ صفت
نفس کے واسطے لازمی ہے کہ وہ ہمیشہ بدکامون کے واسطے حکم دیتا ہے لہذا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا - وما ابرئ نفسی ان النفس لامارة بالسوء
الآیة - اور دعا احادیث مین وارد ہے اللھم لاتکلنی الی نفسی الخ یعنے الٰہی مجھکو میرے نفس کی کفالت مین نچھوڑیو کیونکہ اگر تو مجھکو میرے نفس کی
کفالت مین چھوڑیگا تو وہ مجھکو بھلائی و نیکی سے دور کریگا اور بدی و جہنم سے نزدیک کریگا - ھ چنانچہ سورۂ مریم مین قولہ تعالی لا یملکون الشفاعة
الا من اتخذ عند الرحمن عہدا الآیة - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی یہ دعا پوری آویگی پھر جب ایمان کے ساتھ آدمی نے نفس کو معصیات الٰہی پر
ملامت کرکے مستقیم کیا تو اسکی صفت نفس لوامہ ہے چنانچہ قولہ تعالی - ولا اقسم بالنفس اللوامة - کی تفسیر مین آویگا اور جب دار آخرت کے ساتھ مطمئن
ہوا تو اس نفس مطمئنہ کا بیان قولہ تعالی - یا ایتہا النفس المطمئنة ارجعی الآیة - کی تفسیر مین آویگا - بعض تابعین یا ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ
من عرف نفسہ فقد عرف ربہ - جنے اپنے نفس کو پہچانا اُسنے اپنے رب عز و جل کو پہچان لیا پس قتل نفس سے یہ غرض نہین ہے جو بعضے ناوان سمجھتے
ہین کہ اسکو کھانے پینے وغیرہ سے پژمردہ کرے کیونکہ یہ گمراہ راہبون کا طریقہ تھا جیسا جوگیون مین معمول ہے اور اللہ تعالی نے راہبون کی
مذمت فرمائی بقولہ تعالی - رھبانیة ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الآیة - یعنی انھون نے رہبانیت اپنی طرف سے بدعت نکالی ہمنے انپر یہ حکم نہین بھیجا تھا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نفی شدید فرمائی کہ - لا رہبانیة فی الاسلام - یعنی اسلام مین رہبانیت کی جنس ہی نہین ہے - اور
حدیث مین ہے - ان لنفسک علیک حقا - بیشک تیرے نفس کا تجھپر حق ہے - اور اس حدیث صحیح کی تفسیر و تنصیص سے خود نکلتا ہے کہ کھانا و پینا
و نکاح و حقوق اہل و عیال و حقوق مہمان وغیرہ داخل طریقۂ عبادت ہین کیونکہ مومن کے کل افعال بہ نیت اتباع شریعت کے داخل عبادات ہین
پس قولہ تعالی ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون - یعنے ہمنے جن و انس کو عبادت ہی کے واسطے پیدا کیا پس خالص مومنین کے کل افعال حتی کہ
خواب و استراحت داخل عبادت ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ حدیث سعد مین مصرح ہے کہ جو لقمہ تو اپنی جورو کے منہ مین دیگا یعنے اسکو لقمہ دیوےگا تو اسمین تیرے واسطے
نیکی ہے (کما فی الصحیحین) وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی مرد نیک کے واسطے مال نیک خوب چیز ہے - (صحیح مسلم)
کیونکہ وہ اس سے مرضیات الٰہی بدون ہوس دنیا و تن پروری کے حاصل کرتا ہے حتی کہ اسکی حفاظت لازم ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ فرمایا
من قتل دون مالہ فھو شھید - یعنے اپنے مال حلال کے ناحق چھینے جانے مین جو مارا جاوے وہ شہید ہے - اور اللہ تعالی نے جس طرح انبیاء علیہم السلام

کو بحکم قولہ تعالےٰ - یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا الآیۃ سے طیبات کھانے اور اعمال نیک بجالانیکا حکم دیا اسی طرح اہل ایمان کو
بقولہ تعالےٰ - یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون - اکل طیبات واعمال صالحہ کا حکم دیا ہان
اگر کوئی شخص دیکھے کہ جب وہ عمدہ غذاؤن کے بعد اپنے نفس کو قابو مین نہین رکھ سکتا تو تقلیل کرے اور برابر اعمال صالحہ پر قائم ہو یہانتک
کہ بد اخلاق و ذمیمہ خصال زائل و مضمحل ہوتے جاوین اور اخلاق کریمہ وصفات شریفہ ظہور کرتی جاوین اور اسکے واسطے اللہ تعالےٰ سے ہدایت
وصبر وصلوٰۃ کی درخواست کرے کیونکہ نفس مکار ہے شیخ رح نے لکھا کہ کبھی وہ عبادت کے لباس مین ظاہر ہو کر آدمی کو اپنی خوبی دکھلاتا ہے یعنی
آدمی دیکھنے لگتا ہے کہ میرا نفس تو عبادت پر قائم ہے اور یہ نہین خیال کرتا کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے پس جب ہی شیخ نے نفس کو خوبی کی نظر سے
دیکھا کہ اندھیر اچھا گیا اسیواسطے اہل حق اپنے نفس کو نیکی مین بھی متہم رکھتے ہین اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھتے ہین کہ اُسکی
عنایت سے مین نے یہ کار خیر پایا ورنہ نفس مجھکو برباد کرتا - عس - القصہ بنی اسرائیل نے گاے ذبح کرنے مین فرمانبرداری سے
گریز و تعلل کیا یہانتک کہ آخر یہ نوبت پہونچی کہ جب سب حیلے ساقط ہوئے تو بمجبوری وہ گاے ذبح کی پھر اللہ تعالیٰ نے ابتداء قصہ اعجاز قدرت بیان و والا پایا الہ

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ۝

اور جب تمنے مار ڈالا تھا ایک شخص پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو نکالنا اُسکو جو تم چھپاتے تھے

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ

پھر ہمنے کہا مارو اُس مردے کو اُس گاے کا ایک ٹکڑا اسی طرح جلا دے گا اللہ مردے اور دکھلاتا ہے تمکو اپنے نمونے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

شاید تم بوجھو

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا - اور یاد کرو جب تمنے ایک نفس کو قتل کر ڈالا تھا - ف یعنے تم مین سے بعض نے ایک
نفس کو خفیہ مار ڈالا اور بنی اسرائیل مین اُسکا واقعہ اس طرح مشہور ہے کہ بھتیجون نے اپنے لاولد چچا کو مال کے واسطے مار ڈالا تھا جیسا اوپر
قصہ مذکور ہوا - فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا - پھر تمنے اُسکے بارہ مین اختلاف کیا - ف بخاری نے کہا ادارأتم - ای اختلفتم - اور یہی ابن
ابی حاتم نے مجاہدؒ سے روایت کیا ابن جریجؒ نے کہا یعنے تم مین دو فریق ہوگئے ہر ایک نے دوسرے پر قتل کا الزام لگایا - وَاللّٰهُ
مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ حالانکہ جسکو تم چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ اُسکو نکالنے والا ہے - ف یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ظاہر
فرما دیگا کہ کون قاتل ہے چنانچہ اُنسے گاے ذبح کرائی اور ہنوز قاتل کی سمجھ مین بھی نہ آیا کہ گاے کے ذبح کرنے سے اُسکی
بدکاری کیونکر ظاہر ہوگی - فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا پس ہمنے حکم دیا کہ تم اس مذبوحہ گاے مین سے بعض ٹکڑے کے ساتھ
اس قتیل کو مارو - ف اور بنی اسرائیل مختلف روایتین بیان کرتے ہین کہ دُم کی ہڈی یا زبان وغیرہ کس ٹکڑے سے مارا تھا اور
ہمکو اسکی تفتیش کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہے کیونکہ یہ تو اعجاز قدرت تھا تو جس ٹکڑے سے مارتے وہ زندہ ہو جاتا - ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
اُنھون نے گاے کے ایک ٹکڑے سے مقتول کو مارا تو وہ اُٹھ بیٹھا اس حالت سے کہ اُسکی رگون سے خون جاری تھا حالانکہ اُسکو قتل و دفن ہوئے ایک زمانہ دراز
گذر چکا تھا پھر اُس سے پوچھا کہ کس نے تجھکو مارا ہے اُسنے کہا کہ مجھکو فلان شخص نے قتل کیا ہے سدیؒ نے کہا کہ اپنے بھتیجے کا نام بتلایا ابو العالیہ نے فرمایا کہ نام بتلانے کے بعد بدستور
بحالت سابق مردہ ہو گیا مترجم کہتا ہے کہ اسمین اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مردہ زندہ کرنے کی قدرت آنکھون سے دکھلائی اور یہ بات بنی اسرائیل مین متواتر ثابت ہے

پس کسی شخص کو اسمین مجال انکار نہیں ہے اور نہ کوئی شخص تاویل کر سکتا ہے کیونکہ جو امر محسوس متواتر ثابت ہوا اسمین کسی تاویل کی گنجایش نہیں ہوتی ہے لہذا
اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ کَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰی ۔ یون ہی اللہ تعالیٰ زندہ فرمائیگا مُردون کو۔ ف یعنی جیسے اس مقتول کو
زندہ کر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت میں مُردون کو زندہ کریگا پس بنی اسرائیل کو آنکھون دکھا دیا تاکہ انکو حشر قیامت میں شک باقی
نرہے۔ وَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ تمکو اپنی آیات قدرت دکھلاتا ہے تاکہ تم سمجھ حاصل کرو۔ ف
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ مین پانچ مقام پر آیات قدرت احیار دکھلانے کا ذکر فرمایا۔ (۱) ثم بعثناکم من بعد موتکم
لعلکم تشکرون۔ (۲) اس قصہ مین۔ (۳) قولہ تعالیٰ الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حذر الموت الآیۃ۔ (۴) قولہ تعالیٰ
او کالذی مر علی قریۃ وہی خاویۃ علی عروشہا الآیۃ۔ (۵) ابراہیم علیہ السلام و انکے چار پرندون کا قصہ۔ یہ خصوص جانداروں کے دوبارہ
زندہ کرنے کے مقامات ہین اور اللہ تعالیٰ نے دلائل آیات سے بھی احیار موتی کو ظاہر فرمایا چنانچہ خشک زمین کو نباتات سے ہرا کردیا۔
اور حدیث ابو رزین العقیلی مین ہے کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ احیار موتی کس کیفیت سے ہوگا تو فرمایا بھلا تو خالی وادی مین کبھی گذرا ہے
مین نے عرض کیا کہ جی ہان آپ نے فرمایا کہ پھر تو اسی وادی مین ایسے وقت گذرا ہے جب وہ سبزہ زار ہو مین نے عرض کیا کہ جی ہان فرمایا کہ یونہی
نشور قیامت واقع ہوگا (رواہ ابو داؤد والطیالسی) (تنبیہ) قولہ تعالیٰ ۔ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ جملہ اسمیہ ہے جو دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی یہ شان ہمیشہ کے واسطے ہے لہذا مسیب بن رافعؒ فرماتے تھے کہ کوئی آدمی اگر سات کوٹھریون کے اندر کوئی نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو
ضرور ظاہر فرماویگا اور اگر سات کوٹھریون کے اندر کوئی بدی کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو بھی ظاہر فرماویگا اور اسی آیت سے استدلال کیا
(ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت جملہ اسمیہ ہے جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنے اللہ تعالیٰ کی شان پاک یہی ہے کہ
وہ اظہار فرماتا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ کسی صحیح روایت سے یہ بات ثابت نہوئی کہ کس جزو سے قتیل کو مارا تھا پس اسکی تعیین کرنا بیکار ہے
مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے دُم کی ہڈی جسکو دُم گزہ کہتے ہین یا زبان کو بیان کیا ظاہرا انکے نزدیک یہ امر بظاہر مرجح ہوگا ورنہ درحقیقت
اس بارہ مین کوئی روایت صحیح نہین ہے۔ (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس قصہ مین مذکور ہے کہ جب مقتول مذکور زندہ ہوا اور
اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہے اسنے بیان کیا تو مقتول مذکور کا یہ قول قبول ہوا اسی سے امام مالکؒ کے مذہب پر استدلال کیا گیا کہ
اگر مقتول قریب المرگ سے پوچھا جاوے کہ تجھکو کس نے قتل کیا اور وہ بیان کرے کہ مجھے فلان شخص نے قتل کیا ہے یا اس سے پوچھا جاوے کہ کیا
فلان شخص نے قتل کیا اور وہ سر کے اشارہ سے کہے کہ ہان تو اسکا قول قبول ہوگا کیونکہ غالبا وہ ایسی حالت مین سوا سچ کے جھوٹ
نہین کہیگا اور اس بارہ مین ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے جیسا کہ ایک یہودی نے زیور کے لالچ سے ایک جاریہ انصاریہ کا سر دو پتھرون کے
درمیان کچل دیا تھا اور لوگون نے اس جاریہ کو ایسی حالت مین پایا کہ اسمین جان ایک رمق باقی تھی تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تجھے فلان شخص نے قتل کیا
اور کیا فلان و فلان شخص نے قتل کیا یہانتک کہ جب اس یہودی کا نام لیا تو اسنے سر سے اشارہ کیا کہ ہان پس یہودی مذکور اسکے قصاص مین
قتل کیا گیا اس طرح کہ اسکا سر بھی دو پتھرون کے درمیان رکھکر کچل دیا گیا اور جمہور علماء نے اس بارہ مین قتیل کا قول قبول نہین کیا
اور اس حدیث کی دیگر روایات مین آیا کہ جب وہ یہودی گرفتار ہوا تو اسنے اقرار کیا کہ مین نے اسکو قتل کیا ہے پس وہ قصاص مین قتل
کیا گیا اور واضح ہو کہ دونون پتھرون کے درمیان سر کچلنا بطور سیاست و تعزیر تھا کیونکہ دوسری حدیث مین وارد ہے کہ لا قود الا بالسیف یعنی
تلوار ہی سے قصاص لیا جاوے اسکی اسناد حسن ہے اور نیز حدیث صحیحین مین آیا کہ جب تم قصاص لو تو اچھی طرح قتل کرو (رواہ مسلم)

مقتضی ہو کہ تلوار سے گردن کاٹ دیجاوے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہو اور دیگر ائمہ کے نزدیک جس طرح قاتل نے مارا ہو اُسی طرح قتل کیا جاوے جیسے یہودی مذکور قتل کیا گیا واللہ تعالیٰ اعلم (تنبیہ) بنی اسرائیل میں مقتول کو ابتداءً زندہ نکرنے میں بہت سے فوائد تھے (۱) یہ کہ قربانی کرنے اور حکم واجب ادا کرنے میں تقرب الٰہی حاصل ہو (۲) اُس یتیم کو جو زرد گاے کا مالک تھا اور اپنی ماں کا بہت خدمتگذار تھا دنیا میں فراغت و نفع کثیر حاصل ہو (۳) بھاری داموں کی قربانی افضل ثابت ہو (۴) لوگوں کو معلوم ہو کہ تاثیر دینے والا فقط اللہ تعالےٰ عزوجل ہو وہ جس چیز میں جو اثر چاہے پیدا کر سکتا ہو اور یہ ظاہری اسباب فقط نشانات قدرت ہیں انمیں خود کوئی اثر نہیں ہو (۵) لوگوں کو تنبیہ ہو کر اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں قتل کریں جو اُنکو نافرمانی میں قتل کرنا چاہتا ہو اور ایسے زمانہ میں کہ اُس سے بچپن دور ہوا اور ہنوز بڑھاپا نہیں آیا ہو بلکہ عین جوانی ہو اُسکو خدمت الٰہی میں مصروف کرے (۶) نفس کو دنیا سے فانی حاصل کرنے میں مثالہ یعنے خوار نکرے (۷) شرک و کفر کے لوث سے پاک ہو کہ اُسمیں سواے صبغۃ اللہ یعنے رنگ توحید کے دوسرا رنگ نہو (۸) باہمی مخاصمہ اسطرح دفع کرے کہ نفس کو طاعت الٰہی میں قربان کرے اور باہمی مخاصمہ اس طرح ہوتا ہو کہ نفس مذکور اپنی خواہش دنیا میں آدمی کو مار ڈالتا ہو کیونکہ کفر و بدکاری وغیرہ موت حقیقی ہو پس نفس مذکور درحقیقت اس شخص کے واسطے قاتل ہو پھر اس قاتل سے قصاص لینے میں عقل و وہم باہم جھگڑا کرتے ہیں چنانچہ عقل سلیم اس نفس کو امر آخرت و انجام کار میں لاتی ہو اور وہم اُسکو بقدر غلبہ کے دفع کرتا ہو اور چاہتا ہو کہ نفس چھوٹا رہے پس چاہیے کہ باہمی مخاصمہ چھوڑ کر نفس کو فرمان الٰہی کے موافق اُسکے جسم گاؤ کو قتل کرے یعنے طاعت الٰہی میں لگا وے اور نفس کی خواہش سے چھڑاوے تاکہ قصاص سے حیات حاصل ہو کما قال تعالیٰ - ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب الآیۃ (ملخص البیضاوی وغیرہ) بالجملہ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو معارف و آیات قدرت دکھلائیں پھر بھی وہ مفسد ہوئے چنانچہ فرمایا

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ

پھر تمہارے دل سخت ہوگئے اس سب کے بعد سو وہ جیسے پتھر یا اُن سے بھی سخت اور

الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ

پتھروں میں تو وہ بھی ہیں جن سے پھوٹتی ہیں نہریں اور اُن میں تو وہ بھی ہیں جو پھٹتے ہیں اور نکلتا ہے اُنسے

الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

پانی اور اُنمیں تو وہ بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے

اللہ تعالےٰ نے یہودیوں کو ملامت فرمائی کہ تمنے مردہ مقتول زندہ کرنے و دیگر معجزات و آیات الٰہی کو اپنی آنکھوں دیکھا ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ - پھر تمہارے دل سخت ہوگئے بعد اسکے ف یعنے بعد معائنہ و مشاہدہ ان آیات کے تمہارے دل نرم ہوتے فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً پس یہ تمہارے دل مانند پتھر کے یا سختی میں اُس سے بھی کڑے ہیں - یعنے سخت ہو جانے میں تمہارے دل مانند پتھر کے ہیں جو کبھی موم کی طرح نرم نہیں ہوتا ہو یا پتھر سے بھی سخت ہیں اور یہ بیان شک کے واسطے نہیں ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان میں شک کرنا محال ہو بلکہ مراد یہ ہو کہ جو شخص ان لوگوں کے حال سے واقف ہو وہ اُنکے دلوں کو پتھر سے تشبیہ دے یا اس سے بڑھکر لوہے وغیرہ سے تشبیہ دے بیضاوی و عکبری نے کہا کہ یہ بطور اختیار کے ہو یعنے چاہو انکے دلوں کو پتھر سے تشبیہ دو یا اُس سے بڑھکر سخت قرار دو اور خلاصہ یہ ہو کہ سخت تشبیہ مثل پتھر کے تھی لیکن ان لوگوں کے دلوں کو اُس

صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت پر گواہی دی اور زہر ملی ہوئی بکری نے آپ کو آگاہ کیا کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے اور جنگل کے ایک درخت کو آپ نے گواہی طلب کی تو وہ زمین پھاڑتا ہوا آیا اور گواہی دی اور پھر چلا گیا اور ایک مرتبہ آپ نے قضاے حاجت کے واسطے دو درختوں کو طلب فرمایا تو دونوں حاضر ہوئے اور جھک کر پردہ و سایہ کر لیا اور ایک باغ میں اونٹ نے آپ سے اپنی محنت و بھوک کی شکایت کی اور ایک شخص کے اونٹ نے آپ کو سجدہ کیا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ خبر متواتر ثابت ہے کہ ستون حنانہ آپ کے فراق میں بچے کی طرح رویا اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ میں مکہ میں ایک پتھر پہچانتا ہوں جو ایام بعثت میں مجھے سلام کیا کرتا تھا علماء نے کہا کہ یہ سوا سیاہ پتھر کے ایک پتھر ہے مکان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واقع تھا اور روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگ مکہ کے نواح میں نکلے سو ہم پہاڑوں اور جنگلوں میں جس درخت و پتھر کی طرف گذر ہوتے تو ہر ایک کہتا کہ السلام علیک یا رسول اللہ (الدارمی وغیرہ) اور جب حضرت ابوبکر و عمر کو لیکر پہاڑ پر چڑھے تو اسکو جنبش ہوئی پس آپ نے ٹھوکر مار کر فرمایا کہ ٹھہر ار تجھ پر فقط نبی و صدیق و شہید ہیں اور صحیحین وغیرہ کی دیگر احادیث میں اس کثرت سے ذکر ہوا ہے ہیں کہ مشہور و متواتر ہیں۔ تعالیٰ نے قرآن میں حکم کیا کہ آفتاب کو سجدہ کرو گا کیونکہ سجدہ تو زمین پر پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں اور آفتاب کی پیشانی نہیں جسکو زمین پر رکھے معلوم ہوا کہ یہ گمان نادانی کی بات ہے آدمی کے سجدہ کرنے کے شکل کی ہیں کہ وہ زمین پر سر رکھے ورنہ ہر چیز کے واسطے اسکے لائق سجدہ ہے اور حدیث ابوذر میں ہے کہ آفتاب جاکر زیر عرش سجدہ کرتا ہے پھر اسکو حکم ہوتا ہے کہ جا کر وہیں سے طلوع کر پس وہاں سے نکلتا ہے (الترمذی حسن صحیح) بالجملہ اہل سنت کے نزدیک ہر چیز کے واسطے تسبیح و صلوٰۃ معلوم ہے اگرچہ اسکی کیفیت سے ہم واقف نہیں اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ (مسئلہ) امام رازی نے تفسیر واحدی سے نقل کیا کہ اسلاف صالحین و علماء محققین کے نزدیک ان اشیاء میں انکی جنس کے انبیاء ہیں اور اس کے واسطے لطیف استدلال فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم الآیۃ صریح ہے کہ زمین کے ہر قسم کے چرند و جانور و ہر قسم کے پرند بھی انسانوں کے مثل امتیں جداگانہ ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک پیغمبر نے انبیاء میں سے ایک درخت کے نیچے نزول کیا جہاں چیونٹیوں کے جھنڈ تھے پس ایک چیونٹی نے کاٹ کھایا تو آپ نے اسباب اٹھوا کر چیونٹیوں کے قریہ جلا دینے کا حکم کیا پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ایک چیونٹی کے کاٹنے سے تم نے ایک امت کو جلا دیا جو تسبیح کرتی تھی اور اگر قصاص تھا تو ایک ہی چیونٹی سے لیا گیا ہوتا (صحیح مسلم) پس معلوم ہوا کہ چیونٹیاں بھی ایک امت ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر الآیۃ صریح ہے کہ ہر امت میں پیغمبر بھیجا گیا تو ثابت ہوا کہ ان امتوں میں بھی پیغمبر ہیں اسی واسطے علماء نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام مخلوقات عالم کے واسطے عام ہے یہ استدلال نہایت لطیف ہے لیکن جن لوگوں کی عقل پر حواس و اوہام غالب ہیں انکو ان آیات میں تردد ہوتا ہے اور یہ انکی جہالت و بیماری ہے (فائدہ) آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ دل ہی کی سختی و لگاؤ سے آدمی کی صلاحیت بگڑ جاتی ہے اسی واسطے حدیث میں آیا کہ بدن میں ایک مضغہ ہے جب وہ صلاحیت پر ہوتا ہے تو تمام جسم صالح ہوتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو تمام جسم میں فساد ہو جاتا ہے آگاہ رہو کہ وہ دل ہے (الصحیح) اور حدیث میں ہے کہ الٰہی میرے قلب کو اپنے دین پر قائم رکھ۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا الآیۃ یعنی الٰہی ہمارے دلوں کو بعد ہدایت کے کج نہ فرمائیو۔ اور یہ قلوب ہر دم بقبضہ قدرت الٰہی میں مسخر ہیں جدھر چاہتا ہے پھیرتا ہے (کما فی الصحیحین) اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے (کما فی الصحیح) اس سے نکل آیا کہ کاموں کا مدار نیت پر ہے چنانچہ حدیث میں خود منصوص ہے کہ۔ انما الاعمال بالنیات (کما فی الصحاح) شیخ ابن العربی نے آیت میں اشارہ لکھا کہ قلوب چار طرح ہیں

... ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ
واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وہی القلب ...

ایک وہ دل کہ نور الٰہی سے منور اور اسمیں مستغرق ہوگیا پس اس سے علم کی نہریں جاری ہوئیں کہ جسنے ان نہروں سے پیا وہ ہمیشہ کے لیے
زندہ ہوا اور یہ قلوب ویسے ہیں جیسے خاصان خدا کے ہیں جو درجوں میں سب سے آگے ہیں یعنے مانند انبیاء علیہم السلام و انکے امتی اولیا
کاملین رضی اللہ عنہم اور انھیں کی طرف اس کلام سے اشارہ فرمایا۔ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار الآیۃ۔ دوم وہ دل ہے کہ اسنے ان
علوم سے ایک حصہ حاصل کرکے جمع کیا اور اسکو حفظ کیا اور اس سے فہم و استنباط کیا اور پھیلایا کہ اس سے لوگوں نے نفع پایا اور یہ مثل علمائے ربانیین
کے دلوں کی ہے اور اسی کی طرف اشارہ کیا اس کلام سے۔ وان منہا لما یشقق فیخرج منہ الماء۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ علماء سے مجتہدین و حکما سے
ربانیین ہیں اور سوم وہ دل ہیں کہ خاشع و مطیع ہوئے جیسے مسلمانوں میں سے زاہدوں و پرہیزگاروں کے دل ہیں اور انکی طرف اس کلام سے
اشارہ فرمایا۔ وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ۔ اور انکا ادنیٰ حال یہ ہے کہ احکام الٰہی کے لیے بدل مطیع ہوئے ہیں جو انکو انکے رسول سے پہنچے
پھر اسکے ایک چوتھا دل باقی رہا جسکو علم کا اثر تک نہیں پہنچا اور نہ وہ خوف الٰہی سے نرم ہوا بلکہ ہمیشہ سے لہو و لعب اور غرور میں اور اپنی
کی خواہشوں سے بھرا اور سرکشی میں پورا ہے سو یہ عالم میں جتنی چیزیں محسوس موجود ہیں کسی سے اسکی مثال نہیں ہو سکتی کیونکہ سب چیزیں جو اللہ تعالیٰ
نے انکو حکم کیا قبول کرتی ہیں سوا یہ ہے سے اسکی مثال کیا ہو سکتی ہے کہ وہ تو ظاہر میں بھول چکا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مثل اس ہدایت و
علم کی جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے ایسی ہے جیسے ایک زمین پر پہنچا پانی نفع دینے والا برسا سو اس زمین میں بعضے ٹکڑے تو پاکیزہ ہیں
جنھوں نے اس پانی کو قبول کیا اور پی لیا اور بہت ہری ہری گھاس و میوہ و اناج وغیرہ اگایا اور اس زمین میں سے بعضے ٹکڑے
اجدب ہیں کہ اسنے پانی کو اپنے پاس ٹھہر رکھا سو اس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع دیا کہ لوگوں نے اس سے پیا و پلایا اور کھیتی کی اور ایک
ٹکڑا چٹیل میدان کہ نہ وہ پانی روک رکھتا ہے نہ گھاس اگاتا ہے الیٰ آخر الحدیث۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر کے تینوں قلوب کو بیان
فرمایا اور اول میں سے قلب محمدی ہے۔ قال المترجم جاننا چاہیے کہ افضل تمام قلوب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب شریف ہے پھر
درجہ بدرجہ دیگر انبیاء علیہم السلام کا پھر امت میں سے قلوب اس نوع کے نہیں ہو سکتے جو انبیاء علیہم السلام کے ہیں لیکن صفات میں
انکے مشابہ ہوتے ہیں پس قلب محمدی سے ایسے قلوب مراد ہیں جو آپ کے قلب مطہر مقدس سے مشابہ ہوں جیسے ولایت محمدی سے مراد ہے
کہ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ولایت حاصل ہوئی اور وہ افضل اولیائے وقت ہوتا ہے حتی کہ شان معرفت میں اعلیٰ ہے اگرچہ عبادات
میں دوسرے لوگ زائد اجتہاد و محنت کرنے والے ہوں کیونکہ وہ احکام سنت پر اپنے کثیر ازواج و اولاد کے ساتھ ہدایت و ارشاد میں کامل
ہوتا ہے اور اسی پر کمالات اولیائے امت متفق ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ م۔ اور حدیث ابن عمرؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ سوائے ذکر الٰہی کے زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ کثرت کلام کی جو سوائے ذکر الٰہی کے ہو دل کو سخت کرتی ہے اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ
سے بہت دور ہونے والا وہی شخص ہے جسکا دل سخت ہو۔ (الترمذی) اور حضرت انسؓ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ چار چیزیں شقاوت سے
ہیں ایک آنکھ کا ٹھہرانا دوم دل کا سخت ہونا تیسرے امید کی رسی دراز ہونا چوتھے دنیا پر حرص (البزار) ع۔ اور آیت میں اشارہ ہے کہ
ظاہری صورت سالم رہنے کے باوجود باطن مسخ ہو جاتا ہے جیسے ان موجودہ یہودیوں وغیرہ میں حالت ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو
ان یہودیوں کے حال سے متنبہ فرمایا مع انکے برادری یعنے منافقوں کے قال تعالیٰ

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ

اے کیا تم مسلمان توقع رکھتے ہو کہ وہ مانیں تمھاری بات اور ایک لوگ تھے ان میں کہ سنتے کلام اللہ کا

ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا

پھر اسکو بدل ڈالتے بوجھ لیکر اور انکو معلوم ہے اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں

اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

کہ ہم مسلمان ہوئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں ایک دوسرے پاس کہتے ہیں تم کیوں کہہ دیتے ہو انسے جو کھولا ہے اللہ نے تم پر

لِيُحَاۗجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا

کہ جھٹلاویں تمکو اس سے تمہارے رب کے آگے کیا تمکو عقل نہیں کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے جو

يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝

چھپاتے ہیں اور جو کھولتے ہیں

نصف

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بعض عیوب بیان فرمائے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادوں کے مقلد اور انہیں کی خصلت کے ثناخوان ہیں۔ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ سو کیا تم آرزو رکھتے ہو کہ یہ موجودہ لوگ تمہاری بات مانینگے وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ حالانکہ ان میں سے ایک فریق ایسا تھا کہ کلام الٰہی کو سنتے تھے پھر بعد اسکے سمجھ لینے کے اسکو تحریف کرتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے۔ ف یعنی انکے بزرگوں میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک گروہ تھا اور وہ گروہ علماء تھا کہ انکی یہ حالت تھی کہ کلام الٰہی کو سمجھ لیتے یعنی توریت کو اچھی طرح سنکر سمجھ لیتے پھر جان بوجھکر تحریف کرتے تھے اور یہ لوگ انہیں کی تقلید کرتے ہیں تو جنکے اوائل کی یہ حالت تھی انکے اواخر مقلدین سے تم کیونکر ایمان کی طمع رکھتے ہو یعنی انسے کچھ طمع مت رکھو کہ یہ لوگ شریر بدنیت و خبیث جاہل ہیں پھر جاننا چاہیے کہ قولہ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ میں ایمان سے تصدیق یعنی بات مان لینا مراد ہے یا ایمان شرعی مراد ہو پس اگر ایمان شرعی مراد ہو تو اَفَتَطْمَعُوْنَ کا خطاب دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اور تفخیماً یا تو بطور تعظیم ہے یا اصحاب رضی اللہ عنہم کو بھی اس وجہ سے شامل کر لیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تلقین کرتے تھے اور حاصل یہ ہوگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ یا آپ مع اصحاب رضی اللہ عنہم کے ان یہودیوں سے یہ طمع رکھتے ہیں کہ یہ لوگ آپ پر ایمان لاوینگے حالانکہ یہ لوگ اپنے باپ دادوں کے مقلد ہیں جنمیں سے ایک فریق کی یہ کیفیت تھی کہ وہ لوگ کلام الٰہی کو سنکر سمجھ لینے کے بعد جان بوجھکر تحریف کرتے تھے یعنی کسی طرح کا عذر نہ تھا کہ سمجھے نہوں یا بھول کر معنے بدل گئے ہوں اور یہ سخت برائی و کفر ہے۔ اور اگر بات مان لینے کے معنے ہیں تو خطاب صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ٹھیک ہے یعنی تم ایسی قوم سے اپنی بات ماننے کی کیونکر امید کرسکتے ہو جنکے بزرگوں میں سے ایک فریق ایسا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بات کو عمداً تحریف کرتا تھا۔ یہ سیاق بنابر یہ کہ قد کان فریق منہم زمانہ گذشتہ کا حال ہو اور کبھی ایسا کلام زمانہ موجود کے واسطے بھی بولا جاتا ہے تو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ تم ان حال کے یہودیوں سے ایمان کی امید کیونکر رکھ سکتے ہو جبکہ انہیں سے ایک فریق یعنی انکے احبار علماء کا ایک فریق ایسا ہے کہ وہ توریت کو سنکر سمجھ بوجھکر تحریف کرتا ہے حالانکہ متواتر حجت پکڑی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ رہا یہ امر کہ کلام الٰہی میں یہ لوگ لفظ و معنے دونوں بدل لیتے تھے یا فقط معنے بدل لیتے تھے یا اصل توریت کو چھپا کر دوسری کتاب لکھائی تھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جنھوں نے اپنی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالیٰ کی کتاب بتلایا اور یہ افتراء کفر باندھا تو

ایسے شخص سے کیونکر امید کرسکتے ہو کہ اُسنے کتاب الٰہی کو نہین بدلا کیونکہ جب اس کفر مین اُسکو ڈر نہین ہے تو اُس کفر مین بھی ڈر نہوگا بلکہ خود اللہ تعالیٰ
فرمایا۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ یعنے کلمات توریت کو اپنے ٹھکانے سے متغیر کرتے ہین۔ تو کچھ شک نرہا کہ وہ توریت مین تحریف کرتے تھے
اب رہا یہ کہ خالی معانی مین تحریف کرتے تھے تو یہ خیال صرف اس وجہ سے پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم
صادقین یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ ان یہودیون کو حکم دے کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو توراۃ یہان لاکر پڑھو۔ اس سے معلوم
ہوا کہ اگر توریت کے الفاظ بدل ڈالے ہوتے تو اُسکے پڑھنے سے کیا فائدہ ہوتا۔ مترجم کہتا ہے کہ انھون نے ہر مقام نہین بدل ڈالا تھا علاوہ اس کے
عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو سب علماے یہود مین سے افضل زبردست عالم تھے وہ مسلمان ہوچکے تھے تو اُنکے سامنے یہودیون کی تحریف
کچھ کارگر نہین ہوسکتی تھی اور مترجم کہتا ہے کہ اُس وقت کوئی حالت ہو لیکن اس زمانہ مین تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ نصرانیون مین سے ہر فرقہ انجیل کو
اپنی مراد کے موافق بدل ڈالا اور یہی غالب حال توریت کا ہوگیا کیونکہ توریت و انجیل کے نسخون مین صرف تین سو برس کے قریب
ایک ہی کتب خانہ کے نسخے ملانے مین کئی ہزار الفاظ کا اختلاف موجود ہے تو کسی صورت سے یہ معلوم نہین ہوسکتا کہ اصل مین کیا لفظ تھا اور
حکم الٰہی فنا ہوگیا اسیواسطے اہل اسلام مین یہ امر جائز نہین ہے کہ توریت و انجیل سے کوئی امر ثابت کرین مگر یہود و نصاریٰ کو قائل کرنے کے
واسطے علماء کو نظر کرنا جائز ہے اب یہان بعض آثار سلف کہ تفسیر شیخ ابن کثیر سے ملخص کیا جاتا ہے اور چونکہ وجوہ مین سے اوپر تاویل کرچکے ہین لہذا
ہر روایت کو اپنی وجہ پر محمول کرنا چاہیے۔ محمد بن اسحٰق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب مومنین رضی اللہ عنہم کو یہودیون کے ایمان سے مایوس کردیا اور یہ فریق جنہوں نے کلام الٰہی کو بدلا یہ وہی لوگ ہین
جنھون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دیدار باری تعالیٰ کی درخواست کی تھی۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھے بعض اہل علم نے بیان
کیا کہ ان لوگون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگون کو دیدار باری تعالیٰ میسر نہین ہوسکتا لیکن آپ یہ درخواست کرین کہ ہم لوگ کلام الٰہی
سُن لین پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اچھا یہ لوگ روزہ رکھین اور طہارت کامل ہون پس جب موسیٰ علیہ السلام میقات پر
گئے تو انکو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور جب پارہ ابر سفید آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکو سجدہ کا حکم دیا پس یہ لوگ سجدہ مین گر پڑے اور انھون نے بھی احکام الٰہی سُنے
پھر جب بنی اسرائیل کے پاس آئے تو جو کچھ سُنا تھا اُسکو تغیر کرکے بیان کیا۔ ہ ع۔ اور خطیب نے کہا کہ جو کچھ سُنا تھا وہ بیان کرکے لیکن اپنی طرف سے
اسقدر ملا دیا کہ جہانتک تم سے ہوسکے عمل کرو ورنہ کچھ حرج نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت پر یہ لازم آتا ہے کہ کلام الٰہی کی خصوصیت
موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہو بلکہ دوسرون نے بھی کلام الٰہی سُنا ہو حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین ہے شیخ ابن کثیر نے جواب دیا کہ یہ بات نہین لازم آتی
کیونکہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے سُنا تھا شاید اُس طور پر انھون نے نہ سُنا ہو جیسے قولہ تعالیٰ۔ وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ آلایۃ
مین یہ معنے ہین کہ اگر مشرکون مین سے کوئی شخص تجھسے پناہ مانگے تو اُسکو پناہ دے یہانتک کہ وہ کلام اللہ سُنے پس اُسنے کلام اللہ سُنا اسی طرح فرقہ
بنی اسرائیل نے بھی کلام الٰہی سُنا ہوگا مترجم کہتا ہے کہ یہ محل تردد ہے اسواسطے کہ ان لوگون نے یہ درخواست نہین کی تھی کہ ہم لوگ آپکی زبان سے کلام الٰہی
سُنین کیونکہ یہ امر تو انکو پہلے ہی سے ممکن بلکہ حاصل تھا پس ظاہر محمد بن اسحٰق نے جن اہل علم سے یہ روایت سُنی وہ یہودی لوگ ہونگے جنکا
نام ظاہر نہین کیا ہے پس یہ اسرائیلیون کی روایات انکی نادانی کی حکایات ہین واللہ تعالیٰ اعلم اور اصل بات یہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
توریت کے کلمات سُنکر سمجھ لینے کے بعد تحریف کرتے تھے چنانچہ قتادہ نے فرمایا کہ یہ احبار یہود کا حال تھا جو توریت سُنکر خوب سمجھ لینے کے بعد تحریف
کرتے تھے اسیطرح مجاہد نے فرمایا کہ یہ یہودیون کا بیان ہے اور اُنمین سے ایک فریق اسواسطے فرمایا کہ جو لوگ توریت کو سنتے و سمجھتے تھے وہ احبار تھے لیکن کل یہود

نہیں فرمائے کہ اصل مین سمجھنے و تحریف کرنے والے صرف وہی لوگ تھے جو علماء و احبار کہلاتے تھے تو یہ ایک فرقہ ہوا اسواسطے فرمایا کہ اُن مین سے
ایک فرقہ ایسا تھا ابو العالیہ نے فرمایا کہ یہ یہودیون کی مذمت ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے توریت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و زانی محصن کو سنگسار
کرنے کے احکام نازل فرمائے مگر اُنھون نے عمداً تحریف کردیے ابن وہب نے کہا کہ ابن زید نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون پر توریت نازل فرمائی
تو بجائے شکر کے ان لوگون نے حرام کو حلال کیا اور حلال کو حرام اور حق کو باطل اور باطل کو حق کرنا شروع کیا اور اُسکی صورت یہ ہوئی کہ جب
کوئی حق دار کچھ رشوت لیکر آتا تھا تو اُسکے واسطے کتاب اللہ مین سے حق فتویٰ دیدیتے تھے اور جب کوئی جھوٹا مدعی رشوت لاتا تو رشوت لیکر اُسکے
موافق فتویٰ دیدیتے تھے مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جید و عمدہ ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ - ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل الآیۃ
کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ اسکا واضح بیان آویگا اور اُسکے موافق آیت کے معنے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کو آگاہ فرمایا کہ تم ان عوام
یہودیون سے ایمان کی کیا توقع رکھتے ہو جبکہ ان مین سے پڑھے لکھون کی یہ کیفیت ہے کہ سخت دل ہوکر حقیر مال دنیا کے پیچھے کلام الٰہی کی تحریف
کرتے ہین کیونکہ انکے دل مین آخرت کا یقین و عذاب الٰہی کا خوف نہین رہا ہے یہ ظاہر مین توریت کے ماننے والے بنتے ہین مگر باطن مین انکے
قلوب سخت ہوکر غضب الٰہی مین پھنسے ہین تو تم لوگ انسے ایمان کی توقع مت رکھو اور جو کوئی ان مین سے بظاہر مسلمان ہوا وہ بھی منافق ہے۔
وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا۔ اور جب یہ لوگ اہل ایمان سے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور ہم کیونکر ایمان نہ لاوین
حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک عربی پیغمبر ہین ورانھین کے نام کے طفیل سے ہم لوگ تھوڑا زمانہ ہوا کہ ہم لوگون نے مشرکون پر فتح مندی کی دعا مانگا کرتے تھے اور
حکم توریت کے موافق خود انکے منتظر تھے (محمد بن اسحٰق عن ابن عباس) وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ - اور جب ایک دوسرے کے
پاس اکیلے ہوتے ہین - قیل تب یہ اقراری لوگ ظاہر کرتے ہین کہ ہم نے تو مومنون سے صرف ظاہر مین ایمان کا اقرار کردیا ہے اور دل سے
ہم لوگ مومن نہین ہین - غرضکہ یہ منافقین جب اپنے پڑھے لکھے گروہون کے پاس اکیلے ہوتے ہین تو انکے خوش کرنے کو اظہار کرتے ہین کہ آپ لوگ
مطمئن رہین کہ ہم دل سے مومن نہین ہین - قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم بِهِ عِندَ
رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وہ لوگ کہتے ہین کہ بھلا تم ایسے ایسی باتین بیان کردیتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھول دی ہین تاکہ
وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے تم پر حجت قائم کرین سو کیا تم سمجھتے نہین ہو - ف کہ تمھارے اس فعل سے تم پر عذاب کی حجت قائم ہوجائیگی خلاصہ یہ
کہ منافقون کو انکے احبار جو گمراہون کی طرح اپنے اوپر کتابین لادے تھے ایک بات مین ملامت کرتے ہین کہ تم دنیاوی مصلحت سے ایمان ظاہر کرتے
ہو اور دل سے نہین مانتے ہو تو یہ خوب ہے لیکن اُنسے یہ باتین کیون ظاہر کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک پیغمبر حق ہین اور ہم کو توریت
مین انھین پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے اور ہم مدت سے انکے ظہور کے منتظر تھے اور زمانہ جاہلیت مین ہم انھین کے فضائل تم سے بیان کیا
کرتے تھے اور انھین کے نام پاک کا واسطہ و وسیلہ لاکر اللہ تعالیٰ سے تم پر فتح و نصرت کی دعائین کیا کرتے تھے - بالجملہ منافقین تو مسلمانون سے
خوشامد کے لیے یہ باتین اظہار کرتے تھے اور یہان سے جاکر جب اپنے احبار سے اپنا نفاق ظاہر کرتے تو وہ لوگ انکو ملامت کرتے کہ تم یہ باتین اُنسے کیون
ظاہر کرتے ہو کیا سمجھتے نہین ہو کہ وہ لوگ انھین باتون سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم پر حجت قائم کرینگے کہ اُنھون نے جان بوجھکر کفر کیا ہے تو ہم تم
سب اسکے سبب سے عذاب مین گرفتار ہونگے مترجم کہتا ہے کہ یہ لوگ اپنی سمجھ کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اسقدر سخت احمق تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکو جہل کا
الزام دیا اور فرمایا أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ کیا یہ نہین جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز
جسکو وہ لوگ چھپاتے اور جسکو ظاہر کرتے ہین سب جانتا ہے - ف پس اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی خفیہ

باتون سے آگاہ فرمایا اور یہی اُنکے واسطے دلیل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اُنکی خفیہ وظاہر سب باتون کو جانتا ہے لیکن یہود ایک قوم احمق تھے جو اپنی
بیوقوفی سے صفات باری تعالیٰ کو نہیں سمجھتے تھے حتیٰ کہ علمائے محققین نے بیان فرمایا کہ یہودی قوم مجسمہ ہے چنانچہ انکے اعتقادات مین سے ایک یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن تک مخلوقات کو پیدا کیا اور ساتوین روز سنیچر کو استراحت کے لیے پاؤن پھیلا کر عرش پر لیٹا اور یہ اُنکا کفر وجہالت ہے بلکہ
اللہ تعالیٰ کے واسطے جسمانی صورت بیان کرتے ہین ۔ تعالی اللہ عن ذلک علوًا کبیرًا ۔ اسیواسطے ان کمبختون کا گمان تھا کہ خفیہ باتون کو اللہ تعالیٰ
نہین جانتا ہے اور باوجود ان تمام معجزات کے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ واقع ہوئے اور باوجود معارفت توریت کے یہ لوگ ایسے ہی احمق
و ناسمجھ ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے انزلنا تعالیٰ کمثل الحمار یحمل اسفارا الآیۃ ۔ مین انکے عالمون کو ایسے گدھے سے مثال دی جسپر کتابین لدی ہون
اور اسی جہالت کی وجہ سے گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اُنکی پوشیدہ باتون کو نہین جانتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہین
یعنی ظاہر مین ایمان لاتے ہین اور باطن مین نہین رکھتے اور اُن کے احبار ان منافقون سے کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت وغیرہ
جو تمھاری کتاب مین مذکور ہے اور جسپر ایمان لانیکا عہد لیا گیا ہے وہ تم لوگ مومنون سے کیون ظاہر کرتے ہو کیونکہ اگر ایسا کروگے تو یہ لوگ تمھارے رب
کے نزدیک تمپر حجت قائم کرینگے یہی ابو العالیہ وقتادہ وغیرہ علمائے تابعین سے مروی ہے اور ایک روایت مین مجاہد سے آیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ فرمایا تو بعض صحابہ نے کہا کہ اے بندر اور سور کے بھائیو ۔ ۔ ۔ تو وہ آپس مین کہنے لگے
کہنا شروع کیا کہ یہ تمھاری ہی باتین ہین کہ تم نے انکو آگاہ کیا ہے تاکہ تمپر قیامت کے روز حجت تمام ہو اور یہ اُنکی جہالت کفر ہے جسکو اللہ تعالیٰ
نے رد فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے ۔ ۔ ۔ عوام وغیرہ یہودیون کی تفصیل ۔ ۔ ۔ بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ

اور ایک اُن مین بن پڑھے ہین خبر نہین رکھتے کتاب کی مگر باندھ لی اپنی آرزوئین اور اُن پاس نہین مگر اپنے خیال سو خرابی ہے اُنکو جو

يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا

لکھتے ہین کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہتے ہین یہ اللہ کے پاس سے ہے کہ لیوین اُسپر مول

قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝

تھوڑا سو خرابی ہے اُنکو اپنے ہاتھ کے لکھے سے اور خرابی ہے اُنکو اپنی کمائی سے

اُمیون ۔ جمع اُمی جس شخص کو لکھنا نہ آتا ہو یہی قول ابو العالیہ وربیع وقتادہ وابراہیم نخعی وغیرہم ہے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
امی کہتے ہین اور یہ آپ کے حق مین معجزہ کاملہ ہے کما قال تعالیٰ وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذًا لارتاب المبطلون ۔ یعنی اس قرآن سے پہلے
سے تو کوئی کتاب نہین پڑھتا تھا اور نہ اُسکو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھ سکتا تھا کہ ایسا ہوتا تو اہل بطالت شک کرتے ۔ یعنی اہل کفر ونفاق کو
کوئی وجہ شک کی باقی نہین چھوڑی گئی تھی کہ خاتم النبیین کو جو لکھنا پڑھنا نہین سکھلایا تاکہ کفار کا یہ وہم کہ یہ باطل ہو کہ جو کچھ بیان کرتے ہین
شاید یہ پہلے سے لکھ پڑھ کے جانتا ہو پس یہ صریح دلیل ہے کہ جو کچھ آپ بیان فرماتے ہین وہ وحی الٰہی تو دلیل ہے اور یہی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
وقائع گذشتہ وحی فرماتے تھے جو خاصۃً یہودی عالمون کے پاس تھے اور وہ تفصیل لکھے ہوئے تھے تاکہ شبہ باقی نہ رہے بالکل ۔ ۔ ۔
اُم یعنی مان ہے کیونکہ مان کے پیٹ سے جیسے لکھا پڑھا پیدا ہوتا ہے یا منسوب بجانب امت عرب ہے جو لکھتے پڑھتے نہین ہے تھے ۔ ۔ ۔ اسی واسطے
حدیث شریف مین آیا ۔ انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب ۔ یعنی ہم لوگ امی امت ہین کہ لکھتے نہین اور حساب نہین جانتے ہین ۔ ۔ ۔

ہین اللہ تعالے نے یہود کی دو قسمین فرمائین ایک احبار جو لکھتے پڑھتے ہین تو وہ اللہ تعالی پر افترا باندھتے ہین دوم بے پڑھے عوام جو اُنکی تقلید مین بغیر علم توریت
کے صرف ربانی خیالات پر جمے ہوئے جھوٹی باتین اعتقاد کرتے ہین چنانچہ فرمایا۔ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا
أَمَانِيَّ ۔ اور ان یہودیون مین سے بعضے اُمّی ہین جو کتاب کو نہین جانتے سوا ے جھوٹی باتون کے ۔ ف یعنی یہودیون مین جاہل بے پڑھے
فریق کا یہ حال ہے کہ کتاب توریت تو جانتے نہین ہین لیکن جھوٹی باتین اپنے احبار سے سیکھی ہین جنکا علم نہین رکھتے ۔ وَإِنْ هُمْ
إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ اور یہ لوگ تو گمان ہی گمان رکھتے ہین ف کیونکہ توریت سے علم حاصل ہونے کی انکو کوئی راہ نہین ہے لیکن احبار سے
سُنکر اعتقاد کر لیا کہ توریت مین لکھا ہے کہ دین یہودی قیامت تک رہیگا اور کسی یہودی کو سات دن سے زیادہ عذاب نہوگا اگرچہ کیسا ہی گناہگار ہو
اور جو شخص محصن زنا کرے اُسکا مُنھ کالا کرکے گدھے پر سوار کرکے پھراؤ پھر اُسکو درّے مارو اور مانند اسکے بہت سی جھوٹی باتین سُنکر اعتقاد کر لین کہ
یون ہی توریت مین مذکور ہین حالانکہ انکے احبار نے عربی یا عبرانی زبان مین اپنی طرف سے کتابین بنائین اور بیچالی سے اُسمین لکھدیا کہ توریت
مین اسیطرح مذکور ہے حالانکہ جو کچھ توریت مین مذکور تھا اُسکو بدل ڈالا مثلاً توریت مین پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و حلیہ مبارک اسطرح مذکور تھا
کہ سُرمگین آنکھین میانہ بدن نکلتا ہوا میانہ قد خوبصورت چہرہ لہر دار خوبصورت بال ہونگے آخر تک بہت تفصیل سے صفات مذکور ہین تو ان یہودیون
نے بجاے اُسکے دُبلا پتلا یا قد کرنجی آنکھین سیدھے بال والا لکھدیا اور یہ بھی مرد یا عورت کے زنا کرنے مین رجم یعنی پتھرون سے سنگسار کرنیکا حکم تھا اور
انھون نے بجاے اُسکے مُنھ کالا کرنا لکھدیا تاکہ عوام یہودیون کے پیرزادے بنے بیٹھے رہین اور عوام جہال انکو نذرانہ دیا کرین حالانکہ انھون نے حقیر دنیا
کے پیچھے اپنی عاقبت برباد کی لہذا اللہ تعالی نے فرمایا ۔ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ
هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۔ پس ویل یعنے عذاب شدید ہے اُن لوگون کے لیے جو اپنے ہاتھون
کتاب کو لکھتے ہین پھر کہتے ہین کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اسکے عوض حقیر دام لیوین ۔ ف پس لکھکر افترا باندھنا گناہ عظیم و کفر تھا
اور اُسکے عوض جو مال لیا یہ بھی حرام خبیث ہوا ۔ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝
سو خرابی ہے اُنکو اپنے ہاتھون کی کتاب بنائی سے اور خرابی ہے اُنکو اپنی کمائی سے ف یعنے دونون طرح مستحق ویل ہین چنانچہ بنائی ہوئی
کتاب سے مستحق ویل ہوے اور جو مال اُسکے عوض کمایا اُس سے بھی مستحق ویل ہین ۔ عطاء بن یسار نے فرمایا کہ ویل جہنم مین ایک وادی ہے کہ اگر
اُسمین پہاڑ ڈالے جائین تو گل جائین اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم مین
ویل ایک وادی ہے کہ کافر اُسکے قعر تک پہونچنے سے پہلے چالیس خریف تک گرتا چلا جائیگا (رواہ الترمذی) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ ویل ایک کوہ آتشی ہے اور یہی یہودیون کے حق مین موعود ہے کیونکہ اُنھون نے توریت مین تحریف کی اور اپنی خواہش کے موافق
لکھا یا پڑھا یا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محو کرنا چاہا اسیواسطے اللہ تعالی نے اُنپر غضب فرمایا (ابن جریر) سدی رح نے کہا کہ احبار یہود
اپنے ہاتھون سے کتابین لکھکر عوام کے ہاتھ بیچتے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالی کی نازل کی ہوئی کتاب ہے پس اسکے عوض ثمن قلیل حاصل کرتے
تھے اور ابن عباس رض نے وعظ فرمایا کہ اے گروہ مسلمین کیونکر تم اہل کتاب سے کوئی بات پوچھتے ہو حالانکہ قرآن الٰہی جو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر
نازل ہوا ہے بیلوث خالص کتاب ہے اور اللہ تعالی نے تمسے بیان فرمایا کہ اہل کتاب نے کتاب الٰہی کو متغیر و متبدل کر دیا اور اپنے ہاتھون سے
کتابین بنائی ہین تاکہ اُسکے عوض ثمن قلیل حاصل کرین پس جو علم الٰہی تمہارے پاس آیا کیا وہ تمکو اس امر سے مانع نہین ہے کہ تم اہل کتاب سے
کوئی بات پوچھو اور واللہ ہمنے نہین دیکھا کہ انمین سے کوئی شخص ایسی بات پوچھتا ہو جو تمہارے بیان نازل کی گئی ہے (رواہ البخاری)

تردید ہے چنانچہ ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہودی گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے توریت میں یہ لکھا پایا کہ جہنم کے دونوں کناروں
کے درمیان چالیس برس کی راہ ہے یہانتک کہ شجرۃ الزقوم تک پہونچیں جو اصل الجحیم میں جما ہوا ہے اور ان یہودیوں نے دعوی کیا کہ ہم
لوگ تو اسیوقت تک عذاب پاوینگے کہ شجرۃ الزقوم تک پہونچیں پھر جہنم جاتی رہیگی اور یہی اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ قالوا لن تمسنا النار
الا ایاما معدودۃ یعنے یہودی کہتے ہیں کہ ہمکو آگ نہیں چھوویگی سوا ایام معدودہ کے۔ قتادہؓ نے فرمایا کہ یہودی کہتے تھے کہ صرف اتنے دنوں
ہمکو عذاب ہوگا جتنے دنوں ہمنے گوسالہ پوجا اللہ تعالے نے اسکو رد فرمایا۔ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ
عَهْدَهٗٓ ۔ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان بدبختوں سے کہدے کہ کیا تمنے اللہ تعالی کے نزدیک کوئی عہد لیا ہے تاکہ ثابت ہو کہ
اللہ تعالی اپنے عہد کے خلاف نہیں فرمائیگا۔ ف تو باوجود تمہارے شرک و کفر و گناہوں کے تمپر بوجہ عہد کے عذاب نہوگا حالانکہ خوب جانتے
ہو کہ کوئی عہد نہیں ہے۔ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ بلکہ تم لوگ اللہ تعالی پر ایسی بات کہتے ہو جو جانتے
نہیں ہو۔ ف یعنے اللہ تعالے پر کذب و افترا باندھتے ہو کیونکہ جو امور اللہ تعالے کے علم میں ہیں انکے معلوم ہونے کی کوئی صورت نہیں
سوا وحی الہی کے جو کتاب الہی و پیغمبر پر نازل ہو پس یہودیوں کو صرف وہی بات کہنی چاہیے تھی جو توریت میں ہو ولیکن جب اس قوم پر
اللہ تعالی کا غضب آیا تو انھنے بیباکی سے اللہ تعالی پر بہتان باندھا جو کفر ہے اور اگر غور کیا جاوے تو یہ محض حماقت ہے کیونکہ اگر درحقیقت
یہ لوگ جہنم میں چندہی روز رہنے والے ہوتے تو ایسی سے کہنا بیفائدہ کفر و جرم ہے اور اگر درحقیقت یہ نہیں ہے تو دعوی سے کیا فائدہ ہوگا کیونکہ
عاقل کا یہ کام نہیں ہے کہ ایسی بات کہے کہ اگر سچ ہو تو کوئی فائدہ نہیں اور اگر جھوٹ ہو تو کفر و جہنم میں جیسے حالانکہ خود جھوٹ کی دلیل موجود ہے
کہ وحی الہی سے جو بات ثابت ہوتی اسکو اپنے قیاس سے بیان کرتے ہیں پھر ایسے کافروں کے واسطے دائمی جہنم خود ثابت ہے مگر [illegible]
کہ افسوس یہ ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں میں بھی بہت ایسے لوگ پیدا ہوئے جو ایمان سے بیخوف ہو کر اسی قسم کے دعوی کرتے ہیں
حالانکہ کسی حدیث یا آیت سے کوئی دلیل نہیں رکھتے ہیں پس معجزہ حدیث شریف صادق آیا کہ تم لوگ یہود و نصاری کے قدم بقدم
چلوگے پس اہل اسلام کو لازم ہے کہ امور غیب میں سے بلا دلیل کسی بات کا دعوی نکریں اور یہودیوں کے حال سے عبرت حاصل
کریں جبتک کہ حکم الہی نہ پاویں دیکھو کیونکر اللہ تعالی نے انکو جھٹلایا اور رد فرمایا بقولہ تعالی

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج

کیوں نہیں جسنے کمایا گناہ اور گھیر لیا اسکو اسکے گناہ نے سو وہی ہیں لوگ دوزخ کے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

وہ اسی میں رہ پڑینگے اور جو یقین لائے اور عمل کیے نیک وہ لوگ ہیں جنت کے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ع

وہ اسمیں رہ پڑینگے

۹ ع ۱۱

جاننا چاہیے کہ زبان عرب میں استفہام مثبت کے جواب میں لا اور نفی کے جواب میں بلی آتا ہے جبکہ تردید مقصود ہو مثلاً یہودی نے
کہا کہ کیا ہم جنت میں جائینگے تو جواب لا یعنے نہیں جاؤگے اور اگر اسنے کہا کہ کیا یہودی دوزخ میں نہیں جائینگے یا یہودی نے کہا کہ ہم دوزخ
میں نہیں جائینگے تو جواب بلی یعنے کیوں نہیں یعنے ضرور دوزخ میں جاؤگے چنانچہ جب یہودیوں نے کہا کہ سوا ایام معدودہ ہمکو دوزخ

آگ نہین چھوئیگی تو اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا۔ بَلٰی ۔ یعنے کیون نہین ضرور تمکو دوزخ کی آگ لگیگی۔ ف پھر اُنکا حال بطور کلیہ بیان فرمایا مَنۡ
کَسَبَ سَیِّئَةً ۔ جس شخص نے بدی کمائی ف حتی کہ یہ نوبت پہونچائی جو یہود کی حالت ہے۔ وَاَحَاطَتۡ بِهٖ خَطِیۡٓـئَتُهٗ ۔
اور اُسکی خطاؤن نے اُسکو گھیر لیا۔ ف حتی کہ اُس مین نیکی نہین سمائی کیونکہ جب خطیئات سب طرف سے گھیر لیتی ہین تو قلب کشادہ نہین
رہتا بلکہ سیاہ ہوکر بند ہو جاتا ہے پھر اُس مین ایمان نہین سماتا ہے بلکہ اگر ایمان لایا ہو تو کافر ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا
السُّوأَىٰ أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ یعنے جو لوگ بیدھڑک بدکاریان کر چلے اُنکا انجام کار یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتون کو جھٹلانے لگے یعنی کافر
مشرک ہو گئے۔ فَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ پس ایسے لوگ جہنمی ہین وے اُسمین ہمیشہ
پڑے رہینگے۔ ف حسن بصری ؒ نے فرمایا کہ جس بدکاری پر اللہ تعالیٰ نے آگ کی وعید فرمائی وہ خطیئہ ہے۔ ابن عباس رضؓ و مجاہد نے فرمایا
کہ خطیئہ یہان شرک ہے مترجم کہتا ہے کہ جسکو سب طرف سے خطیئہ نے گھیر لیا ہو اُسکا انجام کفر ہے کیونکہ ایمان تو بہت بڑی نیکی ہے پس اگر باقی
ہوتا تو سب طرف سے خطیئہ نہ گھیرتی اسی واسطے محمد بن اسحٰق نے بالاسناد حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ یہ یہودیون کو خطاب
ہے یعنی جیسے تمھارے مانند اعمال کیے اور تمھاری طرح کفر کیا حتی کہ بدکاری نے اُسکو گھیر لیا تو اُسکے واسطے کوئی نیکی نہین ہے اور واسطے
ابن عباس رضؓ و ابو وائل و ابو العالیہ و مجاہد و عکرمہ و حسن و قتادہ و ربیع بن انس نے کہا کہ اُسکے قلب کو شرک نے گھیر لیا۔ ع۔ اس سے معلوم ہوا کہ
اگر ایمان باقی ہو اور گناہون کی یہ نوبت نہ پہونچے کہ وہ دل کو گھیر لین جیسے گنہگار مومنون کا حال ہوتا ہے تو وہ ہرگز دوزخ مین ہمیشہ
دوزخ مین نہین رہیگا کیونکہ جب ایمان باقی ہے تو ضرور ثابت ہوا کہ خطیئہ نے اُسکو احاطہ نہین کیا۔ ھ شیخ محی الدین بن العربی ؒ نے اشارہ کیا کہ یہود
اپنی حماقت سے گناہ کو ظاہری فعل محدود سمجھتے تھے اور یہ نہین جانتے تھے کہ گناہ اپنی شامت سے دل مین جگہ محیط ہو جاتا ہے جس سے
ملکہ راسخ پیدا ہو جاتا ہے اور اسی سبب سے جب گناہون کی انتہا یہانتک پہونچی کہ محیط ہو کر کفر مین داخل کرین تو وہ دائمی دوزخ مین رہتا ہے
کیونکہ ملکہ راسخ دائمی ہوتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ثواب بھی ہمیشہ کے لیے جنت کا باعث نہ ہوتا پس انصاف یہ ہے کہ جب کسی کے دل کو خطیئہ
نے محیط ہو کر سیاہ کر دیا اور وہ جم گیا جیسے کپڑے پر سیاہ رنگ جم جاتا ہے کہ وہ کپڑے کو اصلی حالت پر کبھی نہین آنے دیتا ہے تو کافر ہمیشہ کے لیے
اپنے لائق مقام پاویگا اور وہ جہنم ہے جیسے کسی نے ایمان و طاعت سے دل مین ملکہ نورانی حاصل کیا تو یہی اُسکے قلب کے واسطے اصل ہے
چنانچہ فرمایا۔ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ
اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنھون نے کارہاے نیک کیے تو ایسے ہی لوگ جنتی ہین وے اُسمین ہمیشہ رہینگے کیونکہ ایمان اُنمین ملکہ
راسخ ہے تو کبھی خارج نہین ہو سکتے ہین (انتباہ) عبد اللہ بن مسعود رضؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ حقیر گناہون سے
ہوشیار و خبردار رہو کہ وے آدمی کے گرد جمع ہو کر اُسکو ہلاک کرتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی مثال بیان فرمائی کہ جیسے کوئی
قوم کسی جنگل مین اُترتی ہے تو ہر آدمی جنگل سے ایک ایک لکڑی لا کر ڈال دیتا ہے کہ وہ انبار کثیر ہو جاتا ہے رواہ احمد یعنی اگر اُسمین آگ لگا دے
تو تمام جنگل جل جاوے۔ ف بعض اشارات یہ اس مین ہے کہ تنہا آدمی کی خطیئات سے کبھی ہوتا ہے کہ آدمی نے طاعت مین ریاکاری و
عجب و غرور پیدا کیا ہوتی ہے کہ وہ طاعت اُسکے حق مین معصیت ہو جاتی ہے حالانکہ وہ شخص وسوسۂ شیطانی سے اپنے واسطے فخر سمجھتا ہے کہ اُس نے
اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کی اور جو لوگ اہل ایمان و طاعت ہین وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کو نہال ہو جاتے ہین اور جو عبادت ادا کرتے
ہین اُسکو فقط حکم کی فرمانبرداری جانتے ہین اور اُسمین بھی ہزار قصور دیکھتے خوفناک ہین اور جو کچھ میسر آیا اُسکو اپنے حق مین نعمت الٰہی

سمجھتے ہین۔ ف س۔ پھر اللہ تعالےٰ نے یہود کی بعضی بدکاری و بدعہدی بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَ
اور جب ہمنے لیا قرار بنی اسرائیل کا بندگی نکریو مگر اللہ کی اور ماں باپ سے سلوک نیک اور

ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ
قرابت والے سے اور یتیمون اور محتاجون سے اور کہیو لوگون سے نیک بات اور کھڑی رکھیو نماز اور دیتے رہیو زکوٰۃ

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ۝
پھر تم پھر گئے مگر تھوڑے سے تم مین اور تمکو دھیان نہین

ان آیات مین بنی اسرائیل کو دوسری بدعہدی یاد دلائی کہ اللہ تعالےٰ نے توریت مین جو انکا شریعت پر عمل کرنے اور حرام سے باز رہنے کا عہد لیا تھا بنی اسرائیل نے عہد توڑ دیا ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل ملک شام مین جاکر اس کے بعد نہ کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے بت پرست و مشرک ہو گئے تھے۔ ف س۔ ظاہر انکی بت پرستی نے اکا ہے ساتھ شرک ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم غرض کہ اہل ایمان کی تنبیہ کے ساتھ بنی اسرائیل کو یاد دلایا بقولہ تعالیٰ۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ۔ اور یاد کرو جب ہمنے بنی اسرائیل سے عہد لیا یعنی توریت مین بنی اسرائیل سے عہد لیا اور انسے کہا کہ۔ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللّٰهَ۔ ف۔ امام ابن کثیر و حمزہ و کسائی کی قرأۃ۔ لا یعبدون بیاء تحتیہ ہے یعنی یہ لوگ کسی کی عبادت نکرینگے سوا اللہ تعالیٰ کے۔ اور امام نافع و ابو عمرو و ابن عامر و عاصم کی قرأۃ۔ لا تعبدون بتاء فوقیہ ہے یعنی تم لوگ کسی کی عبادت نکروگے سوا اللہ تعالیٰ کے۔ مراد یہ کہ تم لوگ شرک سے بچو چنانچہ ایک قرأۃ شاذہ مین لا تعبدوا۔ آیا ہے اور متواتر قرأۃ مین بمعنی نہی کو بطور خبر بیان کرنے مین یہ بلاغت ہے کہ گویا تم لوگ اس عہد سے ایسے پابند ہو جاؤ گے کہ تمہارا یہ حال بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایسے لوگ ہین کہ کبھی شرک نہین کرینگے (السیوطی وغیرہ) اور شاید کہ یہ عہد کا بیان ہو یعنی ہمنے توریت مین بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ یہ لوگ سوا اللہ تعالیٰ کے دوسرے کی عبادت نکرینگے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا یعنی وکینون بالوالدین احسانا۔ یعنی اپنے والدین کے ساتھ خوب برتاؤ کرینگے یا کرو جیسا چاہیے۔ ف۔ یعنی انکی قدر شناسی و فرمانبرداری مین کچھ دریغ نہین کرینگے پس والدین کے ساتھ احسانا۔ ملحق کرکے بہت تاکید فرمائی اگرچہ احسان دوسرون کے ساتھ بھی مقصود ہے چنانچہ فرمایا۔ وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ۔ اور احسان کرینگے یا کروگے صاحبان قرابت کے ساتھ اور یتیمون اور مسکینون کے ساتھ۔ ف۔ یعنی والدین کے ساتھ ان لوگون کے بھی حقوق و صلہ رحم کا لحاظ رکھین اور یہی حکم دیا۔ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ اور لوگون سے قول نیک کہو۔ ف۔ یعنی لوگون کو نیک باتین بتلاؤ اور بری باتون سے روکو اور انپر مہربانی کرو۔ سیوطی نے لکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بھی لوگون سے سچے اوصاف بیان کرو۔ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ۔ اور نماز کو ٹھیک قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ ف۔ اگرچہ عبادت الٰہی مین یہ دونون طاعت بھی داخل تھین لیکن زیادہ اہتمام کے واسطے انکو صریح علیحدہ بیان فرمایا۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اول حکم توحید تو تمام انبیا علیہم السلام کی ہدایت اجماعی ہے کما قال تعالیٰ۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون۔ یعنے ہمنے تجھسے پہلے کوئی رسول نہین بھیجا مگر اسکو بھی وحی کرتے رہے کہ سوائے میرے کوئی الوہیت والا نہین ہے تم لوگ میری عبادت کرو۔ پس سب سے پہلے اپنا حق بیان فرمایا جو سب سے اخق و اعظم ہے پھر دوم حقوق مخلوق بیان فرمائے

جنمین حق والدین اشرف ہی لہذا اللہ تعالے اپنے حق کے ساتھ بندہ کے لیے حق والدین شامل فرماتا ہے کما قال تعالی۔ وقضی ربک الا تعبدوا
الا ایاہ وبالوالدین احسانا یعنی فرض کردیا تیرے رب نے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نکرو سواے رب عزوجل کے اور نیکی کرو اپنے والدین کے
ساتھ اچھی طرح وقال تعالی۔ ان اشکر لی ولوالدیک۔ یعنی میری شکرگذاری کرو اور اپنے والدین کی۔ ف۔ اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ
مین ہے کہ مین نے پوچھا یا رسول اللہ سب سے افضل کون کام ہے آپ نے فرمایا کہ نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا مین نے پوچھا کہ اسکے بعد کون کام ہے
تو فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا پھر مین نے عرض کیا کہ اسکے بعد کون کام ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرنا۔ (الصحیحین)
حدیث مین ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب سے اول کون شخص ہے جسکے ساتھ مین سلوک وخدمتگذاری کرون فرمایا
کہ تیری ماں ہے اُسنے عرض کیا کہ پھر اسکے بعد کون شخص ہے فرمایا کہ پھر تیری ماں ہے اُسنے عرض کیا کہ پھر کون ہے فرمایا کہ پھر تیرا باپ ہے پھر درجہ بدرجہ
جو تجھسے زیادہ قریب ہو یعنی از راہ نسب کے زیادہ قرب رکھتا ہو۔ (الصحیح) اسیواسطے علما نے فرمایا کہ حسن وخدمتگذاری مین
باپ پر ماں مقدم ہے کیونکہ وہ عورت ہے جو بذات خود مال حاصل کرنے کے لائق نہین ہوتی بخلاف باپ کے کہ وہ اپنی قوت بازو
سے مال کماتا ہے اور حکم کی فرمانبرداری مین ماں پر باپ مقدم ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ یتامی ایسے نابالغ بچے ہین جنکا باپ نہو
اور مساکین ایسے لوگ ہین جنکو قدر کفایت نہ ملتا ہو مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مسکین وہ ہے جسکے پاس کچھ نہو چنانچہ
مصارف زکوٰۃ مین اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالی آویگی اور لوگون سے نیک بات کہنے مین بقول حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے امر بمعروف
ونہی منکر بھی داخل ہے یعنی لوگون کو ثواب کے کام بتلانا اور بدکاریون سے منع کرنا اور انکی بدگوئی سے چشم پوشی کرنا غرض کہ ہر خلق جو اللہ تعالی
کے نزدیک پسندیدہ ہو اسکو شامل ہے اور حضرت ابو ذر رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرع مین جو امور خیر قرار دیے گئے ہین
اُنمین سے کسی کو حقیر مت سمجھو اور اگر تجھے نہ ملے تو یہی سمجھو کہ اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو (احمد ومسلم ترمذی) اور حدیث مین امور خیر مالی سلوک
بدرجہ اولی شامل ہے پس حاصل یہ ہے کہ آدمی اگر اپنے پڑوسی یا دوستون کو بھیجنے کے واسطے ایک چھوہارہ پاوے تو اسکو بھیجنے مین
بھی دریغ نکرے اور حقیر نہ سمجھے پس جسکو بھیجے اُسکے واسطے بدرجہ اولی یہ حکم ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی طرف سے جو کچھ اُسکو پہونچا اگرچہ جلی
کھری ہو یعنی پاے بھی نہون بلکہ جلی ہوئی کھری ہو تو اُسکو بھی حقیر نہ سمجھے بلکہ خوشی سے قبول کرے چنانچہ دوسری حدیث مین ہے کہ کوئی
عورت اپنی پڑوسن بہن سے کسی معروف خیر کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ جلی کھری ہو (الترمذی)) پھر اگر سلوک کیواسطے کچھ بھی میسر نہ آوے تو بھی سلوک کے
واسطے نیکی یہ ہے کہ جب اپنے بھائی سے ملاقات ہو تو خندہ پیشانی سے خوش ہوکر اُسکا دل خوش کرنا ثواب ہے اور چونکہ آیت مین عموما لوگون سے نیک کلام
کرنیکا حکم ہے کوئی خصوصیت اہل اسلام کے ساتھ نہین ہے لہذا اسد بن وداعہ تابعی جب گھر سے نکلتے تو راہ مین جو کوئی ملتا اگرچہ یہودی یا نصرانی ہوتا
اُسکو سلام کرتے تھے تو پوچھا گیا کہ آپکی یہ کیا شان ہے کہ آپ یہود ونصاری کو سلام کرتے ہین فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ وقولوا للناس حسنا۔ تو مین
اُنسے بھی سلام خوب کلام کرتا ہون ابن ابی حاتم نے اسکو روایت کرنے کے بعد کہا کہ ایسے ہی عطا خراسانی سے مروی ہے شیخ ابن کثیر نے کہا
سُنت معروفہ یہ ہے کہ یہود ونصاری کو سلام کرنے مین پیش قدمی نکرے مترجم کہتا ہے کہ بضرورت جواز ہوگا جیسا کہ بخاری کی کتاب الادب مین
بھی اشارہ کیا گیا ہے واللہ تعالے اعلم بالحال ان امور کے واسطے بنو اسرائیل مامور ہوے تھے اور انھون نے قبول کیا پھر بد عہدی کی چنانچہ اللہ تعالی
فرماتا ہے ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ۝ پھر تم لوگون نے پیٹھ پھیری باستثنا تھوڑے قلیل کے تم مین
سے درحالیکہ تم اعراض کرنے والے تھے۔ ف۔ سدی علی وغیرہ نے فرمایا کہ ثم تولیتم الا قلیلا منکم سے وہ لوگ مراد ہین جو ان یہود لوگون کے

باپ دادے تھے جو بالفعل موجود ہیں اور ۔ انتم معرضون سے یہ لوگ مراد ہیں جو بالفعل موجود ہیں پس حاصل یہ ہوگا کہ تمھارے باپ دادون نے بھی
عہد الٰہی سے پیٹھ پھیری اور تم لوگ بھی عہد توریت سے منہ موڑتے ہو ۔ بیضاوی نے کہا کہ موجودہ یہودی چونکہ اپنے باپ دادون کی تقلید پر قائم تھے اور
اُنکے افعال کو پسند کرتے تھے تو تغلیبا سب کو شامل کر کے خطاب فرمایا کہ پیٹھ پھیر کر تم لوگ اُنکا پیچھا ثابت قدم ہو اور خلاصہ یہ ہوا کہ بدعہدی اِن لوگون
کی جبلت ہے حالانکہ ان پر چاہیے کہ عہد الٰہی پر قائم رہیں تا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوین اور اسمین اہل اسلام کو تنبیہ ہے کہ یہودیون کی
طرح قرآن مجید کے عہد میثاق سے برگشتہ ہون ورنہ یہودیون کی طرح غضب مین گرفتار ہونگے (تنبیہ) علم بلاغت مین کبھی غائب اور کبھی
مخاطب کرنے کی خوبی مفصل مذکور ہے اور اسکی تفصیل کا یہان موقع نہین ہے لیکن جو شخص بول چال کے اثر کو سمجھتا ہے وہ خود غور کرنے
سے لطافت پہچانیگا چنانچہ شروع آیت ۔ واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل مین بنی اسرائیل کو خطاب نہین کیا یعنی یون نہین فرمایا کہ ہمنے تم سے
عہد لیا پھر ۔ لا یعبدون ۔ کی قراءۃ بھی بصیغہ غائب ہے اور ۔ لا تعبدون ۔ بصیغہ خطاب ہے گویا بالفعل خطاب کر کے عہد لیا جاتا ہے پھر قولہ تعالیٰ
ثم تولیتم ۔ اور ۔ انتم ۔ مین خطاب کیا گویا اُن لوگون کو پیش کر کے تشنیع و ملامت فرمائی پس اسکو غور کرو اور وہی خوب سمجھیگا جو زبان کی
لطافت جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان یہودیون کی دوسری بدعہدی بیان فرمائی قولہ تعالیٰ ۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَارِكُمْ
اور جب لیا ہمنے اقرار تمھارا نہ کروگے خون آپسمین اور نہ نکال دوگے اپنون کو اپنے وطن سے

ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ۝ ثُمَّ أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ
پھر تمنے اقرار کیا اور تم مانتے ہو پھر تم ویسے ہی خون کرتے ہو آپس مین اور نکال دیتے ہو

فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِم بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط وَإِن يَأْتُوكُمْ
اپنے ایک فرقے کو اُنکے وطن سے چڑھائی کرتے ہو اُن پر گناہ سے اور ظلم سے اور اگر وہی آوین تم پاس

أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ط أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ
کسی کے قید مین پڑے تو اُنکی چھڑائی دیتے ہو اور وہ بھی حرام ہے تمپر اُنکا نکال دینا پھر کیا مانتے ہو تھوڑی

الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي
کتاب اور منکر ہوتے ہو تھوڑی سے پھر کچھ سزا نہین اُسکی جو کوئی تم مین یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
دنیا کی زندگی مین قیامت کے دن پہونچائے جاوین سخت سے سخت عذاب مین اور اللہ بے خبر نہین

تَعْمَلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ز فَلَا يُخَفَّفُ
تمہارے کام سے وہی ہین جنھون نے خرید کی دنیا کی زندگی آخرت دیکر سو نہ ہلکا ہوگا

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ع
اُنپر عذاب اور نہ اُنکو مدد پہونچیگی

ع ۱۰

جاننا چاہیے کہ مدینہ مین پانچ قبائل رہتے تھے قبیلۂ اوس و قبیلۂ خزرج اور یہ دونون بت پرست تھے اور یہی دونون پیچھے ایمان

فدیہ گذاری کرلیتے ہو۔ ف یعنی مالک فدیہ دیکر انکو چھڑا لیتے ہو۔ یعنی یہودیوں کا ایک فریق جس قوم کے ساتھ مددگار ہوتا اگر اُنسے دوسری جانب کے مددگار یہودیوں میں سے کسیکو قید کیا تو اُسکو فدیہ دیکر چھڑانے میں یہ یہودی خود بھی شریک ہو جاتے تھے اور جب پوچھا جاتا کہ ابھی تو تم انکو لڑائی میں قتل کرتے تھے اور اُنکی خانہ ویرانی کروائی پھر اب چھڑانے میں اُنکی طرف سے فدیہ کیوں دیتے ہو تو کہتے تھے کہ ہمارے اوپر توریت میں یہی حکم فرض کیا گیا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے۔ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ۔ حالانکہ شان یہ کہ تم لوگوں پر ان قیدی یہودیوں کا نکالنا بھی حرام کیا گیا تھا۔ ف تو جب ان یہودیوں سے کہا جاتا کہ پھر تم اُنسے لڑتے کیوں ہو تو کہتے کہ ہمکو شرم معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے ہم سوگند اس لڑائی میں ذلیل ہوں پس معلوم ہوا کہ اس خیال کے پیچھے حکم الٰہی چھوڑ دیا کہ آپس میں کسی فریق سے قتال نکرو اور نہ اُن کی خانہ ویرانی کرو اور رہا فدیہ سے چھڑانیکا حکم تو البتہ لے لیا غرض کہ جو حکم ناگوار معلوم ہوا اُسکو ترک کیا اور چونکہ یہودی مالدار زیادہ تھے اور غنیمت حاصل کرکے دوسرے فریق کے اموال لوٹ لیتے تھے تو فدیہ دینے کا حکم اختیار کر لیا لہٰذا اللہ تعالیٰ تشنیع فرماتا ہے بقولہ تعالیٰ۔ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ۔ پس کیا تم تھوڑی توریت پر ایمان لاتے ہو اور تھوڑی توریت سے انکار کرتے ہو۔ ف کیونکہ توریت میں جیسے فدیہ دیکر چھڑانے کا حکم تھا اسی طرح یہ بھی حکم تھا کہ کسی یہودی فریق سے قتال مت کرو اور نہ اُسکی خانہ ویرانی کرو مگر اسکو نہیں مانا۔ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ پس تم میں جو کوئی یہ کام کرتا ہے اُسکی سزا سوائے اسکے کچھ نہیں کہ دنیاوی زندگی میں خوار ہو۔ ف چنانچہ بنو قریظہ تو آخر کو خواری کے ساتھ قتل کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے قبیلہ اوس ہی کو مسلط کرکے اُنھیں کے ہاتھوں قتل کرایا جنکی مددگاری میں حکم الٰہی کی نافرمانی کرتے تھے اور باقی دونوں فریق یہود یعنی بنی نضیر و قینقاع جانب شام نکال دیے گئے اور وہاں اُنپر خواری کے ساتھ جزیہ باندھا گیا پس اللہ تعالیٰ نے ان سبھوں کو یہ دنیا میں یہ سزا دی اور فرمایا۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّونَ إِلٰى أَشَدِّ الْعَذَابِ۔ اور قیامت کے روز سخت تر عذاب کی جانب پھیرے جائینگے۔ ف یعنی اسی عذاب دنیا پر کفایت نہوگی بلکہ قیامت کا عذاب جو اُنکو دیا جائیگا وہ بہت سخت ہے۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام سے کچھ غافل نہیں ہے۔ ف اس مقام پر انکو سخت تہدید و جھڑکی کے واسطے مخاطب بناکر فرمایا کہ تم لوگ ہوش میں رہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے غافل نہیں ہے بلکہ اُسنے کافروں کے واسطے اپنی مشیت میں ایک مہلت رکھی ہے کہ موت تک اُسکو پورا کرینگے حالانکہ یہودی احمق باوجود توریت کے اللہ تعالیٰ کی شان میں جسمیت کا اعتقاد کرتے تھے پس اپنے افعال کو مخفی خیال کرتے تھے چنانچہ اوپر بھی قولہ تعالیٰ۔ اتحدثونهم بما فتح اللہ علیکم الآیۃ کی تفسیر میں تنبیہ کی گئی ہے پس یہ نتیجہ اُسی غضب الٰہی پر تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کرنے اور احکام الٰہی کی توہین کرنے سے یہودیوں پر طاری ہوا تھا حالانکہ اُنکے پاس توریت موجود تھی اور اہل عرب باوجودیکہ بت پرست تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنکی عقل صاف رکھی تھی چنانچہ جب بعد فتح مکہ کے روز عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل لعین کے بیٹے تھے جدہ کی جانب بھاگے تاکہ کشتی میں سوار ہوکر حبش وغیرہ کسی ملک کو چلے جاویں تو جب کشتی روانہ ہوئی تو ناخدا نے پکارا کہ طوفان کے آثار معلوم ہوتے ہیں پس ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے لیکن سواے اخلاص الٰہی عز وجل کے یہاں کسی دوسرے سے فریاد کرے حضرت عکرمہ نے جب ہی یہ کلمہ سنا تو ناخدا سے درخواست کی کہ مجھے بھول گیا ہوں مجھکو کنارہ پر اتار دو جب اُسنے اتار دیا تو اپنی جی سے کہا کہ جب سمندر میں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے تو خشکی میں بھی وہی وحدہ لاشریک ہے پھر بغیر عہد و امان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوکر کلمہ توحید ادا کیا اور بہت صدق دل سے ایمان لائے اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت مین جہاد شام مین شہادت پائی سبحان اللہ تعالیٰ شانہ کہ کہان وہ باپ ابوجہل ملعون اور کہان یہ بیٹے شہید مقبول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالجملہ بیوقوف یہودیون کو تہدید فرمائی کہ اے احمقو تم اللہ تعالیٰ کو غافل نہ جانو بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور یہ مہلت اُسکی حکمت مشیت ہے جسکا ادراک کسی مخلوق کی طاقت نہیں ہے پس اگر نیکبختی چاہتے ہو تو ان بداعتقادیون و بداعمالیون کو چھوڑ دو اور عہد توریت کے موافق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر ایمان لاکر سایہ رحمت مین داخل ہو اور غضب سے نجات پاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ غنی حمید ہے اور قوی عزیز ہے پس تمہین دنیا مین خوار و عاقبت مین فی النار ہوگے (**تنبیہ**) تظاہرون مین دوسری قراءۃ تظاہرون بتشدید ظاء منقوطہ ہے دراصل تتظاہرون کہ تاء کو ظاء سے بدل کر ادغام کیا گیا۔ اساری۔ دوسری قراءۃ مین اسریٰ اور دونون جمع اسیر بمعنے قیدی ہین۔ تفادوھم۔ دوسری قراءۃ مین تفدوھم بمعنی فدیہ دیکر قید سے چھڑانا۔ قولہ۔ وھو محرم علیکم مین ہو ضمیر شان ہے اور یہ جملہ متصل بقولہ۔ وتخرجون فریقا منکم من دیارھم ہے اور قولہ تظاہرون علیھم بالاثم والعدوان۔ درمیان مین جملہ معترضہ ہے اور قولہ۔ وما اللہ بغافل عما تعملون مین ابن کثیر و نافع کی قراءۃ یعلمون بیاء تحتیہ ہے۔ (**تنبیہ**) اللہ تعالیٰ نے یہودیون پر تشنیع فرمائی کہ کتاب الٰہی مین بعض پر ایمان لاتے ہین اور بعض سے کفر کرتے ہین کیونکہ اگر ایک لفظ سے بھی عمداً انکار کرے تو کفر ہے اگر کہا جاوے کہ یہود کے قبائل اپنے آپ کو قتل نہین کرتے اور نہ گھرون سے نکالتے تھے حالانکہ فرمایا۔ لاتسفکون دماءکم ولاتخرجون انفسکم۔ جواب یہ ہے کہ جو لوگ متحد ہوتے ہین اُن مین ہر ایک کے حق مین دوسرے کی جان بمنزلہ اپنی جان کے ہوتی ہے لہٰذا ترجمہ یہ ہوا کہ تم لوگ اپنون کے خون نہ بہاؤ اور نہ اپنون کو نکالو۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اسکی مثال دیگر جگہ بقولہ تعالیٰ فاقتلوا انفسکم۔ یعنے بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی کی توبہ مین حکم دیا کہ اپنے نفوس کو قتل کرو حالانکہ قتل کی صورت یہی تھی کہ جنھون نے گوسالہ نہین پوجا وہ پوجنے والون کو قتل کرتے تھے اور اسکا بھید یہ ہے کہ جو لوگ ملت واحدہ پر ہون وہ بمنزلہ ایک جان کے ہوتے ہین جنکے قالب فقط جدا ہوتے ہین جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کی مثال فرمائی کہ مومنین اپنی مودت و مواصلت و باہمی ترحم مین بمنزلہ ایک جسم کے ہین چنانچہ جب جسم واحد مین سے کسی عضو مین درد ہوتا ہے تو تمام جسم بخار و بیخوابی سے معاون ہوجاتا ہے القصہ محمد بن اسحٰق نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ جب اوس و خزرج کے درمیان لڑائی ہوتی تو یہودیون مین سے فرقہ نضیر نکلکر خزرج کے ساتھ ہوتا اور فرقہ قریظہ نکلکر اوس کے ساتھ ہوتا اور قتال مین اپنے بھائی یہودیون کو بھی قتل کرتے اور اُنکے گھر اُجاڑتے و جلاتے اور قید کرلاتے حالانکہ توریت اپنے ہاتھون مین لیے ہوئے اُسکے احکام جانتے تھے اور دو قبیلہ اوس و خزرج یعنے جو بعد ایمان لانے کے انصار کہلاتے ہین تو یہ لوگ اُسوقت بت پرستی کرتے تھے نہ جنت جانتے نہ دوزخ اور نہ حشر جانتے نہ قیامت اور نہ کسی کتاب آسمانی کے قائل تھے جسمین حلال و حرام پہچانتے پھر جب لڑائی تھم جاتی تو یہودی لوگ اپنی توریت کی تصدیق بیان کرتے اور طرفین سے جو یہودی قید ہوتے تو ملکر اُنکا فدیہ دیکر اوس و خزرج سے چھڑا لیتے تھے حالانکہ بت پرستون کی مدد کرکے آپسمین بہت سے یہودیون کو قتل کرچکے اور اُنکے گھر اُجاڑ چکے پس اللہ عزوجل نے ان آیات مین انپر تشنیع فرمائی کہ کیا تم لوگ تھوڑی توریت پر ایمان لاتے ہو کہ قیدیون کو فدیہ دیکر چھڑاتے ہو اور تھوڑی توریت سے کفر کرتے ہو کہ اہل شرک کی مدد کرتے اور ایک فریق یہودیون کو قتل کرتے اور اُنکے گھر اُجاڑتے ہو حالانکہ دنیا کی خواہش سے یہ فعل کرتے ہو سدیؒ نے روایت کی کہ فریقین مین جب کوئی یہودی قید ہوتا تو دونون اُسکا فدیہ دیکر چھڑاتے اور سدیؒ نے عبد خیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ ہم لوگون نے سلمان بن ربیعۃ الباہلی کی سرداری مین بلنجر پر جہاد کیا اور آخر بعد محاصرہ کے شہر کو فتح کرلیا اور بہت سے کفار مرد و عورتین قید کیے (اور اس شہر مین بکثرت یہودی رہتے تھے اور اس کے قریب راس الجالوت نامی یہودی بہت مالدار تھا) پھر عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سات سو درھم کو ایک یہودیہ قیدی خریدی اور راس الجالوت

کی طرف گذرے تو اُس سے کہا کہ اے راس الجالوت یہان تیرے دین کی ایک عورت قیدی ہے بھلا تو اُسکو مجھسے خریدیگا کہنے لگا کہ ہان
عبد اللہ رض نے کہا کہ مین نے اُسکو سات سو درم کو خریدا ہے راس الجالوت بولا کہ مین آپکو سات سو درم نفع دونگا یعنے چودہ سو درم کو خریدونگا عبد اللہ رض نے
فرمایا کہ مین نے تو قسم کھائی ہے کہ اُسکو چار ہزار درم سے کم نہ بیچون راس الجالوت بولا کہ پھر مجھے اُسکے خریدنے کی کوئی حاجت نہین ہے (عبد اللہ بن سلام رض
علماے یہود مین سے بہت بزرگ مشہور معروف عالم تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مین تشریف لاتے ہی مسلمان ہو گئے تھے) پس
عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے راس الجالوت تو اس عورت کو خریدیگا یا جس دین کا معتقد ہے اُس سے کفر کریگا اور قریب بلا کر اُسکے کان
مین توریت کی وہ آیت پڑھی جسمین حکم ہے کہ ہر یہودی جس بنی اسرائیل کو مملوک پاوے تو یہی واجب ہے کہ اُسکو خریدکر آزاد کرے (مشہور ہے کہ
یہودیون مین کوئی توریت کا حافظ نہ تھا سواے عبد اللہ بن سلام رض کے) جب عبد اللہ رض نے اس طرح اُسکو آیت توریت سنائی تو وہ چونک کر پوچھنے لگا
کہ کیا تم عبد اللہ بن سلام ہو انھون نے کہا ہان پھر اُسنے لاکر چار ہزار درم ادا کیے پھر عبد اللہ رض نے دو ہزار اسمین سے لیکر دو ہزار اُسکو پھیر دیے
آدم بن ابی ایاس نے اپنی تفسیر مین باسناد صحیح حضرت ابو العالیہ سے روایت کی کہ عبد اللہ بن سلام رض کا گذر کوفہ مین ہوا تو انھون نے راس الجالوت
کو دیکھا کہ عرب نے جہاد مین جو یہودیہ عورتین قید کی تھین اُنمین سے جن عورتون کے ساتھ عرب نے جماع نہین کیا تھا اُنکو خرید لیتا ہے یعنے اپنے
زعم مین فدیہ دیکر چھڑا لاتا ہے اور جن عورتون سے عرب نے جماع کر لیا اُنکو چھوڑتا جاتا ہے یعنے اُنکو فدیہ دیکر نہین چھڑاتا ہے تو عبد اللہ رض نے کہا کہ اے
راس الجالوت تیرے پاس جو کتاب ہے اُس مین تو حکم لکھا ہے کہ سب کو چھڑا دے امام ابن کثیر نے کہا کہ ان آیات قدسیہ کا مفاد یہودیون کی مذمت ہے
کہ وہ لوگ زبان سے توریت کی صحت کا دعوی کرتے اور اُسکے احکام کی گواہی دیتے پھر اُس کی مخالفت کرتے تھے اسی واسطے یہودی اگر توریت
نقل کرتے ہین تو اُنکی نقل پر کچھ اعتماد نہین ہے کیونکہ اُنکی خیانت قطعی ظاہر ہے اور اُنھون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک و صفات و بیان بعثت
و مقام ہجرت و نعت شریعت وغیرہ جو کچھ تھا اُنھون نے توریت مین سے نکال ڈالا اور انبیاے سابقین علیہم السلام کی بشارات جو دربارہ
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم متواتر چلی آتی تھین اُنکو چھپایا تو پھر کسی ان یہودیون کی تصدیق نہین ہو سکتی مترجم کہتا ہے کہ اسی طرح نصرانیون نے
بھی تحریف کرکے صریح بشارات نکال ڈالین اور دروغ دعوی کیا کہ اُنمین موجود نہین ہین لیکن بعض نسخے انجیل و توریت کے بعض راہبون کے
پاس مع دستیاب ہوئے جو قسطنطین و ہرقل قیصر وغیرہ کے خوف سے ممالک فارس وغیرہ کے غارون و پہاڑون مین چھپے تھے تو اُنمین وہ بشارات صریح موجود
ہین اور باقی جہانتک اُنکے ہاتھ آئے اُنھون نے تحریف کر دیے کیونکہ اول تو حضرت عیسی علیہ السلام کے دوسو برس بعد قسطنطین شاہ روم نے
تمام نصرانیون کو جمع کر کے مسیح ابن اللہ کے عقیدہ پر دستخط کرائے اور جنہون نے انکار کیا وہ مقتول و خوار ہوے سواے معدودے چند جو دور دراز پہاڑون
و غارون مین چھپے تھے اور وہ بھی فارس بھی خوفناک تھے تو کم نسخے انجیل اُنکے پاس رہے اور باقی نسخون مین کئی کی راہ سے خوب خوب تحریف کی گئی
اور جو عقیدہ قرار دیا اسی کے واسطے صریح الفاظ مین تبدیل کی اور اپنے زعم مین جب عیسی کو ابن اللہ ٹھہرایا تو دین کو دائمی بنایا اور تمام عبارات اسی
معنی مین تحریف کین۔ واضح ہو کہ تحریفات کرنے مین یہودیون سے نصرانی بہت بڑھے ہوئے ہین اور ان تحریفات کی ہر زمانہ مین رہی حتی کہ یونانیان
و دیگر فرقہاے نصاری مین ہر ایک نے اپنی موافق تائید مین اور مخالف کی تردید مین تحریف کا دقیقہ نہین چھوڑا اور عجب یہ کہ ۱۸۹۲ع کے
اخبارات مین روس کی جانب سے حکم جاری ہوا تھا کہ قرآن مجید مین سے آیات جہاد نکال ڈالی جاوین لیکن اللہ تعالی نے محفوظ رکھا۔ ف
دیکھنا چاہیے کہ بنی اسرائیل کے واسطے اللہ تعالی نے ظاہری قید ہائی سے چھڑانے و فدیہ کرنیکا حکم دیا حالانکہ قید باطنی سے چھڑانا بدرجہا اولے
مقصود ہے اسی واسطے بعض اشارات اس مین ہے کہ جو لوگ مصنوعات ظاہری کے قیدی ہون یعنے دنیا کی چیزون مین اُنکے دل لگے ہوئے

تو انکو ان مصنوعات سے چھڑا کر صانع عزوجل کی طرف لاؤ کیونکہ نفس غافل ان مصنوعات دنیاوی میں گرفتار ہو کر صانع عزوجل کو
بھول جاتا ہے اور اسی طرح ہر ایک درجہ بدرجہ بیماری ہے یہانتک کہ سب تعلقات کو چھوڑ کر حق عزوجل کے واسطے ہو جاوے پس مصنوعات
کی قید سے چھڑانیکا تدبیر یہ ہے کہ آسمان و زمین و اُسکے عجائب کی خلقت میں تفکر کرے کما قال تعالیٰ یتفکرون فی خلق السموات والارض۔
پس صانع قدرت کی مخلوقات میں جو شخص گرفتار ہو اُسکو چھڑا کر صنعت الٰہی کی طرف لاوے پھر جب وہ صنعت یعنی افعال الٰہی میں پابند ہو
تو صنعت فعل سے چھڑا کر صفت قدرت کی جانب لاوے اور اسی طرح جو شخص عیب قلب میں گرفتار ہو تو اسکو انواع غیب کی طرف چھڑا لاوے
شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ اگر گناہوں کا قیدی ہو تو اسکو توبہ سے چھڑاوے اور شیخ واسطیؒ نے فرمایا کہ اگر اپنے نیک افعال کے عجب و غرور میں گرفتار ہو
تو اسکو اللہ تعالیٰ کے انعامات و توفیق سے چھڑاوے یعنی اسکو راہ بتلاوے کہ درحقیقت اُسکے فعل خیر کی کوئی ہستی نہیں ہے کیونکہ جو کچھ اس نے
کیا وہ اللہ تعالیٰ کے انعام قدرت و حسن توفیق کا ثمرہ ہے ورنہ اس سے کچھ نہو سکتا شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ اگر علائق دنیا میں گرفتار ہو گئے ہوں تو انکو
اسباب و تعلقات سے قطع کر کے حق عزوجل کی طرف لاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ممنوع فرمایا کہ کسی ایسے قلب پر تجلی فرماوے جو سواے حق تعالیٰ کے
کسی غیر سے متعلق ہو مترجم کہتا ہے کہ گرفتاران علائق سے مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے ذہن میں جم گیا کہ ہر ایک چیز کا حصول درحقیقت بغیر ان اسباب کے
نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جاری کیے ہیں حتی کہ وہ ان اسباب کو مؤثر سمجھتے ہیں اور ہنوز انکی سمجھ میں نہیں آیا کہ مؤثر صرف اللہ تعالیٰ
ہے اور یہ ظاہری اسباب صرف اتفاقی ہیں انمیں خود کوئی تاثیر نہیں ہے اور کسی فعل الٰہی کے واسطے یہ شرط بھی نہیں ہیں حتی کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے
تو بدون ان اسباب کے پیدا فرما دے لیکن اُسنے اپنی حکمت سے ایک اتفاقی سلسلہ رکھا ہے پس جو لوگ ان اسباب کو مؤثر سمجھیں حتی کہ
کسی شخص کو یا کسی ولی کو مؤثر جانیں تو یہ عبادت و کفر ہے بعض بغدادیوں نے فرمایا کہ اگر ایسے لوگ پاؤ جو اپنے افعال و صفات میں گرفتار
ہیں تو انکو اپنے قید نفس سے چھڑا کر اللہ تعالیٰ کے حسن صنعت و قدرت میں گرفتار کرو مترجم کہتا ہے کہ ان سب کا مآل یہی ہے کہ سواے
حق عزوجل کے غیر کی قید تعلق میں نہو حتی کہ جو شخص دنیا کے پھندے میں مشغول ہو وہ کافر ہے حتی کہ بنی اسرائیل کو جسم فانی کی قید بھی تھی چاہیے
لیکن انھوں نے احکام الٰہی کو دنیا کے پیچھے کھیل بنایا گویا دنیاوی زندگی پر بھروسا کر کے اسکو اختیار فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ۔ اسی صفت کے لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے عوض خریدا۔ فنا یعنی
آخرت کو چھوڑ کر دنیا ہی پر بھروسا و اطمینان کیا تو آخرت میں انکے واسطے سواے جہنم کے کچھ نہوگا فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ
وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ پس انپر سے عذاب تخفیف نہ کیا جائیگا اور نہ یہ لوگ نصرت دیے جائینگے۔ فنا یعنی دار الآخرۃ میں
انکے واسطے سواے جہنم کے کوئی ٹھکانا نہیں ہے اور وہ محل عذاب ہے تو وہاں عذاب میں ایک لحظہ قصور نہوگا اور نہ وہاں کوئی مددگار
ممکن ہے جو انکو عذاب سے چھڑاوے اور یہ سب نتیجہ انکو صرف دنیا کی محبت سے حاصل ہوا اسیواسطے حدیث میں ثابت ہے کہ دنیا کی
محبت ہر خطاکاری کی جڑ ہے (ابوداؤد و رزین) اور اسکی سند میں کچھ کلام ہے لیکن یہ معنی بعض حدیث صحیح میں ثابت ہیں اور اسکا حاصل یہ ہے
کہ جب دنیا کی محبت دل میں سمائی تو خطائیں سرزد ہونے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ دنیا ملعونہ ہے اور
جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون ہے سواے یاد الٰہی عزوجل اور جو کچھ اُسکی محبت میں ہو اور عالم و متعلم کے (الترمذی) یعنی دنیا میں ہر چیز ملعون نہیں
ہیں ہاں عالم اور متعلم سکھنے والا اور سوم ہر ایسی چیز جو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مدد کرے جیسے نیک بیوی جسکی ذات سے یاد الٰہی میں مدد ہو یا اولاد
کی پرورش بہ نیت ثواب یا دینی دوست یا کتاب الٰہی و دیگر کتب شریعت و مساجد وغیرہ چہارم ذکر الٰہی کہ یہ سب افضل ہے۔ حدیث سہل بن سعدؓ میں ہے

کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر برابر ہوتی تو وہ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا (ترمذی وغیرہ) لیکن کافرون کو اگر دکھا
جاوے تو آخرت مین جو اُنکے واسطے عذاب شدید ہے اُسکے مقابلہ مین یہ دنیا اُنکے لیے جنت ہے چنانچہ حدیث ابوہریرہؓ مین ہے کہ کافر کے واسطے یہ دنیا جنت
ہے اور مومن کے واسطے قید خانہ ہے (صحیح مسلم و ترمذی) اس سے ظاہر ہو گیا کہ مومن کے واسطے آخرت محل کرامت و آسایش ہے اور واضح ہو کہ
بہت سے لوگ دنیا کے معنے نہین سمجھتے ہین تو اُسکا مختصر بیان یہ ہے کہ مال و متاع و جورو و لڑکے کا نام دنیا نہین ہے بلکہ جو شخص ایمان لایا اس نے
جان لیا کہ دار الآخرت اُس کا اصلی وطن ہے اور دنیا مین وہ ایک وقت تک اسواسطے رکھا گیا ہے کہ اس امتحان کے مقام پر ایمان لاوے
اور اپنی جان و مال کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے ہاتھ فروخت کرے اور اسکے معنے یہ ہین کہ مال کو اسی دنیا مین رہنے کے واسطے خواہش نکرے بلکہ
اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق آخرت کے ثواب کے لیے حاصل کر کے خرچ کرے اور فسق و فجور و خواہش نفس مین اسراف نکرے حتی کہ جورو
و بچون کو نیک نیتی سے کھانا دینا ثواب ہے کیا یہ نہین سمجھتے ہو کہ ان لوگون کا نفقہ واجب ہے اور فقیرون کو خیرات کرنا مستحب ہے حالانکہ
مستحب سے واجب کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور زناکاری و بدکاری سے بچنے کے واسطے نکاح کرنا سنت و ثواب ہے تو حلال زوجہ کے پاس
جانا کیونکر ثواب نہوگا جبکہ حرام عورت کے پاس جانا گناہ و عذاب ہے پس مومن اپنے مال کو اپنی خواہش نفس مین خرچ نہین کرتا بلکہ آخرت
کے واسطے اُسکو خرچ کر کے ثواب حاصل کرتا ہے اسیطرح اُس نے اپنی جان کو بھی فروخت کیا چنانچہ حکم آلہی عزوجل کے موافق اُسکو نیک کام
مین لگاتا ہے کہ نماز و روزہ و جہاد وغیرہ جو کام اسپر فرض ہے یا اُس مین ثواب و رضاے آلہی ہے اُسکے ادا کرنے مین کچھ تعلل نہین کرتا حتی کہ
سردی مین وضو کر کے نماز پڑھتا ہے اور اپنے نفس کی ناگواری پر خیال نہین کرتا کیونکہ وہ اپنے نفس کو خواہش شیطانی و دنیا سے چھڑا کر شریعت
کے ہاتھ فروخت کر چکا ہے پس حاصل یہ نکلا کہ جسنے جان و مال کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی و آخرت کے واسطے کر دیا وہ دنیا کی قید سے چھوٹا
اور جسنے آخرت و رضاے آلہی کو چھوڑ کر اپنے جان و مال کو اپنی خواہش و حیات دنیا کے واسطے رکھا وہ دنیاے ملعون مین شامل ہے اور آخرت کو
بیچکر دنیا خریدنے والا ہے پس اگر کسی مومن کے پاس مال و دولت کثیر ہو لیکن وہ اپنی جان و مال کو رضاے آلہی و دار الآخرت کے واسطے
جزم کرے اور دنیا پر مطمئن نہو بلکہ اسکو مسافر خانہ سمجھکر دار الآخرت کو اپنا اصلی وطن سمجھے تو وہ مومن صالح ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت
مالدار تھے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی جان سے جہاد کیا اور مال بھی اللہ تعالیٰ کی راہ مین بہت خرچ کیا حتی کہ مکرر اللہ تعالیٰ کی طرف سے
جنت کی بشارات حاصل کین تو تونگری کچھ مضر نہین ہے بخلاف اسکے بہت سے کافرون کو دیکھو کہ دنیا مین خستہ و خوار پھرتے ہین لیکن رضاے آلہی کو
اور دار آخرت کو نہین چاہتے بلکہ دنیاوی زندگی پر بھروسا کرتے ہین پس دنیا مین بھی مقدر سے زیادہ نہین ملا اور آخرت مین بھی برباد ہونگے اگرچہ
آخرت کا اُنکو یقین نہو اور جو شخص اس تمام بیان مین غور کرے وہ بخوبی جان جائیگا کہ مومن کے تمام افعال سونا جاگنا کھانا پینا وغیرہ اُسکی حسن نیت
سے سب ثواب ہی مین داخل ہین اور کافر کے کل افعال اگرچہ وہ صدقہ و خیرات ہون اُسکی بدنیتی سے سب دنیاے ملعون ہی ہین نعوذ باللہ
من الکفر والضلال پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زیادہ یہودیون کے افعال بد کا بیان فرمایا جس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ اپنی ہوا و ہوس کے بندے تھے

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ۖ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ

اور ہمنے دی موسیٰ کو کتاب اور پے درپے بھیجے اُسکے پیچھے رسول اور دیے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور

وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ

قوت دی اُسکو روح پاک سے پھر بھلا جب تم پاس لایا کوئی رسول جو نہ چاہا تمہارے جی نے تم تکبر کرنے لگے

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝

پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو مار ڈالتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان آیات مین بنی اسرائیل کی سرکشی وعناد اور انبیاء علیہم السلام سے مخالفت وتکبر کرنا اور درحقیقت اپنی خواہشون کی پابندی کرنا بیان فرمایا بقولہ تعالی - وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ - اور ہمنے موسیٰ کو بیشک کتاب عطا فرمائی - ف یعنے توریت عطا کی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ پھر یہودیون نے اس کتاب پاک کو تحریف وتبدیل کیا اور اُسکے احکام کی مخالفت کی اور اپنی خواہش کے موافق بہت سے معانی بدل ڈالے لیکن اللہ تعالی نے متواتر انبیاء بھیجے جنہون نے توریت کی محافظت رکھی چنانچہ فرمایا - وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ - اور ہمنے موسیٰ کے بعد رسولون کو پے درپے بھیجا - ف یعنی موسیٰ علیہ السلام کے نشان قدم پیچھے بعد دیگرے برابر رسول بھیجے جو احکام توریت کی پابندی کرتے تھے بلکہ ایک ہی وقت مین ہر قبیلے وشہر کے واسطے جدا جدا رسول ہوتے تھے لیکن شریعت سبکے واسطے متحد تھی کما قال تعالی - انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی ونور یحکم بہا النبیون الذین اسلموا للذین ہادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہداء - غرض کہ برابر اسی شریعت توریت پر عمل کرنے والے انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد قدم بقدم بھیجا اور اُسوقت تک برابر توریت محفوظ رہی لیکن آخر مین یہودیون نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا شروع کیا اور توریت مین تحریف کرنے لگے یہانتک کہ اللہ تعالی نے عیسیٰ علیہ السلام کو آخر مین بھیجا اور انجیل دیکر توریت کے بعض احکام مانند جہاد وحرمت گوشت شتر وشراب وغیرہ کو منسوخ فرمایا لیکن اسکے ماننے کے واسطے معجزات کی بھی حاجت تھی لہذا فرمایا - وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ - اور ہمنے عیسیٰ ابن مریم کو بینات عطا کیے - ف یعنے کھلے ہوئے معجزات دیے - وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ - اور روح القدس سے اُسکی تائید فرمائی - ف ابن عباسؓ نے کہا کہ منجملہ معجزات عیسیٰ علیہ السلام کے یہ تھا کہ باذن اللہ تعالےٰ مردہ کو زندہ کرتے اور مادر زاد اندھے وکوڑھی وغیرہ کو اچھا کرتے اور مٹی کا پرندہ بنا کر اُس مین پھونکتے تو وہ اُڑ جاتا اور بنی اسرائیل کو اُنکے گھرون کے کھانے پینے وذخیرون سے آگاہ کرتے سیوطی نے لکھا کہ روح القدس یعنے جبرئیلؑ اُنکے ساتھ رہتے تھے جہان جاتے وہان ساتھ جاتے تھے اور جبرئیل علیہ السلام کو بوجہ پاکیزگی وطہارت کے روح القدس یعنی مقدس روح فرمایا پس اگر یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابع ہوتے تو بہت آسانی پاتے کیونکہ بہت چیزین جو توریت مین یہودیون پر حرام کی گئی تھین وہ اللہ تعالےٰ نے انجیل مین حلال کر دی تھین اور اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت مین حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پیغمبر کیا لیکن بنی اسرائیل کے بادشاہ نے اُنکو قتل کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے سخت دشمن ہو گئے حالانکہ توریت مین ودیگر انبیاء علیہم السلام کی بشارت حتی کہ خاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومحامد صریح مذکور تھے لیکن یہودیون نے دین الٰہی ودار الآخرۃ سے سخت دلی کر لی اور اپنی خواہش نفس کے بندے بن گئے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سخت بے ادبی کا برتاؤ کیا کیونکہ دین حق اُنکی خواہش نفسانی کے مخالف ہوتا تھا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے تشنیع فرمائی بقولہ تعالےٰ - اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ - پھر کیا ہر بار جب کوئی رسول تمہارے پاس ایسی چیز لایا کہ اُسکو تمہارے نفوس نہین چاہتے تھے تو تمنے ماننے سے تکبر کیا - ف اور یہ تکبر خالی انکار ہی نہ تھا بلکہ بہت گستاخی کی - فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ - پس ان رسولون مین سے ایک فریق کو تمنے جھوٹا بنایا - ف - بلکہ اُسوقت کی حالت غور کرکے دیکھو کہ ادھر ایک فریق کو تو جھٹلاتے ہو - وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ -

اور دوسرے فریق کو قتل کرتے ہو - ف تقتلون بصیغۂ مضارع جس سے زمانہ حال مراد ہے اسیواسطے فرمایا کہ اُس حالت کو اپنے پیش نظر کرکے دیکھیں کہ کس قدر نامعقول حرکت کر رہے تھے یعنے گویا اُس حالت کو دیکھ رہے ہیں کہ پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں حالانکہ یہ بہت سخت گناہ ہے کہ پیغمبر محض خیرخواہی کے ساتھ اُنکو سمجھاتے اور آگ دوزخ سے بچاتے تھے اور اُنھیں کو یہ لوگ قتل کرتے تھے صرف اتنی بات پر کہ وہ اُنکی نفسانی خواہش کے خلاف احکام لائے تھے اور چاہتے تھے کہ یہ لوگ عذاب جہنم سے نجات پاویں اسیواسطے حدیث میں آیا کہ جہنم میں سب سے سخت عذاب اُس شخص پر ہوگا جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا ہو یا اُسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو (الصحیح) اور علما نے اختلاف کیا کہ اس مقام پر روح القدس سے کیا مراد ہے چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ روح القدس وہ اسم اعظم ہے جسکے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو زندہ کرتے تھے (ابن ابی حاتم) اور یہ روایت ضحاک عن ابن عباسؓ منقطع ہے لیکن ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسی کے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہے اور قرطبی نے اسکو حضرت عبید بن عمیر سے بھی نقل کیا اور ابن ابی نجیح نے کہا کہ ملائکہ کے حافظین میں روح ہے اور ربیع بن انسؓ نے کہا کہ روح القدس یعنی روح اللہ ہے اور یہی قول کعب احبار ہے اور عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قدس یعنے پاکیزہ ہے اور زمخشری نے نقل کیا کہ خود عیسیٰ روح اللہ کا نفس پاکیزہ مراد ہے اور ابن زید نے کہا کہ روح سے مراد انجیل ہے جیسے قرآن مجید کی نسبت فرمایا - وکذٰلک اوحینا الیک روحا من امرنا - (کمار واہ ابن جریر) لیکن شیخ ابن جریر نے کہا کہ اس مقام پر صحیح وصواب تاویل یہ ہے کہ روح القدس سے جبرئیل مراد ہے مترجم کہتا ہے کہ تائید جبرئیل مناسب طہارت عیسیٰ علیہ السلام باذن الٰہی عزوجل جمع ہوئی تو یہ سب باہم متلازم ہیں اسیواسطے ہر ایک سے تفسیر ہوسکتی ہے اگرچہ جہت تفسیر علیحدہ ہوگی پس فی الحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے اور اظہر یہی ہے کہ روح القدس جبرئیل ہیں امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسپر دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و ابن عباسؓ و محمد بن کعب و اسمٰعیل ابن ابی خالد وسدی و ربیع بن انس و عطیہ عوفی وقتادہ نے فرمایا کہ اس مقام پر روح القدس سے جبرئیل مراد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا نزل به الروح الامین علیٰ قلبک لتکون من المنذرین - اور حدیث ابوہریرہ وعائشہ رضی اللہ عنہما میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسانؓ بن ثابتؓ کے واسطے مسجد میں منبر رکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کافروں کی ہجو کرتے اور اُنکا جواب دیتے تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی تو حسان بن ثابتؓ کی روح القدس سے تائید فرما جیسے وہ تیرے پیغمبر کی طرف سے کافروں کی ہجو کا جواب دیتا ہے (البخاری وابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح) اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی جانب گذرے کہ وہاں حسان بن ثابتؓ مسجد میں شعر پڑھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسانؓ کو ترچھی نگاہ سے دیکھا پس حسانؓ نے کہا کہ میں تو مسجد میں اُس زمانہ میں شعر پڑھتا تھا جب مسجد میں آپ سے بہتر موجود تھے پھر ابوہریرہؓ کی طرف ملتفت ہوکر کہا کہ میں تمکو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کہ آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اے حسان میری طرف سے جواب دے الٰہی تو روح القدس سے اسکی تائید فرما پس ابوہریرہؓ نے کہا کہ ہاں بیشک میں نے سنا ہے (الصحیحین) اور بعض روایات میں ہے کہ حسانؓ کو فرمایا کہ تو مشرکوں کی ہجو کر اور جبرئیلؑ تیرے ساتھ ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں ہے کہ روح القدس نے میرے دل میں پھونک دیا کہ کوئی جاندار نہیں مریگا یہانتک کہ اپنا رزق و اپنی عمر پوری کرلے پس تم لوگ اللہ تعالیٰ سے تقوی رکھو اور طلب رزق میں اجمال کرو - (صحیح ابن حبان) پس ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس جبرئیل ہیں مترجم کہتا ہے کہ اس سے ایک بہت بڑا افادہ ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام کی معیت سے فیض علمی ایک خاص طور پر ہوتا ہے اگر کہا جاوے کہ جبرئیل علیہ السلام تو جمیع انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتے ہیں حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے حسان بن ثابتؓ کے ساتھ ہوگئے اگرچہ حسانؓ کے ساتھ اُسیوقت تک رہتے تھے جب تک حسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک سے ہجو کفار کی تردید کرتے تھے چنانچہ

روایت صحیح میں مصرح ہے پس سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت کیوں فرمائی کہ ہمنے اسکو جبرئیل سے تائید فرمائی تھی جواب یہ ہے
جو شیخ سیوطیؒ نے ذکر کیا کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے جہاں جاتے تھے وہاں ساتھ جاتے تھے مترجم کہتا ہے کہ شاید
اسکا بھید یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ زندہ کرنے اور لاعلاج امراض سے تندرست کرنیکا معجزہ عطا ہوا تھا اور اسکی ضرورت غیر معین اوقات
میں ہوتی تھی لہذا جبرئیلؑ کی معیت عطا ہوئی تھی اور واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک کرامت خاص کا ظہور آئندہ بھی ہونے والا ہے
جبکہ امت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے فتنۂ دجال دور کرنے کے واسطے عنقریب نازل ہونگے اور وہ یہ ہے کہ انکی سانس سے ایک میل تک
کافروں پر موت چھا جائیگی اور دجال ایسا گلیگا جیسے پانی میں نمک گلتا ہے اور غالباً یہ کمال بعد زمانہ عروج کے پیدا ہوا کیونکہ ابتدا بعثت میں
یہودی کافروں کی یہ کیفیت نہیں ہوتی تھی اور غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کمالات عطا فرمائے کہ معیت جبرئیلؑ کی حاجت
نہ تھی سوائے ابتدا کے کیونکہ صحیح روایت سے یہ بات ثابت ہے کہ ابتدا میں تین برس تک جبرئیلؑ ساتھ رہے اگر کہا جاوے کہ آپ تو جبرئیل
علیہ السلام کی صورت سے بھاگتے تھے جواب یہ ہے کہ وہ صورت اصلیہ تھی جو آپکی کامل استعداد کی وجہ سے آپ کو دکھلائی جاتی تھی اور جبرئیلؑ کے ساتھ
ہونے کے واسطے اصلی صورت بلکہ ظاہر ہونے کی ضرورت نہیں ہے اسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعد عروج آسمانی وحصول کمال کے دوبارہ نزول
کے وقت جبرئیل علیہ السلام کی ضرورت نہوگی کیونکہ کسی حدیث میں دوبارہ نزول کے بعد جبرئیل علیہ السلام کی معیت معلوم نہیں ہوئی واللہ تعالیٰ
اعلم الحاصل اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی مذمت فرمائی کہ کمالات روحی واستعداد دار الآخرت کو نہیں چاہتے تھے بلکہ دنیا وخواہش نفس کے تابع تھے
اور انہیں کے مقلدین جواب موجود ہیں انکی بھی یہی حالت ہے کہ محض خواہش نفس کے پابند ہیں اور حکم الٰہی کو اور اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام
کو محض بے قدری کے ساتھ ترک وقتل کرتے تھے پس دیکھو کہ دوسری آیات میں فرمایا تھا کہ عہد توریت کے خلاف یہ لوگ اپنوں میں سے ایک فریق کو
قتل کرتے اور انکی خانہ ویرانی کرتے ہیں اور ان آیات میں فرمایا کہ یہ قوم ایسی بدکار ہے کہ اپنی قوم والے درکنار رہے دیکھو تو کہ یہ لوگ اپنی خواہش
نفس کے پیچھے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلاتے وقتل کرتے رہے ہیں حالانکہ انبیاء علیہم السلام انکی خواہشوں میں سے سوائے حرام خوری وحرام کاری
کے کسی عمدہ بات سے نہیں روکتے تھے اور کمال خیرخواہی سے انکے حق میں چاہتے تھے کہ دنیائے فانی میں سے لطیف وعمدہ چیزوں کو لیویں اور
ایسے طرز پر چلیں کہ دار الآخرت میں انکی نعمت دائمی برقرار رہے اور شدید عذاب جہنم اور سب دکھوں سے بچ جاویں پس نہایت کمینہ وبدبخت وہ
شخص ہے جو نیک وخیرخواہ کے ساتھ بدی پر آمادہ ہو بلکہ جانی دشمن ہو جائے اور اسی سے اہل ایمان کو نصیحت وعبرت حاصل کرنا چاہیے کیونکہ حدیث شریف
میں ہے کہ نیک بخت وہ ہے جو دوسرے کا حال دیکھ کر نصیحت پکڑے پس اہل ایمان پر فرض ہے کہ انبیاء کو قتل یا خانہ ویرانی نکریں لیکن افسوس ہے کہ مصر وشام
وایران وہندوستان کے سلاطین اسلام باہم خانہ جنگیاں کرتے رہے اور فسق وفجور میں کسی حاکم کی تابعداری نکریں اور اپنی خواہش نفس کو حکم الٰہی
وشریعت کے تابع کریں نہ برعکس اور افسوس کہ اس زمانہ میں یہودی عالموں کے مانند مسلمانوں میں بہت سے لوگ عالموں کی صورت بنکر عوام کو
انکی خواہش نفس وترغیب حیات دنیاوی کے مسائل بتلاتے ہیں اور ادھر ادھر کی مہمل کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں پس عوام کو یاد رکھنا چاہیے
کہ جنہے انکے خواہش نفس کے موافق مسئلہ بتلایا جس میں شریعت الٰہی عزوجل سے مخالفت ہو تو اسکو اپنے حق میں زہر اور بتلانے والے کو دشمن
سمجھیں اور حیات دنیاوی کو چند روزہ مسافرخانہ خیال کرکے دار الآخرت کی فکر کریں اور وہاں کے عذاب سے نجات حاصل ہونے کی اسباب
تلاش کریں کیونکہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وانبیاء وصالحین کوئی بھی اسکی سفارش نکرینگے کیونکہ اللہ تعالیٰ
کے مقبول بندے تو اسکی خوشی کے موافق کلام کرینگے۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کو حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما السلام کے

ذریعہ سے معجزات باہرہ دکھلائے اور چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں جادو و اُسکے کرشمات پھیلے ہوئے تھے لہذا عصا و ید بیضا وغیرہ ایسے معجزات دیے جس سے جادو رد ہوا اور جو لوگ جادو میں کمال رکھتے ہیں فوراً پہچان جاوین کہ یہ معجزۂ الٰہی ہے اور جادو سے ہرگز ممکن نہیں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جبکہ جالینوس وغیرہ طبیبوں کا زور تھا کوڑھی اندھے بلکہ مردے تندرست و جلانے کے معجزات دیے جس سے طبیب عاجز ہو جاوے لیکن یہودیوں کی بیوقوفی دیکھو کہ وہ ان دقائق کو کچھ بھی نہ سمجھے حالانکہ یہ معجزات عالم سفلی کے مادیات میں سے ہیں تو عالم علوی کے دقائق عقل نورانی کو یہ کودن لوگ کب سمجھ سکتے ہیں اور یہ رحمت خاص و کمال اختصاص روز ازل سے حضرت عالم الغیب عز وجل نے اسی امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے واسطے کمالات معرفت کی راہ سے مقدر فرمایا تھا اسیواسطے اس امت کو جمیع امم سے بہتر فرمایا ہے بقولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیہ۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی پس عالم سفلی کے معجزات کے ساتھ شق القمر و معراج اکبر وغیرہ کمال معرفت کے معجزات عطا فرمائے اسی وجہ سے اس امت کے معارف و مدارج عرفان نہایت بلند ہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ بعد ختم نبوت حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس امت کے واسطے انبیاء کا آنا ممکن نہ تھا پس اللہ عز وجل نے علماء ربانیین کو اسکا قائم مقام فرمایا چنانچہ حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ جو باسانید کثیرہ مروی ہے بایں معنے صحیح ہے کہ جیسے بنی اسرائیل میں انبیاء علیہم السلام تجدید و تذکیر کے واسطے بھیجے جاتے تھے اسی طرح حدیث میں آیا کہ اس امت میں ہر قرن پر اللہ تعالیٰ ایسا شخص مبعوث فرمائیگا جو اس قرن والون کے لیے دین کی تجدید فرماوے یعنے احکام قرآن وسنت و معرفت ایمان اُنکو یاد دلاوے (کمافی سنن ابن ماجہ وغیرہ) اور اس سے ظاہر ہوا کہ اس اُمت میں اللہ تعالےٰ نے قلوب کی معرفت بلند رکھی ہے اور علماء و اولیاء کے معارف ارجمند ہیں جسکی لیاقت یہود و نصاریٰ کو نہیں دی گئی تھی اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ اہل ایمان جن معارف توحید پر بفضل اللہ سبحانہ و تعالیٰ آسان سمجھ کے ساتھ یقین کرتے ہیں وہ یہود و نصاریٰ کے بڑے دانشمندون کے سمجھ میں نہیں آتے ہیں چنانچہ جسنے یورپ کے حکما کے اقوال دیکھے یا سنے ہیں وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ بیچارے کس عاجزی سے بیان کرتے ہیں کہ مسلمانون کے عقائد در بارۂ الوہیت بہت صاف و پاکیزہ ہیں لیکن میں جہانتک غور کرتا ہون تو یہ لوگ جس طرح خدا تعالےٰ کا اعتقاد رکھتے ہیں بغیر شکل و صورت و جسمیت وغیرہ کے یعنے ہر طرح کے عیوب و نقائص و خیالات سے پاک اعتقاد کرتے ہیں ”وہ میرے خیال میں کسی طرح نہیں آتا“ مترجم کہتا ہے کہ خالق و مخلوق میں یہ شخص امتیاز نہیں کر سکتا اور یہ امر ظاہر ہے کہ اسکے تصور مخلوق میں جو مخلوقات غیر محسوس ہیں وہ متصور نہونگی پھر سخت عجب ہے کہ وہ خالق کو مخلوق غیر محسوس بھی نہیں بلکہ مادی محسوس کی شکل میں بنا کر اپنے چھوٹے سے دماغ میں لانا چاہتا ہے اور جسکو ذرا بھی عقل ہے وہ اس بیوقوفی سے نہایت تعجب کریگا حالانکہ عوام مومنین اپنے قلوب نورانی سے حق عز وجل کو ماوراء محسوسات و غیر محسوسات کے بالیقین جانتے ہیں پس اُنکو معرفت میں کچھ شک نہیں ہے اور نہ اُنکی معرفت اس امر پر موقوف ہے کہ حضرت خالق جل شانہ کو مخلوق بلکہ محسوس صورت و رنگ کے لباس میں لاکر کافرون کی طرح تصور باندھیں بلکہ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ ہماری عقل بلکہ تمام عالم کو یہ مجال نہیں ہے کہ خالق عز وجل کو تصور میں لاوے بلکہ اُسکا تصور محال ہے اور مخلوق میں جو چیز متصور ہو کر پیدا ہو وہ مخلوق کی مخلوق ہے اور خالق عز وجل اس سے پاک برتر ہے تعالیٰ اللہ عما یشرکون پس غور کرو کہ جب اُنکے بڑے دانشمند کی یہ حالت ہے تو عوام کو کیا قیاس کیا جاوے اور جب اہل ایمان میں سے معرفت عوام کی یہ شان ہے تو اُنکے علما کی معرفت کس مرتبۂ عالی پر ہوگی الحمد للہ رب العالمین اور اسکا بھید یہ ہے کہ یہ معرفت متعلق بادراک روح ہے جس سے ان حواس جسمانی کو کچھ مناسبت نہیں ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ نے لطیفہ سری یعنے قلب پر مہر نہیں فرمائی تو انوار روحی سے معرفت ہو سکتی ہے جبکہ بندہ نے اس دنیاے فانی سے بیزار ہو کر دار الآخرت و جوار رحمت کا عزم کیا ہو اور اگر کسی شخص نے اس سے کفر کیا تھی کہ مہر کردی گئی تو اس معرفت کی کوئی راہ نہیں ہے جیسے تمنے نصرانیون کے ایک بڑے دانشمند کا قول سن لیا

اور اس بیچارے نے کوئی نئی بات نہین نکالی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین یہودیون کی انہی کی بعینہٖ یہی کیفیت تھی کیونکہ اسکا بعید مین نے بتلادیا تو یہ بندہ دنیا کیونکر سمجھیگا اور اسی قسم کے جوابات دے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون کے بارہ مین نازل فرمایا

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ؕ بَل لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝

اور کہتے ہین ہمارے دلپر غلاف ہے یون نہین لعنت کی ہے اللہ نے انکے انکار سے سو کم یقین لاتے ہین۔

چونکہ یہودی غضب مین گرفتار اور مہر قلبی کی وجہ سے حیات دنیا کی حرص اور کفر آخرت و عناد نبوت مین استوار تھے کسی بیان فرقان کو نہین سمجھتے تھے بلکہ ہمیشہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا معاندانہ جواب دیا۔ وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ اور کہنے لگے کہ ہمارے دل تو غلف ہین۔ ف غلف جمع اغلف وہ شخص جسکا ختنہ نہوا ہو پس یہ کنایہ ہے کہ دل و پردہ منڈھے ہین ویؤیدہ اسکا قولہ تعالیٰ۔ قلوبنا فی اکنۃ الآیۃ۔ ہے چنانچہ ابن عباسؓ نے غلف کو اکنۃ سے تفسیر فرمایا (ابن اسحٰق) اور مجاہد و سدی و قتادہ نے کہا کہ ان لوگون کی مراد یہ تھی کہ ہمارے قلوب پر غلاف چڑھا ہے تو ہم تمھاری بات نہین سمجھتے ہین اور ابن عباسؓ نے غلف بضم لام پڑھا ہے اور معروف قراءۃ مین سکون لام ہے تو شاید تخفیف کے واسطے لام ساکن کردیا گیا ہو اور ابن جریر نے حدیث حذیفہؓ جسمین چار قسم کے قلوب کا ذکر ہے یہان روایت کی جن مین ایک قسم قلب اغلف مغضوب علیہ ہے اور وہ قلب کافر کا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ان کافرون کی مراد یہی تھی کہ تمسخر کے طور پر کہتے کہ ہم لوگ علماے توریت یعنے زبردست عالم ہین حالانکہ تمھاری بات نہین سمجھتے تو ہمارے دلون پر غلاف ہے اور بعض علما نے کہا کہ غلف سے انکی مراد یہ تھی کہ انکے قلوب تھیلے ہین یعنے دعوی کرتے تھے کہ ہمارے قلوب مانند اناج وغیرہ کے گون و تھیلون کے علوم سے بھرے ہوے ہین تو اب ہمکو تمھاری تعلیم کی حاجت نہین گویا دعوی کرتے کہ باوجود اس علم کے جو ہم سمجھے ہین ہم ہی ٹھیک ہے اور تمھارا بیان ٹھیک نہین تو اسکو ہم نہین سمجھتے اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا کہ یہ انکا گمان باطل ہے۔ بَل لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ۔ بلکہ اللہ عزوجل نے انکے کفر کی وجہ سے انکو ملعون کردیا ہے ف یعنے انکے قلوب مہر کیے ہوے ملعون ہین تو انمین معارف حق کا ظہور نہین ہوسکتا ہے۔ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝ پس بہت ہی قلیل ایمان لاتے ہین۔ ف جیسے سورۂ نسار مین فرمایا۔ وقولہم قلوبنا غلف بل طبع اللہ علیہا بکفرہم فلا یؤمنون الا قلیلا بعض علما نے فرمایا یعنے بہت قلیل باتون کی تصدیق کرتے مثلاً حضرت موسیٰؑ و توریت وغیرہ کا اقرار کرتے ہین حالانکہ بہت سے امور سے منکر ہین تو یہ ایمان انکو کچھ نافع نہوگا کیونکہ ایمان تو مجموع ہے اسکے ٹکڑے نہین ہوسکتے ہین پس اگر توریت پر ایمان لائے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے۔ بعض نے کہا یہ محاورہ مقام نفی پر بولا جاتا ہے مثلاً در قل مارأیت مثل ہذا قط" یعنے بہت ہی کم تو نے کبھی ایسا دیکھا ہوگا یعنے کبھی نہین دیکھا ہوگا ع۔ پس مراد یہ ہوئی کہ ان لوگون کا ماننا صرف زبان تک متوقف ہے اور دل مین سارے نہین ہوتا کیونکہ یہ اپنے نفس کے پابند ہین چنانچہ توضیح فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ

اور جب انکو پہونچی کتاب اللہ کی طرف سے سچا بتاتی اُن پاس والی کو اور پہلے سے فتح مانگتے تھے

عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِينَ

کافرون پر پھر جب پہونچا انکو جو پہچان رکھا تھا اُس سے منکر ہوے سو لعنت اللہ کی منکرون پر

واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ۔ فقلیلا ما یؤمنون سے شاید کسی شخص کو شبہہ ہو تا کہ شاید یہ لوگ قلیل ایمان بھی رکھتے ہین تو یہ شبہہ دفع ہوگیا

دوطرح اول یہ کہ ایمان سے یہان صرف لغوی معنے مراد ہیں کیونکہ اُنکو لعنت فرمائی تو ایمان شرعی و لعنت جمع نہین ہو سکتے ہین جیسے قولہ تعالیٰ وما یؤمن
اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون پس معنے یہ ہوئے کہ بعض کتاب پر ایمان لاتے ہین جیسے اور فرمایا۔ افتؤمنون ببعض الکتاب۔ اور شرع کی راہ سے
یہ درحقیقت کفر ہے دوم یہ کہ اس آیت مین اُنکے کفر کی تصریح فرمائی بقولہ تعالیٰ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَهُمْ۔ اور جب اُنکے پاس اللہ تعالیٰ کے یہان سے کتاب آئی جسکی صفت یہ ہے کہ جو کچھ اُنکے پاس ہے اُسکی تصدیق کرنے والی ہے
ف یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے انکو قرآن مجید حاصل ہوا جو بیان و بشارت توریت سے صریح موافق و مصدق ہے تو کفر کرنے لگے
وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ حالانکہ پہلے انکی یہ کیفیت تھی کہ کافرون پر فتح کی دعا مانگتے تھے
ف کہ الٰہی ہمکو پیغمبر آخر الزمان کے طفیل سے ان کافرون پر فتح دے۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ۔ پھر جب یہ
رسول مع اس کتاب کے انکے پاس آیا جو اُنھون نے پہلے پہچانا اُس سے منکر ہو گئے۔ ف یعنے صریح پہچان کر انکار کرنے لگے اور کہنے لگے
کہ ہم نہین پہچانتے ہین۔ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ تو کافرون پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ف مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اس طرح سخت تشنیع کے ساتھ لعنت فرمانے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت پر دائمی معجزہ رکھا کیونکہ جس قوم کو اس طرح سخت شدید
لعنت کی گئی اگر وہ لوگ پہلے زمانہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک سے کافرون کے ساتھ استفتاح نکرتے تو اسوقت یہ لاکھون یہودی بلکہ نصرانی
بلکہ بت پرست سب دشمن جانی اسکا صریح انکار کرتے حالانکہ متواتر ثابت ہے کہ اُنھون نے سر جھکایا اور کچھ انکار نکر سکے سوائے اس امر کے
کہ وہ پیغمبر آئندہ پیدا ہونگے جنکا ذکر توریت مین ہے اور اس سے یہ بھی صاف معلوم ہو گیا کہ توریت مین پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مفصل تھا اور
یہودی لوگ اُنکے نام سے استفتاح کیا کرتے تھے لیکن بعد ظہور کے انصاریون کے حسد و عداوت سے اور دنیاوی ریاست مٹ جانے کے خوف سے
کافر ہو گئے پھر یہ دعویٰ کرنے لگے کہ دین یہودی بھی قیامت تک دائم ہے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب مشرکین سے قتال ہوتا تو کہتے کہ عنقریب پیغمبر آخر الزمان
مبعوث ہونگے تو اُنکے ساتھ ہم تمکو قوم عاد و ارم کی طرح قتل و برباد کرینگے چنانچہ عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے اپنی قوم کے بزرگون سے
روایت کی کہ واللہ یہ آیات ہم انصاریون اور ہمارے پڑوسی یہودیون کے بارہ مین نازل ہوئین اور ہمنے زمانہ جاہلیت مین ایک مدت تک یہودیون
کو مقہور کر لیا تھا تو یہودی ہمسے کہتے کہ ایک پیغمبر پیدا ہونے والے ہین اور اُنکی پیدایش کے آثار سب ظاہر ہو گئے ہین تو ہم اُنکے ساتھ ہو کر تمکو قوم عاد و ارم
کی طرح نیست و برباد کرینگے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش سے مبعوث فرمایا اور ہم لوگون نے آپکی پیروی کی تو یہودی جلکر
انکار کرنے لگے (محمد بن اسحٰق) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہودی لوگ بطفیل آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ اوس و خزرج پر فتح مانگا کرتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش عرب مین سے مبعوث
فرمایا تو یہودیون نے حسد و عداوت سے انکار کرنا شروع کیا اور جو کچھ آپکے صفات بیان کرتے تھے سب سے منکر ہو گئے تو معاذ بن جبلؓ و بشر بن براء
بن معرور اور داؤد بن سلمہ نے یہودیون سے کہا کہ اے یہودیو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ ابھی چند روز ہوئے کہ تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے
ہم لوگون پر فتح مانگتے تھے حالانکہ ہم لوگ اُسوقت مشرکین مین تھے اور تم لوگ ہمسے کہا کرتے تھے کہ وہ عنقریب مبعوث ہونگے اور یہی صفات بیان
کرتے تھے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین اسوقت موجود ہین تو بنی نضیر کا یہودی عالم جسکا نام سلام بن مشکم تھا ان سے کہنے لگا کہ یہ شخص تو
ایسی کوئی چیز نہین لائے جس سے ہم پہچانین اور یہ وہ شخص نہین ہے جسکا ہم تمسے ذکر کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائین
(ابن اسحٰق) اور اسکے مانند مجاہد و ابو العالیہ وغیرہ سے مروی ہے خلاصہ قصہ یہ ہے کہ جب توریت نازل ہوئی اور بنی اسرائیل ایمان لائے اور استقامت

آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم وانکی امت مرحومہ کے فضائل اور یثرب یعنے مدینہ مین انکا ہجرت کرکے آنا وغیرہ مفصل مذکور تھا اور نیز حضرت موسیٰ
علیہ السلام سے معلوم کیا تو اہل ایمان بہت شوق مین آئے پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے ایک مدت بعد بخت نصر نے ملک شام
کو پامال و بیت المقدس کو خراب کیا تو اس حادثہ مین سوائے دیار عرب کے اُنھون نے کوئی جگہ جانے کی راہ نہ پائی اور انکے علما و اہل علم
ہو آگاہ تھے کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ایسے ایک قصبہ مین جسکو ذات النخل کہتے ہین ہجرت فرماوینگے تو یہان اس صفت کا گانون ڈھونڈھتے
رہے آخر یثرب پر گذر ہوا تو اسکو اس صفت کا پاکر اسمین رہ پڑے پس اولاد ہارون علیہ السلام سے ایک جماعت یہان اور ایک
جماعت خیبر مین رہنے لگی اور قبل سکے عمالقہ اس سرزمین مین تھے جو جہاد بنی اسرائیل مین بعد فتح ملک شام کے ہلاک کیے گئے تھے اور یہودیان
چڑھے کر و فروے رہتے تھے یہانتک کہ اوس و خزرج جو اولاد یعرب بن قحطان سے ملک سبا کے رہنے والون مین سے تھے یہان آئے اور
اُنھون نے یہود کو بعد اسکے کہ یہود سکے ہاتھون ظلم سے تھے ایک مدت نیچے زیر کیا اور خوب سزا دی تو یہودی دعا کرتے تھے کہ اے پروردگار
ہمکو نبی آخر الزمان سے جلد مدد دے اور اوس و خزرج اسکو سنکر تعجب کرتے کہ یہ کیا بات ہے اور یہودی قسم کہتے کہ وہ ایسا ایسا نبی ہے جسکے ظاہر ہونے پر
اور ہم تمکو انکی حمایت مین ہلاک کرینگے اور یہ یہودی دو گروہ قریظہ و نضیر باہم متفق تھے آخر کار اوس و خزرج مین نفاق ہوا اور قریب سو برس تک
باہم قتال رہا اور یہود انسے اسطرح ہم سوگند ہو گئے تھے کہ جیسے اوپر گذرا اور قریب ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوس و خزرج مین باہم ایک آخری
معرکہ ہوا جسکا نام یوم البغاث ہے کہ بڑے بڑے سرکش سردار دونون طرف سے مارے گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ایک حکمت
و حسن تقدیر الٰہی تھی کذا فی الصحیحین) پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اوس و خزرج نے تصدیق کی اور یہودیون نے
ان کو بہکانا شروع کیا لیکن یہود کی باتون نے فائدہ نہ دیا اور اولاد اوس و خزرج پہلے مسلمان ہوئی اور یہودی حسد و عداوت سے منکر ہو گئے
سو یہی اس آیت مین اشارہ ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ اور استفتاح مین سین استفعال تو طلب کے واسطے ہے اور فتح بمعنے کھولنا و لیکن علی الذین
کے علی سے معنے مدد کو متضمن ہے لہذا یستنصرون سے تفسیر کی گئی اور ما عرفوا کی تفسیر یا عرفوا ہے کیونکہ انکا علم اس درجہ موکد ہو گیا تھا کہ مثل معرفت
و دریافت حواس کے ہو گیا تھا اور مروی ہے کہ ان یہودیون کے آبا و اجداد جو مدینہ مین آباد ہوئے تھے اپنی موت کے وقت اپنی اولاد کو وصیت
مفصل پتہ و نشان سے لکھ جاتے کہ پیغمبر آخر الزمان کی بعثت پر جنکے یہ اوصاف ہین انکے تابع ہونا چاہیے انکو زندگی مین نصیحت کیا کرتے تھے
پس بعثت کا علم انکے نزدیک مثل معرفت کے تھا اور قولہ تعالیٰ فلعنۃ اللہ علی الکافرین۔ ای فلعنۃ اللہ علیہم پس بجاے ضمیر کے اسم ظاہر فرمایا
کہ اسمین انکی تقبیح ہے اور یہ دلالت ہے کہ انپر لعنت کا سبب انکا کفر ہے پس الکافرین کا الف لام عہد کا ہو گیا اور جائز ہے کہ الف لام جنس کا ہو اور یہود
پہلے انہین داخل ہین اسلیے کہ کلام انہین مین ہے اور باقی کافر اسمین بالتبع داخل ہین اور معلوم ہوا کہ یہودیون نے خواہش نفس سے انکار کیا
دو طرح جاہلی اول یہ کہ پیغمبر آخر الزمان کا وجود قریش عرب سے کیون ہوا اور یہودیون سے کیون نہوا۔ دوم یہ کہ اوس و خزرج جن سے خار کھاتے تھے
پہلے ہی مسلمان ہو گئے لیکن ایسی سرکشی سے اُنھون نے خود اپنے آپکو برباد کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

برے مول خرید کیا اپنی جان کو کہ منکر ہوئے اللہ کے اُتارے کلام سے اس ضد پر کہ اُتارے اللہ اپنے فضل سے

عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰي غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

جس پر چاہے اپنے بندون مین سو کما لائے غصہ پر غصہ اور منکرون کو عذاب ہے ذلت کا

مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پاک کو چھپایا حالانکہ اُن سے عہد لیا گیا تھا کہ ظاہر کریں پس اُنھوں نے
اپنی جان کے واسطے حق چھوڑ کر باطل اختیار کیا اور سدیؒ نے فرمایا کہ یہودیوں پر واجب تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و تائید و مددگاری
کریں لیکن جب اُنھوں نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور عرب و قریش سے ہوا ہے تو اُنکو نہایت گران گذرا اور حسد و بغاوت سے اُنھوں نے
کفر اختیار کیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ بہت بُری چیز ہے
جسکے عوض خریدا اُنھوں نے اپنی جانوں کو کہ کافر ہوئے اللہ تعالیٰ کے اُتارے کلام سے۔ ف سدیؒ نے کہا یعنے بُری چیز ہے وہ جسکو اپنی جانوں
کے واسطے اُنھوں نے عوض لیا اور اُس پر راضی ہو گئے اور وہ کلام الٰہی سے کفر ہے ع۔ کشاف و بیضاوی و سیوطی وغیرہ نے کہا کہ قولہ۔ بئسما اشتروا
انفسہم ان یکفروا۔ کی تقدیر یہ ہے۔ بئس الشیء شیئا اشتروا بہ حظ انفسہم کفرہم بما انزل اللہ۔ یعنے یہودیوں نے اپنے کفر کو بہتر سمجھا لیکن اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ درحقیقت وہ چیز بہت بُری ہے جسکے عوض اُنھوں نے اپنی جانوں کا حصہ خریدا وہ آیات الٰہی سے کفر ہے اور اسکی علت بیان
فرمائی۔ بَغْيًا أَنْ يُنَزِّلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ۔ بوجہ بغاوت اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ
اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اُتارے۔ ف یعنے اُنکے کفر کا سبب یہ حسد و بغاوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
فضل سے پیغمبر آخر الزمان کو عربی نسل سے کیوں پیدا فرمایا کر قرآن مجید نازل فرمایا حالانکہ یہ اللہ عزوجل کی جناب میں سخت بے ادبی و گستاخی ہے
کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے اور وہ اپنے علم ازل سے ہر ایک چیز کو مقدر فرماتا ہے پس اللہ تعالیٰ کی جناب میں اعتراض کرنا مذموم ہے اور حسد کرنا مذموم
دیگر اور آیات الٰہی سے کفر کرنا مذموم دیگر اور عہد الٰہی توڑنا مذموم دیگر پس اُنھوں نے اول عہد توریت کو ضائع کیا اور عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کیا
پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت و وحی الٰہی سے انکار و توریت میں تحریف کردی۔ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ
پس غضب پر غضب کما لائے۔ ف اور غضب کی تنوین تعظیم ہے یعنے غضب عظیم پر غضب عظیم کمایا۔ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ
مُهِينٌ۔ اور کافروں کے واسطے عذاب اہانت کرنے والا ہے۔ ف یعنے ایسا عذاب ہے کہ جسمیں اہانت و خواری بھری ہوئی ہے
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ان لوگوں نے تکبر کیا تھا لہذا اسکے مقابلہ میں اُنکو خواری کا عذاب دیا گیا چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں نے تکبر کیا وہ لوگ قیامت کے روز آدمی کی صورت میں چیونٹیوں کی طرح
میدان قیامت میں ڈالے جاوینگے اور انکی خواری کی وجہ سے ہر شے انپر چڑھیگی یہانتک کہ جہنم کے قیدخانہ میں جسکا نام بولس ہے داخل کیے جاوینگے
پس انپر نار الانیار چھاویگی اور دوزخیوں کے نچوڑے ہوئے پیپ و لہو سے جس وادی میں گارا ہو جائیگا وہی انکو پلایا جاویگا۔ (رواہ احمد) اور اسکے
شواہد سنن ترمذی وغیرہ میں موجود ہیں ع۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت قدسی میں ظاہرا غضب پر غضب کمانے سے یہ مراد ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ غضب
الٰہی کماتے گئے اور شاید پہلا غضب وہ ہو کہ آیات الٰہی کا انکار کرتے اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے کما قال تعالیٰ۔ وباؤ بغضب
من اللہ ذلک بانہم کانوا یکفرون بآیات اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق الآیۃ۔ پس ہمکو معلوم ہوا کہ پہلا غضب اس جگہ سے شروع ہوا اور دوسرا
غضب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر و قرآن سے انکار کیا اور یہی متضمن ہے کہ عہد توریت و اسکی آیات سے انکار ہوا اور جاننا
چاہیے کہ عذاب مہین میں اشارہ ہے کہ کافروں کو جو عذاب دیا جاتا ہے وہ اُنکی ذلت و خواری کے واسطے ہے بخلاف اسکے بعضے گنہگار مسلمانوں کو جو جہنم
میں ڈالے جاوینگے اُنکا عذاب بغرض اہانت نہیں ہے بلکہ اسواسطے کہ گناہوں کی نجاست سے پاک ہو جاویں اسیواسطے حدیث سے
ثابت ہوا کہ انکی صورتیں مسخ نہ ہونگی ورنہ عذاب کی حالت میں زندہ چھوڑے جاوینگے بلکہ ہر ایک بقدر اپنے گناہ ہو کے آتش جہنم سے پاک کر کے نکال لیا

جاویگا اور واضح ہو کہ سابق مین تمکو تنبیہ گذری کہ یہودی درحقیقت توریت پر ایمان نہین رکھتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ لوگ نہین پہچانتے تھے کیونکہ عمومًا یہود و نصاریٰ فرقۂ مجسمہ ہین وقد قال تعالیٰ۔ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ پس یہ صریح تنصیص ہے کہ یہود و نصاریٰ نے جو تصویر اپنے ذہن مین گڑھی اُسکو اپنا اللہ تصور کرکے اُسپر ایمان لائے حالانکہ اللہ تعالیٰ قطعًا تصورات سے پاک ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اُسکی تفسیر مین آویگا اسی طرح یہودی دعویٰ کرتے کہ ہم توریت پر ایمان لائے ہین لیکن اللہ تعالیٰ نے ان آیات مین جو آئندہ بیان ہوتی ہین صریح اُنکے دعویٰ کو ایسے طور پر رد فرمایا کہ بندے بھی اُسکو بخوبی سمجھ سکتے ہین کما قال تعالیٰ۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ

اور جب کہیے انکو مانو اللہ کا اُتارا کلام کہیں ہم مانتے ہین جو اُترا ہمپر اور وہ نہین مانتے جو پیچھے آیا اُس سے

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاءَ اللَّهِ مِن قَبْلُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝

اور وہ اصل تحقیق ہے سچ بتاتا اُن پاس والے کو کہہ پھر کیون مارتے رہے ہو نبی اللہ کے پہلے سے اگر تم ایمان رکھتے تھے

وَلَقَدْ جَاءَكُم مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِن بَعْدِهِ وَأَنتُمْ ظَالِمُونَ ۝ وَإِذْ

اور آچکا تم پاس موسیٰ صریح معجزے لیکر پھر بنالیا بچھڑا اُسکے پیچھے اور تم ظالم ہو اور جب

أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ ۖ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا ۖ قَالُوا

ہمنے لیا قرار تمہارا اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہمنے تمکو دیا زور سے اور سنو بولے

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۚ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم بِهِ

سُنا ہمنے اور نہ مانا اور رچ رہا اُن کے دلون مین وہ بچھڑا مارے کفر کے تو کہہ بُرا کچھ سکھاتا ہے تمکو

إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝

ایمان تمہارا اگر تم ایمان والے ہو۔

یہودیون کی یہ حالت تھی کہ اُنکو ایمان قلبی و دعویٰ نفسانی مین تمیز نہ تھی اور اسکا سبب یہ ہوتا ہے کہ جب کسی قلب پر مہر ہوتی ہے تو وہ قلبی تصدیق و نور ایمان کی کیفیت سے واقف ہی نہین ہوتا تو یہ سمجھتا ہے کہ خیالی اقرار ہی ایمان ہے جیسے بہتیرے نے عقل کی کیفیت بیان کی کہ وہ نور روحانی ہے اور کفار جب اُس سے محروم ہوتے ہین تو حواس باطنی کو عقل سمجھتے ہین اور حقیقت عقل سے کبھی واقف نہین ہوسکتے ہین تو سواے حواس کے انکار کرتے ہین کہ عقل کوئی دوسری چیز نہین ہے اسیطرح جب قلب منقش ہوا تو ایمان و اصل نہین ہوا وہ زبانی دعویٰ کو اور حواس کی تصدیق کو ولی یقین سمجھتا ہے اور اہل اسلام کو بھی عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ اُنکا یقین مثل یہود و نصاریٰ کے نہو جو اپنے یقین مین یہی سمجھتے تھے کہ ہم توریت و انجیل پر ایمان لائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُنکا یقین اُنکے دلون مین نہین تھا بلکہ اندرونی حواس تک رکھا ہوا تھا اور یہ مقام بہت مشتبہ ہوتا ہے اسیواسطے بہت سے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے خوفناک ہوتے تھے (کما رواہ البخاری وغیرہ) لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عبرت کے واسطے یہودیون وغیرہ کا حال بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ ۔ اور جب ان لوگون کہا جاوے کہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اُسکے ساتھ ایمان لاؤ۔ ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا یعنی جب یہودیون اور اُنکے مانند اہل کتابون کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اُسکو مانو اور اُسکی پیروی کرو حالانکہ وہ توریت و انجیل کی بشارت

کے بالکل موافق ہے۔ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا۔ تو کہتے ہیں کہ جو ہم پر نازل کیا گیا ہم اُسکو مانتے ہیں ف چنانچہ
یہودی کہتے ہیں کہ ہم توریت کو مانتے ہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ ہم انجیل کو مانتے ہیں۔ وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ۔ اور اسکے ماسوائے
سے منکر ہوتے ہیں ف اور وہم یکفرون بما وراءہ۔ یعنی حال یہ کہ ماسوائے اس کتاب کے جو انکے پیغمبر پر نازل کی گئی ہے سب انکار کرتے
ہیں۔ گویا تعصب وحمیت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لازم ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کل مانے اور سب کو حق جانے اگرچہ اعمال
ادا کرنے میں وہی شریعت ہوگی جو اپنے پیغمبر پر مقرر کی گئی ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے ہر زمانہ وقوم کے واسطے احکام
عبودیت و درجات معرفت خاص رکھے ہیں یعنے اصل توحید تو قدیماً متحد ہے لیکن اس اصل پر فروع اعمال خاص خاص ہیں اور جیسے تحقیق فی المحل اعلاے
راسخین سمجھتے ہیں اور جو تمام قرآن کی تفسیر سمجھے سے وہ بھی سمجھ جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ لہذا مومنین امت محمدی تمام انبیاء سابقین و صحف الٰہیہ کو
بھی حق جانتے ہیں لیکن توریت و انجیل کے جو ترجمے اسوقت ان یہود و نصاریٰ کے پاس موجود ہیں انسے اسواسطے سکوت کرتے ہیں کہ اول تو یہ
ترجمے ہیں کہ معلوم نہیں انکے مترجموں نے کہاں غلطی کی اور کہاں نہیں۔ دوم یہ بہت تحریف و اصل سریانی اگر کہیں ہو تو قوم یہود بیان کرتی ہے کہ انپر
اعتماد نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمکو آگاہ فرمایا کہ اہل کتاب نے کتب الٰہی میں تحریف کی اور اپنے ہاتھوں کتابیں لکھکر لوگوں کو کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے
لہذا ہمنے ان لوگوں سے بیزار ہوکر اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر نازل فرمایا تھا یعنے توریت و انجیل وہ حق ہے اور قطعاً انمیں
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مذکور تھی و رسب صحف انبیاء سابقین و زبور داؤد و علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام حق ہیں بخلاف یہود و نصاریٰ
کے کہ سب انکار کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ توریت یا انجیل پر ایمان لاتے ہیں حالانکہ قطعاً توریت و انجیل میں حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے بشارت اسما اور نزول قرآن کا ذکر ہے جس پر ایمان لانا انپر قطعاً فرض ہے پس کہاں توریت یا انجیل پر ایمان ہوا جبکہ انھوں نے قرآن مجید
سے کفر کیا۔ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ۔ حالانکہ قرآن مجید حق ہے درحالیکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو ان لوگوں
پاس ہے ف اور جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبرانی یا سریانی بلکہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے تو لامحالہ یہ قرآن وحی الٰہی ہے جو تعلیم توریت و انجیل کے موافق
تصدیق موجود ہے پس یہود و نصاریٰ کے لیے قطعی معجزہ ہے کہ جسطرح توریت و انجیل میں مذکور تھا اسی طرح نازل ہوا تو یہ وہی قرآن ہے جسکی بشارت موجود ہے
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الذین آتیناہم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم الآیۃ یعنی جن لوگوں کو ہمنے کتاب عطا فرمائی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کو
اسطرح کامل پہچانتے ہیں جیسے اپنے فرزندوں کو پہچانتے ہیں۔ ھ لیکن جان بوجھکر انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ
قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ تو کہدے کہ پھر پہلے سے تم لوگ کیوں انبیاء الٰہی کو قتل کرتے
رہے ہو اگر تم ایمان دار ہو ف یعنی جو کوئی پیغمبر کو قتل کرے یا قتل کرواسکے تو وہ اشد کافر ہوا اور یہودیوں نے بکثرت پیغمبروں کو قتل کر ڈالا حتی کہ حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام
کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے گمان میں قتل کیا۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ جب یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ توریت جو ہمارے پاس ہے ہم اسپر ایمان رکھتے ہیں
حالانکہ اسمیں پیغمبروں صالحین کے قتل سے سخت ممانعت ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان یہودیوں کو عار دلاؤ کہ توریت پر تم کہاں ایمان لائے جبکہ تم پہلے سے انبیاء اللہ کو قتل
کرتے تھے حالانکہ وہ لوگ اسی توریت کی تعلیم کرتے تھے پھر اگر دعویٰ کریں کہ وہ معجزات نہیں لائے تو اسکو بھی رد فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ
مُّوْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ معجزات لے کر آیا تھا۔ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ پھر تمنے اسکے پیچھے
گوسالہ کو معبود بنا لیا حالانکہ تم ظالم تھے۔ ف یعنی معجزات و آیات قدرت عصا و اژدہا وغیرہ بکثرت تمنے موسیٰ علیہ السلام سے دیکھے پھر اس کے بعد
کفر کرکے گوسالہ کو معبود بنا لیا یا یہ مراد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر چلے جانے کے بعد تمنے گوسالہ کو معبود بنایا حالانکہ اسکے بعد تمکو تنبیہ

گئیگی اور تمہارا گؤسالہ تمہاری آنکھوں کے سامنے جلا کر سمندر میں پھینکا گیا اور تمکو توریت دیگئی تب بھی تمکو اسکے قبول کرنے میں دل سے
انکار رہا چنانچہ فرمایا۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ۔ اور یاد کرو جب ہمنے تمہارا عہد لیا اور تمپر کوہ طور
بلند کیا۔ ف یعنی توریت قبول کرنے کے واسطے تمسے عہد لیا اور جب تمنے توریت کے احکام دیکھکر انکار کیا تو جبرئیل نے بحکم الٰہی ایک پہاڑ اکھاڑ کر
تمہارے سروں پر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ۔ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ وَّاسْمَعُوْا۔ جو کچھ ہمنے تمکو دیا ہے اسکو دل سے
کوشش کے ساتھ لو اور حکم کو اچھی طرح سنو۔ ف اور اگر ایسا نہ کروگے تو یہ پہاڑ تمپر ڈال دیا جائیگا پس جب تمکی طرف سے دل میں یقین ہوا کہ
نہ ماننے کی صورت میں ایسا ہی ہوگا تو لاچار ہوکر سجدہ میں گرے۔ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا۔ اور کہنے لگے کہ ہمنے سنا اور نافرمان ہوئے
ف یعنی ظاہر میں تو یہ کہا کہ ہمنے سنا اور سجدہ کیا اور دل میں نافرمانی رکھی گویا اللہ تعالیٰ کو دھوکا دیتے تھے حالانکہ وہ عالم الغیب ہے چنانچہ اسنے ظاہر
کردیا کہ انکے دل میں عصیان تھا اگرچہ ظاہر میں فرمانبرداری کا سننا بیان کرتے تھے۔ وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِکُفْرِهِمْ۔
حالانکہ کفر کی وجہ سے انکے دلوں میں بچھڑا رچ گیا تھا۔ ف یعنی جیسے اسفنج پانی کو چوس لیتا ہے اسی طرح انکے خالی دلوں نے بچھڑے
کی محبت چوس لی تھی کیونکہ کفر کی شامت سے اندھا تھا اسلئے نور تو پہنچا نہیں رہا اور بچھڑے کی محبت بیٹھ گئی اور واضح ہو کہ
یہ حرکات ان یہودیوں کے باپ دادوں نے کیے جو اسوقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے سے انکار کرتے تھے اور
اپنے باپ دادوں کی تقلید پر راضی ہو کر کہتے تھے کہ ہم توریت نہ چھوڑینگے اور اپنے باپ دادوں کے قدم بقدم چلے جاتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے انکے
باپ دادوں کے کفر یاد دلائے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُکُمْ بِهٖٓ اِیْمَانُکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ
کہدیجئے کہ تمہارا ایمان جس چیز کے ساتھ تمکو حکم دیتا ہے وہ بہت بری ہے اگر تم مومنین ہو۔ ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا یعنی جو ایمان تم لائے ہو وہ زمانہ
قدیم میں تمہارے باپ دادوں کو اور زمانہ حال میں تم لوگوں کو یہی حکم دیتا ہے کہ آیات الٰہی سے کفر کرو اور انبیاء علیہم السلام سے مخالفت کرو
یہ سب سے بڑا کفر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانو اور قرآن کو حق نہ جانو کیا ایسا ایمان ہے جیسا کہ تم مدعی ہو شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تشنیع فرمائی
کہ تم اپنے زعم میں توریت پر ایمان لائے ہو تو کیسا ایمان ہے کہ تمکو گؤسالہ کی محبت اور آیات الٰہی سے انکار وقتل انبیاء علیہم السلام کا حکم دیتا ہے یعنی یہ
لوگ مومن نہیں تھے کیونکہ ایمان مقتضی نہیں کہ کوئی شخص گؤسالہ پوجے یا انبیاء علیہم السلام کو قتل کرے پس حاصل یہ ہوا کہ جسطرح تمہارے
باپ دادے توریت پر ایمان کا دعویٰ کرکے ماننے سے انکار کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے اور بچھڑا پوجتے تھے کہ ہرگز مومن نہ تھے
اسیطرح تم لوگ بھی توریت پر ہرگز ایمان نہیں لائے ہو کیونکہ اگر تم لوگ توریت پر ایمان لاتے حالانکہ توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
ایمان لانا فرض کیا گیا ہے تو وہ ہرگز مقتضی نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن سے کفر کرو پس تم محض جھوٹے ہو اور تمہارے دل میں
کچھ ایمان نہیں ہے سوائے کفر کے جو کہ تمکو بری باتوں کا حکم کرتا ہے۔ اور اسی کفر کے آثار میں سے یہ تھا کہ دار الآخرت وجنت کو خالص یہودیوں کے
واسطے قرار دیتے اور انہیں کی دیکھا دیکھی پھر ان سے نصرانیوں نے بھی یہی دعویٰ کرنا شروع کیا کیونکہ ان دونوں فریقوں میں باہم جو جھگڑے
چلا کرتی تھیں چنانچہ جب یہودی کوئی ایسی بات کہتے جس سے اپنا فخر نکالتے تو نصرانی بھی اسی کے مانند کہنے لگتے تھے جیسے یہ قول کہ سوائے یہود
کے جنت میں کوئی نہیں جائیگا تو نصرانی کہنے لگے کہ سوائے نصاریٰ کے کوئی جنت میں نہیں جائیگا اور جب نصرانیوں نے اپنے یہاں
یہ کفر نکالا کہ مسیح ابن اللہ ہے تو یہودیوں نے اپنے یہاں بھی نکالا کہ عزیر ابن اللہ ہے اور انکے بے ادب دلوں کو کچھ خوف نہ آیا کہ جناب باری جل شانہ
کی شان عظمت و کبریائی میں کس طرح بے تمیزی وکفر کرتے ہیں مگر حق تعالیٰ نے ان ملاعین کے جھوٹوں کی آزمائش کے واسطے نہایت خوب کلام پاک فرمایا

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

تو کہہ اگر تمکو ملنا ہے گھر آخرت کا اللہ کے یہان الگ سوائے اور لوگون کے تو تم مرنے کی آرزو کرو

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝

اگر سچ کہتے ہو اور یہ آرزو کبھی نہ کرینگے جس واسطے آگے بھیج چکے ہین ہاتھ انکے اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگارون کو

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ

اور تو دیکھے انکو سب لوگون سے زیادہ حرص جینے کی اور شریک پکڑنے والون سے بھی ایک ایک چاہتا ہے

لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ

کہ عمر پاوے ہزار برس اور کچھ اسکو سرکا نہ دیگا عذاب سے اتنا جینا اور اللہ دیکھتا ہے

بِمَا يَعْمَلُونَ ۝

جو کرتے ہین

محمد بن اسحٰق نے بالاسناد حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب بے ایمان قوم یہود نے اللہ تعالیٰ پر کذب و افترا باندھا کہ بعدہٖ توریت موسیٰ علیہ السلام سے جنت خالص یہودیون کے واسطے ہے اور دوسرون کے واسطے نہین ہے تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ کہدے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے یہان خالص تمھارے ہی واسطے دار الآخرت ہے بدون دوسرے لوگون کے تو تم لوگ موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ کیونکہ جسکے واسطے دار الآخرت جنت ہو اور اسکی نعمتین بے مثل بے مثال ہین اور اسکی راحت و عیش دائمی پائدار ہے تو جس شخص کے واسطے وہ قطعی خالص ہو وہ قطعاً اسکی تمنا کریگا اور اس سے مقصود یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مدعیون سے کہین کہ تم اپنے دعوے کے موافق دعا کرو اور مین بھی تمھاری موت کیواسطے دعا کرون اگر تم اپنے دعوے مین سچے ہو تو اس پر راضی ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے معجزہ قرار دیکر اپنے علم غیب سے یہودیون کا انکار بھی بتلا دیا بقولہ تعالیٰ۔ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ۔ اور کبھی ہرگز موت کی تمنا نہین کرینگے بوجہ ان بدکاریون کے جو انکے ہاتھون نے پہلے ہی بھیجی ہین۔ فائدہ یعنی جو کفر و بدکاریان تحریف توریت و قتل انبیاء و کفر بقرآن و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ انھون نے پیدا اور بھیجے یعنی ہاتھون سے سرزد ہو چکے ہین جو انکے حق مین موجب جہنم ہین انکی وجہ سے یہ لوگ کبھی موت کی تمنا نہین کرینگے اور یہی ہوا چنانچہ ابن عباسؓ نے بیان فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیون کو فرمایا کہ تم موت کے واسطے دعا کرو کہ فریقین مین جو شخص جھوٹا ہو اس پر واقع ہو تو یہودیون نے مہلت مانگی کہ اے ابو القاسم تامل فرمایئے کہ ہم اپنے کام مین غور کر لین پھر آپسے کہین پھر کہا کہ تم لوگ خوب جانتے ہو کہ شخص مذکور جس جمع ہو کر آئے اور اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہمارے واسطے ہمارا دین اور آپکے واسطے آپکا دین ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر یہودی اسکی تمنا کرتے تو روئے زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہتا بلکہ مرجاتا تا آنکہ کبھی ابن عباسؓ سے روایت کی کہ تمنا سے موت ہی مراد ہے کہ موت کی دعا مانگو (ابن اسحٰق) عبد الرزاق نے بھی ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر یہود تمنائے موت کرتے تو سب مرجاتے اور ابن ابی حاتم نے بھی یہی معنی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اسانید صحیح ہین اور ابن جریرؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر یہودی تمنائے موت کرتے تو سب مرجاتے اور جہنم مین اپنے اپنے ٹھکانے دیکھ لیتے اور اس حدیث کو امام احمدؒ نے بھی مسند مین روایت کیا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ آیت کی یہی تفسیر ہے کہ یہودیون سے بطور مباہلہ کہا گیا تھا کہ آؤ بددعا کرو کہ ہم مین اور اہل اسلام مین جو کوئی جھوٹا ہو وہ مرجاوے اور یہی

حضرت قتادہ وابوالعالیہ وربیع بن انس سے مروی ہے مترجم کہتا ہے کہ اسکے ساتھ جب یہودیوں نے پہلے یہ کہدیا کہ ہمکو قطعی یقین ہے کہ دار الآخرت
خالص تمہارے ہی واسطے ہے اور تم اسکو توریت میں سے اپنا ایمان بیان کرتے ہو پس اگر تمکو ایمان ہے تو تم موت کی تمنا کرو ورنہ جھوٹے ہوا
پس یہ یہود کے بے ایمان ہونے کے واسطے بالکل صریح ہو گیا اور سورۂ جمعہ میں بقولہ تعالےٰ قل یا ایہا الذین ہادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ
من دون الناس فتمنوا الموت الآیۃ بہت صریح بیان فرمایا ہے پھر جب یہودیوں نے باوجود دعوی ایمان کے اس سے انکار کیا تو صریح ثابت ہو گیا
کہ جس امر کی نسبت ایمان و یقین کا دعوی کرتے ہیں درحقیقت اُسکا یقین نہیں رکھتے ہیں لہذا فرمایا - وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظّٰلِمِينَ -
اور اللہ تعالیٰ تو ظالموں کو خوب جانتا ہے - ف ظالم وہ ہے جسنے اپنے نفس پر ظلم کیا مترجم کہتا ہے کہ نفس پر ظلم دو طرح پر ہوتا ہے ایک بنظر آخرت اور
دوم بنظر دنیا پس بنظر آخرت ظلم یہ ہے کہ نفس کو جنت و رضاے آلٰہی سے محروم کرے یا اُسکو عذاب جہنم کے واسطے پیش کرے پس اگر جنت سے
محروم کیا تو وہ اس طرح ہے کہ شرک و کفر اختیار کرے اسیواسطے فرمایا بقولہ تعالیٰ ان الشرک لظلم عظیم کیونکہ مشرک کافر ہو کر جنت و رضاے الٰہی سے
بالکل محروم ہو جاتا ہے اور اگر اُسنے شرک نہ کیا بلکہ گناہوں میں مبتلا ہوا تو دو حال سے خالی نہیں یا اُسنے توبہ کر لی ور وہ توبہ قبول ہوئی تو جس وقت
تک اُسنے فسق و فجور میں عمر گنوائی یہ زمانہ رائگاں گیا تو نفس پر ایک قسم کا ظلم ہوا باوجود اس خوف کے کہ شاید توبہ قبول نہو کیونکہ توبہ تو ہر شخص
کی قبول ہوتی ہے لیکن اُسکے شرائط و دلی ندامت ضرور ہے اور اگر معاذ اللہ اُسکی توبہ قبول نہوئی تو ایمان کے ساتھ آخرت میں شفاعت و عفو
کی اُمید ہے جیسے بدون توبہ کے مرجانے کی صورت میں ہے پھر اگر تقدیر آلٰہی سے اُسکو شفاعت نصیب نہوئی تو بقدر گناہ کے جہنم میں رہیگا
تاکہ اس گناہ سے پاک ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اہل جہنم نہیں رکھا بلکہ اہل جنت قرار دیا الحاصل یہودیوں کے حق میں ظلم عظیم یعنے
کفر ہے کہ اُسنے اپنے نفس پر ظلم عظیم کیا کہ اُسکو دائمی جہنمی کر دیا - امام ابن جریر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو معجزہ واضحہ کے ساتھ مدینہ کے یہودیوں پر غلبہ تامہ عطا فرمایا اور اُنکے احبار و علماء کو صریح فضیحت کیا جس سے عوام عرب اُنکے دام مکر و فریب
سے چھوٹ گئے جیسے نصاریٰ کے ایک فریق اہل نجران کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں دروغ بکتے تھے اسیطرح فضیحت فرمایا چنانچہ
آیندہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ - اور اسکی صورت یہ ہوئی کہ فریق یہود کو حکم دیا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو کیونکہ اس سے تمہارا کچھ ضرر نہیں ہے
اسواسطے کہ جب تم اس دعوی میں سچے ہو کہ توریت پر تمہارا ایمان کامل ہے اور دار الآخرت و قرب منزلت و رضوان جنت سواے ہم لوگوں کے
فقط تمہارے ہی واسطے خاص ہے تو تمنا سے موت سے تمہارا صدق ظاہر ہو جائیگا کہ تمکو اللہ تعالےٰ نے بے مثال عیش عطا فرمایا اور اگر تمنے
اس امر سے انکار کیا تو لوگوں کو بخوبی ظاہر ہو جائیگا کہ تم لوگ جھوٹے ہو اور ہم سمجھتے ہیں کہ تمہاری تمنا کے وقت سے تم پر موت ٹوٹ پڑیگی لیکن
یہودیوں نے اس سے قطعی انکار کیا کیونکہ وہ لوگ خوب جانتے تھے کہ خود جھوٹے مفتری ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب پہچانتے ہیں کہ باوجود
انکار کرتے ہیں اور عہد توریت چھوڑکر توریت میں آپکے جو فضائل کاملہ موجود ہیں انکو چھپاتے ہیں اور غضب آلٰہی کا اثر اُنپر طاری ہے کہ موت سے گھبراتے
ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ کے اُنکی باطنی حالت سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالیٰ - وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ
وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا - اور بیشک تو ان یہودیوں کو زندگانی دنیا پر سب لوگوں سے زیادہ حریص دیکھیگا اور ان لوگوں
سے بھی زیادہ جو مشرک بنے ہیں - ف مشرکون سے مراد عرب کے بت پرست و عجم کے مجوس و ہنود وغیرہ ہیں (کما رواہ ابن ابی حاتم والحاکم)
کیونکہ بت پرستوں کے نزدیک دار الآخرت و قیامت کوئی چیز نہیں ہے تو وہ زندگانی دنیا ہی کو بہت غنیمت سمجھتے ہیں اور اسکے قریب مجوسیوں
کی کیفیت ہے مگر باوجود اسکے اُنکے دل میں مرنے کے بعد عذاب کا دغدغہ نہیں ہے بخلاف یہودیوں کے جیسے منافقوں کے کہ انکو بعد مرنے کے اپنی

بداعمالیون سے عذاب کا سخت دغدغہ ہے اسیواسطے یہ لوگ تمنا کرتے ہین کہ جب تک جیتے رہین بہت غنیمت ہے کہ عذاب سے بچین کیونکہ کافر کے واسطے دنیا جنت ہے۔ یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ۔ انمین سے ہر کوئی چاہتا ہے کہ کاش وہ ہزار برس عمر دیا جاتا
ف حسن بصریؒ نے فرمایا کہ منافقون مین سے ہر ایک یہ تمنا کرتا ہے کہ ہزار برس زندہ رہتا دیگر علماء نے فرمایا یعنی یہود مین ہر ایک کو ہزار برس عمر کی تمنا ہے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی سیاق اظہر ہے اور حضرت ابن عباسؓ ومجاہد وسعید بن جبیر وابو العالیہ نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ ان مشرکون یعنی بت پرستون ومجوس مین سے ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش وہ ہزار برس عمر پاوے ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد درازی عمر ہے جیسے مجوس فارسی بولتا ہے کہ کاش وہ ہزار سال زیم مجاہدؒ نے فرمایا کہ بدکاریون نے انکو دنیا کی زندگی کا لالچ دلایا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین معنی یہ ہونگے کہ یہ بت پرست وکفار ہزار دن برس کی زندگی کا لالچ کرتے ہین تو یہودی ومنافق انسے بھی زیادہ زندگی کا حریص ہے کیونکہ اسکو عذاب کا بھی دغدغہ ہے تو چاہتا ہے کہ جب تک زندہ رہے غنیمت ہے کہ عذاب سے چھوٹا رہے وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ۔ حالانکہ نہین ہے وہ کہ دور کرنیوالا ہو اسکو عذاب سے عمر دراز دیا جانا ف ابن عباس رضی اللہ عنہ وابو العالیہؒ نے فرمایا یعنے عمر دراز دیا جانا اسکو عذاب سے چھڑانے والا نہین ہے عبد الرحمٰن بن زیدؒ نے کہا یعنے اگر اسکو ابلیس کی طرح عمر طویل دیجاوے تو بھی اسکو کیا فائدہ ہوگا جبکہ وہ کافر ہے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہودیون کو بت پرستون سے بھی زیادہ زندگی کی ہوس اسوجہ سے تھی کہ بت پرست تو اپنے اعتقاد کفر مین حشر وقیامت کا یقین ہی نہین رکھتا تھا تو وہ عمر کو صرف دنیا کی لذت کیواسطے پسند کرتا تھا اور موت کے بعد عذاب سے نہین ڈرتا تھا بخلاف یہودی کے کہ اسکو اپنی بدکاریون کی وجہ سے عذاب کا خوف ہے تو وہ بت پرستون سے بھی زیادہ زندگی پر حریص ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ اور اللہ خوب دیکھتا ہے جو یہ کرتے ہین۔ ف پس انکی بداعمالیون کی سزا قطعی پہونچنے والی ہے (مسئلہ) موت کی تمنا کرنا۔ جواب محققین کے نزدیک اگر دنیا کی محنت ومشقت یا مصیبت کے جزع وفزع پر موت کی تمنا کرے تو ممنوع ہے اسیواسطے حدیث مین موت کی تمنا سے منع فرمایا کہ تم مین کوئی موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر بدکار ہو تو شاید اسکو توبہ واعمال صالحہ کی توفیق حاصل ہو اور اگر نیکوکار ہے تو امید ہے کہ اسکی نیکیان بڑھین (الصحیح) محققین نے کہا کہ اگر شوق آخرت مین موت کی خواہش کرے یا حفاظت ایمان کے واسطے آرزو کرے تاکہ جو نعمت ایمان اسکو بالفعل حاصل ہے اسکو سلامت لیجاوے ایسا نہو کہ آیندہ کسی فتنہ مین مبتلا ہو تو یہ ممنوع نہین ہے چنانچہ دعاے یوسف علیہ السلام مین فرمایا۔ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین الآیۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وفات کی حدیث مین ہے۔ اللھم الرفیق الاعلیٰ (الصحیحین) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب مبارک کی حدیث مین منجملہ دعا کے یہ کلام ہے۔ واذا اردت بعبادك الفتنة فاقبضني اليك غير مفتون یعنے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی خواب مین جو دعا تعلیم فرمائی اسمین ہے "الٰہی جب تو اپنے بندون کو فتنہ مین ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے بغیر ابتلاء فتنہ کے اپنے پاس مقبوض فرمائیو" (الترمذی واحمد باسناد حسن وصحیح) اور امام ابو اسمٰعیل الازدی نے باسانید صحیحہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وایک جماعت صحابہؓ سے روایت کیا کہ نصاراے شام ومجوسیان فارس کو فرمایا کہ تمپر جہاد کرنے ایسی قوم آئے ہین کہ جس قدر تمکو دنیا کی زندگی محبوب ہے اس سے بڑھکر انکو موت محبوب ہے (فتوح الشام) اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفت مین فرمایا فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا الآیۃ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ باغیان خوارج کے مقابلہ مین بغیر خود کے دونون صفون کے درمیان پھرا کرتے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ تو لڑنے والون کی وضع نہین ہے تو فرمایا اے فرزند تیرے باپ کو پرواہ نہین کہ تیرا باپ موت پر جا گرا یا موت اسپر آ پڑی اور جس صبح کو آپنے ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے شہادت پائی اس رات کو بار بار دیکھتے اور پوچھتے

تھے کہ صبح ہوئی اور یہ کمال اشتیاق ہے۔ حذیفہ رضؓ نے موت کے وقت کہا حبیب جاء علی فاقۃ لا افلح من ندم یعنی عین آرزو
کے وقت حبیب آیا جو اسپر نادم ہوا اسکا بھلا نہو۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابو اسمٰعیل نے اسیکے مثل حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا و اسناده صحیح
اور جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسر رضؓ فرماتے تھے الآن الاقی الاحبۃ محمدا وحزبہ اب وہ وقت آیا کہ میں اپنے محبوبوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپ کے یاروں سے ملونگا چنانچہ شہید ہوگئے رضی اللہ عنہ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کا موت کی دعا کرنا اور انتقال فرمانا مشہور ہے
اور اکابر رضی اللہ عنہم سے اشتیاق آخرت و تمنائے موت کی روایات بکثرت ہیں اور کیوں نہو کہ دنیا دار فانی و مقام حجاب ظلمانی ہے کہ
وہ مومن کے واسطے قیدخانہ ہے پس رحمت و مغفرت الٰہی کے ساتھ موت نہایت محبوب ہے ان ربی غفور رحیم۔ (مسئلہ) جب حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے دیدار باری تعالیٰ کی درخواست کی تو حکم آیا کہ۔ لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ یعنے تو
مجھے نہیں دیکھیگا ولیکن پہاڑ کی طرف دیکھ پھر اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھیگا پس یہ آیت خود دلیل ہے کہ دیکھنا مانند شرکیہ
باری تعالیٰ کے محال نہیں تھا اگرچہ اسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسکا تحمل ممکن نہ تھا کیونکہ جسم فانی ہیں اس تحمل کی طاقت نہیں ہے چنانچہ سورۂ
اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ بکثرت دلائل آوینگے اور یہاں مقصود بیان یہ ہے کہ سوائے اہل السنۃ کے باقی فرق اسلامیہ نے دیدار باری تعالیٰ محال
سمجھکر استدلال کیا کہ۔ لن ترانی۔ میں کلمہ لن جو نفی دائمی ہوتا ہے وارد ہوا تو یہ دلیل ہے کہ کبھی نہیں دیکھ سکتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ لن تو اس حیات
کی نفی دائمی ہے بدلیل آنکہ اسی آیت میں یہودیوں کو فرمایا کہ۔ لن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیہم۔ یعنے ہرگز موت کی تمنا نہیں کرینگے بلکہ کلمہ ابدا
سے تاکید بھی مذکور ہے کہ ہرگز کبھی تمنا نہیں کرینگے حالانکہ یہ نفی فقط اسی دنیا تک دائمی ہے کیونکہ جہنم میں موت کی تمنا کرنا صریح منصوص ہے
چنانچہ فرمایا۔ یالیتہا کانت القاضیۃ ای کاش موت آجاتی۔ اور فرمایا۔ یا مالک لیقض علینا ربک۔ یعنے جہنم کے خازن سے جسکا نام مالک ہے
درخواست کرینگے کہ ای مالک تم دعا کرو کہ تمہارا پروردگار ہمکو موت دیدے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ لن کی نفی سے یہ مراد نہیں ہوتی ہے
کہ علم الٰہی و آخرت تک نفی ہے بلکہ دوام دہر جو محدود ہوا اسکی دائمی نفی ہوتی ہے حتی کہ یہود کی تمنا دائمی حیات دنیا تک منفی ہے اور تحقیق یہ
سورۂ اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ توضیح کے ساتھ آویگی ف۔ بعض اشارات جو اس آیت میں ہے قولہ تعالیٰ۔ ولتجدنہم احرص الناس علیٰ
حیوۃ۔ جب قلب پر غفلت و شہوت کا پردہ ڈھک جاتا ہے تو اسکی ترقی صرف مادیات تک رہتی ہے اور یہ مادیات کا نفوذ اسی جسم تک ہے لہذا
بقائے جسم کی حرص زیادہ ہوجاتی ہے اسیواسطے بوڑھے آدمی کی بدانجامی کے آثار میں سے حدیث شریف میں آیا کہ بوڑھاپے میں اسکو زندگی و مال کی
حرص بڑھ جاتی ہے شیخ محمد بن الفضیل نے فرمایا کہ جمیع اہل شرک و کفر زندگی دنیا پر حریص ہوتے ہیں اور یہ منافق یہود ان سب سے زیادہ حریص
تھے پس مومنین کا حال اسکے مخالف ہونا چاہیے یعنے لقائے الٰہی و موت کا مشتاق ہو تا کہ غیب کا کشف و ظہور ہو اور مقام انس تک رسائی ہو اور وحشت
کا پردہ دور ہو اور حدیث میں ہے من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ۔ اور جب حضرت بلالؓ کی موت کا وقت ہوا تو انکی بیوی نے کہا کہ واحزناہ
یہ جدائی بڑی مصیبت وغم کا سامنا ہے حضرت بلالؓ نے کہا کہ اری حبیب۔ واطرباہ بلقاء الاحبۃ۔ اب بڑی خوشی کا وقت ہے کہ اپنے محبوبوں سے
ملاقات نصیب ہوگی واضح ہو کہ موت کے وقت جان نکلنا ایک تکلیف شدید ہے لیکن اہل شوق کو یہ کلفت آسان ہوجاتی ہے اور اسواسطے
اہل ایمان میں سے بہت پاکیزہ لوگوں پر سختی کی جاتی ہے کہ بالکل پاک و مطہر جاویں اور یہ سختی بالکل کفارہ ہوجاوے اور چونکہ عالم سکرات اشد ہے
اسی واسطے حدیث میں دعا آئی ہے کہ الٰہی سکرات کے وقت اعانت فرما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے کہ ای لوگو اگر خدا کی راہ میں شہید نہو تو بستر پر مرو گے
اور قسم اس پاک کی جسکے قبضہ میں ابن ابی طالب کی جان ہے کہ سر پر ہزار تلواریں کھانا مجھے بستر پر جان دینے سے آسان ہے شیخ واسطی نے کہا کہ

عالم سے بیداری ہو تو جو شخص اس بیداری سے محجوب ہو وہ اپنے مردہ ہونے کی خرابی سے آگاہ نہوا اور بیہودگی کی خرابی تیرے دل مین کیا اثر کرے گی جبکہ تو موت سے ڈرتا ہو بعض محققین نے کہا کہ حیات دنیا ایک گران خواب ہو کہ جب مرکر بیدار ہوگا تو خواب مین بدکاری کی تاویل بہت پشیمانی ہو نعوذ باللہ من ذلک مترجم کہتا ہو کہ جب افعال قبیحہ کی شامت سے قلب پر غلاف ہوجاتا ہو تو ملک آخرت و نعمت حقیقی کی لذت موہوم ہوجاتی ہو اور کدورت جسمیت غالب ہوکر دنیا کی چاہت بڑھ جاتی ہو اسیواسطے عالم دنیا و اسکی مکدر مادیات اور شیطان و اسکے ہوسات و ذریات سے مانوس ہوجاتا ہو اور انبیاء و صالحین و آخرت و ملائکہ مقربین سے انکار و عداوت پیدا ہوجاتی ہو کیونکہ کدورات و نورانیات مین ضدیت ہو اسیواسطے خبیث یہودیون نے حضرت جبرئیلؑ سے عداوت پیدا کرلی اور اللہ تعالیٰ نے اسکے عوض یہودیون کو دشمن بنایا چنانچہ فرمایا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

تو کہہ جو کوئی ہوگا دشمن جبرئیلؑ کا سو اُسنے تو اُتارا ہی یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے سچ بتاتا اُس کلام کو جو اُسکے آگے ہے

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ

اور راہ دکھاتا اور خوشی سناتا ایمان والون کو جو کوئی ہوگا دشمن اللہ کا اور اُسکے فرشتون کا اور رسولون کا اور جبرئیلؑ

وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

اور میکائیلؑ کا تو اللہ دشمن ہے اُن کافرون کا

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابن جریرؒ نے فرمایا کہ علماء تفسیر متفق ہین کہ یہ آیت یہودیون کے رد مین نازل ہوئی ہے جبکہ اُنھون نے یہ کہا تھا کہ جبرئیلؑ ہمارا دشمن ہے اور میکائیلؑ ہمارا دوست ہے بخصوص سبب مین البتہ روایتین مختلف ہین بعض نے کہا کہ یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکی نبوت کے بارہ مین جھگڑا کیا تھا چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہودیون مین سے ایک گروہ نے حاضر ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ سے چند سوال کرنا چاہتے ہین جنکو سوائے پیغمبر کے کوئی نہین جانتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ تمھارا جی چاہے مجھسے پوچھو ولیکن میرے واسطے وہ عہد دو جو حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے لیا تھا کہ اگر مین تم سے ٹھیک بتلا دون اور تم اُسکو پہچان لو تو مسلمان ہوجانے مین میری متابعت کروگے پس کہنے لگے کہ بیشک ہم آپ کے واسطے یہ عہد دیتے ہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا پوچھو تو کہنے لگے کہ ہم چار باتین پوچھتے ہین اول یہ فرمائیے کہ اسرائیل نے نزول توراۃ کے زمانہ سے پہلے کس چیز کو اپنے اوپر حرام کیا تھا اور دوم یہ فرمائیے کہ عورت و مرد کی منی کیونکر ہوتی ہے اور اُس سے لڑکا یا لڑکی کیونکر پیدا ہوتی ہے سوم یہ فرمائیے کہ توریت مین جو نبی امی کی صفت مذکور ہے وہ کیا صفات ہین اور یہ فرمائیے کہ ملائکہ مین کون اُسکا ولی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے اللہ تعالیٰ کا عہد لیا کہ آگاہ کرنے پر وہ لوگ متابعت کرینگے پس اُنھون نے عہد و میثاق دیا تو آپنے فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالیٰ ہی کی قسم دلاتا ہون جسنے موسیٰؑ پر توریت نازل فرمائی تم جانتے ہو کہ یعقوب اسرائیل کو ایک مرض شدید لاحق ہوا اور یہ بیماری دراز ہوئی پس اُنھون نے اللہ تعالیٰ کے واسطے نذر کی کہ اگر اللہ تعالیٰ اُنکو اس مرض سے صحت عطا فرماوے تو وہ ایسا کھانا و پینا جو اُنکو زیادہ مرغوب ہو اللہ تعالیٰ کے واسطے چھوڑ دینگے اور وہ اونٹ کا گوشت اپنے کھانے مین زیادہ محبوب رکھتے اور اونٹ کا دودھ پینے مین زیادہ مرغوب رکھتے تھے پس کہنے لگے کہ واللہ ٹھیک فرمایا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر اُٹھاکر فرمایا کہ الٰہی تو اُنپر گواہ رہیو پھر آپنے فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالیٰ ہی کی قسم دلاتا ہون جسکے سوا کوئی الوہیت والا نہین ہے جسنے موسیٰؑ پر توریت نازل فرمائی بھلا تم جانتے ہو کہ مرد کا پانی گاڑھا سفید ہے اور عورت کا پانی رقیق زرد ہے

پس ان دونون مین سے جو پانی بحکم الٰہی عزوجل اوپر ہوجاتا ہے بچہ اسکے مشابہ اور وہی ہوتا ہے یعنے اگر مرد کی منی عورت کی منی کے اوپر ہوجاتی ہے
تو بحکم الٰہی عزوجل بچہ نر ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد کی منی کے اوپر ہوجاتی ہے تو بحکم الٰہی وہ بچہ مادہ ہوجاتا ہے اور اسیکے مشابہ ہوتا ہے جسکا غلبہ ہو کہنے لگے
کہ واللہ سچ فرمایا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی تو گواہ رہیو اور فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالی ہی کی قسم دلاتا ہون جسنے موسیٰ پر توریت
نازل فرمائی بھلا تم جانتے ہو کہ یہ نبی امی جو توریت مین مذکور ہے اسکی یہ صفت ہے کہ اسکی آنکھین سوئنگی اور دل انکا نہین سوئیگا کہنے لگے کہ واللہ
سچ فرمایا پھر کہنے لگے کہ اب آپ یہ فرمائیے کہ ملائکہ مین سے آپکا ولی کون ہے پس یہی بات ہے یا تو ہم لوگ آپ سے متفق ہونگے یا جدا ہو جائینگے
پس آپ نے فرمایا کہ میرا ولی جبرئیل ہے اور اللہ تعالی نے کوئی پیغمبر نہین بھیجا مگر کہ جبرئیل ہی اسکا ولی رہا تو کہنے لگے کہ اب ہم ضرور آپ سے
جدا ہونگے اور اگر ملائکہ مین سے سوا جبرئیل کے اور کوئی آپکا ولی ہوتا تو ہم آپ کی تصدیق کرتے اور آپکے تابع ہوتے تب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم جبرئیل کی تصدیق کیون نہین کرتے ہو تو کہنے لگے کہ جبرئیل ہمارا دشمن ہے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ قُلْ
مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ ۔ کہدے کہ جو شخص جبرئیل کے واسطے دشمن ہو۔ ف تو وہ اپنی عداوت مین جاہل ہے اور جبرئیل کا
کچھ نقصان نہین ہے۔ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۔ کہ جبرئیل نے اس قرآن کو تیرے قلب پر بحکم الٰہی اتارا
ف کچھ اپنی طرف سے نہین اتارا تو یہ کلام الٰہی ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۔ درحالیکہ یہ قرآن اس کلام کی تصدیق
کرنیوالا ہے جو اسکے سامنے موجود ہے۔ ف یعنے اگلی کتابون توریت وانجیل کی تصدیق کرتا ہے وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۔
اور درحالیکہ وہ مومنون کے واسطے ہدایت وبشارت ہے۔ ف یعنے گمراہی سے ہدایت کرنیوالا اور جنت کی بشارت دینے والا ہے کیونکہ
اس دنیا مین اللہ تعالی نے جنت ودوزخ کی راہ ایسے طور پر رکھی ہے کہ کوئی شخص اپنی سمجھ سے یہ خیال نہین کہ جنت کی راہ وہ دریافت کرسکے بلکہ خواہ
مخواہ بھٹکتا رہیگا تو اللہ تعالی نے قرآن نازل فرمایا تاکہ بھٹکنے سے بچکر ٹھیک راہ پر چل سکے کیونکہ حدیث مین ہے کہ جنت ایسی چیزون سے
گھری ہوئی ہے جو نفس پر شاق ہین اور جہنم ایسی چیزون سے گھری ہوئی ہے جو نفس کی خواہش ہین پس اگر نفس کی سمجھ پر چھوڑا جاوے
تو وہ خواہ مخواہ ایسی ہی چیزون مین گھسیگا جو اسکو مرغوب ہین حالانکہ وہ جہنم تک پہونچاوینگی تو قرآن مجید واسطے ہدایت کے بھیجا تاکہ بھٹکنے
سے بچ جاوین پس جسنے اسکی پیروی کی تو اسکو مبارکباد ہے کہ وہ خواہش کو چھوڑکر عقل کی راہ پر آیا جسکی شہادت ہوئی تو اسکو بشارت
حاصل ہوئی چاہیے کافرون کو جو نہین مانتے ہین مانند یہود وغیرہ کے انکو وعید عذاب ہے اور یہودیون نے جبرئیل علیہ السلام کی عداوت
واقع ہوئی ہے اسمین جبرئیل ہی کی خصوصیت نہین ہے بلکہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ ۔ جو کوئی اللہ تعالی کا دشمن ہو۔
ف باین طور کہ خالق عزوجل سے انکار کرے جیسے فرقہ دہریہ ونیچریہ وغیرہ ہے یا اللہ تعالی کے صفات وقدرت وغیرہ کا انکار کرے۔ وَمَلَائِكَتِهِ
اور جو کوئی اللہ تعالی کے ملائکہ کا دشمن ہو۔ وَرُسُلِهِ ۔ اور اللہ تعالے کے رسولون کا دشمن ہو۔ ف خواہ وہ رسول سابق ہون
یا بالفعل ہون۔ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ ۔ اور جبرئیل ومیکائیل کا دشمن ہو۔ ف جیسے یہودی کہتے تھے غرض کہ
جو ان کا دشمن ہو وہ کافر ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ۔ تو اللہ تعالی کافرون کا دشمن ہے۔ ف پس انکو سزائے جہنم ہوگی
اس حدیث ابن عباس کو جسمین مناظرہ یہودیون کا سبب مذکور ہے ابن جریر والامام احمد ومحمد بن اسحق نے روایت کیا اور ابن اسحق کی روایت
مین اسقدر زیادہ ہے کہ پھر یہودیون نے کہا کہ آپ ہمکو روح سے آگاہ فرمائیے۔ مترجم کہتا ہے یعنے روح القدس کو پوچھا تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالے اور اسکے انعامات کی جو بنی اسرائیل پر کیے ہین قسم دلاتا ہون کہ بھلا تم جانتے ہو کہ وہ

جبرئیل ہے اور وہی میرے پاس وحی لاتا ہے تو کہنے لگے کہ ہاں واللہ یہ تو ٹھیک ہے اور وہ ہمارا دشمن ہے کہ وہی ہمیشہ قحط و خونریزی لایا اور اگر یہ ہوتا
تو ہم آپکی پیروی کر لیتے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں قل من کان عدوا لجبریل الآیۃ۔ ھ۔ اور امام احمد نے دوسری اسناد کے ساتھ بطریق
سعید بن جبیر روایت کی جسمیں یہ تصریح ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کی بیماری تھی تو انھوں نے اونٹ کا گوشت اور اسکا دودھ اپنے
مناسب پاکر اپنے اوپر حرام کر لیا اور یہ بھی مذکور ہے کہ جب انھوں نے سنا کہ جبرئیل وحی لاتے ہیں تو کہنے لگے کہ یہی لڑائی و قتال و قحط و عذاب لاتا ہے اور اگر
میکائیل ہوتا تو البتہ ہم ایمان لاتے کہ وہ باران رحمت و فراخی و پیداوار لاتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی (رواہ الترمذی والنسائی) اور اسیکے مانند کہ
یہود نے کہا جبرئیل ہمارا دشمن ہے حضرت مجاہد و قاسم وغیرہ سے مروی ہے اور امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور عبداللہ بن سلام نے آپکے آنے کی خبر سنی اور اسوقت وہ اپنی زمین میں کام کر رہے تھے
وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپسے تین باتیں
پوچھتا ہوں جنکو سوائے پیغمبر کے کوئی نہیں جانتا ہے اول یہ کہ علامات قیامت میں سے اول کون ہے دوم اہل جنت کا اول طعام کیا ہوگا سوم
کیا بات ہوتی ہے کہ بچہ اپنی ماں یا باپ پر پڑتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اسکا علم نہ تھا مگر ابھی جبرئیل نے مجھکو آگاہ کیا
عبداللہ نے کہا کہ کیا جبرئیل نے آپکو آگاہ کیا آپ نے فرمایا کہ ہاں تو عبداللہ نے کہا کہ یہ تو ملائکہ میں یہودیوں کا دشمن ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ آیات سنائیں۔ قل من کان عدوا لجبریل الآیۃ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامات میں پہلی علامت یہ ہوگی کہ
آگ پیدا ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کو ہانکے گی اور اہل جنت کا پہلا طعام مچھلی کا زائدہ ہے اور جب مرد کی منی عورت کی منی سے سبقت کرتی ہے
تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی سبقت کرتی ہے تو اسکے مشابہ ہوتی ہے عبداللہ نے کہا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ پھر عبداللہ نے
عرض کیا یا رسول اللہ یہودی بہت مفتری قوم ہے اگر وہ لوگ میرے اسلام سے آگاہ ہو جاوینگے تو مجھپر بہتان باندھینگے پس آپ پہلے دریافت کر لیں اتنے
میں یہودی آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسا شخص ہے کہنے لگے کہ وہ بہت بہتر ہے اور بہتر کی اولاد ہے اور ہمارا
سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہو جاوے تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اسکو اس سے محفوظ رکھے
معاذ اللہ وہ کیوں مسلمان ہوگا پس عبداللہ بن سلام اندر سے نکل آئے اور کہنے لگے کہ میں بیشک گواہی دیتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
جب یہودیوں نے یہ سنا تو کہنے لگے کہ یہ ہم میں بدتر شخص ہے اور بدتر کی اولاد ہے اسکا کچھ اعتبار نہیں اور عیوب بیان کرنے لگے عبداللہ رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ یا رسول اللہ میں اسی بات سے خوف کرتا تھا (رواہ البخاری ومسلم) ابن جریر نے کہا یہ اُن علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ یہودیوں کے مناظرہ میں یہ
آیت نازل ہوئی اور دیگر علماء نے کہا کہ پہلے مناظرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دربارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تھا چنانچہ شعبی نے روایت
کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں یہودیوں کے مدارس میں جاتا تھا اور تعجب سنا کرتا تھا اور مجھے اچھا معلوم ہوتا تھا کہ کس
خوبی کیساتھ توریت تصدیق قرآن کرتی ہے اور قرآن تصدیق توریت کرتا ہے ایک روز اُن یہودیوں نے مجھسے کہا کہ اے ابن الخطاب آپکے ساتھیوں
میں آپسے زیادہ کوئی ہمکو محبوب نہیں ہے میں نے پوچھا کہ یہ کیوں تو کہنے لگے کہ آپ ہمارے پاس آتے ہیں اور دوسرے نہیں آتے ہیں میں نے کہا کہ
میں آتا ہوں تو مجھکو نہایت خوش معلوم ہوتا ہے کہ توریت تصدیق قرآن کرتی ہے اور قرآن تصدیق توریت کرتا ہے اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر
اُس طرف سے ہوا تو یہود مجھسے کہنے لگے کہ اے ابن الخطاب یہ آپکے صاحب جاتے ہیں آپ انسے جا کر ملئے پس میں نے اُن یہودیوں کو کہا کہ میں
تمکو اللہ عزوجل کی قسم دلاتا ہوں جسکے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور جسنے تمپر رعایت فرمائی اور جسنے تمسے توریت میں عہد لیا ہے بالاتفاق جانتے

ہوکہ یہ رسول اللہ ہیں تو اُسکے جواب میں یہ لوگ خاموش ہو رہے پس ان لوگوں میں جو سب سے بڑا عالم تھا اُسنے یہودیوں سے کہا کہ ابن
الخطاب نے تمکو بہت سخت قسم دلائی ہے پس چاہیئے کہ کچھ اُنکو جواب دو تو کہنے لگے آپ ہی تمام ہم سب میں عالم و بزرگ ہیں آپ ہی جواب دیں
تو عمرؓ سے کہنے لگا کہ آپنے جب ہمکو ایسی سخت قسم دلائی تو ہم کہتے ہیں کہ بیشک یہ رسول اللہ ہیں تو میں نے کہا کہ جب تم جانتے ہو کہ وہ رسول اللہ ہیں تو
اب تم برباد ہو کہنے لگا کہ ہم برباد نہونگے میں نے کہا کہ یہ کیونکر حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ رسول اللہ ہیں پھر پیروی و تصدیق نہیں کرتے ہو ضرور تباہ ہو تو کہنے لگا
کہ ہم اسواسطے تباہ نہونگے کہ ملائکہ میں سے بعضے ہمارے دوست ہیں اور بعضے دشمن ہیں اور انکے ساتھ ملائکہ میں سے وہ فرشتہ ملا کیا گیا ہے جو ہمارا دشمن ہے تو میں نے پوچھا کہ
تمھارا کون فرشتہ دشمن اور کون دوست ہے تو کہنے لگا کہ جبرئیل ہمارا دشمن ہے اور میکائیل ہمارا دوست ہے اور کہنے لگے کہ جبرئیل سخت دل فرشتہ ہے کہ وہ تنگی و تکلیف و عذاب
لاتا ہے اور میکائیل نرم دل فرشتہ ہے کہ وہ رحمت و فراخی و آسانی لاتا ہے تو میں نے کہا کہ پروردگار عز وجل کے نزدیک انکا مرتبہ کیا ہے کہنے لگے کہ ایک اسکی داہنی طرف ہے اور
دوسرا بائیں طرف ہے تو میں نے کہا قسم اُس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے یہ دونوں فرشتے مع اُس پاک عز وجل کے جسکے نزدیک ان دونوں کا مرتبہ ہے
سب ہی تو اُسکے دشمن ہونگے جو ان میں سے کسیکا دشمن ہو اور سب ہی تو اُسکے دوست ہونگے جو انکا دوست ہو اور جبرئیل سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایسے شخص کا
دوست ہے جو میکائیل کا دشمن ہو اور میکائیل سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے شخص کا دوست ہے جو جبرئیل کا دشمن ہے پھر میں اُٹھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے جاکر یہ حال بیان کروں پس جب میں آپکے پاس پہونچا تو آپ ہی فلان کے دروازہ سے باہر آتے تھے آپ نے مجھسے فرمایا کہ اے ابن
الخطاب ابھی چند آیات نازل ہوئیں جو میں تجھکو سناؤں پس آپنے سنایا من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ الآیۃ پس میں
رونے لگا اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں قسم ہے کہ میں تو آپکو یہ خبر بیان کرنے آیا تھا حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ حضرت سمیع خبیر عزوجل
نے پہلے ہی سے آپکو آگاہ فرمادیا۔ (وقد رواہ ابن ابی حاتم عن الشعبی وابن جریر وعبدالرزاق عن قتادۃ وآدم بن ابی ایاس عنہ وقد رواہ ابن ابی حاتم
وابن جریر عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن عمر بن الخطابؓ) امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسمیں نکتہ یہ ہے کہ جو کوئی کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے
دشمنی فرماتا ہے چنانچہ حدیث ابو ہریرہؓ میں آیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جسنے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو اُسنے میرے ساتھ لڑائی کی مبارزت کی
(البخاری) چنانچہ جب یہودیوں نے حضرت جبرئیل سے دشمنی کی تو اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا اور قرآن میں یہ آیات نازل فرمائیں جن میں انکا
یہودیوں پر لعنت ہے ابن ابی حاتم نے کہا کہ مجھسے میرے باپ ابو حاتم نے روایت کی کہ مجھسے احمد بن ابی الحواری نے روایت کی کہ مجھسے عبدالعزیز بن عمیر
نے روایت کی کہ ملائکہ میں جبرئیل کا نام خادم اللہ ہے احمد نے کہا کہ میں نے اس حدیث کو ابو سلیمان الدارانی سے بیان کیا تو خوف سے لرزنے لگے اور اُنکے
سامنے کچھ لکھے ہوئے کاغذ تھے اُنکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ہر شئے جسکو میں نے حدیث سے زیادہ محبوب کہا ہے [illegible] ہو کہ ابو سلیمان دارانی و احمد بن ابی الحواری
یہ دونوں اولیاے معروفین میں سے علماے ثقات ہیں (کما فی التقریب) اور احمد بن ابی الحواری سے صحاح میں روایات ہیں اور واضح ہو کہ آیات
نزول کی دونوں روایات میں توفیق یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مع ایک جماعت صحابہ
کے آپسے پہلے آگئے تھے پھر جب آپ تشریف لائے تو آپکے قریب سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہودیوں کا مباحثہ ہوا اور یہ
آیات نازل ہوئیں پھر عبداللہ بن سلام اُسوقت آئے کہ جب آپ مسجد قبا سے درمیان مدینہ میں آگئے تھے چنانچہ صحیح بخاری کی روایت
حضرت انس رضی اللہ عنہ میں جو اوپر مذکور ہوئی ہے کہ آپ نے عبداللہ بن سلام کو یہ آیات سنائی تھیں پھر اُسکے بعد جب یہود جمع ہوکر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مباحثہ پیش کیا جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں مذکور ہے جو سب سے پہلے گذری فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
(فائدہ) ابن جریر وطبرانی نے عکرمہ سے اور بخاری نے تعلیقاً روایت کی کہ جبر و میکا و سراف و اسرف بمعنی بندہ و عبد ہے اور ایل اللہ ہے

جبرائیل و میکائیل و سرافیل و اسرافیل بمعنی عبد اللہ ہے اور جبریل میں چار قراءتیں مشہور ہیں اول جبرائیل بوزن سلسبیل بقراءۃ حمزہ و کسائی دوم جبریل بوزن قندیل بقراءۃ ابن کثیر ہے سوم جبرئیل بوزن واصل چہارم باقیوں کی قراءۃ جبریل بروزن مندیل ہے اور میکال بوزن میعال قراءۃ ابو عمرو اور حفص ہے اور اکثروں کی قراءۃ میکائیل بوزن اسرافیل ہے اور یہ اسمار بوجہ عجمہ و معرفہ ہونے کے غیر منصرف ہیں لیکن اعتراض کیا گیا کہ جب ترکیب میں عبد اللہ کے معنے ہیں تو منصرف ہونا چاہیے اور جواب یہ ہے کہ عجمی نام ہے اور عبد اللہ کی ترکیب عربی ہے۔ بعض نے زعم کیا کہ آیت میں ملائکہ کو رسولوں سے مقدم کرنے میں ملائکہ کی فضیلت نکلتی ہے جواب یہ ہے کہ یہاں رسولوں سے عداوت بوجہ وحی کے ہے جو ملائکہ ہی بحکم الٰہی عزوجل لاتے ہیں اسی ترتیب سے ذکر ہوا اور اگر ترتیب بطور فضیلت ہوتی تو جبریل و میکائیل سے رسول افضل ہوتے اور رسولوں سے ملائکہ افضل ہوتے حالانکہ یہ باطل ہے اور لازم آتا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ پر اپنی فضیلت کی ترتیب فرمائی حالانکہ ملائکہ وغیرہ کسی مخلوق کو حضرت باری تعالیٰ عزوجل سے کوئی ترتیب نہیں ممکن ہے اور تمام تفصیل کلام الٰہی میں ہے۔ شیخ سیوطی نے لکھا کہ ابن صوریا نے جو ان میں بڑا عالم مشہور تھا اور حقیقت میں غضب الٰہی کا باعث تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ ہم لوگ تو بڑے عالم ہیں اور آپ ہمارے پاس کچھ نہیں لائے کہ ہم پیروی کریں تب یہ آیت نازل ہوئی

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ۝ أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا

اور ہم نے اتاری ہیں تیری طرف آیتیں واضح اور منکر ہوں گے ان سے مگر وہی جو بے حکم ہیں کیا اور جس بار باندھیں گے ایک قرار

نَبَذَهُ فَرِيقٌ مِنْهُمْ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

پھینک دیں گے اسکو ایک جماعت ان میں بلکہ وہ اکثر یقین نہیں کرتے اور جب پہونچا انکو رسول اللہ کی طرف سے

مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ

سچ بتاتا ان پاس والی کو پھینکدی ایک جماعت نے کتاب پانے والوں میں کتاب اللہ کی اپنی پیٹھ کے پیچھے

كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ

گویا کہ انکو معلوم نہیں اور پیچھے لگے ہیں اس علم کے جو پڑھتے شیطان سلطنت میں سلیمان کے اور کفر نہیں کیا سلیمان نے

وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ

لیکن شیطانوں نے کفر کیا لوگوں کو سکھاتے سحر اور اس علم کے جو اترا دو فرشتوں پر بابل میں ہاروت

وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ

اور ماروت پر اور وہ نہ سکھلاتے کسی کو جب تک نہ کہتے کہ ہم تو ہیں آزمانے کو سو تو مت کافر ہو پھر ان سے سیکھتے

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

جس چیز سے جدائی ڈالتے ہیں مرد میں اور اسکی عورت میں اور وہ اس سے بگاڑ نہیں سکتے کسی کا بغیر اذن اللہ کے

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ

اور سیکھتے ہیں جس سے انکو نقصان ہے اور نفع نہیں اور جان چکے ہیں کہ جو کوئی اسکا خریدار ہوا اسکو آخرت میں نہیں

مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا

کچھ حصہ اور بہت بری چیز ہے جس پر بیچا اپنی جان کو اگر انکو سمجھ ہوتی اور اگر وہ یقین لاتے

وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ ۚ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

اور تقویٰ کرتے تو ثواب اللہ کے یہان سے بہتر تھا اگر وے جانتے

امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے قرآن مجید مین وہ معارف وحقائق نازل فرمائے جو اگلی کتابون مین اُتارے تھے کہ معارف
واسرار الٰہی مین سے احمق یہودیون ونصرانیون نے جو کچھ اپنی سمجھ کے موافق تحریف کر ڈالا تھا اُسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین محقق کیا پھر ان معارف
سے علاوہ قرآن عظیم کے بلند معارف وبیان فرمائے جنسے یہود ونصاریٰ کو کچھ خبر نہ تھی لہذا فرمایا ۔ وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ
بیشک ہمنے تیری جانب آیات واضحات نازل فرمائین ۔ ف یعنے جنکی معرفت اہل ایمان کے واسطے بہت واضح ہے کہ تیری نبوت پر
صریح دلیل ہین کیونکہ جو شخص امی محض ہوکر ایسی آیات لاوے جو لب لباب توریت وانجیل ہے جنکے واسطے مدت دراز تک علما سے یہود
ونصاریٰ کوشش کرکے فخر کرتے ہین حالانکہ ان معارف بلند تک نہین پہونچے تو یہ اُنکے حق مین قطعی دلیل نبوت تھی جیسے ساحران موسیٰ
علیہ السلام کے حق مین معجزۂ عصا قطعی دلیل ہوگیا حالانکہ آیات قرآنی تو فصاحین عرب کے واسطے بسبب اعجاز بلاغت کے و بلند معارف کے قطعی دلیل ہوا
پس اسکا کون انکار کرسکتا ہے لہذا فرمایا وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ۔ اور ان آیات کا کوئی انکار نہین کریگا سوا ایسے لوگون کے جو فاسق ہین
ف یعنی طاعت الٰہی وحدایت سے خارج ہین محمد بن اسحٰقؒ نے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ ابن صوریا کانے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ
ہمارے پاس کوئی ایسی نشانی نہین لاتے جس سے ہم پہچانین کہ آپ پیغمبر آخر الزمان ہین تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور مالک بن ضیف یہودی نے کہا کہ
آپکے بارہ مین کوئی بھی عہد ہمسے توریت مین نہین لیا گیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ۔ أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ
مِّنْهُم ۔ اور کیا ہر بار جب اُنھون نے عہد باندھا تو انمین سے ایک فریق نے اُسکو توڑ دیا ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت
کو بخوبی پہچانتے تھے کما قال تعالے ۔ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم ۔ یعنے پیغمبر آخر الزمان کو ایسے پہچانتے ہین جیسے بخوبی شناخت مین اپنے بیٹون کو
پہچانتے ہین ۔ بلکہ عبد اللہ بن سلامؓ نے کہا کہ اپنے بیٹے مین مجھے یہ شبہہ بھی ہوسکتا ہے کہ شاید اُسکی ماں نے فجور کیا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
شناخت مین مجھے یہ بھی تردد نہین تھا (البخاری) بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ بلکہ بہتیرے انمین سے ایمان ہی نہین لاتے ہین
ف حسن بصریؒ نے فرمایا کہ بے ایمانون کی یہی کیفیت ہے کہ آج عہد کرتے اور کل توڑتے ہین سدیؒ نے کہا کہ اسی سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے ہین مترجم کہتا ہے یعنے توریت کو قرآن کے موافق پایا تو توریت کو چھوڑ دیا پھر
وہ قرآن پر بھی ایمان نہین لاتے ہین چنانچہ فرمایا وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ
كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اور جب اُنکے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا رسول آیا کہ وہ ایسی کتاب کی تصدیق
کرتا ہے جو اُنکے پاس موجود ہے تو جن لوگون کو کتاب دی گئی تھی اُن مین سے ایک فریق نے کتاب الٰہی کو اپنے پیٹھون کے
پیچھے ڈال دیا گویا وے جانتے ہی نہین ہین ۔ ف سدیؒ نے فرمایا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان اہل کتاب پر آئے تو اہل کتاب نے
توریت وانجیل کو قرآن مجید سے مقابلہ کیا پس قرآن سے یہ دونون کتابین موافق پڑین تو انھون نے سابق کتابون کو بھی چھوڑ دیا یعنی
توریت وانجیل کے میثاق وعہود بھلا دیے اور ایسے ہوگئے کہ گویا وہ ان کتب آسمانی و اُنکے عہد میثاق کو جانتے ہی نہین ہین مترجم کہتا ہے کہ زیادہ تر
تحریف نصرانیون مین پھیل گئی چنانچہ جو شخص انکے حالات وسوانح ایام سے واقف ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ ان لوگون قسطنطین کے عہد مین

محض اتفاق رہے سے عقائد کی کتاب اور سلطنت کے قوانین بنائے اور اس سب کی بنیاد اس عقیدہ پر تھی کہ الوہیت ایک معنے ہیں کہ وہ تین
اقنوم یعنے عیسیٰ و اُنکی ماں و روح القدس سے قائم ہیں اور یہ اول جہالت تھی کہ جسنے بہت بڑی خرابی ڈالی اول تو یہ معنی مہمل ہیں دوم اس مہمل سے
تمام قوانین جو مبنی ہوئے سب مہمل ہوئے سوم دین الٰہی بالکل مفقود ہو گیا اور شیطان مسلط ہو گیا اور اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالےٰ اسکی توضیح
بلیغ آئیگی رہے یہود تو اُنمین اگرچہ تحریف اسقدر شدید نہ تھی لیکن جو تحریف کیگئی اُسنے بنیاد بگاڑ دی کہ اُنھون نے خاتم النبیین صلے اللہ
علیہ وسلم کے عہود و مواثیق نکال ڈالے گویا اپنے ایمان کا سر کاٹ دیا اور اس طرح غضب الٰہی میں گرفتار ہوئے کہ حق کے صریح معاند ہوگئے گویا
وہ کتاب الٰہی جانتے ہی نہین تھے۔ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۔ اور اُس چیز کی پیروی کری
جو ملک سلیمٰن پر شیاطین پڑھتے تھے۔ ف اور وہ سحر و جادو تھا چنانچہ آئندہ بیان مترجم سے اسکی تحقیق و توضیح اس طرح آویگی کہ ہر فہمی عقل
بخوبی سمجھ جائیگا اور یہان مقصود آیت قدسی یہ ہے کہ اہل کتاب نے معارف نبوت و کتاب الٰہی کو چھوڑ کر وہ امر اختیار کیا جسکا نتیجہ آخرت میں عذاب
شدید ہے اور دنیا مین بھی سوائے شرارت یا فساد کے کوئی فائدہ نہین ہے کہ اگر اُسکے ذریعہ سے تمام دنیا مل جاتی تو بھی بمقابلہ عذاب آخرت
اتباع شیطان کے بالکل ہیچ و باطل تھی حالانکہ دنیا مین بھی بہت ہی خفیف ملا اور وہ بھی نجس و حرام طریقہ سے ملا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے
اس قوم احمق کی تشنیع فرمائی کہ اُنھون نے کتاب الٰہی کو چھوڑا اور اتباع رحمت و معالی درجات آخرت و جنت اور مکارم اخلاق و فضیل
نورانیت سے منہ موڑا اور بجائے اسکے دو چیزون کی اتباع کی اول وہ کہ جسکو شیاطین عہد ملک سلیمان پر تلاوت کرتے اور دوم وہ کہ جو بابل میں
ملکین پر نازل ہوا تھا پس اول کا بیان یہ ہے جو عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو جن و انس پر حکومت
عطا فرمائی اور یہ سلطنت اُنکی حیات تک قائم رہی لیکن درمیان مین چند روز کے واسطے اللہ تعالیٰ نے لوگون کو امتحان مین ڈالا اور سلیمان
علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی اُسمین اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت عجیبہ تھی پس وہ انگوٹھی چند روز کے واسطے مفقود ہوگئی تو اُنکی حکومت مین
اختلال واقع ہوا اور اس درمیان مین جن و انس کا ایک گروہ مرتد ہو کر اپنے نفس کی خواہشون مین پڑ گیا اور شیاطین نے اُنکو کلمات سحر سکھلائے پھر
جب اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو وہی حکومت عطا فرمائی تو آپ اس قوم کی کتابون پر مطلع ہوئے اور اُن سبکو چھین کر اپنے تخت کے نیچے دفن
کرا دیا لیکن آدمیون کو یہ حال معلوم نہ تھا پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو شیاطین نے لوگون کو ان کتابون پر مطلع کیا جب اُنھون نے
کھود کر نکالین تو شیاطین نے اُنسے کہا کہ سلیمانؑ کو یہی کتاب حاصل ہوئی تھی جس سے وہ آدمیون و جنون پر حکومت کرتے تھے مترجم
کہتا ہے کہ اس بارہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت ثابت نہین ہوئی تو ابن عباسؓ نے ان حکایات و روایات کو بنی اسرائیل سے
حاصل کیا ہے اور بنی اسرائیل کی روایات اس بارہ مین مختلف ہین چنانچہ ابن ابی حاتم کی اسناد سے سعید بن جبیر کی روایت اسطرح وارد ہوئی کہ سلیمان
علیہ السلام کے وزیر آصف کو دیکھا کیا کہ شخص (جن مین سے دیو ملحد تھا) اسم اعظم معلوم تھا اور شخص مذکور سلیمان علیہ السلام ہر ایک تحریر لکھتا اور تخت کے نیچے دفن کرتا
تھا بعد وفات سلیمان علیہ السلام کے شیاطین نے ان تحریرات کو نکالا اور اُنکے درمیان مین جادو و کلمات کفر لکھے اور لوگون سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام
اسی پر عمل کرتے تھے جب بنی اسرائیل نے وہ کلمات کفر دیکھے تو جاہلون نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تکفیر شروع کی اور بدگوئی کرنے
لگے کہ یہ شخص بذریعہ سحر کے ہمپر حاکم ہوا اور ہمکو اسطرح مجبور کر رکھا تھا اور یہودیون نے یہی سحر سیکھنا شروع کیا اور یہودیون مین ہمیشہ حضرت سلیمان
علیہ السلام کی تکفیر جاری رہی بلکہ اُنکے باپ داؤد علیہ السلام کو بھی ساحر و کافر کہا کرتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حبیب حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو جیسے آپکے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام و اُنکی والدہ مریم رضی اللہ عنہا سے یہودیون کی بدگوئی

والزام دور کیا اسیطرح حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام سے بھی یہودیون کا بہتان دور کیا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ
لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ اور سلیمانؑ نے کبھی نہین کفر کیا ولیکن شیاطین نے کفر کیا حالانکہ
وہ لوگون کو سحر سکھلاتے تھے۔ ف۔ اگر شیاطین سے ابلیس و اُسکی ذریات مراد ہون تو بیان بطریق مقابلہ ہے کیونکہ ابلیس تو پہلے ہی سے کافر
ملعون ہے وہ کچھ سحر سکھلانے سے کافر نہین ہوا مگر جو لوگ سلیمان علیہ السلام کی نسبت تکفیر کہتے تھے اُنکی تردید مین فرمایا کہ سلیمان نہین کافر ہوا
بلکہ شیاطین ہوئے جو لوگون کو سحر تعلیم کرتے تھے اور ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سلیمان علیہ السلام جب
پیخانہ جانا چاہتے یا کسی جورو کے پاس جانا چاہتے تو اپنی بی بی جرادہ کو اپنی انگوٹھی دیدیتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو اس
بلیہ مین مبتلا کرنا چاہا جسمین مبتلا ہوئے تھے تو ایسا ہوا کہ ایک روز سلیمان علیہ السلام نے جرادہ کو اپنی انگوٹھی دی پھر سلیمانؑ کی صورت
مین ایک شیطان آیا اور جرادہ سے وہ انگوٹھی مانگ لی جب اُسنے پہنی تو انس و جن اُسکے مطیع ہوگئے پھر سلیمان علیہ السلام نے آکر اپنی
انگوٹھی مانگی تو جرادہ نے کہا کہ تو سلیمانؑ نہین ہے تو جھوٹا ہے پس سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ ایک امتحان الٰہی ہے پھر شیاطین نے ان
ایام مین سحر و کفر کی کتابین لکھکر تخت سلیمانؑ کے نیچے دفن کردین (پھر آصف کو معلوم ہوا کہ یہ سلیمان نہین ہے چنانچہ اسم اعظم و توریت کی قرأت سے
وہ بھاگ کر دریا مین چھپا اور ایک مچھلی کے ذریعہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ انگوٹھی پھر مل گئی اور بدستور بادشاہ رہکر ترپن برس کی عمر مین
انتقال کیا) پھر جب سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہوگیا تو شیاطین نے لوگون کو یہ کتب سحر نکالدین حتی کہ لوگون نے سلیمان علیہ السلام کی تکفیر کرنی
شروع کی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور یہ آیت اُتاری جسمین سلیمان علیہ السلام کی برأت ہوئی
(ابن جریر) مترجم کہتا ہے کہ ان روایات مین تردد ہے اول یہ کہ شیطان بصورت سلیمانؑ کیونکر بن سکتا ہے دوم یہ کہ آگے یہ مذکور ہے کہ خود شیطان نے
تخت کے نیچے سحر کو دفن کیا تھا اور اوپر کی روایت مین معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام نے خود اُن لوگون کی کتابین دفن فرمائی تھین بہرحال
یہودیون کی روایات پر ہمکو اعتماد نہین ہے لیکن اتنا معلوم ہے کہ زمانہ سلیمان علیہ السلام مین شیاطین نے لوگون کو سحر تعلیم کیا تھا اور یہ بات ممکن ہے
کہ سلیمان علیہ السلام نے اُنکو چھین کر دفن کردیا ہو اور امام ابن جریر نے باسناد صحیح عمران بن الحارث سے روایت کی کہ بعد شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے ہم لوگ ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے تھے یعنے جس زمانہ مین حضرت ابن عباسؓ طائف مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا تو آپ نے فرمایا
تو کہانسے آتا ہے اُسنے کہا کہ مین عراق سے آتا ہون آپ نے فرمایا کہ عراق مین کہانسے آتا ہے اُسنے کہا کہ مین کوفہ سے آتا ہون تو آپ نے پوچھا
کہ کیا خبر ہے اُسنے کہا کہ مین لوگون کو اس حال مین چھوڑ آیا ہون کہ اُنمین یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر نکلنے والے
ہین یہ سنکر حضرت ابن عباسؓ کے چہرے پر ملال و گھبراہٹ کے آثار ظاہر ہوئے کہ پھر اس شخص سے فرمایا کہ ای بھتیجے پھر اس بارہ مین تو کیا کہتا
ہے او بھتیجے یہ سچ نہین ہے کہ اگر ہم لوگون کو اس بات کا کچھ شعور ہوتا تو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوہ عورتون کو نکاح نکرنے دیتے اور نہ اُنکی میراث
تقسیم کرتے پھر فرمایا کہ ای لوگو مین تمسے اس شیطانی وسوسہ کا بھید بیان کرون کہ شیاطین تلے اوپر تھوہو کی طرح تانتا لگا کر آسمان تک جاتے
ہین اور وہان چوری سے کان لگاتے ہین (یعنے ملائکہ کے بیانات سنتے ہین) تو کوئی اُنمین سے کلمہ حق لے بھاگتا ہے اور وہ کسی بے ایمان
شخص کے دل مین جو ولی ہونیکا مدعی ہوتا ہے ڈال دیتا ہے پس جب یہ بات اُس سے تحقیق کرلی جاتی و سچ ہوتی ہے تو پھر شیطان اُسکے ساتھ مین
سو جھوٹ ملاتا ہے پس وہ لوگون کے دلون مین سما جاتی ہین یعنے لوگ اس شخص کی سب باتون کو اگرچہ وہ خلاف شرع ہون سچ ماننے لگتے
ہین یعنے کہنے لگتے ہین کہ اُسنے فلان بات کیسی سچ کہی تھی بیشک یہ ولی ہے اور جب یہ ولی ہے تو جو کچھ کہتا ہے وہ بھی سب سچ ہے تو اسلام کو ترک کرتا

جن باتون کو کہتے ہین وہی خود غلط کہتے ہونگے چنانچہ سلیمان علیہ السلام کے وقت مین اسطرح شیاطین نے کیا تھے کہ لوگون نے ذخیرہ جمع کر لیا پھر
اللہ تعالےٰ نے سلیمان علیہ السلام کو اطلاع دی تو انہون نے ان کتابون کو لیکر اپنے تخت کے نیچے مدفون کر دیا پھر جب سلیمان عؑ نے وفات پائی
تو شیطان رہزن اٹھ کھڑا ہوا اور لوگون سے کہا کہ بھلا مین تمکو ایسا خزانہ بتلاؤن کہ جسکے مثل کبھی حاصل نہین ہوا ہے پھر تخت کے
نیچے سے نکلوایا اور کہا کہ دیکھو یہ سحر ہے پھر برابر اقوام یہود ان کتابون سے نقل کرتے آئے تھے کہ یہی اسی کا بقیہ ہے جو اہل عراق باہم بیان
کرتے ہین یعنے وہی شیطانی کذب ہے رواہ ابن جریر والحاکم اور اسکو شیخ سیوطیؒ نے اختیار کیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اہل عراق کا یہ عقیدہ بوجہ عبداللہ
بن سبا یہودی کے واقع ہوا جسنے ان باتون سے روافض کو گمراہ کیا ہے کیونکہ عبداللہ بن سبا درحقیقت یہودی تھا جو ظاہر مین عبادت وغیرہ ظاہر کرکے
ولی بن بیٹھا تھا اسی واسطے ابن عباسؓ نے اس آیت یعنے - واتبعوا ما تتلوا الشیاطین - سے اشارہ کیا اور اس روایت کی توضیح وہ ہے جو امام
ابن کثیرؒ نے سدیؒ سے روایت کی کہ زمانہ سلیمان علیہ السلام مین شیاطین اپنے معمول کے موافق آسمان تک چڑھ جاتے اور باتین سننے کے مقامات پر
چوری سے بیٹھتے پس زمین مین موت و زندگی وغیرہ کے جو واقعات ہونے والے تھے اُنکے بارہ مین ملائکہ کے بیانات سنتے اور وہان سے یہ خبر لاکر
اپنے تابعین کاہنون کو بتلا دیتے یعنے جو لوگ ولی ہونے کے مدعی ہوتے تھے حالانکہ درحقیقت اور آخرت سے بے ایمان ہوتے تھے اُنکے
دل مین ڈالتے پس یہ مدعی اسکو لوگون سے بیان کرتا تو لوگ ویسا ہی پاتے جیسا اُسنے بیان کیا پس عوام لوگ انپر غیب دانی کا اعتقاد کر لیتے
تھے یعنے اُنکے ولی ہونے کا یقین کر لیتے تھے پھر یہ جھوٹے مدعی اس کلمہ حق کے ساتھ ستر باتین سحر و باطل وغیرہ کی جوڑ دین سے خلاف ہین شامل
کر لیتے یعنے یہ دروغ باتین بھی شیطان انھین القا کرتا تھا پس لوگ اُن باتون کو اپنی بیاضون و کتابون مین لکھ لیتے تھے رفتہ رفتہ بنی اسرائیل مین
یہ بات پھیل گئی کہ جن لوگ غیب جانتے ہین جب سلیمان علیہ السلام کو یہ اطلاع ہوئی تو آپ نے ان سب کتابون کو جمع کرکے ایک صندوق مین
رکھکر اپنے تخت کے نیچے دفن کرا دیا اور شیاطین مین سے کسی کو یہ طاقت نہ تھی کہ تخت سلیمان علیہ السلام سے قریب ہو ورنہ جل جاتا تھا اور
حضرت سلیمان علیہ السلام نے منادی فرمائی کہ اگر مین نے کسیکو سنا کہ وہ یہ بات بیان کرتا ہو کہ شیاطین علم غیب جانتے ہین تو مین اُس کی
گردن مارون گا پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال فرمایا اور وہ علما بھی جاتے رہے جو سلیمان علیہ السلام کے حکم سے واقف تھے اور اُن
کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے جنکو علم نہ تھا تو شیاطین نے موقع پایا اور آدمیون کی صورت بنکر لوگون کے پاس آئے اور خواص جاہل فرقہ
کو گھیر کر اُنسے کہا کہ تم لوگ سلطنت کے امراء ہو اور ہم تمکو ایسا خزانہ بتلادین کہ جب تک دنیا قائم ہے تم اُسکو کھاتے رہو پس
اُنھون نے بہت شکر گذاری سے قبول کیا تب اُنھون نے بتلایا کہ اس تخت سلیمانی کے نیچے کھودو اور خود ایک کونے مین کھڑا رہا
تو اُنھون نے کہا کہ تم بھی شریک ہوکر مدد کرو مگر اُسنے نمانا اور کہا کہ مین یہین رہونگا اور تمہارے سامنے موجود ہون اگر نہ نکلے تو مجھے مار ڈالنا آخر جب اُنھون
نے وہ تمام مکان و نفیس عمارت ضائع کی تو نیچے سے یہ کتابین برآمد ہوئین پس اس شیطان نے جو انسان صورت تھا لوگون سے کہا کہ
سلیمان علیہ السلام اسیکے ذریعہ سے جن و انس و چرند و پرند پر سلطنت کرتے تھے پھر وہ غائب ہو گیا تو لوگون نے جانا کہ یہ شیطان تھا اور
یہ بات لوگون مین پھیل گئی کہ سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے اور بدبخت اُنکو کافر کہنے لگے اور بنی اسرائیل نے ان کتابون کو لیکر سحر وغیرہ
کفریات کی پیروی کر لی اور کتاب الٰہی عزوجل سے منہ موڑا یہانتک کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہودیون نے
مخاصمہ کیا اور کہنے لگے کہ دیکھو یہ تو سلیمان کو انبیاء مین بیان کرتے ہین حالانکہ وہ تو ایک ساحر تھا پس اللہ تعالیٰ نے انکو رد فرمایا کہ ما کفر
سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر ربیع بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قوم یہود نے ایک مدت تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے

توریت کے امور میں سے بہت سے امور پوچھے اور جب کوئی بات پوچھتے تو اللہ تعالیٰ اسکا علم تحقیق نازل فرماتا جب یہودی بھی پھرتے
تو آپس میں کہنے لگے کہ بیشک یہ شخص تو ہم سے زیادہ ہمارے علوم کو جانتا ہے پھر ان لوگوں نے سحر میں مخاصمہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیات
نازل فرمائیں۔ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین الآیۃ۔ اور شیاطین نے ایک کتاب سحر و کہانت وغیرہ کی لکھکر تخت سلیمان علیہ السلام کے نیچے دفن کر دی تھی
اور سلیمان علیہ السلام کو اس غیب کا علم نہ تھا چنانچہ جب آپ نے انتقال فرمایا تو شیاطین نے لوگوں سے یہ کتاب نکلوا کر دھوکا دیا کہ سلیمانؑ اسی کے
ذریعہ سے لوگوں پر غالب پایا تھا پس یہودیوں نے اسکی اتباع کی اور سلیمان علیہ السلام کی تکفیر کیا کرتے تھے یہانتک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
انکو آگاہ کیا اور اسیکے مانند حضرت مجاہد و سعید بن جبیر و محمد بن اسحٰق سے مروی ہے اور ابن جریر نے شہر بن حوشب سے روایت کی کہ سلیمان علیہ السلام
کی غیبت میں شیاطین سحر لکھا کرتے تھے چنانچہ انھوں نے ایک کتاب لکھی جسکا عنوان یہ تھا کہ یہ اسرار علم خاص ہیں جنکو آصف بن برخیا نے بادشاہ
سلیمان بن داؤد کے لیے تحریر کیا پھر اسمیں اس قسم کی باتیں لکھیں کہ جو شخص ایسا ایسا قصد رکھتا ہو اسکو چاہیے کہ صبح کو آفتاب کی طرف منہ
کرکے اتنی مرتبہ یہ کلمات پڑھے اور جس شخص کی یہ مراد ہو اسکو چاہیے کہ آفتاب کی طرف پیٹھ کر کے یہ کلمات پڑھے غرضکہ اسی قسم کے کلمات
کفر و باطل لکھکر تخت سلیمان علیہ السلام کے نیچے دفن کر دیے پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال کیا تو ابلیس بصورت آدمی ہو کر لوگوں میں
کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ تم لوگ خوب یاد رکھو کہ سلیمانؑ کوئی پیغمبر نہ تھا اور تمنے کسی پیغمبر کو نہیں سنا کہ وہ بادشاہ ہو اور اسکی تسخیر میں جن وانس ہوں
اور پیغمبر کو دنیا کی بادشاہی سے کیا مطلب ہے بلکہ وہ بہت بڑا ساحر تھا جس نے اپنے سحر سے چرند و پرند و جن وانس کو مسخر کر لیا تھا پس تم اس سحر کو سلیمانؑ کے
اسباب میں تلاش کرو آخر انکو تخت کے نیچے کھودنے کی راہ بتلائی پس جب ان لوگوں نے تخت کے نیچے کھودا تو ایک کتاب نکلی پس اکثر ان میں سے جو
حمقا ہوتے ہیں کہنے لگے کہ واللہ یہ شخص سچ کہتا تھا یہ تو بیشک جادو ہے اور اسیکی وجہ سے سلیمانؑ نے ہم سبکو مطیع و مقہور کر لیا تھا پس مومنوں نے
کہا کہ نہیں تم جھوٹے ہو بلکہ وہ پیغمبر صادق تھے ولیکن عوام یہودیوں نے اسی سحر شیطانی کی اتباع کی یہانتک کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
مبعوث ہوئے تو یہودیوں نے کہنا شروع کیا کہ اس پیغمبر کو دیکھو کہ حق و باطل کو ایک ہی میں ملاتا ہے اور انبیا کے بیان میں سلیمانؑ کا نام لاتا ہے
حالانکہ سلیمان تو ایک جادوگر تھا جو اپنے جادو کے زور سے ہوا پر اڑتا پھرتا تھا پس اللہ عزوجل نے یہودیوں کو رد فرمایا اور یہ آیات نازل فرمائیں
اور اسیکے مانند ابن جریر نے ابو مجلز سے اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے روایت کیا ہے اور حسن بصریؒ نے یہی فرمایا کہ جادو تو حضرت سلیمان
علیہ السلام سے پہلے موجود تھا لیکن اسکی اتباع صرف اسیوقت کی گئی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ صحیح ہے اور مراد یہ ہے کہ سابق میں مومنین عقلا اس
سحر سے نفرت کرتے تھے حتی کہ عہد سلیمان علیہ السلام کے بعد سے یہودیوں نے باتباع شیاطین اسکی تتبع و تلاش کی بعض علما نے کہا کہ اسیوجہ
سے تم دیکھتے ہو کہ کمبخت یہودیوں میں سحر بکثرت ہے چنانچہ ایک یہودی خبیث نے جسکا نام لبید بن اعصم تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر
کیا چنانچہ صحیحین وغیرہ میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے اور اسکا خلاصہ یہ تھا کہ اس نے آپکی کنگھی کے بالوں میں گیارہ گرہیں دیکر زیر ماکے چوبہ طلع میں
رکھا اور پھر ذی اروان سے ایک خرمہ کا درخت اگا تھا اسکے نیچے میں رکھا اور اسکا اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا اسقدر ہوتا تھا کہ بعض
امور جو آپنے درحقیقت نہیں کیے وہ آپکو متخیل ہوتے تھے کہ گویا آپنے کر لیے ہیں مثلاً ازواج مطہرات کے پاس نہیں گئے اور تخیل ہوتا تھا کہ
گویا گئے ہیں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ ملائکہ کے آپکو آگاہ فرمایا تو آپنے جا کر درخت کے نیچے سے نکالا اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب
الناس پڑھتے گئے پس اسکا سحر باطل ہو گیا لیکن آپنے اس یہودی کو کوئی سزا نہیں دی اور تمام [illegible]
سحر کی اتباع کی جو شیاطین بملک سلیمانؑ پڑھا کرتے تھے اور وہ جسکی اتباع کی وہ یہ تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما انزل علی الملکین

بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ - اور پیروی کی اس چیز کی جو دونون فرشتون پر بابل مین اُتاری گئی جنکا نام ہاروت
و ماروت تھا اور قرطبی وغیرہ نے کہا کہ یہہ معنے اس صورت مین ہین کہ - ما انزل مین - ما موصولہ ہو جسکا عطف - ما تتلو الشیاطین - پر ہو
لیکن ٹھیک یہہ ہے کہ ما نافیہ ہے اور اسکا عطف و ما کفر سلیمان پر ہے تو اس صورت مین معنے یہہ ہونگے کہ نہین کفر کیا سلیمان نے اور نہین اُتارا گیا جادو
ملکین پر لیکن شیاطین کفر کرتے تھے لوگون کو سحر سکھلاتے بابل ہاروت و ماروت مین اور ابن جریر نے باسناد ضعیف ابن عباس رض و ربیع بن انس
سے روایت کی کہ - ما انزل علی الملکین - یعنے اللہ تعالے نے سحر نہین اُتارا - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ما نافیہ ہے اور ہاروت و ماروت بدل الناس سے ہے
یعنے شیاطین یعنی بابل مین لوگون کو یعنے ہاروت و ماروت کو سحر سکھلاتے تھے شیخ ابن جریر نے بھی اس تاویل کو نقل کیا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ابن ابی حاتم
نے بعطیہ سے روایت کی کہ - ما انزل علی الملکین یعنے اللہ تعالی نے جبرئیل و میکائیل پر جادو نہین اُتارا اور ابن ابی حاتم نے عبد الرحمن بن ابزی سے
روایت کی کہ انکی قرات مین ملکین بکسر لام تھی جسکی تفسیر داؤد و سلیمان سے ہے یعنے دونون بادشاہون داؤد و سلیمان پر کچھہ نہین اُتارا اور ابو العالیہ نے
کہا کہ ان دونون پر سحر نہین اُتارا گیا یعنے یہہ دونون ایمان و کفر سمجھاتے تھے پس سحر کفر ہے تو اس کفر سے دونون منع کرتے تھے شیخ ابن جریر نے
بعد اس تاویل بیان کرنے کے اسکو رد کرنا شروع کیا اور کہا کہ ٹھیک یہی ہے کہ ما موصولہ ہے اور معنے یہہ ہین کہ بابل مین ہاروت و ماروت دونون
بادشاہون پر جو کچھہ اُتارا گیا یہودیون نے اسکی پیروی کی ہے اس صورت مین ملکین بکسر لام یعنے بادشاہ ہوا اور اگر بفتح لام یعنے فرشتہ ہو
جیسے معروف قرارت ہے تو بیضاوی وغیرہ نے محمول کیا کہ یہہ دونون بادشاہ بوجہ صلاحیت کے فرشتہ خصلت تھے اور محققین مفسرین نے انکو حقیقی فرشتہ
کے معنے مین لیا اور کہا کہ درحقیقت یہہ دونون فرشتے تھے لیکن جب انھون نے دعوی کیا کہ اگر ہم لوگون مین آدمیون کی طرح سے عقل و شہوت ہوتی
تو ہم لوگ نافرمانی نہ کرتے پس اللہ تعالے نے اپنی قدرت کاملہ سے امتحانا انکی ماہیت کو بدل دیا جیسے عصا سے موسی کی ماہیت بدل کر اژدہا
کر دیجاتی تھی پس وہ فرشتے باعتبار ماہیت سابقہ کے تھے اور شاید بعد گزرنے دنیا کے قیامت مین پھر فرشتے کر دیے جاوین یا آدمی رہین واللہ تعالے
اعلم پس حاصل یہہ ہوا کہ یہودیون نے اس جادو کی بھی اتباع کی جو بابل مین دونون فرشتون ہاروت و ماروت پر بغرض امتحان اُتارا گیا تھا پس فرشتون
کے حق مین تو یہہ امتحان تھا کہ آدمیون کی طرح فسق و فجور مین مبتلا ہون اور آدمیون کے حق مین یہہ امتحان تھا کہ دونون سے جادو سیکھین - وَمَا
يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ - اور یہہ دونون کسی کو بھی نہین سکھلاتے
تھے یہانتک کہ دونون اُس سے کہدیتے کہ ہم تو فتنہ ہین پس تو کفر مت کر - کیونکہ اس عالم مین اللہ تعالے نے بعضے اقوال و افعال مین
ایک تعلق خاص رکھا ہے جیسے دعا اور ولیت سے خرق عادات ظاہر ہوتے ہین اور جس طرح ملائکہ و شیاطین غیر محسوس ہین اسی طرح یہہ تعلقات بھی
غیر محسوس ہین اور اہل سنت سلف و خلف کے نزدیک بالاجماع یہہ آثار بعض صورتون مین انسانی موت تک نوبت پہونچاتے ہین اور بعض
حالتون مین صرف نظربندی ہوتی ہے مثلا انڈا اُٹھا کہ جادوگر نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا یا ماش پھینکے اور وہ بشکل سانپ نظر آنے لگے یا کھٹکیان یا رسیان
اور دوسری چیزین ایسی نظر آتی ہین چنانچہ انشاء اللہ تعالی توضیح آویگی اور یہہ تعلقات جن و شیاطین ہین لیکن ایسے تعلقات کا جاننا بدون تعلیم کے
ناممکن ہے پس اللہ تعالی نے ان فرشتون کو امتحان و فتنہ قرار دیا تھا اور یہہ تعلقات انکو بتلا دیے تھے اور چونکہ ان آثار کا ظہور بہ مناسبت کے
ہوتا ہے لہذا دونون فرشتے بتلا دیتے تھے کہ اسے طلب کو شکوں ہے مناسبت خبیثہ مت کر کیونکہ بعد اسکے ایمان سے محروم ہو جائیگا لیکن ان بدبختون
نے دنیا کے عوض ایمان کھونا قبول کیا اور اُنسے سیکھنے پر اصرار کیا - فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ
الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ - پس ان دونون سے وہ لوگ ایسی باتین سیکھتے جسکے ذریعہ سے آدمی اور اُسکی جورو

ف یعنے اس قسم کا جادو سیکھتے تھے جسکے ذریعے سے شوہر و زوجہ مین لڑائی کراوین اور دونون کو ضرر پہونچا دین جیسے اکثر فحش لوگ
کیا کرتے ہین اور یہ اب بھی جاری ہے اور یہ ایک لطیف بعید ہے کہ ان اقوال و افعال کے پیچھے اللہ تعالی یہ اثر پیدا کرتا ہے جیسے محسوسات مین کسی
شخص کا گلا دبا وے تو اللہ تعالی اُسکا اثر موت پیدا کرتا ہے پس فرق صرف محسوس و غیر محسوس مین ہے ورنہ بہر صورت خالق اللہ عز و جل ہے
چنانچہ فرمایا - وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهٖ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ - اور یہ لوگ اسکے ذریعے سے کسی کو کوئی ضرر پہونچا سکتے
نہین تھے مگر باجازت الٰہی ف یعنے جیسے عالم محسوسات مین اللہ تعالی نے اپنی خلق کے آثار رکھے ہین اسی طرح ان غیر محسوسات مین بھی
اُسی کے ارادہ و مشیت سے ہوتا ہے اگرچہ ساحر کو مانند کافر کے بوجہ کفر کے قدرت الٰہی نظر آوے - وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ
لَا يَنفَعُهُمْ - اور یہ لوگ ایسی چیز سیکھتے جو انکو مضر ہوگی اور کچھ نافع نہوگی - ف کیونکہ شیاطین کی مددگاری ساحر کے ساتھ اسی صورت
مین رکھی گئی کہ ساحر و شیاطین مین مناسبت تام ہو جاوے تو ساحر نے طہارت دنیا و مکارم اخلاق و کرامت ظاہر و باطن چھوڑ کر اور ایمان و نشان آخرت سے
منہ موڑ کر اگر ایسی چیز حاصل کی جسمین شوہر و زوجہ مین تفریق کرے تو کچھ بخت برباد ہوا اور سوائے ضرر کے کچھ بھی نفع نہوا خصوصاً جبکہ کتاب الٰہی
چھوڑ کر یہ جہالت اختیار کی - وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ - اور خوب جان چکے
کہ جسنے ایمان دیکر اس کفر کو خریدا اسکے لیے آخرت مین کوئی حصہ نہین ہے - ف لہذا امام الحرمین نے کہا کہ سحر اُسکے ہاتھ سے ظاہر ہوگا جو
فاسق ہو اور اُسکے ہاتھ سے جو خرق عادت ظاہر ہو وہ از قبیل سحر ہے اور امام مالک و ایک جماعت نے فرمایا کہ سحر کفر و ساحر کافر ہے اور خطیب نے
کہا کہ امام احمد کے نزدیک بھی مطلقاً یہی حکم ہے اور امام شافعی کے نزدیک اگر اسکو حلال جانے یا اُسمین کوئی ایسا قول یا فعل اعتقاد کرنا پڑے
جو کفر ہے تو کفر ہے اور حنفیہ کے نزدیک فتح القدیر مین مذکور ہے کہ سحر سیکھنے یا کرنے سے ساحر کی تکفیر کیجائے خواہ وہ اُسکے حرام ہونیکا معتقد ہو یا
نہو اور وہ قتل کیا جاوے اور مدارک مین شیخ ابو منصور ماتریدی سے منقول ہے کہ اگر ایسا سحر کرے کہ اُسمین شرط ایمان سے جو چیز لازم ہے
اُسکی تردید ہو تو کفر ہے ورنہ نہین اور خانیہ مین ہے کہ اگر ساحر اُسکو تجربہ کے واسطے عمل مین لاوے معتقد نہو تو تکفیر نہوگی رہا قتل کردینا بالاجماع
واجب ہے یہ تو سزا اسے دنیاوی ہے اور آخرت کی بربادی ظاہر ہے - وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ -
اور جس چیز کے عوض اُنھون نے اپنے نفوس کو خریدا وہ بہت بُری ہے کاش یہ لوگ جانتے ہوتے - ف کہ بہت بُرا مبادلہ کرتے ہین -
وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ - اور اگر یہ لوگ ایمان لاتے
اور تقوی حاصل کرتے تو بیشک اللہ تعالے کی طرف سے ثواب بہت بہتر تھا کاش یہ لوگ اسکو جانتے ہوتے - ف اور حدیث ابن مسعود رض
مین وارد ہے کہ جو شخص کسی کاہن یا ساحر کے پاس آیا یا اُسکے قول کی تصدیق کی تو اُسنے قرآن مجید سے کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
اُتارا گیا ہے (الحاکم والبزار باسناد صحیح) حدیث عمران بن حصین رض مین ہے کہ جسنے تطیر کیا یا اپنے لیے تطیر کرایا یا کاہن کے پاس گیا یا اپنے لیے کہانت
یا سحر کیا یا کرایا یا گرہ باندھی یا کاہن کے پاس جا کر اُسکے قول کی تصدیق کی تو جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا اُس سے منکر ہوگیا (البزار)
صفوان بن سلیم سے مرسل روایت ہے کہ جسنے تھوڑا یا بہت سحر سیکھا تو اللہ تعالی سے جدا ہونے کا آخری وقت ہے (عبد الرزاق) کاہن وہ ہے
جو ستارہ وغیرہ سے آئندہ زمانہ مین ہونے والی بات جاننے کا دعوی کرتا ہے پس اسکی بعضی صورتین کفر ہین ورنہ حرام ہونے مین کچھ تامل نہین
اور اسکی اجرت حرام ہے (کما فی الصحیح) اور نجومی وہ ہے جو خدا دس کر ستارون ہی کے ذریعے سے غیب دانی کا دعوی کیا جاوے اور رمل یا کنکریان
یا دیگر شعبدہ وغیرہ بھی اسی حکم مین ہے جبکہ اسکے ذریعے سے غیب کا دعوی ہو اور اسکی اجرت بھی حرام ہے جیسا کہ روضہ نووی و سراج مین ہے

اور رہا حیلہ گر و شعبدہ باز جو ہاتھ کی چالاکی یا دواؤن کے ذریعہ سے کرشمہ کرتے ہین بیضاوی نے کہا اُسکو سحر کہنا مجاز ہے اور وہ مذموم نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید بیضاوی کا یہ مطلب ہے کہ وہ سحر کے برابر مذموم نہین ہے کیونکہ امام نووی وغیرہ نے تصریح کردی کہ یہ بھی حرام ہے اور لوگون کو رمال کی جہالت سے دھوکا نہ کھانا چاہیے اگرچہ پڑھا ہو وہ اہل علم مین بھی کہلاتا ہو اور یہ جو حدیث مین آیا کہ انبیا مین سے ایک پیغمبر خط کھینچا کرتا تھا تو جسکا خط اُسکے موافق ہو تو ٹھیک ہے اس حدیث سے جواز ثابت نہین ہوتا کیونکہ اُسکے خط سے موافقت معلوم ہونا محال ہے تو حدیث مین تعلیق بمحال ہوئی جیسے کہا جاوے کہ اگر فرشتہ ہو جاوے تو اُسکو پے در پے روزہ رکھنا جائز ہے اور مترجم نے مقدمہ عین الہدایہ کے عقائد مین یہ مسئلہ مفصل لکھا۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ یہودیون نے انبیا علیہم السلام کی کتابون توریت و زبور کو جز و دان مین بند کرکے بالاے طاق رکھدیا جیسے ہمارے زمانہ مین لوگ قرآن شریف و احادیث سے ایسا ہی برتاؤ کرتے ہین اور اُس شیطانی جادو کے پیچھے پڑے جو شیاطین نے عہد سلطنت سلیمان علیہ السلام مین سکھلایا یا جو بابل کے ملکین سے سیکھا گیا جیسے ہمارے زمانہ مین لوگ عملیات بے معلوم بلکہ شیطانی جادو سیکھا کرتے ہین قولہ تعالے - ولکن الشیاطین کفروا - محتمل ہے کہ شیاطین حقیقی مراد ہون یعنے سلیمان علیہ السلام سحر سے پاک تھے اور یہودیون کا دعوی غلط ہے بلکہ شیاطین ہی کے کفر کی یہ حرکت تھی اور محتمل ہے کہ شیاطین حقیقی مع شیطان خصلت آدمیون کے جو شیاطین الانس کہلاتے ہین دونون مراد ہون کیونکہ جن آدمیون نے سیکھا یہی لوگون کو سکھلاتے تھے اور بابل ایک مقام ہے جسکی تعیین مین اختلاف واقع ہوا بعض نے کہا کہ مراد مغرب ہے مین کہتا ہون کہ بلاد یورپ مین جادو کے خیالات بکثرت جاری تھے بعض نے کہا کہ نصیبین اور بعض نے کہا کہ نہاوند اور بعض نے کہا کہ کوہ دماوند اور سابق روایت ابن عباس رض و قول ابن مسعود رض سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین کوفہ ہے اور بعض نے کہا کہ سواد عراق مین ایک شہر ہے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ بابل سے عراق مراد ہے کیونکہ حضرت علی رض کا گذر بابل سے ہوا تو موذن نے اذان عصر کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت نہ دی یہانتک کہ وہان سے نکل گئے تب اجازت دی اور بعد نماز کے فرمایا کہ مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ زمین مقبرہ مین نماز پڑھون اور مجھے منع فرمایا کہ زمین بابل مین نماز پڑھون کیونکہ وہ زمین ملعونہ ہے (رواہ ابوداؤد و ابن ابی حاتم) اور ابوداؤد نے بعد روایت کے سکوت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اُسمین نماز مکروہ ہے جیسے قوم ثمود کی بستی مین مکروہ ہے جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع فرمایا کہ تم لوگ اس قوم معذبین کے وہان مت جاؤ الا اس حالت سے کہ تم اللہ عزوجل کے خوف سے روتے ہوئے ہو کیونکہ اللہ تعالی غنی حمید ہے وہ کچھ پروا نہین کرتا ہے چنانچہ نوین پارہ مین غزوہ تبوک کی تفصیل مین انشاء اللہ تعالی آویگا شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ علماے ہیئت کے نزدیک بابل کی بلندی بحر اوقیانوس یا بحر ظلمات سے ستر درجہ ہے اور بعد عرضی خط استوا سے ۳۲ بتیس درجہ ہے واللہ تعالی اعلم خطیب وغیرہ نے لکھا کہ بابل سکا نام اسوجہ سے ہوا کہ نمرود ملعون نے جب ابراہیم علیہ السلام سے خوف کھایا اور دیکھا کہ آگ نے انکا ایک رونگٹا بھی نہین جلایا تو آئندہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعرض کرنے سے اُسکے دل مین دہشت بیٹھ گئی اور اُسنے دیکھا کہ ایسی حالت مین لوگ خواہ مخواہ دین ابراہیمی کی جانب رجوع کرینگے تو فرعون کی طرح اُسنے حیلہ بازی کی کہ ایک مکان بلند بنایا جسپر چڑھکر الہ ابراہیم سے مقابلہ کرون تاکہ اس حیلے سے لوگون کو ایک مدت غیر محدود تک دین حنیف سے روکے اور اُسنے بیابان بابل کو مکان کیواسطے مختص کیا اور اس لاٹ کے بلند بنانے مین ایک زمانہ دراز گذرا اگرچہ وہ کئی کوس تک بلند ہو گئی لیکن اُسکو آسمان سے کیا مناسبت تھی ناگاہ حق عزوجل نے اُسپر بجلی گرائی جسکے صدمہ سے معمارون کے کلیجے پھٹ گئے اور کوسون تک فاصلہ پر جو آبادیان واقع تھین اُنکے دلون مین اسقدر رعب پہونچا کہ زبانین بلبلا گئین اور آئندہ مرد و زن [illegible] گونگے ہو گئے کیونکہ ایک دوسرے کی بولی نہ سمجھ سکتا تھا اسیوجہ سے بابل اُسکا نام ہوا اور [illegible] یہودیون نے یہ روایت گھڑ لی کہ اللہ تعالی نے اُنکی زبانون مین فرق ڈالدیا تاکہ ایسا نہ کرین [illegible]

اور جو اُنھون نے بابل کے ملکین ہاروت وماروت سے سیکھا مَلِکَین۔ اگر بکسر لام ہو یعنی دو بادشاہ ہو چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ
وہ دو جادوگر تھے اور اگر ملَکین بفتح لام یعنے دو فرشتہ ہو تو محتمل ہے کہ انھین دونون بادشاہون کو بوجہ ذاتی تقویٰ و پرہیزگاری کے فرشتہ کہدیا
اور محتمل ہے کہ درحقیقت یہ دونون آسمانی فرشتے ہون جو امتحان کے واسطے ماہیت انسانی مین بدل دیے گئے ہون اور یہ اللہ تعالیٰ کی
قدرت بدیہی ہے جیسے عصاے موسیٰ علیہ السلام کبھی وقت اژدہا کر دیا جاتا تھا پھر بدل کر لکڑی کا عصا کر دیا جاتا تھا اور چونکہ ان دونون
فرشتون کو بابل مین ماہیت بدلنے کے بعد بادشاہت کی حالت مین رکھا گیا تھا اسیواسطے اُنکو دو بادشاہ کہا گیا اور چونکہ ماہیت بدلنے کے بعد وہ دونون
انسانی خلقت مین جادوگر کیے گئے تھے یعنے انکو حکم دیا گیا تھا کہ جو کوئی سیکھے اُسکو جادو سکھلاوین لیکن پہلے بہت منع کرین کہ یہ فتنہ ہے اور تو سیکھنے سے
کافر ہو جائے گا۔ اور یہی قول ٹھیک معلوم ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم لیکن بیضاوی رح نے کہا کہ یہ جو روایت آئی کہ ہاروت وماروت دو فرشتے تھے
کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان کے لیے سحر سکھلانے کے لیے اُتارے گئے تھے اور یہ دونون مثل آدمی کے کر دیے گئے اور انمین شہوت کھر کر دی گئی
پس انھون نے ایک عورت زہرہ سے تعرض کیا جسنے اُنکو گناہون اور شرک پر برانگیختہ کیا اور خود انکی تعلیم سے آسمان پر جا کر مسخ ہو کر ستارہ
ہو گئی۔ و بیضاوی نے کہا کہ یہ یہودیون کی حکایات ہین اور ظاہرا اگلون نے اسکو بطور رمز بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام زکریا نے کہا کہ رمز
سے یہ مراد ہے کہ عقل و نفس مطمئنہ دو فرشتے ہین اور زہرہ نفس امارہ ہے اور آسمان کا چڑھنا اُسکی سوت ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل ضعیف ہے بلکہ شیخ
محی الدین بن عربی نے فرمایا کہ جسم انسانی مین اسکی تاویل یہ ہے کہ عقل نظری و عقل عملی دو قوت ملکیہ ہین جو نفس ناطقہ سماوی سے متعرض ہو کر
سینہ کی چاہ تاریک مین قید ہین اور بمقتضاے طبیعت دونون نے گناہ و شرک کی جانب میل کیا لیکن نفس ناطقہ نے ان سے بیعت حاصل
کر کے مبدأ اعلیٰ یعنے عقل کلی کی جانب رجوع کیا مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل مقبول ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ یہ آیت قدسی کی تفسیر ہو اور امام
بغوی و بیضاوی کا مستند یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہاروت وماروت دو آدمی متقی و پرہیزگار فرشتہ خصلت تھے جو امتحانا جادو سکھلانے کے واسطے
متعین ہوئے اور جادو انکو الہام کیا گیا لیکن شیخ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ یہ قصہ متعدد طرق سے مسند احمد و صحیح ابن حبان و سنن بیہقی وغیرہ مین مرفوع ہے
اور حضرت علی و ابن مسعود و ابن عباسؓ وغیرہم سے باسانید صحیحہ مروی ہے شیخ سیوطیؒ نے کہا مین نے اس قصہ کو علیحدہ رسالہ مین لکھا ہے اور
بیضاوی رح نے جو اسکو رمز پر محمول کیا تو شاید ان روایات پر وقوف نہین ہوا تو اسکو مستبعد خیال کیا مترجم کہتا ہے کہ بعید خیال کرنے کی وجہ یہ ہے
کہ اگر فرشتہ معصوم نہو تو انبیاء علیہم السلام پر جو کچھ وحی لاتا ہے اُس سے اعتماد اُٹھ جاوے لیکن بیضاوی رح نے اچھی طرح غور نہین کیا کیونکہ اصل قصہ کا
حاصل یہ ہے کہ ملائکہ نے بنی آدم کے گناہون پر طعن کیا اور مقتضاے شہوت سے اُنکو معذور نہین رکھا پس اللہ تعالیٰ نے امتحانا انمین سے دو فرشتون کی
ماہیت بدل دی پس جب انکی ماہیت بدل گئی تو وہ فرشتے کے حکم مین باقی نہین رہے پس کوئی وجہ اعتراض نہین ہے مترجم کہتا ہے
کہ اس زمانہ مین جو احمق معترض ہوتے ہین وہ دو طرح معترض ہین اول یہ کہ جادو کوئی چیز نہین ہے دوم یہ کہ بابل مین تلاش کرنے سے ان
دونون فرشتون کا وجود نہین ملتا ہے اور یہ دونون امر دلیل ہین کہ اعتراض کرنے والے محض جاہل ہین چنانچہ پہلے اس بارہ مین روایات سلف صالحین
ذکر کرنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کلام آویگا اور حاصل مقام یہ ہے کہ جو شخص عقل و فطنت رکھتا ہو اگر سمجھ جائے تو بہتر ہے ورنہ آیات الٰہی عزوجل سے
منکر ہو کر کافر نبنے چنانچہ قاسم بن محمد نے فرمایا کہ خواہ یہ دونون ہاروت وماروت دو شخص ہون یا دو فرشتے ہون جو سحر کی تعلیم کرتے تھے بہرحال مین اپنے
رب عزوجل کے کلام پر ایمان لایا ہون (رواہ ابن جریرؒ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بہت سے علماے سلف کا مذہب یہ ہے کہ یہ دونون حقیقۃً
آسمانی دو فرشتے تھے جو زمین مین اُتارے گئے تھے۔ (ذکر احادیث و آثار) عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے

کہ جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو زمین مین اُتارا تو ملائکہ نے کہا کہ الٰہی تو زمین مین ایسے شخص کو خلیفہ بناویگا جو زمین مین فساد و خونریزی کرے
حالانکہ ہم لوگ تیری تسبیح کرتے ہین تو اللہ تعالے نے فرمایا جو مین جانتا ہون وہ تم نہین جانتے ہو ملائکہ نے کہا کہ بنی آدم سے ہم زیادہ مطیع ہین تو
اللہ تعالے نے فرمایا کہ اچھا تم انہون مین سے دو فرشتے منتخب کرو جنکو ہم زمین پر اُتارین پھر دیکھو کیسی حرکات کرتے ہین تو انھون نے ہاروت و ماروت کو
منتخب کیا پس یہ دونون زمین پر اُتارے گئے اور ایک عورت زہرہ نہایت خوبصورت انکے واسطے متمثل ہوئی پس ان دونون نے اُسکی
درخواست کی تو اُسنے انکار کیا مگر ایک شرط سے کہ وہ عورت جو شرک کرتی تھی وہی کلمہ کہین لیکن دونون نے کلمہ شرک سے انکار کیا اُسنے کہا کہ پھر وصال
کی بھی کوئی صورت نہین ہے پھر چند روز کے بعد ایک لڑکا ساتھ لیے ہوئے آئی تو پھر ان دونون نے اُس سے درخواست کی اُسنے کہا کہ یہ کیونکر ہوسکتا
ہے جب تک کہ تم اس لڑکے کو قتل نکرو مگر ان دونون نے اُسکے قتل سے انکار کیا پھر وہ اس لڑکے کے ساتھ واپس چلی گئی پھر ایک مدت کے بعد آئی
اور وہ لڑکا بھی مع شراب کے اُسکے ساتھ تھا پھر ان دونون نے اُس سے درخواست کی تو اُسنے کہا کہ نہین ہوسکتا یہانتک کہ تم شراب پیو تو ان
دونون نے شراب کو آسان سمجھکر پی لیا اور نشہ کی حالت مین اس عورت سے اختلاط کیا پھر فضیحت سے خوفناک ہوکر اُس لڑکے کو قتل کر ڈالا پھر
جب ہوش مین آئے تو عورت نے کہا کہ تمنے آخر اُس لڑکے کو قتل کیا اور جس سے انکار کیا تھا وہی پیش آیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونون فرشتون کو
عذاب دنیا و عذاب آخرت مین مختار کیا تو ان دونون نے عذاب دنیا اختیار کرلیا (رواہ احمد و ابن حبان فی صحیحہ) شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسکی سند
کے سب راوی ثقات ہین سوائے موسیٰ بن جبیر کے کہ وہ البتہ مستور الحال ہے اور اس روایت مین متفرد ہے لیکن ابن مردویہ نے موسیٰ بن جبیر
سے اُسکی متابعت روایت کی مترجم کہتا ہے کہ تقریب مین اسکو بھی مستور الحال لکھا ہے اور ابن جریر نے سنید بن داؤد کے طریق سے نافع سے روایت
کی کہ مین سفر مین ابن عمر رض کے ساتھ تھا ایک روز رات مین مجھسے دو تین مرتبہ پوچھا کہ ستارہ حمراء نکلا یا نہین مین نے کہا کہ نہین پھر جب نکل آیا تو
مین نے کہا کہ وہ ستارہ نکل آیا تو آپ نے فرمایا کہ لامرحبا لہ ولا اہلا تو مین نے عرض کیا کہ سبحان اللہ آپ ستارہ کے حق مین ایسا فرماتے ہین جو اپنے رب عزوجل کا
سامع و مطیع ہے ابن عمر رض نے کہا کہ مین نے تو وہی کہا ہے جو آنحضرت صلعم سے سنا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملائکہ نے اپنے رب عزوجل سے عرض کیا کہ اے پروردگار
تو بنی آدم کی خطاؤن پر کیسے تحمل فرماتا ہے اور اُنکو عذاب نہین فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مین نے اُنکو امتحان مین مبتلا کیا ہے اور تمکو عافیت دی ہے ملائکہ نے
عرض کیا کہ اگر ہم انکی جگہ ہوتے تو تیری نافرمانی نکرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا تم اپنون مین سے دو فرشتے اختیار کرو پس انھون نے بہت کوشش سے ہاروت و ماروت
کو چھانٹا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت مین سنید بن داؤد صاحب تفسیر مین کلام کیا گیا ہے شیخ ابن کثیر نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت
عبد اللہ بن عمر رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین بلکہ کعب احبار سے لی ہے چنانچہ عبد الرزاق نے اپنی تفسیر مین بجاے نافع کے سالم بن عبد اللہ
بن عمر رض سے روایت کی کہ میرے باپ نے کعب احبار سے روایت کی کہ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور مین بنی آدم کے گناہون کی مذمت کی تو اُنسے کہا
گیا کہ تم اپنون مین سے دو فرشتون کو چھانٹو پس اُنھون نے ہاروت و ماروت کو چھانٹا اور اللہ تعالیٰ نے دونون کو حکم دیا کہ تم کچھ شرک نہ کیجیو
اور زنا نکیجیو اور نہ شراب پیجیو اور فرمایا کہ آدمیون کے پاس مین رسول بھیجتا ہون اور میرے تمہارے درمیان مین کوئی رسول نہین ہے کعب نے کہا کہ
جس دن دونون اُتارے گئے تھے واللہ اُس دن شام نہین ہونے پائی تھی کہ اُنھون نے وہ کام کر لیے جنسے منع کیے گئے تھے (رواہ ابن جریر
و ابن ابی حاتم) اور اسکی اسناد اصح و اثبت ہے اور اسکے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہین اور نافع کی نسبت سالم خود زیادہ اثبت ہین تو معلوم
ہوا کہ اس روایت کا مدار کعب احبار پر ہے جو حضرت عمر رض کے ہاتھ پر ایمان لائے اور سابق مین علمائے یہود مین بہت بڑے عالم تھے اور کعب احبار نے
بلاشک اس قصہ کو کتب یہود سے نقل کیا پھر شیخ ابن کثیر نے آثار نقل فرمائے چنانچہ ابن جریر نے باسناد جید حضرت علی رض سے روایت کی

کہ زہرہ ایک خوبصورت عورت فارسی تھی جسنے ملکین ہاروت و ماروت کے حضور مین اپنا مقدمہ پیش کیا یعنے کسی معاملہ مین نالش کی پس
ان دونون نے اسکی خوبصورتی پر عاشق ہوکر وصال کی درخواست کی تو اسنے انکار کیا مگر اس شرط سے کہ اسکو وہ بات سکھلا دین جسکے کہنے
سے آسمان پر چڑھ سکے تو ان دونون نے اسکو یہ کلام سکھلا دیا پس وہ آسمان پر چڑھی لیکن مسخ کرکے تارا کر دی گئی شیخ ابن کثیر
نے کہا کہ اسکے راوی تو ثقات ہین لیکن یہ روایت شاذ ہے اور ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے بھی حضرت علی سے ما انزل علی الملکین کی تفسیر مین
روایت کیا کہ یہ دونون آسمانی فرشتے تھے بلکہ حضرت علی سے مرفوع روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے زہرہ کو کہ اسی نے ہاروت و ماروت
دونون فرشتون کو فتنہ مین ڈالا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ دونون روایتین منکر و غیر صحیح ہین واللہ تعالیٰ اعلم اور ابن جریر نے ابن مسعود و ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب زمین مین آدمیون کی کثرت ہوئی اور انھون نے نافرمانیان کین تو ملائکہ و زمین و پہاڑون نے بد دعا کی
کہ الٰہی انکو مہلت نہ دی جاوے اور شرارت کیجاوے پس اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو وحی فرمائی کہ مین نے تمھارے دلون سے شہوت و شیطان کو دور کیا ہے
اور آدمیون کے دلون مین شہوت و شیطان کو ڈالدیا ہے اور اگر شہوت و شیطان تمھارے دلون مین ڈالا جاتا تو تم بھی ایسا ہی کرتے پس ملائکہ
نے اپنے جی مین کہا کہ اگر ہم لوگ مبتلا ہوتے تو بچے رہتے اور اسکی نافرمانی نہ کرتے پس اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو وحی کی کہ تم ملائکہ مین سے
اپنے افضل دو فرشتون کو چنو پس انھون نے ہاروت و ماروت کو چنا تھا اور وہ دونون زمین مین اتارے گئے اور یہان ان کے پاس
ایک عورت خوبصورتی کی صورت مین جسکو مرخت کہتے تھے زہرہ اتاری گئی پس یہ دونون اسکے ساتھ مبتلا ہوکر گناہ ہوگئے اور ملائکہ کی
یہ حالت ہوئی کہ اہل زمین کے واسطے مغفرت مانگتے تھے کما قال تعالیٰ ویستغفرون لمن فی الارض الآیہ پھر جب ہاروت و ماروت سے یہ گناہ سرزد ہوا
تو اہل زمین کے واسطے عذر چاہا مانگنے لگے کما قال تعالیٰ ویستغفرون لمن فی الارض الا ان اللہ ہو الغفور الرحیم پھر ہاروت و ماروت کو
عذاب دنیا و عذاب آخرت مین اختیار دیا گیا انھون نے عذاب دنیا کو اختیار کر لیا ابن جریر اور اسکی سند مین علی بن زید بن جدعان ہین اگرچہ
کلام کیا گیا لیکن صحیح یہ کہ وہ حسن الحدیث ہے اور ترمذی نے اسکی حدیث کو حسن کہا اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ مین حضرت عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر مین تھا کہ ایک رات انھون نے غلام سے کہا کہ دیکھ ستارہ زہرہ طلوع ہوا ہے یا نہین پھر اسکے حق مین کہا کہ لا مرحبا ولا اھلا ولا حیاہا
اللہ اور یہی وہ ستارہ ہے جسنے ہاروت و ماروت کو فتنہ مین ڈالا اور واقعہ یہ ہوا کہ ملائکہ نے کہا کہ اے رب کیونکر آدمیون کو مہلت دیتا ہے
جو باہم خونریزی کرتے اور حرام کے مرتکب ہوتے اور زمین مین فساد کرتے ہین تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مین نے انکو مبتلا کیا ہے اور اگر
تمکو اس امتحان مین مبتلا کرون تو تم بھی وہی کروگے جو یہ کرتے ہین ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب ہم ایسا نہ کرینگے تو حکم ہوا کہ اچھا تم ملائکہ
مین سے دو فرشتون کو چنو اپنے مین سے پس انھون نے ہاروت و ماروت کو چنا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انکو فرمایا کہ مین تمکو زمین مین اتارتا ہون اور عہد
دیتا ہون کہ تم میرے ساتھ شرک نہ کیجیو اور زنا نہ کیجیو اور چوری نہ کیجیو پس یہ دونون زمین مین اتارے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر شہوت ڈالی اور
انکے واسطے زہرہ بہت خوبصورت عورت کی شکل مین اتاری گئی پس یہ دونون اسکے عاشق ہوکر اسکو چاہا تو اسنے کہا کہ مین ایک دین پر ہون
اور وہی میرے پاس آسکتا ہے جو میرے دین پر ہو پس ان دونون نے کہا کہ تیرا کیا دین ہے تو اسنے کہا کہ مین مجوسیہ ہون تب انھون نے کہا کہ یہ
تو شرک ہے ہم اسکو نہ کرینگے اور وہ چلی گئی پھر چند روز کے بعد ان کے سامنے ہوئی پس ان دونون نے اس سے وصال کی درخواست کی تو اسنے کہا کہ
مجھے تمھاری خاطر منظور ہے لیکن میرا شوہر ہے اور مین اس بات سے ڈرتی ہون کہ وہ اس بات سے آگاہ ہو جاوے پس تم مجھے ایسی بات بتاؤ
کہ جس سے مجھے آسمان پر لیجاؤ آخر ان دونون نے اسکے دین کا اقرار کیا اور اس سے جو چاہتے تھے وہ فعل کیا اور اسکو آسمان پر لے گئے

لیکن ان دونوں کے پر کٹ گئے اور زمین پر گرے اور زہرہ انسے بے لیکی اور یہ دونوں خائف و نادم ہوکر زمین پر روتے رہے اور اُن زمانہ میں
ایک پیغمبر تھا جو ہر دو جمعہ کے بیچ میں دعا کیا کرتا تھا اور جمعہ کو اُسکی قبولیت ہوتی تھی تو یہ دونوں کہنے لگے کہ آؤ چلکر اُس پیغمبر کے پاس درخواست
کریں تاکہ وہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ مانگے پس ان لوگوں نے جاکر اُس پیغمبر سے درخواست کی تو اُسنے کہا کہ اہل زمین کیونکر
آسمانوں کے لیے توبہ کی دعا مانگیں ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ مبتلا سے امتحان کیے گئے تھے تو پیغمبر نے فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے دن آؤ
پس جب جمعہ کے روز یہ لوگ گئے تو کہا کہ تمہارے بارہ میں مجھکو کچھ جواب نہیں ملا پس یہ لوگ دوسرے جمعہ کو آئے تو فرمایا کہ تمہارے بارہ
میں حکم الٰہی پہونچا کہ تم لوگ عذاب دنیا و عذاب آخرت میں سے کوئی اختیار کرو پس اگر دنیا میں عافیت چاہتے ہو تو آخرت میں عذاب ہوگا یا عذاب
دنیا اختیار کرو تو آخرت میں تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر پہونچو گے پس ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ ابھی دنیا میں سے تھوڑا حصہ گذرا ہے دوسرا بولا
کہ ای کمبخت پہلی بات میں میں نے تیرا کہنا مانا تھا اور اب تو میرا کہنا مان کیونکہ عذاب آخرت دائمی ہے تو اُسکے ساتھ اس عذاب دنیا کو کوئی مناسبت
نہیں جو ایک دن زائل ہوجائیگا دوسرا بولا کہ اگر ہم عذاب دنیا اختیار کریں تو بھی قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہیں اور شاید ہمیں عذاب نہ کریگا
پس دوسرا بولا کہ مجھکو قوی امید ہے کہ جب ہم نے آخرت کے خوف سے عذاب دنیا اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تو پھر دونوں عذاب
جمع نہیں فرمائیگا پس دونوں نے عذاب دنیا اختیار کیا پس یہ دونوں ایک انگیٹھی کنوئیں میں آہنی زنجیر سے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] ابن جریر نے
کہا کہ اس روایت کی اسناد جید ہے پس یہاں صحیح ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بیان کو کعب احبار وغیرہ کی روایات اہل کتاب سے لیا ہے
اور مرفوع حدیث ہونے سے یہ انسب واشبہ ہے اور یہ امر جو ان روایات میں مذکور ہے کہ زہرہ شکل عورت بنائی گئی یہ بھی حضرت علی
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا تو یہ روایت نادر و غریب ہے اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کی خوبصورتی کی وجہ سے اسکو زہرہ سے
تشبیہ دی گئی چنانچہ ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ جب آدم علیہ السلام کے بعد ایک گروہ زمانہ میں [illegible]
تو ملائکہ سماوی نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کرنا شروع کیا کہ اے رب تعالیٰ یہی وہ عالم ہے جنکو تو نے اپنی عبادت و طاعت کے
لیے پیدا فرمایا تھا حالانکہ یہ لوگ کفر و قتل و حرامکاری و حرامخوری و چوری و شرابخوری میں مبتلا ہو گئے پس ملائکہ نے بنی آدم پر بد دعا کرنی
شروع کی تو ارشاد ہوا کہ وہ لوگ غیب میں ہیں لیکن ملائکہ نے [illegible] کہا پس حکم ہوا کہ تم لوگ اپنے میں سے دو فرشتے
اختیار کرو پس انہوں نے ہاروت و ماروت کو چھانٹا پس وہ دونوں زمین پر اتارے گئے اور ان دونوں میں شہوت [illegible] رکھی گئی
آدمیوں میں ہوتی ہے اور حکم دیا گیا کہ سواے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے شرک مت کیجیو اور ناحق کسی کا قتل مت کیجیو اور حرام مال مت کھائیو اور
زناکاری و چوری و شرابخواری سے بھی منع کردیا گیا پس یہ لوگ ایک مدت تک زمین میں موافق حکم الٰہی کے عمل کرتے رہے اور لوگوں میں
عدل و انصاف سے حکم فرماتے رہے اور یہ زمانہ حضرت ادریس علیہ السلام کا وقت تھا اور اس زمانہ میں ایک عورت نہایت خوبصورت تھی
جسکی خوبصورتی کو عورتوں کے درمیان ایسی فضیلت تھی جیسی زہرہ کو تمام کواکب میں ہے ایک مرتبہ یہ دونوں اُس عورت کے پاس آئے اور
اُس سے میٹھی میٹھی لبھانے والی باتیں کرکے وصال کی خواہش ظاہر کی تو وہ انکار کرگئی الا اس شرط پر کہ دونوں اُسکا دین قبول کریں انہوں
دونوں نے پوچھا کہ تیرا کیا دین ہے تو اُسنے ایک بت نکال کر کہا کہ میں اسکی پرستش کرتی ہوں جب ان لوگوں نے اس شرط کو دیکھا تو فوراً معاذ اللہ کہہ کر
چندے دیر [illegible] کیا لیکن جوش شہوت پھر ان دونوں کو اُسکے پاس لے گیا لیکن اُسنے پھر اُسی شرط سابق پر اصرار کیا لیکن پھر بھی [illegible] کے ساتھ
انکار کرکے واپس آئے مگر جوش شہوت نے انکو مجبور کیا ایسا تنگ کیا کہ پھر اُسکے لبھانے کے واسطے گئے جب آئے تو دیکھا کہ یہ لوگ بہت آمادہ ہیں۔

تو کہنے لگی کہ تم تین باتون مین سے ایک بات اختیار کرو یا تو اس بُت کی عبادت کرو یا اس شخص کو قتل کرو یا میرے ساتھ شراب پیو آخر ان
دونون نے شراب خواری کو آسان سمجھکر شراب پی اور جب شراب کے نشہ مین مخمور ہوئے تو اس عورت سے زنا کیا پھر وہان ایک شخص آ گیا ڈرے کہ
شاید انکے فجور سے لوگون کو آگاہ کرے پھر اسکو ناحق قتل کر ڈالا پھر جب نشہ سے ہوش مین آئے اور اپنی بدکرداریون سے واقف ہوئے تو چاہا کہ
آسمان کو اُڑ جاوین لیکن انکی قوت نہ پائی اور اُنکے درمیان مین روک کر دیگئی اور جب ملائکہ آسمانی نے اُنکو دیکھا کہ کیسی ناگوار معصیات مین
گرفتار ہوئے ہین تو اُنکو نہایت سخت تعجب کیا اور پہچانا کہ جو شخص پردہ غیب مین ہو اُسکو خوف کم ہوتا ہے پھر اسکے بعد اہل زمین کے واسطے
استغفار کیا کرتے تھے چنانچہ اسی ارادہ کے واسطے نازل ہوا قولہ تعالے - والملائکۃ یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون لمن فی الارض پھر ان دونون کو
اختیار دیا گیا کہ عذاب دنیا و آخرت مین سے ایک کو پسند کرین تو اُنھون نے عذاب دنیا کو پسند کیا پس وہ دونون بابل مین رکھے گئے کہ ان پر عذاب
ہوتا ہے (وقد رواہ الحاکم بمعناہ) شیخ ابن کثیر نے کہا کہ زہرہ کے بارہ مین یہ قول قریب ہے کہ وہ حسن مین مشابہ زہرہ تھی لیکن ابن ابی حاتم نے دوسری
اسناد کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی جسمین یہی قصہ اسی طرح مذکور ہے کہ فرشتون نے آدمیون کی معصیات دیکھکر جناب باری تعالی مین
عرض کیا کہ یہ لوگ بہت فسق و فجور مین مبتلا ہین تو حکم ہوا کہ تم لوگ اپنون مین سے تین فرشتے اختیار کرو پس انہون نے تین فرشتے چھانٹے تا کہ
اُن مین آدمیون کی شہوت مرکب کی جاوے اور زمین مین توحید کے ساتھ عبادت کرین اور لوگون کے درمیان عدل کے ساتھ حکم کرین اور شراب خواری
قتل نفس محترم و زنا کاری و بت پرستی وغیرہ فجور سے منع کر دیا گیا لیکن تینون فرشتون مین سے ایک فرشتہ نے اپنے آپ کو اس امر سے بچا لیا پس
دو فرشتے باقی رہے جنمین شہوت مرکب کی گئی زمین مین آئے پھر یہان ایک عورت ناہید نام جو اپنے وقت مین حسن و جمال مین مشہور تھی اسکے ساتھ ہوئی اور
مبتلا ہو کر دونون نے اُس سے نفس کی خواہش کی مگر اُسنے یہ شرط لگائی کہ شراب پیو اور میرے بت کو سجدہ کرو اور میرے اس پڑوسی کے
لڑکے کو قتل کر دو پس کہنے لگے کہ ہم بت کو تو سجدہ نہین کرینگے لیکن آخر شراب پی اور مستی مین عورت سے زنا کاری و بت پرستی کا ارتکاب کیا اور
فضیحت کے خوف سے اس نفس محترم کو بھی قتل کر ڈالا الحاصل جب ہوش مین آئے تو وہ کلمات جو سیکھ لیے تھے کہ جنسے آسمان کو اُڑ جایا کرتے
تھے پس وہ سب گئے انکار ہو گئی اور ان دونون کو سلیمان علیہ السلام نے کہلا بھیجا کہ عذاب دنیا و آخرت مین سے ایک اختیار کرو پس اُنھون نے
عذاب دنیا اختیار کیا اور آسمان و زمین کے درمیان لٹکائے گئے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ روایت غریب منکر ہے اور عبدالرزاق نے باسناد
صحیح عبیداللہ بن عتبہ تابعی سے روایت کی کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے جو اسواسطے اُتارے گئے تھے کہ لوگون مین عدل کے
ساتھ حکم کرین اور اُسکی وجہ یہ تھی کہ ملائکہ نے آدمیون کے حاکمون سے تمسخر کیا یعنی اُنکو ظالم و فاسق ٹھہرایا پھر ان دونون فرشتون کے
پاس ایک عورت اپنی فریاد لائی کہ آخر اُسکے حسن پر فریفتہ ہو کر اُسکے ساتھ فجور مین مبتلا ہوئے پھر چاہا کہ آسمان کو اُڑ جاوین لیکن روکے
دیے گئے اور عذاب دنیا و آخرت مین مختار کیے گئے آخر انھون نے عذاب دنیا اختیار کیا - ھ معمر نے قتادہ سے روایت کی کہ یہ دونون سحر
سکھلاتے تھے اور اُنسے عہد لیا گیا تھا کہ کسی کو نہ سکھلاوین جب تک اُس سے یون نہ کہدین کہ ہم لوگ تو فتنہ یعنی امتحان کیے گئے ہین پس
تو کفر مت کر - ھ - اور اسباط بن محمد نے سدی سے روایت کی کہ ہاروت و ماروت کا قصہ یہ ہے کہ اُنھون نے اہل زمین کے احکام پر طعن
کیا تھا تو اُنسے کہا گیا کہ بنی آدم کو دس قسم کی شہوات دی ہین کہ اُنھین کی وجہ سے نافرمانیان کرتے ہین - ہاروت و ماروت
نے عرض کیا کہ الٰہی اگر یہ شہوات ہمین رکھی جاوین پھر ہم لوگ زمین مین اُتارے جاوین تو بھی ہم تیری نافرمانی نہ کرینگے تو
حکم ہوا کہ اچھا اُترو اور تمکو یہ دسون شہوات دیتے ہین اور جاکر لوگون مین حکم کیا کرو پس دنیا مین کے بابل مین اُتارے گئے پس ان

دونون کا دستور تھا کہ دن بھر حکم و تعلیم کرتے اور شام کو آسمان پر اڑ جاتے پھر صبح کو زمین پر آجاتے تھے یہانتک کہ ایک روز انکے پاس ایک
عورت نالش آئی جو اپنے شوہر پر فریاد کرتی تھی یہ دونون اُسکے حسن کو دیکھکر فریفتہ ہو گئے اور اس عورت کا نام عربی مین زہرہ ہے اور زبان
نبطی مین بے وخت ہے اور زبان فارسی مین ناہید ہے پس ہاروت و ماروت مین سے ایکنے کہا کہ یہ عورت تو میرے دل کو نہایت فریفتہ کرتی ہے
دوسرا بولا کہ مین خود تجھسے یہی کہنا چاہتا تھا مگر شرم سے نہین کہا پس اُسنے کہا کہ بھلا اُس سے وصال کی خواہش کرین تو دوسرے نے کہا کہ ہان لیکن
اللہ تعالی کے عذاب سے چھوٹنے کی کیا صورت ہے تو اُسنے کہا کہ اللہ تعالے ارحم الراحمین ہے پھر جب وہ اپنے شوہر پر مقدمہ لائی تو ان دونون
نے اُس سے وصال فجور کی درخواست کی تو وہ بولی کہ مین اسطرح نہین مانونگی جب تک کہ تم میرے شوہر پر حکم نہ دو پس ان دونون نے اسکے
موافق اُسکے شوہر پر حکم دیدیا اور اس عورت نے ایک کھنڈل مین اُنسے وعدہ کیا جب یہ دونون وہان جمع ہوئے تو اُسنے کہا کہ اسطرح تو
مین نہ مانونگی جب تک کہ تم دونون مجھے وہ کلمات نہ سکھلا دو جسکے ذریعہ سے تم آسمان پر چلے جاتے اور اتر آتے ہو پس ان دونون نے
اُسکو وہ کلمات سکھلا دئے پس وہ آسمان کو اڑ گئی لیکن بتقدیر الٰہی وہ کلمات بھول گئی جس سے اُترتے تھے تو وہین رہ گئی اور اللہ تعالے نے
اُسکو مسخ کرکے کوکب زہرہ کر دیا چنانچہ عبداللہ بن عمر جب اُسکو دیکھتے تو لعنت کرتے تھے اور کہتے کہ اسی نے ہاروت و ماروت کو فتنہ مین ڈالا
تھا پھر جب رات ہوئی تو ہاروت و ماروت نے چاہا کہ آسمان پر جاوین تو انکو یہ قدرت حاصل نہ ہوئی اور انھون نے جان لیا کہ ہلاک
ہوگئے اور انھون نے عذاب دنیا اختیار کیا اور بابل مین لٹکا دئے گئے اور لوگون کو اسیطرح سحر سکھلایا کرتے تھے - دوسرے شیخ
ابن کثیر نے مجاہد سے بھی ایسی ہی مانند طویل روایت لکھی اور آخر مین ہے کہ جب یہ دونون عاجز ہوئے تو ایک آدمی کے پاس گئے اور
کہا ہم نے سنا ہے کہ ملائکہ تجھکو بھلائی کے ساتھ یاد کیا کرتے ہین پس تو ہمارے واسطے سفارش کر پس اُسنے اُنسے دوسرے روز کا وعدہ کیا اور
تیسرے روز شفاعت قبول ہوئی اور دونون فرشتون کو عذاب دنیا و عذاب آخرت مین اختیار دیا گیا پس انھون نے عذاب
دنیا اختیار کیا - دوسرے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ ہاروت و ماروت کے قصہ مین ایک جماعت تابعین مانند حضرت مجاہد و سدی
و حسن بصری و قتادہ و ابو العالیہ و زہری و ربیع بن انس و مقاتل بن حیان وغیرہم سے روایات ہین اور متقدمین و
متاخرین اہل تفسیر مین سے بکثرت لوگون نے اس قصہ کو نقل کیا ہے لیکن کچھ شک نہین ہے کہ تفصیل بیانات حضرات
بنی اسرائیل سے منسوب ہوئی روایات ہین اور اس بارہ مین کوئی حدیث صحیح مرفوع جسکا اسناد صحیح ہو موجود نہین ہے اور قرآن مجید مین جو قصہ مجمل
دربارہ ہاروت و ماروت کے مذکور ہوا وہ بغیر اسکے تفصیل کو مشتمل نہین ہے پس ہم ایمان رکھتے ہین کہ قرآن مجید مین جو کچھ اللہ تعالی نے وارد فرمایا
اور جو کچھ اُس سے مراد لی وہ سب حق ہے اور ہمارا افادہ صرف اسی قدر پر تمام ہوتا ہے کہ ان لوگون نے کتاب الٰہی کو چھوڑ کر اس سحر کی اتباع کی جو
بابل مین ہاروت و ماروت پر بطور امتحان نازل کیا گیا تھا حالانکہ وہ دونون اپنا فتنہ ہونا اور کفر سے پرہیز کرنا بتلاتے تھے باوجود
اسکے ان لوگون نے نہ مانا پھر شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اس مقام پر ایک عجیب و غریب اثر وارد ہوا جسکو ذکر کرنا مناسب جانتا ہون قال الامام ابو جعفر
ابن جریر حدثنا اخبرنا الربیع بن سلیمان انا ابن وہب اخبرنی عبد الرحمن بن ابی الزناد حدثنی ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ انہا قالت قدمت علی
امرأۃ من اہل دومۃ الجندل الخ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ وفات سے قریب ہی مین
دومۃ الجندل کے لوگون سے ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتی ہوئی آئی تاکہ سحر کی چند باتین دریافت کرے جنمین وہ
اتفاق سے پڑ گئی تھی ولیکن اُسنے سحر کے موافق کوئی کام نہین کیا تھا عروہ نے کہا کہ میری خالہ حضرت عائشہ نے مجھسے فرمایا کہ میری

لڑکے جب اس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو روتی تھی اور ایسی زار زار روتی تھی کہ مجھکو بھی اُسپر رحم آتا تھا اور وہ کہتی تھی کہ
مجھے نہایت خوف ہے کہ میں برباد ہو گئی کیونکہ میرا شوہر تھا وہ کہیں پردیس چلا گیا اور میرے پاس ایک بڑھیا آئی تو میں نے اُس سے اس امر
کی شکایت کی وہ کہنے لگی کہ جو میں بتلاؤں تو ویسا ہی کرے تو تیرا شوہر آجاویگا تو میں نے کہا کہ میں ضرور ایسا ہی کرونگی وہ کہنے لگی کہ اچھا
تو تیار رہ میں رات کو آؤنگی جب رات ہوئی تو وہ دو سیاہ کتے لیکر آئی اور ایک پر آپ سوار ہوئی اور کہنے لگی کہ دوسرے پر تو سوار ہو جا
پھر پلک مارنے کی دیر تھی کہ میں نے آنکھ کھولی تو اپنے آپکو بابل میں کھڑا دیکھا اور ناگاہ نظر اُٹھا کر کیا دیکھتی ہوں کہ دو شخص اپنے پاؤں سے
لٹکے ہوئے ہیں وہ مجھسے کہنے لگے کہ تو کیوں آئی ہے میں نے اُس بڑھیا کے کہنے سے کہا کہ میں سحر سیکھنے آئی ہوں تو کہنے لگے کہ ہم تو فتنہ ہیں
پس تو کفر مت اختیار کر اور یہاں سے اپنے گھر لوٹ جا لیکن بڑھیا کے سکھلانے سے میں نے انکار کیا اور کہا کہ میں ضرور سیکھونگی تو کہنے لگے
کہ اچھا اس تنور میں جا کر پیشاب کر جب میں گئی تو ڈر کے مارے میں نے پیشاب نہ کیا اور اُنکے پاس لوٹ آئی وہ دونوں کہنے لگے کہ تو نے
یہ کام کیا میں نے جھوٹ موٹ کہدیا کہ جی ہاں تو کہنے لگے کہ بھلا تو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا تو اُنھوں نے مجھسے کہا
کہ تو نے ہرگز یہ کام نہیں کیا ہے اور اب بھی تو اپنے ملک کو لوٹ جا اور کفر مت اختیار کر میں نے پھر نہ مانا اور یہی کہا کہ میں سیکھونگی تو کہنے لگے
کہ پھر اسی تنور میں جا کر پیشاب کر جب میں تنور پر گئی تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور مجھکو خوف معلوم ہوا اور پھر میں ان دونوں کے
پاس لوٹ گئی اور کہا کہ میں نے یہ کام کر لیا اُنھوں نے کہا کہ پھر تو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں دیکھا ۔ وہ دونوں کہنے لگے
کہ تو جھوٹی ہے تو نے یہ کام ہرگز نہیں کیا اور اب بھی تو اپنے شہر کو لوٹ جا اور کفر مت اختیار کر کیونکہ تو اپنے معاملہ میں ٹھیک معلوم ہوتی ہے
پھر میں نے نہ مانا اور اُن دونوں سے کہا کہ میں ضرور سیکھونگی تو انھوں نے کہا کہ اس تنور میں جا کر پیشاب کر اس مرتبہ جا کر میں نے اُس تنور
میں پیشاب کیا ویسا ہی جیسا کہ ہوتا ہے میں نے اُسمیں پیشاب کیا تو دیکھا کہ مجھ میں سے ایک سوار مسلح نکلکر آسمان کو چلا یہانتک کہ میری نظر
سے غائب ہو گیا پھر میں اُن دونوں کے پاس آئی اور کہا کہ میں نے وہ کام کر لیا اُنھوں نے کہا کہ پھر تو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ مجھکو
یہ نظر آیا کہ مجھ میں سے ایک سوار مسلح نکلکر جانب آسمان چلا اور برابر چلا گیا یہانتک کہ میری نظر سے غائب ہو گیا یہ سنکر کہنے لگے کہ تو سچی ہے
اور یہ تیرا ایمان تھا جو تجھ سے نکلکر چلا گیا اور اب تو یہاں سے روانہ ہو۔ پھر میں نے اُس بڑھیا سے کہا کہ واللہ مجھے تو کچھ نہیں معلوم اور
نہ ان دونوں نے کچھ مجھسے کہا وہ کہنے لگی کہ نہیں بلکہ تجھکو سحر حاصل ہو گیا اور اب تو جس چیز کا ارادہ کریگی وہ ہو جاویگا اچھا تو یہ بالی گیہوں
اُٹھا لے اور اسے بو دے پس میں نے اُسکو بویا اور کہا کہ اُگ تو وہ اُگ آیا میں نے کہا کہ بالیاں نکل آویں تو ناگاہ
سب بالیاں نکل آئیں پھر میں نے کہا کہ تم خشک ہو جاؤ تو وہ سب خشک ہو گئے پھر میں نے کہا کہ تم پس جاؤ تو وہ سب پس گئے پھر میں نے کہا
کہ روٹیاں پک جاؤ تو وہ روٹیاں پک گئیں پھر جب میں نے دیکھا کہ میں جس چیز کو چاہتی ہوں وہ ہو جاتی ہے تو میں نے اُسکو لا حاصل دیکھا اور
مجھپر ندامت طاری ہوئی کہ میں نے ایمان کھو کر اُسکو پایا پھر کہنے لگی کہ اے ام المؤمنین واللہ میں نے کچھ نہیں کیا اور نہ میں کبھی کچھ کرونگی
اس قصہ کو ابن ابی حاتم نے بھی تفسیر میں روایت کیا اور روایت کر کے اسقدر زیادہ روایت کیا کہ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم
سے اس معاملہ کو دریافت کیا حالانکہ اُس وقت بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے لیکن سب خاموش ہو گئے اور سمجھا کہ اس بارہ میں اُس
عورت کو کیا جواب دیں لیکن ابن عباس یا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے کسی شخص نے ام المؤمنین حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کاش آپکے والدین زندہ ہوتے تو یہ معرفت اُنکے واسطے خاص تھی ۔ ہشام کہتے ہیں کہ آج اگر ہمارے پاس

وہ آتی تو ہم ضرور اسکو کچھ فتویٰ دیدیتے۔ ابن ابی الزناد کہتے تھے کہ ہشام فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تقویٰ و خوف الٰہی مین بدرجہ
کمال تھے اور ہمارا زمانہ یہ ہے اگر اب ایسی عورت آوے تو ہم اسکے حق مین ضرور کوئی فتویٰ دین اور یہ بے علمی کا تکلف ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے
کہا کہ اس روایت کی سند جید ہے اور اسی اثر سے بعض لوگون نے استدلال کیا کہ ساحر کو یہ قدرت ہوجاتی ہے کہ وہ اعیان کو بدل دے کیونکہ اسنے بالی
بوئی یہانتک کہ اسکی روٹی پکائی اور دیگر علماء نے کہا کہ ساحر کو یہ قدرت ہرگز نہین حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ صرف تخیلات ہین مترجم کہتا ہے کہ یہی
قول صحیح ہے کہ ساحرون کو قلب اعیان کی طاقت نہین ہوتی ہے کیونکہ ساحران فرعون نے کہا تھا کہ۔ ان لنا لاجرا ان کنا نحن الغالبین یعنی اگر ہم ہی
غالب ہون تو ہمارے لیے اجرت ضرور ہوگی چنانچہ فرعون نے اسکو قبول کیا اور اسکے ساتھ یہ بھی بڑھایا کہ علاوہ اجرت و انعام کے تمکو اپنا مقرب بھی کرونگا
پس اگر ساحرون کو قلب اعیان کی قدرت حاصل ہوتی تو وہ فرعون سے انعام کیون مانگتے بلکہ تمام جہان کے کنکر پتھرون کو لعل و جواہرات و سونا
بنا لیتے حالانکہ یہ بالضرور باطل ہے لیکن سحر محض تخیلات ہی نہین ہین اور جسطرح نفوس انسانی با اعتبار ایمان و قوت ملکیہ کے اور با اعتبار انواع
کفر و قواے شیطانیہ کے مختلف باختلاف کثیرہ ہوتے ہین اسی طرح سحر کا اثر بھی ان لوگون پر مختلف واقع ہوتا ہے چنانچہ تراکیب حروف و زبانی الفاظ
سے اجسام انسانی مین طرح طرح کے آثار ظاہر ہوتے ہین مثلاً گمبھیر گدھا اگر کسی رذیل شخص کو کہو تو اسمین وہ اثر نہین ہوتا جو کسی شہر کے ہادی
کو کہا جاوے اور اسی ح م ی ر۔ کی تراکیب مختلفہ سے آثار مختلفہ ہین۔ مثلاً ر ح ی م۔ رحیم۔ نہایت تحسین ہے اور ر م ی ح۔ رمیح۔ دوسرے
معنے و اثر دیتا ہے اور جو لوگ مدارک اسرار مین کسی قدر فائق ہین اور دنیاوی اقوال اغراض با نذر صوم و صلوٰۃ وغیرہ کو اور مانند کلمات تسبیح و تہلیل
و تحمید و تمجید کو صرف تخیل نہین جانتے بلکہ یہ امور دار الآخرت و واقع مین حقائق جوہریہ ہین حتیٰ کہ فضائل قراءت قرآن و نماز و صوم وغیرہ کی
احادیث صحیحہ مین تصریح بلیغ موجود ہے کہ انکے حقائق حقیقیہ ہین تو یہ لوگ خوب سمجھتے ہین کہ جسطرح ان امور خیرات کے واسطے حقائق انوار ملکیہ ہین
اسی طرح کلمات سحر کے ساتھ حقائق شیطانیہ ہین اور جب سحر سیکھنے والے نے انکو اپنے وجود مین برغبت خود دخل دیدیا تو بالضرور تھوڑا کچھ خارج ہوکر بھی
اکتساب سے حاصل ہوتے ہین مانند ایمان وغیرہ کے بخلاف خلقی قواے ملکیہ کے کہ انکو اذیت ہے جیسے حواس ظاہرہ مین ناک کان کو خوشبو و نفیس
لطیف آواز سے فرحت ہوتی ہے اور یہ عطر جو خارج سے ہو برعکس بدبو لگانے سے زائل ہوجائیگا لیکن قواے حواس صرف اذیت کے ساتھ ایک
وقت تک زندہ رہینگے پس جن احمقون نے خیال کیا کہ سحر فقط اوہام ہین یہ ان لوگون کے وہم کا قصور ہے کیونکہ سمجھنا چاہیے کہ تردد و نشو نما چاہیے کہ ہر خیر و شر
کے خلق و ایجاد مین کسی بندہ مخلوق کو کچھ طاقت نہین سوا اسکے کہ مخلوق صرف ظرف ہے تو اسکے اندر بذریعہ ظاہر کلمات وغیرہ کے اللہ تعالےٰ
جب چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے فافہم۔ ہ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس عن قیس بن عباد سے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا
کہ جب ہاروت و ماروت کے پاس کوئی شخص سحر سیکھنے آتا تو اسکو سخت ممانعت کرتے اور کہتے کہ ہم تو فتنہ امتحانی ہین تو کفر مت اختیار کر اور یہ اسوجہ سے
تھا کہ ان دونون کو بھلائی و برائی و کفر و ایمان کا علم حاصل تھا تو انکو معلوم تھا کہ سحر بھی کفر ہے پھر جب وہ کسی طرح نہ مانتا تو اس سے کہتے کہ فلان
فلان جگہ جا پھر جب وہ وہان جاتا تھا تو اسکو شیطان نظر آتا تھا اور وہ اسکو سحر سکھلاتا تھا پھر جب شیطان نے اسکو سحر سکھلایا تو اس سے ایک نور
نکلکر آسمان کو چڑھتا تھا اور جب وہ اس نور کو دیکھتا تھا تو حسرت سے چلاتا تھا۔ اور حسن بصریؒ نے یہی فرمایا کہ ہان بیشک یہ دو فرشتے سحر سکھلانے
کے واسطے اتارے گئے تھے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے بندون کے واسطے امتحان چاہا تھا پس ان دونون سے کہدیا تھا کہ کسی کو سحر سکھلاؤ حتیٰ کہ
کہ اس سے یہ کہدین کہ ہم فتنہ ہین پس تو کفر مت کر (ابن ابی حاتم) اور عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی ساحر یا کاہن یا رمال
پس جو کچھ اسنے کہا اسکی تصدیق کی تو جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا اسکے ساتھ کفر کیا (رواہ البزار باسناد صحیح) اور واضح ہو کہ اس زمانہ کے

لوگ ہاروت و ماروت سے ایسی چیزیں سیکھتے تھے جس سے شوہر و زوجہ میں پھوٹ ڈالیں اور ظاہر ہو کہ یہ حرکت شیطانی ہے چنانچہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اپنا تخت پانی پر رکھتا پھر اپنے چھوٹے چھوٹے لشکروں کو بھیجتا ہے یعنے آدمیوں کو گمراہ کرنے کو بھیجتا ہے پھر اُسکی ذریات میں سے وہ شیطان زیادہ مرتبہ والا ہوتا ہے جو آکر اُس سے کہے کہ میں نے فلان شخص کو نہ چھوڑا یہانتک کہ اُسکے اور اسکی زوجہ کے درمیان تفریق کی بس گلے سے لگا کر اُسکو اپنے قریب بٹھلاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو بہت اچھا ہے (الصحیحین) اور اسکی وجہ یہ ہے کہ باہمی پھوٹ سے بہت خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اسیواسطے حدیث میں آیا کہ باہمی فساد ہی نیکیونکا مونڈنے والا ہے اور کلمات سحر کے ذریعہ سے نفاق زیادہ جم جاتا تھا حتی کہ باذن اللہ تعالےٰ دونوں میں جدائی واقع ہوجاتی تھی حتی کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کسی شخص کے حق میں یہ ضرر منظور نہوتا تو ان کا سحر کچھ کام نکرتا تھا - (مسئلہ) ایک جماعت سلف نے کہا کہ ساحر کافر ہوجاتا ہے اور یہ امام احمدؒ سے ایک روایت ہے اور دیگر جماعت سلف نے کہا کہ اگر وہ کفر کا اعتقاد نکرے تو کافر نہوگا ولیکن اُسکی سزا یہ ہے کہ اُسکی گردن ماردی جاوے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمان لکھا کہ ہر ساحر مرد و عورت کو قتل کردو چنانچہ تین ساحر قتل کیے گئے (البخاری وشافعی واحمد) اور یونہی ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا پر اُنکی ایک باندی نے سحر کیا تو اُمہوں نے اُسکے قتل کا حکم دیا - امام احمدؒ نے فرمایا کہ تین صحابہ رضی اللہ عنہم سے قتل ساحر کی روایت ثابت ہے اور جندب الازدیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساحر کی حد یہ ہے کہ تلوار سے ماردیا جاوے (رواہ الترمذی) لیکن اسمٰعیل بن مسلم ضعیف راوی ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ جندب رضی اللہ عنہ کا قول ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ طبرانی نے اسکو دوسری اسناد سے بھی مرفوع روایت کیا اور متعدد اسانید سے روایت کیا گیا کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک ساحر تھا جو اُسکے سامنے تماشہ کیا کرتا چنانچہ اپنے سامنے ایک لڑکا بٹھلا کر اُسکی گردن مارتا اور لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اُسکی گردن الگ ہوگئی پھر اُسکو ایک آواز دیدیتا تو اُسکا سر اُسکے دھڑ سے ملجاتا تھا تو عوام لوگ کہنے لگتے کہ سبحان اللہ اسکو خوب کمال حاصل ہے یہ تو مردے زندہ کرتا ہے اور وہاں صالحین مہاجرین میں سے ایک بزرگ تھے جب اُنھوں نے سُنا تو جا کر یہ تماشہ دیکھا پھر دوسرے روز اپنی چادر میں تلوار چھپائے ہوئے لے گئے اور جب ساحر مردود نے یہ تماشہ کیا تو تلوار نکالکر اُسکو قتل کردیا اور فرمایا کہ اگر یہ سچا تھا تو اپنے آپ کو زندہ کرے اور یہ آیت پڑھی - اتاتون السحر وانتم تبصرون لیکن ولید بن عقبہ ایک فاجر حاکم تھا وہ غصہ ہوگیا اور اُسنے یہ الزام لگایا کہ بغیر میرے پوچھے اسکو قتل کردیا پس اُسنے قید کیا پھر چھوڑ دیا (الطبرانی ونحوہ ابوبکر الخلال) اور امام شافعیؒ نے فرمان حضرت عمرؓ و حکم حفصہ رضی اللہ عنہا کو جس میں قتل ساحر کا حکم ہے ایسے سحر پر محمول کیا جسمیں شرک ہو مترجم کہتا ہے کہ جملہ اقوال میں سے اقوی یہ ہے جو ہمارے مشائخ حنفیہ نے اختیار کیا کہ اگر ساحر اُسپر عمل کرے تو قتل کردیا جاوے کیونکہ سحر تو کبھی کلمات خبیثہ سے خالی نہیں ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم - (مسئلہ) امام رازی نے نقل کیا کہ معتزلہ وجود سحر سے منکر ہیں بلکہ جو شخص سحر کا قائل ہو کبھی اُسکو کافر بتلاتے ہیں - مترجم کہتا ہے کہ یہی ملحدین نیچریہ کا خیال ہے اور علماے اہل سُنت کے نزدیک سحر صحیح ہے خواہ وہ نظربندی ہو یا اُسکی کوئی دوسری حقیقت ہو اس سے کچھ بحث نہیں ہے غیر ازینکہ سحر کے واسطے ایک ماہیت ہے حتی کہ ساحر سے ہوا میں اُڑنا وغیرہ ممکن ہے مترجم کہتا ہے کہ امام غزالی وغیرہ ایک جماعت صالحین نے بعض اکابر سے حکایت کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیاطین اُسکو ہوا میں اُڑاتے پھرتے ہیں حتی کہ اگر اُسکے قریب کوئی ایسا بزرگ گذرا جسکے سامنے خبائث نہیں ٹھہر سکتے ہیں تو اُسکو چھوڑ بھاگنے سے یہ شخص گر پڑے گا چنانچہ ایسی کی حکایات معتمد ائمہ علما سے معروف ہیں مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں عوام دہریہ و نیچریہ وغیرہ میں روحیں بلانے کا شور ہے اور یہ فتنہ شیطانی ان جاہلوں کے واسطے سخت و شدید ہے اور حدیث شریف میں وارد ہوا کہ آخر زمانہ میں شیاطین بشکل انسانی آکر گمراہوں کی پیروی کرتے اور بداعتقادی کے اندر منہمک ہونے کی تاکید و تلقین کرینگے - اور تحقیق مقام یہ ہے کہ آدمی کی ترکیب عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے روح ملکیہ کہ جو نفخی ہے

اور جسم و پیکر ہیولانی رکھا لیکن جسم محسوس تو ظاہر ہے اور پیکر ہیولانی ہی لمہ شیطانی بالکل اسی جسم سے مماثل ہے سوائے اسکے کہ وہ چھونے سے
ملموس نہیں ہوتا اور اگر آنکھوں کے مقابل ہو تو بعینہٖ یہی مجسم آدمی نظر آوے گا۔ پھر موت کے بعد روح و لمہ ملکی الگ ہو جاتا ہے اور رہا جسم و لمہ شیطانی جو
طبقۂ زمین میں پایا ہے انہیں سے جسم سڑ کر خراب ہو جاتا ہے۔ اب سنو کہ حدیث میں انسانی ترکیب بلمہ ملکی و بلمہ شیطانی موجود ہے اور حدیث دیگر میں آیا
کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان مخلوق ہوتا ہے۔ اور حدیث میں آیا کہ جب مومن مرتا ہے تو اسکا شیطان بھی مدفون و مقید رہتا ہے کہ اسکو
حرکت و انتقال کی وسعت نہیں ہوتی ہے اور کافر کا شیطان آزاد پھرتا ہے یہانتک کہ قیامت کے روز وہ بھی زنجیر میں مسلسل ہو کر واصل جہنم کیا
جائے گا۔ جب یہ امر معلوم ہوا تو جسقدر حکایات ان حمقاء ملاحدہ نے دربارہ روحوں کے بیان کیں اور اپنی حماقت سے انکو روح سمجھے ہیں بلکہ شیطانی میں
برباد پڑے ہیں اور درحقیقت یہ وہی شیطان ہے جو انکو فلاں شخص معروف کے بعینہٖ صورت میں نظر آتا ہے اور انکو ہیں گمراہی میں نہاک تعلیم کرتا ہے لہٰذا ہرگز
ممکن نہیں کہ کسی مومن ولی معروف کی روح کو ان میں سے کوئی طلب کر سکے پس اہل ایمان کو چاہیے کہ اپنے عقائد معارف کو بحفظ الٰہی عز و جل محفوظ رکھیں اور
مزید اطمینان یہ ہے کہ ہر مدعی سے اہل ایمان کے ولی معروف ہیں جو شریعت و طریقت پر کامل تھا مطالبہ کریں بشرطیکہ خود اس ولی کے فیض صحبت سے
اچھی طرح پہچانتے ہوں کہ ہرگز یہ خباثت اسکے ہزار کو نہیں بلا سکتے ہیں۔ اے اہل ایمان و اسلام یہی قرآن پاک و حدیث مبارک میں معرفت بلند کمال
ارجمند ہے تم اسپر مضبوط مستقیم رہو اور ہر فتنہ سے اپنی نعمت ایمان کو محفوظ رکھو ورنہ اس سے تجاوز محض گمراہی و ضلالت ہے جو بعد موت کے صاف منکشف
ہو جائیگی اور اُسوقت سوائے حسرت و وبال کے کچھ حاصل نہوگا۔ اور عجب کہ تم مخبرات احادیث و آیات کو دیکھتے ہو جن میں تمہارے دور تمام
فتن مضلہ یعنی گمراہ کرنے والے فتنہا سے عجیبہ کی جو قیامت تک مضر ایمان پیدا ہونگے تصویر کھینچ دی گئی پھر بھی تم ان فرمیس وغیرہ کے دھوکے
میں پڑو۔ نعوذ باللہ من الضلال ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم (تتمہ) اہل السنۃ کے نزدیک اگرچہ سحر کی ہیت و حقیقت موجود ہے
لیکن ساحر کو کچھ پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے علاوہ ازیں جب ساحر سے یہ کلمات خبیثہ صادر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے جو آثار مقدر فرمائے
ہیں اُن کو پیدا کرتا ہے حتی کہ کبھی بعض اجسام میں موت پیدا ہوتی ہے لہٰذا قال تعالیٰ۔ وما ہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ۔ اور عورت مذکورہ
جو بابل سے سیکھ آئی اور آیت مقام و حکایات کثیرہ اس امر کی دلیل ہیں کہ سحر کی حقیقت موجود ہے۔ (مسئلہ) امام رازیؒ نے زعم کیا کہ سحر سیکھنا
اس نظر سے کہ سحر و معجزہ میں فرق پہچانے قبیح نہیں ہے کیونکہ معجزہ پہچاننا واجب ہے تو سحر جس سے پہچان ہو کیونکر قبیح ہوگا اور ایسی پر محققین نے اتفاق کیا
ہے شیخ امام ابن کثیرؒ نے اسکو قطعًا رد کر دیا کہ آیات مذکورہ و حدیث صحیح صریح اسکی شناخت کرتی ہیں اور وہ کون محققین ہیں جنہوں نے سحر کی خوبی پر
اتفاق کیا ہے حالانکہ کسی ایک محقق سے بھی نص موجود نہیں ہے بالجملہ مفصل رد کر دیا اور صواب کیا پھر شیخ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ابو عبداللہ
الرازی نے پھر اسکے بعد سحر کی آٹھ قسمیں بیان کیں مترجم کہتا ہے کہ میں انکو بنظر بعض فوائد کے مختصر بیان کرتا ہوں (قسم اول) سحر کذابین
و کشدانیین ہے جو سات سیارہ کی پرستش کرتے ہیں اور انھیں کی طرف سے خیر و شر کی پیدائش خیال کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
انھیں کو مسلمان کرنے اور انھیں کی تردید کرنے کے واسطے بھیجے گئے تھے اور ابن خلکان نے آفتاب و ستاروں وغیرہ کی تسخیر کا طریقہ اور انکی دعوتیں
و لباس اور بخور و پڑھنے کے کلمات وغیرہ مفصل نقل کیے ہیں اور گمان یہ ہے کہ اُسنے صرف ان لوگوں کے باطل خیالات سے بہرہ کرنے کے
واسطے ان چیزوں کا بیان کر دیا ہے (قسم دوم) سحر اصحاب اوہام و تصورات تو یہ مترجم کہتا ہے کہ یہی مسمریزم ہے جو اس زمانہ میں معروف ہے
یعنے تصورات کو اسقدر قوی کرتے ہیں کہ اُسکا اثر بیہوش کرنے وغیرہ میں کم و بیش واقع ہو جاتا ہے جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ اس فن
میں شیخ نے لکھا کہ امام رازیؒ نے وہم کی تاثیر یہ اس طرح دلیل قائم کی کہ اگر زمین پر پل رکھا ہو تو اُسپر سے چلنا ممکن ہے اور اگر نہر کے مانند کسی جگہ

ہو تو نہین ممکن ہے اور جیسے اطبا نے اتفاق کیا کہ جسکو نکسیر کا مرض ہو وہ سُرخ چیزون کو نہ دیکھے اور جسکو مرگی کا مرض ہو وہ چمکتی و گھومتی چیز نہ دیکھے اور یہ صرف اسیوجہ سے ہے کہ اُسکے ذہن مین اوہام جم جاتے ہین مترجم کہتا ہے کہ تحقیق دلیل جسمین اطبا و فلاسفہ بھی متفق ہین تکثیر نزدیک اسطرح کہ اللہ عزوجل نے اس جسم مین طبعی قوت مدبرہ رکھی ہے اور یہ بطور عادت ہے جیسے آگ مین جلانے اور پانی مین ٹھنڈا کرنے کے افعال بطور عادت جاری ہین اور اطبا نے بیان کیا کہ طبیعت مدبرہ صرف بدن سے متعلق ہے اور اُسکو عقل سے ارتباط نہین ہے چنانچہ اگر کسی عضو مین درد یا دُکھ ہو یا وہان کوئی زخم لگ جاوے تو طبیعت مدبرہ اُس طرف حفاظت کے لیے خون چڑھا لیجاتی ہے حالانکہ یہ عقلاً مضر ہے کیونکہ جب وہ خون چڑھا لیجاوے تو ورم پیدا ہو جائیگا اسیواسطے جہانتک ممکن ہے درد کو تسکین دیتے ہین خصوص ایسے مقام پر جہان ورم ہو جانے مین خوف شدید ہے پھر جب طبیعت مذکورہ کو کسی تصور کا عادی کیا جاوے مثلاً یہ تصور کیا کہ میرا اثر بالکل فلان شخص مین ساری ہو گیا حالانکہ اس تصور کے وقت اُسکو کسی دوسری چیز کا خیال نہ ہو حتی کہ اپنے نفس کا بھی خیال محو ہو جاوے تو یہ تصور مؤثر نظر آتا ہے حتی کہ اگر کوئی عورت حاملہ چاندگہن سے خوفناک ہو کر اُسکے تصور مین مستغرق ہو جاوے تو اُسکے بدن مین جو سب سے کمزور عضو ہو اُسپر اُسکا اثر واقع ہوگا اور وہ بچہ ہے چنانچہ اکثر اوقات اُسکا کوئی عضو کٹا ہوا ہوتا ہے چنانچہ یہ استدلال بتوضیح تمام سابق مین مذکور ہوا حتی کہ اسی تصور کے ذریعہ سے سلب امراض کا عمل جاری ہے اور یہ کرامت کی دلیل نہین بلکہ قوت تصور کی دلیل ہے اسیواسطے اکثر کافرون کو حاصل ہوتا ہے اور اسپر طب کے بہت سے قواعد مبنی ہین امام رازیؒ نے لکھا کہ یہی قاعدہ بد نظر کا اثر ہے امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ہان نظر بد ٹھیک ہے کیونکہ حدیث مین ہے کہ نظر ٹھیک ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرتی تو نظر ہی ہوتی (الصحیح) پھر امام رازی نے کہا کہ نفس انسانی کبھی قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف ہوتی ہے پس اگر کمزور ہو تو اُسکو ایسے اسباب کی ضرورت ہوتی ہے جیسے مسمریزم والے جمع کرتے ہین اور اگر قوی ہوتی ہے تو اُسکو کچھ حاجت نہین ہے اور اُسکی تحقیق یہ ہے کہ اگر نفس کو اس بدن سے تعلق کم ہو اور اُسکا جذب عالم آسمانی کی جانب زیادہ ہو گیا تو گویا وہ ایک روح سماوی کے مانند ہو جاتا ہے تو اُسکا اثر ان مادیات عالم سفلی پر واقع ہوتا ہے اور اگر نفس کا تعلق اس لذات بدنیہ سے زیادہ ہو تو وہ بوجہ کمزوری کے کوئی تصرف نہین کر سکتا ہے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ بیان احوال ہے اور وہ دو قسم پر ہے کبھی تو حال صحیح باتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و استقامت شریعت و تقویٰ ہوتا ہے اور یہ اس اُمت کے صالحین کے واسطے کرامات ہے دوم وہ حالت جو فاسقین فاجرین خلاف شریعت کو حاصل ہوتا ہے اور یہ کرامت کی دلیل نہین بلکہ استدراج و لعنت ہے چنانچہ دجال ملعون کے حالات و خوارق عادات بکثرت احادیث صحیحہ مین وارد ہوئے حالانکہ وہ صرف استدراج و لعنت ہے (قسم سوم) وہ سحر ہے جو قواے ارضیہ مانند اجنہ وغیرہ سے استعانت کرنے پر ہوتا ہے اور اسکو عزائم و تعویذات و تسخیرات کہتے ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ اجنہ و شیاطین دو قسم ہین ایک وہ جو زندہ از قسم جن موجود ہین خواہ مسلمان ہون یا کافر ہون اور اس سحر سے جو اثر پیدا ہوتا ہے وہ مسحور کے جسم پر محسوس ہوتا ہے اور چونکہ وہ اجسام ہوائی ہین تو جب اُنکو جذب بالائی مقصود ہوتا ہے تو مسحور کبھی ہلکا ہو کر اُڑنے کے مانند ہو جاتا ہے اور کبھی جذب سفلی کی وجہ سے بہت بھاری ہو جاتا ہے جیسے خواص ہوا مین یہ باتین معلوم ہو سکتی ہین دوم وہ ہمزاد ہین جو کافرون کی موت کے بعد زندہ چھوڑ دیے جاتے ہین کیونکہ شیطان و اُسکی ذریات کے واسطے تا قیامت موت نہین ہے بخلاف دیگر اجنہ کے پھر یہ ہمزاد جو چھوٹے بڑے ہین بالکل اُسی شکل کا ہوتا ہے جس جسم کا ہمزاد ہو سوا اسکے کہ اگر اس کو ٹٹولو تو کوئی چیز نہین ہے جیسے تم آئینہ مین بعینہٖ صورت دیکھتے ہو مترجم کہتا ہے کہ انہین ہمزادون کی وجہ سے آج کل ایک جماعت کفار نے جو معارف حقیقیہ سے گمراہ ہین روحین بلانے کا دھوکا کھایا اور ان لوگون کے حال پر نہایت افسوس ہے کہ راتون کو تصورات اور دنون کو خیالات مین تمام تکلیفات کے ساتھ ریاضات شدیدہ برداشت

قرار دیا سواے قول شافعیؒ کے کہ بطور قصاص کے قتل ہو۔ اور لکھا کہ امام ابوحنیفہ و مالک و احمدؒ کے نزدیک ساحر کی توبہ قبول نہیں اور شافعیؒ کے
نزدیک قبول ہے۔ ساحر کافر بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مثل ساحر مسلمان کے قتل ہو اور عورت ساحرہ بغیر قتل کے محبوس کی جاوے اور
ائمہ ثلاثہ کے نزدیک لبید بن الاعصم یہودی ساحر قتل نہیں کیا گیا تو کافر ساحر قتل نہوگا اور عورت مثل مرد کے ہے۔ (مسئلہ) ساحر سے
اپنا سحر دور کرنے کی درخواست کی جاوے۔ امام بخاریؒ نے سعید بن المسیب سے نقل کیا کہ ہاں۔ اور شعبیؒ نے کہا کہ نشرہ میں مضائقہ نہیں ہے
لیکن حسن بصریؒ نے اسکو مکروہ کہا۔ قرطبیؒ نے وہبؒ سے نقل کیا کہ بیری کی سات پتیاں لیکر دو پتھروں کے درمیان کچل کر پانی ملایا جاوے
اور اسپر آیۃ الکرسی پڑھکر مسحور کو تین گھونٹ پلا کر باقی سے نہلایا جاوے تو سحر دور ہوگا۔ قرطبیؒ نے کہا کہ جو شخص اپنی زوجہ سے بند ہو گیا اسکے
واسطے یہ عمدہ علاج ہے۔ شیخؒ نے کہا کہ اس بارہ میں سب سے عمدہ علاج قرارت قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس اور آیۃ الکرسی ہے کہ آیۃ الکرسی
بھی شیطان کو مطرود کرنے والی ہے۔ انتہی۔ ما فی تفسیر ابن کثیر ملخصا۔ امام غزالیؒ نے کہا کہ سحر ایک نوع دقیق ہے جو خواص جواہر جانکر اور مطالع نجوم میں
حساب لگا کر انکے موافق جسم سحر کہ نام کوزہ ہوتا ہے اسکی صورت بنا کر وقت خاص کے منتظر رہتے ہیں اور اسکے ساتھ چند کلمات کفر و فحش جو خلاف شرع
ہیں ملا کر کام کرتے ہیں جن کلمات سے شیاطین سے استعانت ہوتا ہے اور حق عزوجل نے عادت قدرت جاری فرمائی ہے کہ ایسی حالت میں مسحور میں عجیب
و غریب حالت پیدا ہوتی ہے۔ انتہی۔ سحر بھی منجملہ کبائر عظیمہ کے شرک سے ملحق ہو کر حدیث میں مذکور رہا ہے۔ (کما فی الصحیحین) اب مترجم کہتا ہے کہ ان
آیات قدسیہ کی تاویل میں دو قول مذکور ہوئے۔ اول یہ کہ ہاروت و ماروت دو بادشاہ یا حاکم تھے جو بابل میں لوگوں کو سحر سکھلاتے اور چونکہ
تقوی و طہارت و علم سے مشہور تھے تو فرشتہ خصلت ہونے سے ملکین کہلائے اور سحر کے کفر ہونے کو جانکر لوگوں کو اس سے منع کرتے تھے۔ قرطبیؒ و
ابوالسعود و بیضاوی وغیرہم نے اسی پر جزم کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تاویل پر نظم بلیغ کلام میں خلل ہوتا ہے باوجود اسکے یہ سوال ہے کہ پھر آخر وہ لوگ
کیوں سحر تعلیم کرتے تھے اور جواب ہو سکتا ہے کہ شاید انکو ابتلاء تھا جو حکم الہی عزوجل ہو لیکن کچھ خلاف نہیں کہ وہ دونوں کچھ پیغمبر نہیں تھے۔ تاویل دوم
یہ کہ حق عزوجل نے موافق تقدیر ازل کے ہاروت و ماروت کے دعوی پر جو ملائکہ سے تھے (کہ اگر ہم آدمی ہوتے تو کبھی گناہ نہ کرتے)۔ ان دونوں کو
ماہیت ملکیہ سلب کر کے ماہیت بشری میں کر دیا حتی کہ قیامت تک فرشتہ کی ماہیت سے محروم ہو کر دنیا میں اتارے گئے اور ایک عورت زہرہ کے مبتلا
فحش ہو کر عذاب کیے گئے اور انکو اس حالت میں سحر سکھلانے کا فتنہ بنایا گیا۔ چونکہ معارف صحابہ رضی اللہ عنہم بہت بلند تھے تو انہوں نے اسکو حضرت
صلعم کی طرف نسبت نہیں فرمایا تاکہ عوام جو اسرار الہیہ سے جاہل و در دائرہ حواس میں مجہول ہوتے ہیں بے سمجھی سے منکر نہو جاویں پھر اس بارہ
میں روایات باسانید صحیحہ وارد ہیں حتی کہ شیخ امام حافظ ابن حجرؒ نے صحت پر جزم کیا اور شیخ زکریا انصاری نے اسی کو حق جانا کما فی الخطیب و شیخ
ابن حجر المکیؒ نے زواجر میں بہت خوب جوابات سے بیضاوی و رازی وغیرہ کو رد کر دیا جو اس قصہ کو فقط یہودیوں کی ساخت سمجھتے اور عقل و نقل
سے بعید جانتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ جس شخص کی سمجھ اس قابل نہو اسکو چاہیے کہ یہاں یوں اعتقاد کرے کہ جو کچھ مراد الہی عزوجل ہے میں اسپر ایمان لایا اور
در حقیقت عارف اسرار کے نزدیک بیان کچھ بھی مستبعد نہیں بلکہ عجائب اسرار قدرت میں از انجملہ یہ کہ اللہ تعالی جس طرح حقائق کو زندہ ظاہر و مردہ
مخفی کرتا ہے اسی طرح زندہ میں جسکو چاہتا ہے مثل قواے عقلی و روحی کے مخفی کر دیتا ہے کہ اسپر کسی بشر کو اطلاع غیر ممکن ہے لہذا ابن جتھار نے تعجب
کیا کہ بابل میں باوجود تلاش کے پتہ نہیں ملتا ہے۔ یہ عجیب حماقت ہے کہ اسکو اپنے نفس میں عقل و روح تلاش کرنے سے پتہ مل گیا کہ وہ غیر کو
تلاش کرتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ زہرہ مذکورہ ظاہرا یہی ستارہ ہے کہ جیسا ملائکہ مذکورین کی ماہیت تبدیل کی گئی جیسے عصاے موسی کی ماہیت
تبدیل کی جاتی تھی اور تینوں ملائکہ میں سے ایک نے عہد سے اقالہ کیا اور دونوں ہاروت ماروت اتارے گئے تو وہ حاکم کیے گئے اسیواسطے

قرارت ملکین ہے اور دوسری قرارت ملکین بمعنے دو فرشتے ہے اور اُنکے فتنہ کے لیے زہرہ ستارے کو قالب فرما کر بشکل زہری عورت کے اُتار اگیا پھر جب دعوی ملکین باطل ہوچکا تو بدستور وہ زہرہ کردی گئی اور محتمل ہے کہ جیسے فرشتوں کی تقلیب ہوا اسی طرح عورت کی تقلیب بہ ستارہ ہو۔ بہر صورت انہیں کوئی امر ایسا نہیں ہے جسکی نظیر خود موجود نہو سوا سے کوتاہ نظری کے یہاں کچھ بھی بعید نہیں ہے اور ہر ایک امر اس عالم علوی و سفلی میں عجائب حکمت و قدرت سے منتظم و مربوط ہیں جیسے عالم ارضی میں سے بعض اُمور محسوسہ جانکر تمام جہان کو اسی پر قیاس کیا وہ قطعی احمق ہے حالانکہ قطعا وہ کچھ بھی یقینی حال ماہتاب تک نہیں جانتا اور نہ اسکو ان بے شمار ستاروں کی حکمت و ماہیت و آثار کا علم یا گمان ہے۔ پھر جب یہ ملکین معذب ہوئے تو ایک مخاص بدید سحر کی تعلیم کے لیے مع تفہیم فتنہ کفر کے مامور ہوئے چنانچہ جسنے تعلیم سحر تلاش کیا وہ انکو پا گیا ورنہ نہیں فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (تنبیہ) اہل بابل کا تعلقا وجود روح اور پردہ جسم کے قواے ملکیہ اور پھر وہ کفر پر دائمی عذاب القرار۔ پھر وہ مومن پر دائمی راحت قبر وغیرہ کے معتقد حقیقی ہیں تو بابل میں انکی نظیر آنے سے بعید ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جادو میں بذات خود مثل اشیاء دیگر کے کوئی تاثیر نہیں بلکہ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ قولہ لو انہم آمنوا واتقوا الآیۃ۔ دلیل ہے کہ ساحر کی توبہ قبول ہے بلکہ ساحران فرعون کی توبہ قبول ہونا معلوم ہے اور مسلمان بھی اگر مرتد ہو گیا تو اسکی توبہ قبول ہے خطیب نے کہا کہ جسنے عدم قبول توبہ کہا اسنے غلط کہا۔ جواب یہ کہ توبہ قبول ہے مگر ساحر کی توبہ قتل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہود وغیرہ کو انکا ناحق یاد دلایا اور انکی حرکات کفر و ترک توریت و ایمان آخرت پر ملامت کی مگر بیجا سے نفع کے۔ آن مغضوب علیہم میں نئے سرے سے نورانی مضر ہوئی گئی اور قدرت آلہیہ کا اعجاز ٹھیک ہوا کہ یہ لوگ غضب علی غضب میں مبتلا ہیں حتی کہ رسول اللہ صلعم کے حق میں بدگوئی کرنے کے مواقع تلاش کرنے لگے اسطرح کہ عرب اپنی زبان میں (راعنا) ایسے موقع ادب پر بولتے ہیں جیسے ہم لوگ کسی بزرگ سے عرض کرتے ہیں کہ "حضور ذرا میری طرف ترحم کی نظر فرماوین" لیکن یہود خبیث نے اپنی زبان میں اسکو بدگوئی کا کلمہ ٹھیرایا تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت دیگر ڈالی اور اہل ایمان کو ادب تعلیم فرمایا قولہ تعالیٰ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور منکروں کو دکھ کی مار ہے

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

دل نہیں چاہتا اُن لوگوں کا جو منکر ہیں کتاب والوں میں اور شرک والوں میں یہ کہ اُترے تم پر کچھ نیک بات تمہارے رب سے

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی مہر سے جسکو چاہے اور اللہ بڑا فضل رکھتا ہے

خطیب نے سراج المنیر میں لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حال پر توجہ دلانا چاہتے تو ادب سے لفظ۔ راعنا۔ کہا کرتے یعنے آپ ہماری مراعات فرمائیے اور یہودی اپنی زبان میں اس۔ لفظ کو بدگوئی و حماقت کے معنے میں استعمال کیا کرتے تھے پس ان بدبختوں نے اس کلمہ کہنے کا موقع پایا۔ الخ۔ اور ظاہر ایہ لفظ زبان عبرانی یا سریانی میں۔ راعنا۔ بتنوین بمعنے احمق ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے کیونکہ قراءۃ بخاری حفاظ کے نزدیک راعنا بتنوین محفوظ ہے مگر یہودی اسطرح زبان مروڑ کر کہتے کہ تنوین اچھی طرح ظاہر نہوتی تھی کما قال تعالیٰ۔ راعنا لیا بالسنتہم وطعنا فی الدین الآیۃ۔ خطیب نے لکھا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو انصار کے قبیلہ اوس کے سردار تھے بعض لغت یہود پہچانتے تھے پس ناگاہ انھوں نے یہود سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمہ کہتے سنا تو غضبناک ہو کر یہودیوں سے فرمایا کہ اے عدو اللہ اگر میں نے پھر تمہیں کبھی یہ کلمہ کہتے سنا تو واللہ تمہاری گردن ماردونگا پس یہودی خوفناک ہو کر کہنے لگے کہ ہماری کوئی خطا نہیں ہے کہ آپ سب لوگ بھی وقت یہی کلمہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے خطاب میں استعمال کرتے ہیں پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا۔ اے
ایمان والو تم لوگ راعنا نہ کہا کرو۔ ف تاکہ یہودیوں کی زبان درازی کی جڑ کٹ جاوے اور یہودیوں سے قول وفعل میں مشابہت نہ رہے
وَقُوْلُوا انْظُرْنَا۔ اور تم لوگ انظرنا کہا کرو۔ ف یعنی ہمارے حال پر نظر فرمائیے پس اس حال میں دو فائدہ ہوئے اول یہ کہ یہود سے
مشابہت نہیں رہی دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مشتبہ وموہم کلمات سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو پاک رکھا حالانکہ یہودی لفظ راعنا
جس سے راعنا مشتق ہوتا ہے اپنے بزرگوں کی شان میں ادا کرتے اور اس سے رعایت ہی کے معنی لیتے تھے۔ اسمع غیر مسمع۔ کہتے اور اس سے یہ مراد
لیتے کہ ہماری بات سنو دعا ہے کہ خدا تم کو بری بات نہ سنا دے لیکن اس کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ سنو اللہ تم کو نہ سنا دے سب سنو جیسے یہودی کو
کہ سمعنا وعصینا۔ اور اس سے مراد لیتے کہ ہم نے حکم الٰہی سنا اور شیطان کی نافرمانی کی لیکن اسکے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے سنا اگر مانا تو جب کبھی
یہودی خبیث اپنے کسی شیطان سے خطاب کرتے تو اچھے معنی مراد لیتے اور جب اپنی شیطانیت کے موافق اہل حق سے خطاب کرتے تو دوسرے
معنی مراد لیتے تھے پس اللہ عزوجل نے ان سب امور سے منع فرمایا چنانچہ سورۃ النساء میں انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے اور یہاں بھی راعنا سے منع کر کے انظرنا
کہنے کا حکم دیا اور فرمایا۔ وَاسْمَعُوْا۔ یعنی تم لوگ حکم الٰہی دل سے سن لو۔ ف یعنی تمہارا ایمانی مقولہ وہی ہو کہ سمعنا یعنی ہم نے دل سے
سنا اس میں یہودیوں پر تشنیع ہے جو اس کے ساتھ سمعنا وعصینا ملاتے تھے یا اسمع غیر مسمع ملاتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی خباثت کا حال
بیان فرمایا قولہ تعالیٰ من الذین ہادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتھم وطعنا فی الدین۔ اور اسکے
بعد فرمایا۔ ولو انھم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرا لھم واقوم ولکن لعنھم اللہ بکفرھم الآیہ یعنی اگر یہ لوگ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم فرمانبردار ہوئے
اور کہتے کہ اسمع یا انظرنا۔ تو یہ انکے حق میں بہتر واقوم ہوتا ولیکن انکے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی ہے ف اس مقام پر
سمعنا کے ساتھ عصینا ملانا اور اسمع کے ساتھ غیر مسمع ملانا انکی خواہش پر لعنت تھا پس اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو صرف سمعنا
کی ہدایت فرمائی تاکہ یہود ملعونوں سے مخالفت ہو جیسے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ اور ان کافروں کے
واسطے عذاب الیم مہیا ہے ف کافرین سے یہود مراد ہیں امام ابن کثیرؒ نے لکھا حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قول وفعل میں کافروں کے
ساتھ مشابہت رکھنے سے منع فرمایا اور امام احمد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے روبرو تلوار
کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کیا جاوے اور میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ میں رکھا گیا ہے اور جو شخص میرے حکم کی
مخالفت کرے اسی پر ذلت وخواری ڈالی گئی ہے اور جو شخص کسی قوم سے مشابہت کرے وہ اسی قوم میں سے ہے (رواہ احمد) اور ابوداؤد کی روایت میں اتنا ہی
بیان کیا من تشبہ بقوم فہو منہم پس اس حدیث میں سخت ممانعت ہے کہ ہماری شریعت میں جو چیز مشروع نہیں ہے اس میں کسی کافر قوم کے ساتھ مشابہت کرنا خواہ اقوال
ہوں یا افعال ہوں اور خواہ کھانا پینا ہو یا لباس ہو خواہ شادی کے رسوم ہوں یا میت کے رسوم ہوں حرام ہے کیونکہ اس میں پس یہ ہوا مراد
حدیث شریف سے استنباط کیا ہو مومنوں کے واسطے تو مطلقاً جو کچھ اپنی شادی وغمی وغیرہ کے رسوم میں ہے بالکل کہ یہی کہ کوئی امر ایسا ہو جو یہود و
نصاریٰ و مجوس و ہنود وغیرہ اقسام کفار سے مشابہ ہو اگرچہ بالاہی بارادہ سے اسکو بہت حسن خیال کرتے ہوں کیونکہ اسکی وجہ سے خواہ مخواہ
تو مشابہت کفار کی وجہ سے بہت سے ہو جاتے ناقص۔ وفا ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر حضرت
عبداللہ سے عرض کیا کہ مجھ کو آپ کچھ وصیت فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ جہاں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے۔ یا ایھا الذین آمنوا۔ سے خطاب فرمایا
وہاں سمجھ جانا چاہیے کہ کان دھر کر سن کہ وہ یا تو کوئی امر خیر ہے جس پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا کسی امر بد سے منع کیا گیا ہے۔ (ابن ابی حاتم) اسکو امام رحمہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ انصار رضی اللہ عنہم کی زبان تھی کہ۔ راعنا۔ کہا کرتے جب یہ مراد ہوتی کہ تم ہماری بات سنو اور مجاہدؒ نے فرمایا یعنی تم ہم سے سنو تم ہم سے
سنیں اور عطیہؒ نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص پیچھے سے پکارتا تو اس لفظ سے آواز دیتا پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعظیم و تکریم کے واسطے یہ لفظ غیر مناسب قرار دیکر مومنوں کو اس سے منع فرمایا شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ لفظ مذکور مشتبہ تھا جیسے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کو کرم کہنے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ کرم تو مومن کا دل ہے اور جیسے غلام کو اپنا عبد کہنے سے منع فرمایا یہ سب اللہ تعالیٰ
ہی کے عبد ہیں اسیطرح راعنا وغیرہ مشتبہ الفاظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہنے سے منع فرمایا مترجم کہتا ہے کہ اس کی بھی وہ فائدہ
حاصل رہا جو امام ابن کثیرؒ نے نکالا کہ وہ کفار سے مشابہت بھی منع فرمائی اسیواسطے کافروں کی دلی دشمنی سے آگاہ کیا تاکہ مسلمانوں کو انکی مشابہت
سے قطعی نفرت ہو جاوے بقولہ تعالیٰ۔ مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا کسی طرح چاہتے نہیں وہ لوگ جو منکر ہیں۔ مِنْ أَهْلِ
الْكِتَابِ۔ اہل کتاب میں سے۔ وَلَا الْمُشْرِكِينَ۔ اور نہ مشرکین۔ ف عرب و مجوس وغیرہ یعنی کفار خواہ اہل کتاب
میں سے یہود و نصاریٰ ہوں یا عرب و عجم کے بت پرست وغیرہ ہوں کوئی نہیں چاہتے ہیں کہ۔ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ
مِنْ رَبِّكُمْ۔ تمہارے رب کی طرف سے خیر اتاری جاوے ف یعنی نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمپر وحی نازل فرماکر سرفراز کرے
(السیوطی)) پس مشرکین عرب تو وحی کے قائل نہیں تھے لیکن جہالت سے حسد کرتے کہ بنی ہاشم میں ایک پیغمبر ہوگیا کی طرف سے
پیدا ہوا چنانچہ ابوجہل کہتا تھا کہ بنو ہاشم نے فضائل و افتخارات حاصل کیے آخر ہمنے بھی کوشش کی کہ انکے برابر ہوں اور پوری حد وجہد کی
انکے ساتھ اس درجہ پر پہونچے کہ جیسے ریل کی گاڑی جوڑی ہوتی ہے تو اب انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم میں ایک پیغمبر ہے ہم کہاں سے برابری کریں
تو واللہ ہم اسکو ہرگز نہیں مانینگے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون۔ کی تفسیر میں توضیح ہوگی۔ اور مشرکین
و کفار اہل کتاب کو یہ حسد تھا کہ آج تک اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے صرف اولاد اسحٰق و یعقوب میں نبوت چلی آئی اگرچہ وہ صرف دنیا کے ایک فرقہ
بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھی اور اب اولاد اسمٰعیل یعنی عرب قریش میں سے ایک عظیم الشان پیغمبر ہوا جسکی عظمت نبوت و کمالات امت کا غلغلہ
تمام امم سابقہ و کتب سابقہ سے چلا آتا ہے جسکی نبوت تمام جہان کے واسطے عام ہوگی پس حسد سے نہیں چاہتے تھے کہ وہ عرب کی قوم سے ہو
وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسکو
چاہتا ہے مختص فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے ف پس اسنے اپنے فضل عظیم سے اولاد اسمٰعیل میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کو ختم نبوت اور تمام جہان پر رسالت کے ساتھ مختص فرمایا۔ پس جو کوئی حسد کرے وہ جل مرے کیونکہ حق عزوجل قادر مختار ہے اسکی
حکمت و مشیت میں کسی مخلوق کو دخل کی مجال نہیں ہے۔ اس میں تنبیہ ہوئی کہ اہل ایمان کے دشمن کافر ہیں دلی محبت نہ رکھیں یعنی قلب میں کافر کی دوستی کو
داخل نہ کریں اور نہ اسکے ساتھ قول و فعل میں مشابہت پیدا کریں کیونکہ یہ کفار کبھی اہل ایمان کے اور ایمان کے دشمن ہیں جیسے شیطان انکے
ایمان کا دشمن ہے اس دلیل سے کہ قولہ تعالیٰ۔ ما یود الذین۔ میں وداد کی نفی ہے اور ود تمنا سے دل کے ساتھ محبت کو کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ دلی
آرزو و محبت کے ساتھ یہ کفار نہیں چاہتے ہیں کہ مومنوں کو خیر پہونچے اور خیر درحقیقت وہ ہے جو ایمان سے متعلق ہے اور دینی ہمدردی اصل اصول ہے کیونکہ
وحی و نبوت ہی سے ایمان و جمیع خیرات حاصل ہوتیں (تنبیہ) یہاں سے مستنبط ہوا کہ اہل کفر کی وساطت سے دنیا حاصل ہونا بغیر
خسارہ ایمانی غیر ممکن ہے کیونکہ دنیا کی چیزیں اسیوقت تک خیر ہوتی ہیں کہ وہ کمالات آخرت کا ذریعہ ہوں مگر کفار قطعاً اس کے دشمن ہیں
تو جب کوئی شخص محض دنیا کے واسطے حاصل کرے وہ آخرت سے خرابی میں پڑیگا اگرچہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ ہوس کرتے ہیں (المقولۃ الامام)

فائدہ اول۔ خیر کے تین معنے ہین وحی و علم دین و نصرت الٰہی و بیضاوی نے کہا کہ یہان ایسے معنے عام لیے جاوین جو سبکو شامل ہون اور شیخ
سیوطیؒ نے فقط وحی سے تفسیر کی کیونکہ یہی قول حضرت علیؓ و مجاہد ہے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ خیر یعنے اسلام مترجم کہتا ہے کہ یہ عام
معنے کو شامل اور رائے بیضاوی کے واسطے دلیل ہے فائدہ دوم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین جب راعنا وغیرہ الفاظ مشتبہ سے یہود ملعون
کو جھڑک کر کافر و مستحق عذاب الیم فرمایا تو معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین حتی کہ آپ کے کسی قول و فعل کی نسبت کوئی
اہانت کا کلمہ کہے تو وہ بدبخت اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے حتی کہ بعض علما نے فرمایا کہ اسکی توبہ قبول نہوگی بلکہ قتل کیا جاوے اور بعض علما نے تفسیر فرمائی کہ
اس سے یہ مراد ہے کہ اگر وہ سخت نادم ہوکر جناب باری تعالیٰ مین توبہ کرے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت مین اسکو دوزخ مین نہ ڈالے لیکن دنیا مین اُسکی
توبہ یہی رکھی گئی کہ قتل کیا جاوے جیسے بنی اسرائیل کی توبہ یہی قتل تھی مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک و اقوال و افعال شریفہ سب کا
کمال ادب ملحوظ رکھے اور شاعرون کے اشعار سے پرہیز کرے کہ یہ لوگ اپنی جہالت سے بعض اشعار کو مدح خیال کرتے ہین حالانکہ وہ بے ادبی ہوتی ہے
جس سے خوف کفر ہے فائدہ سوم۔ نبوت اختصاص الٰہی عزوجل ہے جو اُسنے اپنی رحمت سے ازل مین مقدر فرمایا حتی کہ اگر کوئی شخص اسکا تقویٰ و پرہیزگاری و
عبادات کا نتیجہ سمجھے تو کافر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جنکو اپنے علم ازل مین پیغمبر مقدر فرمایا اُنکو تقویٰ و عبادت مین بھی مرتبہ نبوت عطا کیا تھا یعنے اُنکی
عبادت و تقویٰ بھی انھین کی شان نبوت کے لائق تھا اور اُنکے ساتھ قبولیت الٰہی بھی خاص تھی اور وہ اسلام و ایمان مین نہایت اعلیٰ طبقہ ہے
کہ اُسکے بعد مراتب اُمت یعنے مراتب صدیقین پھر شہدا پھر صالحین واقع ہوئے ہین اور آخری درجہ صالحین ہے جو گناہ ہو وہ البتہ مجانسہ [illegible] کے
لائق ہوتا ہے بخلاف انبیاء علیہم السلام کے اگر بالفرض اُنسے گناہ ہو تو وہ درجہ صدیقین کی طاعت کے برابر ہو ولیکن انبیاء علیہم السلام خود گناہ سے معصوم ہین
ہان اگر کوئی لغزش ہوئی تو وہ اُنکی شان کے مقابلہ مین لغزش ہے اسیوجہ سے کہا گیا کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی جو امور کہ ابرار و متقین
سے طاعت شمار ہوتے ہین وہ مقربین کے مرتبہ مین گویا گناہ ہین پس اس مقام کو نور یقین سے اچھی طرح سمجھ لو جیسا کہ بعض بدعتین ناسمجھی سے گمراہ ہوئے
ہین کہ بے ادب لوگ مدارج قرب داوے جاہل رہے اور اپنی رعونت نفس سے یہ دعوی کیا کہ شہدا و صدیقین بلکہ انبیاء علیہم السلام سے بشریت کا مقابلہ
کیا اور یہ توفیق سے محرومی ہے اسیطرح جو کوئی اپنے نفس مین متکبر ہو وہ ہمیشہ معارف سے دور محروم ہوکر خیالات و اوہام مین مشتبہ ہوجاتا ہے چنانچہ
یہود و نصاریٰ کو کتب سابقہ مین تنبیہ کردی گئی تھی کہ وہ رسول اعظم و اکمل جو خاتم النبیین اور تمام جہان پر رسالت کیلیے بھیجا جائیگا وہ کلام
و احکام نبوت کو اپنی زبان سے ادا فرمائیگا بلکہ اُسکے ساتھ کامل فضائل بیان کیے گئے تھے کہ بعض فضائل ظاہرہ سے یہ مفہوم ہوتا تھا کہ قبول
ہر دو وکر یا اُنکے اختیار مین دیا گیا یعنے اُسکا کلام عین وحی الٰہی ہوگا چنانچہ قرآن مجید مین یہی شان حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
واسطے منصوص ہے پھر صاف ظاہر ہوا کہ احکام شریعت مین نسخ و تبدیل ہو مقتضائے حکمت آپ بدرجہ اولیٰ اُسکے اختیار مین ہے یعنے
اُسکی زبان وحی مین شریعت ہوگی اور یہ کمال بزرگی شان نبوت ہے لیکن بکثرت یہودی و بعضے نصرانی جو توفیق سے محروم ہوئے وہ
کہنے لگے یہ کیا بات ہے کہ یہ پیغمبر اپنی اُمت کو بعض حکم دیتے ہین پھر منسوخ کردیتے ہین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا قولہ تعالیٰ

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
جو منسوخ کرتے ہین ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہین تو بھیجتے ہین اُس سے بہتر یا اُسکی برابر کیا تجھکو معلوم نہین کہ اللہ ہر چیز پر

قَدِيرٌ ۝ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ
قادر ہے کیا تجھکو معلوم نہین کہ اللہ ہی کو سلطنت ہے آسمانون اور زمین کی اور تمکو نہین اللہ کے سوا کے

وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

کوئی حمایتی اور نہ مددگار

واضح ہو کہ نسخ کے چار معنے آتے ہیں اول نقل اُتارنا جیسے نسخ الکتاب یعنی ایک کتاب سے دوسری کتاب میں نقل اُتاری دوم معنی تحویل جیسے
تناسخ میراث کیونکہ مورث سے تحویل ہو کر وارث کو پہونچتی ہے سوم مٹانا اور دور کرنا کقولہ تعالیٰ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان - یعنے جو کچھ
شیطان القا کرتا ہے اُسکو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے چہارم یعنے تبدیل چنانچہ فرمایا - واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ الآیۃ - اور یہی نسخ شرعی یہاں مراد ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے اپنے علم قدیم میں ایک حکم کو ایک وقت کے واسطے رکھا پھر جب دوسرا وقت آیا تو اُسکو تبدیل فرمایا اور اسمیں ہمارا رحمت و دقائق حکمت
ہیں لہذا فرمایا - مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا - یعنے اگر ہم کوئی آیت نسخ کرتے یا اسکو بھلا
دیں تو اُس سے بہتر یا اُسکے مثل لاتے ہیں - ف - ایک قراءۃ متواترہ میں ننسها کی جگہ ننساها آیا جسکے معنے تاخیر ہیں یعنے یا ہم اُسکو
مؤخر کرتے ہیں - تاخیر سے مراد یہ ہے کہ اُسکی تلاوت اُٹھائی اور اُسکا حکم باقی رکھا یا لوح محفوظ سے نزول میں تاخیر دی - حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ
نے جس آیت کو تبدیل فرمایا اسطرح کہ قراءۃ باقی رہی و تعمیل حکم کو بدل دیا جیسے قولہ تعالیٰ - لکم دینکم ولی دین - یا جیسے فرمایا - فاعفوا واصفحوا حتی یأتی اللہ
بامرہ یعنے تم لوگ کافروں کی طعن بدگوئی کو ابھی عفو کرو اور اُس سے منہ موڑ رہو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لاوے - چنانچہ آیت جہاد سے اسکو تبدیل فرمایا
یا اسکو نسیان کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسیکو بالکل یاد نہ رہا اور یہ معجزہ عجیب تھا پس اسکی تلاوت و حکم دونوں اُٹھا لیے
گئے یا صرف تلاوت اُٹھائی اور حکم میں تاخیر دی جیسے قولہ تعالیٰ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموهما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم - یعنی بوڑھا
مرد و بوڑھی عورت اگر زنا کریں تو اُنکو سنگسار کرو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ عزیز حکیم ہے پس اسکا حکم باقی ہے اور تلاوت
اُٹھائی یعنے مؤخر ہو گئی پس خواہ تبدیل ہو یا بغیر تبدیل کے نسیان یا تاخیر ہو بہرحال اللہ عز و جل بہتر یا اسکے برابر لاتا ہے - اَلَمْ تَعْلَمْ
اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - کیا تو جانتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو وہ جب چاہے ایک حکم سے بہتر حکم دے کہ
جسمیں کثرت ثواب و مصلحت و سہولت بہت ہو یا مشقت میں اُسکے مثل ہو اور دقائق حکمت و تکمیل النفس میں اکمل ہو جیسے سابق میں احکام
تورات میں تھا اور حرمت شحوم و چربی وغیرہ احکام کہ انکو انجیل میں منسوخ فرمایا اسیطرح حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان قرآن کا
میں جس وقت جو حکم چاہا وہ اپنی حکمت بالغہ و مشیت کاملہ کے موافق منسوخ فرمایا کیونکہ یہ احکام [illegible] اسطرح چاہا اپنی
بندگی کے واسطے حکم فرمایا اور کسی کی مجال ہے کہ اُسپر اعتراض کرے - اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - کیا
تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے آسمانوں و زمین کی سلطنت ہے وہ اپنی حکمت و رحمت سے جسطرح چاہتا ہے اپنی مخلوقات
میں تصرف فرماتا ہے اور ان حکمتوں سے آگاہ ہونا بطور کمال غیر ممکن ہے مگر فی الجملہ بعض حکمتوں سے آگاہ ہو سکے واسطے [illegible]
نہیں رکھتے ہیں ہاں صحابہ صحابیات و ائمہ مؤمنین بالاتفاق سمجھتے ہیں چنانچہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ابتدا میں سوا اعتقاد توحید کے شرائع [illegible]
کچھ نہیں رکھتے کیونکہ اہل عرب تو معنے توحید و نبوت سے بالکل واقف نہ تھے تو نہایت رحمت سے اول اُنکو معنے توحید کے سکھلائے جب وہ
معرفت توحید کو سمجھ گئے اور اعتقاد اُنکے دلوں میں جم گیا تو دو رکعت نماز وہ بھی ایک دو وقت مقرر فرمائی تاکہ اور اطمینان سے بجالا کر اور
اور اسی طرح رفتہ رفتہ جمیع شرائع تعلیم فرمائے تاکہ بہت آہستگی سے بتدریج اُنکے نفوس ہر ہر کمال پر پہونچ جیسے اول بچہ پارے سے قرآن
آہستگی کے ساتھ جمیع علوم پڑھاتا ہے حتیٰ کہ اگر یکبارگی اُسکو معانی دقیقہ کا سبق پڑھا دے تو اسکو کچھ نہ آوے بس صاف ظاہر ہے کہ [illegible]

نازل ہوتے تو یہ کمال جاتا رہتا کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بنی اسرائیل کو بعد ایک مدت دراز کے پوری توریت دی گئی تو انکے قبول کرنے سے
منکر ہوئے تو اس سے معلوم ہو گیا کہ نسخ میں کیسے دقائق حکمت موجود ہیں اور یہ جو بعض یہود و نصاریٰ نے بیہودگی سے گمان کیا تھا کہ حکم بدلنا تو تذبذب ہے
کہ کبھی ایک حکم دیا پھر ایک حکم دیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ تذبذب نہیں بلکہ علم الٰہی کی دلیل ہے کہ اُسنے ایک مدت کے واسطے جو حکم دیا وہ برابر [illegible]
اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ فلاں وقت دوسرا حکم ہے پس جس زمانہ میں جو حکم تھا وہ بھی اُس وقت کے واسطے حق و باقی ہے پس نسخ و تبدیل درحقیقت
اہل ایمان کے واسطے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکمیل فرمائی حتیٰ کہ اُنکے قلوب قوی ہوئے بعض احکام کے متحمل ہوئے
مثلاً حکم تھا کہ روزانہ سوا اسکے قدر کفایت کے باقی سب صدقہ کریں اسیطرح کافروں کے مقابلہ میں جہاد ہے جبکہ دس گنے ہوں تو منہ نہ موڑیں
وغیرہ ذالک لیکن ظاہر ہے کہ پچھلی اُمت اس تحمل کے لائق نہ تھی تو اُنکے واسطے نہایت آسانی فرمائی کہ مال میں سے بھی جو ضرورت و استعمال سے
بالکل فاضل ہو اُسمیں سے بھی فقط چالیسواں حصہ زکوٰۃ مفروض فرمائی اور کافروں کے مقابلہ سے بھی جبکہ دوچند سے زائد ہوں معذور رکھا اسیطرح
اپنی ولایت سے ہر طبقہ کے مناسب پرورش فرمائی اسی واسطے خطاب فرمایا۔ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ
وَلَا نَصِيرٍ ۔ اور سوائے اللہ تعالیٰ کے تمہارے واسطے کوئی متولی نہیں اور نہ ناصر ہے۔ ف پس ہم لوگوں پر اُسکی شکرگذاری واجب ہے
(مواقع نسخ و کیفیت نسخ) امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابن جریرؒ نے فرمایا کہ نسخ صرف انہیں آیات میں ہوتا ہے جو امر و نہی و حرام و مباح احکام شرعیہ
ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی توحید و صفات میں یا اخلاق کریمہ میں نسخ نہیں ہو سکتا اسی طرح قرآن میں جو اخبار یا قصص ہیں یا احوال آخرت میں مانند
وعدہ ثواب و وعید عذاب کے انہیں بھی نسخ نہیں ممکن ہے پھر نسخ کی کیفیت اسطرح تھی کہ کبھی بالکل بھلا دیا گیا چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
سے روایت ہے کہ دو بھائی مسلمان تھے اور انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سورہ پڑھایا پس یہ دونوں رات کی نماز میں اُسکی تلاوت کیا کرتے تھے ایکروز
ایسا اتفاق ہوا کہ رات میں جب یہ دونوں نماز کے واسطے کھڑے ہوئے تو اس سورہ میں سے ایک حرف بھی نہ پڑھ سکے (آخر انہوں نے دوسری سورت اپنی نماز پڑھی)
پھر صبح کو دونوں روانہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے (اور خوفناک ہو کر) دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال عرض کیا
تو آپ نے فرمایا کہ ڈرو مت کہ یہ سورہ منسوخ کی گئی و بھلا دی گئی ہے (رواہ الطبرانی و ابوبکر بن الانباری) قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ چاہتا بھلا دیتا اور جو کچھ چاہتا تبدیل فرماتا تھا (عبد الرزاق) اور اسیکے مانند حسن بصریؒ سے روایت ہے (ابن جریر)
اور اسیکے مانند حضرت ابن عباسؓ نے تفسیر فرمائی (ابن ابی حاتم) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ ہم میں علی رضی اللہ عنہ
فیصلہ قضایا میں سب سے بہتر ہیں اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قرأۃ میں سب سے بہتر ہیں حالانکہ ابی بن کعبؓ کا یہ قول ہم چھوڑ دیتے ہیں کہ جو اُبیؓ کہا
کرتے ہیں کہ میں نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اسکو نہیں چھوڑوں گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا
(رواہ احمد و البخاری) اور معنے یہ ہیں کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آیات ایسی سنیں جنکی تلاوت منسوخ ہو گئی لیکن
بھلائی نہیں گئی ہیں تو ابی بن کعبؓ اُنکو پڑھنے پر بھی آمادہ ہیں اگرچہ مصحف میں داخل نہ کریں لیکن اس تبرک کے خیال سے نہیں چھوڑتے
کہ میں نے انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا تھا تو یہ امر اگرچہ ابیؓ کے واسطے مضر نہیں ہے کیونکہ وہ خود ناسخ
منسوخ کو پہچانتے ہیں لیکن تابعین کے حق میں مضر ہے کہ وہ اُسکو مصحف میں سے گمان کرینگے لہذا حضرت عمرؓ نے فہمائش و تنبیہ فرمائی [illegible]
کہ نسیان کے طور پر نسخ ہونے کی دوسری مثال [illegible] از انجملہ گیارھویں پارہ میں جہاں اقسام منافقین کی فضیحت کی
ہے تو ابتدا میں منافقوں کے نام بھی بیان کیے گئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے بھلا دیے چنانچہ وہاں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت

آویگی اور واضح ہو کہ ناسخ و منسوخ کے چند اقسام ہین اول یہ کہ لفظ و معنی دونون منسوخ ہوئے چنانچہ نسیان کی مثالون مین ظاہر ہے اور نیز حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مین ہے کہ ۔ کان فی ما انزل عشر رضعات معلومات ۔ یعنے جو اُتارا گیا اُسمین دس رضعات معلومہ ہین یعنی دس بار دودھ
پلانے سے حکم رضاعت کا ثابت ہوتا تھا (کما فی الصحیحین) حالانکہ اسکا لفظ بھی منسوخ ہے اور معنی بھی منسوخ ہین دوم یہ کہ حکم منسوخ مگر تلاوت باقی
ہے اور اسکی بعض مثالین اوپر گذرین اور نیز قولہ تعالی ۔ واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم یعنی جو عورتون کی زناکاری پر چار [illegible] کر کے الگ
پڑی چھوڑنے کا حکم تھا پھر سورۂ نور کی حد زنا کی آیت نازل ہو کر یہ حکم منسوخ ہو گیا ۔ سوم یہ کہ حکم باقی مگر تلاوت منسوخ ہوتی ہے جیسے قولہ الشیخ و
الشیخۃ اذا زنیا الآیۃ ۔ اور بعض علما نے قسم اول کو جائز نہین رکھا ہے بدلیل ظاہر قولہ تعالی ۔ نات بخیر منہا او مثلہا ۔ یعنے ویسا یا اُس سے بہتر آنا ضرور ہے
اور جواب اسکا وہی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جو اوپر گذری اور نیز بہتری کچھ اسمین منحصر نہین ہے کہ دوسری آیت ہی آوے بلکہ بندون کی
تکلیف دور کرنا جسپر اُنکی شکرگذاری ہووے بہتری ہے مترجم کہتا ہے کہ کبھی حکم بدون تعمیل کے منسوخ ہوجاتا ہے جیسے معراج مبارک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی اُمت پر پچاس وقت کی نمازون کا حکم ہوا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے اللہ عزوجل نے نسخ فرما کر صرف پانچ وقت کی رکھین [illegible]
نے فرمایا کہ آیت مین اگرچہ اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بطریق خبر کے اپنی عظمت سے آگاہ فرمایا لیکن اس سے یہودیون کو جھوٹا و خوار
بنانا بھی ظاہر ہے کیونکہ یہودی اس بات سے انکار کرتے تھے کہ توریت کے احکام منسوخ ہون اسواسطے حضرت عیسی علیہ السلام کی نبوت
انکار کرتے تھے کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام نے انجیل الٰہی سے توریت کے بعض احکام منسوخ کیے اگرچہ باقی توریت اُنپر بھی بدستور لازم رہی اور یہ
یہودیون کی محض عداوت تھی کیونکہ عقلاً کچھ بھی محال نہین ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندون کو جس طرح چاہے حکم فرماوے اور اللہ تعالی [illegible]
طرح کا حکم سب بندون پر لازم رہے اور کیونکر کوئی شخص نسخ کا انکار کرسکتا ہے کیونکہ یہ تو یہود کو بھی تسلیم ہے کہ کتب سابقہ و شرائع سابقہ مین واقع ہوچکا کیونکہ حضرت
آدم علیہ السلام کو اپنی اولاد مین لڑکا و لڑکی کا باہم نکاح کرنا جائز تھا حالانکہ بعد اسکے بھائی بہن کا نکاح منسوخ ہو گیا اور اسیطرح حضرت نوح علیہ السلام کو پہلے
بعد طوفان کے کشتی سے نکلکر جمیع حیوانات کا کھانا جائز تھا حالانکہ بعد اسکے بعض جانور منسوخ ہوئے اور اسیطرح حضرت یعقوب علیہ السلام اور انکی اولاد
کو ایک وقت مین دو بہنون کا نکاح مین رکھنا حلال تھا حالانکہ بنی اسرائیل مین بعد نزول شریعت توریت کے ممنوع ہو گیا اور اسی طرح حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو اپنے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا لیکن یہ کام پورا کرنے سے پہلے منسوخ کر دیا گیا اور اسی طرح گوسالہ پوجنے والے بنی اسرائیل کو قتل
نفس کا حکم ہوا پھر ہنوز سب قتل نہوئے تھے کہ اللہ تعالی نے یہ حکم منسوخ فرمایا اور اسی طرح بہت سی مثالین ہین جو یہودیون پر حجتی لازم ہین اور خود
انکا اقرار کرتے ہین اور اسی طرح توریت و انجیل مین حضرت خاتم النبیین کی بشارت اور اُنکی متابعت شریعت کا حکم قطعی موجود ہے پس ظاہر ہے کہ شریعت
سابقہ منسوخ ہوگی مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام خوب و حجت قاہرہ ہے لیکن نصرانیون پر تعجب ہے کہ یہودیون کے ساتھ ملکر کہنے لگے کہ ہان نسخ نہین ہوسکتا چنانچہ
یہودیون نے انکو جاہل بنا دیا اس طرح کہ جب نسخ نہین ہوسکتا ہے تو انجیل و نبوت حضرت عیسی علیہ السلام دونون کا دعوی باطل ہوگا کیونکہ شریعت
انجیل مین جس سے احکام توریت منسوخ ہوگئے مانند وجوب جہاد و حرمت شراب و گوشت شتر و چربی وغیرہ پس نسخ صحیح و قطعاً واقع ہوتا چلا آیا ہے
اور اللہ تعالی اپنی حکمت بالغہ سے اپنے بندون پر اپنی مشیت کے موافق جن افعال سے چاہتا ہے عبادت مقرر فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالی کی معرفت و
توحید صفات و اخبار آخرت مانند ثواب و عذاب قابل نسخ نہین ہین اور یہی اصل ہین اور انمین جمیع انبیاء علیہم السلام متفق ہین پس طریقہ عبادت
اور کھانے پینے کے حرام و حلال مین البتہ اپنی مشیت کے موافق بندون کو مختلف طور سے بندگی کرنے کا حکم فرمایا اور یہ اپنی مخلوقات مین
تصرف اپنی حکمت سے ہے ۔ (فائدہ) مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالی ۔ نات بخیر منہا او مثلہا ۔ مین اشکال ہے مراد ثواب [illegible]

اگرچہ حکمت الٰہیہ مین ناسخ و منسوخ ہر ایک سے مصلحت خاص متعلق ہے اور نظم قرآنی کی تثلیث مراد نہین ہے چنانچہ بعض نے یہی ہم کرکے دعوی کیا کہ قرآن مجید کا حکم سُنت نبوت یعنے حدیث سے منسوخ نہین ہوسکتا اور یہ قول باطل ہے اور تمام اہل سُنت متفق ہین کہ آیت قرآن کا نسخ جسطرح دوسری آیت قرآن سے ہے اسی طرح حدیث سے ہوتا ہے لیکن مالکیہ و شافعیہ و حنبلیہ کے نزدیک تو اسناد صحیح ہونا کافی ہے توضیح یہ ہے کہ قرآن مجید تو متواتر ثابت ہے اور احادیث شریف اگر متواتر یا مشہور اسناد سے پہونچین تو بلا خلاف یقین ہوگا کہ یہ حدیث بیشک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور چونکہ حدیث بھی وحی الٰہی ہے تو اس سے بالاتفاق آیت قرآن کا نسخ جائز ہے اور اگر اسناد مشہور یا متواتر نہو بلکہ اسکے کم مگر اسناد صحیح ہو تو بھی مالکیہ و شافعیہ و حنبلیہ کے نزدیک ناسخ ہوسکتی ہے اور حنفیہ کے نزدیک نہین اور یہی بعض مالکیہ کا قول ہے اور منہاج البیضاوی کی شرح مین لکھا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قیاس سے بھی نسخ جائز ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ مشہور اصول حنفیہ کے خلاف ہے اور صحیح یہ تفصیل ہے کہ اگر قیاس منصوص العلت ہو جیسے قولہ تعالےٰ۔ یسئلونک عن المحیض قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض الآیۃ سے معلوم ہوا کہ حیض مین جماع کی ممانعت اس علت سے ہے کہ یہ گندگی کی حالت ہے تو جب یہ علت قطعی معلوم ہوگئی تو ہر ایسا جماع جسمین گندگی ہو قطعاً حرام ہوگا جیسے زوجہ کے ساتھ لواطت کرنا قطعی حرام ہے کیونکہ وطی حیض سے بھی زیادہ نجس ہے اجماع الامۃ سے بالاتفاق نسخ جائز ہے قطعی اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے کیونکہ مومنین کا اجماع شرط ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا مومن ہونا قطعی معلوم ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اولئک ہم المومنون حقا۔ اور قولہ تعالےٰ۔ اولئک ہم الصادقون۔ اور قولہ تعالےٰ۔ اولئک ہم المفلحون۔ اور قولہ تعالےٰ۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اور قولہ تعالےٰ۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم الآیۃ پس صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع تو قطعی مومنین کا اجماع ہے بعضون نے کہا کہ شیخ ابن حزم نے اجماع کے قطعی ہونے سے انکار کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ ابن حزم کو قطعیت سے انکار نہین ہے بلکہ شیخ مذکور کہتا ہے کہ قوم جن کو مسلمان بھی صحابی کہین حالانکہ اجماع مین انکا موجود ہونا روایت نہین ہے ذکرہ الشیخ ابن حجر فی الاصابۃ لیکن شیخ ابن حزم کا قول مردود ہونے پر اجماع ہے پھر سوائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو اجماع واقع ہوئے وہ قطعی نہین ہین ف واضح ہو کہ قرآن پاک عین تکمیل صفات ہے اور یہ حقیقی شان حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم تھی کیا نہین دیکھتے ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم یہی قرآن ہے کما فی الصحیح یعنے آپ کے اخلاق کریمہ عین موافق القرآن مجید ہین اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم درجہ بدرجہ کہ جس قدر قرآن مجید سے توافق زیادہ ہوا اسیقدر خصائل رذیلہ زائل ہوکر اخلاق کریمہ پیدا ہوتے ہین اور یہ عین صفات قدسیہ الٰہی عزوجل سے منور ہے لہذا الشیخ عرائس نے قولہ تعالےٰ۔ ما ننسخ من آیۃ کے اشارہ مین کہا کہ ہر مرتبہ و مقام کے لائق صفات بشریہ سے اللہ تعالیٰ بذریعہ آیتہ کلام پاک کے زائل فرماکر صفت نورانی عطا فرماتا ہے اور یہ تبدیل برابر جاری رہتی ہے یہانتک کہ کمال حاصل ہو اور چونکہ کلمات الٰہیہ غیر متناہی ہین بدلیل قولہ تعالیٰ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ یعنی اگر زمین کے کل درخت کوئی ہون سب قلم بن جاوین اور سمندر سب دوات ہوجاوین اور ایسے سات سمندر دیگر اسکے ساتھ شامل ہون تو بھی کلمات الٰہی کم نہون۔ پھر پس عطاء معارف کی بھی کوئی انتہا نہین ہے لہذا البعض نے فرمایا کہ اہل قبولیت جنہین صلاحیت جنت دیگئی وہ ہمیشہ بہشت ہی مین رہینگے اور وہان انہا ترقیات نعمت مدارج معرفت پر بڑھتے چلے جائینگے اور یہ ترقی تو اہل سعادت کے واسطے حیات دنیا سے شروع ہوتی ہے حتیٰ کہ ایک حالت سے ترقی کرکے بلند حالت پر پہونچا جاتا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی تھا مگر فرق یہ ہے کہ انبیا کے لیے تو اپنے منازل مین ترقی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے ابتداء حال وہ تھا کہ صدیقین کا انتہا ہے عروج انکے متصل ہوتا ہے مگر اسمین وافعل

نہیں ہوتا ہے پس آپ کے مدارج آپ کی شان نبوت میں ترقی کرتے حتی کہ معراج بھی ایک مرتبہ تھا قال تعالےٰ - وَلِی نَنْدَلی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی - اور عالی مدارج کو اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے - (عس) واضح ہو کہ ہر عارف عاقل خوب سمجھتا ہے کہ انسان اپنے مدارج نفس کی ترقیات میں کبھی راہ نہ پاوے اگر ہدایت الٰہی بشرع رسالت اُسکی دستگیری نفرماوے تو پھر آدمی کی کیا مجال ہے کہ وہ حکمت الٰہیہ کے نسخ و تبدیل وغیرہ میں سوالات کرے کیونکہ جو شخص مثلاً دنیا میں شاہی اصول حکمت سے واقف ہو وہ موقع اور مناسب سوال کرسکتا ہے حالانکہ یہ معاملات صرف انہیں حواس سے متعلق ہیں جنمیں سب آدمی برابر ہیں پھر بھی وزیر سلطنت و بازاری کی فہم و فراست میں بڑا فرق ہے تو مدارج آخرت تعلیم نبوت میں جہان بادشاہ ایک بازاری کی برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا ہے یہ کیونکر کوئی شخص سوالات کرسکتا ہے بلکہ وہان بھی راہ ادب ہے کہ اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و رضا پر بہمہ تن اپنے آپکو سپرد کرے لہٰذا اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص بندون کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جس ادب کا لحاظ رکھنا چاہیے سکھلایا اور اپنے دشمنون شیاطین انس و جن کے فریب و وسوسے سے نجات کا قاعدہ بتلایا کما قال تعالیٰ

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ

کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال شروع کرو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے پہلے اور جو کوئی انکار

بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ

بدلے یقین کے وہ بھولا سیدھی راہ سے دل چاہتا ہے بہت کتاب والون کا کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان ایسے

بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ

ہوئے پیچھے کافر کر دین حسد کر کر اپنے اندر سے بعد اسکے کہ کھل چکا اُنپر حق

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم البتہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

اور کھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے بھلائی وہ پاؤ گے اللہ کے پاس

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے

امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایسی باتیں پوچھنے سے منع فرمایا جنکا ابھی وقوع نہیں ہوا ہے جیسے قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم الآیۃ یعنی اے ایمان والو مت پوچھو ایسی چیزوں کو کہ اگر تمہارے لئے [illegible] ظاہر کی جائیں تو تمکو برائی پہونچاوینگی حالانکہ ان باتوں میں قرآن نازل ہو رہا ہے اگر [illegible] [illegible] کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اشیا کو اصلی اباحت پر رکھا ہے کما قال تعالیٰ [illegible] [illegible] ان چیزوں کے حکم کو ممنوع کر دیا اور یہ کمال رحمت سے بندوں پر آسانی ہے اور پوچھنے میں یہ ضرر ہے کہ شاید وہ حرام کر دی جاوے [illegible] کوئی عذر مسموع نہ ہوگا اسیواسطے حدیث میں آیا کہ مسلمانوں کے حق میں وہ مسلمان سب سے زیادہ مجرم ہے جو ایسی چیز کو دریافت کرے جسکی بابت کوئی نص حرام کرنے والی نہیں تھی پھر وہ اسکے پوچھنے سے حرام کر دی گئی (الصحیح) اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سوال کو مکروہ

معیوب سمجھتے تھے چنانچہ صحیحین کی حدیث ملاعنہ میں مروی ہے اور حدیث مغیرہ بن شعبہؓ میں آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کو باہمی قیل وقال اور بربادی مال اور کثرت سوال سے منع فرماتے تھے (الصحیحین) اور دوسری حدیث مین فرمایا کہ جب تک مین تمکو چھوڑون تم مجھے چھوڑو یعنی اُسکی بابت حکم مت پوچھو کیونکہ تمسے اگلی اُمتین اسی جہت سے تباہ ہوئین کہ اپنے انبیاء سے بکثرت احکام پوچھے پھر مخالفت کی پس تمکو جب مین کسی امر کا حکم دون تو جہانتک ممکن ہے اُسکو عمل مین لاؤ اور اگر کسی بات سے منع کرون تو اُس سے باز رہو (صحیح مسلم) اور یہ حدیث آپنے اُس وقت فرمائی کہ جب لوگون کو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمپر حج فرض کیا ہے پس ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ہر سال فرض کیا ہے اور اُسنے بار بار پوچھا یہانتک کہ تین بار آپ خاموش رہے پھر فرمایا کہ نہین یعنی ہر سال فرض نہین ہے اور اگر مین کہتا کہ ہان تو تم پر ہر سال فرض ہوجاتا اور اگر ہر سال فرض ہوجاتا تو تمسے ادا نہوتا (الصحیح) یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے لسان شریعت عطا فرمائی ہے جیسا کہ کتب سابقہ مین آپکی صفات مین مذکور رہا ہے انس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ہم لوگ تو سوال سے منع کردیے گئے تھے تو ہمکو تمنا ہوتی تھی کہ اعراب مین کوئی سمجھدار آدمی آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھے تو ہم بھی سُن لین (السنن) اور براء بن عازبؓ سے اسکے مانند روایت ہے اور کہا کہ ہمکو کوئی بات پوچھنی ہوتی تو سال گذر جاتا اور ہم بوجہ ہیبت کے نہین پوچھ سکتے تھے (ابو یعلی) اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر ایک ہیبت عظیم چھائی ہوئی تھی (کما فی الصحیحین) حتی کہ ہرقل قیصر روم کی طرف سے اور پرویز کسریٰ فارس کی طرف سے جو ایلچی آتے تھے اُنپر اسقدر ہیبت سوار ہوئی کہ کانپنے لگے اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پیغام ادا کیا (کما فی السیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بہتر قوم نہین دیکھی کہ اُنھون نے صرف بارہ مسئلے پوچھے کہ وہ سب قرآن مجید مین مذکور ہین (البزار)

مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے یہ ہین کہ قرآن مجید کلام الٰہی عزوجل قدیم ہے تو جو کچھ کلام الٰہی عزوجل مین ازل سے واقع ہوا تھا وہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا پس انکی فضیلت کا مایہ ظاہر ہے کہ اُنکے وہی سوال ہین جو کلام الٰہی مین تلاوت کیے جاتے ہین پس اسکو سمجھو کہ یہ کلام ابن عباس رضی اللہ عنہ نہایت لطیف دقیق متین ہے پس یہ کرامت تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے خاص ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے واسطے رسول ہین تو اسمین مومنین وکافرین سب شامل ہین مگر کافرون پر علاوہ ندرت کفر کے بیہودہ سوال کرنے کا بھی عیب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یسئلک اہل الکتاب ان تنزل علیہم کتابا من السماء فقد سألوا موسیٰ اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جہرة یعنی اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہین کہ آپ آسمان سے کوئی کتاب اُتار لائیے (اس بیہودہ سوال سے تعجب نہ کیجیے) انھون نے تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑھکر سوال کیا تھا کہ کہنے لگے کہ ہمکو کھُلا کھُلا اللہ تعالیٰ کو آنکھون دکھلا دیجیے۔ ھ۔ اور محمد بن اسحٰق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہودی رافع بن حریملہ ووہب ابن زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ آسمان سے کوئی کتاب ہمارے لیے اتار دیجیے اور یہان نہرین جاری کردیجیے تو ہم آپکو مان لین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ اَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ یا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسے سوال کرو جیسے موسیٰ سے قبل سے سوال کیا گیا تھا چنانچہ موسیٰ سے کہا کہ ہمارے لیے بھی ان لوگون کے بتون کے مانند ایک خدا بنادو اور کبھی کہا کہ ہمکو عیاناً اللہ تعالیٰ کو دکھادو اور مانند اسکے بیہودہ سوالات کیے اسیطرح ان یہودیون نے بھی عناد وسرکشی سے معجزات عظیمہ وقطعی دلائل نبوت چھوڑکر بیہودہ سوالات شروع کیے جیسے کفار مکہ کی بھی یہی کیفیت تھی چنانچہ مجاہد نے فرمایا کہ کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے واسطے اس کوہ صفا کو سونے کا کردیجیے تو آپ نے فرمایا کہ اچھا لیکن یہ مانند بنی اسرائیل کے واسطے مائدہ آسمانی تھا ویسا ہی یہ سونے کا پہاڑ تمہارے واسطے ہوگا تو جو شخص اس سے انکار کیا وہ ہلاک ہوگیا

سدی وقتادہؓ سے بھی اسکے مانند مروی ہے۔ع۔ مترجم کہتا ہے کہ بنی اسرائیل نے آسمان سے طعام پختہ مانگا تھا تو یہ شرط ہوئی کہ اچھا بھیجا
جائیگا لیکن اگر ناشکری سے ذخیرہ کیا گیا تو عذاب سخت دیا جائیگا پس اُنہوں نے منظور کر لیا لیکن امتحان میں پورے نہ اُترے تو نافرمانی سے
مسخ کر کے سور کر دیے گئے جو تین تین دن میں مر گئے چنانچہ سورۂ مائدہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ واضح ہو کہ قریش کو یہ سوال غالباً یہودیوں وغیرہ نے
سکھلایا تھا اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے وہی شرط لگائی جو نزول مائدہ میں تھی اور چونکہ یہودیوں سے قریش نے مائدہ
والوں کا انجام سُنا تھا لہٰذا خوفناک ہو کر نامنظور کیا علامہ بیضاویؒ وغیرہ نے لکھا کہ۔ ام تریدون۔ ام متصلہ یا منقطعہ ہے لیکن متصلہ جب ہی
ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے حرف استفہام ہو جیسے بولتے ہیں ازید ام عمرو یعنی کیا وہ زید ہے کہ عمرو ہے پس یہاں کہا گیا کہ۔ الم تعلم میں جو ہمزہ ہے
وہی کافی ہے اور معنے یہ ہیں کہ کیا نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ مالک وقادر ہے وہی احکام جس طرح نسخ وتبدیل وغیرہ سے چاہتا ہے جاری کرتا ہے اور
یہاں کہ کیا تم رسول سے سوال کرتے ہو جیسے یہودی نے موسیٰ سے سوال کیا مراد یہ کہ مسلمانوں کو ارشاد کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مضبوط
رہیں اور کافروں ومشرکوں کے شبہہ ڈالنے سے سوالات میں نہ پڑیں جیسے موسیٰ کی قوم نے شیطانی وسوسہ سے بیجا سوال کیے آخر گمراہ ہوئے پس
تمھیں اتنا سمجھنا کافی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مالک آسمان وزمین ہے تو وہ جو کچھ نسخ وتبدیل کرے بہت خوب وعین حکمت وتمام مصلحت ہے
مترجم کہتا ہے اس تقریر بیضاویؒ پر رسولکم سے اپنا نا ہوا رسول مراد ہوگا کیونکہ یہ خطاب صرف مومنوں کو ہوا کہ تم اپنے رسول سے
بیجا سوال نہ کرو اور اگر یہ کافروں کو ملامت ہو جیسے تقریر ابن کثیرؒ سے ظاہر ہوا کہ کفار یہود ومشرکین قریش کی نسبت ہے تو۔ رسولکم۔ کے
یہ معنے ہونگے کہ اس طبقہ امت کے واسطے جو رسول بھیجا گیا ہے کیونکہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول تسلیم نہیں کرتے لیکن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طبقہ امت کے واسطے جو قیامت تک ہے رسول برحق ہیں۔ بیضاویؒ نے حاشیہ میں کہا کہ صاحب مفتاح کے نزدیک
یہاں ام متصلہ نہیں ہے کیونکہ اسکے بعد مفرد ہوتا ہے علامہ عکبریؒ نے اعراب القرآن میں کہا کہ۔ ام۔ یہاں منقطعہ ہے اسواسطے کہ۔ الم تعلم۔ میں
جو ہمزہ ہے وہ اس موقع میں نہیں ہے اسکو سیوطیؒ نے اختیار کیا کیونکہ۔ الم تعلم۔ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یا آپ بھی داخل ہیں
کیونکہ معنے یہ ہیں کہ کیا تو نے نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ملک سموات والارض ہے۔ ام تریدون۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم داخل نہیں ہیں پس اگر متصلہ ہو تو خلاصہ یہ کہ۔ الم تعلم ولکم ام تریدون السوال یعنی کیا تو نہیں جانتا ہے قدرت الٰہی یا تم لوگ بیجا
سوال کرتے ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ تقدیر نہیں ٹھیک ہے پس یہاں ام منقطعہ بمعنی بل کے ہے یعنی یہاں سے دوسرے کلام کی طرف رجوع ہے گویا فرمایا
کہ نسخ وتبدیل احکام میں کچھ شبہہ نہیں ہو سکتا کیونکہ کون شخص یہ بات نہیں جانتا کہ آسمان وزمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ جو چاہے اور جس طرح چاہے
حکم کرے تو تم لوگ ایمان لانے کے لیے پوچھ کچھ نہیں کرتے ہو بلکہ تمہارا ارادہ یہ ہے کہ اپنے وقت کے رسول سے بھی ایسے ہی بیہودہ سوال کرو جیسے
قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیے تھے۔ اسمیں تنبیہ ہے کہ جو شخص ایسی جہالت کر کے اپنی عاقبت برباد کرے حالانکہ وہ دلائل قطعیہ
سے حق پہچان گیا وہ بدبخت وشقی ہے۔ وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ
اور جس نے ایمان کے عوض کفر کو بدل لیا تو وہ سیدھی راہ سے گمراہ ہوا۔ ف۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات نبوت و
دلائل معجزات قدرت اور بات بات میں معجزات اس بات کے واسطے قطعی آیات ودلالات ہیں کہ آپ بلا شبہہ پیغمبر حق وخاتم انبیاء ہیں
تو ایمان صریح موجود ہے پھر اسکو چھوڑ کر کفر لینا وبیجا سوالات وعداوت وحسد کرنا عین گمراہی ہے اور عجب کہ یہ بدبختی زیادہ تر یہودیوں میں تھی
جنکے پاس باوجود علم کے آپ کی نبوت کے دلائل قطعی موجود تھے حالانکہ یہ لوگ علاوہ اپنی گمراہی کے حسد سے مومنوں کو بہکانا چاہتے

کہ گمراہ ہو جاویں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو انکی شیطانیت سے متنبہ کر دیا چنانچہ فرمایا۔ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
لَهُمُ الْحَقُّ ۚ بہتیرے اہل کتاب نے دلی خواہش سے تمنا کی کہ کاش ایسا ہوتا کہ تم لوگوں کو تمہارے ایمان کے بعد موڑ کر کفار کر دیتے
بوجہ ایسے حسد کے جو انکے نفوس کی جانب سے ابھرا ہے بعد ازانکہ انکو حق ظاہر ہو چکا۔ ف یعنی اللہ عزوجل کی توریت و انجیل وغیرہ
کتب انبیاء سابقین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل نبوت و احکام امت ایسی تفصیل کے ساتھ مذکور تھے کہ یہود و نصاریٰ
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب و کتاب یعنی قرآن مجید سے مقابلہ کیا تو امر حق بالکل کھل گیا اور کچھ بھی شبہہ باقی نہ رہا مگر انکو
حسد نے جان بوجھکر انکار پر آمادہ کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید کسی روایت میں یہ بھی مذکور ہو کہ پیغمبر آخر الزمان محض امی ہونگے اگرچہ آپ کی بشارات
سے یہ بات ظاہر ہے کہ آپ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے ہونگے لیکن یہودیوں نے اپنے فہم ناقص کے موافق حضرت داؤد علیہ السلام کی بعض عبارت
سے یہ نکال رکھا تھا کہ نبی اسرائیل ہی میں نبوت دائمی ہے حالانکہ یہ انکی غلط فہمی تھی و تمام انبیاء علیہم السلام نے موافق توریت کے بشارت دی تھی
کہ مدینہ میں تمہارے پیغمبر آخر الزمان پیدا ہونگے اور تہامہ بالاتفاق یہی زمین حجاز ہے جس میں مکہ و مدینہ واقع ہے اور خصوصاً ان یہودیوں کو عرب
میں رہنے سے کچھ بھی شک نہ رہا کہ تہامہ سے مبعوث ہونے والے پیغمبر آخر الزمان یہی ہیں چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہودیوں
جو اپنے علم پر مغرور تھے دیکھا کہ پیغمبر آخر الزمان جنکے اسقدر فضائل مذکور ہیں ایک امی ہیں جو انکی تمام توریت سے خبر دیتے ہیں اور تمام انبیاء اور
انکی کتابوں اور امتوں کا بیان کرتے ہیں جو انکو بھی نہیں معلوم ہے اور توریت کی تصدیق کرتی ہے تو بجائے صدق ایمان کے حسد نے انکو آمادہ کیا
کہ جان بوجھکر انکار کریں کیونکہ عرب تھے۔ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہود کے عالموں میں سے حیی بن اخطب و ابو یاسر کو زیادہ حسد یہ
تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر آخر الزمان کے اسقدر فضائل پہلی کتابوں میں بیان فرمائے اسکی خصوصیت عرب سے ہوئی حالانکہ
یہ پڑھی لکھی قوم ہیں پس یہودیوں نے بڑا حسد کیا کہ جہانتک ممکن تھا عرب کو ایمان سے بہکاتے تھے (محمد بن اسحٰق) مترجم کہتا ہے کہ
یہ دونوں بڑے جاہل تھے کہ جب انکو معلوم ہو چکا کہ پیغمبر آخر الزمان کی بعثت عرب میں واقع ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہی تقدیر الٰہی ہے پس یہود کو بجز
سوا اسکے اپنی بربادی کے کیا فائدہ تھا ظاہر اور یہی صحیح ہے جو بعض علماء نے فرمایا کہ یہودی قوم تھے جو مسائل معرفت کو نہیں سمجھتے تھے لیکن مترجم
کہتا ہے کہ ظاہراً یہودی ایسے نہیں ہیں بلکہ ہر شخص تقدیر سے منکر ہو اسکا ایمان ہی درست نہیں ہو سکتا حالانکہ قوم موسیٰ علیہ السلام میں بہت سے
علماء صالحین و اولیاء گذرے ہیں وہ کیونکر تقدیر سے منکر ہو سکتے ہیں اسیطرح قوم عیسیٰ علیہ السلام میں بھی بہت صالحین گذرے کہ وہ بالتحقیق
ایمان تقدیر پر قائم تھے حالانکہ بالفعل جو نام کے نصاریٰ ہیں تقدیر سے بالکل منکر ہیں پس یہی ان یہودیوں کا حال تھا جو بوجہ زبانی کتابی
الفاظ پر لپٹے انکو عالم سمجھے اور بحث غلطی سے بچا کر کوشش کرتے کہ پیغمبر آخر الزمان کی نبوت قوم عرب سے نہو اور تفسیر ابن عباسؓ سے معلوم ہوا کہ حیی
ابن اخطب و اسکا بھائی ابو یاسر انہیں کا ذکر ہے دونوں میں سخت تھا اور کعب بن مالکؓ نے کہا کہ ایک یہودی کعب بن الاشرف جو کہ شاعر تھا ہجو بھی کیا کرتا تھا
اسکے حق میں بھی یہ آیت نازل ہوئی (ابن ابی حاتم) — اسباب النزول میں یوں قصہ مذکور ہے کہ جب جنگ احد میں مسلمانوں نے بوجہ
نافرمانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شکست پائی تو یہودیوں نے حضرت حذیفہ بن الیمان و عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو بہکانا شروع کیا کہ
اگر تم لوگ دین حق پر ہوتے تو کیوں شکست پاتے اور اگر تم ہمارے دین کیطرف رجوع کرو تو زیادہ ہدایت پاؤ گے پس عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ تم لوگ واقف ہو کہ عہد شکنی کا کیا حکم ہے تو کہنے لگے کہ عہد توڑنے کا بہت بڑا گناہ ہے پس عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے عہد

کر لیا کہ جب تک زندہ ہوں تیرے دین اسلام اور تیرے رسول حق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پھرونگا لیکن تم لوگ بدعہد ہو کہ اللہ تعالیٰ کے عہد و توریت سے پھر گئے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو اس بات پر راضی ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیغمبر ہیں اور اسلام میرا دین ہے اور قرآن میرا پیشوا ہے اور کعبہ میرا قبلہ ہے اور مؤمنین میرے بھائی ہیں اور کفار میرے دشمن ہیں پھر دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر یہ حال بیان کیا تب یہ آیت اتری۔ ودّ کثیر من اہل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفاراً حسداً من عند انفسہم من بعد ما تبین لہم الحق۔ پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو کفار کی گستاخیوں سے اعراض کا حکم فرمایا بقولہ تعالیٰ فاعفوا واصفحوا حتی یأتی اللہ بامرہ۔ پس تم لوگ عفو کرو اور درگذر کرو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لاوے۔ ف۔ پس اہل ایمان نے صبر کیا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ اب جہاد کرو تو اہل کتاب سے بھی جہاد کرو لیکن اتنی تخفیف فرمائی کہ اگر یہ لوگ مطیع ہو جاویں تو انسے جزیہ قبول کر لو بخلاف مشرکین عرب کے کہ ان سے جزیہ قبول نہیں ہوتا ہے۔ اسی واسطے حضرت ابن مسعود و ابن عباسؓ و ایک جماعت سے مروی ہے کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا بقولہ تعالیٰ۔ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ ف۔ لیکن ایک جماعت فقہاء و مفسرین نے یہاں منسوخ کا حکم دینا تسلیم نہیں کیا اور یہ حجت پیش کی کہ اللہ تعالیٰ نے عفو و درگذر کرنے کا مطلق حکم نہیں دیا بلکہ یوں حکم دیا کہ عفو و درگذر یہانتک کرو کہ حکم الٰہی آوے تو اللہ تعالیٰ نے ایک وقت تک خود ہی محدود فرمایا تھا اور اصطلاح میں اسکو نسخ نہیں کہتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ ہاں حضرت ابن مسعود و ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم یہی ہے کہ لوگوں کی نسخ اصطلاحی مراد نہیں رکھی ہے کیونکہ اسوقت تک یہ اصطلاح کچھ نہیں تھی پس ان حضرات رضی اللہ عنہم کی غرض یہ ہے کہ غرض یہ تھی کہ جب اہل کتاب پر جہاد کرنے کا حکم آیا تو عفو و درگذر کرنیکا حکم منسوخ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسی میں مسلمانوں کو امید دلائی ہے کہ اہل کتاب کی ایذا انسے دور کیجاویگی حالانکہ اسکا فائدہ وہی بتلایا بقولہ تعالیٰ ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا الآیۃ گویا اشارہ ہے کہ تمکو اپنے نفس سے اور اموال دور کرنے کے واسطے ضرور بہت سی ایذا ان مشرکوں و اہل کتاب سے سننا پڑیگی تاکہ تمہارا نفس مغرور نہ ہو کہ ایمان کی وجہ سے تمکو اختیاری ثابت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل ہی کا احسان مانو کہ ہم لوگ ایمان پر ثابت قدم رہینگے اگرچہ کفار سے کیسی ہی ایذا پہنچے کیونکہ یہی خلوص توحید ہے کہ نفس کے واسطے کوئی کام نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو حتی کہ جب اس میں کامل ہوگئے یعنی خطرات نفس سے چھوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انکو ایذائے کفار سے نجات دی اور جہاد کا حکم دیکر سب کافروں کو خوار کیا۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ف۔ پس اسوقت اہل ایمان کے واسطے یہی الفت نفس میں بھی موجود تھا کہ باوجود اس حالت کے اس بات کا یقین کامل رکھیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے ان کافروں کو خوار کرے اور بالفعل انکو چھوڑ دینا جن میں اور خود ہمارے واسطے مصلحت ہے کیونکہ احکام الٰہی میں حکمت و مصلحت ہیں چنانچہ یہاں حکم دیا کہ تم لوگ عفو کرو اور درگذر کرو اور یہی حکم دیا کہ۔ واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ۔ اور ٹھیک قائم رکھو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ۔ ف۔ پس اول سے انکے نفوس کو قطع کیا اور ٹھیک نماز پر قائم کرنے سے وسوسہ نفس زائل کیا کیونکہ جبکہ نفس میں وسوسہ ہو کہ آخرت کوئی چیز نہیں ہے تو وہ بالفعل نماز میں تکلیف نہیں اٹھاویگا اسیواسطے حکم دیا کہ علاوہ فرائض کے ہر ایک طرح کی نیکی جو ممکن ہو عمل میں لاؤ۔ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ۔ اور اپنے نفوس کے واسطے جو تم پہلے بھیجا رکھو اسکو اللہ تعالیٰ سے یہاں پاؤگے۔ ف۔ پس تمہارا نفس باتباع عقل کے خود خوش ہو کہ یہ اسی کے واسطے بھلائی ہے کہ اس دار فانی میں جو کچھ نیکی کرے گا یا وہ آرام کے ساتھ

وہان پاوے گا پس چاہیے کہ نفس محض اخلاص کے ساتھ نیکی مین سرگرم رہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ۔ جو کچھ تم کرتے ہو البتہ اللہ تعالےٰ خوب دیکھتا ہے ف اور کوئی چیز اُسکے دیکھنے مین حائل یا مانع نہین ہوسکتی حتی کہ تمہارا دل و اُسکا ہر ذرہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ہی چاہیے جہان ہوجتی کہ بعض احادیث مین آیا کہ اندھیری تاریک رات مین کوہ صفا کے غار مین چیونٹی کی چال حضرت حق عزوجل کے سامنے ہی اسیواسطے بعض مشائخ نے کہا کہ دیکھو شیطان تمہاری رگون مین خون کی طرح جاری ہے تو ایسے نزدیک متصل دشمن سے کون بچ سکتا ہے سوائے اُس شخص کے جو ایسے حامی سے پناہ لے کہ وہ اس سے بھی قریب ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ بہت نفیس کلام ہے ورنہ شیطان خود اس قدر قریب جادی اور خود انسان کا نفس بھی اُسکے وساوس قبول کرنے والا یعنی خود اپنی جان کا دشمن یعنی نہایت احمق ہے بلکہ آدمی اپنی جنس کے آدمیون یعنی کافرون کی جانب میلان کرتا ہے اور جنسیت کی وجہ سے اُنکا ضرر شدید ہے حتی کہ آدمی کو مجوس سے ہنود کا ضرر ہے اور اس سے بڑھکر یہود و نصاریٰ سے ضرر ہے اور اس سے بڑھکر اسلام کی شکل مین مبتدعین خوارج و روافض و شیعہ و معتزلہ وغیرہ سے ضرر ہے اور اس سے بڑھکر اہل سنت کے غلی مبتدعین سے ضرر ہے مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت مین یہ اعتقادی بدعتی یعنی خوارج و روافض و شیعہ وغیرہ نہین تھے مگر یہود و نصاریٰ و منافقین موجود تھے اور وہ ہر طرح سے اہل ایمان کو دھوکا دیتے تھے لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم مین حسن صنعت الٰہی عجیب تھی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بھی انبیا علیہم السلام مین عجیب ہے کیونکہ باوجود اُمّی ہونے کے معرفت و علم الٰہی و علم اولین و آخرین مین سب سے اکمل ہین اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم بھی جمیع امم ماضیہ سے اکمل ہین و منجملہ فتنہ کفار کے فرمایا۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا

اور کہتے ہین ہرگز نجا وینگے جنت مین مگر جو ہونگے　یہود　یا نصاریٰ　یہ آرزوئین باندھ لی ہین اُنھون نے کہہ لے آؤ

بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ

سند اپنی اگر تم سچے ہو　کیون نہین جنے تابع کیا منھ اپنا اللہ کے　اور وہ نیکی پر ہے　اُسی کو ہے مزدوری اُسکی

عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى

اپنے رب کے پاس　اور نہ ڈر ہے　اُنپر　اور نہ اُنکو غم ہے　اور یہود نے کہا　نصاریٰ نہین

عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ

کچھ راہ پر　اور نصاریٰ نے کہا یہود نہین　کچھ راہ پر　اور وہ سب پڑھتے　ہین کتاب　اسی طرح

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

کہی اُن لوگون نے جن پاس علم نہین اُنھین کی سی بات　اب اللہ حکم کرے گا اُن مین دن قیامت کے جس بات مین

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۞

جھگڑتے تھے

اللہ تعالےٰ نے تنبیہ فرمائی کہ یہود و نصاریٰ اپنے خیالات مین مغرور ہین چنانچہ ایک گروہ یہود و نصاریٰ نے اپنا اپنے غرور پر دعویٰ کیا جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى۔ اور کہتے ہین کہ جنت مین ہرگز داخل نہوگا سوائے اُسکے جو یہودی یا نصرانی ہو۔ ف یعنے یہودی تو دعوی کرنے لگے کہ جنت مین سوائے

تو وہ قابل جنت ہو چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ تو ہر ایسے شخص کے واسطے اُسکے رب عزوجل کے یہان اُسکا ثواب ہے
ف لیکن سواے صحابہ رضی اللہ عنہم کے کہ اُنکے واسطے خاص بشارت دیدی گئی ہو باقی کسی شخص کو یہ سمجھنا روا نہین ہے کہ مین ایسا ہی
نیکوکار ہون بلکہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ پاک مین خوف و اُمید کے ساتھ با وجود ہر طرح کے نیک کامون کے التجا و آرزو لاوے کہ حضرت ارحم الراحمین
عزوجل اُسکے اعمال صالحہ کو قبول فرماوے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے نیک بندون کو جانتا ہے بلکہ بدبختون کی پہچان معلوم ہو گئی کہ یہود و نصاریٰ کیطرح
مغرور و جنتی ہونے کے مدعی و نڈر ہوتے ہین سوا اعمال نیک بخت و سعید بندے وہی ہونگے جو باوجود اس طرح کی نیکوکاریون کے خائف اور اُمیدوار ہون
اور اپنے اعمال کی طرف نگاہ نکرین بلکہ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے سے ڈرین نہین معلوم اُسکے علم مین یہ میرا عمل کس طرح واقع ہوا اگر اُسکے فضل
و رحمت پر اُمیدوار ہون اور رب ارحم الراحمین فرماتا ہے۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ اور ایسے بندون پر خوف
نہین اور نہ وے غمگین ہونگے۔ ف یعنے دنیا مین جو غم و رنج کہ تقدیری ہو وہ تو پہونچیگا لیکن یہ لوگ تو اپنے سچے گھر یعنے آخرت کے
غم مین پڑے رہتے ہین گویا اللہ تعالیٰ نے اسی غم کو مکافات کر دیا پھر آخرت مین نہ اُنپر خوف رکھا اور نہ کچھ غم ہے رب ارحم الراحمین اس بندۂ مترجم
کو مع جمیع مومنین کے انھین بندون کے ساتھ حشر فرماوے آمین یا ارحم الراحمین شیخ سیوطی رحمہ نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
حضور مین نجران کے نصاریٰ آئے اور مدینہ کے یہودی بھی جمع ہوئے اور باہم دونون فریق نے مناظرہ کرنا شروع کیا تو یہودیون نے کہا کہ سوا
یہود کے کوئی بھی جنت مین نجائیگا اور نصاریٰ نے اسکے جواب مین کہا کہ سوا نصرانیون کے کوئی بھی جنت مین نجائیگا پس دونون فریق
مین باہم طول کلام ہوا چنانچہ ابن جریر نے ابن عباس رضہ سے روایت کیا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ محسن کا اطلاق صحیح اعتقاد سے شریعت
حق کے موافق خالص عمل کرنے والے کو بھی کہتے ہین اور احسان ایک مرتبہ بھی ہے یعنے اول درجہ اسلام ہے پھر اگر وہ ایمان قلبی کے
ساتھ ہوا تو مومن ہے ورنہ منافق ہے پھر جب ایمان پر ثابت قدم ہوا تو مرتبہ احسان ظاہر ہوتا ہے اور اسکو صوفیہ رحمہم
حقیقت کہتے ہین حدیث مین آیا کہ اسلام یہ ہے کہ تو گواہی ادا کرے کہ لا اِلٰہ الا اللہ و محمد عبدہ و رسولہ و نماز ادا کرے اور رمضان کے روزے
رکھے اور زکوٰۃ دے اور استطاعت ہو تو حج کرے اور ایمان یہ ہے کہ دل سے اللہ تعالیٰ و اُسکے فرشتون و رسولون و کتابون اور روز قیامت
کی تصدیق کرے اور دل سے سچ مانے کہ بھلائی و بُرائی کی تقدیر سب اللہ ہی کی طرف سے ہے یعنے تقدیر پر ایمان لاؤ اور احسان یہ ہے کہ تو
اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا اُسکو دیکھتا ہے پس اگر تو نہین دیکھتا تو وہ ضرور تجھے دیکھتا ہے (الصحیح والسنن) پس محتمل ہے کہ آیت مین یہی
مرتبہ مراد ہو (تنبیہ) قولہ۔ فلہ اجرہ عند ربہ۔ مین ضمیرین واحد بجانب لفظ من راجع ہین کیونکہ لفظ من واحد ہے لیکن اُسکے معنے جمع ہین کیونکہ
ہر شخص جسکی یہ صفت ہو سبکو شامل ہے اسیواسطے۔ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ مین اسی ضمیر کو جمع کر دیا مترجم کہتا ہے کہ گویا نکتہ بلاغت یہان یہ ہے کہ
اگر۔ فلہ اجرہ۔ کی جگہ فلہم اجرہم عند ربہم۔ ہوتا تو شاید اشتباہ ہوتا کہ سب نیکون کے واسطے اللہ تعالیٰ کے یہان ایک مشترک مجموعی ثواب
ہوگا پس ضمیر واحد سے تنصیص فرمائی کہ ہر ایک کے واسطے بقدر اعمال و حسن نیات کے علیحدہ علیحدہ ثواب ہوگا کیونکہ یہان توجہ اسی
کی جانب تھی لیکن اسمین ایک یہ شبہہ ہو سکتا تھا کہ شاید آخرت مین خوف و غم بھی ہر ایک سے موافق اُسکے اعمال کے دور ہو تو حضرت حق
عزوجل نے لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ مین سبکو مشترک کر دیا کہ درجات اگرچہ موافق اعمال کے ہون لیکن خوف و غم دور ہونے مین
یکسان ہین حتی کہ نیچے درجہ والے کو اونچے درجہ والون کو دیکھکر کچھ بھی غم و حسد نہوگا کیونکہ وہ محل حسد نہین ہے فافہم و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
ف شیخ عرائس کے بعض اشارات مین ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ بلیٰ من اسلم وجہہ للہ۔ یہ اسوقت مستقیم ہوتا ہے کہ انعام الٰہی سے نظر اُٹھا کر منعم

عزوجل میں نیست ہو رہا لیکہ اپنے معاملات میں بھی محسن ہو کہ اپنے اعمال سے نظر دور کر کے حق عزوجل کو دیکھے اس صفت سے کہ خود فانی ہوا
تو اُسکے واسطے بقاے حق ہوا اور اُسکو نہ خوف فراق ہوگا اور نہ حجاب دیدار سے حزن و ملال لاحق ہوگا مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے
واسطے گردن جھکانا جمیع اعتقادات و اعمال میں مسلم ہو پس اپنے نفس کو انعام الٰہی کیلیے اور اُسمیں ایمان و طاعات کا خالق اُسی کو جانے
حتی کہ اپنے آپ کو درمیان سے خارج و گم پاوے تو یہیں صفات الٰہی عزوجل کا بقا ہو فافہم بعض نے کہا کہ محسن وہ شخص ہے کہ اپنے اعمال و وجوہ کو
ریا و شرک خفی سے پاک کرے مترجم کہتا ہے کہ شروع سورہ میں شرک خفی کے وجوہ بیان ہوئے ہیں از انجملہ یہ کہ اگر زید نے چھپنا چاہا اور پیٹ میں
درد ہوا تو اس جانب نظر دوڑانا کہ چھپ جانے سے درد ہونے لگا نظر شرک خفی ہے بلکہ فضل الٰہی عزوجل و اُسکے حسن صنعت پر نظر کرے نہایت یہ کہ
درد ہونے سے نظر تنبیہ دوڑاوے کہ نفس کی خواہش میں بغیر نیت صحیح کے چھپ جانے کا مزہ حاصل کرنا میرے حق میں برا ہے لیکن یہ جب ہی
حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکے قلب پر مہر نہ کی ہو اسیطرح اگر عمرو نے بکر کو مارا تو اُسکی مار پر عین نظر قدرت رکھنا شرک خفی ہے۔ ف
بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اسلام الوجہ یہ ہے کہ اپنے منہ کو غیر کی بندگی سے آزاد کرے مترجم کہتا ہے یعنے اُسکا نفس جن وجوہ و جہات
کی جانب اُسکو پھیرے اُسمیں سواے بندگی حق عزوجل کے نفس یا غیر کی طاعت منظور نہو مثلاً نفس نے اُسکو کھانے کی طرف پھیرا تو اس طرف
منہ کرنے میں اُسکو نفس کی خواہش و لذت پر عمل کرنا مقصود نہو بلکہ غور کرے کہ وہ کس واسطے کھاتا ہے پس اگر اُسکو نفس کی خواہش نظر آوے
تو ترک کرے اور اگر یہ غرض ہو کہ اس کھانے سے کسی عبادت الٰہی کی قوت حاصل ہو تو کھاوے اور اسمیں وجوہ کثیرہ ہیں مثلاً ایک شخص مزدوری
سے اپنی اُجرت پیدا کر کے بال بچوں کو کھلاتا اور عبادات کے فرائض و واجبات ادا کرتا ہے اور باقی حالت سے تندرست ہے تو وہ ایسی غذا
اور استقدر کھاوے کہ اپنی مزدوری کے کام سے اور طاعات سے عاجز نہو جاوے اور اگر اُسنے اُس سے زیادہ مقدار کرنے میں یہ نیت کی کہ اچھی
قوت سے کام کر سکے تو جائز ہے مگر ثواب نہوگا اور اگر اُسکی تندرستی میں فرق ہو اور اُسنے اچھی غذا اسی نیت سے تجویز کی تاکہ کام سے عاجز نہو یا کوئی
عالم ہے کہ قوت دماغ کے خیال سے اُسنے لطیف غذا کھائی تاکہ پڑھنے پڑھانے سے عاجز نہو تو مضائقہ نہیں بلکہ ثواب پاوے گا علی ہذا القیاس
سونا جاگنا اُٹھنا بیٹھنا شادی بیاہ نوکری چاکری ملاقات محبت وغیرہ جمیع جہات نفس میں اس شخص نے نیت طاعت الٰہی و اتباع شریعت
منظور رکھی تو اُسنے اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد کر لیا اور اگر روپیہ و اشرفی وغیرہ خواہشات نفس کا قصد کیا تو وہ مذموم ہے جیسے کہ
حدیث شریف میں آیا۔ تعس عبد الدینار والدرہم۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ افرأیت من اتخذ الٰہہ ھواہ۔ سو جو نفس کی جہات
پر چلا اُسنے نفس کو معبود بنایا اور جسنے خواہش نفس سے اپنے آپکو آزاد کیا اُسکے حق میں۔ اسلم وجہہ للہ۔ صادق آیا۔ ھو۔ قولہ تعالیٰ۔ وھو محسن۔
یعنے طاعت الٰہی کو احسان کے طریقہ آداب سے بجا لاتا ہے اور یہ توفیق رضاے الٰہی عزوجل ہے قولہ تعالیٰ۔ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ ظاہر ہے کہ
جب وہ لوگ جنت میں داخل ہوئے تو یہ جہت بھی اُنکے نفس کی نہ تھی پس وہاں بھی اللہ تعالیٰ ہی کی جہت حاصل ہوئی لیکن عیان ہے
کہ اُس سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ جسنے اپنا طریقہ و اپنا منہ و اپنی مراد و اپنا قصد و اپنی تدبیر سب کو اللہ تعالیٰ
ہی کے واسطے کر دیا تو اُسکے واسطے کوئی جہت نہ رہی جو اللہ تعالیٰ کے واسطے نہو اور سواے حق عزوجل کے کہیں اُسکی نظر نہوگی۔ شیخ عبد العزیز رح
مکی نے کہا کہ یہ ایسے بندۂ مخلص کا بیان ہے جو اپنے رب عزوجل کے آداب عبودیت میں تعظیم اجلال کا لحاظ رکھتا ہے اور اُسنے اپنے قلب کو اللہ
تعالیٰ ہی کی محبت کے واسطے خالص کیا کہ وہ اسمیں محسن یعنے کامل ہے۔ ش۔ سعید بن جبیر نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ولاخوف علیہم یعنے
آخرت میں اُنکے واسطے کچھ خوف نہیں ہے اور قولہ تعالیٰ۔ ولاہم یحزنون۔ یعنے موت سے غمگین نہوں گے۔ محمد بن اسحٰق نے ابن عباس رضہ

صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور کسی پیغمبر سابق سے بھی منکر نہیں ہوئے تو وہ جنتی ہیں اور اسکے ماسوا سب گمراہ ہیں لیکن بغوی وغیرہ نے
فرمایا کہ ان اختلاف کرنے والوں میں چونکہ کوئی فریق بھی حق پر نہ تھا تو ان میں حکم آلہی یہی ہے کہ ہر ایک کے لائق اسکا عذاب مقرر فرماوے اور معالم وغیرہ
میں لکھا کہ حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ان جھگڑالو فریقوں میں اللہ تعالے کا حکم یہ ہے کہ انکا جھوٹ ظاہر کرکے انکو آگ میں داخل کرے
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابن جریرؒ کے نزدیک یہ آیت ہر ایسے لوگوں کے حق میں عام ہے جو دین کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں پس اللہ تعالی
نے انکے واسطے قیامت کا دن اپنے فیصلہ عدل کے لیے مقرر فرمایا جسمیں ذرہ برابر ظلم نہیں ہے جیسے سورۂ حج میں فرمایا۔ ان الذین آمنوا
والذین ہادوا والصابئین والنصاری والمجوس والذین اشرکوا ان اللہ یفصل بینہم یوم القیامۃ ان اللہ علی کل شئ شہید۔ یعنی مؤمنین ویہود
وصابئین ونصاری ومجوس ومشرکین کے درمیان اللہ تعالی فیصلہ فرماویگا۔ ھ۔ (تنبیہات)۔ اول۔ اہل کتاب کی مذمت فرمائی
کہ یہ لوگ باوجود تلاوت کتاب کے اس طرح نفسانیت کے پابند ہیں کہ اللہ تعالے کے پیغمبروں وکتابوں کو جھٹلاتے ہیں اور جب اسکے ساتھ یوں
فرمایا کہ انہیں کے قول کے مانند بے علم مشرکین نے بھی ہر اہل دین کو جھٹلایا تو اس سے اہل کتاب کی مذمت شدید ظاہر ہوئی کہ باوجود علم کتاب کے
ایسے ہی بے علم جاہل ہیں جیسے مشرکین عرب ومجوس تھے کیونکہ یہ لوگ کتاب کے پابند نہیں بلکہ نفس کے پابند ہوئے اور نفس کی پابندی میں
دونوں برابر ہیں۔ تنبیہ دوم۔ اللہ تعالے نے سواے ان لوگوں کے جنکے پاس توریت یا انجیل تھی باقی سب کو لا یعلمون فرمایا
یعنی بے علم ہیں حالانکہ مجوس فارس کو دیکھو تو سلطنت کے قوانین وصنعت وحرفت خوب جانتے تھے اور روم کے لوگ طب ویونانی فلسفہ
وغیرہ خوب جانتے تھے باوجود اسکے جب انکو جاہل فرمایا تو معلوم ہوگیا کہ ان فنون کو دین سے لگاؤ نہیں ہے بلکہ انکا جاننے والا بلحاظ دین کے
جاہل ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان فنون کے علم سے اس قابل نہیں ہوتا کہ اسکو علم کہا جاوے کیونکہ علم درحقیقت وہی ہے کہ جس سے اپنے آغاز و
انجام کا علم ہو اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ اپنے خالق عزوجل کو پہچانے اور اسکے حقوق جانے اور اپنا مخلوق وبندہ ہونا پہچان کر اپنی عبودیت کے
آداب معلوم کرے تاکہ شیطانی راہوں سے ممتاز ہو اور یہ بعطاے عقل نورانی ہے اور فنون فلسفہ وریاضیات وغیرہ سے یہ کچھ بھی نہیں حاصل ہوتا
حتی کہ وہ عقل سے معذور رہکر صفاے حواس ظاہری وباطنی کو جو فلسفہ کا نتیجہ ہے عقل سمجھنے لگتا ہے لہذا ایک جماعت کثیر علما حنفیہ ومالکیہ وشافعیہ
وحنابلہ نے کتب فلسفہ پڑھنے پڑھانے کو حرام لکھا ہے اور مولانا رومؒ علیہ الرحمۃ نے سچ فرمایا ع علم دین فقہ است وتفسیر وحدیث + ہرکہ خواند غیر ازین
گردد خبیث + یعنی علم دین ہے فقہ وتفسیر وحدیث + جو پڑھے اسکے سوا ہووے خبیث + اور کچھ شک نہیں کہ جو لوگ فلسفہ پڑھتے اور دینی
استدلال کے نام سے اسکو کام میں لاتے ہیں اول تو ابتدائی عقائد حقہ کو ان وہی دلائل سے بھی ثابت نہیں کرسکتے بلکہ شک ونفاق میں
گرفتار رہکر برباد ہوجاتے ہیں اور اگر کوئی ثابت قدم بھی رہا تو ان فنون کی شامت سے وہ ایسے جہل مرکب میں گرفتار ہوتا ہے کہ معانی معرفت
سے محروم ہوجاتا ہے اعاذنا اللہ عزوجل وطلبہ میں سے جو لوگ اس فلسفہ کی شیرینی میں منہمک ہوجاتے ہیں اسکا ترک ناگوار سمجھتے ہیں لیکن
اگر معارف سنت سے آگاہ ہوتے تو اسکو عین جہالت بالبداہت سمجھتے واللہ الہادی الی سواء السبیل۔ تنبیہ سوم۔ فنون
صرف ونحو ومعانی وبیان وزبان عرب بسبیل تقدمہ جائز ہے کیونکہ یہ آلات واسطے قرآن وحدیث کے ہیں رہے وہ فنون جو معاش دنیا
کے واسطے حاصل کیے جاتے ہیں مانند طب وغیرہ پس اگر دین میں مضر نہوں جیسے طب تو روا ہے بلکہ اگر طب خالصۃً لوجہ اللہ علاج کرے تو ثواب ہے
اور اگر مضر ہو تو جائز نہیں ہے جیسے رمل وغیرہ کہ حرام ہیں رہا فن منطق یعنے قواعد کلیہ جنسے استدلال کا طریقہ معلوم ہو تو اسکا جائز ہونا ظاہر ہے
لیکن متاخرین میں جو منطق رائج ہوگئی جسمیں فلسفہ خلط ہوگیا وہ مکروہ ہے۔ رہے فنون ریاضی مانند جبر ومقابلہ وحساب وپیمائش

و طبیعیات جیسے ریل و کلین وغیرہ ایجاد کرنے کی مدد ہوتی ہے اور آلات جنگ بنائے جاتے ہین تو انمین بذات خود کوئی مضائقہ نہین ہے بلکہ دینی طور پر کام مین لانا مثمر ثواب ہے گویا انکی مثل لطیف غذا ہے چنانچہ پلاؤ و زردہ وغیرہ اچھا ہے لیکن اگر کسی بیمار کو کھلایا جائے تو مہلک ہے اسی طرح ان فنون سے اگر دنیا پر بھروسہ اور اُسکی آرایش مقصود ہو تو مہلک ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب - تنبیہ چہارم - حدیث مین ہے کہ سب سے بڑھکر تیرا دشمن یہی تیرا نفس ہے جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہے (الصحیح) اسیواسطے اکابر علما نے فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کی راہ چلا اُسنے اپنے نفس کو معبود بنا کر اپنے آپ کو اُسکا بندہ بنایا اور درگاہ حق عزوجل سے خارج ہوگیا - یہ سچ ہے چنانچہ ان یہود و نصاریٰ کو دیکھو کیونکر اپنی نفسانیت کے تابع ہوکر اللہ تعالے و اُسکے رسولون و کتابون سے منکر ہوئے بلکہ یہود و نصاریٰ کی دشمنی یہانتک بڑھی کہ یہودی جو اپنے غلبہ کی حالت مین بیت المقدس کو قبلہ بنائے تھے جب نصرانیون نے غلبہ پایا تو خاص وہ مقام صخرہ جو یہودیون نے قبلہ بنایا تھا ممنوع کیا اور یہانتک اُسکی ہتک کی کہ اُسمین کوڑا ڈالا غرضکہ فریقین کی جانب سے حرمات الٰہی کا ہتک جاری رہا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کلام قدیم مین اُسکا مصداق کر فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ وَسَعَىٰ فِى خَرَابِهَآ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ

اور اُس سے ظالم کون جسنے منع کیا اللہ کی مسجدون مین کہ پڑھیے وہان نام اُسکا اور دوڑا اُنکے اجاڑنے کو

مَا كَانَ لَهُمْ أَن يَدْخُلُوهَآ إِلَّا خَآئِفِينَ ۚ لَهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا خِزْىٌ وَلَهُمْ

ایسون کو نہین پہونچتا کہ پیٹھین اُن مین مگر ڈرتے ہوئے اُنکو دنیا مین ذلت ہے اور اُنکو

فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

آخرت مین بڑی مار ہے -

واضح ہو کہ اس آیت کی شان نزول مین مفسرین کے دو قول ہین پس مترجم کو یہان تین مقام بیان کرنا چاہیے از انجملہ دو مقام تو یہی دونون قول ہین اور مقام سوم یہ کہ اب اس آیت کا حکم کیونکر ہے کیونکہ یہ امر مقدمہ مین بیان ہوگیا کہ سبب نزول سے صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ کس واقعہ پر اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا لیکن جو حکم آیت مین نازل ہوا وہ اپنے عام معنے سے قیامت تک باقی ہے پس مفسرین کے دو قول یہ ہین کہ یہ اُن رومی نصرانیون کی تفضیح ہے جنھون نے بیت المقدس کو خراب کیا یا مشرکین مکہ پر تشنیع ہے جنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب کو سال حدیبیہ مین خانہ کعبہ کے عمرہ سے روکا (مقام اول) اللہ تعالے نے رومی نصرانیون پر تشنیع فرمائی جو اپنے آپکو منسوب کہتے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور اُنکی مدد کی بخلاف یہودیون کے حتی کہ اپنے زعم باطل کے موافق دعویٰ کرتے ہین کہ یہودیون نے حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کو قتل کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قتل کیا حالانکہ رومی نصرانیون نے قابو پاکر یہودیون کو قتل و اسیر کرنے کے علاوہ یہودیون کی عداوت کے بہانہ سے توریت جلائی جو کلام الٰہی تھا اور بیت المقدس اُجاڑا جو قبلہ تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ - اور ایسے شخص سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جسنے مساجد الٰہی کو اس امر سے ممنوع کر دیا کہ ان مساجد مین اللہ تعالیٰ کا نام پاک یاد کیا جاوے عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ لوگ نصاریٰ ہین (ابن جریر) مجاہدؒ نے فرمایا کہ یہ نصرانی ہین یعنی رومی نصاریٰ ہین جنھون نے بیت المقدس مین کوڑا ڈالا اور یہودیون کو اُسمین نماز پڑھنے سے روکا - وَسَعَىٰ فِى خَرَابِهَآ - اور اُسنے مساجد الٰہی کو خراب یعنی اُجاڑ کر معطل کرنے مین کوشش کی - معمرؒ نے کہا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ نصرانیون نے بخت نصر مجوسی شاہ بابل کی مدد کی تاکہ اُسنے حملہ کرکے یہودیون کو قتل و بیت المقدس کو خراب کیا (عبدالرزاق) اور سعید بن ابی عروبہ نے قتادہؒ سے روایت کی کہ ان نصرانیون کو یہود کی دشمنی نے آمادہ کیا کہ اُنھون نے بیت المقدس کی بربادی کے واسطے بخت نصر مجوسی کی مدد کی - سدیؒ نے

فرمایا کہ بیت المقدس کی بربادی مین نصرانیون نے بخت نصر مجوسی کی مدد کی یہانتک کہ اُسنے بیت المقدس کو اُجاڑ کر اُسمین گندگی و کوڑا ڈالنیکا حکم جاری کیا اور یہ فقط اسواسطے تھا کہ یہودیون نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا تھا۔ اسی کے مانند حسن بصریؒ سے روایت ہے مترجم کہتا ہے کہ مفصل حال حضرت یحییٰ کے بیان مین آویگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ حاصل یہ کہ ان رومی نصرانیون سے بڑھکر کوئی ظالم نہین ہے جنھون نے بیت المقدس وغیرہ مساجد الٰہی کو اسطرح برباد کیا کہ وہان اللہ تعالیٰ کا ذکر نہوسکے اور اُسکی بربادی مین کوشش کی۔ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمۡ اَنۡ يَّدۡخُلُوۡهَآ اِلَّا خَآئِفِيۡنَ ؕ حالانکہ ایسے لوگون کو یہ واجب تھا کہ ان مساجد مین داخل ہون سوا اس حالت کے کہ خوف کرتے ہوئے ہون فف یعنے کمال تعظیم سے وہان خائف ہوکر قدم رکھنے کے سوا انکو جانیکی لیاقت نہین تھی تو سخت بدبختی و قساوت قلبی ہے کہ اسکو اُجاڑین اور کفار سے اُجڑوانے مین مدد کرین۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم مقدر ہے چنانچہ کعب الاحبار نے فرمایا کہ نصاریٰ کو جو بیت المقدس پر غلبہ ہوا تو انھون نے بیت المقدس کو برباد کردیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی پس لازم آیا کہ دنیا مین کوئی نصرانی نہوگا مگر اسکی یہی حالت رہیگی کہ جب وہ بیت المقدس مین داخل ہوگا تو خوفناک داخل ہوگا۔ سدیؒ نے فرمایا کہ اب دیکھو کہ روئے زمین پر آج کوئی نصرانی نہین ہے مگر آنکہ اُسکی یہی حالت ہے کہ بیت المقدس مین داخل ہوتے وقت اپنی موت یا جزیہ سے خوف کرتے ہین (مقام دوم) وعبدالرحمٰن بن زید نے فرمایا کہ یہ تشنیع تھی مشرکین مکہ پر جنھون نے سال حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ مین عمرہ ادا کرنے سے روکا تھا حتی کہ باہم صلح واقع ہوئی اور اُنسے فرمایا کہ اس بیت العتیق سے کوئی شخص نہین روکا جاتا تھا حالانکہ آدمی اپنے بھائی یا باپ کے قاتل سے ملتا تو اُسکو بھی نہین روکتا تھا مشرکین مکہ کہنے لگے کہ ہم تو ایسے لوگون کو نہین آنے دینگے جنھون نے بدر کے روز ہمارے باپ چچا اور بھائیون کو قتل کیا اور ابن زیدؒ نے کہا کہ مسجد الحرام کے خراب کرنے مین انکی کوشش یہ تھی کہ انھون نے آبادی مسجد سے روکا کہ اُسمین عمرہ ادا نہ کیا جاوے (ابن جریر) اور عکرمہ یا سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام مین خانہ کعبہ کے پاس نماز سے روکا تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ الآیۃ۔ (ابن ابی حاتم) امام ابن جریرؒ نے دونون قولون کی روایت کے بعد قول اول کو اختیار کیا اسدلیل سے کہ قریش نے خانہ کعبہ کی تخریب مین کوشش نہین کی بلکہ رومی نصرانیون نے البتہ بیت المقدس خراب کرنے کی کوشش کی تھی۔ امام ابن کثیرؒ نے قریش کی کوشش بھی خانہ کعبہ کے اُجاڑنے مین ثابت کرکے کہا کہ میرے نزدیک یہی قول دوم ظاہر ہے اس وجہ سے کہ نصرانیون نے اگر یہودیون کو بیت المقدس مین نماز پڑھنے سے منع کیا تو ایسے وقت منع کیا کہ یہودیون سے نصرانی زیادہ ٹھیک تھے کیونکہ اسوقت مین یہودیون سے ذکر الٰہی مقبول نہ تھا اسلیے کہ یہ لوگ تو حضرت داؤد و عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ملعون ہوچکے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق واللہ اعلم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون کے ذمائم بیان کرنیکے بعد نصرانیون کی نفسانیت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام و توریت سے انکار اور بیت المقدس کی بربادی بیان فرمائی کیونکہ رومی نصرانیون کا قصد کرنا اور بیت المقدس کو خراب کرنا ظاہر و باطن دونون طرح سے تھا کیونکہ اُنھون نے یہودیون کو خالص نماز ہی سے منع کیا تھا بعدازان ہر کہ طیطوس مین اسپانوس رومی اور اُسکے ساتھیون نے یہودیون کو قتل و قید کیا اور توریت جلائی اور بیت المقدس کو اُجاڑ دیا یعنے بیت المقدس مین خاص وہ مقام جسکو صخرہ کہتے ہین اور وہ یہودیون کا قبلہ تھا اسقدر خراب کیا کہ اُسمین سور ذبح کرائے اور کوڑا و گندگی ڈالی تو انھون نے ظاہر و باطن دونون طرح سے خراب کیا اور اس قابل نرکھا کہ اُسمین نام الٰہی ذکر کیا جاوے برخلاف قریش کے کہ انھون نے خانہ کعبہ کے عمرہ سے درحقیقت نہین روکا بلکہ ظاہری عداوت سے روکا کیا نہین دیکھتے ہو کہ صلح سے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے

مکہ خالی کر دیا کہ تین روز تک عمرہ ادا کرین مگر جس سال منع کیا تھا وہ بیشک معنوی خرابی تھی بلکہ مکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو نکالنا اور وہان بتون و شرک کو پھیلانا بھی معنوی خرابی ہے اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا- ومالھم الایعذبھم اللہ وھم یصدون عن المسجد الحرام وماکانوا اولیاءہ ان اولیاءہ الاالمتقون الآیۃ - اور ظاہر ہے کہ مشرکون سے کسی مسجد کی آبادی نہین ہوسکتی ہے کما قال تعالیٰ- ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاہدین علی انفسہم بالکفر الآیۃ- یعنے مشرکین جب اپنی ذات پر کفر کی شہادت دیتے ہین تو مساجد آلٰہی کی آبادی اُنکی لیاقت سے نہین ہے وقال تعالیٰ- انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الاخر الآیۃ- یعنے مساجد آلٰہی کی آبادی وہی بندہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لایا-ھ- پس جب اہل ایمان کو مسجد الحرام سے نکالا تو اُسکی آبادی مٹانے مین کوشش کی کیونکہ مساجد کی آبادی اُسکی ظاہری صورت درست کرنے اور اُسکے نقش و نگار کرنے سے نہین ہوتی ہے بلکہ معرفت توحید کے ساتھ اُسمین شرع آلٰہی قائم کرنے سے ہوتی ہے اور واضح ہو کہ رومی نصرانیون نے اگرچہ غلبہ پایا لیکن اُسی نے تمام نصرانیون کو جمع کر کے اللہ تعالےٰ کی تثلیث اور عیسیٰ علیہ السلام کے بیٹا کہنے کا قول سب نصرانیون مین شائع کیا چنانچہ آل عمران کی تفسیر مین انشاءاللہ تعالےٰ آوے گا- پس جس شرک پر یہ مفسدین جمع ہو گئے تھے وہ بھی یہودیون کے مثل یا قریب ہو گیا پھر مترجم کہتا ہے کہ بیت المقدس کے خراب کرنے والے قسطنطین یا طیطروس اُسکو ظاہری عمارت و باطنی تعمیر دونون طرح سے خراب کر چکے اور قریش نے اگر خانہ کعبہ کی تعمیر چھوڑی تو صرف معنوی خرابی کی- رہا مساجد آلٰہی سے منع کرنا تو یہ بھی نصرانیان روم کی طرف سے صریح واقع ہوا اور قریش کی طرف سے قصداً منع نہ تھا بلکہ ضمناً منع لازم آیا پس مترجم کے نزدیک قوی وہ قول ہے جو امام ابن جریرؒ نے اختیار فرمایا کہ آیت قدسی کا اقویٰ مصداق نصاراے روم ہین- (مقام سوم)- اس آیت قدسی کا حکم تمام ایسے لوگون کو شامل ہے جو مساجد آلٰہی کو خراب کرین خواہ اسطرح کہ اُسکی ظاہری عمارت بھی گرادین یا فقط اُسمین اہل ایمان کو نماز و ذکر سے روکین پس اگر کسی قبلہ سے روکین تو اللہ عزوجل نے اُنکے حق مین اہانت مقدر فرمائی چنانچہ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب نصرانیون نے بیت المقدس کے مقام صخرہ کی اہانت کی جسکو یہود نے قبلہ بنایا تھا تو نصرانیان پر شرعی و تقدیری ذلت طاری ہوئی کہ ہمیشہ جب بیت المقدس مین داخل ہوتے ہین تو خوفناک داخل ہوتے ہین مترجم کہتا ہے یہ بات اب بھی مشاہدہ ہے اسیطرح جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ سے روکا تو اُنپر ذلت و خواری آئی چنانچہ اُنھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دس برس کے واسطے صلح ٹھہرائی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فتح فرمایا چنانچہ سورۂ انا فتحنا نازل ہوئی اور اسی رات کو ہرقل شاہ روم نے دیکھا کہ فتنہ کرنے والی امت کی بادشاہت ہو گئی چنانچہ چند ہی روز کے بعد قریش نے بدعہدی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کر کے مکہ فتح کر لیا اور جب حج کا زمانہ آیا تو منادی کرادی کہ آئندہ اس بیت العتیق سے کوئی مشرک قریب نہو امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اسی طرح جب یہود نے اللہ عزوجل کی نافرمانیان کین حتیٰ کہ بیت المقدس مین انبیاء کے خون بہائے اور ان ہر دو دون کی نافرمانی سب بڑھکر ہوئی یعنے قریش سے بڑھکر نصرانیون کا فعل تھا اور نصرانیون سے بڑھکر یہودیون کی حرکت تھی تو اللہ عزوجل نے ہر ایک کے واسطے مناسب عقوبت مقدر فرمائی- لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ ان لوگون کے واسطے دنیا مین خواری ہے اور اُنکے واسطے آخرت مین عذاب عظیم ہے- ف بعض نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانون کو بشارت ہے کہ عنقریب سب قسم کے مشرکین بُت پرست و مجوس اور کافرین یہود و نصاریٰ سب دنیا مین بھی خوار ہونگے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ پورا فرمایا اور مشرکین تو مسجد الحرام سے ممنوع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کرامت کے موافق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت مین جزیرۂ عرب سے تمام یہود و نصاریٰ کو جو اسلام نہین لائے نکال دیا یہ خانہ کعبہ و مسجد الحرام کی

بزرگی وطہارت ہے کہ اُسکے گرد نجاست کفر نہو۔ اور ایک جماعت نے تفسیر فرمائی کہ نصرانیون کی خواری ملک لیکہ اس دنیا مین اُسوقت ہوگی جب امام مہدی علیہ السلام پیدا ہوکر جہاد کرینگے جبکہ اُنکی عمر چالیس سال کی ہوجائیگی یہ قول سدی وعکرمہ ووائل بن داؤد کا ہے۔ اور قتادہؒ نے فرمایا کہ خاصۃً رومیون کی خواری اس طرح کہ یہ لوگ مطیع ہوکر جزیہ اداکرین۔ امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ دنیاوی خواری مین ہر طرح کی خواری شامل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جو شخص دنیا پر مطمئن ہوکر اسی کے مال ودولت کمانے وجمع کرنے مین مبتلا ہوجاوے وہ خود خوار کیا گیا ہے اگرچہ اُسکو چند روز کے بعد اپنا انجام بد نظر آوے امام احمدؒ نے کہا کہ اخبرنا الھیثم بن خارجۃ اخبرنا محمد بن ایوب بن میسرۃ بن حلبس سمعت ابی یحدث عن بسر بن ارطاۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعو اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلہا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الاٰخرۃ۔ یعنی الٰہی سب کامون مین ہمارا انجام نیک کیجیو اور ہمکو خواری دنیا وعذاب آخرت سے چھڑا دیجیو۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور کسی صحاح ستہ مین نہین ہے (تنبیہ) ہر تقدیر خواہ مسجد بیت المقدس یا مسجد الحرام کسی ایک مسجد کی بے ادبی ہوئی لیکن اللہ تعالےٰ نے مساجد اللہ اسواسطے فرمایا کہ جسنے مسجد قبلہ کی تعظیم چھوڑی اُسنے بدرجۂ اولیٰ تمام مساجد کی تعظیم چھوڑی جیسے کسی نے ایک نیک مرد کو ایذا دی تو کہتے ہین کہ اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو نیکون کو ستاوے۔ یہ زیادہ بلیغ ہے جیسے بنی اسرائیل پر حکم لکھا تھا کہ جسنے ایک کو ناحق قتل کیا گویا اُسنے کل کو قتل کیا کیونکہ نفس محترم کا احترام توڑ دیا (مسئلہ) قولہ تعالےٰ۔ ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین۔ سے نکلتا ہے کہ مشرکون کا مسجد مین داخل ہونا جائز ہے اور یہی امام ابو حنیفہ وبخاری وغیرہم کا مذہب ہے اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ بن اثال کو مسجد مین باندھا تھا در حالیکہ وہ مشرک تھا پھر تین روز کے بعد کھول دیا لیکن وہ تھوڑی دیر کے بعد نہا کر آیا اور مسلمان ہوگیا البخاری اور فتح مکہ مین بھی قبل داخل ہونے کے حکم بھیجدیا تھا کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر مین چلا جاوے یا خانہ کعبہ مین چلا جاوے یا اپنا دروازہ بند کرلے یا ہتھیار ڈالدے تو وہ بےخوف ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ مین مشرک کا داخل ہونا جائز ہے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ یہ لوگ اپنے طور پر خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے تھے اما مالکؒ کے نزدیک مطلقاً منع ہے کیونکہ مشرک نجس ہے شافعیؒ کے نزدیک مسجد الحرام مین کافر کا جانا منع ہے اور دیگر مساجد مین اگر کوئی حاجت ہو اور کوئی مسلمان اجازت دے تو جائز ہے۔ یہ واضح ہو کہ مساجد بوجہ نام الٰہی کی تعظیم سے مکرم ہین ورنہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کسی جگہ سے کوئی خصوصیت نہین ہے وہ ہر مخلوقات کے لگاؤ سے پاک ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ یہودیون کی بدکاریون سے بخت نصر مجوسی کو مسلط فرمایا کہ اُسنے یہودیون کو قتل وغارت کیا اور بیت المقدس گرایا پھر اُسکے بعد جب رومی نصاریٰ مسلط ہوئے تو اُنھون نے صخرۂ بیت المقدس مین بوجہ عداوت یہود کے کوڑا ڈالا اور مدت دراز تک یہی حالت رہی یہانتک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود تشریف لیجاکر بیت المقدس کو فتح کیا اور جب بیت المقدس مین داخل ہوئے تو یہ حالت دیکھکر اپنی چادر بچھائی اور کوڑا اُٹھا کر پھینکنا شروع کیا اور بعض مومنین نے چاہا کہ آپ کو اس تکلیف سے بچاوین تو آپ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے ثواب کو حاصل کرو حتی کہ مسلمانون نے ملکر ایکدم مین سب صاف کردیا اور آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے واسطے جو آثار وارد ہوئے ہین انمین یہ ہے کہ دنیا ظلم وجور سے بھر جاویگی اور نصرانی اُسوقت بکثرت ہونگے اور اکثر روے زمین پر غالب ہونگے اور رومی یعنے نصاریٰ سے قوم روم بلکہ مسلمانون کو گانون گانون سے نکال دینگے اور آخر قسطنطنیہ فتح ہوجائیگا اور سلطان مقام شام مین لڑائی مین شہید ہوجاینگے پھر مدینۂ منورہ سے امام مہدی رضی اللہ عنہ نکلکر جہاد فرماینگے اور اللہ تعالیٰ برابر اُنکو فتح عنایت کریگا اور یہی زمانہ خروج دجال کے واسطے مقرر ہے اگر پوچھو کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمانون کی کیا کیفیت ہوگی تو مجھے تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے بلکہ جو کیفیت

سامنے موجود ہی ہی معجزات روایات مین مذکور ہی یعنے فسق و فجور علانیہ ہونا شراب خواری شرع کی ہتک حرمت بدعات کی کثرت اور خصائل نیک چھوڑکر بد خصال کی شدت مسجدونکا نقش و نگار وہان دنیاوی باتین جاہلون کو پیشوا بنا کر انکے احکام پر عمل کرنا طریق سنت چھوڑکر مشرکون کے طریقہ پر کوشش کرنا تاکہ ترقی حاصل ہو گروہا گروہ مسلمانون کا دین سے خارج ہوکر مشرکون مین شامل ہونا متبعین سنت غربا دین اسلام باقی ہونا مان باپ کی نافرمانی دوستون سے ملاپ امانت مین خیانت دولت کا ڈول کی طرح گھومنا مزامیر کا رواج بکثرت بخل خواہش نفس کی پابندی آخرت چھوڑکر دنیا اختیار کرنا ہر شخص کا اپنی راے پر نازان ہونا جہالت کی کثرت اور مانند اسکے بہت سی علامات دیگر ہین جنکا بیان طول ہے اور جو کچھ بیان ہوا یہ علاوہ کتب حدیث کے صرف صحاح ستہ مین موجود ہین جو تیسری صدی مین تصنیف ہوئین جسوقت ہر طرف مسلمانون ہی کا غلبہ تھا پس یہ اہل ایمان کے واسطے عین معجزات طمانینت ہین اور حدیث مین یہ بھی آیا کہ جو ایسے وقت مین سنت پر قائم ہو جب یہ امت فاسد ہو جائیگی تو اُسکے لیے سو شہید کا ثواب ہے (السنن) اور یہ بھی حدیث مین آیا کہ فساد امت کے وقت سنت پر قائم رہنے والا ایسی حالت مین ہوگا جیسے چنگاری پکڑے ہو (بعض السنن) پھر واضح ہو کہ بیت المقدس ہو یا خانہ کعبہ ہو ہر ایک کو اللہ تعالی نے اپنی بندگی کے واسطے ایک جہت مقرر فرمایا ہے ورنہ اللہ تعالے کے واسطے کوئی جانب خصوصیت نہین ہے قال تعالی

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝

اور اللہ ہی کی ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منھ کرو وہان ہی متوجہ ہے اللہ برحق اللہ گنجایش والا سب خبر رکھتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا قبلہ ہونا محبوب رکھتے تھے اور مکہ معظمہ مین کعبہ کو سامنے کرکے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے پھر جب مدینہ مین ہجرت فرمائی تو یہ ممکن نہوا بلکہ شام کی طرف جانب صخرہ بیت المقدس نماز پڑھنے کا حکم ہوا چنانچہ سولہ یا سترہ مہینہ تک پڑھتے رہے اور آپ چاہتے تھے کہ قبلہ بجانب کعبۂ ابراہیمؑ ہو اور اللہ تعالی نے اسکو منظور فرما کر خانہ کعبہ کی جانب تحویل فرمائی تو یہود نے طعن کیا کہ انکا کوئی قبلہ معلوم نہین کبھی بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور کبھی خانہ کعبہ کی طرف تو یہ آیت اُتری اور یہ عکرمہؒ سے مروی ہے اور اصح قول کے موافق واللہ اعلم بات یہ تھی کہ مدینہ مین آنے کے بعد اللہ تعالی نے یہود کی تالیف قلوب اور نیز حجت الٰہی پوری ہونے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھین چنانچہ ایسا ہی ہوا پس ہدایت کی جگہ انکو گمراہی نے گھیرا اور لگے طعن کرنے جیسا کہ مذکور ہوا اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ سفر مین نماز نفل سواری پر جدہر جدہرو چلے پڑھنے کے جواز مین اُتری چنانچہ سعید بن جبیرؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نفل پڑھتے جدہر جدہر وہ متوجہ ہوتا درحالیکہ آپ مکہ سے مدینہ کو آتے تھے پھر ابن عمرؓ نے یہ آیت پڑھی۔ وللہ المشرق والمغرب الآیۃ۔ اور ابن عمرؓ نے کہا کہ اسی مین یہ آیت اُتری ہے (مسلم والنسائی والترمذی وقال حدیث حسن صحیح) اور قتادہؒ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے بقولہ تعالے قول وجہک شطر المسجد الحرام الآیۃ۔ (اخرجہ الترمذی ایضا) اور مسئلہ یہ ہے کہ سفر مین اگر اونٹ مثلاً مشرق کی طرف جاتا ہو حالانکہ قبلہ مغرب کی طرف ہے جیسا کہ ہمارے یہان سے ہے اور وہ نفل نماز ادا کرنا چاہے تو باوضو یعنے طہارت نماز کے ساتھ نیت کرے پھر اسکو مشرق کی طرف چلنے دے اور نماز کو تمام کرے اور رکوع و سجدہ اشارہ سے کرے اور فرض نماز اس طرح نہین جائز ہے بلکہ اُترکر پڑھے اور سواری پر نفل پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مروی ہے اور نیز مروی ہے کہ وتر سواری پر پڑھتے تھے اسی سے صاحبین وغیرہما سب کے نزدیک وتر سنت ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے پس شاید کہ سواے فریضہ کے واجب و سنت سب اس طرح جائز ہو اگرچہ اسمین کلام کیا گیا ہے فتامل و اسکا ربط ماقبل سے بعض علما نے یون بیان کیا کہ بیت المقدس یا خانہ کعبہ سے منع کرنے کو کافرون نے ابطال خیر و انسداد جانا حالانکہ بیت المقدس و بیت الحرام

فقط قبلہ یعنے جہت استقبال ہے کہ جس طرف ہوکر نماز پڑہیں ولیکن یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لیے باین معنی وہ جہت ہو کہ بغیر اسکے عبادت نہیں ہوسکتی بلکہ اللہ عزوجل کا علم ہر جگہ ویسا ہی ہے جیسا بیت المقدس وکعبہ کی طرف توجہ کرنے میں ہے اور اسمین ان جاہلون کی حماقت کا اشعار ہے اور مسلمانون پر رحمت ہے کہ ہمنے اجازت بھی دیدی اور نیز اشارہ ہے کہ نماز کے لیے وہ جگہ کچھ مخصوص نہین اور یہ انعام خاص کر اس اُمت مرحومہ کو بواسطہ نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطے ہر جگہ جہان چاہین نماز بشرائط سے ادا کرین وفی صحیح حدیث مین ہے کہ۔ جعلت لی الارض کلھا مسجدا یعنے میرے واسطے مخصوص سوا اور انبیا کے تمام زمین مسجد قرار دیگئی (الصحیحین) یعنی جہان چاہون نماز پڑھون اور یہ معنے نہین کہ تمام زمین کے لیے مجھپر وہی رعایت واجب ہین جو مسجد کے واسطے ہوتی ہین اور یہ خصوصیت آپکی بمقابلہ دیگر انبیا کے ہے کیونکہ اورون کے واسطے کوئی نہ کوئی جگہ خاص کردیجاتی تھی خواہ وہ ہمیشہ کے واسطے یا چندروز کے واسطے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات مین سے جو اگلی کتابون مین بھی پہچان کے نشان کے طور پر مذکور ہے یہ ہے کہ جہان اُنکو یا اُنکی اُمت کو نماز کا وقت آجائیگا وہین ادا کرسکینگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے مشرق اور مغرب ہے۔ ف یعنے شمال وجنوب ومشرق ومغرب جسقدر جہات ہین سب اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہین اور اُسکی ذاتی خصوصیت کسی مقام سے نہین ہے بلکہ ہر طرف اللہ تعالےٰ کی حکمت وقدرت موجود ہے اور اگر اُسکی فرمانبرداری کے ساتھ کسی جہت توجہ ہو تو اُسی طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت پاوے جیسے اُسکی نافرمانی مین کافر ومشرک جس طرف توجہ کرتا ہے اُسی طرف غضب آلٰہی پاوےگا اگرچہ اُسکو معلوم نہو کیونکہ مومنین اپنے نفس کے واسطے کسی جانب توجہ نہیں کرتے خصوصاً نماز مین لہذا اُنکو آگاہ کیا کہ جس طرف توجہ کرو اللہ تعالیٰ کی رحمت پاؤگے کیونکہ ہر جہات مشرق ومغرب وغیرہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہین۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ پس جہان کہین تم لوگ مُنہ کرو یعنے متوجہ ہو تو وہین وجہ اللہ ہے۔ ف یعنے وہین قبلہ آلٰہی موجود ہے۔ یہ تفسیر امام ترمذی نے حضرت مجاہدؒ سے روایت کی۔ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے۔ ف یعنی اُسکی رحمت ومغفرت وسیع اور اُسکا علم محیط ہے پس جدھر تم اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے توجہ کرو اُسی طرف اللہ تعالےٰ کی جہت وقبلہ پاؤ اور وہ خوب جانتا ہے دیکھتا ہے تو وہین تمکو ثواب ورحمت عطا فرماوےگا امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت قدسی مین اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنہوں نے ہجرت سے کعبہ کو چھوڑا تھا بشارت دی اور فرمائی کہ جب تمنے اللہ تعالیٰ کے واسطے ہجرت کی تو جہان کہین جدھر توجہ کرو تمہارے واسطے وہی جہت قبلہ ہے اور وہی رحمت کعبہ ہے کیونکہ مکہ معظمہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت المقدس کی جانب نماز پڑھتے تھے تو کعبہ کو اپنے سامنے کرلیتے تھے پھر جب مکہ چھوڑا تو صرف بیت المقدس کا استقبال باقی رہا پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اُنکی تسلی فرمائی پھر آپ نے مدینہ منورہ مین سولہ یا سترہ مہینے جانب بیت المقدس نماز پڑھی لیکن آپ پسند کرتے تھے حتی کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو خانہ کعبہ کی جانب متوجہ فرمایا چنانچہ شروع پارہ دوم مین آتا ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ جہانتک ہمسے بیان کیا گیا ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پہل قبلہ ہی کے بارہ مین نسخ ہوا ہے (ابو عبید) اور آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قبلہ صرف جہت عبادت ہے یعنے اللہ تعالےٰ نے اپنی فرمانبرداری دیکھنے کے واسطے بندون کو ایک جانب متوجہ فرمایا تاکہ اُس سے انحراف نہ کرین اور آیت مین تنبیہ کی کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی مین جدھر توجہ کرو اُسیطرف قبلہ آلٰہی ورحمت پاؤگے یعنے اللہ تعالیٰ کی کوئی جہت کیجانب کوئی خصوصیت نہین ہے (مسئلہ) اسی مقام سے ائمہ حنفیہ نے کہا کہ خانہ کعبہ کی عمارت کو قبلہ ہونے مین کچھ دخل نہین ہے بلکہ وہ مقام ہے خواہ عمارت ہو یا نہو حتی کہ اگر عمارت کے واسطے سجدہ کرنے کا قصد کرے تو کفر کا خوف ہے لہذا اگر عمارت کعبہ منہدم ہو جاوے معاذ اللہ تعالےٰ

تو بھی قبلہ بدستور باقی ہے بلکہ ابن الزبیرؓ وغیرہ نے توڑ کر خانۂ کعبہ کی عمارت بنائی چنانچہ اسکا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے پھر شیخؒ نے لکھا کہ
عکرمہؓ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ تعالیٰ فثم وجہ اللہ یعنی جدھر مشرق یا مغرب میں توجہ کرو اُدھر قبلۂ الٰہی ہے۔ اور اسی کے مانند مجاہدؒ
سے روایت ہے شیخؒ نے کہا کہ ظاہر اثر ابن عباسؓ دلالت کرتا ہے کہ یہ آیت دربارۂ نسخ قبلہ نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسی کے مانند
ابو العالیہ و حسن بصریؒ و عطاء خراسانی و عکرمہ و قتادہ و سدی و زید بن اسلم سے روایت ہے کہ یہ آیت دربارۂ نسخ قبلہ ہے۔ امام ابن جریرؒ نے کہا
کہ ایک جماعت دیگر کے نزدیک اس آیت کا نزول خانۂ کعبہ کی طرف توجہ فرض ہونے سے پہلے واقع ہوا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے
اصحاب رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو جاوے کہ نماز میں جس جانب توجہ کریں اسی طرف وجہ اللہ پاوینگے کیونکہ کسی جگہ کی مجال نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ
کو محیط ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا علم جمیع اشیاء کو محیط ہے پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کی جانب توجہ کو حتمی کر دیا۔ اور تیسری جماعت
علماء نے کہا کہ یہ آیت اسواسطے نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے سفر میں سواری پر نوافل پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی جاہے جس طرف توجہ
ہو یعنی مثلاً قبلہ بجانب مغرب ہے اور یہ شخص بجانب مشرق جاتا ہے تو سواری پر نفل کی نیت کرے اور اشارہ سے رکوع و سجود کرتا جاوے اور
اسیطرح حالت خوف میں جس طرف موقع پاوے اسی طرف اسکا قبلہ ہے۔ سعید بن جبیرؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ابن عمرؓ
کا اونٹ جس طرف جاتا اسی طرف نماز پڑھتے جاتے اور بیان کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے اور ابن عمر
رضی اللہ عنہما اس آیت۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ کی یہی تاویل بیان کرتے تھے (رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ابی حاتم و
ابن مردویہ) اور اصل حدیث صحیحین میں بدون تاویل آیت کے مروی ہے۔ اور ابن عمرؓ سے جب نماز خوف کا حال پوچھا جاتا تو اسکو بیان کرنے کے بعد
کہتے کہ اگر اس سے زیادہ خوف ہو تو سوار یا پیدل خواہ کعبہ کا رخ ہو یا نہو ادا کریں۔ نافع نے کہا مجھے ایسا ہی یاد پڑتا ہے کہ اسکو ابن عمرؓ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ (مسئلہ) سواری پر نفل جائز ہے خواہ ایسا سفر ہو جسمیں قصر نماز جائز ہے یا اس
کم ہو یہی قول ابی حنیفہؒ و مشہور قول شافعیؒ و ابو یوسفؒ وغیرہ کا ہے اور اسمیں امام مالکؒ و اُنکے اصحاب نے اختلاف کیا رہا وطن مقیم
میں سواری پر نفل پڑھنا تو ابو یوسفؒ و ابو سعید الاصطخری و ابو جعفر الطبری نے جائز مختار رکھا بلکہ امام ابو جعفر الطبری نے تو پیدل کیواسطے
بھی وطن میں جائز رکھا۔ پھر امام ابن جریرؒ نے کہا کہ جماعت چہارم کے نزدیک یہ آیت ایسے لوگوں کے حق میں ہے جنکو جنگل و تاریکی وغیرہ
کی وجہ سے جہت قبلہ معلوم نہو اور اُنھوں نے تحری سے مختلف جہات میں نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے اُنکے واسطے اجازت دیدی
کہ تم سب کی نماز جائز ہے پھر عامر بن ربیعہؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں اندھیری رات میں ایک مقام پر
اُترے تو آدمیوں نے پتھروں کی آڑ بنا کر نماز پڑھی پھر جب صبح ہوئی تو ہمنے دیکھا کہ ہم لوگوں نے قبلہ کے سوا دوسری جانب نماز پڑھی پس
ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں نے غیر قبلہ کی جانب نماز پڑھی یہ آیت نازل ہوئی (ابن جریر
و ترمذی و ابن ابی حاتم و اسنادہ ضعیف) اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں
کو ایک سریہ میں بھیجا تو ہم پہنچے وہاں رات میں سخت تاریکی کی وجہ سے قبلہ نہ پہچانا اور ہم نے غیر قبلہ کی جانب خطوط کھینچکر
نماز پڑھی پھر جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ خطوط بجانب غیر قبلہ ہیں پس جب ہم واپس آئے تو اسکو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے ذکر کیا مگر آپ خاموش رہے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی (ابن مردویہ و دارقطنی ورواہ ابن مردویہ
عن ابن عباسؓ ایضاً وفی الاسناد مقال) پھر ابن جریرؒ نے فرمایا کہ پانچویں جماعت علماء کا یہ قول ہے کہ یہ آیت دربارۂ نجاشی بادشاہ

ف بیان نماز خوف کی آیت میں انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ ... میں آئیگا ۱۲ م

حبش کے نازل ہوئی چنانچہ اپنی اسناد کے ساتھ قتادہؒ سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ایک بھائی مر گیا پس تم لوگ اُسپر نماز پڑھو (یعنے مدینہ منورہ میں غائبانہ اُسپر نماز پڑھو) پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا ایسے شخص پر نماز پڑھیں جو مسلمان نہیں تھا تو نازل ہوا قولہ تعالےٰ ۔ وان من اہل الکتاب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ لا یشترون بآیات اللہ ثمنا قلیلا الآیتہ ۔ خاتمہ آل عمران ۔ قتادہؒ نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ تو قبلہ کی جانب نماز نہیں پڑھتا تھا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا ۔ وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیتہ ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ روایت غریب ہے مترجم کہتا ہے کہ اس کے راوی سب ثقات اثبات ہیں لیکن تفرد کی وجہ سے بیشک غریب ہے ۔ اور واضح ہو کہ نجاشی بادشاہ حبش صدق دل سے مسلمان ہو گیا تھا حتیٰ کہ جو صحابہؓ وہاں ہجرت کر گئے تھے وہ لوگ بعد مرنے کے اُسکی قبر سے نور دیکھتے تھے اور آپس میں اسکا ذکر کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے باسناد صحیح مروی ہے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو یہ کہا کہ مسلمان نہیں تھا ظاہرا اس گمان سے کہا کہ اُس وقت ہجرت فرض تھی حالانکہ وہ ہجرت کر کے مدینہ نہیں آیا اور اُسکا عذر یہ ہوسکتا ہے کہ اُسکے ساتھ انتظام سلطنت متعلق تھا اور اُسکے علاوہ سلطنت کبھی مسلمان ہو گئے تھے تو اُسکے ذمہ سے ہجرت کی فرضیت ساقط ہو گئی تھی بخلاف ہرقل بادشاہ روم کے کہ جب اُسکی سلطنت والے مسلمان نہیں ہوئے تو اُسپر ہجرت کرنا فرض تھا حالانکہ وہ ایلچیوں کو بھیجتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو اُسنے بھی اسلام کا اقرار کیا اگرچہ ہمکو اُسکی نسبت بھی اسلام کا گمان ضرور ہوتا کیونکہ ہجرت ترک کرنے سے صرف کبیرہ گناہ لازم آوے گا لیکن ابن حبان وغیرہ کی صحیح روایت میں وارد ہوا کہ جب مقام تبوک میں اُسنے اپنا ایلچی وا اپنا عریضہ بھیجا تھا اور کچھ سونا بطور نذر بھیجا تھا اور کہلا بھیجا کہ میں حضور پر ایمان لایا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جھوٹا ہے یہ اپنی نصرانیت پر باقی ہے چنانچہ اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالےٰ اپنے مقام پر آوے گی رہا یہ کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ قبلہ کی جانب نماز نہیں پڑھتا تھا تو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعض علماء نے جواب دیا ہے کہ اُسکو خانہ کعبہ کی جانب قبلہ کی تحویل کا حکم پہونچنے نہیں پایا تھا کہ اُسنے انتقال کیا ۔ اور قرطبی نے اسکو قتادہؒ سے نقل کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ نجاشی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا صحیح روایات صحاح سے مرفوع ثابت ہے لیکن اُن روایات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا سوال کرنا و نزول آیات کا کچھ ذکر نہیں ہے شیخ نے لکھا کہ قرطبی نے یہاں یہ مسئلہ لکھا کہ اسی سے ایک جماعت علماء کے نزدیک غائب میت پر نماز جنازہ جائز ہے شیخ قرطبیؒ نے کہا کہ ہمارے اصحاب مالکیہ کے نزدیک یہ واقعہ بطور تشریع کے عام نہیں تھا بلکہ یہ تین وجہ سے مخصوص ہے مترجم نے کہا کہ ائمہ حنفیہؒ کے نزدیک بھی خاص ہے ۔ اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نجاشی کے جنازہ سے پردہ اُٹھا دیا گیا تھا حتیٰ کہ جب آپنے نماز پڑھی تو وہ آپکے سامنے موجود تھا دوم یہ کہ جب نجاشی کے پاس کوئی مسلمان نہ تھا جو اُسکے جنازہ کی نماز پڑھے تو آپ نے اُسکی نماز پڑھی اور اسکو ابوبکر بن العربی نے اختیار کیا لیکن قرطبی نے اعتراض کیا کہ یہ بات بہت بعید ہے کہ ایسے بادشاہ مسلمان کی قوم میں سے کوئی اُسکے پاس مسلمان نہو لیکن امام ابوبکر بن العربی نے خود اسکا یہ جواب دیدیا ہے کہ شاید اُنکے نزدیک میت پر نماز مشروع نہو اور یہ جواب جید ہے مترجم کہتا ہے کہ جید اس وجہ سے ٹھہرایا کہ یہ طریقہ نماز کا صرف اسلام میں خاص ہے اور حبش تک ہنوز یہ حکم نہیں پہونچا تھا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اُسکو نسخ قبلہ کی خبر نہ پہونچی وجہ سوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہ پر اسواسطے نماز پڑھی تاکہ دوسرے بادشاہ ہوں انکی تالیف قلب ہو واللہ تعالیٰ اعلم ۔ مترجم کہتا ہے کہ بہرحال نجاشی کے حق میں یہ فضیلت ظاہر ہے اور اسکی وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ اُسنے سلطنت دنیا کا کچھ خیال نہ کیا پس یہ امر مشکور ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ احبار یہود نے باوجود عالم ہونے کے ایک خفیف خیرات کے پیچھے جو اُنکو عام یہود لوگ

ملتی تھی اسلام لانا چھوڑ دیا باوجودیکہ اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت ہرطرح توریت سے یقینی معلوم ہوگئی تھی پھر بادشاہ نجاشی کو کس قدر فضیلت ہے کہ اُسنے سلطنت کی پروانہ کی لہذا اللہ تعالیٰ نے اُسکو یہ کرامت عطا فرمائی کہ اپنے پیغمبر خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشرف فرمایا اور بعض احادیث صحاح سے ثابت ہوا کہ آپ کی نماز سے اللہ تعالےٰ میت کی قبر مین نور عظیم نازل فرماتا ہے پس اگر دوسرے بادشاہون کو سمجھ ہوتی تو وہ اس نعمت عظمیٰ کو جان دیکر حاصل کرتے لیکن اُنھون نے دنیا کی جو مرتے ہی فنا ہوگئی نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہان حدیث ابوہریرہ رضہ مناسب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل مدینہ واہل شام واہل عراق کے واسطے درمیان مشرق ومغرب کے قبلہ ہے (ابن مردویہ ونحوہ الترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی حسن صحیح) مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قبلہ کا استقبال کرنے مین یہ شرط نہین ہے کہ ضرور ایسے طور پر کھڑا ہو کہ اگر اُس سے ایک خط کھینچا جائے تو ٹھیک خانہ کعبہ پر متصل ہو بلکہ جس جہت مین خانہ کعبہ ہے وہ جہت ٹھیک ہو مثلاً ہندوستان سے خانہ کعبہ جانب مغرب واقع ہے اور زیادہ درستی یہ کہ کسی قدر جنوب کی جانب جھک جاوے لیکن اگر کوئی شخص سیدھا مغرب کی جانب کھڑا ہوگیا تو کافی ہے بشرطیکہ استقبال قبلہ کی نیت ہو اور اہل مدینہ وعراق وشام والون کے واسطے یہی جہت ہے جو حدیث مین منصوص ہے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تو مغرب کو اپنے دائین طرف کرے اور مشرق کو بائین طرف کرے تو انکے بیچ مین قبلہ ہے جبکہ تو قبلہ کا استقبال کرے یعنے نیت استقبال ہو (الترمذی) اور یہ آپ نے اہل مدینہ اور اُنکے رخ والون کے واسطے فرمایا وعلیٰ ہذا اہل ہند مین سے جب کسی نے شمال کو دائین اور جنوب کو بائین کیا تو انکے درمیان مین قبلہ ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ جہانتک ہوسکے ایسے طور پر جہت ٹھیک کرے کہ مصلے سے قبلہ تک خط مستقیم ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کابل تک اپنے زمانہ مین ملک فتح کیے اور قبلہ کی جانب محرابین بنائین پس وہ محرابین نہایت ٹھیک ہین مترجم کہتا ہے کہ یہان فلسفی وہمیون کے واسطے عجیب تنبیہ ہے کہ دیکھو صحابہ رضی اللہ عنہم ان فنون ہیئت وریاضی وغیرہ مین عمر برباد نہین کرتے تھے بلکہ معرفت قلبی حاصل کرتے تھے جسکی کمتر شان یہ تھی کہ ٹھیک خط مستقیم پر محراب بنائی جہان بڑے بڑے مہندس حیران ہین اور علم درحقیقت یہی علم ہے جو حواس قلب ومعرفت عقل سے حاصل ہو اور یہ نہین ہے کہ جو جسم کے فانی حواس مین مرتکز ہو کہ یہ تو عنقریب اسی جسم کے ساتھ خاک ہوجائیگا اور علم معرفت جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ عین اتباع شریعت وسنت طریقت پر بغیر قیل وقال کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدم بقدم چلے اور یہی ہر سعید ازلی کو نصیب ہے ورنہ بدبخت شقی تو ہمیشہ اوہام وشکوک مین گرفتار ہو کر یقینیات سے بھاگتا ہے اور عجب کہ شیطانی اوہام پر جم جاتا ہے نعوذ باللہ من الضلال ف بعض اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ تعالےٰ ۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ۔ یعنے جدھر منھ کرو وہین جہت الٰہی واُسکا قبلہ موجود ہے ۔ جیسے یہ توجہ اس جسم وحواس جسمانی سے ہوتی ہے اسیطرح قلب وحواس روحانی سے ہوتی ہے پس اگر قبلہ کی جانب حواس جسمانی وجسم سے متوجہ ہوا اور اسکے ساتھ ہی قلب حواس قلبی سے متوجہ ہوا تو دونون جمع ہوگئے اور کبھی فقط توجہ جسمانی ہوتی ہے اور وہ دو طرح ہے ایک یہ کہ منافق ہو اور دوم یہ کہ دنیا کی ہوسات مین غافل ہو جیسے لبون پر تسبیح ودل مین گاؤخر ۔ اس تری تسبیح کا کیا ہوا اثر ۔ اور کبھی جسمانی توجہ نہین ہوتی اور دلی توجہ موجود ہوتی ہے چنانچہ اگر ایک شخص مشرق کی جانب سفر مین جاتا ہے اور سواری پر نماز نفل پڑھتا جاتا ہے تو وہ اپنے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہے اگرچہ بظاہر بجانب مشرق ہو اسی طرح جیسے کسی مومن صالح کی زیارت مین خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے قصد کیا تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی جانب متوجہ ہے اگرچہ کسی جانب جاتا ہو ۔ اسی طرح اشارہ ہے کہ اسرار کی آنکھون سے جدھر دیکھو اُدھر انوار مکاشفہ موجود ہین اسی طرح ان موجودات کو اگر بطور مخلوقات ومصنوعات کے دیکھو کہ یہ چیز خوبصورت ہے اور یہ چیز بدصورت ہے تو یہ غفلت ولغویت ہے اور اگر اس نظر سے دیکھو کہ یہ کوئی چیز اپنی طاقت وقدرت مین نہین بلکہ صانع عزوجل کی صنعت ہین تو اُنمین قدرت الٰہی عزوجل

مشاہدہ ہے اور یہ کشف فعلی ہے اور اسکے خاص لوگون کو کشف صفت کا نور بھی حاصل ہوتا ہے واضح ہو کہ ہر مشہود مین موافق استعداد و محل کے مشاہدہ ہوتا ہے یعنی اگر مثلاً اونٹ ہو تو اُسمین تنبیہ فرمائی کہ۔ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ اور اگر آسمان و زمین کے عجائب قدرت دیکھو تو اُسکی نسبت فرمایا۔ لآیات لاولی الالباب۔ اور بعض مین فرمایا۔ لآیات لقوم یعقلون۔ اور بعض مین فرمایا۔ حتی یتبین لہم انہ الحق پس انسانی مشاہدہ مین کمال مزید ہے اسیواسطے انسانی تسبیح بھی اکمل ہے اسیوجہ سے چرند و پرند جو اپنے رب عزوجل کی تسبیح کرتے ہین باوجود اسکے اجازت فرمائی کہ انسان اُنکو اللہ تعالےٰ کے نام پر ذبح کر کے کھاوے لہٰذا اگر کھانے والے نے کفر کیا تو یہ اُسکے حق مین وبال شدید ہے مگر تسبیح الٰہی بر وجہ کمال موجود ہے اور یہ بھید اکثر عوام کی سمجھ سے باہر ہے اور یہی بھید تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت قبلہ بیت المقدس کے خانہ کعبہ کا قبلہ زیادہ پسند فرماتے تھے اسیوجہ سے علما نے کہا کہ حقیقت قبلہ نامعلوم ہے اور اسی جہت سے انبیاء علیہم السلام اسی کے گرد طواف کرتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اوقات بعضے انبیاء کا طواف بیان فرمایا چنانچہ صحاح کی احادیث مین بیان آیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر کچھ بیان آویگا پس بندہ سالک کو چاہیے جو اس دنیاے حقیر سے ہمت اُٹھا کر معالی درجات کی جانب کوشش کرے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم شیخ نے کہا کہ جسنے نظر جسم سے دیکھا اُسکا قبلہ ظاہری ہے اور اسی حالت مین اگر ترقی کے ساتھ نظر قلبی و عقلی سے متوجہ ہوا تو اُسکا قبلہ آیات ہین اور اگر زیادہ عروج ہے کہ روح کی آنکھ سے دیکھا تو قبلہ اُسکا صفات ہین۔ ابن منصور نے کہا کہ جہان تو توجہ کرے وہین وجہ اللہ ہے اور جہان گم ہو وہین گم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین آیا کہ نمازی جب تک سجدہ سے متوجہ رہتا ہے تو رحمت الٰہی سے مواجہہ ہوتا ہے اور جب خیالات مین پڑجاتا ہے تو رحمت سے اعراض ہوتا ہے پھر جب متوجہ ہوجاتا ہے تو پھر توجہ پاتا ہے (کما فی السنن) بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف تیری توجہ تیری صدق نیت سے ہے اور اُسکی جانب راہ یہ ہے کہ تو اپنے نفس سے سمجھ کے ساتھ ادھر اُدھر مائل ہونے سے صد پر قائم رہ اور ہر چیز کو اُسکی ضد کے ساتھ باندھ دے اور خود اکیلا منفرد ہو جاتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام لطیف ہے جسکے واسطے لطیف سمجھ درکار ہے واللہ تعالےٰ ہو الموفق۔ اسیواسطے جو لوگ صد پر قائم نہین رہے وہ قبلہ نورانی سے نکلکر اوہام شیطانی مین پڑ گئے اور طرح طرح کے بہتان باندھنے لگے کیونکہ یہی مقتضاے حواس جسمی ہے جبکہ دونون عقلی سے منقطع ہوجاوین چنانچہ ان لوگون کی شک و گمراہی کے بعض اوہام کو حق عزوجل نے بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ

اور کہتے ہین اللہ رکھتا ہے اولاد وہ سب سے نرالا ہے بلکہ اُسکا مال ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین مین سب اُسکے آگے ادب سے جھکے

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

نیا نکالنے والا آسمان اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے ایک کام کو تو یہی کہتا ہے اُسکو کہ ہو وہ ہوتا ہے

اللہ تعالےٰ نے اپنی وحدانیت اُلوہیت ذات و صفات کا اعتقاد بندون پر فرض کیا بلکہ اگر انہون نے یہی نہ پہچانا تو اپنے خالق عزوجل کو بالکل نہ پہچانا اور جس مخلوق نے اپنے خالق کو نہ پہچانا وہ بدتر گمراہ ہے پس اہل ایمان صحیح معرفت سے پہچانتے ہین کہ خالق عزوجل جمیع صفات کمال سے موصوف ہے اور کسی مخلوق سے مشابہ نہین اور نہ کوئی مخلوق اُس سے مشابہ ہوسکتی ہے اور وہ جسم و جہت و شکل و صورت وغیرہ اور ہر ایسی چیزون سے جو مخلوق ہین یا مخلوق کے تصور و خیال و قیاس و گمان و وہم مین آتی ہین سب سے پاک ہے کیونکہ جو مخلوق کے تصور و وہم مین آویگا وہ اس مخلوق کے اندر مخلوق ہوا اور اللہ تعالیٰ جبکہ خود مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے تو جو چیز کہ اس مخلوق کے خیال مین آ اُس سے بدرجۂ اولیٰ پاک ہے اسیواسطے اوپر تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی جہت نہین ہے بلکہ قبلہ تو اُسنے اپنے بندون کے لیے

بندگی کی جہت معین فرمائی ہے پس جو شخص اسطرح ایمان لایا وہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور جو اس راہ سے بہکا تو وہ اپنے تصورات پر ایمان لایا کیونکہ جو کچھ اسکے تصور مین بندھا اُسیکو اُسنے اپنا خدا بنایا جیسے نصرانی نے تصور باندھا کہ مسیح بیٹا ہے اور انکی دیکھا دیکھی یہود گمراہون نے بھی اپنے یہان عُزیر کو بیٹا بنایا اور اُنکی باتین سُنکر عرب کے مشرکون نے ظاہر البطون طعن کے لفظ ملائکہ کو مؤنث دیکھکر کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیان ہین گویا یہود و نصاریٰ کو احمق بنایا کہ یہ لوگ اللہ کے پیغمبر بتلاتے ہین پھر کہتے ہین کہ اللہ کا بیٹا ہے تو جب بیٹا ہوسکتا ہے تو بیٹیان بھی ہونگی تو پھر ملائکہ کو بیٹیان کہو۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے عرب کی ذاتی صفائے عقل ظاہر ہے اور یہود و نصاریٰ کی حماقت بھی ظاہر ہے کیونکہ یہودی تو علاوہ عزیر کو بیٹا کہنے کے کمبخت کہا کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن تک سب مخلوقات پیدا کی جب تھک گیا تو ساتوین دن تخت عرش پر پاؤن پھیلا کر لیٹا اور یہ ان ملعون کی حماقت شدید و کفر قبیح ہے غرضکہ یہود و نصاریٰ نے اپنے تصور مین خدا کے معنے متصور کیے اور اُسکو خدا سمجھا کہ اسکا بیٹا وغیرہ ہے پس انمین اور بت پرستون مین صرف یہ فرق تھا کہ بت پرست نے تو ظاہر مین وہ صورت بنائی اور یہود و نصاریٰ نے تصور مین بنائی بلکہ عرب کے بت پرست تو اللہ تعالیٰ کو اسقدر پاک کہتے کہ اپنا وہان لگاؤ غیر ممکن جانتے تھے تو نیک بندون کی صورت بناکر اُس کے واسطے سے رسائی سمجھتے اور یہ بھی شان الٰہی سے جہالت و کفر ہے اور یہ یہود و نصاریٰ تو اپنے ذہن مین خدائے تعالیٰ کی تصویر بناتے ہین یعنی جو صورت اُنہون نے خیال کی اُسیکو خدا سمجھے چنانچہ بعضے نصرانیون نے کہا کہ اہل اسلام کا اعتقاد بہت صاف و پاکیزہ ہے لیکن وہ لوگ جو کچھ خدا کے معنے بیان کرتے ہین وہ میرے خیال کے باریک تصور مین بھی نہین آتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ عجب حماقت ہے کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ جو امر اُسکے دماغ مین بیٹھ ہو وہ خدا ہو پس تعجب ہے کہ یہ بدیہی دلیل اُسکے سمجھ مین نہ آئی کہ جو چیز مخلوق ہے یا مخلوق کے اندر اُسکے خیال وغیرہ مین پیدا ہو یہ سب بیشک مخلوق ہوگی تو یہ خالق کیونکر ہوسکتی ہے اسیواسطے بعض علمائے عارفین نے کہا کہ ہر تصور جو تیرے خیال مین آوے اللہ تعالیٰ اُس سے پاک ہے اور بہ بیان سے ثابت ہوگیا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ تمام فرقہ ہائے گمراہ صرف زبان سے خدا کا اقرار کرتے ہین اور اس لفظ کے معنے وہ لیتے ہین جو اُنہون نے اپنے تصور مین باندھے ہین یعنی نصرانی اُسکو خدا کہتا ہے کہ جو عیسیٰ کا باپ ہے یا کہو کہ جسکا عیسیٰ بیٹا ہے اسیطرح یہودی کو سمجھو اسیطرح مشرکین عرب اُسکو خدا سمجھتے تھے کہ جسکی مخلوقات مین لات و عزیٰ وغیرہ اپنی مرضی کے موافق اپنے پوجنے والون کو رزق و آل اولاد دیتے پھر چاہے اللہ تعالیٰ کو آگاہ کرین یا نکرین اسیطرح مجوسی سمجھا کہ خدا وہ ایزد ہے کہ اُسکی مخلوقات مین اہرمن اُسکا دشمن حملہ کرکے تباہ کرتا ہے اور آگ کو پوجتے تھے اسیطرح بہت سی گمراہ قومین بزرگون کی قبرون کی پرستش و تعظیم اس اعتقاد سے کرتی ہین کہ یہ چاہے تو ہمکو اولاد و رزق و نوکری دیدے کیونکہ جو کچھ یہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسکو نہین روکیگا گویا اُسکو اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے قبضہ سے باہر سمجھتے تھے جیسے بعضے جاہل اس شیطان کو خود مختار تصور کرتے ہین اور انمین سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لایا اور زبانی لفظ کہنے سے کچھ فائدہ نہین ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ جب نصرانی نے کہا کہ اے میرے خدا مجھکو رزق دے اور اُسکی مراد یہ ہے کہ اے عیسیٰ کے باپ مجھکو رزق دے یا یہودی کی مراد یہ ہے کہ اے عزیر کے باپ مجھکو رزق دے تو اُسنے اپنی خیالی تصویر کو پکارا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔ اور اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ یہود و نصاریٰ کی نسبت صاف فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لائے ہین بقولہ تعالیٰ۔ وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب الآیۃ۔ یعنے ان اہل کتاب یہود و نصاریٰ پر جہاد کرو جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لائے آخر تک۔ ف۔ اور یہان اُنکا مقولہ کفر نقل فرمایا۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۔ اور کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے فرزند بنایا ف چنانچہ نصرانی تو عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بہتان باندھتے اور یہودی اُنکی دیکھا دیکھی حضرت عزیر علیہ السلام کی نسبت

اور بعضے ملائکہ کو بیٹیاں کہکر ایسا کلمہ کفر وافترا بکتے ہین جس سے آسمان وزمین تھراتے ہین کما قال تعالے۔ تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق
الارض وتخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمٰن ولدا۔ یعنے قریب ہی کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائین اور زمین پارہ پارہ ہوجائے اور پہاڑ گر پڑین اس کلمہ سے
کہ یہ لوگ حق عزوجل کے واسطے فرزند لگاتے ہین۔ ھ۔ پس اس آیت مین یہود ونصاریٰ ومشرکین عرب وغیرہ سب پر رد ہی جنہون نے ایسا
ناگوار کلمہ کہا۔ سُبْحٰنَهٗ۔ پاک ہی اللہ عزوجل ف ایسے افترا وکلمات کفر وبے ادبیون سے جو ان کمبختون کی زبان سے نکلتا ہے
بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ بلکہ اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون وزمین مین ہی ف سب اسی کی
ملک ومخلوق ہین وہی انکا خالق ہی اور وہی انکو رزق عطا فرماتا ہی اسی نے ہر ایک کی تقدیر واندازہ مقدر فرمایا اور سب اسی کے قبضۂ قدرت
مین مسخر ہین اور وہی انہین جسطرح چاہتا ہی تصرف فرماتا ہی پس سب ہی تو اسکے مخلوق ومملوک وبندے ہین۔ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ۔
سب ہی تو اسکے لیے سر جھکائے ہین ف اور کل مخلوقات اس امر کو اچھی معرفت سے جانتی ہی سواے انس وجن کے کہ حکمت کاملۂ الٰہی
سے جو بندے مومن ہین وہ تو دیگر مخلوقات سے بھی زیادہ اس معرفت کو پہچانتے ہین لیکن جو ان مین کافر ہین انکے حواس سمجھتے نہین اور
یہ دائرۂ امتحان صرف موت تک ہی پھر وہ بھی پہچان جائینگے چنانچہ فرمایا۔ ان کل من فی السموات والارض الا آتی الرحمٰن عبدا۔ یعنی آسمانون
وزمینون مین جو کوئی ہی سب ہی حضرت حق عزوجل کے حضور مین بندہ بنے ہوئے حاضر ہونگے۔ ھ۔ پس حضرت خالق عزوجل جبکہ وحدہ لاشریک
ہی نہ اسکی نظیر ہی نہ شبیہ ہی نہ مثل ہی نہ مانند ہی تو پھر اسکا فرزند کہان سے آیا۔ حدیث مین آیا کہ بدگوئی سنکر حلم فرمانے والا اللہ تعالیٰ سے بڑھکر
کوئی نہین کہ نالائق بندے اسکے واسطے فرزند بتاتے ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ انکو رزق وعافیت دیے جاتا ہی (الصحیحین) اور یہ کلمہ جناب
باری عزوجل کی شان مین شتم یعنے دشنام ہی چنانچہ صحیحین کی حدیث ابو ہریرہؓ مین مصرح ہی کیا نہین سمجھتے ہو کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کو چمار کا
خطاب دے تو بھلا یہ اسکے حق مین خطاب ہی یا دشنام ہی پھر اس سے زیادہ غور کرو کہ بادشاہ وچمار درحقیقت دونون آدمی ہین اور یہان حضرت
باری تعالیٰ جل شانہ اور مخلوق مین ہرگز برابری کیسی کہ مشابہت بھی نہین ہی پھر ذرا سمجھو کہ یہ کسقدر زشت کلمہ ہوا جو شان حق عزوجل سے
کسیطرح مناسبت ہی نہین رکھتا۔ قولہ کل لہ قانتون۔ سدیؒ نے کہا کہ سب اسکے واسطے مطیع ہین۔ مجاہدؒ نے کہا کہ بالکل مطیع ہین کہ حق عزوجل
نے جب فرمایا کہ انسان ہوجا تو وہ ہوگیا اور جسکی نسبت فرمایا کہ گدھا ہوجا وہ ہوگیا اور کافر کا سایہ سجدہ مین رہتا ہی۔ اسی کو ابن جریرؒ نے اختیار کیا
اور بعض سلف نے قانتین یعنے نماز پڑھنے والے اور عبودیت کا اقرار کرنے والے اور خالص بندے وغیرہ بیان کیا پس شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ
اس کی تحقیق یہ ہی کہ قنوت دو طرح ہوتا ہی کہ ایک شرعی طاعت ہی اور دوم تقدیری طاعت۔ مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے کل مخلوقات کیواسطے اپنی
تقدیر مقدر فرمائی پس ہر مخلوق اسی تقدیر پر اپنے اعمال کماتے ہین بعض مشائخؒ نے کہا کہ نافرمانی کے معنے یہ سمجھے جاتے ہین کہ زید تو چاہتا تھا کہ اسکا
غلام یہ کام کرے مگر غلام نے اپنی قوت سے نافرمانی کرکے دوسرا کام کیا اور زید چاہتا تھا کہ اسکا گھوڑا آہستہ اسکی چال سے چلے مگر اسنے نافرمانی کی اور غالب ہوکر
تیز ہی بھاگا کہ اسکو گرا دیا پھر یا کوئی شخص حضرت خالق عزوجل کی جناب مین کسی مخلوق کی نافرمانی مین یہ معنے سمجھتا ہی۔ ہرگز نہین بجز نہ محض احمق کافر
ہوجاتے۔ اسیواسطے کہا گیا کہ جیسے حق طاعت جو لائق جناب باری تعالیٰ ہی غیر ممکن ہی اسی طرح بڑھکر نافرمانی کرنا محال ہی بلکہ نماز روزہ وغیرہ احکام الٰہی جن مین کی
کمائیان ہین پس جو نمازی روزہ دار نیکوکار تو مطیع وفرمانبردار کہلاتا ہی اور جسنے فسق وفجور وبدکاریان کمائین وہ عاصی نافرمان کہلاتا ہی اور یہ دونون کی کمائیون کو پیدا
کرنے والا وہی عزوجل وحدہ لاشریک ہی پس سب ہی اسکے واسطے قانتین مطیعین ہین رہا جو کچھ حکمت بالغۂ الٰہیہ کا بھید بیان متعلق ہی وہ مخلوق کے اندازۂ فہم
باہر ہے کیونکہ وہ علم باری تعالیٰ عزوجل کا ظہور ہی اور علم صفت باری تعالیٰ ہی تو مخلوق سے اسکا ادراک کرنا محال ہی اور اسکو مترجم نے ذکر بیان کیا ہے

کی طرف سے احسان ہے حالانکہ یہ معاندین اپنا احسان رکھنا چاہتے تھے پس جو لوگ ازلی کافر ہین اُنکے حق مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا- وان یروا
کل آیۃ لا یومنوا بہا یعنے اگر کل معجزات دیکھ لین تو بھی ہرگز ایمان نہین لاینگے- اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قل
انما الآیات عند اللہ- یعنے تو کہدے کہ آیات تو اللہ تعالیٰ کے اختیار مین ہین یعنے مجھے کوئی اختیار نہین ہے- وانما انا نذیر مبین- اور
مین تو صاف ڈرسنانے والا ہون- یعنے ہدایت کے واسطے کافی معجزات پہونچ گئے جو اہل سعادت کو نافع ہوئے اور بدبختون پر حجت ہو گئے
اب کسی آیت کی ضرورت نہین واضح ہو کہ شیخ ابن کثیرؒ و سیوطیؒ نے یہی اختیار کیا کہ اس قول مین مشرکین عرب مراد ہین لیکن مترجم کہتا ہے کہ قول ابن عباسؓ
و مجاہدؒ بھی صحیح اسناد سے ثابت ہے پس تحقیق واللہ اعلم یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب نے یہ قول اس معنے مین کہا کہ یہ لوگ معنے نبوت ہی نہین جانتے تھے
تو انکی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ہمسے کلام کرے کہ مین نے پیغمبر بھیجا ہے اور یہودی و نصرانیون کی غرض یہ تھی کہ بیشک ایک پیغمبر خاتم المرسلین مبعوث ہونگے پس اگر
وہ تم ہی ہو تو اللہ تعالیٰ ہمسے کہدے تو ہم مان لین پس قول ابن عباسؓ و مجاہدؒ بھی ٹھیک ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان یہودیون نصرانیون کو باوجود توریت و انجیل
جاننے کے لا یعلمون اسواسطے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا نام پاک مع حلیہ مبارک و علامات نبوت کے اسقدر توضیح کے ساتھ توریت و انجیل مین موجود تھا کہ انکی معرفت مین
کچھ تردد کا مقام ہی نہ تھا لہذا انکو جاہل فرمایا کہ کتاب الٰہی پر عمل نکرتے یا عمدًا جاہل بنتے یا آخرت سے بداعتقاد ہو کر جہالت کی باتین کرتے پس اللہ تعالیٰ نے ان
سبکو ایکبار رد کر دیا اور فرمایا- کَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ- اسی طرح ان لوگون کے قول کے مثل اُن
لوگون نے کہا تھا جو اُن سے پہلے تھے ف یعنے اگلے انبیا کی قومون نے بھی اپنے پیغمبرون سے یون ہی سرکشی و تکبر کیا کہ اگر ہمسے
اللہ تعالیٰ کہدے کہ تم رسول ہو تو ہم مانین حتی کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا- لن نومن لک حتی نری اللہ جہرۃ
یعنی ہم ہرگز تیری تصدیق نہین کرینگے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کو کھلی آنکھون دیکھین- تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ- ان لوگون کے قلوب
باہم متشابہ ہین ف یعنے موجودہ کفار عرب و یہود و نصاریٰ کے دل اور ان سے پہلون کے دل باہم کفر و عناد و سرکشی مین متشابہ واقع ہوئے
ہین قال تعالیٰ- کذلک ما اتی الذین من قبلہم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون- یعنی اسیطرح ان موجودہ لوگون سے پہلے والون کے پاس کوئی
رسول نہین آیا مگر آنکہ اُن لوگون نے بھی یہی کہا کہ ساحر ہے یا مجنون ہے۔ ھ پس یہ ٹیڑہے دل کسی آیت و معجزہ سے ایمان نہ لاوینگے کیونکہ جس نے
انکو پیدا کیا وہ خوب جانتا ہے اسیطرح ایسے بندون کو بھی جانتا ہے جنکے قلب سلیم ہین چنانچہ فرمایا- قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ-
ہمنے تو آیات ایسی قوم کے واسطے ظاہر کر دین جو یقین رکھتے ہین ف یعنے صدق رسالت پر ایسے معجزات دیدیے کہ اس کے بعد کسی
آیت کی ضرورت نہین ف٭ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ تعالیٰ- وقال الذین لا یعلمون لولا یکلمنا اللہ الآیۃ- اُنھون نے قلب
سلیم سے کلام اللہ کو نہ سُنا تو دلیا نچہ گمراہی سے انکے کان بہرے پڑ گئے اور نیز اُنھون نے گمان کیا کہ ہم ایسے لوگون سے ہین جو اللہ تعالیٰ
کے خطاب کے لائق ہین اور مقام مشاہدہ سے جاہل تھے حالانکہ اُنھون نے اپنے گمان مین بہت خطا کی اسلیے کہ انکو درمیانی واسطہ دیکھنے کی
طاقت نہوئی یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات نہ دیکھ سکے اور نہ آپکا خطاب انکی سمجھ مین آیا تو جب یہ حال تھا تو حضرت ذوالجلال سے خاص خطاب
کیونکر سن سکتے تھے اور واسطیؒ نے معنے کو بزبان حق یون تقریر کیا کہ مین نے انسے کلام کیا جبکہ مین نے اپنا کلام اُتارا سو نہ سمجھے اور کون سی
آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر ہے اور حال یہ ہے کہ مین نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انپر ظاہر کیا۔ قال المترجم یہ نکتہ شریف ہے اہل اسرار نے کہا کہ قرآن مجید کے
معنے قدیم ہین اور وہ ان الفاظ کے پردہ مین موجود ہین پس جب لیاقت کو پہونچا تو وہ ظہور کرتے ہین اور قرآن کے ظہر و بطن کی حدیث کو بغیر تاویل کے
انھین معنے پر محمول کیا اور سابق مین مترجم نے اشارہ کیا کہ شاید آثار مشہورہ کے واسطے جدا جدا مستند ہین پس اہل دل کے واسطے حدیث

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شاہد تھے کہ آپ سے جو شاہد حق حاصل ہوتا تھا وہ کسی سے ممکن نہین گویا شاہد ہونے کے لیے کامل فرد تھے
اسی واسطے حضرت عزوجل نے فرمایا۔ انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اور اس آیت کریمہ مین آیات ہین اُن لوگون کے
واسطے جو خلق سمٰوات وارض مین فکر کرتے ہین فتفکر۔

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيمِ

ہمنے تجھکو بھیجا ہے ٹھیک بات ایکر خوشی اور ڈر سنانے کو اور تجھسے پوچھ نہین دوزخ والون کی

جب مشیت الٰہی بعض مخلوقات کے حق مین جہنمی ہونے کے واسطے مقدر ہوئی تو اُنسے ایمان لانا کسی طرح ممکن نہین ہے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل خاتم المرسلین وافضل الخلق اجمعین کو پاوین لیکن اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی بقولہ تعالی۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا۔ ہمنے تجھکو حق کے ساتھ بشیر ونذیر بھیجا ف حق سے مراد قرآن ہے کقولہ تعالے۔ بل کذبوا بالحق لما جاءہم۔ یعنے ان کافرون نے حق کو جھٹلایا جب انکے پاس آیا۔ ھ۔ اور یہی ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا ہے۔ اور شیخ سیوطیؒ نے ہی مراد لیا یعنے قرآن وحدیث جامع شریعت اور یہ بھی صحیح ہے گویا یہ قرآن کی تفسیر ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بشیر ہون یعنے جنت کی بشارت سنانے والا اور دوزخ سے نذیر یعنے ڈر سنانے والا (محمد بن اسحٰق) یعنی جو شخص ایمان لایا اُسکے حق مین جنت کی بشارت سنانے والے ہین اور جسنے کفر کیا اُسکو عذاب جہنم کا ڈر سنانے والے ہین۔ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيمِ ۔ اور تو اصحاب جہنم سے نہین پوچھا جائیگا ف یعنے جو لوگ کفر کرکے جہنمی ہوئے اُنکی پوچھ گچھ تجھسے نہوگی بلکہ خالق عزوجل خود دیکھتا بھالتا ہے۔ یہ گویا بشیر ونذیر ہونے کی تاکید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف پیغام الٰہی پہونچاوین رہا بندون کا ماننا یا نماننا تو اسکا حساب حضرت خالق عزوجل خود فرماویگا اور جنہون نے نمانا وکفر کیا کہ اُنکے واسطے قطعی جہنم ہے تو اُنکے سمجھانے کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی ہدایت مین کچھ کمی نہین فرمائی۔ واضح ہو کہ۔ لاتسئل جمہور کی قرأت ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ سے۔ ماتسئل۔ مروی ہے اور معنے واحد ہین لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے لن تسئل وارد ہوا اور اسکے معنے بھی وہی ہین اگرچہ اسمین تاکید زائد ہے یعنے جہنمیون کی پوچھ گچھ تجھسے ہرگز نہوگی کقولہ تعالی۔ فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب یعنی تجھپر تو صرف پیغام پہونچانا ہے اور انکا محاسبہ سو وہ ہمارے ذمہ ہے۔ ھ۔ جیسے فرمایا۔ لست علیہم بمصیطر۔ یعنی تو ان لوگون پر کچھ محافظ نہین مقرر کیا گیا ہے۔ ایک قرأت یہان دوسری بھی ہے وہ۔ لاتسئل عن اصحٰب الجحیم۔ یعنی بصیغۂ نہی معروف یعنی تو جہنمیون کا حال مت پوچھ۔ گویا جہنمی لوگون کے بارہ مین آپکو سعی وسفارش سے منع فرمایا یعنے جو لوگ یہود ونصاریٰ مین سے ایسے حالات پر ہین جنکا نمونہ اوپر مذکور ہوا ہے اُنکے بارہ مین ایمان کی دعا کرنے سے منع فرمایا اور یہان ایک عجیب روایت ہے قال عبد الرزاق اخبرنا الثوری عن موسی بن عبیدة عن محمد بن کعب القرظی قال قال رسول اللہ۔ ھ۔ یعنی عبد الرزاق نے اسناد مذکور کے ساتھ محمد بن کعب القرظیؒ سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکروز فرمایا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے والدین کا کیا حال ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ولاتسئل عن اصحٰب الجحیم یعنی جہنمیون کے بارہ مین کچھ مت پوچھو۔ پس آپنے بعد اسکے کبھی والدین کا ذکر نہ کیا یہانتک کہ وفات فرمائی (رواہ ابن جریر من طریق موسی بن عبیدة وقال حدثنا القاسم قال حدثنا الحسین عن حجاج عن ابن جریج عن داؤد بن ابی عاصم مرسلاً) اور شک نہین کہ موسی بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔ قرطبی نے یہی قول ابن عباسؓ سے نقل کیا اور کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ جیسے محاورہ مین کہا کرتے ہین کہ فلان شخص کا کچھ حال مت پوچھو یعنے وہ تو تمہارے خیال سے زیادہ

بڑھی ہوئی حالت مین ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ محمد بن کعب وغیرہ سے جو یہ قول مروی ہے یہ وہم ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارہ مین کوئی شک نہین ہو سکتا تھا اور قراءت وہی ہے جو جمہور صحابہ و تابعین سے ماثور ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ وجہ تو نہین ہو سکتی کیونکہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے والدین کے حق مین استغفار کا قصد کیا اُسوقت ایسا کہا ہو پھر جب آپکو معلوم ہوا تو سکوت کیا جیسا کہ صحیح کی حدیث مین ایک شخص کو فرمایا کہ ان ابی واباک فی النار۔ علاوہ برین وہ روایت صحاح ستہ مین نہین ہے اور قرطبی نے کہا کہ مین نے اپنی کتاب التذکرہ مین بیان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو اتنی دیر کے واسطے زندہ فرمایا کہ وہ دونون آپ پر ایمان لائے پھر بدستور مردہ ہو گئے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ ان ابی واباک فی النار یعنی میرا اور تیرا باپ دوزخ مین ہے۔ تو یہ اُسوقت فرمایا تھا کہ جب تک اُنکا ایمان متحقق نہین ہوا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے اس مسئلہ مین ایک خاص رسالہ لکھا اور روایات کو مستکمل جمع کیا ہے لیکن شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے کی روایت صحاح ستہ یا کسی معتمد کتاب مین نہین ہے اور طبقۂ متاخرین کی کتابون مین آئی اور اُسکی اسناد بھی ضعیف ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسی طرح ملا علی قاری حنفی نے بھی ابن کثیر کی مانند اعتراض کیا اور سیوطیؒ کے رسالہ کا رد لکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مسئلہ کسی اصول اعتقادی یا فروع عملی سے کچھ بھی متعلق نہین ہے۔ اے کاش جانبین سے سکوت کیا جاتا اور یہ مقام غنت خوف وعبرت کا مقام ہے اور بفضل ارحم الراحمین بطفیل حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مترجم کا خاتمہ ایمان صادق پر بخیر ہو تو اس رحمت کاملہ حق عزوجل کا کچھ اندازہ ہو نہین سکتا کہ جو اس مترجم کے ساتھ رحمت فرمائی گئی اور ہر ایک اہل ایمان کے واسطے اس ایمان کی شان غور کرنی فرض ہے کہ وہ اس ایمان کی بدولت کس مرتبہ پر ہے اور اگر ہم لوگ اسکے شکریہ مین طہارت کرکے ایک سجدہ میں اپنی تمام عمر ختم کرین تو بھی شرمندگی سے سر اس قابل نہوگا کہ اُٹھا دین سبحان اللہ عزوجل کہ ہم سے ناچیز بندون کو بطفیل اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شرف سے سرفراز فرمایا جسکا شکر ادا کرنا غیر ممکن ہے اللھم تمم نعمتک علینا بفضلک العظیم وانت ارحم الراحمین واللھم صل وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام احمدؒ نے باسناد صحیح عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کی کہ انسے عطاء بن یسار نے پوچھا کہ آپنے بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زبان عبرانی سیکھ لی ہے آپ مجھکو بتلایئے کہ توریت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کیونکر ہے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ ہان واللہ جیسے قرآن مین اللہ تعالیٰ نے آپکی صفات بیان فرمائین اس سے بڑھکر توریت مین آپکی صفات اس طرح مذکور ہین کہ اے میرے نبی مین نے تجھکو شاہد و مبشر و نذیر و امیون کا حرز بھیجا اور تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے مین نے متوکل تیرا نام رکھا تو سخت زبان نہین اور نہ سخت دل ہے اور نہ بازارون مین آواز بلند کریگا اور نہ بدی کے عوض بدی کریگا بلکہ عفو و مغفرت فرما دیگا اور مین اُسکو ہرگز اپنے پاس نہین بلاؤنگا یہانتک کہ ٹیڑھی راہ کو سیدھی کر دون بایطور کہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہنے لگین پس مین اُسکے ذریعہ سے اعین عمیاء واذان صم وقلوب غلف کو کھول دونگا رواہ البخاری والترمذی، اور بخاری نے ثابت فرمایا کہ یہ حدیث بدرجۂ مشہور ہے اور فرمایا کہ اسکو عطاءؒ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اعاظم علمائے یہود مین سے معروف و مشہور ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مین تشریف لاتے ہی آپ پر بڑے شوق سے ایمان لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انسے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مین فرمایا۔ یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علمائے یہود و نصاریٰ اس طرح پہچان لینگے جیسے اپنے بیٹون کو پہچانتے ہین پس یہ کیونکر ہے تو عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ واللہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا یعنی بوجہ صفات توریت کے مین نے فوراً پہچان لیا بلکہ بیٹے سے بڑھکر پہچانا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ کیونکر ہوا عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ یہ اسوجہ سے کہ مجھے اپنے بیٹے کے حق مین یہ بھی شک ہو سکتا ہے

کہ شاید اُسکی ماں نے در پردہ کوئی فجور کیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ بھی شبہہ نہوا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شاباش اے عبد اللہ تجھکو مبارک ہو (الصحیح) واضح ہو کہ کعب احبار بھی زبردست علماء یہود میں سے تھے حتیٰ کہ احبار اُنکا لقب ہوا یعنے جامع علماء گویا جو کچھ علماء سے یہود کو حاصل ہوا اُن سب کا مجموعہ انکو حاصل تھا اور یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ حافظ ابو بکر بن مردویہ نے حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کو روایت کرکے عطاءؒ سے روایت کیا کہ عطاءؒ نے کہا کہ پھر مین کعب الاحبار کے پاس گیا اور مین نے اُنسے توریت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صفات کو دریافت کیا تو واللہ اُنہون نے حرف بحرف وہی بیان کیا جو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے بیان کیا تھا سوائے اتنی بات کے کہ کعب احبار نے اپنی زبان کے موافق اعینا عمومیا واذانا صمومیا وقلوبا غلوفیا۔ کہا مترجم کہتا ہے کہ اسکو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور عمدہ توضیح قولہ تعالےٰ۔ یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالےٰ آوے گا اور مین کہتا ہون کہ خبردار کوئی شخص ان اُردو وغیرہ ترجمون پر جو آجکل توریت و انجیل کے نام سے یہود و نصاریٰ لاتے ہین ہرگز اعتماد نکرین کیونکہ قطعی آیات و مشاہیر روایات کے مقابلہ مین انکی تحریف و تبدیل بخوبی کھل گئی ہے اور عنقریب معلوم ہوگا کہ ہرقل شاہ روم نے فوراً ایمان لانا اور تمام نصاریٰ شام و روم کا عالم سردار ضغاطر فوراً ایمان لایا اگرچہ نصرانیون نے اُسکو اسقدر مارا کہ وہ شہید ہوگیا اور اُسکے مانند ابن قناطر نے بھی اسی طرح ایمان کے ساتھ جان دی پھر جب لشکر اسلام نے ملک شام پر جہاد کیا تو ہزارون علماء و امراے نصاریٰ اسلام لاکر اہل اسلام کی حمایت مین آ گئے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ جنکو اللہ تعالےٰ نے قبول فرمایا ورنہ بدبخت کا کوئی علاج نہین ہے ونعوذ باللہ من الضلال۔ قال تعالےٰ

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ

اور ہرگز راضی نہونگے تجھسے یہود اور نہ نصاریٰ جبتک تابع نہو تو اُنکے دین کا تو کہہ جو راہ اللہ دکھاوے سو وہی راہ ہے

وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ

اور کبھی تو چلا اُنکی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھکو پہونچا تو تیرا کوئی نہین اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنیوالا

وَّلَا نَصِيْرٍ ؁ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ

اور نہ مددگار وہ لوگ جنکو ہم نے دی ہے کتاب پڑھتے اُس کو پڑھنے کا حق یہی لوگ ایمان لاتے

بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ؀

اُسکے ساتھ اور جسنے انکار کیا اس سے سو یہی لوگ ہین خسارہ والے

بعض نے لکھا کہ ان آیات مین مقصود یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ مین سے جو لوگ کتاب حق یعنے توریت و انجیل کی تعظیم و پابندی کرتے ہین انکو تو انجیل و توریت ہی کی بشارت کافی ہے اور ہر ایک معجزہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھتے ہین وہ اُنکے واسطے دریا ہدایت ہوا و ماسوا اُنکے جنہون نے توریت و انجیل ہی سے منہ موڑا اور اپنی ہوا و ہوس کی پابندی اختیار کی تو وہ اپنی خیالی باتون کو نہین چھوڑینگے لہذا فرمایا۔ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ۔ یہود و نصاریٰ تجھسے کبھی راضی نہونگے یہانتک کہ تو انکی ملت کی پیروی کرے۔ ف یعنے یہ معجزات و آیات جو درخواست کرتے ہین کچھ اسواسطے نہین ہین کہ ان آیات و معجزات کو دیکھنے کے بعد یہ لوگ راہ حق کی جانب رجوع کرینگے بلکہ اُنکا مقصود محض تعنت و عناد ہے اور یہ راہ حق کی پابندی نہین چاہتے بلکہ جو راہ اُنہون نے اپنے خیالات

کے موافق اختیار کی ہمنی کج راہ کو چاہتے ہین پس اگر اس گمراہی مین اُنکی موافقت کرے تو راضی ہونگے حالانکہ وہ عین گمراہی ہے پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلاغت کے ساتھ آگاہ فرمایا کہ آپ ایسی چیزون کی خواہش چھوڑ دیجیے جس سے یہ لوگ موافق ہو کر راضی ہو جاوین بلکہ رضاے الٰہی
عزوجل کی پیروی فرمائیے اور جو پیغام رسالت آپکو دیا گیا وہ پہونچا دیجیے (ابن جریر) لہذا فرمایا۔ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ
کہدے جو راہ اللہ دکھاوے وہی راہ ہے۔ ف یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہدے کہ جس ہدایت پر اللہ تعالی نے مجھکو بھیجا وہی تو
حقیقی ہدایت ہے اور وہ دین اسلام ہے اور ماسواے اسکے جو کچھ تم بیان کرتے یا سمجھتے ہو سب گمراہی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہدی اللہ تعالی جمیع عقائد
و شرائع کو شامل ہے اور ہو الہدی سے انحصار فرمایا تاکہ ظاہر ہو کہ ماسوا اسکے جو کچھ ہے سب گمراہی ہے۔ قتادہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے یہ طریقہ
مناظرہ حق کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمایا کہ اسی طریقہ کے ساتھ جمیع گمراہون سے مباحثہ
فرماوین اور قتادہ نے فرمایا کہ ہمکو خبر پہونچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت مین سے ہمیشہ ایک گروہ حق پر قتال کرتا ہوا
غالب رہیگا کہ جو کوئی اُنسے مخالف ہو وہ اُنکو کچھ ضرر نہین پہونچا سکیگا یہانتک کہ حکم الٰہی عزوجل آوے۔ شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیحین
مین عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوع متصل صحیح موجود ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امر حق پر قتال کرنا دو طرح ہوتا ہے اول تلوار سے جہاد کرنا اور
دوم دلائل سے جہاد کرنا پس قتادہ نے یہان اسکو دلائل سے جہاد کرنے پر محمول کیا۔ ترمذی وغیرہ نے بعد روایت کے ایک جماعت ائمہ سے نقل کیا
کہ یہ گروہ یہی علماء حدیث کا گروہ ہے جو حدیث کے ذریعہ سے گمراہون کو رد کرتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیح کی روایت مین آخری جملہ اس طرح واقع ہوا کہ
جو کوئی اس گروہ کی مددگاری نکرے تو بھی اُنکو کچھ مضر نہوگا اور وہ برابر غالب رہینگے یہانتک کہ جب امر الٰہی عزوجل واقع ہوگا تو بھی وہ غالب ہونگے۔
مترجم کہتا ہے کہ امر الٰہی سے ظاہرا حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ مراد ہے اور واضح ہو کہ اس سے یہ لازم نہین آتا کہ تلوار سے جہاد کرنے والا گروہ نہو بلکہ
دونون فریق کو شامل ہے تو اس بشارت سے یہ معلوم ہوا کہ زمانہ امام مہدی و نزول حضرت عیسی علیہما السلام تک دین اسلام مین ضرور ایک فرقہ ایسا ہوگا
کہ جب وہ حق اسلام کے واسطے قتال کرینگے تو برابر غالب رہینگے اور ایسا فرقہ بھی ہوگا جو حجت کے ساتھ غالب رہے اور خلاصہ یہ کہ دین اسلام مانند
ملت یہود و نصاری کے متغیر و محرف ہو کر خلط و خبط نہوگا کہ کالعدم ہو جاوے کیونکہ ملت یہود و نصاری اسطرح متغیر و محرف ہو گئی تھی کہ کسی طرح امر حق
دریافت نہین ہو سکتا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزہ کے آگاہ فرمایا کہ دین اسلام مین یہ بات نہوگی یعنے اگرچہ اُمت اسلامیہ بگڑ کر
معاصی و بدعات مین مبتلا ہو جاوے اور تہتر فرقے ہو جاوین لیکن انمین ایک فرقہ ضرور صحیح سُنت پر ثابت قدم رہیگا اور روے زمین پر کفار و مبتدعین مین
کوئی اُنکو مغلوب نہین کر سکتا اگرچہ سب متفق ہو جاوین تو بھی وہ مغلوب نہونگے اگرچہ فرقہاے اسلام مین سے کوئی اس فرقہ حق کا مددگار نہو
اور یہ لوگ برابر باقی و غالب رہینگے یہانتک کہ حضرت مہدی و عیسی علیہما السلام کا زمانہ آوے کیونکہ زمانہ عیسی علیہ السلام مین بقوت قہری تمام
روے زمین کے کفار بقبضہ اسلام مین داخل کیے جاینگے پس قتادہ کا مطلب یہ ہے کہ حجت الٰہی عزوجل یعنے قرآن عین معجزہ ہے تو بعد اس کے
کوئی یہودی یا نصرانی جو اسکے سواے معجزہ طلب کرے وہ گمراہی ہوگی تو یہود و نصاری پر صریح حجت قائم ہو گئی کہ تم لوگ توریت و انجیل کو چھوڑ کر
اپنی اہوا کے مطیع ہو۔ اہواء۔ جمع ہوی یعنے خواہش نفس و گمان باطل اور جبکہ ان لوگون کی ملت صرف اہواء ٹھہری تو اسکی اتباع غیر ممکن ہے
لہذا اللہ جل ذکرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ اگر تو ان لوگون کو راضی کرنا چاہتا ہے تو یہ لوگ کسی طرح راضی نہونگے سوا اس طریقہ کہ
تو انکی ہوا کی پیروی کرے۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ
اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ اور اگر تو بعد اس علم کے جو تجھے حاصل ہو چکا ہے ان لوگون کے اہوا کی پیروی کرے تو اللہ تعالی

حامی

کی طرف سے تیرے واسطے کوئی ولی نہوگا اور نہ کوئی ناصر ہوگا ف یعنے بعد اس علم ثبوت کے جو تجھکو حاصل ہو چکا ہے اگر بفرض محال
تو ان گمراہونکی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرا کوئی مددگار و ناصر نہوگا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین خاتم النبیین
خالص معصوم تھے اور معصوم رکھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے تو ان گمراہوں کی پیروی آپ کی جانب سے غیر ممکن تھی پس یہ آپ کی امت کے
واسطے تنبیہ ہے کہ جب انکو امر حق کا علم حاصل ہو گیا تو وہ یہود و نصاریٰ کی طرح تابع اہوا نہوا افسوس ہے کہ اسلام میں اہواء کے پابند بہت فرقے
ہو گئے جیسے خوارج کہ انہوں نے یہودیوں کی مشابہت سے خلیفہ برحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے انحراف کیا اور قرآن و سنت کو چھوڑ کر اپنے خیال
و گمان کے دلائل نکالکر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں گستاخی کی حالانکہ جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم بالاجماع حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے فضل و کمال کے قائل تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہ اور انکا گروہ اگرچہ آپسے لڑا لیکن انمیں سے کوئی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات کا منکر
نہ تھا بلکہ ایک مسئلہ اجتہادی میں اختلاف کرتے تھے۔ اسیطرح خوارج کے بالمقابل روافض ہوا اہواء نصاریٰ کی مشابہت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی شان میں یہانتک غلو کیا کہ خلفاء سابقین رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرنے لگے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مع جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے انکے
فضائل و کمالات کے قائل ہیں اور قرآن مجید و احادیث صحیحہ صریح انکی بزرگی پر ناطق ہیں۔ کاش یہ لوگ صرف اعتقاد تفضیل تک رہتے یعنی حضرت علی
رضی اللہ عنہ کو جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت دیتے ہیں اور جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کی بزرگی کے قائل ہیں اور ترتیب خلافت میں کچھ [illegible]
کرتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ پہلے خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کو خلافت عطا ہوئی تاکہ آئندہ سلسلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باقی رہے یہ قول اگرچہ خلاف
اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے بدعت ہے مگر اسقدر بدتر نہیں ہے جسقدر یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلنے والوں نے راہ مستقیم سے انحراف کیا اسیطرح
فرقہ معتزلہ و جہمیہ وغیرہ نے کفار فلاسفہ کی مشابہت میں سواد اعظم سے انحراف کرکے دوسری راہ اختیار کی حالانکہ ان سب پر واجب تھا
کہ ہدی اللہ عزوجل پر ثابت قدم رہتے اور عدل پر قائم رہتے اور بہت پھونک پھونک کر قدم رکھتے کیونکہ اسی صراط مستقیم
کی حقیقت وہ پل صراط ہے جو جہنم پر قیامت میں قائم ہوگا کہ وہ بال سے زیادہ باریک ہے۔ اسیطرح دنیا میں راہ حق و عدل پر قائم رہنا
بہت باریک ہے کہ اگر ذرا بھی تجاوز کیا تو گمراہی میں قدم پڑیگا۔ (مسئلہ) آیت میں قولہ تعالیٰ حتی تتبع ملتہم ملتوں کو مفرد فرمایا حالانکہ
یہود و نصاریٰ کی ملتیں ہیں لیکن یہ ملتیں سب ایک ہی کفر ہیں اور کفر باوجود باہم مختلف کے ایک ہی ملت کفر ہے جسکی عقوبت دائمی جہنم ہے
جیسے کافروں کے واسطے قولہ تعالیٰ۔ لکم دینکم میں ایک ہی دین فرمایا اور یوں نہیں فرمایا کہ تمہارے ادیان۔ لیکن یہ اجمالی مقام ہے بہت فقہا نے استدلال
کیا کہ کافروں و مشرکوں کی ملتیں سب ایک ہی ملت ہیں اور اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ اگر ایک خاندان میں بعضے یہودی و بعضے نصرانی اور بعضے مسلمان ہوں
تو مسلمان و کفار میں باہم میراث جاری نہوگی بخلاف باقیوں کے کہ انمیں میراث جاری ہوگی اگرچہ بعض یہودی و بعض نصرانی ہوں کیونکہ کفر
تو ایک ہی ملت ہے اور یہی مذہب ابو حنیفہ و شافعی کا ہے اور امام مالک نے کہا کہ کافروں کی ملتیں جب مختلف ہوں تو باہمی توارث جاری نہوگا
اور ایک حدیث میں بھی ایسا ہی وارد ہے اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک قول موافق قول ابو حنیفہ اور دوسرا موافق قول مالک ہے اور اس میں [illegible]
الحاصل یہود و نصاریٰ و انکے مانند جو فرقے اہوا و ہوس کا تابع ہو جاوے اور کتاب الٰہی کی تاویل کرے اسکو کوئی معجزہ دیکر [illegible]
لاکھ سے ہمیشہ متردد ہوگا پس انکے واسطے کسی معجزہ کی تدبیر مفید نہوگی اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible]
اور فرمایا الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ۔ یعنے جنکو ہم نے کتاب عطا فرمائی يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ۔ درحالیکہ وہ اس
کتاب کو جس طرح تلاوت کا حق ہے پڑھا کرتے ہیں۔ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ۔ تو ایسے ہی صفت والے بندے اسپر ایمان لاتے ہیں

ف اور انکو کوئی شک و اشکال نہیں ہوتا اور نہ اپنے اہوا کے پابند ہوتے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ آیت قدسی بنے اعجاز بلاغت کے ساتھ
خوب جامع ہے اسکا بیان یہ ہے کہ کتاب الٰہی توریت وانجیل و قرآن مجید ہے پس یہود میں جو لوگ توریت کو جس طرح تلاوت کا حق ہے پڑھتے
تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید پر بدون شک و تردد کے ایمان لائے جیسے عبداللہ بن سلام و کعب احبار وغیرہ اور اسیطرح نصاریٰ
میں جو لوگ انجیل کو بدون تحریف و تبدیل کے حق طور پر پڑھتے تھے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جیسے بادشاہ حبش اور وہان
کے علماء نصاریٰ و ضغاطر رومی وغیرہ اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم جو قرآن مجید پر ایمان لائے وہ کبھی منافقون وغیرہ کی طرح مشکوک نہیں ہوئے
پس یہ آیت قدسی جامع ہے اسیواسطے معمر نے حضرت قتادہؓ سے روایت کی کہ یہ لوگ سچے یہود و نصاریٰ ہیں (عبدالرزاق) اور یہی عبدالرحمن بن زید
بن اسلم کا قول ہے اور اسیکو شیخ ابن جریر نے اختیار کیا۔ اور سعید نے حضرت قتادہؓ سے روایت کی کہ یہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حق تلاوت یہ ہے کہ جب ایسی آیت پر پہونچے جسمین جنت کا ذکر ہے تو اللہ تعالیٰ سے جنت مانگتے ہیں اور جب ایسی آیت
پڑھتے ہیں جسمین دوزخ کا ذکر ہے تو اللہ تعالیٰ سے عذاب جہنم سے پناہ مانگتے ہیں (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ جن بندون کی یہ کیفیت ہو وہ احکام الٰہی پر
بالضرور عامل ہونگے۔ ھ۔ ابو العالیہ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے
کہ کتاب الٰہی کا حق تلاوت یہ ہے کہ اسکے حلال کو حلال رکھے اور اسکے حرام کو حرام رکھے اور جسطرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اسی طرح پڑھے اور کلمات کو اپنی جگہ
سے تحریف نکرے اور بے موقع اسکی تاویل نکرے (عبدالرزاق) اور یہی حضرت قتادہ و منصور بن المعتمر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا
اور یہی سدیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا (ابن ابی حاتم) اور یہی حسن البصری و عکرمہ و عطاء و مجاہد و ابو رزین و ابراہیم نخعی کا
قول ہے اور اسکا حاصل یہ ہے کہ جسنے قرآن مجید کی اتباع پوری کی اُسنے حق تلاوت ادا کیا چنانچہ سفیان الثوری نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ابو موسیٰ اشعری نے کہا کہ جس شخص نے قرآن کی اتباع کی تو وہ اسکو لیجا کر باغ جنت میں اُتارے گا (قرطبی)
شیخ ابن کثیرؒ نے کہا حاصل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے جسنے توریت وانجیل کی سچی اتباع کی تو خواہ مخواہ موافق بشارت توریت وانجیل کے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیگا اللہ نے فرمایا۔ قل یا اہل الکتاب لستم علی شیء حتی تقیموا التوریۃ والانجیل۔ یعنی کہدے کہ اے اہل کتاب تم کسی چیز پر
نہیں ہو جبتک کہ توریت وانجیل پر ٹھیک قائم نہو۔ ھ۔ اور فرمایا۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوریۃ
والانجیل۔ یعنی یہ مومن انہیں بندون کا ہے جو فرمانبرداری کرتے ہیں رسول نبی امی کی جسکو اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا پاتے ہیں۔ ھ۔
اور فرمایا۔ الذین آتیناہم الکتاب من قبلہ ہم بہ یومنون۔ یعنی قرآن مجید سے پہلے ہمنے جن لوگون کو کتاب عطا فرمائی ہے تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں۔ ھ۔ کیونکہ جو کتاب پر ٹھیک قائم ہے وہ کتاب کی کسی آیت سے منکر نہوگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اُسپر ایمان لاویگا
وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اور جو کوئی اس قرآن سے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو تو ایسے ہی لوگ
خوار ہونے والے ہیں۔ ف چنانچہ فرمایا۔ ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ۔ یعنے ان گروہون میں سے جو کوئی اس سے منکر ہو تو جہنم
اسکا ٹھکانا ہے۔ ھ۔ اور اس سے بڑھکر کون خواری ہوگی کہ جہنم میں دائمی برباد ہوا اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس
پاک ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس امت میں کوئی یہودی یا نصرانی جو مجھکو سنے پھر مجھپر ایمان نلاوے اسکے سوا کچھ نہوگا کہ وہ جہنم میں جاوے
(الصحیح) (تنبیہ) شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ۔ الذین آتیناہم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ الآیۃ۔ کا سبب نزول اہل حبش کے نصاریٰ ہیں
مترجم کہتا ہے کہ بعض میں مذکور ہے کہ یہ آیت بقایاے اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی جنکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں بشارت دی تھی کہ

میرے بعد ایک پیغمبر آویگا جسکا نام احمد ہی چنانچہ قرآن مجید میں بھی مصرح ہی پس وہ لوگ اسی ایمان پر نسلاً بعد نسل چلے آئے یہانتک کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو جو لوگ انجیل کے سچے اعتقاد پر باقی تھے وہ آپ پر ایمان لائے۔ ظاہرا اس اجمال کی تفصیل وہی ہی جو شیخ سیوطیؒ نے ذکر فرمائی کہ کفار مکہ کے ایذا دینے کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے ملک حبش کی جانب ہجرت فرمائی وہان کے بادشاہ کا نجاشی لقب تھا اور اُسکا نام اصحمہ تھا اور کفار مکہ نے اُسکے یہان تحفے دیکر ایک سفارش پہونچائی تاکہ بادشاہ ان لوگون کو اپنے یہان سے نکال دے مگر اُسنے نمانا بلکہ ان لوگون کو بلا کر اطمینان دلایا کہ تم لوگ یہان بے کھٹکے رہو اور ان لوگون سے حال دریافت کیا اور مہاجرین مین حضرت جعفر بن ابی طالب یعنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی بھی تھے پس اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اپنے ایمان لانے کا سب حال بیان کیا تو اُسنے درخواست کی کہ جو کلام الٰہی اُنپر نازل ہوا ہی وہ پڑھو پس جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم تلاوت کی جسکو سنکر بادشاہ مع اُن علماء کے جو موجود تھے رونے لگے اور کہا کہ یہ کلام بالکل ویسا ہی ہی جیسا حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا تھا اور کہا کہ یہ وہی پیغمبر ہین جنکی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل مین دی ہی اور اُسنے اپنی طرف سے چالیس آدمی واسطے تحقیق حال کے بھیجے اور اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ مین آگئے تھے پس وہ لوگ مکہ سے مدینہ مین آئے اور فوراً پہچان کر بغیر حجت و جدال کے مسلمان ہوئے اور بادشاہ کی طرف سے بھی پیغام پہونچا یا کہ مین آپ پر ایمان لایا اور کار وبار ملک کی وجہ سے حاضر نہین ہو سکتا ہون اور نیابت کے طور پر بیعت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ آیت نازل فرمائی کہ۔ الذین آتیناہم الکتاب الآیۃ۔ اور یہی نجاشی بادشاہ ہی کہ جب اُسنے انتقال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور غیب کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگاہ فرمایا کہ تمہارے بھائی نجاشی نے انتقال کیا تو اُٹھو کہ اُسکے جنازہ کی نماز پڑھین چنانچہ میدان مین جاکر اُسکے جنازہ کی نماز پڑھی۔ علمائے حنفیہ وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکا جنازہ آپ پر کشف فرمایا تھا چنانچہ سابق مین یہ مسئلہ مفصل بیان ہوا ہی اور حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہا سے جو حبش مین ہجرت کرگئے تھے اس بادشاہ کے فضائل مین یہ بھی روایت ہی کہ ہم لوگون مین باہم تذکرہ ہوا کرتا تھا کہ جب یہ بادشاہ مرا برابر اُسکی قبر پر ایک نور دیکھا جاتا تھا اسناد صحیح ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔ [illegible]

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو مین نے تمپر کیا اور وہ کہ بڑا کیا تمکو سارے جہان پر اور بچو اُس دن سے کہ

لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ

نہ کام آوے کوئی شخص کسی شخص کے ایک ذرہ اور نہ قبول ہو اُسکی طرف سے بدلا اور نہ کام آوے اُسکو سفارش اور

لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

نہ اُنکو مدد پہونچے

اکثر اہل تفسیر مانند بقاعی وغیرہ نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اول سورہ مین بنی اسرائیل کو نعمتین یاد دلائین کہ پھر درمیان مین اُنکے عیوب و بدکاریان مذکور ہوکر طول ہوگیا لہذا یہان مکرر انعامات کو یاد دلایا۔ اور حرالیؒ سے نقل کیا کہ اس آخر خطاب کو اول سے التیام ہو گیا ہی لیکن بعض علما نے اس توجیہ کو تکلف خیال کیا۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسمین بنی اسرائیل کو اس امر کی تاکید فرمائی کہ حضرت خاتم النبیین جامع کمالات الرسول النبی الامی پر ایمان لاوین جنکی صفت اپنی کتابون مین پاتے ہین اور جنکی بابت عہد لیا گیا ہی اور یہی انعامات کثیرہ کا ذکر ہی لیں اپنے چچیرے بھائیون عرب پر حسد مکرین کہ خاتم المرسلین کو اللہ تعالیٰ نے عرب مین پیدا کیا اور تکذیب و مخالفت سے باز آوین اور اللہ تعالیٰ کی

نعمتوں کو یاد کریں لہذا فرمایا۔ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ
اے بنی اسرائیل یاد کرو میری اُن نعمتوں کو جو میں نے تمپر انعام فرمائیں اور اس بات کو کہ میں نے تمکو عالمین پر فضیلت دی ف یعنے تمہارے
زمانہ کے عالموں پر تمکو فضیلت عطا فرمائی پس اِن نعمتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ شکرگذاری کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ کیونکہ تمہارے
جمیع انبیا علیہم السلام و صالحین سب ایمان لاچکے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کے مطیع اور اُسکی رضامندی کے خواہاں تھے حالانکہ تم نافرمانی کرتے ہو
پس یہ گمان ہرگز مت کرو کہ جو لوگ اپنے رب عزوجل کی خوشی چاہتے ہیں وہ اُسکی نافرمانی کرنے والوں سے راضی ہوں یا سفارش کریں بلکہ
قطعًا اُنکے دشمن ہو جاوینگے لہذا فرمایا۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا۔ اور ڈرو ایسے دن سے کہ کوئی نفس کسی کے
ایک ذرہ کام نہ آویگا ف کیونکہ کوئی نفس خود مختار نہیں ہے جب تک اللہ عزوجل نہ چاہے اور نیک بندے اپنے رب عزوجل کے خلاف رضا ہرگز کچھ
نہیں چاہینگے۔ وَلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ۔ اور کسی نفس سے فدیہ قبول نہوگا ف حالانکہ اُس دن فدیہ میسر ہی نہیں ہے اور اگر میسر بھی ہوتا یا
کسی احمق نے اعتقاد کر لیا کہ مجھے میسر ہوگا تو بھی فدیہ قبول نہوگا لیکن شیطان نے یہود کے دل میں جما دیا تھا کہ تم لوگ جو چاہے برا عمال کرو تمہارے
باپ دادوں میں انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں وہ تمہاری سفارش کرینگے جیسے نصرانیوں کے ذہن میں اس سے بھی زیادہ جما یا کہ عیسیٰ علیہ السلام تم لوگوں
کی بدکاریوں کا کفارہ ہوگئے حالانکہ یہ ایسے احمقوں کے خیالات ہیں جنکو معرفت الٰہی میں سے ذرہ بھی نصیب نہیں ہے لہذا صریح تہدید فرمائی۔
وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ اور نہ کسی نفس کو کوئی سفارش نفع کریگی اور نہ وہ مدد پہونچائے جاوینگے
ف کیونکہ کفر کے ساتھ سواے عذاب جہنم کے جنت حرام ہے تو سفارش بیکار ہے اسیواسطے دوسری آیت میں فرمایا۔ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ۔ یعنے کفار کہینگے
کہ ہمارے واسطے سفارشیوں میں سے بھی کوئی نہیں ہے پس یہاں عظمت و جبروت الٰہی عزوجل کا حکم دیا کہ کوئی سفارش کام نہ آویگی یعنے درحقیقت
سفارش ہی نہوگی لیکن اگر کسی نے وہم شیطانی سے اپنے دل میں جما یا تو قطعًا وہ سفارش مردود ہے رہی نصرت و مددگاری تو خود ظاہر ہے کہ بھلا کس کی
کی مجال ہے کہ حکم الٰہی عزوجل یعنے کافروں کے واسطے عذاب کا حکم روکے پھر کافروں کا مددگار بنے حالانکہ تمام مخلوق اُسکے قبضۂ قدرت میں مسخر ہے
(مسئلہ) معتزلہ اسی آیت سے کہتے ہیں کہ کسی نفس کو شفاعت نصیب نہوگی جواب یہ ہے کہ بیشک کوئی نفس اپنے اختیار سے شفاعت ہی نہیں کر سکتا
تو مفید ہی کیا ہوگی لیکن اسمیں اس امر کی نفی نہیں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسیکو شفاعت کی اجازت دے تو وہ قبول نہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جو شفاعت ہو
وہ حق ہے اور نافع ہے رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ کس بندۂ مکرم کو شفاعت کی اجازت فرماویگا یا نہیں تو ہمکو قطعی متواترات سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے اللہ تعالیٰ نے شفاعت کبریٰ و شفاعت خاصہ کا وعدہ دیا ہے اور وعدۂ الٰہی میں کبھی خلاف نہیں ہوتا لہذا فرمایا۔ وَلَا یَشْفَعُوْنَ
اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی۔ یعنے سفارش نہیں کرینگے مگر ایسے بندے کے واسطے جسکے حق میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ اور جب کفار کے حق میں شفاعت
محض بیکار فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہ شفاعت صرف مومنین کے واسطے خاص ہے پس اگر ایسا بندۂ مومن ہے جو بخشا گیا تو اُسکے حق میں یہ شفاعت
عظمیٰ اُسکے درجات بلند ہونیکو مفید ہوگی کیونکہ بہشتیوں میں ہے کہ جنت میں سو درجات ہیں ہر ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک اتنا فرق ہے
جتنا زمین و آسمان میں ہے (الصحیحین) اور اگر مومن گنہگار ہے تو اُسکی مغفرت ہو جائیگی کیونکہ اصل ایمان ہے اور اعمال تابع ہیں تو وہ اصل ایمان
میں سچا تھا مگر اعمال میں گنہگار ہوگیا پس حق عزوجل نے اپنی رحمت سے عفو فرمایا۔ (نکتہ) چونکہ طاعت و عبادت الٰہی عزوجل کا حق ادا ہونا
غیر ممکن ہے تو انبیا علیہم السلام اُس دن نفسی نفسی کہینگے اگرچہ حکم الٰہی کی فرمانبرداری میں سب پورے ہیں لیکن بخوف عظمت و جلال
الٰہی عزوجل اُس دن مواخذہ کا ادب کرینگے کیونکہ بندہ کی یہ شان نہیں ہے کہ اُسکی عظمت کے مقابلہ میں دلیر ہو کیونکہ وہ قادر مختار ہے جو چاہے

کرے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مغفرت کاملہ عطا فرمائی بقولہ تعالیٰ - لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر پس آپ کو قطعاً مواخذہ سے بری کر دیا لہٰذا آپ ہی شفاعت پر قیام فرماوینگے (تنبیہ) اسلامیہ فرقہا سے مبتدعین نے گمان کیا کہ پیغمبروں سے بھی گناہ ہوتے ہیں حالانکہ یہ معارف آلہیہ میں جہالت ہے لہٰذا چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند - بلکہ یہ معالی درجات کے آداب ہیں اور شان پاک خالق عزوجل کے لائق عبادت حاضر کرنا محال ہے کیونکہ بشر حادث ہے اور بشر کی عبادت حادث درحادث ہے اور حضرت القدس سبحانہ تعالیٰ تعلق حوادث سے پاک ہے پس اُسکی شان کے لائق عبادت غیر ممکن ہے اور سابق میں بھی یہ تحقیق مذکور ہوئی ہے اور قولہ تعالیٰ - ومن عصانی فانک غفور رحیم الآیۃ - کی تفسیر میں دیکھو پس بلحاظ ایسے معاصی کے جنکی سزا جہنم ہو انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں پھر واضح ہو کہ بنی اسرائیل و بنی اسمٰعیل کی نسل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی اولاد میں سے کافروں کو عہد سے خارج فرمایا تو بنی اسرائیل کا اعتماد باوجود کفر کے باطل ہوا اقال

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ

اور جب آزمایا ابراہیم کو اُسکے رب نے کئی باتون میں پھر اُسنے وہ پوری کین فرمایا مین تجھکو کرونگا سب لوگون کا پیشوا

قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۝

بولا اور میری اولاد مین بھی کہا نہین نہین پہونچتا میرا قرار بے انصافون کو

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام کا شرف یاد دلایا جبکہ توحید میں ابراہیم علیہ السلام کو امام بنایا پس جو شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب منسوب ہو اُسکی نسبت جب ہی ٹھیک ہوگی کہ اُنکی توحید پر قائم ہو چنانچہ فرمایا - وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ - اور جب ابراہیم کو اُسکے رب نے چند کلمات کے ساتھ امتحان فرمایا پس ابراہیم نے اُنکو پورا کیا ف یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین عرب و یہود و نصاریٰ کو جو ابراہیم علیہ السلام کی جانب نسبت ملاتے ہیں تذکیر و نصیحت سنا دیجیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو چند احکام و کلمہ امتحان فرمایا پس ابراہیم علیہ السلام نے اُنکو پورا کیا - قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا - تو رب عزوجل نے فرمایا کہ میں تجھکو لوگون کے واسطے امام بنانے والا ہون ف اور یہ حکم تقدیر سابق ہے جو اللہ تعالیٰ نے ازل میں رکھی تھی لیکن اُسکا ظہور اس طرح ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کو بعد توحید کے احکام شرعیہ دیے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پورے کر چکے تو امامت کا خطاب بھیجا پس ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کا شمول چاہا - قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي - ابراہیم نے عرض کیا اور میری نسل سے ف یعنے میری اولاد میں سے بھی امام بنائے جاوین - چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے تمام اولاد کے واسطے خطاب کو عام کیا فقط اسواسطے کہ غایت توحید سے اُنکے ذہن میں کفار کا خیال بھی نہوگا کہ ذریات کافر پیدا ہونگی پس اُنھون نے مطلق ذریات کے واسطے درخواست کی تو حکم تفصیلی ہوا - قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ - اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عہد تو ظالمون کو نہین پہونچتا ف یعنے عہد امامت تیری اولاد میں سے کافرون کو نہین پہونچیگا پس اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے جو لوگ کسی عہد آلہی سے کافر ہوئے وہ خارج ہوگئے جیسے یہود و نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کیا پھر یہود و نصاریٰ دونون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا یا مشرکین عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا تو یہ سب خارج ہوگئے لہٰذا فرمایا - ماکان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما الآیۃ - بخلاف اُنکے جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اُنکو شامل رکھا بقولہ تعالیٰ - ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المومنین چنانچہ اسکی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے - رہا یہ بیان کہ وہ کلمات جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیے گئے تھے کیا کلمات ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہان تو اللہ تعالیٰ نے کلمات کا

تعلق مقصود نہین رکھا ہی بلکہ ظاہر فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے حق توحید کے ساتھہ اُنکو پورا کیا خواہ وہ کوئی کلمات ہون کیونکہ اللہ تعالیٰ جس زمانہ مین جو حکم فرماوے وہی شریعت ہی تو ان کلمات کے جاننے سے ہمارا کوئی مطلب نہین ہی کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے شریعت تھے اور شریعت بدل جاتی ہی اور توحید نہین بدلتی ہی پس ہمکو اُس شریعت پر عمل کرنا چاہیے جو بالفعل حکم دی گئی ہی اور اُسی طرح پوری کرنی چاہیے جسطرح ابراہیم علیہ السلام نے پوری کی لیکن علماے مفسرین نے اُن کلمات کی بھی تفتیش فرمائی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیے گئے تھے تاکہ اُسکے ضمن مین کوئی فائدہ حاصل کرین لیکن وہ کلمات بعض تو متعلق فرائض و واجبات ہین و بعض متعلق فطرت و سنن ہین و بعض متعلق معارف ہین لہذا ابن عباسؓ سے اس بارہ مین مختلف روایات ہین چنانچہ قتادہؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج تعلیم فرمائے (عبد الرزاق) اور طاؤسؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ طہارت کے دس احکام دیے ازانجملہ پانچ سر مین اور پانچ بدن مین ہین پس سر کے پانچ احکام مین مونچھون کا اچھی طرح کترنا اور کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا اور مسواک کرنا اور بال مونڈنا یا بال ہون تو مانگ نکالنا اور بدن کے پانچ یہ ہین کہ ناخن کترنا اور زیر ناف کے بال مونڈنا اور ختنہ کرنا اور بغل کے بال اُکھاڑنا اور پیخانہ و پیشاب کے اثر کو پانی سے دھونا (عبد الرزاق) اور اسیکے مانند سعید بن المسیبؒ و مجاہدؒ و شعبیؒ و نخعیؒ و ابو صالحؒ سے مروی ہی (ابن ابی حاتم) اور اسیکے قریب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس خصلتین از قسم فطرت ہین مونچھین کترنا اور داڑھی چھوڑنا اور مسواک کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا اور ناخن کترنا اور اُنگلیون کے جوڑ صاف کرنا اور بغل کے بال اُکھاڑنا اور زیر ناف کے بال مونڈنا اور پانی سے استنجا کرنا۔ راوی نے کہا کہ دسوین بات مین بھول گیا اور شاید وہ کلی کرنا تھی (صحیح مسلم) اور حدیث ابو ہریرہؓ مین ختنہ کرنا مذکور ہی کما فی الصحیحین) اور ابن عباسؓ سے حنش صنعانی کی روایت مین آیا کہ ختنہ و موے زہار یعنی موے زیر ناف صاف کرنا و ناخن کترنا اور مونچھین کترنا اور مسواک و غسل جمعہ اور مناسک حج مین سے طواف و سعی صفا و مروہ و رمی الجمار و افاضہ عرفات (ابن ابی حاتم) عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ احکام دین مین جو شخص مبتلا کیا گیا سواے ابراہیم علیہ السلام کے کوئی پورا نہین اُترا (ابن کثیر) ظاہرا ابن عباسؓ نے انبیاء علیہم السلام کا استثنا کر دیا ہی۔ و عکرمہ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شرائع اسلام تیس سہام ہین ازانجملہ دس کا ذکر سورۂ براءۃ کی آیت التائبون العابدون الآیہ مین ہی اور دس کا ذکر اول سورۂ قد افلح المؤمنون و سورۂ سأل سائل بعذاب واقع مین ہی اور دس کا ذکر سورۂ احزاب قولہ تعالیٰ ان المسلمین والمسلمات الآیہ مین ہی پس ان سبکو ابراہیم علیہ السلام نے پورا کیا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ابراہیم الذی وفی الآیۃ۔ (الحاکم ابن جریر ابن ابی حاتم) اور ابن عباسؓ سے آیا کہ جن کلمات کے ساتھہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو امتحان فرمایا یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی قوم کو چھوڑ کر ہجرت کرین اور نمرود ملعون سے حجت توحید پر مناظرہ کرین باوجودیکہ اُسکی جانب سے آگ مین ڈالنے کا خوف تھا حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے اس ہول عظیم کی کچھ پروا نہ کی پھر مہمانداری پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر اپنا فرزند ذبح کرنے کا حکم دیا اور ہر بات مین ابراہیم علیہ السلام نے بدون خلاف کے اطاعت کی (ابن اسحٰق) حسن البصریؒ کہا کرتے تھے کہ واللہ حضرت ابراہیمؑ نے خوب صبر کیا کہ پہلے کواکب و شمس و قمر مین امتحان کیا اور پہچان لیا کہ میرا رب عز وجل دائم قائم ہی اور شرک سے بیزار ہوئے پھر آگ سے امتحان لیا تو ثابت رہے پھر وطن و قوم چھوڑ کر ملک شام مین ہجرت کا حکم دیا تو پورے ہوے پھر ختنہ کرنے و ذبح فرزند کا حکم دیا تو پورا کیا (ابن جریر و اختصرہ عبد الرزاق) مجاہدؒ نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام سے رب عز وجل نے امتحان لیا اور فرمایا کہ مین تجھکو امام بنانا چاہتا ہون عرض کیا کہ بہت اچھا اور میری ذریات مین سے بھی امام بنائیے فرمایا کہ ظالمین لینے کا فرون کو میرا عہد نہین پہونچیگا۔ عرض کیا کہ خانہ کعبہ کو لوگون کا مرجع بنا دیجیے فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ اُسکو امن بنا دیجیے فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ مجھکو اور

مثابۃ امن

اسمٰعیلؑ کو اور ہماری ذریت مین سے ایک گروہ کو مسلمان بنا دیجیے فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ اہل مکہ کو ثمرات سے رزق دیجیے جو انمین سے
اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا فرمایا کہ ہان (ابن ابی حاتم وابن جریر) سعید بن مسیبؒ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ہین جنھنے پہلے ختنہ کیا اور پہلے
مہمانداری کی اور پہلے ناخن کترے اور پہلے مونچھین کترین اور یہی پہلے بوڑھے ہوئے ہین پھر جب بڑھاپا دیکھا تو عرض کیا کہ یہ کیا ہے حکم ہوا کہ
وقار ہے عرض کیا کہ اے رب میرا وقار بڑھا دیجیے (الموطا وغیرہ) شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ کلمات کی جو تفاسیر مذکور ہوئین شاید یہ سب ہون یا بعض ہون
مگر کسی پر خاص جزم نہین ہو سکتا ہے - ابن کثیرؒ نے کہا کہ اقوی یہ ہے کہ جمیع امور مذکورہ کو شامل ہے اور آیت مین دلیل ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی
ذریت مین ظالم کفار بھی ہونگے پس وہ لوگ اس قابل نہین ہین کہ پیشوا بنائے جاوین وبحکم قولہ تعالےٰ - وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ
صاف معلوم ہوا کہ بعد ابراہیم علیہ السلام کے جو پیغمبری وکتاب آئی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد مین ہوئی (فائدہ) حدیث
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین مرفوع روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی برس کی عمر مین قدوم مین ختنہ کیا (الصحیحین) اور شاید قدوم
یہی آلہ معروف ہو جسکے ذریعہ سے ختنہ کیا - م - رزینؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو سو برس کی عمر پائی
قریش مین دستور تھا کہ قریب بلوغ ختنہ کرتے تھے اور عورتون کے ختنہ کی روایت مرفوع جو سنن ابوداؤد ورزین مین ہے اسکو ابوداؤد نے
ضعیف کہا نیادی مین ہے کہ عورتون کا ختنہ مکرمت ہے - آیات سے جو شرائع نکالے گئے انکو بعض علما نے تفصیل وار بیان کردیا کہ سورہ برأۃ مین توبہ و
عبادت وحمد وسیاحت ورکوع وسجود وامر معروف ونہی منکر وحفاظت حدود الٰہی ایمان ہے سورۂ احزاب مین اسلام وایمان وقنوت وصدق وصبر وخشوع
وتصدیق وروزہ وحفاظت شرمگاہ وذکر الٰہی ہین - اور سورۂ مومنون مین ایمان وخشوع نماز وپرہیز لغو وزکوٰۃ وحفاظت شرمگاہ وعہد وامانت
ومحافظت نماز ہے - ابراہیم لفظ عجمی ہے اور بقول صحیح وہ آزر کے بیٹے ہین اور انکی پیدایش صوبہ اہواز کے مقام سوس مین واقع ہوئی اور بعض نے حران کہا
ولیکن انکے باپ انکو نمرود بن کنعان کی دار السلطنت بابل مین لے گئے - امام اس شخص کو کہتے ہین جسکی قتدا کیجاوے - سفیان نے کہا کہ آیت
مین دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبل نبوت کے بھی گناہون سے محفوظ ہوتے ہین ف اشارات عرائس مین ہے کہ خاصان حق مانند ابراہیم علیہ السلام
کے ازل ہی مین خطاب خاص سے سرفراز ہوتے ہین اور دنیا مین بھی انکا مرجع وہی ہوتا ہے اگرچہ امتحان مین ڈالے جاوین اور منجملہ امتحانات
ابراہیم علیہ السلام کے ایک مقام التباس تھا کما قال تعالیٰ - کذٰلک نری ابراہیم ملکوت السمٰوٰت والارض - پھر اسکا انجام تمکین تھا بدلیل
قولہ تعالیٰ - ولیکون من الموقنین - اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا - انی وجہت وجہی للذی فطر السمٰوٰت والارض الآیہ - بعض مشائخ نے کہا کہ امامت
کے واسطے یقین کامل ہونا پہلا درجہ ایمان ہے پھر اسکے بعد ولایت مین ترقی ہوتی ہے لہٰذا کہا گیا ہے ولایت اور صلاحیت تو دور پہلے تو مومن تو
ہوا ہے بے شعور + شیخ ابوعثمان نے کہا کہ امام وہ ہے جو ظاہر مین پہنسا رہے اور جو نسبت اسکو بارگاہ عزوجل مین حاصل ہے اسمین کچھ خلل نہو
جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک سے ظاہر ہے اور قولہ تعالیٰ - لاینال عہدی الظالمین صریح نص سے تبلا دیا کہ جو موہبت عظمیٰ کہ حق تعالیٰ
کی طرف سے انبیا واولیا کو حاصل ہوتی ہے وہان سبب ونسب کی جڑ کٹی ہے ورنہ ابراہیم علیہ السلام کی کل ذریات کو قبولیت حاصل ہوتی کیونکہ یہ
قبولیت جن بندونکو عطا ہوئی وہ ازل ہی مین عطا ہوئی جبکہ انکی طاعت بلکہ وجود ہی تھا تو سبب یا نسب کیونکر ہو سکتا تھا جعفر صادقؒ سے روایت ہے
کہ جو شخص محبت ومشاہدۂ الٰہی سے ہر کسی جانب راحت وسکون پاوے وہ ظالم ہے عس بعض نے فرمایا کہ منجملہ کلمات کے یہ بھی ہین جو آئندہ آیات مین مذکور ہین کما قال تعالیٰ

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى

اور جب ٹھہرایا ہمنے یہ گھر کعبہ اجتماع کی جگہ لوگون کی اور پناہ اور کر رکھو جہان کھڑا ہوا ابراہیم نماز کی جگہ

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ تعالیٰ۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ۔ اور جب ہمنے بیت
کو لوگون کے واسطے مثابہ کردیا ف یعنے یہ نصیحت کر کہ تم یاد کرو وہ وقت جب ہمنے خانہ کعبہ کو لوگون کے لیے مرجع بنا دیا کہ خانہ کعبہ
سے مومنون کی آرزو کبھی سیر نہین ہوتی لوٹ جاتے ہین پھر شوق سے اُسکی جانب رجوع کرتے ہین اسیکے مانند علی بن ابی طلحہ نے روایت کی ہے
(ابن جریر) ابن ابی حاتم نے بذریعۂ مجاہدؒ کے اسیکے مانند ابن عباسؓ سے روایت کیا اور کہا کہ یہی ابو العالیہ و عطاء و حسن وغیرہ سے مروی ہے
اور عکرمہ و قتادہ وغیرہ نے فرمایا کہ بیت اللہ لوگون کے واسطے مثابہ یعنی جمع ہونے کی جگہ ہے اور وہ مقام امن ہے حتی کہ زمانہ جاہلیت مین مکہ کے
گرد جو شہر و مقامات تھے وہان کے لوگ آپسمین کشت و خون کرتے لیکن اہل مکہ سے کوئی تعرض نہین کرتا تھا اور کبھی پردیسی آدمی کسیکے باپ کو
مار کر حرم مکہ مین چلا آتا تھا پھر مقتول کا بیٹا اپنے باپ کے قاتل کو یہان پاتا لیکن کچھ بھی جنبش نہین دیتا تھا اور اسیکے مانند ایک جماعت تابعین سے روایت ہے
ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا شرف بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسمین یہ قدرتی آیات و شرعی آیات رکھی
ہین از انجملہ یہ کہ وہ لوگون کے واسطے مرجع اشتیاق ہے حتی کہ مومنون کی روحین اُسکی جانب محبت سے جھکتی ہین اور اگر ہر سال اُسکا طواف کرین تو بھی
اُنکا دل سیر نہین ہوتا ہے چنانچہ دعائے خلیل اللہ علیہ السلام مین آیا کہ۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ مِنَ النَّاسِ صرف
بعض یعنے مومنین رکھا اور کل نہین رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ یعنے بیت اللہ مین آیات بینات
ہین یا مقام ابراہیم ہے اور جو کوئی اسمین آگیا وہ مامون ہوگیا۔ ھ۔ اس مقام کی آیت مین یہی حکم دیا۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى۔ یا اور
مقام ابراہیم کو مصلی بناؤ ف مقام ابراہیم کی دو تفسیرین روایت کی گئی ہین چنانچہ مجاہد نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ مقام ابراہیم تمام حرم ہے
(ابن ابی حاتم) دوم مقام ابراہیم ایک پتھر ہی جسپر اُنکے قدم کا نشان ہے چنانچہ عطا نے کہا کہ مین نے ابن عباسؓ سے سنا کہ آیت مین جو مقام ابراہیم مذکور ہے
وہ تو یہی مقام ابراہیم ہے جو مسجد الحرام مین ہے اور اس سے زیادہ تمام حج بھی مقام ابراہیم شمار ہوتا ہے پھر عطا نے اسکی تفصیل بیان کی کہ عرفات مین وقوف کرنا
اور وہان نماز ظہر و عصر کو جمع کرنا اور مشعر الحرام و منیٰ و رمی جمار و صفا و مروہ کے درمیان سعی ہے (ابن ابی حاتم) سعید بن جبیرؓ نے کہا کہ مقام ابراہیم
ایک پتھر ہے جو اللہ تعالیٰ نے رحمت قرار دیا یعنی ابراہیم علیہ السلام اُسپر کھڑے ہوتے اور اسمٰعیل علیہ السلام اُنکو پتھر پہونچاتے تھے۔ سدی نے
کہا کہ یہ نہین بلکہ اس پتھر پر بٹھلا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُنکی بہو یعنے زوجۂ اسمٰعیل علیہ السلام نے نہلایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قرطبیؒ نے
اسکو ضعیف کہا کیونکہ سعید بن جبیرؓ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہوتا تو اُنکے پاؤن مختلف واقع ہوتے لیکن دیگر علما نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ ابن ابی حاتم نے
جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین طواف سے فراغت فرمائی تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ یہی تو ہمارے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے آپ نے فرمایا کہ ہان تو عرض کیا کہ پھر ہم اسکو مصلی بنا وین پس اللہ عزوجل نے نازل
فرمایا۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى۔ (رواہ ابن مردویہ وغیرہ) یہ مضمون تو صحیحین کی احادیث مین ثابت ہے چنانچہ خود عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین اپنے رب عزوجل سے تین باتون مین موافق پڑا ایک تو مین نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم لوگ مقام ابراہیم کو مصلی
بنا وین پس نازل ہوا قولہ تعالیٰ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى۔ الحدیث (البخاری و مسلم وغیرہ) شیخ ابن کثیرؒ نے بعد ذکر روایات کے کہا کہ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ مقام ابراہیم سے یہی مراد ہے جو مسجد الحرام مین ہے اور یہ پتھر تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام دیوار کعبہ کو اونچی کرتے تو اسی پتھر پر کھڑے ہوتے اور
اسمٰعیل علیہ السلام نیچے سے پتھر پہونچاتے تھے اور اس پتھر مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم بہت ظاہر تھے لیکن لوگون کے چھونے سے
اسکے نشان کچھ مٹ گئے ہین باوجود اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک بہت واضح نشان موجود تھا چنانچہ حدیث انس رضی اللہ عنہ مین صریح موجود ہے

(ابن وہب) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مقام ابراہیم پہلے دیوار کعبہ سے ملحق تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں جبکہ جمیع صحابہ متوافر موجود تھے اسکو ہٹا کر اس مقام پر کیا جہاں اب موجود ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود خلفاء راشدین میں سے ہیں بلکہ دو خلیفہ سابقین میں سے جنکے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میرے بعد تم لوگ ان دونوں کی اقتدا کیجیو جو میرے بعد ابوبکر و عمر ہیں۔ ھو۔ اور حضرت عمرؓ ہی کے موافق اس مقام پر نماز کے واسطے قرآن مجید نازل ہوا اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے دیوار سے ہٹانے میں انکار نہیں کیا عطاء و مجاہد وغیرہ نے کہا کہ اول اسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی دیوار سے ہٹا کر یہاں رکھا جہاں بالفعل موجود ہے (عبد الرزاق) (مسئلہ) خلف المقام بعد طواف کے دو رکعت پڑھنا ائمہ حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک واجب ہیں اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک مستحب ہیں۔ ف بعض اشارات حوالس میں ہے کہ بیت اللہ امیدواروں کا مرجع اور خائفوں کا امن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں آیتیں ہیں جس سے خائف کو سکون ہوتا ہے اور ظالم کو جرأت نہیں ہوتی اور امیدواروں کو حسن تجلی سے سکون ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ مقام طہارت ہونے سے سکون و رحمت طاری ہوتی ہے اسواسطے حکم فرمایا

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ

اور کہہ دیا ہمنے ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ پاک رکھو گھر میرا واسطے طواف والوں کے اور اعتکاف والوں کے

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ

اور رکوع اور سجدہ والوں کے اور جب کہا ابراہیم نے اے رب کر اسکو شہر امن کا اور روزی دے اسکے لوگوں کو

مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ

میوے جو کوئی ان میں یقین لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر فرمایا اور جو کوئی منکر ہے اسکو بھی فائدہ دونگا

قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ

تھوڑے دنوں پھر میں اسکو قید کر بلاؤنگا دوزخ کے عذاب میں اور بری جگہ پہونچ رہے اور جب اٹھانے لگا ابراہیم

الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

بنیادیں اس گھر کی اور اسمٰعیل اے رب قبول کر ہمسے تو ہی ہے اصل سنتا جانتا

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا

اے رب اور کر ہمکو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک امت حکم بردار اپنی اور جتا ہمکو

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

دستور حج کرنے کے اور ہمکو معاف کر تو ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان

اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی پاکی میں نشان قدرت و نشان شریعت کو جمع فرمایا کیونکہ جو اور وہاں بت و نجاست نہیں رکھتے اور وہ کہیں بھی کوئی ایسا نہیں گذرا اور باوجود اسکے حکم فرمایا بقولہ تعالیٰ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ اور ہمنے ابراہیم و اسمٰعیل کو حکم فرمایا کہ میرے بیت اللہ کو طواف کرنے والوں کے لیے اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو

یعنے نجاست وگندگی میں سے کچھ بھی اسکو نہ پہونچے یہ تفسیر حسن بصری کی ہے۔ ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاؒ سے پوچھا کہ یہاں عہد کے
کیا معنے ہیں فرمایا کہ حکم دیا اور یہی عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ محاورہ کا عرف مقتضی ہے کہ یہاں اسی وحی مراد ہو یعنے
ہمنے ابراہیم و اسمٰعیل کو وحی فرمائی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ پاک رکھو یعنے بتوں سے پاک رکھو۔ مجاہد و سعید بن جبیر نے کہا کہ بتوں و فحش کلام و کلمہ
کفر و بہتان اور ہر قسم کی گندگی سے پاک رکھو۔ عبید بن عمیر و ابوالعالیہ و سعید بن جبیر و مجاہد و عطاء و قتادہ نے کہا کہ توحید کے ساتھ اسکو شرک سے
پاک رکھو (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر پر وحی کا حاصل یہ ہوگا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے وقت سے حکم الٰہی چلا آتا ہے کہ بیت اللہ کو
شرک و نجاسات سے پاک رکھا جاوے پھر جس شخص نے اسمیں بت لایا اور شرک پھیلایا اُسنے حکم الٰہی سے مخالفت کی اور سنت ابراہیم علیہ السلام سے پھر گیا
اسواسطے حدیث میں ہے کہ میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں اوجھ کے ساتھ گھسیٹتا ہے جیسے چکی کو گدھا گھماتا ہے اور اسی نے
پہلے سانڈ چھوڑنے کی رسم نکالی اور یہی پہلا شخص ہے جو بت لایا اس نے بھی اپنا حصہ جہنم میں دیکھا۔ (م)۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ طواف کرنے والے
تو معروف ہیں لیکن سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ طائفین وہ لوگ ہیں جو پردیس سے زیارت بیت اللہ کے لیے آویں اور عاکفین وہ لوگ جو مکہ میں
رہتے ہیں۔ اور عطاء نے کہا کہ جو شخص پردیس سے آکر مکہ میں رہا اور ہو وہ عاکفین میں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ پھر جو شخص مکہ میں رہا ہو اسکا نام مجاور ہے
اور وکیع نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جو شخص مسجد الحرام میں بیٹھے وہ عاکفین میں ہے پس یہ اعتکاف ہوا اور ثابت البنانی رحمہ اللہ نے
عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ سے کہا کہ میں امیر مکہ سے کہنے والا ہوں کہ جو لوگ مسجد الحرام میں سوتے ہیں انکو روکا جاوے کیونکہ وہ احتلام سے جنب
ہو جاتے ہیں اور ریاح وغیرہ سے حدث ہو جاتا ہے تو عبداللہ بن عبید نے کہا کہ ایسا مت کر اسواسطے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے انکا حال
پوچھا گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ عاکفین ہیں (ابن ابی حاتم و عبد بن حمید باسناد صحیح) شیخ نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہوا
کہ جس زمانہ میں ابن عمرؓ بالغ کوارے تھے تو مسجد نبوی میں سویا کرتے تھے (کما فی الصحیح) ابن عباسؓ نے کہا کہ جو شخص مسجد الحرام میں نماز پڑھے وہ رکع السجود
میں ہے لیکن اسکی اسناد ضعیف ہے۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بتوں و انکی عبادت و شرک سے پاک رکھنے کا حکم دیا اور اسکا حاصل یہ ہے کہ بنا کعبہ
خالص توحید الٰہی عزوجل کے واسطے ہو۔ (مسئلہ) طواف افضل ہے یا وہاں نماز پڑھنا جمہور علماء نے کہا کہ نماز مطلقاً افضل ہے۔ اور امام مالکؒ نے کہا کہ
جو لوگ پردیس سے آویں انکے لیے طواف افضل ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ آیت میں مشرکین عرب و یہود و نصاریٰ کی تردید ہے کیونکہ مشرکین تو اسمیں بت پرستی
کی نجاست پھیلاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخالفت کی اور یہود و نصاریٰ نے اسکا حج نہیں کیا باوجودیکہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی فضیلت جانتے ہیں
مگر انہوں نے انکی اقتدا نہ کی حالانکہ حضرت موسیٰ وغیرہ انبیاء نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے۔ شیخ نے لکھا کہ مسجدوں کے پاک رکھنے کا حکم اسی آیت سے لیا گیا ہے اور
ساتھ ہی احادیث کثیرہ بھی وارد ہیں۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے صحیحین وغیرہ سے وہ احادیث نقل کیں جن سے ثابت ہوا کہ مکہ حرم محترم ہے اور اسکا
درخت کاٹنا جائز نہیں اور وہاں کے وحشی جانور و صید کو بھڑکانا جائز نہیں اور وہاں گرا ہوا لقطہ کسی کو حلال نہیں ہے کہ اٹھاوے سوا اسکے
ایسے شخص کے جو اس غرض سے اٹھاوے کہ شناخت کر کے اسکے مالک کو پہونچا دے۔ تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں و زمین کے پیدا کرنے کے وقت
سے مکہ کو حرم محترم قرار دیا اور اسکے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسکو بلد الحرام کہا یعنے حکم الٰہی پہونچا دیا پس اسمیں قتال وغیرہ جائز نہیں
ہے اور فتح مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ میرے واسطے صرف ایک ساعت کے لیے اجازت دی گئی تھی پھر وہ بدستور
حرام ہو گیا اور آپ نے تنبیہ فرمائی کہ آئندہ اگر کوئی شخص یہاں اس دلیل سے قتال کرنا چاہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں
قتال کیا ہے تو تم لوگ اس سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تھی اور تمکو کوئی اجازت نہیں ہے چنانچہ احادیث

صحیحین میں مصرح ہے اور حدیث جابرؓ میں ہے کہ مکہ میں کسیکو ہتھیار اٹھانا حلال نہیں ہے (صحیح مسلم) لہذا فرمایا وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ
رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا - اور ذکر کر جب ابراہیم نے کہا کہ اے رب اسکو امن کا شہر کر دے - ف جو کوئی اسمیں داخل
ہو امن ہو جاوے - وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ - اور اسکے لوگوں کو پھلوں سے رزق دے - ف لیکن چونکہ اسکے
لوگوں میں بعضے کافر بھی ہونگے اور ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالے نے متنبہ فرمایا تھا کہ ظالموں کافروں کو میرا عہد نہیں پہونچیگا تو ابراہیم علیہ السلام
کمال ادب کے ساتھ رزق کی دعا میں بھی کافروں کو نکال ڈالا اور کہا - مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ - انمیں سے جس
شخص کو جو اللہ تعالی اور روز قیامت پر ایمان لایا - ف یعنی مکہ کے لوگوں میں سے انکو ثمرات کا رزق عطا فرما جو اللہ تعالی اور روز قیامت پر
ایمان لاویں لیکن اللہ تعالے نے رزق میں کافروں کو شامل رکھا قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى
عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ - اللہ تعالے نے فرمایا اور جسنے کفر کیا تو اسکو تھوڑے دنوں تک متاع عطا کرونگا پھر اسکو
مجبور کر کے عذاب دوزخ میں لاؤنگا - اور وہ برا مرجع ہے - ف یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے حسن ادب سے دعا سے رزق میں کافروں کو
نکالا یعنے کافروں کے واسطے رزق کی دعا نہیں فرمائی بلکہ یہی کہا کہ مومنوں کو دعا کرتا ہوں تو اسواسطے حق میں قبول فرما کر یوں کہا کہ
ہاں مومنوں کو عطا کرونگا اور کافروں کو بھی چند روز تک انکی زندگی بھر رزق دونگا پھر ان سرکشوں کو مجبور کر کے دوزخ میں ڈالدونگا چنانچہ
یہ بات ظاہر ہے کہ ہر شخص موت سے لاچار ہو کر آخرت میں جاتا ہے اگرچہ زندگی میں سرکشی کرے پس فرمایا کہ دوزخ بہت برا مرجع ہے کہ انکی
شامت سے دنیا فانی کو پیار کر جہاں لوٹ جاینگے وہ ٹھکانا بہت برا ہے - ابن عباسؓ نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے ثمرات کو صرف مومنوں ہی کے
واسطے مخصوص فرمایا تھا لیکن اللہ عز وجل نے نازل فرمایا کہ میں کافروں کو بھی کچھ رزق دونگا کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں مخلوق کو پیدا
کر کے اسکو بے رزق چھوڑ دوں لیکن یہ مدت قلیل ہوگی تو پھر اسکی سرکشی کے موافق اسکو عذاب النار کی جانب مجبور کرونگا پھر ابن عباسؓ نے
یہ آیت پڑھی - كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۗءِ وَهٰٓؤُلَاۗءِ مِنْ عَطَاۗءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَاۗءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا یعنی فریق مومنین و فریق کافرین ہر ایک کو عطاء الٰہی سے
مدد دینگے اور تیرے پروردگار کا عطیہ ممنوع نہیں ہے - ھ - اسیواسطے حدیث میں آیا کہ کوئی شخص [illegible] اللہ تعالے سے بڑھکر ایذا پر صابر نہیں ہے
کہ یہ لوگ اسکے لیے فرزند بتلاتے ہیں حالانکہ وہ انکو رزق و عافیت دیتا ہے (صحیحین) اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالے ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب
اسکو گرفتار فرماتا ہے تو وہ چھوٹ نہیں سکتا ہے اور یہ آیت پڑھی - وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ - اور تیرے پروردگار
کی گرفت یوں ہی ہے جب وہ ظالم قریات کو بسبب انکے ظلم کے گرفتار فرماتا ہے بیشک اسکا گرفتار کرنا سخت دردناک ہے - ھ (الصحیح) اور ثابت
ہے کہ مومن کو اسکے جان و مال میں آفات پہونچتی رہتی ہیں جو اسکے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں حتی کہ وہ دنیا سے پاک نکلتا ہے اور کافر [illegible]
مانند درخت صنوبر جب اکھڑتا ہے تو یکبارگی جڑ سے جاتا ہے (کما فی الصحیح) وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ
اور ذکر کر جب ابراہیم اس بیت کی نیو یا دیواریں اٹھاتا تھا اور اسمعیل - ف کیونکہ اسمعیل علیہ السلام پتھر دیتے تھے [illegible] اور
نیک بندوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ اپنے اعمال مردود ہو جانے سے ڈرتے رہتے ہیں یہ دونوں بزرگ پتھر بھی بناتے اور دعا کرتے جاتے کہ ربنا تقبل
مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ - اے رب ہمسے قبول فرما تو ہی سننے والا جاننے والا ہے - ف کہ بندوں کی دعا سنتا اور انکے اخلاص
بندگی کو جانتا ہے وہیب ابن الورد جب اس آیت کو پڑھتے تو روتے اور کہتے کہ خلیل الرحمن اسکی بیت اللہ اٹھاتا ہے پھر بھی خوف کرتا ہے کہ شاید قبول نہو
(ابن ابی حاتم) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے مومنین صادقین کا یہی حال بیان فرمایا ہے - وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ

الآیۃ - یعنے راہ الٰہی مین صدقات دیتے حالانکہ اُنکے دل تھرتھراتے کہ ایسا نہو جو قبول نہو اور یہی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مین بروایت صحیح وارد ہی - بعض مفسرین نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بنیاد اُٹھاتے تھے اور اسمٰعیل علیہ السلام یہ دعا کرتے جاتے تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ دونون بنیاد اُٹھاتے اور دونون دعا کرتے تھے اور تتمہ دعا یہ ہے رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ - ہمارے رب اور ہم دونون کو اپنی خدمت کے واسطے مطیع کر دے اور ہم دونون کی ذریات مین سے بھی ایک امت کو اپنے واسطے مطیع کر دے اور ہمکو ہمارے مناسک دکھلا اور ہمپر مغفرت سے رجوع فرما بیشک تو رجوع فرمانے والا رحیم ہوتا ہے اگرچہ دعاے اول کا تتمہ ہے لیکن درمیان مین ربنا ہاے رب) بڑھانے مین اپنے رب عزوجل کے ترحم کی آرزو ہے اسیواسطے دعا مین مستحب ہے کہ جتنی باتین ہون یہ اور یہ آخر تک ان سب کے بیچ مین رب عزوجل کی حمد و ثنا و اپنی بندگی کا اشارہ لاوے مثلاً اے رب میرے مین بہت گنہگار ہون اپنے گناہون کا معترف ہون مجھے اپنے فضل و رحمت سے بخش دے اور اے رب میرے مین ضعیف عاجز ہون اپنی طاقت و قوت کے گمان سے بیزار ہون تیری ہی حول قوت پر بھروسا کرتا ہون تو ہی مجھے اپنی قوت سے اپنی خدمت مین قبول کرلے اور اے رب میرے مین اپنی ذات سے اس لائق نہین ہون بلکہ تو اپنے فضل و رحمت سے مجھے اپنے نیک بندون کے ساتھ ملادے اور یہ طریقہ سورہ بقرہ و سورہ آل عمران کے آخری رکوع مین انشاء اللہ تعالیٰ بخوبی معلوم ہوجائیگا اور یہان مسلمین سے مطیعین مراد ہے کیونکہ اُن دونون کو ایمان بنبوت حاصل تھا تو رفع درجات کے واسطے خدمات و طاعات کی دعا فرمائی اور دلیل یہ ہے کہ خالق افعال حق عزوجل ہے جیسے ایمان کو بندے کے دل مین پیدا کرنے والا بھی وہی حق سبحانہ تعالیٰ ہے اور یہان اس نکتہ لطیفہ پر غور کرنا چاہئے کہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام مین سے ایک امت ہونیکے لیے اہتمام عجیب فرمایا کہ اُنکے واسطے اول خانہ کعبہ بنوایا اسکے بعد دونون پیغمبرون سے یہ دعا کرائی اور چونکہ خانہ کعبہ کو تمام مساجد پر شرف حاصل ہے تو جو امت مسلمہ کے واسطے اس بیت المعظم کو قبلہ بنایا اسکی شرافت خود دیکھ لینا چاہئے اور یہ قیاس نہین ہے بلکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر تا ظہور مبارک اپنے حق مین فرمایا ہے کہ ہمیشہ اللہ عزوجل نے مجھکو دو فریق مین سے بہتر فرقہ مین رکھا یعنے آپکا نطفہ مبارک ہر زمانہ مین ایسی قوم مین منتقل ہوتا آیا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر تھا یہی حضرت اسمٰعیل و اسحٰق علیہما السلام مین سے حضرت اسمٰعیل افضل ہوئے چنانچہ قولہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم علیٰ بعض الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا لیکن یہ مسئلہ اسواسطے احتیاط کا کمتر ذکر کیا جاتا ہے کہ عوام لوگ دو پیغمبرون کی نسبت کو تاہ نظری سے دیکھتے ہین حالانکہ کسی پیغمبر کی شان مین ذرا سی بھی نقص کی نگاہ کرنا کفر ہے لہٰذا اُنپر فرض ہے کہ جب اسطرح دو پیغمبرون مین ذکر آوے تو پہلے مفضول کو کمال تعظیم ہوتے کی نظر سے دیکھین گویا آفتاب کامل ہے پھر جب اُنسے افضل پیغمبر بتلایا جائے تو قدرت الٰہی کی راہ سے خوشی و تعجب کیساتھ سبحان اللہ کہین اور عظمت حق عزوجل کی محبت مین مست ہو جاوین کہ حضرت خالق عزوجل کی شان کبریائی وہ ہے کہ جسنے اپنے بندون مین ایسے ایسے بزرگ پیدا فرمائے جنکی شان ہمارے قیاس سے باہر ہے - بالجملہ یہ امت مسلمہ ایک مدت تک اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے چلی آئی پھر وہ لوگ مشرک ہوگئے پھر اللہ عزوجل نے حضرت خاتم النبیین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماکر اس دعاے ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کو کامل فرمایا کیونکہ اگلی آیت مین اس دعا کا تتمہ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتک الآیۃ - مخصوص بشان پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے چنانچہ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ جیسا کہ یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالجملہ لکھا ہوا مقدر رکھا جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] خاتم النبیین [illegible] آدم علیہ السلام کا قالب خاک [illegible]

مصرح ومشہور ہے اور دعاے ابراہیم یعنی ربنا وابعث فیہم رسولا منہم الآیہ مین محقق مذکور ہے لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکی ابتداے شان کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مین اپنے پدر اعلیٰ حضرت ابراہیم کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسیٰ بن مریم کا
بشری ہون اور جب مین پیدا ہوا میری والدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام کے مکانات روشن ہو گئے (ابن کثیر) مترجم کہتا ہے کہ بچپن مین جب
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت مین تھے اور آپ جنگل کی جانب مع فرزند حلیمہ یعنی رضاعی بھائی کے تشریف لے گئے
اور آپ نے برادر رضاعی کو کسی مقصد سے گھر بھیجا تو آپ نے دیکھا کہ دو پرند سفید اُڑتے آتے ہین پس ایک نے کہا کہ یہ وہی ہین تو دوسرے نے کہا کہ
ہان پس دونون اُتر پڑے حالانکہ وہ دونون فرشتے تھے اور اُنھون نے آپکا سینہ شق کرکے اسمین سے حظ شیطان نکال ڈالا اور نور سے معمور کر دیا
اور جب برادر رضاعی آیا تو آپ کو سب طرح تندرست پایا لیکن شق الصدر کا نشان ظاہر تھا اور آپکا چہرہ کسیقدر متغیر تھا پس اُس مرد سعید نے
اپنی والدہ حلیمہ سے ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حال بیان کر دیا حضرت حلیمہ نے متردد ہو کر آپ کو ہمراہ لیکر مکہ معظمہ مین لاکر
آپکی والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیا اور یہی عذر بیان کیا تو آپ کی والدہ ماجدہ کو اس بات سے کچھ بھی تعجب نہوا بلکہ فرمایا کہ ہان مین نے تو اسکی پیدائش کے
وقت عجیب نور دیکھا کہ مجھے ملک شام کے قصور نظر آتے تھے (رواہ الدارمی) رہا یہ امر کہ شام کے قصور خاصۃ ظاہر ہونے مین کیا حکمت تھی تو
عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ یہ نکتہ بیان ہوگا اور چونکہ شیخ امام ابن کثیرؒ نے اس مقام پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا یہان رہنا بروایت بخاری
بیان کیا اور بیشک اُسکا ذکر موزون ہے لہذا مترجم چاہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی مختصر حال ابتدا سے بیان کرکے اس روایت صحیح سے
مربوط کرے چونکہ مقدمہ مین اور نیز ان آیات کی تفسیر مین فی الجملہ ذکر ہو چکا ہے تو اُنکے اعادہ سے تطویل وتنبیہ بیفائدہ ہوگا پس مختصر بیان یہ ہے کہ
بعض مورخین نے لکھا کہ قدیم زمانہ مین بابل تا بغداد وبت زرخیز ملک شاہ نمرود بت پرست کی سلطنت مین تھا جو حماقت سے خدائی کا
دعوے کرتا تھا اُسکو نجومیون نے آگاہ کیا کہ امسال تیری سلطنت مین ایک لڑکا پیدا ہوگا جس سے تیرا زوال ہوگا لہذا نمرود نے ہر مولود کو قتل
کرنا شروع کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے یہ دیکھکر پہاڑ کے غار مین وضع حمل کے بعد چھوڑ دیا کہ آنکھون کے سامنے قتل ہونے سے
بہتر ہے کئی دن کے بعد بیتاب ہو کر وہان روتی گئین تو دیکھا کہ بچہ زندہ پڑا ہوا اُنگلیان چوستا ہے اللہ تعالیٰ نے انکو اسی طرح رزق دیا اور
دنون ایسا بڑھتے جیسا کوئی بچہ سالون بڑھتا ہے حتی کہ ایک برس کے بعد باہر آکر عجائب قدرت الٰہی مین فکر کرنے لگے پہلے تارا پھر چاند پھر سورج کو
خدا مانا لیکن ہر ایک اپنی حالت سے متغیر ہو کر ڈوب گیا تو پہچانا کہ یہ سب مخلوقات ہین اور میرا رب وہی جو ان سب کا خالق ہے
بعض نے کہا کہ نہین بلکہ انکی والدہ اُنکو غار کے اندھیرے سے نکال کر گھر لائین چونکہ پندرہ برس کے جوان معلوم ہوتے تھے تو کسی نے انکو
سال گذشتہ کی پیدائش نجانا آخر جب چالیس برس مین نبوت ہوئی تو اپنی قوم دیکھا کہ ستارے پوجتے ہین تو اُنکی فہمایش کے واسطے ایک
ستارہ کو چمکتا ہوا دیکھکر فرمایا کہ یہی رب ہے جب وہ صبح کو ناپود ہوا تو چاند کو رب بنایا وہ بھی غروب ہوا تو کہا کہ سورج سب سے بڑا ہے پھر جب
وہ بھی ڈوبا تو حجت قائم کی کہ ایسی متغیر وڈوبنے والی چیزین کیونکر رب ہو سکتی ہین بلکہ رب وہی ہے جسنے سب کو پیدا کیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ انکی
قوم کثر انہین ستارہ پرست تھے چنانچہ صابئین کے بیان مین ذکر ہو چکا ہے اسیطرح یہ لوگ ان تارون کے موافق بت بنا کر انہیں ارباب النوع ومعبود
سمجھتے تھے اور سال مین ایک روز عید کے لیے جنگل مین جمع ہوتے اُس دن فہمایش کا موقع پاکر لوگون سے کہا کہ مین بیمار ہون جب
لوگ باہر گئے تو اُنکے بت خانہ مین گھسکر جتنے سب چھوٹے بتون کے ہاتھ پاؤن توڑ ڈالے اور بڑے بت کی شکل بگاڑی اور تبر اُسکے
کندھے پر رکھدیا جب یہ لوگ آئے اور یہ حال دیکھا تو غوغا ہوا کہ یہ کسنے کیا آخر چرچا ہوا کہ وہ جوان جسکا نام ابراہیم ہے وہی انکا عیب بیان کیا کرتا تھا

آخر انکو پکڑ کر لے گئے تو آپ نے فرمایا بلکہ انھیں میں سے اس بڑے بت نے کیا ہے پس تم انسے پوچھو اگر بول سکتے ہوں (مطلب یہ تھا کہ اسی بت
کی شامت نے ایسا کرایا اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ خود بت کیونکر کرتا اسی واسطے فرمایا کہ انسے پوچھو اگر بولتے ہیں) کہنے لگے کہ یہ تو خوب معلوم ہے
کہ یہ بول نہیں سکتے ہیں فرمایا کہ پھر تم ایسی چیزوں کو اپنا خدا بناتے ہو کہ جسکو بولنے کی بھی طاقت نہیں اور جو اپنی ذات سے پیشاب
دور نہ کرسکا وہ تمکو کیا نفع و ضرر پہونچا دیگا پس لگ شرمائے اور راہ ضلالت سے توحید کی جانب جھکے لیکن ازلی کافروں کے قلوب پر مہر
ہوتی اور راہ بند ہوتی ہے پس لوٹ گئے۔ ونکسوا علی رؤسهم یعنی سر کے بل اوندھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ تم ہمکو ہمارے باپ دادوں کے
دین سے پھیرنا چاہتے ہو حضرت نے فرمایا۔ انتم وآباؤکم فی ضلال مبین یعنی تم اور تمہارے باپ دادے کھلی گمراہی میں پڑے ہو نمرود بولا کہ آپکا
معبود میں ہوں اور یہ تو میرے تابعین ہیں اور میں کیا نہیں کرسکتا ہوں جو تمہارا خدا کرسکتا ہے حضرت نے فرمایا کہ میرا پروردگار تو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے
نمرود احمق نے دو قیدیوں کو بلایا جنمیں ایک بری تھا اور دوسرا پھانسی کے قابل تھا پس بے خطا کو پھانسی دیدی اور جو پھانسی کے قابل تھا اسکو چھوڑ دیا
اور کہنے لگا کہ دیکھو میں بھی زندگی و موت دیسکتا ہوں حضرت نے اسکو سخت احمق دیکھکر فرمایا کہ میرا رب تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے پس تو
اسکو مغرب کی طرف سے تو نکال پس یہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا اور ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو دعوت توحید شروع کی مگر تھوڑوں نے ایمان
نمرود نے بتوں کا قصاص لینا چاہا اور متفق ہوئے کہ اپنے بتوں کی مدد کرو اور ابراہیم کو آگ میں جلادو کہ یہ اپنے خدا کی بہشت میں پہونچے پس زمین کھود کر بہت سی
لکڑیوں کا انبار جمع کرکے آگ لگائی کہ جسکا شعلہ پہاڑ تک بلند ہوتا حتی کہ پرند اسکے اوپر نہیں اڑ سکتا تھا تو کسیکو اسکے قریب جانے کی مجال نہیں تھی
حیران ہوئے کہ ابراہیم کو آگ میں کیونکر ڈالیں آخر ایک پہاڑ پر گوپھن لٹکا کر اسمیں بٹھا کر پھینکنا چاہا تب ملائکہ آسمانوں میں چیخ اٹھے کہ الہی
اپنے بندہ صالح ابراہیم علیہ السلام پر رحم فرما حکم ہوا اگر تمہارا جی چاہے اور ابراہیم مدد مانگے اسکو مدد پہونچاؤ پس نکلے بڑی خوشی سے باری باری
ملائکہ آئے کہ حکم ہو تو ہم پانی سے یہ آگ بجھا دیں کسی نے کہا کہ ہوا سے یہ آگ اڑا دوں مگر آپ نے سکوت کیا آخر جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا
کہ آپ کیوں نہیں کہتے تاکہ میں یہ آگ لوٹا دوں آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل مجھے تمہاری حاجت نہیں ہے کیونکہ میرا رب عزوجل کافی ہے اور شکر
ملائکہ آپکے کمال یقین پر تعجب کرنے لگے لیکن جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اچھا آپ اپنے رب عزوجل ہی سے مدد مانگیں آپ نے فرمایا کہ اے
جبرئیل کیا وہ میرے حال کو نہیں جانتا ہے جبرئیل نے کہا کیوں نہیں تو فرمایا کہ پھر اسکا جاننا میرے واسطے بہت کافی ہے
آپکو پہونچا تو حضرت رب عزوجل نے قدرت سے حکم پہونچایا کہ اے آگ تو ابراہیم کے واسطے ٹھنڈک اور سلامتی ہو جا
پس اُس نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی گود میں لے لیا اور لوہے کی زنجیر و بند سب پانی کر دیے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس گلزار میں تخت پر
سلامتی سے بیٹھے نماز میں مشغول ہوئے کیونکہ کافروں نے آپکو برہنہ کر کے آگ میں پھینکا تھا اور روایت ہے کہ جبرئیل بہشت سے لباس لائے
اور انگارے ہوگئے تو نمرود اپنے محل کے کوٹھے پر سے دیکھنے لگا اور اُسکا دل خائف تھا ناگاہ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز میں مشغول
ہیں یہ ہولناک منظر دیکھکر قریب تھا کہ بیہوش ہوکر گر پڑے آخر سنبھل کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک ابراہیم علیہ السلام ہیں اور آواز دیکر باہر بلایا
حضرت ابراہیم علیہ السلام اُن انگاروں کو طے کرتے ہوئے باہر آئے نمرود خوفناک متحیر ہوکر چند روز گھر سے باہر نہیں نکلا اور چاہا کہ اسلام لاؤں
لیکن بدبختی سے اسکا نفس بہکا آخر کار ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تمہارا رب بیشک بڑا زبردست بادشاہ ہے میں اسکے واسطے قربانی کرونگا
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک تو کفر نہ چھوڑے تیری طاعت قبول نہ ہوگی۔ روایت ہے کہ اُسنے چار ہزار گائیں ذبح کیں مگر نمرود
پوشیدہ تھوڑے لوگ ایمان لائے ازانجملہ حضرت لوط علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور حضرت سارہ جو آپکے چچا کی بیٹی تھیں

اے ابراہیم آپ ہمکو کہان چھوڑے جاتے ہین کہ اس وادی مین نہ کوئی چیز ہی اور نہ کوئی مونس وغمخوار ہی آجرہ نے یہ کلمہ بار بار کہا مگر حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے کچھ جواب نہ دیا تب پوچھا کہ اللہ تعالی نے کیا آپ کو یہ حکم دیا ہی فرمایا کہ ہان تو آجرہ نے کہا کہ اچھا آپ تشریف لیجائیے اللہ تعالی
ہمکو ضائع نہین فرماویگا جب ابراہیم علیہ السلام نکلکر ثنیۃ الوداع تک پہونچے (اور آپکو بتلا دیا گیا تھا کہ یہین بیت العتیق ہی) تو خانہ کعبہ کی طرف
منھ کرکے دعا مانگی کہ الٰہی مین نے اپنی بعض ذریات کو بے زراعت وادی مین تیرے بیت الحرام کے پاس بسایا۔ ھ پھر جانب شام فلسطین روانہ ہوگئے
اور اس بیابان بے آب مین آجرہ رضی اللہ عنہا تنہا رہتین اور جب تک اس مشک مین پانی رہا پیا کرتی تھین پھر جب پانی چک گیا تو پیاس
غالب ہوئی اور لڑکے کا دم بھی تلے اوپر ہونے لگا آجرہ نے آنکھون سے یہ حالت دیکھنا گوارا نکیا اور کوہ صفا کو سب سے نیچا پہاڑ پاکر چڑھین
اور جنگل مین دور دور نظر ڈالی مگر کوئی نظر نہ آیا پھر صفا سے اُتر کر وادی سے دامن اُٹھا کر مروہ کی جانب دوڑین جیسے مرد پریشان دوڑتا ہی
حتی کہ مروہ پر چڑھکر نظر کی تو کوئی نظر نہ آیا اور سات مرتبہ یہی حالت ہوئی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ
اسیوجہ سے لوگ ان دونون کے درمیان سعی کرتے ہین پھر جب آجرہ کوہ مروہ پر تھین تو ناگاہ ایک آواز سنی تو اپنے جی مین کہا کہ ٹھہر کر کان لگا
تو وہی آواز سنی تب کہا کہ تو نے آواز سنائی اگر مددگار ہی تو میری مدد کر پس ناگاہ جبرئیل علیہ السلام کو وہان دیکھا جہان چاہ زمزم ہی پس
جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی سے یا بازو سے وہ مقام کھود دیا تو آجرہ نے اسکو بطور حوض بنانا شروع کیا اور اسکا پانی لیکر مشک مین
بھرتی تھین حالانکہ بعد اُٹھنے کے وہ جوش کرتا تھا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ پر اللہ تعالی
رحم کرے کہ اگر وہ اسکو بہتا چھوڑتین تو زمزم ایک عمیق چشمہ ہو جاتا ابن عباسؓ نے کہا کہ پھر آجرہ نے پانی پیا اور اپنے فرزند کو پلایا اور
فرشتہ نے اُنسے کہا کہ تم اپنے ضائع ہونیکا خوف نکرو کہ یہان بیت اللہ ہی جسکی عمارت یہ لڑکا اور اسکا باپ بناوینگے اور اللہ تعالی اپنے بندون کو
ضائع نہین فرماتا ہی ابن عباسؓ نے کہا کہ بیت العتیق اُس زمانہ مین ٹیلہ کی طرح زمین سے بلند تھا اور جب سیل آجاتی تو اُسکے داہنے بائین ہو کر
نکل جاتی تھی پھر چند روز یہی حال رہا یہانتک کہ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ یا ایک خاندان جرہم کے لوگ جانب کدا سے آکر اسفل مکہ مین
اُترے جبکہ راہ مین بسیرا کیا تو اُنھون نے دیکھا کہ آنکھہ پرند اُڑتے ہین تب آپسمین کہنے لگے کہ یہ پرند تو پانی کے گرد اُڑا کرتے ہین　۱۲
اور ہم تو بارہا اس وادی مین آئے اور کبھی پانی نہین پایا پس اُنھون نے ایک یا دو آدمی دوڑائے کہ ناگاہ اُنھون نے دیکھا کہ پانی کا
ایک چشمہ ہی جب اُنھون نے یہ خوشگوار پانی پایا اور دیکھا کہ پانی کے پاس آجرہ مادر اسمٰعیل ہین تو اُنسے عرض کیا کہ اگر آپ ہمین اجازت دین تو ہم بھی اس پانی کے
پاس اُتر پڑین آجرہ نے کہا کہ اچھا لیکن اس پانی مین تمھارا حق نہوگا کہنے لگے کہ ہمکو منظور ہی ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے
کہ یہ اتفاقی بات تھی کہ مادر اسمٰعیل خود چاہتی تھین کہ یہان کوئی مونس ہو پھر جرہمیون نے اپنے گھر والون کو بلایا وہ سب آکر یہین اُترے
یہانتک کہ مکہ مین اُنکے چند گھر ہو گئے اور یہ لڑکا بڑا ہوا تو جوانی مین اُن سب سے انفس واعجب تھا اور اُنھین سے زبان عربی سیکھی پھر آجرہ نے
انتقال فرمایا حالانکہ جرہم نے اپنی لڑکی حضرت اسمٰعیل کو بیاہ دی تھی اسکے بعد ابراہیم علیہ السلام دیکھنے آئے (مشہور یہ کہ اٹھارہ برس کے
بعد آئے تھے) جب گھر مین پہونچے تو اسمٰعیل علیہ السلام کو نہ پایا اور اپنی بہو سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ ہمارے واسطے رزق تلاش کرنے گئے ہین
(تیر سے شکار مار لاتے تھے) پھر ابراہیم نے اس عورت سے بسر اوقات کا حال پوچھا تو اُسنے عرض کیا کہ ہم لوگ بڑی طرح سختی وتکلیف مین ہین
یعنے اپنی بسر اوقات کی شکایت کی ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تیرا شوہر آوے تو کہیو کہ ایک بوڑھے نے سلام کہا اور یہ کہہ گیا ہی کہ اپنے دروازہ
کی چوکھٹ بدل دے پھر جب اسمٰعیل آئے تو کچھ کیسا آہٹ مل جاتی ہی اپنی زوجہ سے پوچھا کیا کوئی آیا تھا بولی کہ ہان ہمارے یہان ایک ایسا ایسا بوڑھا آیا تھا

اور ہمسے تمہارا حال پوچھا تو ہمنے کہدیا اور ہمسے بسر اوقات کو پوچھا تو مین نے کہا کہ ہم لوگ سختی و تکلیف مین ہین اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا کہ تجھے
کچھ وصیت کی ہے کہنے لگی کہ ہان مجھے کہا کہ تو اپنے شوہر کو سلام کہیو اور اُس سے کہیو کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دے اسمٰعیل ع نے کہا کہ وہ
میرے باپ ہین اور مجھکو حکم دیا کہ مین تجھے جدا کر دون پس اُسکو طلاق دیکر اُسکے گھر والون مین بھیجدیا پھر جرہم مین سے دوسری عورت سے نکاح
کیا اور ابراہیم علیہ السلام ایک مدت تک نہین آئے پھر جب اللہ تعالے نے چاہا تب آئے اور اسمٰعیل ع کو نہ پایا اور اُنکی بی بی سے اُنکی بابت
پوچھا تو اُسنے کہا کہ ہمارے واسطے رزق تلاش کرنے گئے ہین فرمایا کہ تم لوگ کس حال مین ہو وہ بولی کہ ہم اچھی طرح آسائش مین ہین اور اللہ تعالی کی
شکر بیان کیا آپ نے کھانے پانی کو پوچھا تو اُسنے عرض کیا کہ گوشت و پانی ہماری غذا ہے آپ نے دعا کی کہ الٰہی انکے گوشت و پانی مین برکت دے
(اور ایک روایت مین ہے کہ اُسنے خدمتگزاری سے ایک پتھر پر بٹھلا کر سر دُھلایا اور نہلایا) ابن عباس رض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے تھے کہ اس زمانہ مین اہل مکہ کے یہان اناج نہ تھا اور اگر ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام اُسمین بھی برکت کی دعا فرماتے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواے مکہ کے اگر کہین کوئی شخص خالی گوشت و پانی پر اکتفا کرے تو موافق نہوگا پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ
جب تیرا شوہر آوے تو اُسکو سلام کہیو اور حکم دیجیو کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھے پھر جب اسمٰعیل علیہ السلام آئے تو پوچھا کہ کیا تمہارے پاس
کوئی آیا تھا زوجہ نے کہا کہ ہان ایک بزرگ نورانی صورت آئے تھے اور اُنکی تعریف بیان کی پھر ہمارا حال پوچھا تو مین نے بیان کیا پھر
ہماری بسر اوقات دریافت کی مین نے کہا کہ ہم لوگ اچھی طرح ہین اسمٰعیل نے پوچھا کہ تجھے کچھ وصیت فرمائی کہا کہ ہان وہ تمکو سلام کہہ گئے
اور حکم دے گئے کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ قائم رکھیو فرمایا کہ یہ میرے باپ ہین اور وہ چوکھٹ تو ہے کہ مجھے حکم دے گئے کہ تجھے اپنے نکاح مین رکھون
پھر جسقدر روز تک ابراہیم علیہ السلام نہین آئے پھر جب اللہ تعالے نے چاہا تب آئے اور اُسوقت اسمٰعیل علیہ السلام ایک درخت کے نیچے زمزم کے
قریب بیٹھا اپنے تیر درست کرتے تھے پھر جب اسمٰعیل علیہ السلام نے دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور جس طرح باپ بیٹے کے ساتھ یا بیٹا اپنے باپ کے
ساتھ کرتا ہے وہ مراسم پورے کیے پھر فرمایا کہ اے اسمٰعیل اللہ تعالے نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے اسمٰعیل نے کہا کہ آپ حکم رب عزوجل پورا فرمائیے
آپ نے فرمایا کہ تو میری اعانت کریگا کہا کہ جی ہان فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ مین اس بلند ٹیلے پر بیت بناؤن پس دونون
قواعد بیت کو اُٹھانا شروع کیا پس اسمٰعیل علیہ السلام تو پتھر لاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام اُسکو بناتے جاتے تھے جب عمارت اونچی ہوگئی
تو اسمٰعیل ع نے یہ پتھر لاکر رکھا اور ابراہیم ع نے اُسپر کھڑے ہوکر بنانا شروع کیا اور اسمٰعیل پتھر لاتے اور دونون کہتے جاتے تھے —
ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم یہانتک کہ اُسکو دور پورا کیا۔ (رواہ عبد بن حمید و ابن ابی حاتم و ابن جریر وغیرہم) اور بخاری کی
کی دوسری روایت مین اسیکے مانند مذکور ہے اور اُسمین آیا کہ جب ہاجرہ نے کہا کہ تم ہمکو کس پر چھوڑتے ہو تو ابراہیم نے فرمایا کہ اللہ کے بھروسہ
پر ہاجرہ نے کہا کہ مین اپنے رب عزوجل کے بھروسہ پر راضی ہون اور اس روایت مین ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری
تو پانی اُبل آیا اور اس روایت مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ کی برکت بدعاء ابراہیم علیہ السلام ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ [illegible]
آتی کہ ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہوکر ہجرت کے ساتھ مکہ مین ان لوگون کی زیارت کو آتے تھے پھر شام مین لوٹ جاتے تھے شیخ ابن کثیر نے
علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا کہ ابراہیم علیہ السلام اول ہی مرتبہ بیت بنا کر اسمٰعیل و اُنکی والدہ کو چھوڑ گئے تھے اور شاید مراد یہ ہے
کہ وہان [illegible] اور دوسری [illegible] جبرئیل علیہ السلام [illegible]
اور [illegible]

کیا اور یہیں سے زمین بچھائی گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ابن جریر و قول سدی وغیرہ میں ہے کہ ریح الخجوج نے حضرت ابراہیم کو
بیت العتیق کی جگہ بتلائی اور سدی نے کہا کہ حجر اسود تو جنت سے آدم علیہ السلام ساتھ لائے تھے اور جبرئیل نے ہند سے لا کر ابراہیم علیہ السلام کو
سپرد کیا اور امام احمد کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ قواعد البیت پہلے سے موجود تھے پھر ابراہیم علیہ السلام نے انکو بلند کیا اور عبد الرزاق
کی روایت عطا سے میں ہے کہ اللہ تعالے نے ایک یاقوت جنت کو مقام بیت العتیق میں اتارا جو طوفان میں اٹھا لیا گیا۔ اور عبد الرزاق نے
عطا سے روایت کی کہ بناے کعبہ پانچ پہاڑوں - حرا و طور زیتا و طور سینا و جودی و احد سے ہے اور یہ بناء آدم علیہ السلام تھی اور اسی پر
ابراہیم علیہ السلام نے بنایا ابن کثیر نے کہا کہ یہ اسناد اگرچہ صحیح ہے لیکن اسمیں بعض نکارت ہے اور بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حطیم بیت اللہ سے ہے لیکن قریش نے جب خانہ کعبہ بنایا تو تنگی خرچ کی وجہ سے اسکو قواعد ابراہیم سے کم کر دیا
اگر تیری قوم کا زمانہ کفر سے قریب نہوتا تو میں توڑ کر بناتا اور اسکے واسطے باب شرقی و باب غربی بناتا اور اسکی چوکھٹ زمین سے برابر کرتا (رواہ مسلم
وغیرہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنین متصل حجر کا استلام اسیواسطے چھوڑا کہ قواعد ابراہیم پر بیت کی بنا نہیں ہوئی
(الصحیحین) **(ذکر بناے خانہ کعبہ)** بعد بناے ابراہیم علیہ السلام کے ابرہہ ہاتھیوں کا لشکر لیکر خانہ کعبہ گرانے کا قصد کیا جب قریب
پہونچا تو قریش بہت پریشان ہوئے اور عبد المطلب اسکے پاس گئے تو اسکو عبد المطلب سے ہیبت معلوم ہوئی اور عبد المطلب نے اس سے بیان کیا
کہ اس خانہ کا ایک رب ہے وہی اسکی حفاظت فرماتا ہے اور اسکے پاس سے چلے آئے پھر اللہ تعالے نے طیرا ابابیل کو مسلط کیا کہ انکی
کنکریوں سے ہاتھی مع لشکر ہلاک ہو گئے اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی پھر جب آپکی عمر پینتیس برس کی تھی
یعنی نبوت سے پانچ برس پہلے قریش نے چاہا کہ سیل وغیرہ سے خانہ کعبہ کی بنیاد سست ہو گئی ہے اسکو گرا کر دوبارہ بناویں۔ محمد بن
اسحق نے بیان کیا کہ قریش اسکی چھت بھی بنانا چاہتے تھے مگر اسکے گرانے سے خوفناک تھے اور بلندی صرف قدر آدم تھی تو اسکو بلند کرنا
چاہتے تھے اور اسکی وجہ یہ واقع ہوئی کہ خانہ کعبہ کے چڑھاوے کا خزانہ جوف کعبہ کے کنوئیں میں رہتا تھا اسکو بعض لوگوں نے چرا لیا اور یہ خزانہ
کچھ آزاد کیے ہوئے دویک نام غلام کے پاس پایا گیا تھا پس قریش نے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور لوگ کہتے ہیں کہ دویک خود چور نہ تھا بلکہ چوروں
نے اسکے پاس رکھ دیا تھا ابن اسحق نے بیان کیا کہ تاجران روم میں سے ایک شخص کی کشتی مقام جدہ میں ٹوٹ گئی تو اسکی لکڑیاں پڑی ہوئی
تھیں ان لکڑیوں کو لیکر قریش نے چاہا کہ چھت بناویں اور مکہ میں ایک قبطی بڑھئی رہتا تھا جسنے انسے وعدہ کیا کہ میں پاٹنے کا سامان درست کر دونگا لیکن
کعبہ کے کنوئیں میں سے روزانہ ایک سانپ نکلکر دیوار پر بیٹھتا اور قریش اس سے خوفناک ہوتے تھے کیونکہ جو شخص اسکے قریب جاتا وہ کہیں پھیلا کر منہ پھاڑ کر دوڑتا
اسیطرح چند روز گذر گئے ناگاہ وہ اپنے معمول کے موافق دیوار پر بیٹھا تھا کہ اسپر ایک پرند ٹوٹا اور پنجہ میں دبا کر لیگیا تب قریش نے کہا کہ ہمکو امید ہے کہ
اللہ تعالی ہمارے کام سے راضی ہے کیونکہ اسوقت ہمارے پاس لکڑی کا سامان بھی موجود ہے اور بڑھئی بھی مل گیا اور اللہ تعالی نے سانپ کو
بھی دور کر دیا پس سب لوگ اسکے بنانے پر متفق ہوئے تو عبد اللہ بن وہب بن عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم نے جا کر ایک پتھر اکھاڑا
لیکن وہ اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر پھر اپنے مقام پر گرا تو اسنے قریش سے کہا کہ تم لوگ اس عمارت میں سواے پاکیزہ کمائی کے کچھ بھی داخل نکرنا
جس میں زنا یا سود یا کسی آدمی کا ظلم سے لیا ہوا مال نہو پھر قریش نے کعبہ کے ٹکڑے بانٹ لیے پس دروازہ کی جانب بنی عبد مناف
اور زہرہ نے لیا اور رکن اسود سے رکن یمانی تک بنی مخزوم نے لیا اور انکے ساتھ چند قبائل قریش مل گئے اور پشت کعبہ واسطے بنی سہم
و جمح کے قرار پائی اور جانب حجر واسطے بنی عبد الدار بن قصی و بنی اسد بن عبد العزی بن قصی و بنی عدی بن کعب کے [illegible]

اُسکے گرانے سے خوف کیا تو ولید بن المغیرہ نے کہا کہ پہلے مین پیشقدمی کرتا ہون پس اُسنے کدال لیکر ایک پتھر گرایا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ سوا
بہتری کے ہمارا ارادہ نہین ہے پھر لوگون نے اس رات انتظار کیا کہ دیکھین کیا ہوتا ہے اگر ولید کو کچھ صدمہ پہونچا تو نہین گرائینگے ورنہ ہم جانینگے
کہ اللہ تعالے ہمارے فعل سے راضی ہے پھر صبح کو ولید بدستور اپنے کام پر پہونچا اور گرانا شروع کیا تب لوگون نے بھی گرانا شروع کیا یہانتک کہ بنیاد
ابراہیم علیہ السلام تک نوبت پہونچی تب وہان ایک سبز پتھر نکلا جو دانت کی طرح آپس مین دور تک چپٹا ہوا چلا گیا تھا ابن اسحق نے کہا کہ بعض راویون نے
مجھسے بیان کیا کہ جو شخص گراتا تھا اُسنے دو پتھرون کے درمیان اوزار ڈالکر جدا کرنا چاہا تو پتھر کی جنبش ہونے سے تمام مکہ ہل گیا تو لوگون نے
اس بنیاد کو ویسا ہی چھوڑ دیا پھر قریش کے ہر گروہ نے اسکے بنانے کے واسطے علیحدہ علیحدہ پتھر جمع کیے پھر بنایا یہانتک کہ حجر اسود تک عمارت
پہونچ گئی پس حجر اسود کو اُٹھا کر رکھنے مین تمام قبائل عرب نے مخالفت کی ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ مین ہی اسکو اُٹھا کر رکھون یہانتک کہ گفتگو
طویل ہوئی اور لوگ قتال کے واسطے آمادہ ہوئے حتی کہ بنو عبد الدار و بنو عدی بن کعب بن لوی نے ایک خون بھرے پیالہ مین ہاتھ ڈبوئے
اور باہم موت پر معاہدہ کیا یعنے دونون لڑکر مر جائینگے اسیواسطے قریش نے انکو خونخوار کہنا شروع کیا غرضکہ چار یا پانچ روز تک قریش اسی حال پر رہے
پھر مسجد مین اتفاق کر کے یہ مشورہ قرار دیا کہ جو شخص اس مسجد مین پہلے آوے وہی تم مین فیصلہ کرے اور اُسکے فیصلہ پر راضی ہو جاؤ پس صبح کو سب سے
پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے جب قریش نے آپکو دیکھا تو کہنے لگے کہ بیشک یہ امین ہین ہم انکے فیصلہ پر راضی ہین اور سبھون نے آپ کے سامنے
یہ مقدمہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک کپڑا لاؤ جب وہ لوگ لائے تو آپ نے حجر اسود کو اُٹھا کر اس چادر مین رکھا پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ اسکے ایک کونے کو
پکڑے اور سب لوگ اُٹھا کر اپنی جگہ پر چلو پھر جب یہ لوگ اس مقام تک لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اُٹھا کر اپنے ہاتھ سے
رکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض روایت مین ہے کہ آپ نے قریش سے فرمایا کہ تم سب قبائل ملکر مجھکو وکیل کرو بالجملہ قریش اس فیصلہ پر بہت راضی ہوئے
ابن اسحق نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین خانہ کعبہ اٹھارہ ہاتھ تھا اور قباطی لباس اُسپر پہنایا جاتا تھا پھر اُسکے بعد لباس برود
پہنایا گیا پھر حجاج بن یوسف نے اُسکو پہلے پہل دیباج پہنایا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ برابر اسی عمارت قریش پر باقی رہا یہانتک کہ عبد اللہ بن الزبیر رض کے
زمانہ خلافت مین سنہ ۶۰ ہجری کے بعد کچھ منہدم ہوا پس ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے جسطرح اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مین سنا تھا اُسیطرح موافق قواعد ابراہیم کے بنایا کہ حجر حطیم کو اُسمین داخل کر لیا جسکو قریش نے بوجہ تنگی نفقہ کے خارج کر دیا تھا اور اُسکا
ایک دروازہ شرقی اور دوسرا غربی اسطرح بنایا کہ زمین سے ملصق ہے پھر جب عبد اللہ بن الزبیر رض نے شہادت پائی تو حجاج مذکور نے بحکم عبد الملک بن مروان کے
اُسکو توڑ کر بنائے قریش کے موافق بنایا کیونکہ عبد الملک بن مروان کو یہ حدیث نہین پہونچی تھی پھر جب عبد الملک کو تحقیق ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
یہ حدیث تحقیقاً روایت فرمائی ہے تو کہنے لگا کاش مجھکو پہلے خبر ہوتی تو جو کچھ ابن الزبیر نے بنا کیا تھا اُسی پر چھوڑ دیتا۔ رواہ عبد الرزاق و مسلم وغیرہما
اُسکے بعد جب خلفائے عباسیہ مین سے مہدی و ہارون الرشید کا زمانہ ہوا تو انھون نے امام مالک وغیرہ علماء رحمۃ اللہ علیہم سے اس بارہ مین مشورہ کیا کہ خانہ کعبہ
موافق بنائے ابن الزبیر کے بناوین تو امام مالک رح نے مشورہ دیا کہ ایسا مت کرو کہ آیندہ سلاطین اسکو کھیل بناوینگے کہ ہر ایک اسکو توڑ کر اپنی خواہش کے
موافق بنانا شروع کریگا لہذا مہدی و رشید نے اسکو اپنے حال پر چھوڑ دیا (ذکرہ القاضی والنووی) ابن کثیر رح نے کہا کہ ظاہر اوہ برابر اسی حال پر رہیگا
یہانتک کہ قیامت کے سامنے آخر زمانہ مین [illegible] کوئی مسلمان نہ ہوگا تو حبشہ مین سے ذو السویقتین اُسکو بالکل منہدم کر [illegible]
[illegible] صحیحین کی حدیث مین ثابت ہے ظاہر اور اللہ اعلم [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ [illegible] صحیح البخاری [illegible]

علیہما السلام نے باوجود تحقیق ایمان و نبوت کے یہ دعا فرمائی۔ کہ ربنا واجعلنا مسلمین لک۔ تو اسکے کیا معنے ہین جواب یہ ہے کہ مسلم سے لغوی معنے مطیع و مخلص مراد ہیں اور خود ہر چند مطیع و مخلص تھے لیکن تبرک کے طور پر اپنے اخلاص وطاعت کے ذیل مین اپنی ذریات مین ایک امت کے واسطے دعا کی بقولہ۔ ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک یعنے ہماری ذریت مین سے بھی ایک گروہ کو اپنی طاعت کے واسطے مخلص فرما اور ابن ابی حاتم نے سلام بن ابی مطیع سے روایت کی کہ دونون پیغمبر اگرچہ مسلم تھے لیکن وسب کے ساتھ جناب باری تعالیٰ مین تمام اخلاص پر ثابت رہنے کی دعا فرمائی۔ عکرمہؒ نے کہا کہ جب دونون پیغمبرون نے دعا کی کہ ہم دونون کو اپنے واسطے مسلم فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مین نے قبول کیا اور جب دعا کی کہ ہماری ذریات مین سے بھی ایک امت کو مسلمہ فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مین نے قبول کیا شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ ذریات سے عرب وغیرہ سب کا شمول مراد ہے کیونکہ ذریات ابراہیم علیہ السلام مین اولاد اسحٰق علیہ السلام بھی ہین لیکن سدیؒ سے روایت ہے کہ مراد عرب ہین شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اولاد ابراہیم جو اسحٰق علیہ السلام سے پیدا ہوئی اسکے اسلام کی نفی نہین ہے مگر اس مقام پر سیاق باولاد اسمٰعیل ہے گویا اولاد اسمٰعیل کے لیے دعا فرمائی اسیواسطے آیندہ آیت مین۔ ربنا وابعث فیہم رسولًا منہم الآیہ۔ مین ایک رسول معظم کا اشارہ ہے اور بالاتفاق اس سے حضرت سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین چنانچہ عنقریب بیان آتا ہے مترجم کہتا ہے کہ تمام ذریات کے واسطے اسلام کی دعا نہین فرمائی کیونکہ قولہ تعالیٰ لا ینال عہدی الظالمین۔ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اشعار ہو چکا تھا کہ ذریات مین بعض ظالم مشرک ہونگے لہٰذا التجا کی کہ جملہ مین ایک امت کو شرک وغیرہ سے مخلص فرما کر مسلمہ کر دے اور واضح ہو کہ اولاد صالح بھی نعمت غیر مترقبہ ہے کیا نہین دیکھتے کہ وہ ایسے وقت کام آتی ہو کہ انسان مجبور و معذور ہو حدیث مین ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اسکا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوا تین کے ایک صدقہ جاری مانند وقف وغیرہ کے جو برابر جاری رکھا جاوے) اور دوم علم جس سے انتفاع حاصل کیا جاوے اور سوم فرزند صالح جو اسکے لیے دعا کرتا ہے (صحیح مسلم من حدیث ابی ہریرہؓ) اگر کہا جاوے کہ قولہ ارنا مناسکنا۔ (ہم کو ہمارے مناسک دکھلا) سے کیا مراد ہے عطاؒ نے کہا یعنے ہمکو مناسک کا علم دیدے۔ مجاہدؒ نے قربانیان مراد لین مترجم کہتا ہے کہ مجاہد نے مناسک مین ذبائح کو شامل کیا ہے یا اعمال حج سب درحقیقت اپنے ارکان کی قربانی ہین لہٰذا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مانند قول مجاہدؒ کے عطا و قتادہ سے بھی روایت ہے اور سعید بن منصورؒ نے بسند جید روایت کی کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے مناسک دکھلانے کی دعا کی تو جبرئیل علیہ السلام آکر ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ پاس لائے اور کہا کہ قواعد اٹھائیے پھر ہاتھ پکڑ کر صفا کو لیگئے اور کہا کہ یہ شعائر اللہ مین سے ہے پھر وہان سے مروہ پر لائے اور کہا کہ یہ شعائر اللہ مین ہے پھر وہان سے منا کو لے گئے جب مقام عقبہ پر پہنچے تو درخت کے قریب شیطان کو کھڑا دیکھکر فرمایا کہ تکبیر کہکے اسکو مار و پس ابراہیم علیہ السلام نے تکبیر کہکر اسکو رمی کیا پھر ابلیس ہٹکے جمرۃ الوسطیٰ کے پاس کھڑا ہوا پھر جب جبرئیل و ابراہیم علیہما السلام وہان پہونچے تو ابراہیمؑ سے کہا کہ اسکو تکبیر کہکر رمی کرو پس انھون نے تکبیر کہکر رمی کی تو ابلیس خبیث چل دیا چالاکی وہ چاہتا تھا کہ حج مین کچھ دخل پیدا کرے مگر اسنے قابو نہ پایا پھر جبرئیل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کو لیکر مشعر الحرام پر آئے اور بتلایا کہ یہ مشعر الحرام ہے پھر ابراہیم علیہ السلام کو لیکر عرفات پر آئے اور کہا کہ جو کچھ مین نے دکھلایا وہ تمنے معرفت کے ساتھ پہچانا تو ابراہیم نے کہا کہ ہان۔ یہ کلمہ تین مرتبہ کہا (سعید بن منصور) اور اسکے مانند ابو مجلز و قتادہؓ سے مروی ہے۔ ابو داؤد الطیالسی اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک دکھلائے گئے تو سعی [illegible] صفا و مروہ کے درمیان [illegible] شیطان معارض ہوا لیکن ابراہیم علیہ السلام نے سبقت فرمائی پھر جبرئیل علیہ السلام انکو لیکر منیٰ مین آئے اور کہا کہ یہ [illegible] جمرۃ العقبہ پر پہنچے تو شیطان معترض ہوا تو انکے ساتھ کنکریان [illegible] مارا [illegible]

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

اے رب ہمارے اور اُٹھا اُن مین ایک رسول اُنھین مین کا پڑھے اُن پر تیری آیتین اور سکھاوے اُنکو کتاب اور پکّی باتین

وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اور اُنکو سنوارے ۔ تو ہی ہے اصل زبردست حکمت والا

ع ۱۵

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریات مین سے ایک امت مسلمہ کے ساتھ اُنکے حق مین یہ بھی دعا فرمائی کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ ۔ یعنے ہمارے پروردگار ایک دعا اور بھی یہ ہے کہ ان ذریات مین ایک رسول اُنھین سے مبعوث فرمائیو ف یعنے وہ رسول کسی غیر قوم مین سے نہو بلکہ اسی قوم مین سے ہو جسکی شان یہ ہو کہ ۔ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۔ ان ذریات پر تیری آیات کو تلاوت کرے اور اُنکو کتاب و حکمت تعلیم فرماوے اور اُنکو پاکیزہ کرے ف یعنے شرک و کفر وغیرہ نجاسات جنم سے پاک کرے اور نیز ہر ایسی دناءت سے پاک کرے جو جنت کے لائق نہین ہے جیسے بداخلاقیان و ظلم و فسق و فجور وغیرہ بداعمال سے پاک کرے ۔ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔ بیشک تو عزیز حکیم ہے ۔ ف عزیز غالب جسکو کوئی چیز مانع نہو پس اللہ عزوجل کی جناب مین دعا کے ساتھ یہ ثنا کی تو عزیز غالب ہے کہ جو چاہے کرے تجھے کوئی چیز مانع نہین ہے پس ہم بندون کی دعا قبول کرنے مین ہمکو پورا بھروسا ہے کہ اگر تیری حکمت عالی کے ساتھ یہ دعا قابل قبولیت ہو تو ضرور قبول ہو گی کیونکہ جو کچھ تو چاہے وہ واقع ہوتا ہے کیونکہ کوئی چیز ایسی نہین ہو سکتی جو تجھکو مانع ہو اسیواسطے حدیث صحیح مین آیا ہے کہ جب تم لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو قبولیت کا یقین کیے رہو کیونکہ جناب باری تعالیٰ کو کوئی چیز مانع نہین ہو سکتی ہے (الصحیح) یعنے بندہ جب کوئی دعا مانگے تو ہرگز یہ خیال نکرے کہ یہ دعا کیسی ہو گی کیونکہ باری تعالیٰ جل شانہ کی قدرت عالی مین کوئی چیز گران نہین ہے کیونکہ جو کچھ وہ چاہے فوراً ہو جاتا ہے اور جس بندے کو چاہے جس لائق کر دے لہذا حدیث مین ہے کہ آپ نے جنت الفردوس کی تعریف فرمائی کہ وہ سب سے اعلیٰ ہے پھر صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو (الصحیح) کیونکہ جس بندہ کو اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس عطا فرمائی تو یہ اُسکے قبضہ قدرت مین ہے اور جب اُسنے جنت الفردوس دی تو اُسکو جنت کے لائق کر دینا بھی اُسیکے اختیار مین ہے اسیواسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حمد و ثنا کی کہ اے رب تو عزیز حکیم ہے ہماری دعا قبول کر لے ۔ ابو العالیہؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے یہ دعا کی تو حکم ہوا کہ تیری دعا قبول کی گئی اور یہ آخر زمانہ مین ہو گا یہی سدیؒ و قتادہؒ سے روایت ہے ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہ دعا مستجاب موافق تقدیر الٰہی عزوجل کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین واقع ہوئی کہ آپکو اللہ تعالیٰ نے نسل ابراہیم علیہ السلام سے پیغمبر خاتم النبیین تمام عرب و عجم یعنے کل بنی آدم و جن سب کے واسطے مبعوث فرمایا حتی کہ جو آپ پر ایمان نہ لاوے اُسکو جہنمی کیا کیونکہ معرفت قبولیت و پاکیزگی جنت تو آپ ہی کی تعلیم حکمت پر منحصر فرمائی پس جو شخص آپ پر ایمان نہ لایا وہ جاہل ناپاک رہا تو جنت ایسے ناپاک جاہلون کا ٹھکانا نہین ہے ۔ عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مین تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُسوقت خاتم النبیین تھا جب آدم خالی گوندھی ہوئی مٹی تھا اور مین تمکو ابتدائے حال سے آگاہ کرون کہ مین اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہون اور اپنی والدہ کا خواب ہون جو اُنھون نے دیکھا تھا اور پیغمبرون کی مائین یونہین دیکھتی ہین (رواہ احمد) خواب سے مراد یہ ہے کہ آپکی ولادت مبارک سے کچھ پہلے آپکی والدہ ماجدہ نے خواب دیکھا کہ مجھسے نور ظاہر ہوا جس سے ملک شام کے مکانات روشن ہو گئے ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرا خاتم النبیین ہونا تقدیر ازلی سے محقق تھا

جبکہ آدم علیہ السلام کا جسم خاکی تیار بھی نہین ہوا تھا پھر اس تقدیر کو اول جس شخص نے ظاہر کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہین مترجم کہتا ہے
کہ ظاہرا اس دعا مین اگرچہ ابراہیم علیہ السلام نے صاف نام نہین لیا لیکن غالبا اپنے بیٹون کو آپ کے فضائل شریعت سے آگاہ فرمایا تھا
اور صابیہ وکشرانیہ جہان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت ہوئی ہی وہ لوگ برابر خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے اور سال مین ماہ رمضان کا
روزہ رکھتے تھے کہ یہی قبلہ ابراہیم و قبلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے شیخ نے کہا کہ اسوقت سے برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر انبیائ نبوت مین معروف
ومشہور رہا حتی کہ توریت وانجیل مین نازل کیا گیا حتی کہ بنی اسرائیل کے خاتم انبیاء یعنے حضرت عیسی علیہ السلام نے تصریح نام بیان فرمایا چنانچہ
بنی اسرائیل مین کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا اور کہا کہ مین اللہ تعالی کی جانب سے تمہارے واسطے رسول ہون درحالیکہ کتاب توریت کی جو میرے سامنے
موجود ہے تصدیق کرنے والا ہون اور تمکو ایک رسول مکرم کی خوشخبری سنانے والا ہون جو میرے بعد آویگا جسکا نام مبارک احمد ہے۔
اور یہ امر برابر متواتر ثابت ہے اور کثیر جماعت بادشاہ حبش وقیصر روم وغیرہم نے برابر اسکی گواہی دی حتی کہ اب کسی شخص کو توریت وانجیل کے
بنائے ہوئے ترجمے لاکر مجال انکار نہین باقی رہی شیخ نے لکھا کہ علما نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ایام حمل مین یہ
خواب دیکھا کہ مجھسے ایک نور ظاہر ہوا کہ جس سے مکانات شام روشن ہوگئے آپکی والدہ نے یہ خواب اپنی قوم سے بیان کیا اور یہ انمین شائع ومشہور
ہوگیا علما نے کہا کہ ملک شام کی خصوصیت مین اشارہ ہے کہ ملک شام مین آپکی نبوت مستقر ہوگی۔ مترجم کہتا ہے کہ کتب سابقہ مین اس طرح مذکور ہے
کہ مقام ظہور حجاز اور مقام ہجرت طیبہ ہوگا اور ملک آپ کا شام ہوگا یعنے ہر نبوت کے بعد جو سلطنت ہوتی ہے وہ ملک شام مین ہوگی۔ شیخ نے
لکھا کہ اسیواسطے آخر زمانہ مین ملک شام ہی تمام اہل اسلام کا مرکز ہوگا اور وہین حضرت عیسی جامع مسجد دمشق کے سفید منارہ شرقی پر نازل ہونگے
اسیواسطے حدیث صحیحین مین آیا کہ میری امت مین سے برابر ایک گروہ حق پر غالب رہیگا چاہے کوئی انکی نصرت نکرے یا ہرا انکی مخالفت کرے وہ انکو
کچھ بھی ضرر نہین پہونچا وینگا یہانتک کہ حکم الٰہی آوے درحالیکہ وہ اسی طرح غالب ہونگے (الصحیحان) اور وہ لوگ شام مین ہونگے (صحیح البخاری)
ابن عباس رض نے فرمایا۔ ویزکیہم۔ یعنے طاعت توحید واخلاص کے ساتھ انکو پاک فرماوے۔ قتادہ نے کہا کہ حکمت یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی سنت ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ حکمت جب ہی حاصل ہوتی ہے کہ علم کے ساتھ عمل کو جمع کرے۔ بالجملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دونون بیٹے
اسمعیل و اسحق کی نسل کے واسطے ایک پیغمبر عام کی دعا فرمائی جو انکو تعلیم حکمت فرماوے اور یہ سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر صادق نہین آتا ہے کیونکہ
انبیاء بنی اسرائیل صرف نسل اسحق علیہ السلام کے واسطے مخصوص تھے اور ملت ابراہیم علیہ السلام صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص ہے
تو نسل ابراہیم علیہ السلام مین سے کسیکو انکار کی مجال نہین ہے اور سابق مین بشارت گذری کہ اسی پیغمبر کی جانب تمام نسل ابراہیم کے احمد علیہ ہونگے لہذا فرمایا

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ط وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ج

اور کون پسند نہ رکھے دین ابراہیم کا مگر جو بیوقوف ہوا اپنے جی سے اور ہمنے اسکو خاص کیا دنیا مین

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ لا قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اور وہ آخرت مین نیک ہے جب اسکو کہا اسکے رب نے حکم بردار ہو بولا مین حکم مین آیا جہان کے صاحب کے

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ط يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ

اور یہی وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹون کو اور یعقوب اے بیٹو اللہ نے چن کر دیا ہے تمکو دین پھر نہ مریو

اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

مگر مسلمانی پر

جب یہ بات متعین ہوئی کہ ذریات ابراہیم علیہ السلام تابع توحید ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ امر بھی مکرر بیان ہو چکا کہ توحید ایسی چیز نہیں ہے جسمیں نسخ جاری ہو تو ملت ابراہیم علیہ السلام تمام ذریات پر لازم ہے لہذا فرمایا۔ وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ ۔ کوئی نہیں کہ ملت ابراہیم سے منہ موڑے سوا اُس شخص کے جو اپنے نفس سے سفیہ ہو۔ ف یعنے اُسنے اپنے نفس کو نہ پہچانا کہ وہ مخلوق ہے اور اللہ عزوجل اُسکا خالق ہے بلکہ اُسنے کفر و شرک کیا تو کافر و مشرک ہی ملت ابراہیم علیہ السلام سے بیزار ہوگا اور یہ قطعی انحصار ہے کہ مومن کبھی سفیہ نہیں ہوتا ہے اور کافر ہمیشہ سفیہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ احمق کون ہوگا جسنے اپنے خالق عزوجل کو نہ پہچانا لہذا یہود و نصاریٰ بدرجہ اولیٰ ملت ابراہیم علیہ السلام سے خارج ہیں کیونکہ جس احمق نے کہا کہ مسیح ابن اللہ ہے یا عزیر ابن اللہ ہے اُسنے پروردگار تعالےٰ شانہٗ کو نہ پہچاننے کی حماقت ہی نہیں کی بلکہ پہچانا سے توحید سے اُسنے باری تعالیٰ کی شان میں بدگوئی کی ہے جسمیں مخلوق کے صفات ثابت کیے چنانچہ سابق میں اسکی توضیح بیان ہو چکی ہے کہ یہ سخت بدگوئی ہے یہیں سے بعض علماء تابعین نے استنباط کیا کہ جو شخص اپنے نفس سے جاہل نہو بلکہ اُسکو پہچان لے تو وہی اپنے رب عزوجل کو پہچان لیگا۔ خطیب وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب اُسنے نفس کو مخلوق و مجبور جانا تو خالق عزوجل کو پہچانا اور جب اُسنے تمام مخلوقات کو اپنے مثل مخلوق و محتاج دیکھا تو وہ شرک سے بیزار ہوا اور اُسنے خالق عزوجل کو مشابہت مخلوق سے پاک و برتر دیکھا اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جمیع صفات کمال کا اقرار کیا اور یہی معنے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ کے ہیں جو عین معرفت ہے اور اسکی توضیح بہت طول الحجاج چاہتی ہے پھر کلمہ یہ ہی ہے کہ ملت توحید یعنے ملت ابراہیم علیہ السلام سے وہی منہ موڑیگا جو اپنے نفس سے جاہل ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ یہود و نصاریٰ سفہاء احمق اور ملت ابراہیم سے خارج ہیں اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ما کان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔ یعنے ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے ولیکن حنیف مسلم تھے۔ اور بیان فرمایا۔ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۔ اور ہم نے ابراہیم کو دنیا میں برگزیدہ فرمایا ف یعنے نبوت اور خلت عطا فرمائی اور اُنکی ذریات میں قیامت تک نبوت دی۔ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۔ اور وہ آخرت میں صالحین سے ہے۔ ف یعنے نہایت کمال ہے کیونکہ سفہاء یہود و نصاریٰ اپنی دنیاوی ثروت کی وجہ سے اپنے آپکو اچھا سمجھتے ہیں جیسے بہت سے مشرکین بیشتر لوگ کو یہ وہم ہوتا ہے پس رد کر دیا کہ نعمت وہ ہے جو آخرت میں فوقیت ہو پھر اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے صفات اسلام کو بیان فرمایا إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۔ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کر جبکہ ابراہیم سے اُسکے پروردگار نے فرمایا کہ اسلام لا۔ ف یعنے اطاعت و فرمانبرداری کر تو ابراہیم نے صرف یہی نہیں کہا کہ اچھا بلکہ نہایت خوشی سے عرض کیا۔ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۔ کہا کہ میں رب العالمین کے واسطے اسلام لایا ف یعنے سراپا میں نے اپنے آپکو اپنے رب عزوجل کے سپرد کر دیا جو رب العالمین ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ یہ بات امتحان ہوگئی کہ جب آگ میں ڈالے گئے تو کسی فرشتہ سے مدد نہ مانگی۔ ابو مسعود نے کہا کہ اسمیں اشارہ ہے کہ اسی خوبی کے ساتھ حاضر ہونے سے اُنکو مراتب عالیہ حاصل ہوئے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک قولہ تعالیٰ اذ قال متعلق اصطفیناہ ہے یعنے ابراہیم کو برگزیدہ فرمایا جبکہ وہ حکم کے موافق اس خوبی سے اسلام لایا لیکن مترجم کے نزدیک یہ صاحب کشاف وغیرہ مفسرین کا مختار ہے کہ اُسنے اس ترکیب سے بتایا کہ یہ ارشاد ہوا کہ تقدیر سابق کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اسی سے یہ مرتبہ حاصل ہوا الا آنکہ [illegible] کے نزدیک ازل میں اُنکو نبوت و خلت کے واسطے برگزیدہ فرمایا تھا جسکا ظہور دنیا میں ہوا پس حق یہی ہے کہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان جاہلوں کو نصیحت فرما کہ جو ملت ابراہیم سے منہ موڑتا ہے وہ [illegible]

ابراہیم علیہ السلام کی یہ شان تھی کہ جب اُنسے پروردگار عزوجل نے توحید خالص کو فرمایا تو بخوشی اُنھون نے رب العالمین کے واسطے سر جھکایا پس ملت
ابراہیم علیہ السلام پر وہی ہے جو اسطرح عمل کرے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے مانند یعقوب علیہ السلام کے اپنی اولاد کو بھی تاکید فرمائی یعنے نسل ابراہیم علیہ السلام
مین یہ طریقہ مستمر چلا آیا چنانچہ فرمایا۔ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۔ اور ابراہیم نے اپنے بیٹون کو اس ملت
کی وصیت فرمائی اور یعقوب نے ف بنی اسرائیل یعنے یعقوب کے بیٹے تو معلوم ہین اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹون کو وصیت فرمائی حالانکہ
دو بیٹے اسمٰعیل و اسحٰق معروف ہین اور یعقوب پسر اسحٰق کبھی بقول مشہور حضرت سارہ و ابراہیم کی حیات مین پیدا ہوگئے کیونکہ بحکم قولہ تعالیٰ
فبشرناها باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب ۔ یعنے ہمنے سارہ کو بشارت اسحٰق کی اور وراء اسحٰق کے یعقوب کی سنائی پس ظاہر یہ مراد ہے کہ ابراہیم
علیہ السلام نے اپنے پسر اسمٰعیل و اسحٰق کو اور اپنے پوتے یعقوب کو اس ملت توحید پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی پھر یعقوب نے اپنی وفات کے وقت اپنے بارہ
بیٹون کو اسی ملت توحید کی وصیت فرمائی وصیت کا بیان یہ ہے کہ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا
وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ اے میرے بیٹو خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے واسطے اس دین کو چن دیا ہے پس تم کسی حالت پر
انتقال نہ کیجیو سوائے اس حالت کے کہ تم مسلمان ہو ف یعنے مرتے مرتے اسی دین پر قائم رہو اور کبھی نہ پھرو یہانتک کہ تمھاری
جان نکل جائے کیونکہ جس حالت پر آدمی مرتا ہے اُسی حالت پر اُٹھایا جائیگا اور واضح ہو کہ یہ وصیت خیر ہے اور بیان تقدیر نہین ہے
پس جو شخص اس طرح نصیحت کرنے مین بندونکی خیر خواہی کا قصد کرے وہ اپنے ثواب سے مستفید ہوگا اگرچہ وہ شخص جسکو نصیحت کی گئی
اُسپر قائم نہ رہے کیونکہ تقدیر مین اگر کوئی شخص جنتی ہے تو اُسپر آخر مین جنت کے کام آسان ہوجاتے ہین بخلاف اسکے اگر دوزخی ہے تو آخر مین
اُسپر دوزخ کے کام آسان ہوجاتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ آدمی اہل جنت کے کام کرتا ہے یہانتک کہ اُسکے اور جنت کے درمیان فقط
ایک ہاتھ کا فرق رہتا ہے پس تقدیر اُسپر غالب ہوتی ہے اور اہل دوزخ کے کام کرکے جہنم مین داخل ہوتا ہے اور آدمی دوزخیون کے کام کرتا ہے یہانتک
کہ اُسمین اور دوزخ مین ایک ہاتھ کا فرق رہجاتا ہے کہ اُسپر تقدیر غالب ہوتی ہے پس وہ اہل جنت کے کام کرکے جنت مین داخل ہوتا ہے (صحیح)
بالجملہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و اسباط سب ہی اس ملت توحید پر قائم تھے اور برابر اسی ملت کی وصیت کرتے تھے اور یہ یہودیت و نصرانیت بعد ان
انبیاء علیہم السلام کے پیدا ہوئی ہے کیونکہ یہودی بعد نزول توریت کے ایک مدت پیچھے پیدا ہوئے اور نصرانی بعد زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہر ہوئے جیسے
ملت اسلامیہ مین فرقہ خوارج و روافض وغیرہ بعد قرن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرن صحابہ رضی اللہ عنہم کے ظاہر ہوئے ہین پھر یہود و نصاریٰ کا
یہ دعویٰ کہ ہم لوگ ملت ابراہیم پر ہین بلکہ یہود کہتے کہ ابراہیم بھی یہودی تھے اور نصرانی کہتے کہ ابراہیم بھی نصرانی تھے یہ سب محض افترا و کذب ہے چنانچہ رد فرمایا

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا
کیا تم حاضر تھے جسوقت پہونچی یعقوب کو موت جب کہا اپنے بیٹون کو تم کیا پوجوگے بعد میرے بولے
نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ
ہم بندگی کرینگے تیرے اور تیرے باپ دادون کے رب کو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق وہی ایک رب اور ہم اُسی کے حکم پر ہین
تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
وہ ایک جماعت تھی گذر گئی اُنکا ہے جو کما گئے اور تمھارا ہے جو تم کماؤ اور تم سے پوچھ نہین اُنکے کام کی

ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب پر جو اولاد اسمٰعیل علیہ السلام ہین اور بنی اسرائیل پر جو اولاد یعقوب علیہ السلام ہین حجت قائم فرمائی

کر- اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ کیا تم لوگ حاضر تھے جب یعقوب کی موت آئی - ف یعنے تم کیونکر کہتے ہو کہ یعقوب نے مرتے وقت اپنی اولاد کو یہودی ہو جانے کی وصیت فرمائی تھی تم محض جھوٹے ہو تم اُسوقت موجود نہ تھے - اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ - جب یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد تم کسکی عبادت کروگے قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ - بیٹوں نے کہا کہ ہم لوگ عبادت کرینگے تیرے پروردگار کی اور تیرے آباء کے پروردگار کی - ف آباء باپ دادون کو کہتے ہین اور چچا بھی بمنزلۂ باپ ہوتا ہی چنانچہ حدیث مین ہے کہ عم الرجل صنو ابیه - یعنے آدمی کا چچا اُسکے باپ کی گود کا جوڑا ہی (کما فی الصحیح) لہذا ان لوگون نے آباء کے بیان مین کہا - اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ - یعنے ابراہیم و اسمعیل و اسحق ف کیونکہ یعقوب علیہ السلام کے باپ اسحاق ہین اور چچا اسمعیل ہین اور دادا ابراہیم علیہم السلام ہین پس کہا کہ ہم لوگ اُس پروردگار کی بندگی کرینگے جو تمہارا اور تمہارے آباء ابراہیم و اسمعیل و اسحق کا پروردگار ہی پھر تاکید فرمائی - اِلٰهًا وَّاحِدًا - یعنے ہم لوگ پروردگار وحدہ لاشریک کی عبادت کرینگے جو تم سبکا پروردگار ہی - ف پھر شبہہ ہوتا تھا کہ شاید یہ بطور تقلید ہو تو کہا کہ تقلید نہین ہی بلکہ تحقیق ہی - وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ - اور ہم لوگ اُسی رب عزوجل کے واسطے مومن مخلص ہین - ف چونکہ اسوقت مین حضرت یعقوب علیہ السلام مصر مین وارد تھے جہان یوسف علیہ السلام کو وزارت حاصل تھی لیکن سواے بادشاہ کے اکثر قوم قبط بت پرست تھے تو گویا بنی اسرائیل نے اپنے باپ اسرائیل علیہ السلام کو اطمینان دلایا کہ ہم لوگ برابر اسلام پر مستقیم رہینگے بالجملہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صرف اخلاص توحید کی وصیت کی اور یہودیت کے بارہ مین کچھ ذکر نہین کیا حالانکہ یہودیت تو عرصہ دراز کے بعد زمانہ موسی علیہ السلام سے پیدا ہوئی تو یہودیون کا یہ کہنا محض غلط ہی کہ یعقوب نے اپنے بیٹون کو یہودی ہونے کی وصیت کی تھی - مترجم کہتا ہی کہ شیخ سیوطی نے جلالین مین یہ سبب نزول ذکر کیا لیکن اپنی کتاب لباب النقول مین کہا کہ مین نے کسی کتاب مسند مین یہ قول نہین پایا اور بیضاوی نے بھی یہ اعتراض کیا کہ یہان استفہام انکاری نہین بنتا ہی کیونکہ اس دعوی کے واسطے اُنکا حاضر ہونا ضروری نہ تھا کیونکہ ممکن ہی کہ خبر متصل پہونچی ہو لہذا تحقیق مقام یہ ہی کہ اوپر کی آیت مین یہ بیان تھا کہ ابراہیم نے اپنے بیٹون کو توحید اسلام کی وصیت فرمائی اور یعقوب نے بھی یہی وصیت فرمائی - ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت الخ یعنے بلکہ یعقوب کی موت کے وقت تو تم لوگ یعنے تمہارے باپ دادے خود حاضر تھے جب اُنھون نے اپنے بیٹون کو یہ وصیت فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہی اسلام سب انبیاء علیہم السلام کی ملت واحدہ ہی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا - وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون یعنے تجھسے پہلے ہمنے کوئی رسول نہین بھیجا مگر اُسکو ہم اُسکو یہی وحی بھیجتے رہے کہ کوئی الوہیت والا معبود نہین ہی سوا میرے پس تم لوگ میری ہی عبادت کرو - ھ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء ہین جو علاتی اولاد ہین کہ ہمارا دین واحد ہی اور شریعتین جدا جدا (کما فی الصحیح) اگر کہا جاوے کہ موت حاضر ہونے کے وقت یعقوب علیہ السلام نے کیونکر وصیت فرمائی جواب یہ ہی کہ اللہ تعالے جب کسی پیغمبر کو وفات دینا چاہتا ہی تو اُسکو دنیا مین رہنے یا آخرت مین آنے کا اختیار دیتا ہی (کما فی الصحیح) لہذا جب یعقوب علیہ السلام کو یہ اختیار دیا گیا تو اُسوقت اُنھون نے وصیت فرمائی (مسئلہ) اگر زید مرا اور اُسکا باپ موجود نہین بلکہ اُسکا دادا موجود ہی تو وہ بجاے باپ کے میراث پاویگا چنانچہ اس آیت مین اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو آباء مین شمار کیا حالانکہ وہ یعقوب علیہ السلام کے دادا ہین اور یہی مذہب حضرت ابوبکر الصدیق و ام المومنین عائشہ و قول حسن بصری و طاوس و عطاء و ایک جماعت سلف و خلف کا ہی اور یہی ابو حنیفہ کا مذہب ہی اور باقی فقہاء کے نزدیک دادا اُسکے بھائیون کا شریک ہوگا اور یہ بھی ایک جماعت صحابہ و تابعین کا قول ہی (تنبیہ) قولہ تعالی - الہا واحدا - بدل الہک ہی جیسے قولہ تعالی - بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ - مین ہی پھر یہود اپنی جہالت سے دعوی کرتے

کہتے کہ یہ لوگ ہمارے باپ دادے ہیں تو ہماری بداعمالیوں سے ہمکو بچا دینگے پس اللہ عزوجل نے اُنکا زعم توڑ دیا اور فرمایا۔ تِلْكَ أُمَّةٌ
قَدْ خَلَتْ یہ ایک امت تھی کہ گذر گئی۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ۔ جو کچھ اس امت صالحہ نے کمایا وہ انہیں کے واسطے تھا۔ ف پس انکی
نیکیوں سے نفع نہیں ہوگا نہ انکی طرف نسبت لگانے سے کوئی فائدہ ہے۔ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ۔ اور تمہارے واسطے خاص گروہی ہوگا
جو تمنے کمایا۔ ف پس اگر تمنے اپنے اعمال میں رضاے الٰہی عزوجل کا وسیلہ پایا ہے تو ممکن ہے کہ بحکم قولہ تعالےٰ۔ الحقنا بہم ذریتہم الآیۃ۔ تم ان
اولیاء کے ساتھ لاحق کیے جاؤ جیسے حدیث صحیح میں آیا۔ المرء مع من احب۔ آدمی اس شخص کے ساتھ ہوگا جسکے ساتھ محبت رکھتا تھا۔
(الصحیح) یعنے ایمانی محبت جسکے ساتھ رکھتا ہو اُسکے ساتھ کر دیا جاویگا اگرچہ اعمال میں اُسکے برابر نہو چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہا کرتے
تھے کہ بعد ایمان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اتنی خوشی کسی چیز سے حاصل نہیں ہوئی جتنی اس حدیث مبارک سے ہوئی اور فرمایا کرتے تھے
کہ مجھے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت ہے اگرچہ میرے اعمال اُنکے مثل نہیں ہیں (رواہ الترمذی) لیکن یہ بات اسوقت حاصل ہے
کہ اُسنے ایمان توحید میں خلاف نکیا اور یہ سب محض فضل الٰہی عزوجل ہے اور یہود و نصاریٰ نے توحید و اسلام چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا پس یہ لوگ منقطع ہو گئے اور اس آیت میں اُن لوگوں کا رد ہے جو اپنے نیک بزرگوں پر تکیہ کرکے خود فسق و فجور
میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ تکیہ کرنا خود قریب بکفر ہے جبکہ اپنے باپ دادوں کو اپنے بچانے میں قادر سمجھنے لگتے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان
لیس للانسان الا ما سعی۔ یعنے آدمی کے واسطے وہی ہے جو اُسنے کوشش کرکے کمایا۔ ھ۔ پھر اگر اُسنے اپنی کوشش سے اسقدر کمایا ہو جس سے
اُسکی مغفرت ہو جاوے تو البتہ اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا کہ ان ذریات کو اُنکے آباء صالحین کے ساتھ لاحق کرینگے۔ پس یہود و نصاریٰ جب کفر و شرک
میں مبتلا ہو گئے تو اس لائق نہیں رہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیۃ یعنے اللہ تعالیٰ اس امر کو نہیں بخشتا کہ اُسکے ساتھ شرک
کیا جاوے ھ۔ تو معلوم ہوا کہ جب یہ لائق مغفرت نہیں تو لائق شفاعت و الحاق بھی نہیں ہے لہٰذا ان مشرکوں کو فرمایا۔ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا
كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اور جو کچھ وہ لوگ کرتے تھے اُس سے تم لوگ نہیں پوچھے جاؤ گے۔ ف پس صاف معلوم ہو گیا کہ تم اُنکی نیکیوں سے
نفع نہ پاؤ گے اور نہ وہ تمہاری بدکاریوں کے ذمہ دار ہونگے بلکہ ہر ایک اپنے اعمال کا ساتھی ہے کما قال تعالیٰ۔ وکل انسان الزمناہ
طائرہ فی عنقہ الآیۃ۔ یعنے ہمنے ہر آدمی کے ساتھ اُسکا نامۂ اعمال لازم کر دیا کہ وہ کبھی جدا نہوگا اور فرمایا۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ
یعنے کوئی گناہ اُٹھانیوالا دوسرے کے گناہ نہیں اُٹھاویگا ھ پس حاصل یہ نکلا کہ میدان قیامت میں اول تو اسلام و کفر میں امتیاز ہوگا
پس حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و اسباط و دیگر انبیاء علیہم السلام سب اپنے اپنے سایہ میں ہونگے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جو
لواء الحمد عطا کیا جاویگا جمیع انبیاء مع آدم علیہم السلام کے اُسکے سایہ میں ہونگے پھر اُسکے بعد جو لوگ یہاں پر مرے ہیں اگرچہ وہ گنہگار ہوں وہ بھی
انبیاء علیہم السلام کی تبعیت میں رکھے جاوینگے اور جو لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہوئے خواہ اسطرح کہ وہ اسلام ہی نہیں لائے جیسے نمرود و فرعون
و انکی قومیں یا اسلام سے نکلکر مشرک و مرتد ہو گئے جیسے یہود و نصاریٰ وغیرہ تو یہ سب خارج کرکے شیطان [illegible] کے ساتھ کیے جاوینگے کیونکہ کافر
و مشرک کے واسطے کوئی حساب و کتاب نہیں ہے اگرچہ قصاص و سزا ہو پس یہ لوگ بلا حساب کے جہنم میں بھیجے جاوینگے اور جو لوگ کہ انبیاء
علیہم السلام کے تابع رہے ہیں اُنمیں بعضے گروہ مثل چاند و سورج کے بغیر حساب کے جنت میں بھیجے جاوینگے مگر سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپکے ایسے امتی داخل ہونگے کیونکہ حدیث میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو سب پر ممنوع کیا ہے یہانتک کہ میں داخل ہوں (الصحیح) پھر دوسرا
گروہ اہل ایمان وہ ہے کہ بعد حساب کتاب کے مغفور ہو یعنے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مغفور ہو تو اُنکے سامنے صرف نامۂ اعمال پیش کیا جاویگا اور

حساب مین کچھ مناقشہ نہوگا پھر یہ لوگ اگرچہ اعمال کی راہ سے نیچے درجہ کے لائق ہون لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ شفاعت وا پنے فضل کے
انکو انکے بزرگون کے ساتھ لاحق فرمائیگا رہا تیسرا گروہ جو حساب کے مناقشہ مین پڑا تو انمین سے بہتیرے بذریعہ شفاعت انبیا و صالحین
وملائکہ کے عفو فرمائے جاوینگے اور بعضون کے گناہ بذریعہ آگ کے پاک کیے جاوینگے لیکن بہرحال لوگ جنتی ہین اور دوزخی نہین ہین اور بعد مغفرت
کے امید ہے کہ یہ بھی اپنے بزرگون کے ساتھ لاحق ہون خواہ کل یا بعض۔ بہرحال ایمان اسمین اصلی مدار ہے پس جو لوگ کہ اسلام وتوحید سے
غافل ہوکر کفر وشرک مین مبتلا ہوجاتے ہین وہ جب مغفور ہی نہون تو ہرگز اپنے بزرگون کے ساتھ لاحق نہین ہوسکتے بلکہ یہ لوگ
تو صالحین سے منقطع ہوکر مشرکین وکفار مین داخل ہوگئے تو انکا پیشوا وہی انکا بزرگ ہے نعوذ باللہ من الکفر والضلال (تنبیہ) حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے بیٹے بقول مشہور دو ہین۔ اسمعیلؑ واسحقؑ اور مقاتلؒ نے مدین ومدائن کو زیادہ کیا اور بعض نے کہا آٹھ اور بعض نے کہا چودہ مگر یعقوبؑ انکے
پوتے یعنی اسحق کے بیٹے ہین اور انکے بیٹے بارہ ہین روبیل وشمعون ولاوی ویہوذا واشیوخور۔ زبولون ذوفی نفتولی لودا۔ آوشیر
بنیامین یوسف واللہ تعالیٰ اعلم (ف۲) عرائس مین ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اسلام یعنی اپنے آپ کو تسلیم وتفویض کرنا یہانتک پورا ہوگیا تھا کہ جب
فرزند کے ذبح کا حکم دیا گیا تو اسکو پورا کیا اور فرزند کا اسلام بھی کامل تھا کہ اپنی گردن جھکائی اور وہ اسمعیل علیہ السلام تھے لہذا جو شخص اقتدا کرے اسکا
اسلام جب ہی ٹھیک ہوگا کہ غیر حق کا لگاؤ چھوڑے اور جو چیز حق سے مانع ہو اس سے منہ موڑے اور امر قضا وقدر کے آگے سر جھکائے اور
نفس سرکش سے مقابل ہو کہ اسکو مخالفت سے محفوظ رکھے اور خلق خدا پر شفقت کرے اور دینی بھائیون کے ساتھ صادق ہو اور انکے ساتھ
انصاف کا برتاؤ کرے اور کبھی معارضہ نکرے اور نہ بدلہ لے اگرچہ حق پر ہو اگر کہا جاوے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت مین اسمعیل واسحق
انکے بیٹون کے ساتھ مین انکے پوتے یعقوب بھی داخل تھے بلکہ یعقوب نے اپنے بیٹون کو خود اسلام کی وصیت فرمائی پھر کیا بعید تھا کہ حضرت
یوسف علیہ السلام کی جدائی مین کہا کہ یا اسفیٰ علی یوسف۔ جواب دیا گیا کہ یہ جسمانی تعلق کے لحاظ سے تھا کیونکہ اہل ایمان کی شان ہے کہ
انکو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہے کما قال تعالیٰ۔ والذین آمنوا اشد حبا للہ الآیہ۔ پھر شان نبوت اس سے بہت بلند ہے کیا نہین
دیکھتے ہو کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے دوسرے بھائی بنیامین کو گم کرنے کے بعد یہ کلمہ فرمایا تھا حالانکہ جب فرزندی مین
انکو شامل نہین کیا پس مقام اسرار مین یہ خاص بھید فقط یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھا ورنہ انکی محبت خالص اللہ عزوجل کے واسطے
کامل تھی اور اسلام مین وہ اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی وصیت پر قائم تھے واللہ تعالیٰ اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ تمام مدارک آیات وتحقیق اسلام سمجھ لینے
کے بعد صاف متحقق ہوگیا کہ یہود ونصاریٰ کو مفت اسلام سے کچھ بھی حصہ نہین ہے اور بنی اسرائیل کے نسب پر مغرور ہونا عین جہالت ہے
اسیواسطے حدیث مین وارد ہوا کہ آخرت مین جسکے عمل نے کوتاہی کی اسکا نسب کچھ کام نہ آویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس مقام پر یہ تحقیق یاد
رکھنا چاہیے کہ خود اسلام وایمان بھی عمل ہے پس اگر اسلام صحیح ہو تو آخر وہ جہنم سے نجات پاویگا کیونکہ اسلام وایمان کے فقط یہ معنے نہین ہین کہ دل
مین کسی چیز کا یقین بیٹھ جاوے کیونکہ یہ تو بے اختیاری ہوتا ہے اسمین آدمی کے فعل کا کچھ دخل نہین ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ بہت سے یہود کے دل مین
صاف بیٹھ گیا تھا کہ محمد صلعم بیشک پیغمبر ہین حالانکہ وہ کافر ہی رہے جبکہ انھون نے انکار کیا پس ایمان کے واسطے ضرور ہے کہ اپنے دل مین یقین جماوے
اور امور غیبی پر ایمان لاوے اگر اسکا نفس اسکے ساتھ جھگڑا کرے اور شک ڈالے مگر وہ ہمیشہ اپنے نفس کو مارے اور دلیل عقلی کو نہ چھوڑے اور واضح ہو کہ
کیفیت بھی چند ہی روز رہتی ہے پھر جب دل منور ہوگیا تو خود ہی اسکو حق نظر آنے لگتا ہے اور اس روشنی مین شیطان نفس وغیرہ ہی تباہ ہوجاتا ہے
پس معلوم ہوا کہ دل کو حق پر جمانا ہی اسلام ہے اور یہ فعل قلبی بہت اعلیٰ فعل ہے بلکہ جب وہ دل سے یقین لایا اور دل کو اسی پر جمایا تو قطعاً قصد کیا کہ جو کچھ فرائض و واجبات اسلام مین

سبکو اپنے اپنے وقت پر ادا کریگا اور جسقدر ممنوعات ہین سب سے باز رہیگا تو اس نیت کے موافق اُسنے تمام شرائع اسلام ادا کرنیکا ثواب پایا اور تمام ممنوعات سے بچنے کا ثواب پایا پھر جب اُسپر کسی نماز فرض کا مثلاً وقت آیا اور اُسنے ادا کی تو دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ زیادہ تک ثواب پاتا رہیگا پس معلوم ہوا کہ اسلام لانا خود بھی عمل ہے حتی کہ اگر اسلام صحیح ہو لیکن شامت نفس سے بدکاریون مین مبتلا ہوکر مرا مگر دل مین یقین اسلام ٹھیک رکھا تو وہ دائمی جہنمی نہوگا بلکہ خواہ عفو کیا جاوے یا بدکاریون کی سزا پاکر چھوٹے بہرحال وہ اہل جنت سے ہے کیونکہ اُسکے ساتھ عمل یقین موجود ہے برخلاف یہود و نصاریٰ و منافقین کے کہ اُنمین ایمان نہین ہے تو عمل بھی نہ رہا اور تعجب ہے کہ باوجود اسکے لوگون کو اپنی گمراہی کی جانب بلاتے تھے کما قال تعالےٰ

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

اور کہتے ہین ہو جاؤ یہود یا نصاریٰ تو راہ پر آؤ تو کہہ نہین ہمنے پکڑی راہ ابراہیم کی جو ایکطرف کا اور نہ تھا شریک والون مین

معالم مین ابن عباس رضی اللہ سے روایت کی کہ یہ آیت قدسی مدینہ کے یہودیون کعب بن الاشرف و مالک بن صیف و وہب بن یہودا و ابو یاسر بن اخطب وغیرہ کے حق مین اور نصارائے نجران یعنے عاقب وغیرہ کے حق مین نازل ہوئی جنمین سے ہر ایک اپنی حقیت کا دعوی کرتا تھا مترجم کہتا ہے کہ بات یہ واقع ہوئی کہ نجران کے نصاریٰ مدینہ مین آئے اور یہودی بھی آکر مجتمع ہوئے پس پہلے تو دونون فریق نے باہم مخاصمہ کیا حتی کہ یہودیون نے نصرانیون کی تکفیر کی و عیسیٰ علیہ السلام و انجیل سے انکار کیا اور اسکے جواب مین نصرانیون نے یہودیون کی تکفیر کی چنانچہ سابق مین مفصل مذکور ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ انکے قلوب پر شیطان و کفر مستولی تھا پس اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین دلیری کی چنانچہ محمد بن اسحق نے اسناد جید کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابن صوریا یک چشم جو خیبر کے یہود یونکا عالم تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ ہم لوگ جس مذہب پر ہین اُسکے سواے کوئی ہدایت نہین ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس شیطان نے کہا کہ تم بھی اسکو مانو تو ہدایت پاؤ نصارائے نجران نے اسکے معارضہ مین اپنے حق مین ایسا ہی بیان کیا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا۔ یعنے ان گمراہون نے کہا کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے۔ ف مراد یہ ہے کہ یہودیون نے کہا کہ یہودی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے اور نصاریٰ نے کہا کہ نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے پس اللہ عزوجل نے ان دونون گمراہون کو ایک مین شامل کر کے رد کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ۔ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا۔ کہدے کہ نہین بلکہ ملت ابراہیم کی جو حنیف تھا۔ ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تقدیر کلام یہ ہے کہ۔ بل نتبع ملۃ ابراہیم حنیفا۔ اور دوسرون نے کہا کہ ای اتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا یعنے اُنکے قول سے انکار کیا کہ اُس سے ہدایت نہین پاؤ گے بلکہ اتباع کرو ملت ابراہیم حنیف کی تو ہدایت پاؤ۔ مترجم کہتا ہے کہ یعنی زیادہ بلیغ ہے کہ اسمین زیادہ خصوصیت نہین فرمائی بلکہ تحقیق کر دیا کہ تم لوگ دعوی ہدایت مین جھوٹے ہو اور ہدایت وہی ہے جو حضرت عالم الغیب عزوجل نے حکم دیا کہ ملت ابراہیم کی اتباع کرو پس ہم لوگون نے اُسکی اتباع کی ہے پس جو کوئی اُسکی اتباع کریگا وہی ہدایت یاب ہوگا کیونکہ حنیف یعنے مستقیم و ہمہ تن جانب حق اسی ملت ابراہیم کی صفت ہے اور خود ابراہیم علیہ السلام کی یہی صفت ہے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ اور ابراہیم کچھ بھی مشرکین مین سے نہ تھا۔ ف پس شرک و کفر کبھی ملت ابراہیم مین داخل نہوگا اور یہ ان یہود و نصاریٰ پر تعریض ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دین توحید سے مرتبہ خلیل اللہ پایا اور برابر ابراہیم کے بیٹون نے اسکی وصیت فرمائی اور اُنکے بیٹے پوتون نے برابر اسکی تاکید فرمائی پس تم لوگ جو کھلے ہوئے مشرکین مین سے ہو بالکل ملت ابراہیم سے خارج ہو گئے کیونکہ وہ بالکل مشرک نہ تھے اور تم بالکل مشرک ہو۔ ابو قلابہؒ نے فرمایا کہ حنیف وہ ہے جو اول سے آخر تک سب رسولون پر ایمان لاوے ابن کثیر ابو العالیہ

مرفوع روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین سہل ملت حنیفیہ کے ساتھ بھیجا گیا ہون (احمد وسنن) اور فرمایا کہ سہل ملت حنیفیہ اللہ تعالی کو محبوب ہی (احمد وادب المفرد للبخاری وغیرہ) اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفات مین وارد ہوا کہ ایمان اُنکے دلونمین پہاڑ سے زیادہ بھرا ہوا تھا مگر آسانی دینے والے بے تکلف لوگ تھے (کما رواہ الدارمی) اسی مقام سے کہا گیا کہ بعضے لوگ جو بوجہ وہم وغیرہ کے اپنے اوپر سختی لیتے ہین وہ ناوانی سے شیطان کو اپنے اوپر قابو دیتے ہین اور اسیواسطے علماے حقانی نے ایسے اوہام سے سخت ممانعت فرمائی ہی اور واضح ہو کہ جو شخص ابتدا سے انتہا تک جمیع رسولون پر ایمان لایا اُسنے اپنے دین کو خالص اللہ تعالے کے واسطے کر دیا اور معرفت سے آگاہ ہو گیا پس وہ شرک سے بیزار ہوگا لہذا اللہ تعالی نے اہل ایمان کے واسطے آیندہ ایک حکم صاف مصرح نازل فرمایا جس سے تمام مشرکون وگمراہون کے وساوس سوختہ ہوگئے اور کسیکو وسوسہ لانے کی مجال نہین رہی چنانچہ یہود ونصاریٰ وغیرہ کو رد کرنے کے بعد حکم فرمایا قولہ تعالی

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

تم کہو ہم نے یقین کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور جو اُتارا گیا ہماری طرف اور جو اُتارا گیا ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور اُسکی اولاد کی طرف اور جو کچھ ملا ہی موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو کچھ سب پیغمبرون کو دیا گیا ہی اپنے رب کی طرف سے ہم انکے درمیان مین

اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

کسی پیغمبر مین بھی تفریق نہین کرتے ہین اور ہم تو اُسی کے حکم پر گردن جھکاتے ہین

اللہ تعالے نے پہلے تو مومنون کو ملت ابراہیم کا حکم دیا اور نصرانیون ویہودیون کو اس سے خارج کر دیا اور تعریض فرمائی کہ ملت حنیفیہ ابراہیم علیہ السلام سے یہ یہود ونصاری کیونکر خارج نہونگے کہ یہ لوگ تو مشرک ہین حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کبھی بھی مشرک نہین تھے پھر یہودیون ونصرانیون کے خارج ہونے کی توضیح دراز کی ضرورت نہین بلکہ مومنون کو حکم دیا کہ اپنا عقیدہ حقہ جو عین ملت ابراہیم ہے ظاہر کرین تاکہ خود یہود ونصاری خارج ہون اور اسے عقیدہ حق بھی ظاہر ہوگیا پس یہ بلیغ اعجاز ہے کہ اصل مقصود یعنی ایمان مومنین کی تحقیق ہوگئی اور درمیان سے اہل باطل یعنی یہود ونصاری ومشرکین سب خارج ہوگئے اور آیندہ انہین سے جسکو راہ راست کی ہدایت وتوفیق ہو وہ خود اور اک کرلے اور بالتبع اسکین بکثرت فوائد ہین چنانچہ فرمایا۔ قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۔ تم کہو کہ ہم لوگ ایمان لاے اللہ تعالے کے ساتھ اور ایمان مجمل یہ ہے کہ ہمنے دل سے مان لیا کہ بیشک اللہ تعالی وحدہ لاشریک ہمارا اور سب کا رب اپنی ذات وصفات کے ساتھ حق ہے اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے بندہ ورسول حق ہین اور جو کچھ اللہ تعالی نے نازل فرمایا سب حق ہے کیونکہ کسی شخص کا ایمان وحدانیت صحیح نہین ہو تا جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کو یقین نکرے کیونکہ حدیث ابن عباسؓ مین وفد عبد القیس کے بارہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو چار باتونکا حکم دیا از انجملہ اول یہ کہ اللہ تعالی وحدہ پر ایمان لاوین پھر آخر مین فرمایا کہ تم نے جانا کہ اللہ وحدہ پر ایمان کیا ہی انھون نے عرض کیا کہ اللہ ورسول ہی کو خوب علم ہے فرمایا کہ یہ کہنا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ پس ثابت ہوا کہ توحید الٰہی کے یہ معنی نہین کہ اللہ تعالی کو ایک کہہ لینے جیسے گنتی مین ایک دو کا شمار ہوتا ہے کیونکہ شمار وگنتی تو اللہ تعالے نے مخلوق فرمائی ہے تو اُسکی ذات پاک کو ایک کی گنتی کیونکر لاحق ہوسکتی ہے بلکہ معنے یہ ہین کہ وہ اکیلا الوہیت والا ہے یعنے الوہیت سوا ے اللہ تعالے کے کسی فرد کے واسطے نہین ہے پس جمیع صفات حق عزوجل اُسی کے لیے خالص رکھے تو لامحالہ رسول مبعوث کرنا اُسکی افعال الوہیت سے ہے پس جسنے کسی رسول کا انکار کیا اُسنے الوہیت توحید الٰہی سے انکار کیا تو وہ

کافر مشرک ہے اور جسنے کسی مخلوق کو نفع یا ضرر پہونچانے والا مستقل جانا وہ مشرک ہوگیا جیسے یہود نے اپنے انبیاء و اولیا کی نسبت اور نصاریٰ نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت خیال کیا لہذا مشرک ہوئے بلکہ یہودی بوجہ کفر عیسیٰ علیہ السلام کے اور نصاریٰ بوجہ انکار محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے الوہیت سے کافر ہوگئے۔ حتی کہ اس زمانہ میں جو کوئی مسلمانوں میں جاہلانہ اعتقاد کرے وہ خارج ہوجائیگا اگرچہ وہ کسی ولی کی نسبت
کی نسبت اعتقاد کرے کیونکہ ولی مقبول تو خالص بندہ حق عزوجل ہے تو وہ ایسے مشرک سے خود بیزار ہوگا جیسے عیسیٰ علیہ السلام ان مشرک
نصرانیوں سے بیزار ہیں۔ پھر بیان ایمان تفصیلی اسطرح ہے کہ اللہ تعالیٰ و ملائکہ و انبیاء و کتب و روز آخرت و جنت و دوزخ وغیرہ پر
اعتقاد کرے۔ پھر بیان بمقابلہ یہود و نصاریٰ کے بعض وہ امور ذکر فرمائے جنکے انکار سے یہ لوگ کافر و مشرک ہوکر ملت حنیفیہ سے خارج
ہوگئے تھے اور یہ تو معلوم ہوچکا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ٹھیک ایمان لایا وہ اسکی کل الوہیت پر ایمان لایا لہذا جب اہل اسلام کو حکم دیا کہ تم
اللہ تعالیٰ کے ساتھ یقین لائے تو جمیع حقائق اسمیں آگئے حتی کہ تقدیر بھی قطعاً حق ہے اور وہی ہمارے افعال کا بھی مثل ہمارے خالق عزوجل ہے
اور یہ وہم نہو کہ آدمی تو زنا و چوری وغیرہ کرتے ہیں۔ جواب یہ کہ جب بندہ نے زناکاری کرانی چاہی تو اسکے عزم پر اللہ تعالیٰ اسمیں فعل
پیدا کردیتا ہے جیسے بندے دعا میں آرزو کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دیدیتا ہے پھر یہ بندہ چور و زانی ہوگیا جیسے رنگریز نے کپڑا اسطرح رنگا تو وہ
رنگریز گلگون نہیں بلکہ کپڑا ارغوانی ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ خالق ہے اور مخلوق اس وصف نیک یا بد سے متصف ہوتا ہے پس ہم یقین لائے
اور وسوسہ شیطانی کو دور کیا اور دل صاف خالص جانا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے تو جمیع عقائد حقہ پر یقین لائے۔ پھر اسکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے
امور جنکے انکار سے یہود و نصاریٰ کافر مشرک ہوکر خارج ہوگئے تھے بیان فرمائے کہ۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا۔ اور یقین لائے اس چیز پر
جو ہمارے جانب نازل فرمائی گئی ف اور وہ قرآن مجید ہے اور حدیث بھی اسمیں اسوجہ سے شامل ہے کہ وہ بھی بوحی خفی نازل ہے پس ہم ایمان
لائے کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف لائے سب حق ہے۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ
وَالْاَسْبَاطِ۔ اور ساتھ ہی یقین لائے اس چیز پر بھی جو اتاری گئی ابراہیم و اسمٰعیل و اسحق و یعقوب و اسباط کی جانب ف اسباط جمع سبط ہے
جسکا اطلاق اکثر پوتوں پر ہوتا ہے اور یہاں اولاد یعقوب علیہ السلام کی نسل مراد ہیں جو خود حضرت ابراہیم و اسحق کے پوتے پر پوتے بھی ہیں
لوگ اسباط کہلاتے ہیں شیخ سیوطی نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے تھے شیخ ابن [illegible]
فرمایا کہ اسباط بارہ اولاد یعقوب ہیں اور ہر ایک کی اولاد میں ایک گروہ کثیر ہوا تو ہر گروہ کو سبط اور ان بارہ کو اسباط کہنے لگے مترجم [illegible]
حضرت یعقوب کے ہر بیٹے کی نسل کو سبط کہتے ہیں خلیل نے کہا کہ بنی اسرائیل میں اسباط اسی طرح کہلاتے ہیں جیسے بنی اسمٰعیل میں قبائل [illegible]
اسکے مانند امام بخاری کا قول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت میں ظاہر یہ ہے کہ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی صحائف نازل ہوئی [illegible]
واسحق و یعقوب انکی اولاد اور پوتوں پر بھی نزول ہوا اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی نہیں انبیاء کا ہونا محتمل ہے اور قول موسیٰ علیہ السلام [illegible]
کہ۔ اذ جعل فیکم انبیاء الآیۃ یعنے نعمت الٰہی یاد کرو کہ اسنے تم میں انبیاء کیے اور محتمل ہے کہ آئندہ کے لیے ہو اور سابق میں بارہ اولاد یعقوب ہوں [illegible]
کہ اسباط بنی اسرائیل کا ذکر کیا اور قبائل بنی اسمٰعیل کا ذکر نہیں کیا تو یہ دلیل ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی جانب ہی کا نزول ہوا اور پھر قبائل [illegible]
نہیں گذرا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انمیں سے مبعوث فرمایا۔ بالجملہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر پر نازل ہوا ہم
ایمان لائے اور انمیں سے خاص طور پر حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی تصریح فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی۔ اور ہم اسپر بھی ایمان لائے جو کچھ موسیٰ
و عیسیٰ کو دیا گیا۔ ف کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توریت دی گئی اور ساتھ میں جو کچھ دی ہے پھر درمیان

مین داؤد علیہ السلام کو زبور عطا ہوئی لیکن کہا گیا کہ زبور صرف حمد و ثنا ہے جسکو داؤد علیہ السلام خوش الحانی سے ادا کرتے تھے اسیواسطے
جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن کو نماز تہجد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ جاکر سنا تو فرمایا کہ اسکو مزامیر آل داؤد
سے ایک مزمار عطا ہوا ہے - اور احکام تو اُسوقت بھی برابر وہی واجب تھے جو توریت مین نازل ہوئے اور برابر توریت کا حکم مستمر رہا یہانتک
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو اسوقت انجیل نازل ہوئی جسمین بعض احکام توریت منسوخ کیے گئے اور باقی احکام توریت محکم رہے
اسیواسطے نصاریٰ توریت کو عہد عتیق اور انجیل کو عہد جدید کہتے ہین اور جو احکام کہ توریت مین سے اُسوقت منسوخ ہوئے ازانجملہ حرمت شرب چربی
و گوشت شتر وغیرہ ہے کہ یہ انجیل مین حلال کردیے گئے اور جہاد کا حکم منسوخ ہوگیا حالانکہ برابر دو ہزار برس تک بنی اسرائیل مین جاری رہا
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ سلیمان بن حبیبؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ہمکو یہی حکم دیا کہ ہم توریت و انجیل کے حق ہونے پر ایمان لاوین اور یہ
نہین حکم دیا کہ ہم انکے احکام پر عمل کرین مترجم کہتا ہے کہ جمیع اہل اسلام اسی پر متفق ہین کہ اللہ تعالےٰ نے جو توریت و انجیل نازل فرمائی تھی وہ بیشک
کتاب آسمانی و رحق ہے ولیکن جو ترجمے کہ زبان اُردو یا فارسی وغیرہ مین اسوقت ہمکو دیے جاتے ہین ہم انکی تصدیق یا تکذیب کچھ نہین کرتے
ہین کیونکہ جب یہود و نصاریٰ سے کتب الٰہی مین تحریف کرنا بدلائل قاطعہ ثبوت ہوچکا تو ہم نہین کہہ سکتے کہ کون حکم اصلی اور کون محرف ہے بلکہ
اسوقت خود یہود و نصاریٰ کو بھی یہ تحقیق نہین معلوم ہے اور ہزارون الفاظ مین جو اختلاف معنوی موجود ہے اسکی نسبت وہ لوگ کہتے ہین
کہ یہ پڑھنے والون کی غلطی ہے - ہم کہتے ہین کہ اچھا وہ پڑھنے والون ہی کی غلطی سہی لیکن آخر یہی نتیجہ نکلا کہ یہ امر نہین معلوم ہوسکتا کہ اصل کون
لفظ اور کیا حکم ہے پس جب ایک قوم کے پاس ایسی کتاب ہو کہ جسمین یہ معلوم نہوسکے کہ اصلی حکم کیا ہے تو یہی شریعت کا ٹوٹنا کہلاتا ہے اور خود نصاریٰ
منتظر ہین کہ بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ایک روح مقدس آنے والا ہے تو دیدۂ انصاف سے دیکھیے اور جانیے کہ وہ یہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مع شریعت
حقہ قرآن مجید ہین - بہر حال ہم ایمان لاتے ہین کہ جو کچھ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو عطا ہوا تھا حق ہے - وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ
اور ایمان لاتے ہین کہ جو کچھ پیغمبرون کو اُنکے رب عز و جل کی طرف سے عطا ہوا ہے ف سب حق ہے - قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مومنون کو
حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوین اور اللہ تعالےٰ کی سب کتابون اور سب رسولون کی تصدیق کرین - حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ توریت و زبور و انجیل پر ایمان لاؤ لیکن قرآن مجید تم کو کافی ہو - (رواہ ابن ابی حاتم) خلاصہ
یہ کہ بنظر اختلاف یہود و نصاریٰ کے حضرت ابراہیم سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بعضے انبیا علیہم السلام کو مفصل بیان فرمایا پھر جمیع انبیا
علیہم السلام کو مجمل ذکر کیا تو ہم ان سب پر ایمان لاتے ہین - لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ہم انہین سے کسی ایک مین بھی تفریق نہین کرتے
ف اور کسی پیغمبر یا کتاب آسمانی کو نہین جھٹلاتے ہین - کیونکہ الوہیت خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پس اسنے جمیع انبیا علیہم السلام کو
کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ بھیجا اور احکام عملی مین البتہ اپنی حکمت و مشیت کے ساتھ ہر عہد مین اسکے موافق احکام دیے اور یہ اسکو ہر وقت
اختیار ہے - وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ - اور ہم سب تو اسی کے واسطے مخلص مطیع ہین ف وہ جو کچھ چاہے حکم فرماوے مثلاً شریعت
توریت مین شراب حرام تھی پھر انجیل مین مباح کی گئی پھر شریعت اسلام مین بعد ہجرت مدینہ کے ایک مدت گذرے اسکو حرام کردیا -
اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اسلام ہی عین شریعت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھی کہ ہر حال مین اللہ تعالیٰ کے حکم پر گردن جھکاتا
اور جمیع انبیاء و کتب پر ایمان لاتا اور ہم اسی شریعت پر ہین اور یہی اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا برخلاف مشرکین عرب کے کہ اُنھون نے صریح بت پرستی
کی اور نبوت سے انکار کیا اور برخلاف یہودیون کے کہ اُنھون نے باوجود تحریف توریت و شرک وغیرہ کے صریح ضد یہ کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انجیل و فرقان سے کفر کیا اور برخلاف نصرانیوں کے کہ باوجود شرک قبیح و بہتان صریح و تحریف کے حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا بلکہ یہودی و نجرانی نصاریٰ نے باہم ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کی تو یہ سب ملت ابراہیم علیہ السلام
خارج ہیں اور الحمد للہ کہ ہم لوگوں کو جسطرح اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہم ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ الوہیت والا وحدہ لا شریک لہ ہے اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے و رسول ہیں جو کچھ انپر نازل کیا گیا قرآن و وحی خفی سب حق ہے اور جو کچھ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق
علیہم السلام و جمیع انبیاء بنی اسرائیل و جمیع انبیا حضرت آدم سے لیکر آخر تک خواہ ہمکو انکا نام معلوم ہو یا نہ معلوم ہو سب حق ہیں اور جو کچھ انپر
اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہو سب حق ہے ہم کسی میں تفرقہ نہیں کرتے کہ بعض پر ایمان لاویں اور بعض سے کفر کریں یا قرآن مجید کے
بعض حکم کو مانیں اور بعض سے انکار کریں جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا ہے بلکہ ہم بغیر تفرقہ کے سب پر ایمان لاتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ ہی
کے واسطے دین کو خالص کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ارشاد فرمایا کہ ان یہود و نصاریٰ کو جو باہم تکفیر کرتے ہیں یہی بتاؤ اور کہدو [illegible]

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ

پھر اگر وہ لوگ یقین لائے اسی پر جسپر تم یقین لائے ہو تو بیشک راہ راست پر آگئے اور اگر انھوں نے منہ موڑا تو انکے سوا کچھ نہیں کہ وہی کھوٹ میں پڑے ہیں سو عنقریب [illegible]

اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۭ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۡ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ انکو کفایت کریگا اور وہی خوب سننے والا جاننے والا ہے ہم نے لیا رنگ اللہ کا اور وہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے بہتر ہو رنگ میں اور ہم تو اسی کے لیے عبادت کرنیوالے ہیں

یہ خطاب بھی مومنوں کو عطا ہوا اور اسمیں انکی تقویت و فضیلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و معجزہ اخبار غیب ہے جو فرمایا۔ فَاِنْ
اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا۔ پھر اگر انھوں نے ایسی ہی چیز کا یقین کیا جیسے تم نے یقین کیا ہے تو راہ پا گئے
یعنی اگر یہود و نصاریٰ جو باہم ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور راہ حق سے یعنی راہ مستقیم سے دائیں بائیں کو پھوٹ نکلے ہیں یا اگلی
اسی طرح مانیں جیسے تم نے یقین کیا ہے تو راہ راست پر آگئے اور تمکو ایسی راہ اختیار کی۔ حاصل یہ کہ اگر یہود و نصاریٰ نے [illegible]
سب رسولوں و سب کتابوں کا اقرار کیا تو راہ راست پائی وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۔ اور اگر انھوں نے منہ موڑا تو [illegible]
شقاق ہی میں پڑے ہیں ف یعنی راہ مستقیم سے ایک شق میں ہو رہے ہیں [illegible]
معراج میں ایک روایت میں مذکور ہے کہ جب آپ روانہ ہوئے تو راہ راست کے دائیں [illegible] ایک شخص نے [illegible]
اور دوسری طرف بھی جبرئیل نے کہا کہ آپ چلے چلیں اور اسکو کچھ جواب نہ دیں [illegible] راہ سے بائیں شق میں ایک شخص نے آواز دی کہ ٹھہرو اور میری طرف
راہ ہے جبرئیل نے کہا کہ آپ چلے چلیں اور کسیکو جواب نہ دیں پھر چلکر ایک عورت حسین جمیل نظر پڑی اور آپ متوجہ ہوا چاہا تو جبرئیل نے فرمایا
کہ چلے چلیے اور اسکی طرف التفات نہ فرمائیے پھر جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ وہ راہ سے دائیں شق والا تو یہود تھا کہ اپنی طرف بلاتا تھا اور
بائیں طرف والا نصاریٰ ہے اور یہ عورت دنیا ہے۔ رواہ الطبرانی مرسلاً من طریق محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیحین کی بعض
احادیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خط مستقیم کے دائیں بائیں خطوط کھینچکر فرمایا کہ مستقیم تو راہ حق ہے اور یہ پیچ راہیں ضلالت ہیں الخ۔ ابوالعالیہ رح
نے فرمایا کہ شقاق یعنی فراق میں پڑے ہیں۔ ابن عباس رض و عطار نے کہا کہ شقاق یعنی خلاف و منازعت میں۔ معالم میں ہے کہ آمنوا بمثل ما آمنتم بہ میں کلمہ
مثل زائد ہے اور معنی یہ ہیں کہ فان آمنوا بما آمنتم بہ یعنی جس چیز کے ساتھ تم ایمان لائے ہو اگر اسی چیز کے ساتھ یہ لوگ ایمان لاویں تو راہ راست پاویں
معالم و تبیان میں کہا کہ یہی قراءت ابن عباس رض ہے اور کمالین میں کہا کہ یہ قراءت ابن مسعود رض ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مومنین کا اعتقاد دین اسلام ہے اور [illegible]

اسلام کے کہاں پاوینگے بلکہ بعینہ اسلام پر اعتقاد کریں۔ کشاف و بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ مثل کو بغیر تاکید کے بھی حجت تعجیز قرار دیا یعنی
اسمین ان لوگون کو عاجز ٹھہرانا منظور ہوا اور حجت کی تقریر یہ ہے کہ تمام انبیاء سابقین و انکی متون متواتر چلا آتا ہے کہ انہین پر تبع محمدی تھا کہ اللہ
عزوجل کے ساتھ ایمان لاوین مع اس اعتقاد کے کہ اللہ تعالے کے سب رسول خواہ سابق ہون یا لاحق ہون اور سب کتابین و احکام کل حق ہین
اور جو سب پر متواتر ثابت ہوا تو یہی حق اور یہی ملت ابراہیم و اسمعیل و اسحق و اسباط و موسی و عیسی ہے پس اہل اسلام قطعًا اسی ملت پر ہین پس اگر لوگ
اگر اسکے مثل لاوین تو البتہ ہدایت پر ہو وینگے حالانکہ یہ امر معلوم ہے کہ اسکا مثل نادر ہے بلکہ خود یہی ایک صراط المستقیم ہے تو یہ لوگ مثل کہان سے لاوینگے
پس جب یہی حق پر ہونگے کہ بعینہ اسلام لاوین اور اپنے دعوے و انکار سے توبہ کریں شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ یہ حجت جمیع فرقہاے گمراہ پر ہے خواہ یہود
و نصاری ہون یا عرب کے بت پرست ہوں جو اپنے آپ کو ملت ابراہیم و اسمعیل پر سمجھتے تھے۔ فان تولوا فانما ہم فی شقاق۔ یعنی پھر اگر بعد
اس حجت واضح کے یعنی اسلام سے منھ موڑین تو یہ لوگ راہ حق سے چھوٹ کر مخالف جہت مین پڑے ہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی
کہ ان مخالفون کی کچھ پروا مت کیجیو کیونکہ اللہ تعالی ہی تمام مخلوقات پر قاہر ہے اور انکا فی الحال چھوڑ دینا کچھ اسوجہ سے نہین کہ معاذ اللہ یہ لوگ قبضۂ
قدرت سے باہر ہین بلکہ ارادۂ الٰہی انکے حق مین یون ہی متعلق ہے کما قال تعالی۔ انما یرید اللہ ان یعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا و تزہق انفسہم
وہم کافرون یعنی اللہ تعالی کی ارادت کا منشاء تعلق ہے کہ ان لوگون کو اس دنیاوی زندگی مین بھی بوجہ مال و اولاد دنیاوی کے عذاب مین ڈالے
اور اسی کفر کی حالت مین انکی جانین نکل بھی جاوین۔ تو اپنے وقت تک جب تک انکو چھوڑیگا پھر آخر اپنے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے
دین حق کو سب پر غالب فرما دیگا لہذا فرمایا۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ پس عنقریب اللہ تعالی تیرے لیے
انکو کفایت فرما دیگا اور وہی خوب سننے جاننے والا ہے۔ یعنی عنقریب تجھکو انپر فتح و نصرت کے ساتھ غالب فرما دیگا چنانچہ یہی ہوا کہ
ہجرت کے تیسرے سال مین آپ نے یہود کے فرقہ بنی نضیر کو ملک شام کی جانب نکالدیا اور آخر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے
زمانہ خلافت مین وہان بھی انپر خواری کا جزیہ باندھا گیا اور ہجرت کے پانچوین سال غزوۂ احزاب سے فراغت کے بعد آپ نے
کمر نہین کھولی تھی کہ آپکو بنی قریظہ پر جہاد کا حکم ہوا حتی کہ یہ مغرور لوگ مجبور ہوکر خوف کے مارے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر
اور سعد رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا کہ جوان مرد قتل اور عورتون و بچون کو قید کیا جاوین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ تم نے حکم الٰہی
عزوجل کے موافق پایا۔ اور نصاراے نجران سب مطیع ہوئے چنانچہ سورۂ آل عمران مین انکا عجیب واقعہ انشاء اللہ تعالی بیان ہوگا اسی طرح
آنحضرت صلعم کے واسطے معجزہ واضح ہے جیسے سورۂ آل عمران کی آیت مین۔ قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جہنم الآیہ۔ مین بھی صاف معجزہ ہے
جبکہ ان بدبخت احمق یہودیون نے کہا تھا کہ اے محمد آپ نے قریش کے چند اوباش کو جو فن جنگ سے واقف نہین ہین مغلوب کیا تو یہ کچھ نہین ہے
کیونکہ کبھی ہمارا مقابلہ ہو تو معلوم ہو کہ مرد ہم ہی لوگ ہین پس آپکو حکم ہوا کہ ان لوگون کو کہدیجیے کہ اے کافرو عنقریب تم لوگ مغلوب ہوکر جہنم کو حشور
کیے جاؤگے۔ اور اللہ تعالی سمیع علیم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محض خیرخواہی سے ان لوگون کے حق مین دین و دنیا کی بہتری چاہی ورنہ خود دنیا
محض ہیچ ہے تو دائمی حیات و نعیم جنت مین پہونچانے کی کوشش بلیغ فرمائی حالانکہ اسکے جواب مین ان بدکارون کی طرف سے بدگوئی و عداوت کا
عوض تھا پس اللہ تعالی نے اپنی صفت پاک سمیع علیم سے تسکین فرمائی۔ اور یہ ہر عادل نیکوکار کے واسطے مقام تسکین و مسرت ہے کہ حق عزوجل
اسکے افعال و اقوال کا سمیع علیم ہے تو رحمت سے محروم نہین۔ اور اسکے مخالفین کے اقوال و افعال کا سمیع علیم ہے تو وہ لوگ بالضرور اپنی سزا کو پہنچینگے
اور یہان ایک نکتہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپکو یہود و نصاری دونون پر فتح و نصرت و غلبہ اسلام کی بشارت دی حالانکہ نصرانیون پر جیسا حضرت ابوبکر و عمر کے زمان

رضی اللہ عنہم کی خلافت میں پورا ہو گیا تو ان المومنون کے غلبہ کو بھی آپکا غلبہ قرار دیا اسیواسطے حضرت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم
کی خلافت بالاجماع خلافت نبوت ہے نہ خلافت سلطنت - اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلامی غیوری تمام کا حکم تسلیم ہو گیا (تنبیہ)
روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے اور تلاش کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم پہونچے اور پہلے ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ ایک سرنگ سے داخل ہوئے اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ جو شخص پہلے آوے اسکو جنت کی بشارت دے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلے
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اجازت دے اور اسکو جنت کی بشارت دے پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا
کہ اجازت دے اور جنت کی بشارت دے پھر عثمان آئے تو فرمایا کہ اجازت دے اور ایک بلوی پہونچیگا کہ اسپر جنت کی بشارت دے الحدیث
(الصحیح وغیرہ) اور وقت وفات شریف کے عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر خفیہ فرمایا اور عثمان کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا کما فی الصحیح وغیرہ - یہ سیاق میں ہوہ کا
اشارہ ہوئی یا غیوری آپ کے زمانہ خلافت میں اٹھا یا گیا تھا حتی کہ آپ شہید ہوئے اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپنے حضرت عثمان کو ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے
قمیص یعنی خلافت پہناوے اور لوگ چاہیں کہ تو اسکو اتار دے تو مت اتاریو (الترمذی وغیرہ) حضرت عثمان نے محاصرہ کے دوران اسقدر اظہار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا کہ میں اسپر صابر ہوں (بعض الصحاح) اور روایت ہوئی کہ جس بلا پر صحیح ہو شہید ہوتے ہیں تو اول باغیوں نے جمعہ قائم کی اور آپنے [illegible]
جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فلاں فلاں وفلاں بشارات جنت دی ہیں - باغیوں نے ہر ایک پر اقرار کیا کہ اللہم نعم یعنی ہاں بشارات اللہ [illegible]
پھر یاد دلایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مع حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کے تھا کہ پہاڑ کو جنبش ہوئی تو آپ نے اسکو ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ ٹھہر کہ تجھ پر نبی
وصدیق اور دو شہید ہیں تو پہاڑ ٹھہر گیا - باغیوں نے کہا کہ ہاں واللہ ٹھیک ہے پس آپنے باواز بلند تکبیر کہی اور فرمایا کہ واللہ یہ لوگ مجھ پر گواہی دیتے ہیں کہ میں
شہید ہوں (الصحیح وغیرہ) پھر بعد عشاء کے خفیف خواب سے بیدار ہو کر لوگوں کو کہا کہ اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے حضور ہی کی بشارت دے گئے [illegible]
(باسناد صحیح) حتی کہ آخر رات شہید ہوئے تو اسوقت مصحف مجید آپ کی گود میں تھا حتی کہ قطرہ خون ٹپک کر قولہ تعالیٰ فسیکفیکہم اللہ الآیۃ پر گرا اسکے بعد [illegible]
چنانچہ اہل بغاوت بعد بڑے انواع محنت کے برباد ہو گئے باوجودیکہ ظاہری فساد میں [illegible] حضرت سیدنا علی
رضی اللہ عنہ کی اطاعت کر لی تو اسکو [illegible] موافقہ میں لیا دیا تا ہے ابوحاتم نے کہا کہ مجھے یونس بن عبد الاعلی نے خبر دی کہ ابن
وہب نے خبر دی کہ مجھے زیاد بن یونس نے فرمایا کہ نافع بن ابی نعیم نے بیان فرمایا کہ مجھے خلفاء نے مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس غرض سے بھیجا کہ میں
اسکی جلد وغیرہ درست کر دوں - زیاد نے کہا کہ میں نے حضرت نافع سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو مصحف انکی
گود میں تھا حتی کہ فسیکفیکہم اللہ الآیۃ پر انکا خون ٹپک پڑا - تو نافع نے فرمایا کہ واللہ میری ان دونوں آنکھوں نے اس آیت پر یہ خون مبارک دیکھا ہے [illegible]
پیدا ناواقف تھا مترجم کہتا ہے کہ حاصل تفسیر یہ ہوا کہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے یکرنگ توحید کا حکم دیکر ارشاد کیا کہ یہود ونصاریٰ وغیرہ یا تو یہی یکرنگ توحید
اختیار کرینگے یا اللہ تعالیٰ تمکو کفایت فرماویگا - نصاریٰ نے اصطباغ شرک تبدیل کیا یعنی جب کوئی نصرانی ہوتا تو [illegible]
میں داخل ہوتا وہ لوگ اسکو اپنے رنگ میں اصطباغ دیتے تھے لیکن ہر ایک شرک میں آلودہ ہے لہذا مومنوں کو موافق حکم الٰہی عز وجل کے [illegible]
سے بالکل جدائی کر لی چنانچہ فرمایا - صِبْغَةَ اللّٰہِ - یعنی صبغنا اللہ صبغۃ - اللہ تعالیٰ نے ہمکو رنگ دیا یکرنگ توحید [illegible] قولوا آمنا باللہ
کا مضمون ہے اور قولوا - کے تحت میں داخل ہے اسیواسطے حذف فعل واجب ہے کیونکہ ایمان توحید کا یہی حاصل مضمون ہے کہ رنگ توحید
سوا کچھ داغ شرک نہو - اور حاصل یہ ہوا کہ تم لوگ کہدو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو رنگ توحید الٰہی سے یکرنگ کر دیا - وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ
صِبْغَةً اور اللہ تعالیٰ سے بہتر کون اصطباغ دینے والا ہے جو کوئی نہیں پس نصرانیت یا یہودیت کا اصطباغ باطل شرک آلود ہے [illegible]

لہٗ عٰبِدُوْنَ - اور ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عبادت کرنے والے ہیں ف کسی کو اسکے ساتھ شریک نہیں لاتے بخلاف مشرکین
یہود و نصاریٰ و عرب کے - یہ بھی - قولوا - کے تحت میں داخل و مربوط ہے یعنے کہو کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے مخلص موحد ہیں -
پس صبغۃ اللہ منصوب بربنا سے مفعول مطلق ہے کہ وہ جملہ آمنا باللہ - کا حاصل ہے اور یہی قول امام سیبویہ رح کا ہے اور اسی کو زمخشری رح نے کشاف
میں اختیار کیا اور اسکی خوبی خود ظاہر ہے لہذا دیگر اقوال کو مترجم نے ترک کر دیا اور امام ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن عباس و مجاہد نے کہا کہ صبغۃ اللہ
سے مراد فطرت الٰہی ہے یعنے دین توحید فطری کہ وہ یکرنگ صاف بدون داغ ہے - اور اسیکے مانند - ابو العالیہ و عکرمہ و ابراہیم نخعی و حسن و قتادہ و ضحاک
و عطیہ و ربیع و سدی وغیرہم سے مروی ہے - ھ - اور یہ تشبیہ لطیف ہے کہ جیسے کپڑے پر رنگ ہوتا ہے اسیطرح ہر ملت والے پر اسکے دین کا
رنگ ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ گویا اسکا قولہ تعالیٰ - لباس التقویٰ ذلک خیر ذلک من آیات اللہ الآیہ - یعنے لباس تقویٰ ہی بہتر ہے اور
وہ آیات الٰہی سے ہے - ھ - مترجم کہتا ہے کہ اسیوجہ سے لباس تقویٰ ہر کافر و فاسق کو نظر نہیں آتا جو آیات الٰہی سے اندھے ہوتے ہیں - ھ
مومن صادق کی پیشانی کا نور ایک چھپا رہتا ہے بیش وی شعور - یہ نور بعد موت کے عموماً ظہور کریگا جسکے آگے چاند سورج کی روشنی بے حقیقت
اور حدیث میں لباس تقویٰ کی توضیح آئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ لباس التقویٰ کی تفسیر میں احادیث و آثار کا ذکر آویگا - اور واضح ہو کہ طفیل
بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ ذی النور کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی اسکا نور ظاہر کر دے تو انکی پیشانی سے مانگ تک ظاہر ہو گیا
کہ اندھیری رات میں انکو کسی چاندی کی ضرورت نہ تھی لیکن طفیل رضی اللہ عنہ نے جو صادق الایمان تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شاید لوگ اس کا شہرہ کریں تو آپ نے
چابک میں اشارہ کیا تو وہ دونوں کے بیچ ونیز تھا - اسیواسطے ذی النور لقب ہو گیا معالم میں ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ نصاریٰ میں دستور ہے کہ جب انمیں لڑکا
پیدا ہو کر سات روز کا ہوتا ہے تو شریعت توریت کی عقیقہ و ختنہ کے بجائے اسکو زرد رنگ میں جسکو آب معمودیہ کہتے ہیں غوطہ دیکر رنگتے ہیں کہ اب نصرانی
ہو گیا پس اللہ عز وجل نے رد فرمایا کہ یہ ظاہری رنگنا مقبول نہیں بلکہ مقبول وہ ہے جو دین الٰہی عز وجل سے منور ہوا اور وہ اسلام ہے - ھ -
حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تعلیم دیا کہ تم ان خیالی دعووں کے جواب میں کہو کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے ایسے رنگ سے رنگا جو مثل تمہارے رنگنے کے نہیں ہے
اور وہ طہارت اسلام سے پیدا رنگ ہے جیسے حضرت نوح و ہود و ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب وغیرہ انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں ابن ابی حاتم و ابن مردویہ
نے اپنی تفسیروں اور ضیاء نے مختارہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپ کا
پروردگار رنگ دیتا ہے حضرت موسیٰ ع نے فرمایا کہ تم ایسے کلمات سے ڈرو پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ تو کہدے کہ ہاں میرا رب عز وجل رنگتا ہے
سرخ و سفید و سیاہ و کل رنگ میرے ہی رنگنے سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قولہ صبغۃ اللہ ومن احسن الآیہ نازل فرمائی ابن کثیر رح
نے کہا کہ ابن مردویہ نے اسکو مرفوع حدیث روایت کیا لیکن ابن ابی حاتم رح کی روایت میں ابن عباس رض کا قول ہے اور یہی اشبہ ہے بشرطیکہ اسناد صحیح
ہو مترجم کہتا ہے کہ گویا اشارہ ہے کہ اسناد میں تردد ہے - بعض علماء نے کہا کہ آب معمودیہ کی تردید تو فقط نصاریٰ سے متعلق ہو گی حالانکہ یہ کلام تو
یہود بلکہ مشرکین عرب کی بھی تردید ہے مترجم کہتا ہے کہ اسکے دو جواب ہو سکتے ہیں اول یہ کہ تردید کا ہر جملہ ضرور نہیں کہ دونوں سے متعلق ہو -
دوم صبغۃ اللہ سے درحقیقت رنگ مراد نہیں بلکہ مقصود تشبیہ ہے یعنے تم لوگ تو اپنے رنگ میں ہو جو اللہ تعالیٰ و اسکے رسولوں کے خلاف ہے
حتیٰ کہ تم میں سے نصرانیوں نے آب معمودیہ کو بھی نصرانی ہونے کی رسم نکالی ہے اور ہم لوگ اپنے اللہ تعالیٰ کے رنگ سے موحد خالص ہیں
پس بطور تشبیہ ہے اور اس استعارہ کی تقریر مفتاح و شرح مطول میں مفصل مذکور ہے پس اگر لوگ اس فضیلت پر ہیں جس پر انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں
اور تم اپنے خیالی رنگ پر مشرک ہو لہذا آئندہ آیت میں انکے اس خیال کی تردید فرمائی کہ تم اپنے خیال میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب

واسباط کو اپنے رنگ یہودیت یا نصرانیت پر کہتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم جھوٹے ہو بلکہ ہر شخص پر ظاہر ہے کیونکہ یہودیت
تو بعد توریت کے اور نصرانیت بعد زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہر ہوئی حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ بہت مقدم گذرے ہیں (تنبیہ)
کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب رنگوں کا حقیقی خالق ہے لیکن بالاجماع اسپر رنگریز کا اطلاق کرنا روا نہیں ہے اسوجہ سے کہ بول چال میں یہ لفظ
ایک حقارت کے معنے میں بپیشہ رذیل ہو گیا ہے ف۲ شیخ الصوفیہ محقق محی الدین بن العربی جنکی نسبت کہا گیا کہ وہ ایمان فرعون کے قائل ہیں حالانکہ
درحقیقت یہ غلط فہمی ہے انھوں نے ایمان نافع میں کلام نہیں کیا جیسے کوئی کہے کہ تمام کفار قیامت میں یا موت کے وقت ایمان لاتے ہیں تب روح
نکل جاتی ہے تو یہ صحیح ہے حالانکہ وہ ایمان نافع نہیں ہے - بالجملہ اس گفتگو کو چھوڑ کر میں اس شیخ کے کلام کو اس مقام پر ملخص نقل کرنا چاہتا ہوں -
شیخ نے کہا کہ صبغۃ اللہ کے معنے یہ ہیں کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے اپنے رنگ سے رنگ دیا - بات یہ ہے کہ ہر اعتقاد و مذہب والے کا باطن اسکے اعتقاد
و مذہب کے موافق رنگین ہوتا ہے جیسے طریقۂ اجتہاد والے کا مقلد اپنے امام کے رنگ پر رنگین ہوگا اور جیسے فلاسفہ اپنے اوہام سے
مصبوغ ہیں جنکو عقل سمجھتے ہیں - غرضکہ ہر فرقہ اپنے رنگ اعتقاد پر ہے اور موحدین خاصۃ اللہ تعالیٰ ہی کے رنگ سے مشہور ہیں جس سے خوبتر رنگ نہیں ہے
یعنی درحقیقت یہی رنگ مقبول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ فرش علیہم من نورہ
فمن اصاب من ذلک النور اهتدی ومن اخطاہ ضل - یعنی اللہ تعالیٰ نے خلق کو اسکی تاریکی میں پیدا فرمایا پھر اپنے نور سے چھڑکا تو جس
خلق کو اس نور سے کچھ پہونچا اُسنے راہ پائی اور جو کوئی چوک گیا وہ گمراہ ہوا رواہ احمد والترمذی (المشکوٰۃ وغیرہ مترجم) پس یہی نور یہاں مراد ہے
جسکو رنگ فرمایا ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہانتک شیخ ابن العربی رح کا کلام تمام ہوا - و شیخ رکن الدین رح نے عرائس میں اسکے نور صفات کا اشارہ لیا ہے اگرچہ
یہی حاصل کلام شیخ ابن العربی رح بھی ہے - چنانچہ شیخ رح نے عرائس میں کہا کہ یہ رنگ صفت خاصہ ہے جیسے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور حدیث میں ہے
کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ - یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اسکی صورت پر پیدا کیا - مترجم پس یہی لباس صورت خاصہ ہے جو رنگ فطرت سے
تعبیر کیا گیا ہے - مترجم کہتا ہے کہ اکابر مشائخ کے نزدیک خلقت انسانیہ جامع مظاہر صفات ہے حتیٰ کہ صفات رحمت و غضب دونوں ہیں پس جسنے
موافق فرمان الٰہی عزوجل کے دونوں میں عمل رکھا وہ صراط مستقیم میں برنگ الٰہی عزوجل ہے اور جسنے مظہر غضب کو خالص کر لیا خواہ عمداً سرکشی سے
جیسے یہود میں غضب پر غضب ہے یا جہالت سے جیسے نصاریٰ میں ضلالت ہے تو یہ راہ مستقیم سے خارج ہو کر گمراہ ہیں - اور انپر رنگ نفس ہے [illegible]
واضح ہو کہ حدیث خلق آدم جو صحیحین میں واقع ہے ائمہ علماء اسکی تاویل میں مرجع ضمیر جانب آدم ٹھہراتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو آدم کی صورت پر
پیدا کیا - یعنی ایسی صورت پر پیدا کیا جو آخر آدم کی صورت ہوئی اور مشائخ اسمیں صفت خاصہ کے معنے لیتے ہیں یعنی صورت ایک صفت خاصہ ہے
جسکا رنگ ظاہر میں یہ صورت یعنی شکل ہے اور وجہ یہ کہ آدم علیہ السلام کیواسطے کوئی صورت سابق نہیں تھی کہ جس صورت پر پیدا کیا ہو لیکن مشائخ
وائمہ علماء دونوں متفق ہیں کہ یہ صورت جو یعنی تصویر و شکل ہے اس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے کیونکہ اسکی شبیہ و مثال محال ہے پس جیسے - خلقت بیدی آیا ہے - یا قولہ
ہو السمیع البصیر - یا قولہ ید اللہ فوق ایدیہم الآیہ وغیرہا میں - یہ دسمع و بصر سے یہ اعضاء جسمی مراد نہیں بلکہ متاخرین علماء تاویل بیان کرتے ہیں اور متقدمین
وسلف صالحین رضی اللہ عنہم یہاں صفات حق عزوجل مراد لیتے ہیں اسیطرح صورت کا اطلاق ایک صفت خاصہ پر ہے اور علو مراتب کے واسطے دو
روایت صحیحین بحدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی سے مار پیٹ کرے تو اسکے چہرہ کو بچاوے یعنی اسکے مارنے سے
اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو علی صورتہ پیدا فرمایا ہے (رواہ مسلم) یہاں ظاہر ہے کہ اگر ضمیر راجع بجانب آدم ہو اور یہی شکل مراد ہو تو
تعلیل غیر مفید ہوئی جاتی ہے اور جو تاویلیں بیان کی گئی ہیں غایت تکلف ہیں اسیواسطے اکثر علمائے نے اسکو احادیث صفات متشابہ میں داخل کیا ہے اور یہ [illegible]

مؤید کلام مشائخ ہے۔ بلکہ مشائخ تو خود ہی اسکو متشابہات میں داخل کرتے ہیں۔ اور امام احمد وغیرہ کی روایت میں آیا کہ۔ ان اللہ خلق آدم
طولہ ستون ذراعا فی سبعۃ اذرع عرضا۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے آدم کو پیدا کیا اس صفت سے کہ آدم کا طول ساٹھ ہاتھ اور عرض سات ہاتھ تھا۔ ہ اسکو بیان
سابق سے منافات نہیں ہے کیونکہ یہ بھی ظہور صفت کا بیان ہے۔ بالجملہ مشائخ و ائمہ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ میں درحقیقت کچھ اختلاف نہیں ہے کیونکہ
مشائخ بھی ہرگز نہیں کہتے کہ حق تعالےٰ عزوجل کے واسطے صورت بمعنی شکل و ہیأت ہے بلکہ صفت خاص ہے جسکا ظہور ان مخلوقات میں بطریق صورت ہے
اور علماء رحمہم اللہ تعالےٰ بھی صفات الٰہیہ سے انکار نہیں کرتے ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حدیث کے یہ معنے، کہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو آدم کی
صورت پر پیدا کیا، بلا خلاف معنے صحیح ہیں لیکن مشائخ رح نے اس میں معنے دقیق کا اشارہ کیا جسکا ظہور اس مظہر آدم میں بشکل و صورت ہوا ہے اور یہاں سے
معلوم ہوا کہ حق عزوجل نے امت محمدی کے علماء کو کس شان کے ساتھ سداد و صواب پر مستقیم فرمایا ہے کہ حفظ شریعت کے ساتھ معنی حقیقت جمع ہیں اور
اسکی نظیر عالم آخرت میں جنت کی نعمتیں ہیں کہ باغ و حور و قصور و اکل و شرب کی نعمتوں کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین الآیۃ
یعنے کسی نفس کو نہیں معلوم جو اسکے لیے اسکی آنکھوں کی ٹھنڈک سے مخفی رکھی گئی ہے۔ ہ اور حدیث میں آیا کہ" ان نعمتوں کو نہ آنکھ نے دیکھا اور نہ کان نے
سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر خطور ہوا" اور دونوں صحیح ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی دونوں معنے صحیح۔ بالجملہ مشائخ رح نے اللہ تعالےٰ کی صفت خاص
کا ظہور آدم کے ظاہر میں بروجہ صورت فرمایا۔ اور باطن میں رنگ تجلی ہے جسکے ظہور پر ملائکہ کے لیے سجدہ کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ تجلیات صوری
سے کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن عوام کو بہت احتیاط سے ہوش بجا رکھنا واجب ہے یعنے تجلی صوری کو بمعنی شکل نہ سمجھیں بلکہ ظہور تجلی بلحاظ
اس صفت خاصہ کے جسکا نام صورت ہے اور جسکا مظہر آدم میں بطریق شکل ہے اور دلیل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے
رب عزوجل کو نہایت خوب صورت میں دیکھا، تمام حدیث جامع ترمذی میں ہے و قال حدیث حسن ہ و فی نسخۃ صحیح۔ اور ابن الجوزی رح نے مسند احمد سے
نقل کر کے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہے کما فی العلل المتناہیۃ۔ یہ خواب میں دیکھا تھا اور خواب انبیاء علیہم السلام تحقیق عین الوحی ہے پس معنے یہ کہ اس صفت صورت کی
تجلی میں دیکھا۔ اور اسی طرح احوال قیامت کے متعلق حدیث میں ہے کہ حکم ہوگا کہ ہر امت اپنے پیشوا کے پیچھے روانہ ہو۔ حتیٰ کہ سب چلے جاوینگے سوا
مؤمنین کے تو اللہ تعالیٰ انپر تجلی فرماویگا اور کہیگا کہ تم لوگ کیوں نہیں اتباع کرتے جیسے لوگوں نے کیا۔ مؤمنین کہینگے کہ نہیں ہمارا تو یہی مقام ہے یہانتک
کہ ہمارا رب عزوجل آوے پھر انپر دوبارہ تجلی فرماویگا اور بعد سوال و جواب کے فرماویگا کہ اچھا میں تمہارا رب ہوں۔ مؤمنین اس تجلی کو
نہیں پہچانینگے تو کہینگے کہ معاذ اللہ ہم تو اپنے رب عزوجل کے منتظر ہیں۔ پھر انپر معروف تجلی فرماویگا تو مؤمنین سجدہ میں گر پڑینگے۔ ہ چنانچہ قولہ تعالیٰ
یوم یکشف عن ساق الآیہ۔ وغیرہ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ حدیث مذکور بالترجمہ نقل ہوگا پس اہل السنۃ جو اہل الحق اہل المعارف ہیں سب اسرار
تجلیات پر متفق ہیں پس جیسے حضرت باری تعالیٰ کی صفت قدس و کمال کا نام صورت ہے تو اسی صفت قدس کا مظہر آدم میں ظاہر و باطن ہے پس ظاہر تو یہ شکل ہے اور اس میں
مومن و کافر سب مشترک ہیں اور باطن وہ رنگ فطرت و نورانی لباس ہے کہ جو قلب پر خلعت ہے لیکن مطلع ظہور یہ مظہر صورت ظاہری نہیں بلکہ باطنی ہے
اسی واسطے حدیث میں آیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں و مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں و اعمالوں کو دیکھتا ہے۔ ہ صحیح مسلم وغیرہ۔ شیخ رح نے لکھا کہ یہ
دونوں صفتیں جنکے ساتھ اللہ تعالےٰ نے آدم کو اختصاص بخشا انکی اولاد میں میراث دیا چنانچہ اسکو انبیاء و اولیاء علیہم السلام نے پایا۔ مترجم کہتا ہے کہ مؤمنین
کامل اولیاء ہیں۔ و صرف انہیں کی خصوصیت اس وجہ سے ہوئی کہ میراث آدم تو انہیں کو ملیگی جو آدم کی ذریات ہوں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ میراث میں
دینی اتحاد شرط ہے حتیٰ کہ کافر کی میراث بھی اسکے مومن اولاد نہیں پاتے ہیں چنانچہ ابو طالب کے چار بیٹے تھے طالب و عقیل و علی و جعفر۔ اور جس وقت ابو طالب کا
انتقال کیا تو جعفر و علی رضی اللہ عنہما مومن تھے لہذا طالب و عقیل نے ابو طالب کی میراث پائی اور حضرت علی و جعفر نے کچھ نہیں پایا اگرچہ بعد کثرت کے عقیل بھی مسلمان ہو گئے جب

معلوم ہوا تو آدم علیہ السلام کی اولاد مین جو لوگ کافر و مشرک و یہود و نصاری ہو کر توحید سے خارج ہوئے تو آدم علیہ السلام سے
منقطع و میراث سے محروم ہو کر اپنے پیشوا ابلیس کے اتباع مین داخل ہوئے کیا تم نے نہین دیکھا کہ نوح علیہ السلام کا پسر کافر کیونکر نکالا گیا حالانکہ
نوح علیہ السلام نے التجا کی کہ اے رب وہ میرا بیٹا ہے تو حکم ہوا کہ انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح یعنے وہ تیری آل مین سے نہین کیونکہ مشرک
بدکار ہے۔ اسی طرح کفار جب ذریات آدم سے خارج ہوئے تو اس میراث سے محروم ہو گئے اور فقط انبیا علیہم السلام و مومنین رحمہم اللہ تعالی نے
حسب حصص اس میراث کو پایا اور جیسے ظاہری ترکہ کی تقسیم خود حق تعالی نے اپنے حکم پر رکھی ہے کہ قرآن مین حکم نازل کر دیا اسی طرح اس ترکہ باطنی
مین خاص اپنا اختیار رکھا حتی کہ عالم کو قدرت نہین کہ اپنی اولاد کو عالم کرے اور ولی کو قدرت نہین کہ اپنی اولاد کو ولی کر دے بلکہ اکثر اوقات
دوسرون کو خلافت نصیب ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات ولی کی اولاد جاہل بدکار ہو جاتی ہے اور کافر فاجر کے نطفہ سے پیغمبر جیسے خلیل شدید ہوتا ہے
اور شان حق عز و جل ہے یہان کسی مخلوق کی مجال نہین کہ دم مارے شیخ نے کہا کہ یہ بات اس طرح ہو کہ حق عز و جل نے ازل ہی مین ارواح کو پیدا فرما کر ان پر تجلیہ
مین شان جلال و جمال سے مشرف فرمایا اور یہ عطا نور اپنی مشیت کے موافق بر وجہ استعداد ہے مترجم کہتا ہے کہ پھر جسکو نور نہین ملا وہ یہان گمراہ ہوا چنانچہ حدیث
ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ فالقی علیہم من نورہ الحدیث (رواہ احمد والترمذی) مین بیان ہو چکا اور عجائب قدرت سے بغور دیکھو کہ باوجود مشابہت
شکل کے باطن مین باہم آسمان و زمین کا تفاوت ہے بلکہ غور کرو کہ موسی علیہ السلام اور فرعون ملعون مین مباینت ہے۔ اسیواسطے اہل الحق نے ذکر فرمایا
کہ یہ شکل جسمانی و اسکے متعلق احکام کا کچھ اعتبار نہین ہے حالانکہ ایک جماعت نے دھوکا کھایا اور فرقہ رافضیہ کو برباد کیا شیخ نے کہا کہ اسی لباس
نور سے خصائص علوم و معارف کا ظہور ہے اور یہی بندگان مخلصین رنگ توحید و فردانیت مین ردائے کبریائی کے تحت مین مستور ہین کہ کبھی غیر اپنا اور دنیا کا نام
و نشان کبھی ثابت نہین کرتے اور حق عز و جل ہی کی وجہ ذو الجلال مین فانی اور اسی کے کمال مین ساکن و خوشوقت ہین تو انپر رنگ صفات ظاہری
اور رنگ ذات باطنی سے خلعت فطرت و توحید ہے مترجم کہتا ہے کہ خلاصہ یہ نکلا کہ ارواح اہل سعادت کو بحکم قولہ تعالی ولقد کرمنا بنی آدم۔ ازل ہی
مین نور صفات سے منور فرمایا اور یہی رنگ حقیقت انکی اس دار دنیا مین ظاہر ہوا جیسے اہل شقاوت اس سے محروم ہو کر یہان ہر ایک اپنے
خیالی رنگ سے رنگ برنگ ہین اور اہل سعادت مین ظہور بشریت اتباع اسلام ہے گویا یہی رنگ ہے۔ ہمارے شیخ نے کہا کہ جس کا باطن رنگ
اخلاص توحید سے آراستہ ہوتا ہے اسکا ظاہر پابندی شریعت و اتباع سنت سے مجاہدات سے آراستہ ہوتا ہے بخلاف مشرکین و یہود و نصاری کے کہ اپنا اوہام و خیال مین ...

قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ

کہہ کیا تم ہمارے ساتھ جھگڑتے ہو شان الٰہی مین حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہین اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہین اور ہم تو اسی کے لیے خالص ہین

أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَى قُلْ أَأَنْتُمْ

یا تم لوگ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحق اور یعقوب اور اسباط یہ سب یہود یا نصاری تھے تو کہہ کیا تم زیادہ

أَعْلَمُ أَمِ اللَّهُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

جانتے ہو یا اللہ تعالی اور اس شخص سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جسنے وہ گواہی چھپائی جو اسکے پاس اللہ تعالی کیطرف سے موجود تھی اور اللہ تعالی غافل نہین اس سے

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

جو تم کرتے ہو یہ تو ایک امت تھی کہ گذر چکی اس امت کے لیے ہے جو اسنے کمایا تھا اور تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے کمایا اور تم سے اسکا سوال نہ ہوگا جو وہ لوگ کرتے تھے
واضح ہو کہ یہان اکثر اہل تفسیر متاخرین نے ایک سبب نزول بیان کیا ہے جسکی نسبت شیخ سیوطی رح نے لباب النقول مین الخ ... کہا ہے۔

١٦ ع ١٣

حدیث و آثار مین نہین پایا اور نہ کسی ایسی تفسیر مین دیکھا جسمین روایات اسباب نزول کے لیے اسانید لاتے ہین یعنے مانند تفسیر امام ابن ابی حاتم و تفسیر ابن جریر وغیرہ کے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو اپنی تفسیر مین ذکر نہین کیا لیکن محی السنۃؒ نے معالم مین البتہ ذکر کیا اور ابتداے معالم مین مجمل اسانید کا حوالہ دیدیا ہے تو غالبًا انھین مین سے کسی اسناد کے ساتھ پہونچی ہوگی و شیخ سیوطیؒ نے باوجود اس قول لباب النقول کے اپنے تکملۂ جلالین مین اس شان نزول کو بیان کر دیا کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ یہودیون نے مسلمانون سے کہا کہ ہمکو کتاب الٰہی (توریت) تمسے اول ملی و ہمارا قبلہ (بیت المقدس) کعبۂ تمسے مقدم ہے اور ہمین لوگون یعنے بنی اسرائیل ہی مین انبیا ہوتے آئے ہین اور عرب مین کوئی پیغمبر نہین ہوا پس اگر محمد صلعم پیغمبر ہوتے تو ہمین سے ہوتے۔ پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیات نازل فرمائین یعنے کیا تم اللہ تعالےٰ کی شان مین ہمسے جھگڑتے ہو کہ وہ کہین سواے تمھارے پیغمبر نہین کر سکتا ہے یا تمنے انبیاے سابقین ابراہیم و اسمعیل آخر تک سب کو یہود یا نصاریٰ مین سے ٹھہرایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادات صریحہ کو تمنے چھپایا اور خود ابراہیم و اسمعیل وغیرہم علیہم السلام کے موحد ہونے کو چھپا کر یہود و نصاریٰ بنایا۔ مترجم کہتا ہے کہ سبب نزول دو طرح کا ہوتا ہے۔ اول یہ کہ ظاہر آیت سے جو مفہوم ہے سبب نزول معلوم کرکے کچھ تغیر خواہ نفس کلام یا حکم یا نوع حکم مین ہو یعنے درحقیقت تو کلام کے یہی معنے ہین جو سبب نزول معلوم ہوکر ظاہر ہوے لیکن پہلے سمجھنے مین ہمین خطا کرتا تھا قسم دوم یہ کہ جو ظاہر آیات ہو وہی سبب نزول سے ظاہر ہو پس قسم اول کے واسطے تو اسناد صحیح ہونا ضرور ہے اور قسم دوم مین فی الجملہ چشم پوشی جائز ہے اور یہان محتمل ہے کہ یہود و نصاریٰ کے سابق مخاصمہ سے جو قولہ۔ قالوا کونوا ہودا او نصارٰی تہتدوا الآیۃ۔ سے معلوم ہوا ہوا سکے بعض روایات مین یہ امر زائد ہو یا اس سے مفہوم ہو لیکن معالم وغیرہ سے سبب نزول فقط یہودیونکا مقولہ مذکور ہے حالانکہ آیت مین یہود و نصاریٰ دونون کا رد ہے۔ شاید یہود مدینہ کے ساتھ مین نجرانی نصاریٰ بھی یون ہی مدعی ہون۔ یا بطور شمول کے نصاریٰ کا مقولہ در بارۂ حضرت ابراہیم و اسمعیل وغیرہم علیہم السلام کے رد کر دیا گیا۔ پھر جب مان لیا جاوے کہ یہی سبب نزول ہوا اور یہود نے مسلمانون سے یہ مکر باندھا تو مترجم پہلے ان روش کے کلمات کا صدق و کذب ظاہر کرتا ہے۔ اول انھون نے کہا کہ ہم کو توریت پہلے عطا ہوئی ہے۔ مین کہتا ہون کہ ہان چنانچہ خود حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ دنیا مین سب سے پیچھے ظاہر کیے گئے و آخرت مین سب سے سابق ہین بغیر ازینکہ یہود و نصاریٰ کو کتاب ہمسے پہلے دی گئی۔ کما فی الصحیحین وغیرہما۔ مگر یہودیون کو اس دعویٰ مین کچھ فضیلت کی وجہ نہوئی اسواسطے کہ بلا خلاف یہودی و نصرانی خود ایک پیغمبر آخر الزمان کے منتظر ہین اور انکار تو انھون نے حضرت محمد صلعم سے یہی کیا کہ وہ پیغمبر آنیوالے نہین ہین بلکہ وہ ہم مین سے ہوگا۔ پھر خوب معلوم ہے کہ خود اسکے افضل ہونے کے معتقد ہین تو کھل گیا کہ اول کتاب والون کو اسپر فضیلت کچھ نہوگی۔ پس یہ محض تعصب و نفسانیت کا دعویٰ تھا۔ دوم انھون نے دعویٰ کیا کہ ہمارا قبلہ بیت المقدس مقدم ہے۔ یہ محض دروغ ہے اسواسطے کہ خانۂ کعبہ قبلۂ ابراہیم بلکہ اُنسے بھی قدیم ہے اور خود توریت وغیرہ مین منصوص ہے سوم یہ دعویٰ کہ عرب سے کوئی پیغمبر نہین ہوا۔ محض فریب ہے اسواسطے کہ حضرت ہود و صالح کی قوم عرب بلکہ اس قوم کے کھنڈر آج تک موجود تھے اور ابن عباسؓ وغیرہ نے عرب سے دس انبیا شمار فرمائے ہین اور یہان عرب اولاد اسمعیل علیہ السلام سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور عجب کہ نصرانی بھی منکر ہین کہ قریش ولاد اسمعیل نہین ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کہتے ہوے شرم نہ آئی کہ جسکو ذرہ برابر بھی عقل ہے وہ اس دروغ پر نفرت کریگا اسواسطے کہ عرب مین نسب ایک جزو اعظم تھا اور کرورون عرب و سیکڑون قبائل اپنے نسب کے شاہد موجود تھے تو اسقدر متواتر قطعی کو اجنبی آدمی کا جھٹلانا خود اسکے بدیہی دروغ کی قطعی دلیل ہے جیسے کوئی کاذب جاہل کہ عیسیٰ تو مریمؑ کے بیٹے نہین تھے۔ چہارم انکا دعویٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوتے تو بنی اسرائیل مین سے ہوتے۔ مین کہتا ہون کہ اپنے منھ میان مٹھو بھلا اسپر کوئی دلیل ہے کہ بنی اسرائیل کے سواے بنی اسمعیل سے ہونا غیر ممکن ہے یا اللہ تعالیٰ پر دروغ باندھا ہے اور تمام بشارات توریت وانجیل

نہین کرسکتا اور یہ تمام دنیا وما فیہا جسے کہ ملعون وخوار ہے تو مترجم کی حیرانی دیکھو کہ کس چیز سے مثال لاوے فسبحان الذی اعطاہم مالا یدرکہ العقول
ولا یصل الیہ الاوہام - اسی پاک جل جلالہ کے واسطے حمد بے انتہا ہے جسنے انکو وہ مرتبہ عطا کیا کہ کسی عقل کو ادراک کی مجال نہین اور کسی وہم کو
وہانتک پہونچنے کی سبیل نہین ہے - اللہم یا ارحم الراحمین ادخلنی معہم برحمتک یا حی یا قیوم یا احد یا صمد یا اللہ الذی لا الٰہ الا انت بدیع السموات والارض
یا ذا الجلال والاکرام وانت علی کل شئی قدیر والحمد للہ رب العالمین (التنبیہ) ان آیات مین اللہ تعالےٰ نے مومنون کو ذمائم
اخلاق یہود ونصاریٰ ومشرکین سے بہت کچھ بتلائے اور آیندہ بھی معلوم ہونگے اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ تم لوگ بھی ان یہود ونصاریٰ
کے قدم بقدم چلوگے یہانتک کہ اگر وہ لوگ کسی گوہ کے بل مین گھسے ہون تو تم بھی گھسوگے - اور ایک روایت مین ہے کہ حتی کہ
جسنے انمین سے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا تم مین بھی وہ ہوگا جو اسیطرح کرے (السنن وغیرہ) اور حدیث سے مستنبط ہے کہ تم بھی
دنیا مین تنافس کرکے ہلاک ہوگے - پس اہل ایمان واسلام خصوصاً علما کو لازم ہے کہ پھونک پھونک کر قدم رکھین اور وہ اخلاق ذمیمہ جو
یہود ونصاریٰ مین تھا چھوڑین - اور قولہ تعالیٰ - یا ایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل الآیۃ
مین مومنون کو خطاب فرمایا کہ اے مومنو بہتیرے احبار یہود اور رہبان نصاریٰ دیکھو کہ لوگون کے اموال بطور باطل کھاتے ہین
تو تنبیہ شدید ہے کہ جیسے یہ لوگ ہین تم مت ہوجیو - افسوس کہ اسلام مین بھی رشوت قاضی ومفتی کا بازار گرم ہوا اور عالم
دور دنیا بنکر باطل طریقہ سے مال کھاتے ہین دین الٰہی مین یہانتک اختلاف کثیر کیا اوقات کافرون کو اپنے
درمیان پنچ وحکم بناتے ہین - یا للہ العجب یہ مقام ہے کہ اہل ایمان رنج سے ٹکڑے ہوتے ہین ذمائم اخلاق
گویا کرائم ہین - جہالت فخر ہے - ایمان قلبی کا علم تو اللہ تعالےٰ ہی کو ہے مگر اعمال ایسی قوم کے
مانند ہین جنکو آخرت پر یقین نہین ہے - جہاں کہ ان خواصین سے منافست تھی وہ بہرہ
نفس پرستی کی اصل ہے - علم را بردل زنی یارے بود ◦ علم را بر تن زنی مارے بود
اور حدیث شریف مین تنبیہ فرمائی کہ ارے ان یہود ونصاریٰ کے پاس کتاب ہے وہ
کیونکر کچھ بھی اسکا نفع پاتے ہین (بعض السنن) بلکہ اول ایمان خوف وامید ہے
اور دنیا دل سے نکلنا اگر آخرت محبوب ہوا اور کہ یہ کہ آخرت بہتر ہے
علمین ہدایت قرآن وحدیث کی قدر کرے اور نورانی کی
وجہ سے یا ہم خود ساری ہے اور بجائے فرقہ اہل السنت کی اصل
قرآن وحدیث ہے تقلید ہوں بلکہ تقلید مین
وغیرہ کا ساتھ کبھی جدا ہوتا کہیں باقی نہ رہا
اور انشاء اللہ تعالیٰ اس سورۃ مبارکہ
کے خاتمہ پر توضیح کیساتھ
اصول
بیان ہونگے واللہ تعالےٰ ہو الموفق للصدق والصواب - والحمد للہ رب العالمین - تم الجزء الاول ویتلوہ الثانی بفضل اللہ تعالےٰ

متبرک کتاب کو بہت تصحیح کے ساتھ شائع کیا ہے
اسکی تہذیب اس طور پر رکھی گئی ہے کہ
متن بخط نسخ اور شرح امام نودی بخط نستعلیق
ہے حاشیہ پر مولانا مولوی سید امیر علی
صاحب مرحوم کے فوائد مزید درج ہین
اسکی تصحیح مین خاص اہتمام کیا گیا ہے
اول اسکو ایک مصری نسخہ سے ملایا اور
بعد کو اور کئی نسخون سے مقابلہ کرنے کے
بعد شائع کرایا گیا اور جملہ اختلافات بھی
درج کیے گئے ہین چونکہ مطبوعہ سابق کا
سائز بہت بڑا تھا اسلئے اسکین ترمیم کرکے
اسکو $\frac{۲۰}{۲۶}$ (۱/۸) پیمانہ پر طبع کیا ہے
کتاب کے نایاب ہونے کی وجہ سے
اسکی فرمائشات بہت کثرت سے آرہی ہین
لہذا آپ کو جسقدر خریداری منظور ہو جلد
آرڈر دیجیے کہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے
کاغذ نہ سفید۔ خط پاکیزہ۔

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار ۔ ترجمہ اُردو دُرمختار
مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن
کامل چار جلد ہین۔

راہ نجات ۔ ضروری مسائل نماز
و روزہ وغیرہ۔

مفتاح الجنۃ ۔ از مولوی کرامت علی
جونپوری۔

حقیقۃ الصلوٰۃ ۔ مع رسالہ
بے نمازان۔

ترجمہ فتاوی عالمگیری ۔ کامل
ہر چار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمہ
مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع
مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی۔

کشف الحاجات ۔ ترجمہ اُردو مالابدمنہ
از مولوی محمد نور الدین۔

عدالآثام ۔ یہ ایک جدید الطبع
کتاب ہے جسمین مصنف نے تمام اُن
باتون کا تفصیل ذکر کر دیا ہے جنکا مرتکب
ہونے والا گنہگار قرار پاتا ہے اسمین صغایر
و کبائر تمام گناہون کا بیان ہے اور اسکا
پڑھنے والا ان تمام باتون سے متنبہ ہو جاتا ہے
جو شرعاً ناجائز ہین۔

مرآۃ الصلوٰۃ ۔ یہ بھی کتاب جدید الطبع
ہے جسمین وضو اور نماز کے تمام مسائل
نہایت عمدگی سے بیان کیے ہین۔ از مولوی
محمد مرتضیٰ صاحب بندوی اعظمی۔

ہزار مسئلہ ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار
مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ
(۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵)
حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل۔
مولفہ مولوی عبداللہ بن عبدالسلام۔

شرع محمدی منظوم ۔ مسائل فقہیہ از
محمد خان قندھاری۔

تنبیہ الغافلین ۔ مسائل دینیہ۔

حیرت الفقہ ۔ مسائل مشکلہ فقہ از
مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔

جواب السائلین ۔ بطور استفتا۔

کنز الدقائق ۔ اُردو ترجمہ از مولوی
محمد سلطان خان۔

چہل مسائل فقہ ۔ از مولوی ابراہیم حسین
بنگلوری۔

اشرف المسائل ۔ از مولوی اشرف علی خان۔

رسالہ تجہیز و تکفین میت ۔ از محمد عمر۔

فقہ فارسی

ہدایہ ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین
ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو مدت
سے متداول ہے دو مجلد کامل۔

شرح سفر السعادت ۔ از مولانا عبدالحق
دہلوی معروف۔

تحجیج الحجج مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔

تبیان ۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین۔

بدائع منظوم ۔ مسائل فقہ بنظم فارسی
از ملا ناظم علی رح۔

نام حق ۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔

مائۃ مسائل ۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ

شرح وقایہ فارسی ۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر
از شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔

مسالک المتقین ۔ مرغوب علماے ولایت
از مولوی اللہ یار خان۔

فتاوی برہنہ ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین

قدوری ۔ مترجمہ مولانا ابوالقاسم۔

شرح فارسی مختصر وقایہ ۔ از عبدالرحمن جامی۔

کنز فارسی ۔ از مفتی نصیر الدین گیلانی محشی مع فرہنگ۔